

تسلسلہ کتب اسلامیہ تالیخ فرستہ

جلد چہارم
از ابتدائے حکومت اسماعیل عادل شاہ
تہائم کتاب
ترجمہ
مولوی محمد فدا علی صاحب طالع
رکن شعبہ تالیف ترجمہ جامعہ ثنائیہ سرکار عالی
نومبر ۱۳۵۴ م ۱۳۵۱ ف ۱۹۳۲ م

طبع و اشاعت
دارالحدیث لاہور

فہرست مضامین

تاریخ فرشتہ جلد چہارم

صفحہ نمبر	مضمون	سلسلہ نشان
	دیباچہ	(الف)
۱ تا ۳۳	اسماعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ	(ب)
۳۳ تا ۴۳	مہو عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ	۲
۴۳ تا ۵۶	ابراہیم عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ	۳
۵۶ تا ۸۷	ابو المظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ	۴
۸۷ تا ۱۰۵	ابراہیم عادل شاہ ثانی	۵
۱۰۵ تا ۱۱۳	واقعات خسرو عدالت آئین ابراہیم عادل شاہ ثانی	۶
۱۱۳ تا ۱۲۶	بادشاہ کا ہمیشہ محمد قلی قطب شاہ کے ساتھ جھمکنا	۷
۱۲۶ تا ۱۳۳	عدالت پناہ کا بھی خواہان احمد نگر کی التجا کے موافق اس ملک کا سفر کرنا۔	۸
۱۳۳ تا ۱۴۲	عدالت پناہ کا برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے احمد نگر جانا اور دلاور خان اور جمال خاں کی جنگ	۹
۱۴۲ تا ۱۵۲	شہنشاہ اسماعیل بن شاہ طہاسپ کا خروج	۱۰
۱۵۲ تا ۱۵۷	ابراہیم نظام شاہ ثانی کا قتل اور عدالت پناہ کی فوج کی کامیابی	۱۱
۱۵۷ تا ۱۵۸	مغلوں کا نظام شاہی ملک پر حملہ کرنا اور دکن میں ہمیشہ کے لئے فساد برپا ہونا	

۱۲	روضہ سویم سلطانین احمد نگہ کے حالات میں جو نظام شاہی معروف شہر ہے	۱۵۹ تا ۱۶۰
۱۳	ذکر شاہی برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بھری	۱۶۰ تا ۱۶۱
۱۴	حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	۱۶۱ تا ۱۶۲
۱۵	مرقطنی نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ	۱۶۲ تا ۱۶۳
۱۶	سیراں حسین بن مرقطنی نظام شاہ	۱۶۳ تا ۱۶۴
۱۷	اسماعیل بن برہان نظام شاہ	۱۶۴ تا ۱۶۵
۱۸	برہان شاہ بن حسین نظام شاہ	۱۶۵ تا ۱۶۶
۱۹	ابراہیم نظام بن برہان نظام	۱۶۶ تا ۱۶۷
۲۰	احمد شاہ بن شاہ ظاہر	۱۶۷ تا ۱۶۸
۲۱	سہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی	۱۶۸ تا ۱۶۹
۲۲	مرقطنی نظام بن شاہ علی برہان شاہ اول	۱۶۹ تا ۱۷۰
۲۳	روضہ چہارم سلطانین تلنگانہ کے حالات میں	۱۷۰ تا ۱۷۱
۲۴	سلطنت سلطان قلی	۱۷۱ تا ۱۷۲
۲۵	جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی	۱۷۲ تا ۱۷۳
۲۶	ابراہیم قطب شاہ	۱۷۳ تا ۱۷۴
۲۷	محمد متلی قطب شاہ	۱۷۴ تا ۱۷۵
۲۸	پانچواں روضہ عماد الملک کے حالات میں جس نے برہان حکومت کی	۱۷۵ تا ۱۷۶
۲۹	عماد الدین عماد الملک کی حکومت کا بیان	۱۷۶ تا ۱۷۷
۳۰	دریا عماد شاہ کی حکومت کا بیان	۱۷۷ تا ۱۷۸
۳۱	برہان عماد شاہ ابن دریا عماد شاہ کی حکومت	۱۷۸ تا ۱۷۹
۳۲	عماد الملک بر تغال خاں کا غلبہ اور دولت عماد شاہی کا نظام شاہی خاندان میں منتقل ہونا۔	۱۷۹ تا ۱۸۰
۳۳	چھٹا روضہ برید شاہیہ کے حالات میں جو برید میں حکمران تھے	۱۸۰ تا ۱۸۱
۳۴	قاسم برید کی حکومت کا بیان	۱۸۱ تا ۱۸۲
۳۵	امیر علی برید کی حکومت کا ذکر	۱۸۲ تا ۱۸۳
۳۶	علی برید شاہ کی حکومت کا تذکرہ	۱۸۳ تا ۱۸۴

۳۳۸	چوتھا مقالہ سلطانین گجرات کے بیان میں	۳۷
۳۳۹ تا ۳۴۳	سلطان مظفر گجراتی کی حکومت اور مظفر خاں المشہور مظفر شاہ کی	۳۸
۳۴۱ تا ۳۴۸	پیدائش کا حال	۳۹
۳۴۲ تا ۳۴۷	بادشاہ حجاز سلطان احمد شاہ گجراتی	۴۰
۳۴۳	محمد شاہ ابن احمد شاہ گجراتی	۴۱
۳۴۹ تا ۳۸۰	(الف) قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی	۴۲
۳۸۰ تا ۳۸۵	(ب) سلطان داؤد شاہ ابن احمد شاہ گجراتی	۴۳
۳۸۵ تا ۳۹۴	سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگہ	۴۴
۳۹۴ تا ۴۰۴	ذکر سلطنت سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی	۴۵
۴۰۴ تا ۴۱۵	ذکر سلطنت سلطان سک بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۴۶
۴۱۵ تا ۴۲۴	ذکر سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۴۷
۴۲۴ تا ۴۳۲	ذکر شاہی سلطان بہادر بن مظفر شاہ گجراتی	۴۸
۴۳۲ تا ۴۳۸	ذکر حکومت محمد شاہ فاروقی	۴۹
۴۳۸ تا ۴۴۳	ذکر سلطنت سلطان احمد شاہ ثانی گجراتی	۵۰
۴۴۳ تا ۴۴۹	ذکر شاہی سلطان مظفر شاہ ثانی بن محمود شاہ ثانی گجراتی	۵۱
۴۴۹ تا ۵۰۱	مقالہ پنجم - فرار و دیار ملک مالوہ و مندو کے بیان میں	۵۲
۵۰۱ تا ۵۲۳	ذکر سلطنت احمد شاہ بن دلاور خاں غوری	۵۳
۵۲۳ تا ۵۲۷	ذکر سلطنت سلطان غلامین المصطفیٰ بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری	۵۴
۵۲۷ تا ۵۶۲	ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی	۵۵
۵۶۲ تا ۵۷۰	ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی	۵۶
۵۷۰ تا ۵۸۳	ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین خلجی	۵۷
۵۸۳ تا ۶۱۲	ذکر سلطنت سلطان محمود ثانی بن سلطان ناصر الدین خلجی	۵۸
۶۱۲ تا ۶۱۸	زوال دولت خلجیہ اور سلطان بہادر گجراتی وغیرہ کا غلبہ اس مملکت پر	۵۹
۶۱۸ تا ۶۱۹	باز بہادر کا مالوہ کے تحت حکومت پر فائز ہونا اور امرائے اکبری کے	۶۰
	باغیوں میں گرفتار ہونا۔	

۶۳۳ تا ۶۳۹	مقالہ ششم سلاطین فاروقیہ برہان پور کے حالات میں	۵۹
۶۳۱ تا ۶۳۴	ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی	۶۰
۶۳۱ تا ۶۳۲	ذکر سلطنت میران عادل خان بن نصیر خاں فاروقی	۶۱
۶۳۲	ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی	۶۲
۶۳۲ تا ۶۳۴	ذکر سلطنت میران عینا الخطاب بہ عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی	۶۳
۶۳۴ تا ۶۳۷	ذکر حکومت داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی	۶۴
۶۳۶ تا ۶۳۹	ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں الخطاب بہ اعظم بہاویں	۶۵
۶۳۹ تا ۶۴۳	ذکر حکومت میران محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی	۶۶
۶۴۳ تا ۶۴۴	ذکر حکومت میران مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی	۶۷
۶۴۷	ذکر میران راجہ علی خاں بن مبارک خاں بن اعظم بہاویں عادل خاں	۶۸
۶۵۱	بن جن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خان جہاں فاروقی	
۶۵۱ تا ۶۵۵	ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی اور دولت فاروقیہ برہان پور کے حالات	۶۹
۶۵۶	ساتواں مقالہ - حکام شرقی اور پوربی کے حالات	۷۰
"	سلاطین پوربی یا والیاں بنگالہ کا ذکر	۷۱
۶۵۶ تا ۶۶۳	محمد مختار کا ولایت بہادر اور بنگالہ پر قبضہ	۷۲
۶۶۳ تا ۶۶۵	سلطان فخر الدین کا دیار شرقی کی حکومت پر فائز ہونا	۷۳
۶۶۵	علی مبارک المشہور بہ سلطان علاء الدین کی حکومت	۷۴
۶۶۵ تا ۶۶۶	حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین بھنگرہ	۷۵
۶۶۶ تا ۶۶۶	سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین	۷۶
۶۶۷	غیاث الدین بن سکندر شاہ	۷۷
۶۶۷ تا ۶۶۸	سلطان السلاطین بن غیاث الدین	۷۸
۶۶۸	شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین	۷۹
۶۶۸	راجہ کانش	۸۰
۶۶۸ تا ۶۶۹	چنل ولد کانش الخطاب بہ سلطان جلال الدین	۸۱
۶۶۹	سلطان احمد بن سلطان جلال الدین	۸۲

۶۶۹	ناصر الدین غلام کا وارث ملک پر خروج	۸۱۳
۶۶۹	ناصر الدین بن شاہ بھنگدہ	۸۱۴
۶۷۰	باربک شاہ بن ناصر شاہ	۸۵
۶۷۱ تا ۶۷۰	یوسف شاہ ولد باربک شاہ	۸۶
۶۷۱	سکندر شاہ کی عمارت اور اس کا عزل	۸۷
۶۷۱	فتح شاہ کی حکومت کا بیان	۸۸
۶۷۱ تا ۶۷۴	سلطان باربک کی حکومت	۸۹
۶۷۴	ملک اندیل حبشی المخاطب بہ فیروز شاہ کی حکومت کا ذکر	۹۰
۶۷۵	محمود شاہ بن فیروز شاہ	۹۱
۶۷۵ تا ۶۷۵	سیدی بدر حبشی المخاطب مظفر شاہ	۹۲
۶۷۵ تا ۶۷۶	شریف مکی المشہور بہ سلطان علاء الدین	۹۳
۶۷۶ تا ۶۷۸	نصیب شاہ بن علاء الدین شاہ	۹۴
۶۷۹	سلیم خاں المخاطب بہ سلطان بہادر شاہ	۹۵
۶۷۹ تا ۶۸۰	سلیمان کرانی افغانی کی حکومت	۹۶
۶۸۰	بایزید بن سلیمان	۹۷
۶۸۰ تا ۶۸۲	داؤد خاں بن سلیمان خاں	۹۸
۶۸۲	بادشاہان شرقیہ کی حکومت کا بیان	۹۹
۶۸۲	سلطان الشرق خواجہ جہاں کی حکومت	۱۰۰
۶۸۲ تا ۶۸۳	سبارک شاہ شرقی	۱۰۱
۶۸۳ تا ۶۸۳	ابراہیم شاہ شرقی	۱۰۲
۶۸۳ تا ۶۸۴	سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شاہ شرقی	۱۰۳
۶۸۴ تا ۶۸۴	محمود شاہ بن محمود شاہ شرقی	۱۰۴
۶۸۴ تا ۶۸۴	حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی	۱۰۵
۶۸۴ تا ۶۸۴	اٹھواں مقالہ :- سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات میں او	۱۰۶
۶۸۸	اس امر کا ذکر کہ اسلام اس نواح میں کیونکر پھیلا	۱۰۶
۷۰۵		

۶۱۲ تا ۶۰۵	یامہ الدین قباچہ کا سندہ پر حکومت کرنا	۱۰۷
۷۱۳	زمینداران سندہ یعنی فردہ شتمگاں کا حال	۱۰۸
۷۱۳ تا ۷۱۴	جام بانی بن جام جونا	۱۰۹
۷۱۴	جام تماچی بن جام بانی	۱۱۰
۷۱۴	جام صلاح الدین	۱۱۱
۷۱۴	جام نظام الدین بن صلاح الدین	۱۱۲
۷۱۴	جام علی شیر بن نظام الدین	۱۱۳
۷۱۴ تا ۷۱۵	جام کران بن جام تماچی	۱۱۴
۷۱۵	جام تغلق بن جام اسکندر	۱۱۵
۷۱۵	جام مبارک	۱۱۶
۷۱۵	جام اسکندر بن جام فتح بن سکندر خاں	۱۱۷
۷۱۵ تا ۷۱۶	جام سنجر	۱۱۸
۷۱۷ تا ۷۱۷	جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا	۱۱۹
۷۱۷ تا ۷۱۹	جام فیروز بن جام نندا	۱۲۰
۷۲۰ تا ۷۲۱	شاہ بیگ ارغون کی سلطنت	۱۲۱
۷۲۱ تا ۷۲۲	شاہ حسین بن شاہ بیگ ارغون	۱۲۲
۷۲۲	سیرزا عیسیٰ ترخاں	۱۲۳
۷۲۲	سیرزا بانی کی حکومت	۱۲۴
۷۲۲ تا ۷۲۲	سیرزا جانی کی حکومت	۱۲۵
۷۲۳ تا ۷۲۴	سلطان محمود بھکری	۱۲۶
۷۲۶	نواں مقالہ :- سلاطین بلقان کے حالات میں	۱۲۷
۷۲۷ تا ۷۲۷	شیخ یوسف قریشی کی حکومت	۱۲۸
۷۲۹	قطب الدین لنگاہ کی سلطنت	۱۲۹
۷۳۵ تا ۷۳۹	حسین لنگاہ بن قطب الدین	۱۳۰
۷۳۵ تا ۷۳۵	فیروز بن حسین لنگاہ	۱۳۱

۷۳۷ تا ۷۳۸	محمود شاہ لنگاہ	۱۳۲
۷۳۷ تا ۷۳۸	حسین شاہ ثنائی بن محمود شاہ لنگاہ	۱۳۳
۷۵۷ تا ۷۵۸	دسوالی مقالہ بر حکام کشمیر کے احوال میں	۱۳۴
۷۵۹ تا ۷۶۰	سلطان شمس الدین کی حکومت	۱۳۵
۷۶۰	جشد شاہ بن شمس الدین	۱۳۶
۷۶۱ تا ۷۶۰	علاء الدین بن شمس الدین	۱۳۷
۷۶۱ تا ۷۶۲	شہاب الدین بن سلطان شمس الدین	۱۳۸
۷۶۳ تا ۷۶۲	قطب الدین بن شمس الدین	۱۳۹
۷۶۳ تا ۷۶۴	سلطان سکندر بت شکن بن قطب الدین شاہ	۱۴۰
۷۶۴ تا ۷۶۵	علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن	۱۴۱
۷۶۶ تا ۷۶۷	زین العابدین بن سکندر شاہ بت شکن	۱۴۲
۷۶۸ تا ۷۶۹	حاجی خاں الخاٹب بہ شاہ حیدر	۱۴۳
۷۸۳ تا ۷۸۴	حسن شاہ بن حیدر شاہ	۱۴۴
۷۸۵ تا ۷۸۶	محمد شاہ بن حسن شاہ کا بار اول بادشاہ ہونا	۱۴۵
۷۹۱ تا ۷۹۲	فتح شاہ بن آدم خان کا بار اول بادشاہ ہونا	۱۴۶
۷۹۳ تا ۷۹۴	محمد شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا	۱۴۷
۷۹۴	فتح شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا	۱۴۸
۷۹۵ تا ۷۹۶	محمد شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا	۱۴۹
۷۹۷ تا ۷۹۸	ابراہیم شاہ بن محمد شاہ	۱۵۰
۷۹۹	نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کی حکومت	۱۵۱
۸۰۰ تا ۸۰۱	محمد شاہ کا بار چہارم بادشاہ ہونا	۱۵۲
۸۰۰	شمس الدین ابراہیم شاہ بن سلطان محمد شاہ	۱۵۳
۸۰۰	نازک شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا	۱۵۴
۸۰۱ تا ۸۰۰	میرزا حیدر ترک کا کشمیر پر قبضہ ہونا	۱۵۵
۸۰۱ تا ۸۰۲	نازک شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا	۱۵۶

۸۱۱ تا ۸۱۳	ابراہیم شاہ بن نازک شاہ	۱۵۷
۸۱۳ تا ۸۱۴	اسماعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ	۱۵۸
۸۱۴ تا ۸۱۶	حبیب شاہ پسر اسماعیل شاہ	۱۵۹
۸۱۶ تا ۸۱۹	غازی شاہ	۱۶۰
۸۱۹ تا ۸۲۳	حسین شاہ	۱۶۱
۸۲۳ تا ۸۲۸	علی شاہ	۱۶۲
۸۲۸ تا ۸۳۳	یوسف شاہ	۱۶۳
۸۳۳ تا ۸۳۸	گیارہواں مقالہ :- ملا باہر کے مسلمان بادشاہوں کے مختصر حالات میں	۱۶۴

تمت

تاریخ

تاریخ فرشتہ جلد چہارم

تاریخ فرشتہ جلد چہارم اصل فارسی کتاب کا وہ حصہ ہے جو اسماعیل عادل شاہ کے حالات سے شروع ہو کر آخر کتاب پر ختم ہوتا ہے۔

یہ جلد اگرچہ دوسری جلدوں سے جو اس سے قبل طبع ہو چکی ہیں ضخیم ہے لیکن قابل حصول سے کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔

دکن کی تاریخ میں خاندان بہمنیہ کے حالات مکمل اور خاندان عادل شاہی و نظام شاہی کے احوال ناقص مگر مفصل اور قطب شاہی و عماد شاہی و برید شاہی خاندانوں کے حالات ناقص و مختصر ہیں۔

کشمیر و گجرات و مالوہ و برہان پور کے حالات یا تو مکمل ہیں اور یا مختصر مگر جامع و مکمل ہیں۔

یہ جلد چونکہ ضخیم ہے اور نیز یہ کہ سنہ ہجری بہنہ عیسوی کے تطابق کی اس میں چنداں ضرورت بھی نہیں ہے اسلئے اس جلد کی فہرست سنین نہیں مرتب کی گئی لیکن اس کی کوپوراکرنے کے لئے فہرست مضامین کتاب کے شروع میں منسلک کر دی گئی ہے۔

آخر کتاب میں غلط نامہ بھی شامل ہے جس میں اہم اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے اور معمولی اغلاط کی صحت یعنی ضمایر و اضافت و افعال کا وہ تغیر جس کی تصحیح عام طلبہ بھی کر سکتے ہیں اور جس سے نفس مطلب میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا مگر ہے کہ نظر انداز کر دی گئی ہو ناظرین اس کی خود صحت فرما سکتے ہیں فقط

حتمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد چہارم

اسٹیل عادل شاہ یوسف عادل شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل عادل شاہ تخت
 بن یوسف عادل شاہ حکومت پر بیٹھا لیکن یہی نابالغ تھا اور مہات سلطنت کو اچھی طرح انجام
 نہ دے سکا تھا اس لئے حکمرانی کی باگ کمال خاں سرنوبت کے ہاتھ میں
 آگئی۔ کمال خاں سلطان محمود بہمنی کے نانی امیروں میں تھا یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو
 بیحد تکی اور دلاسا دیکر اپنے پاس بلا لیا اور اسے سرحدوں پر سفر فرما کر کیا تھا تھرا ج
 کے معرکہ میں کمال خاں نے خوب جوہر مردانگی دکھائے جس سے اس کی وقعت عادل شاہی
 دربار میں اور زیادہ ہو گئی غمراں پناہ یوسف عادل شاہ نے اپنے مرض الموت میں
 علاوہ عہدہ سرنوبت کے کمال خاں کو ذیل سلطنت بھی مقرر کیا اور دربار خاں -
 فخر الملک - میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ وغیرہ امیروں کو کمال خاں کے ساتھ خلوص اور
 اتحاد رکھنے کی سخت تاکید کی۔ ان امیروں نے شاہی وصیت کی پابندی کی اور کمال خاں کو
 اپنا افسر سمجھ کر کام لیا اور مالی مہات کو اس کے ہاتھ میں دے کر کمال کو بالکل خود مختار بنا دیا
 کمال خاں نے اپنی ابتدائی حکومت میں خوش اسلوبی اور نیک کرداری کو اپنا شعار
 بنایا اور خلفائے راشدین کے نام کا خطبہ جاری کر کے شیعہ مذہب کے رسوم و رواج کو
 ملک سے خارج کیا۔ کمال خاں نے عادل شاہی امیروں کی تعظیم و توقیر اور خاص و عام کو
 اپنا گرویدہ بنانے میں بھی انتہائی کوشش کی اور نظام شاہی قلعہ شاہی عادل شاہی اور
 برید شاہی حکومتوں سے موافقت اور اتحاد کر کے امیروں کی رائے اور مشورہ سے
 حاکمانہ طریقہ پر انتظام سلطنت کرنے لگا فرنگیوں نے یوسف عادل شاہ کی ایسی کئی بھر

قلعہ کو وہ کاماصرہ کر کے قلعہ دار کو رشوت دی اور اسلیمیل عادل شاہ کے ابتدائی زمانہ میں قلعہ پر قبضہ کر لیا کمال خاں نے فرنگیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ نصاریٰ صرف قلعہ پر قابض رہیں اور نواح حصار کے قروں اور قبضوں پر کسی طرح کی دست درازی نہ کریں اور عادل شاہی حکومت کے اطراف و نواح میں کسی طرح کی تشویش نہ پیدا کریں چنانچہ اس وقت سے آج تک یہ قلعہ نصاریٰ کے قبضہ میں ہے۔ کمال خاں اطراف و نواح کے امیروں اور نیز عیسائیوں سے صلح کر کے اطمینان کے ساتھ مہات سلطنت کو انجام دینے لگا۔ ان واقعات کے دوسرے سال دریا خاں اور فخر الملک اپنے اس دنیا سے کوچ کیا کمال خاں نے ان امیروں کی جاگیر کو اپنے بیٹوں اور عزیزوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کے لئے ایک جدا گانہ دربار اور آستانہ پیدا کیا کمال خاں نے حمید ریگ اور مرزا جہانگیر کی جاگیروں میں سے بھی چند پرگنہ نکال کر انھیں بھی اپنے عزیزوں اور مددگاروں میں تقسیم کیا بلکہ عادل شاہی امیر میں جو کوئی فوت ہوتا یا کسی جرم میں مانوڑ ہوتا تھا تو کمال خاں اس کی جاگیر بھی اپنے ہی خواہوں کو تقسیم کر دیتا غرض کہ اس طرح کسان حال نے تھوڑی ہی مدت میں بہت بڑی قوت حاصل کر لی اور سمرانی کے منصوبے سوچنے لگا۔ کمال خاں کے دماغ میں خود مختاری کا سودا سایا۔ اور اس نے چاہا کہ جس طرح ممکن ہو سلطنت اور سارے مال و دولت پر قبضہ کرے اس زمانہ میں دکن کے امیر اس روش کو پسند کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں یہ فعل حکام دکن کے لئے مبارک ثابت ہوتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ لوگ انکوں پر غائب آجاتے تھے سب سے پہلے جس نے اس روش کا سنگ بنیاد رکھا وہ تھوڑے نامراد تھا تراج نے سیورانے راجہ بیجانگر کے بیٹے کو جبکہ وہ باغ ہوا زہر سے قتل کر کے اس کے جوئے بھائی کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور یوسف عادل شاہ کو شکست دے کر اس لڑکے کو بھی دنیا سے رخصت کر دیا اور اکثر امیروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر خود حکمرانی کا ڈنگہ بجانے لگا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی طرح قاسم برید ترک اور دوسرے امیروں نے محمود شاہ بہمنی کو تلوار کے گھاٹ اتار کر رفتہ رفتہ خطبہ دے کر اپنے نام کا ملک میں رائج کیا۔ جو بھی یہ تمام واقعات کمال خاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور انھیں استادوں کا شاگرد تھا اسباب شوکت و شہرت حاصل کرنے سے اس نے بھی قاسم برید کا واسن پھوڑا اور سی کا

ہم نوابن گیا کمال خاں نے قاسم برید کو پیغام بھیجا کہ تمہارے اس غلصہ کے پاس شاہی
اسباب فراہم ہو گئے ہیں اب جبکہ ایک خور و سال لڑکا احمد نگر کے تحت پر بیٹھا ہے اور
فتح اللہ عا دشاہ دانی براہ جوانی کے نشہ میں سرشار عیش و عشرت میں مبتلا ہے تو
چاہئے کہ اپنے نیاز مند کو بھی اپنی مدد سے دکن کے حاکموں میں شامل کرادو اور اپنے
غلصہ کو اپنا فرمان بردار بھجھا دینے ملک کو وسیع کرنے کی کوشش کرو کہ اس زمانہ سے بہتر وقت
پھر حال نہ ہوگا۔ امیر قاسم برید چونکہ ایسے ہی معروضہ کی تاک میں تھا اس بات کو
اس نے قبول کیا اور طرفین سے عہد و پیمان ہوئے اور یہ طے پایا کہ قاسم برید ترک
دستور دینار کی جاگیر پر قابض ہوا اور باقی ملک بجا پور پر کسال خاں دکنی اپنا قبضہ کرے
اور اسماعیل عادل شاہ کی آنکھوں میں سلائی پھیرے بلکہ اگر ممکن ہو تو اسے کنار لحد میں
سلاوے اور شولا پور کے قلعہ کو بھی جس پر زین خاں براہ در خواجہ جہاں قابض ہے
کمال خاں سر نہایت اپنے تصرف میں لادے اس گفتگو اور شرط کے بعد حصول مقصود کی
کارروائی شروع ہوئی اور قاسم برید نے محمود شاہ دہنی کو اس کے گھر میں نظر بند کیا
اور فوج مرتب کر کے من ابا دگلہ گہروانہ ہوا۔ کمال خاں نے بھی اسماعیل عادل شاہ کو
اور اس کی ماں سماء بونگی خاتون کو ارک کے قلعہ میں بجا پور میں قید کیا اور اپنے بیٹوں کو
ان قیدیوں کا محافظ مقرر کر کے خود بڑے ترک اور احتشام کے ساتھ شولا پور روانہ ہوا
شولا پور کا محاصرہ کر لیا اور جب محاصرہ کو تین مہینے کا زمانہ گزر گیا اور ملک احمد نظام الملک
بحری اور خواجہ جہاں کے پاس سے کوئی مدد نہ پہنچی تو زین خاں نے جان و مال کی
امان طلب کی اور قلعہ ساڑھے پانچ پر گنوں سمیت کمال خاں کے سپرد کر دیا
ان ساڑھے پانچ پر گنوں کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب دکن کے امیروں نے دانی احمد آبا وید پر
خروج کیا اور ہر ایک کسی نہ کسی ملک پر قابض ہو گیا تو گیارہ پتے یعنی گیارہ پر گنے خواجہ جہاں
دکنی حاکم پریندہ کے قبضہ میں آئے۔ زین خاں براہ در خواجہ جہاں دکنی جو قلعہ شولا پور کا
حاکم تھا احمد آبا وید کر گیا اور اس نے بڑی کوشش سے ایک فرمان سلطان محمود دہنی
سے اس مضمون کا حاصل کیا کہ قلعہ شولا پور اور خواجہ جہاں کی جاگیر کے نصف حصہ پر
زین خاں حاکم مقرر کیا جائے خواجہ جہاں دکنی نے احمد نظام شاہ بحری کی امداد سے
زین خاں کو فرمان سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیا اور اپنی اوجھل باگیر اس کے ہنر

نکی اور مرفہ قلعہ شولا پور زمین خاں کے قبضہ میں رہا۔ احمد نظام شاہ کے مرنے کے
 بعد یوسف عادل شاہ نے زمین خاں کی مدد کی اور شاہی فرمان کے موافق ساڑھے
 پانچ لاکھ گنتے خواجہ جہاں دکنی سے لیکر زمین خاں کے حوالہ کئے لیکن یہ پرگنہ جن کا حاصل تین
 لاکھ ہوں تھا ہمیشہ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں جھگڑے کا باعث ہوئے
 جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ مختصر یہ کہ امیر قاسم برید ترک نے قلعہ لغر آباد اور ساغرادر
 انیکرادر نیز نہر بھورہ کے اس پار کے تمام قصبات اور گائوں کو عادل شاہی قبضہ سے
 کھال لیا اور جن آباد گھر گہ کا محاصرہ کر لیا اسی اثنا میں اس نے سنا کہ شولا پور بھی فتح ہو گیا۔
 قاسم برید نے کمال خاں کو تہنیت نامہ روانہ کیا اس فتح سے کمال خاں کے استقلال
 اور غلبہ میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ کمال خاں غرور کے نشہ میں سرشار بیجا پور
 واپس آیا۔ ایک مرتبہ اسماعیل عادل شاہ کو گھر کے باہر نکالا اور رعایا کو بادشاہ کو سلام
 کرنے کی اجازت دی اور نئے سرے سے اپنے استحکام کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے
 مغل امیروں کو ایک قلم معزول کیا اور تین ہزار خواصہ خیل مغلوں میں صرف تین سو
 مغل بکال رکھے اور حکم دیا کہ اگر معزول مغل ایک ہفتہ کے بعد نظر آئیں گے تو جان مال
 الٹا وقف عام سمجھا جائیگا مغل اس بات سے بید مضطر ہوئے اور ادھر ادھر
 پریشان اور آکر رہ گئے کمال خاں کو ہر طرف سے اطمینان ہو گیا اور کسی جانب سے
 بھی کسی حریف اور دشمن کا اسے کھٹکانہ رہا اب اس نے نظام شاہی گھرانے کی پیر دی
 کی اور اپنا نام بڑھانے کے لئے لوگوں کے مناصب میں سگنا اضافہ کرنا شروع کیا اس طرح
 جو امیر ایک ہزاری تھے وہ سہ ہزاری ہو گئے اس کے علاوہ حکم دیا کہ کورہ رادت
 کی عدد شماری کی جائے غرض غرہ صفر ۹۷۱ ہجری کو معلوم ہوا کہ بیس ہزار دکنی اور
 حبشی سوار لشکر میں موجود ہیں کمال خاں نے اپنے پیادوں اور مددگاروں کو ہموار
 کیا اور تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی بابت ان سے مشورہ کرنے لگا تمام مشیروں نے
 بالاتفاق یہی کہا کہ جلوس میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس میں جس قدر تعیل ممکن ہو وہ کی
 جائے کمال خاں دکنی سرحد پر تین سو بیسوں کو بلا لیا اور ان سے ساعت جلوس کی بابت استفسار
 کیا جو بیسوں نے بڑے غور کے بعد جواب دیا کہ سیاروں کی گردش سے ثابت ہوتا ہے
 کہ ان مہینہ کے پندرہ دن موافق نہیں ہیں آپ کو چاہیے کہ اس زمانہ میں اپنی حفاظت کریں

اور آج کے سولہویں روز تخت سلطنت پر جلوس کریں۔ کمال خاں خوبصورتوں کے اس بیان سے بے خوف زدہ ہوا اور اپنے دل میں سوچا کہ جان کی حفاظت کے لئے ارک کے قلعہ سے زیادہ مضبوط اور محفوظ اور کوئی دوسری جگہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ وہیں جا کر کسی مکان میں قیام کر دوں اور منہوس زمانہ کو وہیں بسر کر دوں مختصر یہ کہ بیجا پور کا انتظام اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کیا اور خود یہ خیال کر کے کہ خدائی نوشتہ بھی انسان کی تدبیروں سے مٹ سکتا ہے اس نے ارک کے قلعہ میں ایک محفوظ مقام تلاش کیا اور اس میں فرود گشت ہوا بخارا اور دروہر کا بھانہ کر کے حکم دیا کہ تھام و عام شہری اور دیہاتی اس زمانہ میں مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں جس کو ضرورت پیش آئے وہ میرے بیٹے صفدر خاں کے پاس جا کر اپنی حاجت روائی کرائے کمال خاں کے اس ارادے کی خبر کہ وہ پندرہ روز کے بعد سولہویں دن تخت حکومت پر جلوس کر لیا شاہی محل میں بھی پہنچی اور عادل شاہی عملات کی بیبیاں پیر برنجیدہ و غلمین ہوں جو کہ خدا کو اس بزرگ گھرانے کا نام و نشان باقی رکھنا منظور تھا اسماعیل عادل شاہ کی ماں مسماۃ یونہی خاتون کو ایک تدبیر سوچھی اور اپنے بیٹے کے کا کاسمی یوسف ترک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ یوسف تم جانتے ہو کہ دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہمیشہ رہے گا اور کسی نہ سی طرح حیات خدا کو سپرد کرنی ہے مجھے تم سے امید ہے کہ تم اپنی جان پر کھیلو گے اور اس مکار کمال خاں کو خاک و خون کا ڈھیر کر دو گے یوسف ترک نے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے لئے اس سعادت سے بڑھ کر اور کوئی دوسرا کام نہیں ہے کاش ایک جان کی عوض میری ہزار جانیں ہوتیں اور وہ سب کی سب تمہارے اوپر قربان ہوتیں لیکن یہ بتاؤ کہ ایک شخص بیس ہزار روپے اور چشتی سواروں کے مقابلہ میں کیا کر سکتا ہے اور ایسے دشمن کے مقابلہ سے کس طرح بازی جیت سکتا ہے یونہی خاتون نے کہا کہ اگر تم اپنی جان اپنے مائیک پر قربان کرو اور اپنی مستعار بیوی جسے ایک روز خدا کے پھونکنا ہے کھیل جاؤ تو نہایت خوبی کے ساتھ کمال خاں کا خاتمہ ہو سکتا ہے یوسف ترک نے جواب دیا کہ مجھے یقین کامل ہے جس روز کمال خاں بادشاہ ہو گا مجھے زندہ نہ چھوڑے گا تو ایسی حالت میں اس سعادت سے بڑھ کر

اور کون سی بات ہے کہ میں اپنے کو ملک پر سے صدمے کروں اور اپنا نام بھی دغا داروں کی فہرست میں لکھا کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کروں۔ تم دشمن کو تباہ کرنے کی تدبیر بتاؤ تاکہ میں جاں بازی کر کے اپنا سہنہ کر دوں اور فدیہ خدا بنکر اپنے اسمعیل کے خوش اپنا ٹکڑا کھاؤں۔ پوچھی خاتون نے کہا کہ میں حرم سرا کی اس عورت کو جو کمال خاں کی سبھی بھی خواہ اور اس کی جانب سے اس لئے محل شاہی میں مقرر رہے کہ ہم خواتین کا سارا حال روزانہ کمال تک پہنچائے مزاج پر کسی کے بہانہ سے کمال خاں کے پاس روانہ کرتی ہوں اور تمہیں اس پیر زال کے ہمراہ کرتی ہوں اور ایسی تدبیر کرتی ہوں کہ دشمن تیری خاطر داری کرے اپنے ہاتھ سے تجھے پان کا بیڑا دے تمہیں جاہئے کہ پان لیئے دقت اپنے خون سے اپنا چہرہ سرخ کر دے اور ہمت کر کے خنجر دشمن کے پیٹ میں اتار کر اس کو پاش پاش کر دو یوسف ترک نے یہ مشورہ قبول کیا اور پوچھی خاتون نے اس پیر زال کو بلایا اور مہربانی اور دلسوزی سے کمال خاں کے لئے ہر آمین و کلمات زبان سے نکالے اور کہا کہ یوسف عادل شاہ کے سرنے کے بعد میں ہمیشہ فکر مند رہتی تھی کہ میرا بیٹا اسمعیل ابھی بچہ اور دنیا کے نشیب و فراز سے بالکل ناواقف ہے ایسا نہ ہو کہ ملک احمد شاہ بکری کی طرف منتقل ہو جائے عادل شاہی امیروں میں کون ایسا سوراہے کہ ہات شاہی کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور دو تھما نہ شاہی کی حفاظت پر کمر ہمت باندھے لیکن جب سے کہ ملک کا انتظام کمال خاں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے یہ خدشہ بالکل میرے دل سے جاتا رہا اور اب بچہ خوشی اور اطمینان کے ساتھ زندہ گی بسر کرتی ہوں لیکن دو تین روز سے سنتی ہو کہ کمال خاں کا مزاج جو مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ عزیز ہے نا درست ہے اس وجہ سے مجھے بڑی بریشانی اور تردد ہے میں بارہ ہزار ہوں کچھ دیتی ہوں اسے اپنے ہمراہ لے جاؤں کمال خاں کے سر پر سے اتار کر یہ رقم فقیروں کو بانٹ دے۔ پیر زال روانہ ہوئی لیکن چند قدم چلی ہوگی کہ پوچھی خاتون نے اسے آواز دی اور کہا ایک مدت سے یوسف کا کاج کارا دہ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ جیتہ ملک خاں صاحب اپنی خوشی سے مجھے حج کرنے کی اجازت نہ دیں گے میرا سفر مقبول نہ ہوگا تم اسے بھی اپنے ہمراہ لیتی جاؤ اور ایسی تدبیر کرو کہ کمال خاں اپنے ہاتھ سے اسے

وداعی پان عنایت کرے اور پروانہ تراہداری اپنے قلم سے لکھ کر اس کے سپرد کرے
 حاکم بندہ مصطفیٰ آباد کے اہل کاحاکس کا مزارحم نہ ہوا اور اسے مندرل مقصود کی طرف روانہ
 کر دے۔ پونجی خاتون نے اس خدمت کے صلہ میں ایک گراں مایہ رقم پینزال کے
 حوالہ کی اور یوسف کو اس کے ہمراہ روانہ کیا۔ پینزال خوش و غرم کمال خاں دکنی
 کی خدمت میں روانہ ہوئی اور اس نے پونجی خاتون کی مہر انگیز تقریر خاں صاحب
 کو سنائی۔ پینزال نے مبلغ مذکور خان کے سرپر سے تصدق کیا اور یوسف کا کا کے
 ارادہ منج سے بھی کمال خاں کو آگاہ کیا۔ کمال خاں پونجی خاتون کی توجہ اور مہربانی سے
 بہت خوش ہوا اور اب اسے اپنے فرمانروا ہو جانے میں کسی طرح کا شک و شبہ
 باقی نہ رہا اور پونجی خاتون کی دلجوئی کے خیال سے اس نے یوسف کا کا کو اپنے پاس
 خلوت میں بلایا اور اس سے کہا کہ اے یوسف میں تجھے ہمہ عزیز رکھتا ہوں جب
 تم اس کار خیر کی نیت کر چکے ہو تو تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جہاں تک ممکن ہو جلد
 واپس آنا تاکہ تمہیں نامی امیروں میں داخل کر دوں یوسف ترک نے بھی اپنے مالک
 کی صلاح و دولت کا خیال کر کے اس قدر دل خوش کن باتیں اس سے کہیں کہ
 کمال خاں دکنی بالکل غافل ہو گیا اور مہربانی سے یوسف کو اپنے پاس بلایا
 تاکہ اپنے ہاتھ سے اسے پان دے۔ یوسف ترک نے دکنیوں کی عادت کے موافق
 عمل کیا اور جیسا کہ اس ملک کے لوگ بڑے آدمیوں کا پان چاد بھیل کر لیتے ہیں
 اپنا کپڑا بھیلایا اور ہاتھ کو چادر کے نیچے چھپا کر کمال خاں کے سامنے گیا جب
 کمال خاں نے پان دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ایک ہاتھ سے خنجر نکلا اور اس مردانگی
 سے اس کے سینہ پر مارا کہ پیٹھ کے پار ہو گیا اور کمال وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کمال کی مال کو
 اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے پینزال کو بانی فساد بھلا کر اور یوسف ترک
 دونوں کو قصاص میں تلوار کے گھاٹ اتارا اور اپنے آدمیوں کو شور و فریاد
 اور پریشانی اور آہ و نالہ سے منع کیا اور کمال خاں کو زندہ دل کی طرح گل کی
 کھڑکی میں تخت پر بٹھایا اور محل کے سارے ملازمین اور لشکر کو ہندوستان کی
 رسم کے موافق قصر کے نیچے کھڑا کیا اور اپنے ایک رازدار کو صفر رتال کے
 بلائے کے لئے بھیجا۔ صفر رتال پہونچا اور باپ کی لاش دیکھتے ہی اس نے

ارادہ کیا کہ چلائے۔ کمال خاں کی ماں نے پوتے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور
 کہا کہ فریاد دوزاری کرنے کا وقت نہیں ہے کمرہست کو مضبوط باندھو اور تلوار کھینچ کر
 باپ کے خون کا بدلہ عادل شاہ اور اس کی ماں سے لو اور اس کے بعد
 تخت شاہی پر جلوس کر کے عادل شاہی خاندان کا نام و نشان صفحہ دنیا سے مٹا دو
 صفدر خاں باوجود اس کے کہ پچیس برس کا سن تھا بید خوف زدہ ہوا اور اس
 نے کہا کہ یہ خون ابھی تمام لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور لوگ اس واقعہ سے
 اطلاع پاتے ہی ادھر ادھر متفرق ہو جائیں گے دشمن سے کس طرح بدلہ لینے
 میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ خبر لوگوں میں فطائع ہو اور فروج
 ہمارا ساتھ چھوڑے قلعہ سے نکل کر کسی طرف روانہ ہو جاؤں ماں نے اس کو نصیحت
 کی اور کہا جس قدر لوگ حلقہ میں موجود ہیں یہی دشمن کو دفع کرنے کے لئے کافی ہیں
 یہ حکم دے کہ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا جائے اور تو گھر کے اندر سے اپنے ہی خواہوں
 اور غلاموں کو یہ پیغام بھیج کہ خان والا نشان کا حکم ہے کہ اسماعیل عادل شاہ کا
 سر لاؤ اور ان لوگوں کے ساتھ تو بھی جا اور اس کو پکڑ کر اپنے باپ کے خون کا
 بدلہ لے۔ اس قرار داد کے موافق قلعہ کا دروازہ بند ہو گیا اور لوگوں کو اس کی
 اطلاع کر دی گئی کہ خان کا حکم ہے کہ اسماعیل عادل کو نظر بند اور قتل کر دو۔ پوچھی خاتون
 کا ہاں وجود اس کے کہ یہ خیال تھا کہ یوسف کا کانے اس کام کو اوصور انجام دیا ہے
 اور کمال خاں کو حقیقت حال سے آگاہی ہو گئی ہے اور اب وہ خاندان شاہی کے
 درپے ہے دشمن کو دفع کرنے پر کمرہست باندھی ملکہ نے فذل خواجہ سرا کو ان
 لوگوں کے پاس بھیجا جو جو کی اور پھرہ کے لئے دیوانہ خائیں جمع تھے ورنہ لوگوں کو اس
 عمارت کے دروازہ پر بھیجا۔ اتفاق سے اس روز انھیں تین سو غفلوں کا پھرہ تھا
 جن کا امپر ذکر ہو گیا ہے اور تین سو بیس دہائی اور ہشتی بھی موجود تھے۔ چونکہ دربار
 کے چھوٹے اور بڑے کمال خاں کے ملحق اور فرزندارے اور صفدر خاں ان لوگوں
 کو اپنا حامی اور مددگار سمجھتا تھا ان لوگوں کے دفعیہ کی طرف اس نے توجہ نہ کی
 فقیر یہ کہ پوچھی خاتون پر وہ کے پیچھے آئی اور لوگوں سے کہا کہ کمال خاں دینی چاہتا ہے
 کہ اسماعیل عادل شاہ کو قتل کر کے خود حکمرانی کرے ایسی صورت میں جو شخص دناوار

اور ملک حلال ہوا سے دشمن کے مقابلہ میں جاں بازی کرنی چاہئے اور جس کسی کو اپنی جان عزیز اور ذمہ دینہ چاہئے کہ وفاداری کی سب سے بڑی دولت حاصل کرے اپنے اختیار سے چہل پی چاہئے چلا جائے یوگنی خاتون کی اس تقریر سے صرف دوسوغل اور سترہ دکنی اور حبشی جاں بازی کے لئے تیار ہوئے اور سیائی اور خلوص کے ساتھ شاہی عمارت میں داخل ہوئے اور بقیہ لوگ بیوفائی کر کے چلے گئے یوگنی خاتون اور دلشاد آغا سلیمان عادل شاہ کی بھوپلی نے جو یوسف عادل شاہ کے آخری زمانہ میں دکن آگئی تھی مردانہ لباس پہنا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر شاہزادہ کے ساتھ کھن مل کے کوٹھے پر جو بہت بلند تھا چڑھ گئیں ان خواتین نے مغلوں کو بھی کوٹھے کے اوپر بلایا اور شاہانہ نواز شوں کی خوشخبری سے ان کو جزات دلائی اسی اثنا میں صفدر خاں بھی نزدیک پہنچ گیا اور اس نے لوگوں کو دروازہ توڑنے پر مقرر کیا مغل تیر اندازی کرنے لگے اور خواتین نے پتھر پھینکنا شروع کیا اور قلعہ کے اندر بڑا شور وغل ہونے لگا اسی ہنگامہ میں مصطفیٰ قارونی جو قدیم زمانہ سے قلعہ کے برج بارہ کا محافظ تھا اور کمال خاں دکنی اس کو موثر ضعیف سمجھ کر ان کے تباہ کرنے پر کبھی تو جہمی نہ کرتا تھا پچاس دکنی تفنگیوں کو اپنے ساتھ لیکر کھن مل کے پیچھے آیا۔ خواتین مل نے ان لوگوں کو د عادی اور رسیاں لٹکا دیں اور یہ لوگ رسی بچھڑ کر ادبہ چڑھ آئے اور میدان قیامت کا نمونہ ہو گیا لڑائی نے طویل سمیٹیا اور تنگ کی آواز صفدر خاں کی ماں کے کان میں پہنچی یہ عورت ڈری کہ کہیں صفدر خاں کو کوئی صدمہ نہ پہنچے کمال خاں کی طرف سے فوج کو پیغام بھیجا کہ بلا وجہ لوگوں کو ضائع نہ کریں اور بڑی توپیں منگا کر قلعہ کی عمارت کو زمین کے برابر کر دیں اور اس وقت اندر پہنچ کر چھوٹے بڑے سب کو تہ تیغ کر ڈالیں ماں کے حکم کے موافق صفدر خاں نے لڑائی موقوف کی اور فوج کے ہمدرد کو قلعہ سے بڑی توپیں لانے کے لئے مقرر کیا اور اپنے سپاہیوں کو جو شہر میں قسیم تھے حکم دیا کہ اپنے برے جا کر قلعہ کے گرد کھڑے ہو جائیں تاکہ اسلیمان عادل شاہ کی مدد کو نہ لشکر نہ آئے جائے خواتین مل دشمن کے مشورہ سے آگاہ ہوئیں اور انھوں نے سوچا کہ اگر توپوں کے آتے سے پہلے کوئی تدبیر کارگر ہو جائے تو بہتر ہے ان خواتین کی یہ رائے ہوئی کہ مغلوں کو کوٹھے کے پیچھے چھپا دینا چاہئے شاید صفدر خاں یہ سمجھ کر کہ نخل سپاہی

فرار ہو گئے اور توپوں کے اُٹنے کا انتظار نہ دیکھے اور اُگے بڑھے اور اس نگرام کو کوئی
 ملک حد سپہ بونچے خواتین کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور صفدر خاں بڑی آسانی کے
 ساتھ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب مغل سپاہی حسب مشورہ چھپ
 گئے اور صفدر خاں اور اس کے بھی خواہ سمجھے کہ مغلوں نے راہ فرار اختیار کیا یہ لوگ
 بے تاب ہو کر نکلنے کی طرف دوڑے چونکہ کوئی شخص ان کا مزاحم نہ ہوا انھوں نے
 شیخ تیسرا دیر سے نکلنے کا دروازہ توڑنا شروع کیا اور یہ حوصلہ مندا در شیر دل
 عورتیں اسی طرح خاموش کھڑی رہیں دشمنوں نے اطمینان کے ساتھ دروازہ توڑ ڈالا
 اور صفدر خاں اور اس کے ساتھی بڑی خوشی کے ساتھ قلعہ کے اندر آئے اور
 انھوں نے دوسرا دروازہ توڑنا شروع کیا اس وقت مغلوں نے خواتین کا
 اشارہ پاتے ہی اللہ اللہ کا نعرہ بلند کیا اور ہر طرف سے تیر و تفنگ اور پتھر دشمنوں
 پر برسانا شروع کیا۔ چونکہ جگہ بہت تنگ تھی دشمن کے بہت سے عہدہ لوگ قتل ہوئے
 اسی درمیان میں ایک تیر صفدر خاں کی آنکھ میں لگا۔ صفدر خاں قضائے الہی سے
 مجبور ہو کر حیران و پریشان اسی دیوار کے نیچے آکر بٹا ہوا گزریں ہوا جس کے اوپر
 اسماعیل عادل شاہ کھڑا ہوا تھا۔ پوچھی خاتون اسماعیل عادل شاہ کی ماں نے جو دوسری طرف
 کھڑی ہوئی لوگوں کو سرفروشی کی ترغیب دے رہی تھی صفدر خاں کو پہچانا اور
 بیٹے سے اشارہ کیا کہ اپنے سامنے کا افتادہ پتھر نیچے گرائے اسماعیل عادل باوجود
 اس شدید معرکہ آرائی کے مجدد اطمینان کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور ماں کا اشارہ
 پاتے ہی اس کا مطلب سمجھ گیا اور اس پتھر کو ہاتھ سے اٹھکایا خدا کے حکم سے وہ پتھر
 صفدر خاں کے اوپر گرا اور اس کا غصہ پاش پاش ہو گیا دشمنوں نے سردار کو مردہ
 دیکھ کر کمال خاں کے گھر کا رخ کیا لیکن جب باپ کو بھی بیٹے کی طرح پہچان دیکھا
 تو فوراً قلعہ کا دروازہ کھول کر فراری ہوئے وفادار مغل باہر نکلے اور انھوں نے
 صفدر اور کمال کا سر قلم کر کے سروں کو نیسروں پر آویزاں کیا اور سارے شہر میں
 مقتولوں کے سروں کو شبیر کیا شہر کے نامی امیر یعنی عہدہ الملک اور خان جہاں
 وغیرہ جنھوں نے کمال خاں سے قربت داری کر لی تھی اس واقعہ کو دیکھ کر جس کا
 سالن و گمان بھی ان کے ذہن میں نہ تھا اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ

اپنا سارا مال و اسباب چھوڑ کر جلد سے جلد ملک سے باہر بھاگ گئے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسی روز اپنے جاں باز و جاں نثار یعنی یوسف کا کالاجنازہ بہترین ترک اور اختتام کے ساتھ اٹھایا بادشاہ خود بھی جنازہ کے ہمراہ تھا اور دس ہزار ہوں جو بوجی خاتون نے ساتھ کئے تھے اور بارہ ہزار ہوں اور جوئل کی دوسری غائبین نے دئے تھے اور بیس ہزار ہوں اپنے پاس سے یوسف کا کالکے نام پر اس روز خیرات کے بادشاہ نے یوسف کی قبر پر ایک بلند گنبد بنوایا اور مجاوروں کے وظیفے مقرر کئے اور شام کے قریب قلعہ کو واپس آیا۔ بادشاہ نے اپنی تمام عمر پر مہینہ اس خیرات کا سلسلہ جاری رکھا اور سال میں ایک دفعہ جس روز کہ قتل واقع ہوا تھا بادشاہ یوسف کی قبر پر خود بھی جایا کرتا تھا۔ موزین کہتے ہیں کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے اس واقعہ کے دوسرے دن تخت سلطنت پر قدم رکھا اور دربار عام کیا لوگوں نے بادشاہ کے سر پر سے صدقے اتارے اور فاضل اور بلند منشی جن کا سرگردہ غیاث الدین شیرازی تھا اپنے زبردست قلم سے دسمن کی اور اس کے بھی خواہوں کی تباہی کے واقعات نگین عبارت میں خطوں میں لکھے اور تین رفتار انجیوں نے وہ خطوط شاہان دکن تک پہنچائے اور دسمن کے بے نام و نشان ہونے کی خبر سارے زمانہ میں مشہور کر دی کمال خاں کے متعلقین اور اس کے فرزند کبھی خواہ جو قید ہوئے تھے بوجی خاتون کے سامنے فیصلہ مناسب کے لئے اپنے کردار کی وجہ سے پیش کئے گئے۔ بوجی خاتون نے اس عورت کی رعایت کی اور اسے حکم دیا کہ دوسرے ملک کو چلی جائے اور ایک گردہ کو اس کے ساتھ کر دیا کہ راستہ میں کوئی اسے نقصان نہ پہنچائے۔ بوجی خاتون نے ان بچیوں کو بھی انعام و اکرام سے مالا مال اور معزز کیا جنہوں نے اپنی بہارت کی وجہ سے کمال خاں کی بابت اس قسم کا حکم لگایا تھا۔ اور جن لوگوں نے کہ اس حادثہ میں شاہی اراکین کا ساتھ دیا تھا ملک نے ان میں سے بھی ہر ایک کو اس کی حیثیت کے موافق نوازش سے خوش کیا اور انھیں منصب اور جاگیریں عطا کیں خوش کلدی آقا سکندر اور مصطفیٰ آقا مقرب خاں مظفر خاں روم باری خاں غنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی سلجوقی کے مرتبہ سے امارت کے عہدوں پر فائز کئے گئے اور صاحب قوت و شوکت ہوئے۔ مرزا جہانگیر محمدی حیدر بیگ بیگ پٹواری

اور دوسرے امیر اور سردار جو کمال خاں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر غزوات خانہ اس احمد نگر
 برار اور تلنگانہ چلے گئے تھے ملکہ نے ان کی تسلی کر کے ان کو وطن واپس آنے کی ترغیب
 دی۔ پونجی خاقان نے خسرو ترک کو جولاہی الاصل تھا اور جس نے مصلحت و وقت کے لحاظ سے
 اپنے کو غلاموں کے گروہ میں داخل کر رکھا تھا اسد خاں کا خطاب دے کر اسے بلوان اور
 اس کی نواح کا جاگیردار مقرر کیا۔ یوسف جو غلامان کرنی کے گروہ میں شامل تھا۔ شمنہ
 دیوان بنا یا گیا چونکہ ملکہ نے اس حادثہ میں یہ عہد کیا تھا کہ سواروں کے اور کسی کو ملازم
 نہ رکھیں لہذا اس کو پورا کیا اور اسے غلاموں اور کارکنوں کو حکم دیا کہ چونکہ ہماری سلطنت
 کی بنیاد غلاموں کی قوت بازو سے قائم ہوئی ہے اور انھیں سے متعلق ہے لہذا دکنی
 جیشی اور غلام زادے نوکر نہ رکھے جائیں یہ حکم بارہ سال کامل جاری رہا اور اس میں
 کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی یہاں تک کہ غلاموں نے باہم اتفاق کر کے اپنے بیٹوں کو نوکر
 رکھانے کی بابت عرض کیا یہ معروضہ ہوا اور ملکہ نے حکم دیا کہ افغان اور راجپوت بھی
 نوکر رکھے جائیں لیکن دکنی اور جیشی کسی طرح پر بھی ملازمت کریں نہ داخل کئے جائیں۔ یہ
 بہتر قاعدہ سلطان ابراہیم عادل شاہ اول کے زمانہ تک رائج رہا اور کسی شخص کی مجال
 نہ تھی کہ دکنیوں یا جیشیوں کو فوج میں بھرتی کرائے۔ بادشاہ نے اس لشکر کی قوت سے
 اکثر راجاؤں اور اطراف و نواح کے زمینداروں کو زیر کیا اور سلطان محمود دہلی اور امیر بہمن
 جو پچیس ہزار لشکر کے ساتھ بیجاپور پر حملہ آور ہوئے تھے شکست و مگر فتح مندی
 حاصل کی اس واقعہ کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ امیر برید نے جیسا کہ اوپر مذکور ہو کمال خاں
 کی زندگی میں بیجاپور کے اکثر شہر دل پر قبضہ کر لیا تھا کمال خاں کے قتل کے بعد
 مرزا جہانگیر میں نے احمد نگر کی ملازمت چھوڑ کر بیجاپور کی نوکری اختیار کر لی تھی جس آباد
 کے پرگنوں کا جاگیردار مقرر ہوا اور اس نے امیر برید کے سپاہیوں کو جو تعداد میں
 چار سو تھے تیسرے قتلوار سے ہلاک کر کے نصرت آباد ساغر اور ان کے قلعوں کو دشمن
 کے قبضہ سے نکال لیا اور اس نواح کے سارے شہروں و دولت پجاپور کے بندوہوں
 سے لے کر امیر برید کے بھائیوں کو جو اپنے وقت کے مشہور بہادر تھے تیغ کر کے
 اپنا ملک واپس لیا۔ امیر قاسم برید اس خبر کو سن کر زخمی سانپ کی طرح تڑپنے لگا۔
 اور اس نے اپنے ظلم اور محمود دہلی کی زبان سے والیان دکن کے نام نامے منجھوا کر

طلب امداد میں اس قدر مبالغہ اور منت کی کہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی علی شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ نے امداد کی فوج روانہ کی امیر قاسم بریدان امداد کی لشکروں کو جمع کر کے سلسلہ سیمری میں بیجاپور روانہ ہوا اور شہر کے تباہ کرنے میں اس نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ چونکہ امیر برید کے ہمراہ محمود شاہ پہنی بھی تھا یوسف عادل شاہ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی طرح خاموش بیٹھا رہا یہاں تک کہ دشمنوں کا لشکر امیر برید میں پہنچا جو یوسف عادل شاہ کا بے پایا ہوا اور بیجاپور کے قریب واقع ہے دشمن نے ہمارے کارا راہ کیا اسماعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جس میں اکثر مغل تھے شہر سے نکل کر دشمن پر حملہ کیا۔ ایک شدید خونریز لڑائی کے بعد امیر قاسم برید اور اس کے ہمراہی شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور محمود شاہ پہنی اور اس کا فرزند احمد شاہ فوج کے ملاطمت میں گھوڑے سے گر کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اسماعیل عادل شاہ نے تواضع کی راہ سے چند گھوڑے چھین لیں و لگام کے حاضر کئے اور بادشاہ اور شہزادہ دونوں کو سوار کر کے چاہا کہ انھیں بیجاپور لائے اور سلطان محمود کو امیر برید کے تسلط سے نجات دے۔ بادشاہ نے بیجاپور آنا قبول نہ کیا اور شہر کے باہر اس جگہ قیام پذیر ہو کر اپنے اعضاء بدن کے علاج میں جو گھوڑے سے گرنے وقت مجروح ہو گئے تھے مشغول ہوا بادشاہ کے زخم بھر گئے اور سلطان محمود نے اسماعیل عادل شاہ سے درخواست کی کہ بی بی سیتی جو شاہزادہ احمد کے کچاں میں آپٹکی ہے اب جشن عشرت ترتیب دینے کے بعد نوشہ کے سپرد کر دیجائے۔ اسماعیل عادل نے بادشاہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ سرابا گلبرگہ میں جو حضرت سید محمد گیسو دراز جی کی خوابگاہ ہے حاضر ہو کر جشن منعقد کیا جائے غرض کہ سلطان محمود اور اسماعیل عادل دونوں گلبرگہ روانہ ہوئے اور گلبرگہ شریف پہنچ کر بڑے توک اور اقتسام کے ساتھ جشن منعقد ہوا اور سیتی شاہزادہ احمد کے سپرد کر دی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے پانچہزار مغل سوار بادشاہ کے ہمراہ کر کے اچھا باوید روانہ کیا امیر قاسم برید ترک اس خوف سے کہ بادشاہ اسماعیل عادل کے ساتھ پانچہزار سوار کی جمیعت سے اس کو دفع کرنے کے لئے آ رہا ہے اسباب اور خزانہ شاہی اٹھا کر قلعہ بند ہو گیا بادشاہ نے ہمدانیان کے ساتھ بلخانہ نظوں و پیرہ داروں کے دغدغہ کے چند دن شراب نوشی اور زلیج رنگت میں

بسر کئے۔ اسٹیل عادل شاہ بادشاہ سے رخصت ہو کر احمد آباد ویدر کے نواح سے روانہ ہوا اور امیر قاسم برید نے تین یا چار ہزار سواروں کے ساتھ خہر پر حملہ کیا اور صبح کے وقت دروازہ شہر پہنچ گیا۔ دروازہ کے دربان سمجھے تھے کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد دونوں فرمازدائی کے لائق نہیں ہیں اور نہ ان میں سے کوئی اس بار گراں کو اٹھا سکتا ہو انھوں نے خہر کے دروازے سے کھول دئے اور بریدی لشکر کو شہر کے اندر آنے دیا امیر قاسم برید نے بدستور سابق جا بجا اپنے معتمد یا سان بٹھائے اور پھر اپنے عہدے پر قابض ہو گیا صبح کو محمود بہمنی ہوشیار ہوا اور معاملہ کو دگرگوں پایا لیکن چونکہ اسے امیروں سے بدچرخہ سننے کی عادت ہو گئی تھی اسے اسی تسلط کا بہت زیادہ رنج نہ ہوا اور جو کچھ امیر قاسم کی طرف سے اسے سامان عیش مل گیا اس پر اس نے قناعت کی چند سال پیشتر شاہ اسماعیل صفوی والی ایران کے ایلچی شاہان ہندوستان کے پاس آئے تھے۔ تہرانج رائے بیجا نگر اور شاہ گجرات ایرانی ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے اپنے شہر وں میں لائے تھے۔ اور شاہانہ تحفے اور ہدیے دے کر ایلچیوں کو اپنے شہر سے رخصت کر چکے تھے محمود بہمنی ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے ملک میں لایا تھا اور شاہی آداب کا لحاظ کرتے ہوئے چاہتا تھا کہ اچھی طرح ان ایلچیوں کو رخصت کرے لیکن امیر قاسم برید بوجہ مخالفت مذہبی کے بادشاہ کو منع کرتا تھا۔ جسکی وجہ سے محمود بہمنی دو سال تک ایلچیوں کو رخصت نہ کر سکا ایلچی تنگ آ گئے اور انھوں نے اسماعیل عادل شاہ کی خدمت میں ایک شکایت نامہ بھیجا۔ اسماعیل عادل نے ایک خط محمود بہمنی اور امیر قاسم کے نام اس مضمون کا لکھا کہ ان ایرانی ایلچیوں کو اب زیادہ روکنا یا اس ادب سے دور ہے بلکہ لازم ہے کہ اب ان کی خاطر مدارات کر کے ان کو روانہ کر دو اور انھیں اب زیادہ نہ روکو امیر قاسم برید اس پیغام سے سمجھا کہ مذمت تا کہید کی گئی ہے اس لئے اس نے فوراً ایلچی کو رخصت کر دیا ایلچی بیجا پور روانہ ہوئے اسماعیل عادل شاہ نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ایلچیوں کا استقبال کیا۔ اور الیہ پور میں قاصد سے ملاقات کی اسماعیل عادل شاہ نے بوجہ اتحاد مذہب کے ایلچی کو عزت و توقیر کے ساتھ بندر معطفے آباد وال سے شاہ ایران کی خدمت میں واپس کیا طلی ایران کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی بادشاہ نے اپنے ایک معتمد امیر ابراہیم بیگ ترکمان کو

مرصع کمر بند اور تلوار اور نیز بہترین اور نادر الوجود ایرانی تھخوں کے ساتھ اسٹیل عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا شاہ ایران کا جو خط ان تھخوں کے ساتھ تھا اس میں مجد السلطنۃ والشمسۃ والشوکرہ الاقبال مرقوم تھا اسٹیل عادل الفاظ اور خطاب شاہی سے جو بادشاہ عجم کی زبان اور ظلم سے اس کے لئے نکلے تھے بید خوش ہوا اور کہا کہ اب مرتبہ شاہی ہمارے خاندان میں آیا اسٹیل عادل ایرانی لطیفی کو اس عزت اور شان کے ساتھ بیجا پور میں لایا کہ اس کی تفصیل حدیثان سے باہر ہے بادشاہ نے خادو دیا تے بچائے اور ایرانی قاصد کے لباس کی موافقت کا خیال کر کے اسٹیل عادل نے حکم دیا کہ تمام منزل زادہ سپاہی و دوازده شعبہ سرخ تاج سر پر رکھیں اور جن شخص کے سر پر اس قسم کا تاج نہ ہو وہ سلام کے لئے ایرانی نہ پائے بلکہ اس سے بارہ بکریاں بطور جرمانہ کے وصول کی جائیں تاکہ ایسا شخص دوبارہ خلاف ورزی نہ کرے ایسے شخص کے سر پر سے سر بازار چھڑی اتار لی جاتی اور اہل بازار اسے برے الفاظ سے یاد کرتے اس شاہی حکم کی بنا پر کسی سپاہی کی یہ خیال نہ تھی کہ بلاتاج سر پر رکھے ہوئے شہر میں آمد و رفت کرے اسٹیل عادل نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ عیدین جمعہ اور نیز اور تمام مہربک دنوں میں خطوں میں شاہ ایران کی سلامتی کی دعا مانگی جائے یہ حکم مملکت بیجا پور میں تقریباً ستر سال یعنی علی عادل شاہ کے آخری عہد تک جاری رہا دکن کے تمام مورخین کو اتفاق ہے کہ اسٹیل عادل شاہ بہر کام میں عقل و فراست کو ٹھونڈا رکھا اور کبھی کسی شکار کے میدان فریب میں نہیں آیا اور تمام معرکوں میں ہمیشہ فہمند رہا صرف کبھڑ کے فیر سلوں کی جنگ میں جب کہ بادشاہ خراب کے نشہ میں مدھوش اور عقل و شعور سے بالکل بے بہرہ تھا کہ وہ غاکا شکار ہوا۔ دکن کے مورخین اس واقعہ کا حال اس طرح لکھتے ہیں کہ یوسف عادل شاہ نے اپنی سیاست کی تلوار سے کبھڑ کے فیر سل سرکشوں کو زیر کیا اور دواب کا ملک بت پرستوں کے قبضہ سے نکال کر راجپوت اور مدگل کے قلعوں کو اپنے زیر حکومت کیا اور ایک عرصہ تک اس ملک کے لوگ ہالیان بیجا پور کے شر سے محفوظ رہے۔ یوسف عادل شاہ کے مرنے کے بعد کمال خاں کی سرکشی اور قاسم برید کی لشکر کشی کی خبر سے ملک میں پھیل گئی اور تمران نے راجپوت اور مدگل کے قلعوں کا جیسا کہ مذکور ہوا محاصرہ کر لیا اور عہد و بیان کے ساتھ اس پر

تالیف ہو گیا۔ چونکہ اسماعیل عادل خیاہ کمال خاں دکن کے مقتہ و فساد سے پریشان خاطر ہو رہا تھا اور کوئی امیر معتمد اس کے پاس باقی نہ رہا تھا اس لئے ۹۲ھ ہجری تک اسماعیل عادل نے ان حلقوں کو واپس لینے کی کوئی کوشش نہیں کی جبکہ دیگر امیر اطراف و جوانب سے اس کی بازگاہیں جمع ہو گئے اور حلقہ بلوچوں نے امیر قاسم برید کے تصرف سے ملک کو نکال دیا تو اسماعیل عادل عین موسم میں قلعہ راجپور اور مدغل کو واپس لینے کے لئے بیجاپور سے روانہ ہوا تراج بھی اس کے ارادے سے آگاہ ہوا اور تھوڑا لشکر ساتھ لیکر جلد سے جلد اس طرف روانہ ہوا۔ اور دریائے کرشنا کے کنارے مقیم ہوا تھوڑے ہی زمانہ میں کنہر کے دور دراز ملکوں کے لوگ اور اس نوع کے راجا جنہوں نے غائبانہ تراج کی اطاعت کر لی تھی لیکن اس کے دربار میں حاضر نہ ہوئے تھے اس وقت سب کے سب یکدل اور یک جاں ہو کر تراج کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تراج کے پاس بہت خیل و شہم جمع ہو گیا چنانچہ اس کی پوری جمیعت بکاس ہزار سوار اور چھ لاکھ پیادوں سے بڑھ گئی۔ مختصر یہ کہ اسماعیل عادل شاہ تراج کے جلد سے جلد پہنچنے اور بانی کے تمام گھاٹوں پر قبضہ کر لینے اور اس نواح کے تمام راجاؤں کے ٹہانے سے یہ جانتا تھا کہ اس سال اپنے ارادہ کو فتح کر دے اور کسی دوسرے موقع کا منتظر رہے لیکن چونکہ سامان سفر کرچکا تھا اور سرباز بدہ شاہی باہر نکل چکا تھا۔ اور نیز یہ کہ بعض سرداروں نے بھی بادشاہ کو ترغیب دی اس لئے عادل مجبور ہو کر دشمن کی طرف بڑھا۔ اسماعیل عادل سات ہزار تاج پوش سواروں کے ساتھ جس میں اکثر غیر ملک کے باشندے تھے دریا کے کنارے پہنچا اور دشمن کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا ان دنوں وہ شاہی بارگاہ میں آرام کرتا تھا اور باوجود غنیم کے زور کے معرکہ آرائی کو آج کل پر ٹالتا تھا۔ اور جس وقت بانی پڑتا تھا چند پیالے شراب ارغوانی کے نوش کرتا تھا اسی دویان میں ایک شاہی مصاحب نے جو مجلس شراب میں بادشاہ کا ہم نشین تھا پردہ کے نیچے سے دلش آواز میں بادہ نوشی کی ترغیب میں ایک شعر پڑھا بادشاہ اس شعر کو سنکر سراپدہ سے نکلا اور اس نے بزم عشرت آراستہ کرنے کا حکم ارادہ کیا شاہی حکم کے موافق حسین اور ولہر با معشوق جن کے دیکھنے سے انسان کے ہوش و حواس گر

ہوتے تھے مجلس میں حاضر ہوئے اور بیدار رہ کر خوش مزاج معاصی مجلس شہابی
میں کنارے کنارے بیٹھے و در شراب کی گردش جب حد سے زیادہ گزر گئی
اور نشہ کے سرور نے دماغ پر اپنا پورا قبضہ کر لیا تو بادشاہ دریاکو عبور کرنے کی
تدبیر پر غور کرنے لگا اس نے ارکان دولت سے پوچھا کہ قلعے تیار کرنے میں کیا دیر ہے
حاشیہ نشوں نے عرض کیا ہوسیکہ چڑے سے منڈھے ہوئے موجود ہیں اور باقی بھی چند دنوں میں
مہیا ہو جائیں گے۔ بادشاہ نشہ شراب میں مست ہو رہا تھا ایک مست ہاتھی پر سوار ہوا
اور بلا اس کے کہ کسی کو اپنے ارادے سے مطلع کرے پانی اور سبزہ کی سیر و تفریح کا بہانہ
کر کے دریاکے کنارے گشت کرنے لگا چونکہ معرکہ جنگ میں اکثر اشی ہاتھی پر سوار ہوا
کہتا تھا مسلمان سپاہی بادشاہ کی اس حالت سے پریشان ہوئے بادشاہ دشمن کے
لشکر کے مقابلہ سے ایک کوس دور ہوا تھا کہ اس نے اپنا ارادہ لوگوں پر ظاہر کیا اور
علم دیا کہ سپاہی ہاتھیوں پر سوار ہو کر دریاکے پار اتریں اور گھوڑوں کو چھریں
قفوں پر پانی کے اس پار لے جائیں۔ چونکہ یہ بات قرین قیاس نہ تھی کہ ہاتھی
اس قہار دریا میں راستہ طے کر سکیں گے لوگ حیران کھڑے تھے اور کسی کی یہ بہت زبونی
کہ ہاتھی کو پانی میں ڈالے۔ بادشاہ کی عقل پر نشہ شراب کے پردے پڑے ہوئے تھے
اسٹیل عادل نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اور شاہی
اقبال سے اس نے جگہ پایا پانی اور تیغ و سالم کنارے پر پہنچ گیا دوسرے
ہاتھی بھی جن کی تعداد دوسو تھی شاہی ہاتھی کے پیچھے پانی میں اترے اور جس قدر
گھوڑے کہ قفوں میں لیجا سکے دو دفعہ کر کے دریاکے پار اترے اور اس ارادے
میں تھے کہ دوسرے لوگ بھی دریاسے گزریں کہ دشمن کے سپاہی دور سے نظر آئے
مغل اور دوسرے سپاہی جو دریاکے پار اتر چکے تھے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑائی کے
لئے سامنے آئے مسلمانوں کی تعداد دوسو تھی غیر مسلم ایسی ہزار سوار در دلا کیا ہوں
سے کم نہ تھے لیکن باوجود اس کے بھی اسٹیل عادل شاہ لڑنے میں اصرار اور تاکید
کر رہا تھا۔ مغل سپاہی یکدل ہو کر لڑنے میں مصروف ہوئے دشمن کے ایک ہزار
سپاہی میدان جنگ میں کام آئے اور راجہ بیجا نگر کا سپہ سالار مسلمانوں کی تلوار کے
نذر ہوا اگرچہ مسلمانوں نے خجاعت اور جاں نثاری میں کوئی کمی انہیں کی لیکن

آخر میں ضرب زن اور توپ و فنگ اور دوسرے آتش کی آلات حرب سے عاجز ہوئے اور تقریباً دیر طبع ہزار مسلمان معرکہ کارزار میں مارے گئے مسلمانوں کی بقیہ فوج بھلی چونکہ دریا پر سے گزرنے کا کوئی پل نہ تھا فراری سپاہیوں نے پریشانی میں دریا میں گھوڑے ڈال دئے قوسوں بہادر اور ابراہیم بیگ جو اسماعیل عادل شاہ کے پیچھے ہاتھی پر سوار تھے زبردستی ان کا ہاتھی معرکہ جنگ سے نکال لائے اور اسے دریا کی طرف لے چلے چونکہ دریا پایاب نہ تھا سو بادشاہ کے ہاتھی اور سات بھائی پوش سواروں کے بقیہ تمام آدمی ہاتھی اور گھوڑے غریق دریا ہوئے ظاہر ہے کہ اس طرح کا عظیم الشان حادثہ تاریخ میں کم نظر سے گزرا ہو گا کوئی فرمانروا لشکر کی طرف توجہ نہ کرے اور ایسے زبردست دشمن سے مقابلہ کرے اور تمام اپنے ہی خواہوں کو نذر اجل کر کے خود تنہا بہار محنت و جانفشانی کنارے تک پہنچے۔ بادشاہ نے اسد خاں لاری سے جس کا ذکر کسی وجہ سے اوپر آچکا ہے مشورہ کیا اور مصلحت و وقت کے لحاظ سے اس سے سوال کیا اسد خاں لاری نے دست بستہ عرض کیا کہ چونکہ اتنا بڑا واقعہ پیش آچکا ہے اور عقل نے کجی کی ہے والا خلافت بیجا پور کا رخ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ رائے بیجا نگر کثرت فوج و لشکر میں تمام ہندوستان کے راجاؤں سے بہتر ہے اور دینی مسلمانین نے باوجود اس دست سلطنت کے ہمیشہ احتیاط کو مد نظر رکھا اور اس نواح کے لشکر سے کبھی برسر مقابلہ نہیں ہوئے اب عام بھی خواہان دولت کی رائے ہے کہ برہان نظام شاہ بھجری سے دوستی کی راہ و رسم جاری کی جائے اور سیاح و شادی سے طرفین میں یگانگی اور اتحاد پیدا ہو اس کے بعد دونوں قوتیں باہم ملکر امیر قاسم برید کو جو اس فتنہ کا بانی ہے مناسب سزا دیں اور قلعہ راجپور اور مدغل پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح آسانی کے ساتھ ان مکار کافروں سے اپنا انتقام لیں غرض کہ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک کہ راجپور اور مدغل کو فتح نہ کرے گا کسی طرح کے عیش و عشرت سے سرور نہ رکھے گا میں نے معتبر لوگوں سے سنایا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اسماعیل عادل شاہ نے اپنے عہد کو پورا کیا اور جب تک کہ راجپور اور مدغل پر قبضہ نہ کر لیا بادہ نوشی کے گرد نہیں پھٹکا اور اس کے بعد جب تک کہ زندہ رہا اتنی شہر آب

کبھی نہیں پی کر نشہ نے عقل دہوش کو کھو دیا ہو۔ پسند ہی دنوں میں بادشاہ نے اسد خاں لاری
 کی رائے کے موافق دریا کے کنارے سے کوچ کیا اور اپنے ملک کو روانہ ہوا بادشاہ نے
 اسد خاں کو خلعت اور منصب سپہ سالاری سے سرفراز کیا اور اس کے جاہ و مرتبہ میں
 وہ چند اضافہ کر کے اس کا پایہ ادر بلند کیا اسد خاں کی رائے سے برہان نظام شاہ سے
 دوستی کی راہ درسم بڑھائی اور سید احمد ہردی کو جو اس سے قبل سفیر ننگر ایران گئے
 تھے اتحاد و اتفاق کے انتظام اور مضبوطی کے لئے احمد نگر روانہ کیا چونکہ شاہ طاہر اور سید احمد ہردی
 میں باہم موافقت تھی سید احمد کی بڑی عزت اور توقیر کی گئی اور شاہ طاہر نظام شاہ بھری
 کے حکم کے موافق اس گھرانے کے تمام ارکان و دولت کو ساتھ لیکر سید احمد کے استقبال
 کے لئے گئے اور سید احمد ہردی کا تعارف کرا کے ان سے اور برہان الملک سے
 ملاقات کرائی تھوڑے دنوں کے بعد جبکہ عادل شاہی اور نظام شاہی فرماؤاؤں سے
 خط و کتابت متواتر ہو چکی تو شاہ طاہر اور اسد خاں ہردی کی کوشش سے قبضہ صدلاپور میں
 جو اندولوں سولاپور کے نام سے موسوم ہے دونوں والیان ملک نے ایک دوسرے
 سے ملاقات کی اور طرفین سے ہر ایک نے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی میں کسی طرح کی کمی نہیں
 کی رجب کی چوتھی رات سندھ بھری میں حضرت شاہ طاہر اسماعیل عادل شاہ کے
 قیام گاہ میں تشریف لائے ان حضرت کے آنے سے مجلس شاہی کی زیب و زینت
 اور دو بالا ہوئی اور بادشاہ نے بھی اپنے بڑے فرزند ملو خاں کے ہمراہ اپنے مکان سے
 باہر چند قدم جا کر شاہ طاہر کا استقبال کیا اور ان بزرگ کی خاطر خواہ تواضع اور مدارات
 کی اسماعیل عادل شاہ نے اپنی زبان سے کہا کہ اگر کوئی پیغمبر یا اس کا کوئی خلیفہ مجھ جیسے
 فقیر کے گھر میں تشریف لائے تو میں کون سی خاطر داری کروں جس سے حق محبت اور
 مہربانی کا پورا اظہار ہو۔ شاہ نے تواضع اختیار کی اور چند کلمے اس وجہت کے
 فرمانے جس سے بادشاہ کی دلچسپی ہو گئی اسی مجلس میں قرابت عقد کا ذکر آیا چونکہ
 یہ بات اسماعیل عادل کی عین مرضی کے موافق تھی شاہ طاہر کا معروضہ قبول ہوا
 غرض کہ طرفین سے مجلس عقد اور محفل عشرت ترتیب دی گئی۔ اور مریم سلطان بنت
 یوسف عادل شاہ کا نکاح برہان نظام شاہ بھری کے ساتھ کر دیا۔ دونوں طرف
 سے ہدیے اور ہنگامی اور اتحاد بڑھانے والے تحفے پیش کئے گئے اور دوستی اور موافقت

قائم رکھنے کے عہد و بھان کرنے کے بعد ہر فرما زو اپنے ملک کو واپس آیا لیکن چونکہ اس نکاح کی شرط یہ تھی کہ سولا پور اور وہ ساڑھے پانچ پتے جو کمال خاں سرسرنو بہت نے رتن خاں براؤ خواجہ جہاں دھنی سے لئے تھے مریم سلطان کی جاگیر میں دیئے جائیں اور اسماعیل عادل شاہ اس شرط کے پورا کرنے میں بے توجہی کو کام میں لایا تھا اس لئے اس قرابت کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ یہ جدید رشتہ دشمنی کی اور ایک مضبوط گرہ ہو گئی۔ دوسرے سال برہان نظام شاہ نے علا الدین عا دشاہ دہلی برار کے ساتھ دافقت کر کے اسماعیل عادل شاہ پر فوج کشی کی حریف کی فوج نے سولا پور اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا دشمن نے ایک قاصد امیر قاسم برید کے پاس بھیجا اور اسے بھی اپنی مدد کے لئے بلایا اسماعیل عادل کو اگرچہ معلوم تھا کہ دونوں بادشاہوں کی فوج مل کر چالیس ہزار سوار مقابلہ کے لئے موجود ہیں لیکن اس نے خدا پر بھروسہ کر کے بارہ ہزار شیر دل جوان ساتھ لے کر دشمن کی طرف قدم بڑھایا چونکہ لڑائی کی ابتدا نہ ہوئی اسماعیل عادل دشمن سے دو کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا چالیس روز طرین ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقیم رہے اکتالیسویں دن امیر قاسم برید بھی دشمن کی مدد پر پہنچا اور برہان نظام شاہ نے اس طور پر اپنے متفقہ لشکر کی ترتیب دی کہ خود قلب لشکر میں مقیم ہوا اور مہمنہ علا الدین عا دشاہ اور میرا میر قاسم برید کے سپرد کیا اسماعیل عادل نے بھی میدان جنگ کی راہ لی اور اسد خاں لاری کو علا الدین عا دشاہ کے اور ترسوں بہادر کو امیر قاسم برید کے مقابلہ میں کھڑا کر کے خود قلب لشکر میں قیام پذیر ہوا اسماعیل عادل نے خوش کلدی آقا کو ہزار تیر انداز جوانوں کے ساتھ مہمنہ پرا د مصطفیٰ آقا کو ایک ہزار جوانوں کے ساتھ میرہ پر بطور کمک کے مقرر کیا تاکہ اس طرح دشمن کا غلبہ ہو یہ لوگ اس سمت کی مدد کریں اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے مل گئے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا سپاہیوں کی خنجر زنی نے قیامت برپا کر دی اور میدان میں خون کی ندیاں بہیں اسد خاں لاری نے پہلے ہی حملہ میں علا الدین عا دشاہ کو ہرا کر اس کی طرف اور ترسون بہادر سے امیر قاسم برید کو ہند کی طرف بھگا دیا۔ ابھی اسماعیل عادل اور برہان نظام شاہ لڑنے میں مشغول تھے کہ مصطفیٰ آقا اور خوش کلدی آقا دونوں طرف سے آگے بڑھے اور تیر اندازوں کے

ساتھ انھوں نے نظام شاہ بھری کی اطراف پر حملہ کیا۔ نظام شاہ اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور میدان جنگ سے بھاگا۔ اسد خاں لاری نے اس کا پیچھا کیا اور نظام شاہی علم پر قابض ہوا اس کے علاوہ چالیس ہاتھی اور نو بچانہ عادل شاہی قبضہ میں آیا اور غنیمت کا لشکر گاہ تاراج ہو گیا۔ یہ معرکہ پہلی لڑائی ہے جو نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں واقع ہوئی اور ظاہر ہے کہ لڑائی کا باعث قلعہ سولاپور اور سیارے پانچ پتے تھے عادل شاہ فتح حاصل کر کے بیجا پور واپس آیا اور ایک بڑا جشن عشرت منعقد کیا اور ایک مہینہ تک بڑا جشن مناتا رہا یوسف عادل نے تمام سرداروں اور شرفاء کو خلعت فخرہ زریں کمربند اور تازی گھوڑے عنایت کئے اسماعیل عادل نے پانچ بڑے اور چھ چھوٹے نظام شاہی ہاتھی اسد خاں لاری کو عنایت کئے اور لشکر کے تمام چھوٹے بڑوں کو ان کی تنخواہ اور وظیفے کی دوئی رقم عنایت کر کے سب کو خوش اور راضی کیا اور حکم دیا کہ خالصہ عملات کی تمام تنخواہیں لشکر میں تقسیم کر دی جائیں برہان نظام شاہ غیر تہمند فرمانروا تھا اس نے ۹۳۹ھ ہجری میں علاء الدین علاء شاہ کو شکست دی اور دوسرے سال بڑے غزوے کے ساتھ امیر قاسم برید کو ہمارے کونجلی شکست کا انتقام کے لیے کیلے بیجا پور کی طرف چلا۔ اسماعیل عادل شاہ بھی آگے بڑھائیں گوس کے فاصلہ پر ایک شدید خونریز لڑائی واقع ہوئی اس مرتبہ بھی برہان نظام کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور خواجہ جہاں دکنی اور نیز بعض اور نظام شاہی امیر گرفتار ہوئے اسد خاں لاری نے قلعہ پرندہ تک غنیمت کا تعاقب کیا اور سبیل ہاتھی جن میں برہان نظام شاہ کا قیل تخت بھی شامل تھا گرفتار کئے۔ اسماعیل عادل شاہ نے سوا قیل تخت کے جس کا نام اللہ بخش تھا بقیہ تمام ہاتھی اسد خاں لاری کو بخش دیے اور اس کو فرزند کے خطاب سے سرفراز کیا اسی سال یعنی ۹۳۹ھ ہجری میں اسماعیل عادل نے اسد خاں لاری کی ہدایت سے علاء الدین علاء شاہ والی برار سے قصبہ ورجان میں ملاقات کی اور اپنی چھوٹی بیٹی خدیجہ سلطانہ کا عہدہ شہ کے ساتھ نکاح کیا دونوں فرمانرواؤں نے دوستی اور اتحاد کے باہم عہدہ بیان کئے اور اس کے بعد اپنے اپنے ملک کو واپس آئے ۹۳۹ھ ہجری میں بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے ملک میں قدم جمائے اسماعیل عادل شاہ نے

برہان نظام شاہ کی خواہش کے موافق چھ ہزار سوار اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کے ہمراہ برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ بہادر شاہ گجراتی اپنے ملک کو واپس گیا اور عادل شاہی فوج نے بیجاپور واپس ہو کر اپنے ملک سے کہا کہ امیر قاسم برید ان عادل شاہی امیروں سے جو نظام شاہ کی مدد کو گئے تھے کہنا تھا کہ تم لوگ بیجاپور پہنچ کر اسماعیل عادل کو قید کر لو اور ہم سب اس کا ملک آپس میں برادرانہ تقسیم کر لیں۔ یغبر سنگر اسماعیل عادل نے امیر قاسم برید کو تنبیہ کر لئے کاپور اور ارادہ کر لیا اور مسئلہ سبھی میں تجربہ کار ایچی برہان نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اسے پیغام دیا کہ امیر قاسم کی بے ادبی اور اس کا نکرہ فریب اب حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے آپ کو جو جی معلوم ہے کہ اس نے بارہا سلطان قلی قطب شاہ اور بیجاپور کے راجاؤں سے سازش کر کے قتل و فساد برپا کیا ہے اور میں نے ہمیشہ ان واقعات سے شکم پوشی کی ہے لیکن اس زمانہ میں میرا مقصد یہ ہے کہ اس کے شر کو ہمیشہ کے لئے دفع کر دوں اس لئے کہ اگر گز کے ساتھ قریبی کرنا اور سانپ کے ساتھ مروت کرنا عقل سے دور ہے اگر آپ صاحبوں کی رائے بھی میرے ارادہ سے متفق ہو تو ایسے کرش کو قرار دینی سزا دی جا سکتی ہے برہان نظام شاہ اس زمانہ میں اسماعیل عادل کا شرمندہ احسان ہو رہا تھا اور ابھی تک اسے بہادر شاہ گجراتی کے خدشہ سے بھی پورا اطمینان نہ ہوا تھا اس نے اسماعیل عادل کی رائے سے اتفاق کر لیا اور کہا کہ مجھے ہر حال میں آپ کی خوشنودی خاطر منظور ہے جو آپ کی مرضی ہوگی وہی کیا جائے گا ایچی اس جواب کو سنکر بے خوش ہوئے اور عزت و توقیر کے ساتھ نظام شاہی دربار سے رخصت کئے گئے۔ اسماعیل عادل شاہ نے اس موقع کی قدر کی اور بارہ ہزار سوار ساتھ لے کر احمد آباد وید روانہ ہوا۔ امیر قاسم برید جو بوجہ پیرانہ سالی کے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جس کی آنکھوں سے بھی اب کلم نظر آتا تھا اپنے وزیر تاجی بہن کے مشورہ سے اس نے قلعہ کی محافظت اپنے بڑے بیٹے علی برید اور دوسرے فرزندوں کے سپرد کی اور خود کسی طرف چلا گیا۔ اسماعیل عادل شاہ بیدر بیہوشیا اور اس نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کرتے نکا عادل کی طرف سے نقب درمورچہ کا چاروں سمت سے انتظام شروع ہوا

امیر قاسم برید کے بھی خواہ اس زمانہ میں شجاعت اور بہادری میں شہرہ آفاق تھے ان بریدی ملازمین کا ایک گردہ شہر سے باہر نکل کر لڑائی میں مصروف ہوا چونکہ یہ لوگ قلعہ میں پناہ گویں تھے جی کھول کر لڑنے اور اکثر اوقات بلا کسی نتیجہ کے واپس جاتے تھے اس درمیان میں سلطان قلی قطب شاہ کے لشکر کی آمد کی خبر مشہور ہوئی چونکہ یہ فوج بریدیوں کی مدد کو آرہی تھی علی برید نے اس لشکر کی آمد کی خبر سنکر پانچ ہزار و کنبوں کو جمع کیا اور قلعہ سے نکل کر غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لکھتے ہیں کہ قاسم برید کی زد وجہ نے جو علی برید کی ماں تھی تین بھائی تھے ان میں ہر ایک اپنے کو ایک لشکر کے برابر جانتا تھا ان بھائیوں میں ایک تو عمر زاجہ مانگیر فی کے معرکہ میں حسنا باد گلبرہ میں مارا گیا اور بقیہ دو بھائی جو زندہ تھے اس دن فوج کے مقابلہ میں آکر اسماعیل عادل سے نبرد آزمائی کے خواستگار ہوئے اور انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ کوئی جو انہر و ایسا ہے جو بلا مدد کسی دوسرے کے ہم جیسے دشمنوں کے سامنے آئے اسماعیل عادل اس آواز سے پرہم ہوا اور اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا۔

اسد خان لاری اور دوسرے حاشیہ نشین مانع آئے لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی اور میدان کارزار میں آیا طرفین سے ایک دوسرے پر چوٹیں چلیں لیکن آخر کار دونوں مغرور یکے بعد دیگرے خاک و خون میں آلودہ ہو گئے دست اور دشمن کے منہ سے نعرہ آفریں نکلا اور اسماعیل عادل خرا ماں خرا ماں اپنے لشکر کو واپس آیا اسد خاں لاری اور دوسرے بھی خواہوں نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا اور اس پر سے صدمے اتارتے اسی درمیان میں ایک طرف سے قلی قطب شاہ کی فوج نمودار ہوئی اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو قطب شاہی فوج کے اور سید حسن عرب کو برید شاہی سپاہ کے مقابلہ میں مقرر کیا اسد خاں لاری نے دیر طے ہنر اٹھل تیر اندازوں کے ساتھ بجلی کی طرح قطب شاہی فوج پر حملہ کیا اور ان کی جمیعت کو پریشان اور متفرق کر دیا اسد خاں لاری نے قطب شاہیوں کو پرانہ کر کے میدان عرب کی مدد کا رخ کیا اور چار دشمنوں کو تہ تیغ کر کے ان کو شکست دی اور قلعہ کے دروازہ تک بھگا دیا اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو کنارہ عاطفت میں دبا لیا اور حد سے زیادہ اس پر عنایت اور نوازش کی اور قلعہ کے

محاصرہ میں اور زیادہ اہتمام اور کوشش کرنے لگا۔ بادشاہ نے آمدرفت کے راستے بند کر دیئے۔ امیر برید اس خبر کو سنا کہ بہت پریشان ہوا اور اس نے علاء الدین عماد شاہ سے مدد مانگی۔ عادل نے اپنے بھتیجے محمود خاں کو عماد شاہ کے پاس بھیجا۔ اور اس سے یہ درخواست کی کہ عماد شاہ اگر اس کے نئے اور پرانے تمام قصور کے معاف کرنے کی عادل شاہ سے سفارش کرے جو کہ عماد کے قبضہ سے اندنوں باہری اور ماہور و دھرم کل چکے تھے اور اپنے مال کار میں سجدہ پریشان حیران تھا امیر قاسم برید کی طلبی کو اسماعیل عادل سے ملاقات کرنے کا ایک اچھا وسیلہ سمجھا اور جلد سے جلد احکام ابید روانہ ہو گیا۔ عماد شاہ نے اسماعیل عادل شاہ کی خوشنودی خاطر کو مد نظر رکھا۔ اور قلعہ او دیگر نہ گیا بلکہ عادل شاہی فردہ گاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر قیام پزیر ہوا اسماعیل عادل شاہ اپنے چند بہی خواہوں کے ساتھ عماد شاہی لشکر گاہ میں گیا اور اس کے آنے پر رسم تہنیت اور مبارک باد بجالایا علاء الدین عماد شاہ نے بھی فتح کی مبارک باد دے کر کہا کہ اصلی مرض اور مقصود اس یورش سے آپ کی ملاقات ہے لیکن قاسم برید کے گناہوں کی شفاعت کرنا اندازہ سے باہر ہے عادل شاہ نے کہا کہ جنگ میں جیتک میں بدلہ نہ لے لوں مجھے صلح پر مجبور نہ کیجئے علاء الدین عماد شاہ نے اس کو اس بار سے میں مصر دیکھا اور پھر اس بار سے میں کوئی لشکر نہ کی۔ عماد شاہ نے اسماعیل عادل کو ایک ہفتہ اپنی بارگاہ میں مہمان رکھا اور ایک بڑا جشن منعقد کر کے بیش قیمت تھمے پیش کئے امیر قاسم برید نے جب سنا کہ اسماعیل عادل نے عماد شاہ کے درخواست پر توجہ کی ہے تو گھبرا کر جلد سے جلد عماد شاہ کے لشکر گاہ کی طرف چلا آیا اور اس سے کہا کہ میں نے تمہارا دامن بکڑا ہے میری التجا سنو اور میری حمایت کو یعنی جس طرح ممکن ہو صلح کرا کے میرے فرزندوں اور متعلقین کو محاصرہ کی تکلیف سے نجات دلو اور علاء الدین عماد شاہ نے کہا کہ یہ ادسی وقت ممکن ہے جبکہ تم حصار برید اسماعیل عادل کے سپرد کر دو۔ امیر قاسم کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اپنی فرد گاہ کو جو عماد شاہ کی بارگاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر قطع ہے واپس آیا امیر برید ایسے زبردست دشمن سے قطعاً نہ ڈرے اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا بریدی سپاہی اور ملازم بھی مکان سفر سے خستہ ہو رہے تھے وہ بھی آرام و آسائش میں مشغول ہوئے اور صرف

تھوڑے لوگ چوکیداری کے لئے ہوشیار رہے بلکہ یہ چند انتخاب بھی بمقتضائے شہنشاہ علی دین لو کہم بے وغدہ عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اتفاق سے اسی روز قاسم برید کے پہونچنے کے خبر اسرائیل عادل شاہ نے سنی۔ بادشاہ اسی انسان اور اندھیری رات میں اسد خاں لاری کو ایک معتبر گروہ کے ہمراہ حکم دیا کہ دشمن کے لشکر پر بخون مارے۔ اسد خاں لاری قاسم برید کی فرودگاہ پہونچا اور کسی شخص کی آواز بھی اس کے کان میں نہ آئی۔ اس نے بخون مارنے سے کنارہ کشی کی اور لوگوں کے دست اندازی کرنے سے منع کیا اور چند جاسوس خبر معلوم کرنے کے لئے قاسم برید کے لشکر میں بھیجے۔ جاسوس واپس ہوئے اور انھوں نے بیان کیا کہ وہاں کوئی شخص بھی ہوشیار نہیں ہے اور قاسم برید ترک اور اس کے پاسان مست اور لایعقل پڑے ہوئے ہیں چنانچہ ہم چند بگڑیاں اور تلواریں قاسم برید کی بارگاہ سے اپنے بیان کے ثبوت میں لے آئے ہیں اسد خاں لاری نے لشکر کو دشمن کی فوج کے کنارے رکھا۔ اور ان سے کہا کہ ہرگز کسی قسم کی آواز باجہ وغیرہ کی نہ سنائیں اور تھوڑی دیر بالکل خاموش رہیں تاکہ دشمن کے لشکر میں شور و فریاد نہ ہو اسد خاں یہ حکم دیکر بچیس ہمراز و ہتھیار پیداووں کو ساتھ لیکر امیر قاسم برید کے لشکر کی طرف چلا اور اس نے دیکھا کہ شراب کے گھڑے ہر طرف امد سے پڑے ہیں اور دشمن کا ہر چوکیدار نئی وضع اور نئی حالت کے ساتھ بھٹک و شراب کے نشہ میں غفلت کی نیند میں رہا ہے اسد خاں لاری نے اس قسم کے بے خبریوں کا قتل کرنا مردت سے دور بھاگ اور پیداووں کی ایک جماعت کو ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان میں سے جو کوئی ہوش میں اگر سر اٹھائے اسے فوراً تلوار سے دو ٹکڑے کر دیں اور خود ایک گروہ کے ساتھ امیر قاسم برید کے سپردہ کی طرف چلا کہ اگر ممکن ہو تو اسے زندہ گرفتار کرے ورنہ اسے قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر ڈالے اسد خاں لاری قاسم برید کے خیمے پہونچا خیمے کے اندر کے لوگوں کا حال باہر والوں سے کہیں زیادہ خراب پایا اسد خاں لاری نے دیکھا کہ غلبہ رنداں کے صد یعنی امیر قاسم برید صاحب گھر کے ایک کونہ میں ایک چارپائی کے اوپر مست اور ہوش بڑا ہے اور ناچنے والیاں اور گلنے والے بغض قہ کر کے اور

بعض سردار پاؤں دونوں سے بے خبر ہر ایک ایک نئی وضع کے ساتھ بیہوش پڑ رہے
اسد خاں لاری نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر دینا بعد آسان ہے
لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو اسی طریقہ پر یہاں سے لے چلیں اور ان بدستوں میں کسی کو
تکلیف نہ پہنچائیں۔ غرض کہ اس پیر دانا تجربہ کاری یعنی امیر برید کی چار پائی اٹھائی
اور باہر چلے آئی درمیان میں ایک شعلہ بجی جسے دکن کے لوگ یوٹی وال کہتے ہیں اور
منہ میں پاسبانی اور چونکدار کی خدمت سمیر کی جاتی ہے ہوشیار ہوا۔ اور اس نے
جاہا کہ چلائے اسد خاں لاری نے جلدی سے اس پر دار کر کے اس کا سترن سے
جدا کر دیا اپنی فوج میں بیہوش اور اس نے یہ عجیب و غریب قصہ لوگوں سے بیان
کیا اور کہا کہ ابھی دو پہر رات باقی ہے اگر ہم قتل اور غارتگری میں مشغول ہونگے
تو سلم اور غیر سلم میں تمیز نہ ہوگی اور صبح تک بہت سے مسلمان ضائع ہو جائیں گے
اب جبکہ گو مقصود ہاتھ آگیا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم شہنوں کا خیال نہ کریں اور
اپنے اصل شکار کو گرفتار کر کے مالک کی خدمت میں حاضر ہوں تمام ہمارے بیہوش
اسد خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور قاسم برید کو چار پائی پر لادے ہوئے آگے
بڑھے نصف راہ طے ہوئی تھی کہ بد ہوش خواب غفلت سے جاگا اور اپنے کو ایک
عجیب حال میں مبتلا پایا۔ گرفتار مصیبت کو یہ دہم ہوا کہ جنوں کا لشکر اسے کہیں
لے جاتا ہے اور اسے عجیب طریقہ سے فریاد و زاری شروع کی اسد خاں لاری
سامنے آیا اور اس نے اطمینان دلایا کہ زندہ میت کو اٹھانے والا جن نہیں سے
بلکہ اسد خاں لاری ہے اسد خاں نے سارا قصہ بیان کر کے امیر برید کو بے حد
ملامت کی اور کہا کہ غنیم کے پڑوس میں رہ کر باوجود اس سن و سال کے اس
شدت کے ساتھ بادہ خواری کرنا کون سی دانائی تھی۔ امیر برید کو شرمندگی اور
انفعال کی وجہ سے سوا خاموشی اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اسد خاں لاری
صبح کو اسماعیل عادل کی خدمت میں پہنچا بادشاہ نے اسد خاں کی کارگزاری پر اسکی
بعد تو فریقہ توصیف کی اور اسد خاں لاری اس نوازش سے اور معزز اور قابل فخر ہوا
اسماعیل عادل نے امیر برید سے پوچھا کہ اس مکر و فساد کا کیا سبب تھا
امیر قاسم برید نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ شرمندگی سے گردن نیچے جھکی۔

بادشاہ نے امیر برید کو اسد خاں لاری کے حوالہ کیا کہ جس وقت طلب کرے
 قیدی کو اس کے حضور میں حاضر کرے اسماعیل عادل نے دوسرے روز ایک
 بڑی مجلس منعقد کی اور اسد خاں نے شاہی حکم کے موافق قیدی کے ہاتھ اور
 اس کی گردن باندھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اسد خاں نے دیکھتے ہی امیر برید کو
 دھوپ میں اسماعیل عادل کے سامنے کھڑا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی اگلی پچھلی کتاب
 میں ایسا غریب قصہ نظر سے نہیں گزرا کہ کسی صاحب سکہ و خطبہ فرمانروا کو ختم اس
 طرح اس کی خوابگاہ سے اٹھا کر لے آیا ہو اور اس کا لشکر و ختم غفلت کی وجہ سے اس کے
 کچھ بھی کام نہ آیا ہو۔ اسماعیل عادل شاہ امیر برید سے ہمہ ناراض تھا۔ بادشاہ نے
 اشارہ کیا کہ قیدی تلوار کے گھاٹ اتارا جائے۔ جلاؤ تلوار کھینچ کر ناگہانی مرگ کی طرح
 برید کے سر پہ بونچا۔ اور قیدی نے عاجزی کے ساتھ آہ و زاری شروع کی اور
 کہا کہ یوسف عادل شاہ کے وقت سے لیکر اب تک مجھ سے بہت سی بے ادبیاں
 اور بے محل قصور سرزد ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اب بھی جناب میرا قصور معاف فرمائیں
 تو میں اقرار کرتا ہوں کہ احبابا دبیر کا قلعہ جس پر اب تک کسی صاحب اقتدار کا قبضہ
 نہیں ہوا مع تمام خزانوں اور دینیوں کے بادشاہ کے سپرد کر دوں گا اسماعیل عادل
 نے یہ خیال کیا کہ غفو فتح مندی کی زکوۃ ہے امیر قاسم برید کا کہنا قبول کیا۔ امیر قاسم برید
 نے ایک قاصد اپنے بیٹوں کے پاس بھیجا اور ان سے قلعہ سپرد کرنے کی درخواست کی
 ان لوگوں نے جواب دیا کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے اور غریب کنارا محمد میں سونے والا ہے
 چند دنوں کی زندگی کو اتنا غریب نہ کھنا کہ یہ زبردست قلعہ دشمن کے حوالہ کر دیا جائے
 بالکل عقل و دانش کے خلاف ہے اس جواب سے برید کے فرزندوں کا یہ مقصود
 تھا کہ جس طرح ہوسکے ایام گزار لی کریں اس صاف اور صریحی انکار کے بعد
 بیٹوں نے ایک معتبر آدمی کو بھیجا اور اسے کہا کہ اگر تو دیکھے کہ ہمارے باپ کی
 رہائی بلا قلعہ سپرد کئے ہوئے کسی طرح ممکن نہیں ہے تو بوڑھے قیدی کو تسلی دیکر قلعہ
 کی سپردگی کا اقرار کر لے خبردار ایسا نہ ہو کہ ہمارے باپ کو کوئی نقصان پہونچے
 یہ شخص بیٹوں کا اضطراب دیکھ کر جلد سے جلد روانہ ہوا قاصد وہاں پہونچا اور
 اس نے امیر قاسم برید سے کہا کہ بیٹا کہ علی برید اور تمہارے دوسرے بیٹوں نے

مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے کہ اگر گڑا ہوا کام کسی طرح درست نہ ہو تو میں قلعہ کے سپردگی کا اقرار کر لوں اور تمھیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچنے دوں۔ امیر قاسم برید دل میں بیٹھن ہوا لیکن ظاہر اس نے بیٹوں کی شکایت کی لیکن جب نئے سرے سے اس کے قتل کا حکم ہوا اور ایک مست ہاتھی لایا گیا تاکہ یہ دو لڑا قاسم برید کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرے تو امیر قاسم برید نے آہ و زاری شروع کی اور کہا کہ مجھ کو اسی طرح فلاں برج کے سامنے جو میرے بیٹوں کا دشمن ہے لجا کر کھڑا کر دنا کہ میں خود ان سے گفتگو کر کے بات کو پورے طور پر حاکم کر دوں۔ امیر برید کے کہنے پر ایسا ہی کیا گیا۔ بیٹوں نے جب دیکھا کہ بوڑھا باپ ننگے سر ہاتھوں کو پیچھے پیٹ پر باندھے ہوئے کھڑا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ایک شرط سے قلعہ عادل شاہ کے سپرد کر دیں گے اور وہ یہ کہ اسد خاں لاری یہاں آئے اور فلاں دروازہ کے باہر کھڑا ہوا اور عہد کرے کہ کوئی شخص ہمارے بچوں اور عورتوں سے کسی طرح کی بات پرس نہ کرے گا اور خود سرائوں اور عورتوں کی تلاش اور ان سے یہ پرسش نہ کی جائیگی کہ وہ اپنے ہمراہ قلعہ سے کون سا مال و اسباب باہر لے جا رہے ہیں اور نیز یہ کہ جو زیور و لباس وہ پہننے ہوں وہ اسی طرح صحیح و سالم ان کے ساتھ چلا جائے گا استعمال عادل نے ان کی درخواست قبول کی اور اسد خاں لاری کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے پر بیٹھے اور اس بات کی نگہداشت کرے کہ امیر برید کے بیٹوں اور عورتوں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے علی برید نے ہمیشہ قیمت جو ہرات اور شاہان بہمنیہ کے مرمع آلات اور اثرائت عورتوں کو دیدیں تاکہ یہ عورتیں اس مال کو برقع کے نیچے چھپا کر باہر چلی جائیں۔ استعمال عادل شاہ اسی روز قلعہ میں داخل ہوا اور خدا کی بارگاہ میں تسبیح شکر ادا کرنے کے بعد اس نے شاہان بہمنیہ کی مسند حکومت پر جلوس کیا۔ استعمال عادل شاہ نے شاہزادہ طو خاں اور اسد خاں لاری کو علاء الدین علاؤ شاہ کے پاس بھیجا اور اسے اپنے پاس بلایا اس کی تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ نے شاہزادہ عبداللہ اور شاہزادہ علی کو پھر علاؤ شاہ کے پاس روانہ کیا۔ علاء الدین علاؤ شاہ نے بادشاہ کا التماس قبول کیا اور شاہزادوں کے ہمراہ عادل شاہی خیمے کی طرف چلا۔ علاؤ شاہی بارگاہ کے قریب پہنچا اور عادل شاہ نے

دروازہ تک اس کا استقبال کیا اور اپنے فرمانروا مہمان کو اپنی مجلس میں بٹھا کر نخل کی روغن
 ادرود بالاک سیٹیل عادل نے عاوشاہ کے سامنے تمام ذخیرہ ادر قلعہ کے تمام خزانے
 جواہرات ادر موتی ادر سونے ادر چاندی کے برتن ادر دوسرے بیش قیمت کپڑے
 ادر سامان ادر بارہ لاکھ ہون نقدی بچھتی کے خیال سے علاء الدین عاوشاہ کے
 سامنے رکھ دئے اور اس سے کہا کہ جو چیز اسے پسند آئے بلا تامل اٹھا لے عاوشاہ نے
 ہاتھ بڑا کر ایک جڑاؤ منبر چلے لیا اس کے بعد سیٹیل عادل نے اسد خال لاری
 سے کہا کہ میں لاکھ ہون علاء الدین عاوشاہ کے ملازموں کو تقسیم کر دے اور ایک
 لاکھ ہون شاہزادوں کو یعنی ملو خاں۔ انو خاں۔ ابراہیم د عبد اللہ کی خدمت میں
 پیش کرے اور خود بھی انہی کے برابر ایک حصہ لے بادشاہ نے بچا س ہزار ہوں
 سید علی عقیل کو عنایت کیئے تاکہ سید صاحب یہ روپیہ نجف اشرف کے بلائے کی اور
 شہد مقدس کے زائرین کو تقسیم کریں اس کے علاوہ بچا س ہزار ہوں سید احمد ہروی
 کو دئے گئے تاکہ یہ رقم بجا پورہ اور لشکر کے علاوہ فاضلوں کو سپہو بچا دی جائے اور
 ان لوگوں کے علاوہ بارہ ہزار ہوں فقیروں اور حاجت مندوں کو دئے جائیں
 ادر بقیہ رقم سیاہیوں اور اہل لشکر کو عطا کر دیکائے بادشاہ نے ساری دولت
 اس طرح تقسیم کر کے اپنے لئے ایک جہہ ادر ایک دینار نہ چھوڑا اور دامن بھاگ کر
 اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا کہتے ہیں کہ مولانا شہید شاعر مسمی جو اپنے ظلم و کمال کی وجہ
 سے تعریف سے بے نیاز ہیں اسی زمانہ میں گجرات آئے ہوئے تھے اپنی شاعری
 میں بلند آواز ہونے کی وجہ سے بادشاہی مجلس میں بہت قرب و منزلت رکھتے
 تھے بادشاہ نے ان سے کہا کہ خزانہ جاگیر بقدر روپیہ اٹھا سکیں اٹھا لیں جو لکھ
 مولانا راج نضر کی وجہ سے ناتوان ہو رہے تھے انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ جس
 روز میں گجرات سے شاہی آستانہ کو روانہ ہوا تھا اس وقت موجودہ طاقت
 سے دو گنی قوت میرے بدن میں تھی کیا اچھا ہوتا اگر غریب پرور و ظلم شناس
 بادشاہ اس عطیہ سے اس وقت مجھے سرفراز فرماتا جبکہ طاقت اس میرے بدن میں
 عود کر آتی۔ بادشاہ مسکرایا اور اس نے کہا کہ تم دو مرتبہ خندانہ جاؤ اور
 جو کچھ اٹھا سکو لے آؤ چونکہ یہ حکم مولانا کا عین مدعا تھا شاعر مسمی زمیں بوس ہو گئے

اور خوش و غم شاہی فلس سے اٹھے اور خزانہ سے دو مرتبہ کر کے پچیس ہزار طلائی ہون لے آئے خزانہ دار نے بادشاہ کو واقعہ سے اطلاع دی بادشاہ نے کہا کہ مولانا نے سچ کہا تھا کہ ان کے بدن میں طاقت نہیں ہے۔ اس حکایت سے بادشاہ کی نزاکت طبع اور کلام کی باریکی ناظرین حکایت پر بخوبی روشن ہوگی اسلئے کہ بادشاہ کا ارشاد خوش طبعی ہی ہو سکتا ہے اور عالی ہمتی پر بھی عمول کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اس مجلس میں بادشاہ کی سخاوت کا دریا پورے جوش میں تھا اسلئے عادل نے بادشاہ کہنے سے امیر برید قاسم کا قصور بھی معاف کیا اور اس کو اپنے امیروں کے گردہ میں داخل کیا۔ بادشاہ نے کلیاں۔ اور گنیر اور تمام قیدی پر گنوں کو سوا احمد آبادیدہ کے امیر برید کے جاگیر میں بحال رکھا یہ شرط کی کہ تین ہزار سواریوں کے ساتھ بادشاہ کے ساتھ رہے اور قلعہ راجپور و مدلل کو عادل سپاہ کے ساتھ ل کر بیجا نگر کے غیر مسلموں کے قبضہ سے نکال لے اور اس کے بعد قلعہ ماہور کا محاصرہ کر کے اسے فتح کرے اور مفتوحہ قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دے اس کے بعد دونوں فرماندار وادہ ہوئے اسلئے عادل نے احمد آبادیدہ کو اسد خاں کی رائے کے موافق مصطفیٰ خاں شیرازی کے سپرد کیا اس زمانہ میں تھراج فوت ہو چکا تھا اور نواح بیجا نگر کے راجاؤں نے تھراج کے بیٹے رام راج کی اطاعت سے انکار کیا تھا اس طوائف الملوکی کی وجہ سے بیجا نگر میں فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ ان مسلمان فرمانرواؤں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور دریائے کرشنا سے عبور کر کے قلعہ راجپور پر حملہ کیا مسلمانوں نے اس قلعہ کو جو سترہ سال سے بیجا نگر کے غیر مسلموں کے قبضہ اقتدار میں تھا فتح کر لیا۔ اسلئے عادل شاہ نے جشن عشرت منعقد کیا اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے بادہ نوشی کا دور شروع کیا۔ اسد خاں لاری کو بھی اسی روز اپنے قریب مجلس میں جگہ دی اور تین بیالے بھر بھر کر اپنے ہاتھ سے اسد خاں کو دئے علاء الدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے بادشاہ سے التماس کیا کہ امیر قاسم برید کو بھی اس بزم عشرت میں شریک کیا جائے۔ اسلئے عادل نے امیر برید کو مجلس عشرت میں بلا کر اپنا ہم پالہ کیا اور کہا کہ اب مضمون (البحریم کلہم) (ان کا چوتھا اس کا کتاب ہے) صادق آگیا عماد شاہ قابل اور سمجدار تھا۔ بادشاہ کے اس لطیفہ پر ہنسنا امیر برید اگرچہ مطلب نہیں سمجھا لیکن عماد شاہ کے ہنسنے سے اپنہ برا اثر

اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسماعیل عادل امیر برید کے رونے سے
 یہود متاثر ہوا اور اس سے مہربانی سے کہا کہ اتنا، لٹیر چا پور سپو چکر آج بادیدری
 تیرے حوالے کر دوں گا۔ اسماعیل عادل نے ایک ہفتہ برابر اس نواح میں قیام کیا
 اور تمام جہات کو سرانجام دے کر وہاں سے واپس ہوا۔ اس درمیان میں بارہا
 یہ معلوم ہوا کہ سادر شاہ گجراتی حدود دکن پر حملہ آور ہونے والا ہے اس لئے ماہور کی
 ہم ملتی رہی مگر اور عماد شاہ برار روانہ ہوا اور اسماعیل عادل نے سچا بکھر کی راہ لی
 کہتے ہیں کہ اس سفر میں اسماعیل عادل علاء الدین عماد شاہ کے مکان پر گیا۔ عماد شاہ نے
 بڑے تکلف سے اسماعیل عادل کی مہمان داری کی اور چند خوان خواہروں سے
 بھرے ہوئے بادشاہ کے لاطیف میں گزرا۔ چند دنوں کے بعد عماد شاہ
 اسماعیل عادل کا مہمان ہوا۔ عادل شاہ نے مجلس کے قریب و دور بارہ ہزار
 منگل سوار تمام ساز و سامان سے آراستہ مہمان کو دکھلائے اور کہا کہ میں نے
 جو کچھ خود اپنے زمانہ سلطنت میں حاصل کیا ہے یا جو کچھ مجھے باپ سے میراث ملی جو
 وہی ہے اس گردہ میں سے ہر شخص جو اپنی بہادری اور مردانگی کے سامنے رستم اور
 اسفندیار کو بھی نگاہ میں نہیں لانا تھا اسے لئے ہے جس کسی کو تم پسند کر دینا پس
 کر دوں گا۔ عماد شاہ نے یہود تعریف کی اور کہا کہ اگر میرے پاس ایسے نفیس جواہرات
 ہوتے تو ماہور کا قلعہ اپنے ہاتھ سے نہ کھوتا۔ یہودی بھری میں امیر برید نے قلعہ اور
 مکانات کی کئی تہجی۔ بادشاہ نے کلیاں اور قندھار کے قلعہ کے فتح کرنے کا
 ارادہ کیا اور دہلیز اور سر پر وہ شاہی بیجا پور سے ماہر بھیجا گیا۔ امیر برید نے
 اپنی برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس سے مدد مانگی۔ برہان نظام شاہ نے
 بیجا پور میں قاصر روانہ کیا اور اسماعیل عادل سے درخواست کی کہ جو نکہ امیر برید نے
 اسی سفر میں میرے ساتھ بڑی بہرہ رومی کی ہے اس لئے اس طرف لشکر کشی کا خیال
 ترک کر کے اپنے ہی خواہوں کو منوں احسان بنائیں۔ اسماعیل عادل نے
 جواب دیا کہ جس وقت تم ماہور کا قلعہ فتح کرنے چلے تھے میں نے تم سے
 ایسی درخواست بھی نہیں کی لیکن بہر حال میں نے تمہارا کہنا قبول کیا اور
 اپنا ارادہ ترک کیا لیکن چونکہ اب جاڑے کا زمانہ شروع ہو گیا ہے

گھریں بیکار رہنا مجھے منظور نہیں ہے اور اپنے ملک کی سرحد کی خصوصاً نلدرگ اور شولا پور کے دیکھنے کا ہم ارادہ ہے چاہئے کہ تمہاری سرحد کے امیر کوئی دوسرا خیال نہ کریں۔ اور کسی طرح کا خوف اپنے دل میں نہ لائیں۔ برہان شاہ کو بہادر شاہ گجراتی کی طرف سے پورا اطمینان ہو چکا تھا اور وہ شاہی کا خطاب حاصل کر کے صاحبِ چتر بھی ہو چکا تھا اس نے جواب دیا کہ بہادر شاہ گجراتی نے ملکیت برار اور احمد آباد ویدر میر سے سپرد کر دیا ہے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ میر سے کہنے کے خلاف آپ عمل نہ کریں اور موجودہ اور آئندہ زاموں کو گزشتہ وقت کی طرح نہ خیال کر کے گوشہ نشینی اور سلامتی کو سب پر مقدم اور سب سے بہتر سمجھیں۔

نظام شاہ کا یہ پیغام اس وقت پہونچا جبکہ اسماعیل عادل بیجا پور سے روانہ ہو کر بہمن علی میں مقیم تھا۔ یہ پیغام سننے ہی اس نے مغرب اور عثمانی نار پڑھی اور فوراً سوار ہو گیا۔ دوسرے دن شام کے قریب چار سواروں اور چالیس پیادوں کے ساتھ دریائے نلدرگ کے کنارہ جو قلعہ کے دامن سے گزرتا ہے خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے برہان نظام شاہ کے ایلچی کو رخصت کیا اور اس سے کہا کہ جو کچھ میں نے تیرے ساتھ کیا اس کا مجھے انتظار ہے تاکہ اس کو اب ظاہر کر کے جیسا کہ ہر مرتبہ دلاوری کے میدان میں نے بولانی کی ہے اسی طرح اس مرتبہ بھی میدانِ کارزار میں اپنے خنجر و شمشیر کے جوہر دکھاؤں گا۔

برہان نظام شاہ بحر کی لہ نے اپنے خزانہ کی تمام دولت صرف کر دی اور پچیس ہزار سوار جمع کر کے توپ خانہ اور سامانِ حرب اکٹھا کیا اور امیر قاسم برید کو ساتھ لے کر سابق شکست کے خیال سے جلد سے جلد اسماعیل عادل شاہ کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ اسماعیل عادل شاہ بھی بارہ ہزار سوار ساتھ لے کر غنیمت سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ نے اسد خاں لاری کی ماتحتی میں اپنی صفیں ترتیب دیں اور لڑائی کا بازار گرم ہوا اس مرتبہ وہ معرکہ کارزار واقع ہوا کہ اس کے مقابلہ میں پہلی لڑائیاں لڑکوں کا کھیل معلوم ہوتی تھیں۔ جب تک کہ بادوں میں قوت اور ترش میں تیر رہے اس وقت تک براہِ خون کی ندیاں بہاکیں آخر کار رسمِ زمانہ کے موافق ایک فریق نے شکست کھائی اور دوسرے کو فتح ہوئی

اسمعیل عادل شاہ کا میاب ہوا اور مشہور نظام شاہی امیر یعنی خورشید خاں مسرکہ جنگ میں کام آیا۔
 برہان نظام شاہ پریشانی کے عالم میں احمد نگر کی طرف بھاگا اس کا تمام اثاثہ شاہی توپخانہ اور ہاتھی
 اسمعیل عادل شاہ فیروز جنگ کے قبضہ میں آئے۔ اس واقعہ کے بعد اسمعیل عادل اور برہان میں
 کوئی مسرکہ آرائی نہیں ہوئی بلکہ ایمان ملک کے ایک گروہ نے درسیان میں پڑ کر صلح کرادی اور
 دونوں فرزانوں نے سرحد پر باہم ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ سلطان قلی قطب شاہ اور علاء الدین
 عوام شاہ کے ملک پر بھی قبضہ کر کے دونوں تاجدار ایک دوسرے کے دوست اور بہی خواہ
 رہیں۔ اسمعیل عادل نے امیر برید کو اپنا بنا کر سنہ ۹۵۰ ہجری میں برید کے ساتھ تلنگانہ کا سفر کیا
 اسمعیل عادل نے سب سے پہلے ٹکندرہ کا جو تلنگانہ کا مشہور قلعہ ہے اور سرحد پر واقع ہے محاصرہ
 کیا۔ سلطان قلی قطب شاہ بھی احتیاط کو مد نظر رکھ کے میدان جنگ میں خود نہیں آیا اور اپنے
 دارالملک کو ٹکندرہ سے نہ ہلاکین اپنے لشکر کے بہت سے سوار اور پیادے اہل حصار کی
 مدد کو روانہ کئے۔ اسد خاں لاری اور اہل حصار میں بارہا مسرکہ آرائی ہوئی اور ہر مرتبہ اسد خاں
 کو فتح نصیب ہوئی۔ اہل قلعہ بالکل مایوس ہو گئے اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن تقدیر
 الہی نے ساتھ نہ دیا اور آب دہوا کی خرابی سے اسمعیل عادل کا مزاج نا درست ہو گیا بادشاہ
 کے اخراج طبیعت نے یہاں تک طول کھینچا کہ اسمعیل عادل ضعف کی وجہ سے معاصی فرار
 ہو گیا۔ بادشاہ نے امیر قاسم برید اور اسد خاں لاری کو جو تلنگانہ کی غارتگری میں مشغول تھے جلد
 سے جلد بلایا اور ان امیروں سے کہا کہ اس ملک کی آب دہوا میرے موافق نہیں ہے میری
 رائے ہے کہ میں تم لوگوں کو تلنگانہ کے قلعوں کی تسخیر میں مجبوروں اور خود حسنا باد گھر کہ چلا جاؤں
 اور مزاج درست ہونے کے بعد پھر واپس آؤں۔ ان امیروں سے اور یہ طے پایا کہ دوسرے دن
 صبح کو بادشاہ کو پاکی میں سوار کر کے اسی طرف روانہ کر دیں لیکن چہار شبہ کے روز مولو میں
 صفر ۹۵۱ ہجری کو اسمعیل عادل نے دنیا سے کوچ کیا اور لڑائی کا بازار ہمیشہ کے لئے خندا
 ہو گیا۔ اسد خاں لاری نے بادشاہ کی موت کو لوگوں سے چھپایا اور بادشاہ کی لاش پاکی
 میں رکھ کر اس پر پردہ ڈالا اور رات کے وقت جنازہ کو قصبہ کو کی روانہ کیا تاکہ اسمعیل اپنے
 باپ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ درود کے بعد اسد خاں لاری نے جو ایک بوڑھا اور تجربہ کار
 امیر تھا امیر قاسم برید اور دوسرے مقتدا امیروں کو بلایا اور ان سے اس حادثہ کا ذکر کیا شاہنواز
 ابراہیم اپنے بڑے بھائی شاہنوازہ ملو خاں کی حکومت سے راضی نہ تھا اور نیز یہ کہ بہت

سے امیر بھی پوشیدہ طور پر شاہزادہ ابراہیم کے ہم خیال تھے اسد خاں لاری نے بیگانے ملک میں مرحوم بادشاہ کے باضین کا مقرر کرنا مصلحت کے خلاف دیکھا اسد خاں نے پوشیدہ طور پر ہر ایک کو پیغام دیا کہ اس زمانہ میں ساعت اچھی نہیں ہے حسنا باؤ گلبرگہ جگر حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک سے امداد طلب کر کے تخت موروثی پر جلوس کرنا بہتر اور مناسب ہوگا شاہزادوں نے اس بات کو قبول کیا اور قلعہ گوکنڈہ کے حوالے سے روانہ ہوئے اسد خاں لاری نے شاہزادوں کو کسی نہ کسی حکمت سے حسنا باؤ گلبرگہ پہنچایا اور خود ہی شاہزادہ ابراہیم کو تخت حکومت پر بٹھانا زیادہ پسند کرتا تھا لیکن چونکہ لو خاں فرزند اکبر تھا اور بادشاہ نے اسے اپنا ولی عہد بھی مقرر کر دیا تھا مجبوراً اسد خاں نے شاہزادہ ملوک کو تخت حکومت پر بٹھایا اور ابراہیم کو مرج کے قلعہ میں قید کر دیا امیر سید ہروی بیان کرتے ہیں کہ سلطان اسماعیل عادل بردبار کریم اور سخی تھا اس کی عالی بہتی سے ملک کی آمدنی اور اخراجات کافی نہ ہوتے تھے بادشاہ عفو و تقصیر اور خطا کاروں کے گناہ پر چشم پوشی کرنا زیادہ پسند کرتا تھا عہدہ کھانا کھانے اور اچھا کپڑا پہننے کی کوشش کرتا تھا۔ بادشاہ عیش و انفاظ کسی اپنی زبان سے نہیں نکالتا تھا اور بیعت عالموں اور فاضلوں کے پان بیعتا اور ان کے مرتبہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ علم موسیقی اور شاعری کو اسماعیل عادل بہت دوست رکھتا تھا۔ بادشاہ کا تخلص وفائی تھا اور یہ ہے کہ دکن کے کسی بادشاہ نے اسماعیل عادل کے سے لطیف اور متین اشعار نظم نہیں کئے۔

ملوک عادل شاہ
بن
اسماعیل عادل شاہ

اسماعیل عادل شاہ نے وصیت کی تھی کہ شاہزادہ ملوک خاں کو اس کا جانشین مقرر کریں۔ مجبوراً اسد خاں لاری نے ملوک کو تخت حکومت پر بٹھایا اسد خاں نے ملوک کی داوی ملکہ پوسخی خاتون کو بادشاہ کی خبر داری کے لئے نصیحت کی اور خود اپنی جاگیر ننگوان کو چلا گیا۔ ملوک عادل نے

میدان خالی پایا اور شراب پینے اور نواح و رنگ میں مشغول ہو۔ جو عمر فرما نہر داجوانی کے قریب پہنچ چکا تھا اس لئے شباب کی بے عنوانیوں اور نا عاقبت اندیشی نے اس کے دل میں اپنا گھر کر لیا اور رات دن سو اکھیل کو در اور دوسرے نامناسب حرکات اور انفعال کے جو ہرگز بادشاہوں کے شایان شان نہیں ہیں کوئی عمدہ کام اس سے سرزد نہیں ہوتا تھا مفلوک اس سے بالکل ناراض ہو گئی۔ ان حرکات نے علاوہ ایک نیا شوق بھی پیدا ہوا اور نو عمری کی انگلی سے مطلق العنان فرما نہر کو صاحب حسن و جمال ملکوں

کے جمع کرنے پر اہل کیا ملو خاں کے اس شوق نے یہاں تک طویل کھینچا کہ شہر کے شرفاء اور باوقار اشخاص کے لڑکے اپنے والدین کی آغوش سے زبردستی جدا کر کے بادشاہ کی مجلس میں پہنچائے جانے لگے اس جبر و ظلم کا سلسلہ اور آگے بڑھا اور یوسف ترک دیوان جو عادل شاہی تاجپوش امیر تھا اس کے فرزند کی باری آئی بادشاہ نے یوسف کے بیٹے کو مانگا اور شمعہ دیوان مانع آیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ سرکاری ملازم لڑکے کو زبردستی یہاں لے آئیں۔ اگر یوسف شمعہ درمیان میں مائل ہو تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے یوسف شمعہ دیوان نے جو امرائے تاجپوش میں تھا عادل شاہی سپاہیوں کو تنبیہ کر کے اسی روز بے خوف و خطر شہر سے باہر نکلا اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر اپنی جاگیر یعنی قصبہ گھورہ کو روانہ ہو گیا یوسف کے قصبہ نے کاوڈ آہنگر کی داستان پھر تازہ کر دی۔ شمعہ کے اکثر اعراس لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اسماعیل عادل کی ماں بونجی خاتون نو عمر پوتے کے حرکات دیکھ کر بھیدر بخیدر ہوئی اور اس نے ارادہ کر لیا کہ ملو خاں کو معزول کر کے شاہزادہ ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھائے بونجی خاتون نے یوسف شمعہ کو پوشیدہ طور پر پیغام دیا کہ ملو عادل شاہ فرمانروائی کے قابل نہیں ہے اس کو تخت سے اتار کر شاہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی سند حکومت پر بٹھائے۔ یوسف شمعہ نے اپنے ایک رازدار کو اسد خاں لاری کے پاس ننگوان روانہ کیا اور اسے سارے حال سے اطلاع دی۔ اسد خاں لاری نے جواب دیا کہ میں اس کے ناپسندیدہ اطوار کی وجہ سے بیجا پور کا قیام ترک کر چکا ہوں اور یہاں مقیم ہوں چونکہ تمام لوگ ملو عادل شاہ سے نفرت کر رہے ہیں اور اس کی حکومت سے راضی نہیں ہیں بہتر ہے کہ عادل شاہی خاندان کی بہتری اور بہبودی کا خیال مد نظر رکھ کر ملکہ بونجی خاتون کے فرمان سے تو منحرف نہ کرے۔ یوسف شمعہ اسد خاں کی تجویز سے مطمئن ہو گیا اور کامیاب و باہر آمد شمعہ کو اس پر یوسف بونجی خاتون کی رائے کے موافق دو سو سواروں کے ساتھ بیجا پور پہنچا اور بلا تاخیر ارک کے قلعہ میں گھس آیا۔ قلعہ دار نے قلعہ میں آنے سے منع کیا۔ یوسف نے قلعہ دار کو تیغ کیا اور ملو عادل شاہ کو قید کر کے بونجی خاتون کے حکم سے ملو خاں اور اس کے مادر زاد بھائی انو خاں کی آنکھیں سلائی پھیری اور شاہزادے ابراہیم کو ملو کی جگہ تخت حکومت پر بٹھایا۔ ملو خاں نے کچھ روز چھ مہینے حکومت کی۔

ابراہیم عادل شاہ
ابراہیم عادل شاہ
بن
اسمعیل عادل شاہ

سورین بکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا بہادر تھا۔ اپنی مردانگی اور شجاعت کی وجہ سے کسی بات کو خیال میں نہیں لاتا تھا اور سیلاب کے مانند نشیب ہو یا فراز سرپٹ دوڑتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اس کے قہر و غضب کی شہرت بھی اس کی بردباری اور خلق کی طرح دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جس وقت سے کہ اس نے فرمانروائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اس وقت سے مرتے دم تک ہمیشہ لشکر کشی اور صف آرائی میں بسر کی غیر معتبر طریقہ پر یہ معلوم ہوا ہے کہ اسمعیل عادل اپنی حکومت کے زمانہ میں دس سو کے نظام شاہی فوج سے لڑا اور ہر لڑائی میں عموماً شریک ہوا ہر مرتبہ پوری شجاعت اور مردانگی سے کام لیا لیکن چونکہ اس کا ستارہ اقبال ادبار میں تھا سو اقصیٰ افغان کی جنگ کے کسی زمانے میں بھی اسے فتح نہ ہوئی۔ ابراہیم عادل پہلا شخص ہے جس نے باپ دادا کے مذہب سے کنارہ کشی کی اور دوازدہ امام کے نام خطبہ سے نکال کر امام ابوحنیفہ کا مذہب جاری کیا ابراہیم نے فرقہ آئامیہ کے تمام رسوم و رواج برطرف کئے اور حکم دیا کہ تاج سرخ دوازدہ گوشہ جو اس زمانہ میں فرقہ آئامیہ کا تمنا ہے اختیار تھا کوئی اپنے سر پہ نہ رکھے۔ غیر ملکی امیروں میں سو اسد خاں لاری۔ خوش کلدی آقا اور شجاعت خاں کر کے سبھوں کو یک قلم موقوف کیا اور امارت کے مرتبہ سے معزول کیا۔ ابراہیم نے دکنیوں اور مشینوں کو ان کی جگہ مقرر کیا اور نظام شاہی اور عماد شاہی فائدہ انوں کی پیروی کر کے کورہ روت مقرر کیا اس لئے ارکان دولت نے تین ہزار غیر ملکی خاصے کے نوکروں میں جو ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ ہا کرتے تھے چار سو نوکروں کو اپنے ساتھ رکھا اور باقی کو رخصت کر دیا۔ یہ لازم ہے روز ہی ہو کر پریشان اور پرانہ خاطر گجرات دکن اور احمد نگر روانہ ہوئے۔ ابراہیم عادل نے فارسی زبان کو دفتر سے خارج کر کے ہندی اس کی جگہ رائج کی۔ ابراہیم عادل نے برہمنوں کو صاحب اختیار کیا اور یوسف عادل اور اسمعیل عادل کے تمام خباطوں اور قاعدوں کو منسوخ کر دیا اور بیجا نگر کے راجہ رام راج نے پوشیدہ طور پر فاضل بھیجے اور بہت سے مغل سرداروں کو تسلی اور دلاسا دے کر اپنے پاس بلایا اور ان کی رضا مندی اور دل دہی کے لئے حکم دیا کہ بیجا نگر میں ایک مسجد بنادی جائے۔ راجہ قرآن پاک کو اپنے پہلو میں روزانہ ایک کرسی پر رکھ لیتا تھا اور مغلوں سے کہتا تھا کہ تم لوگ مجھ سے کوئی سروکار نہ رکھو بلکہ اپنے کلام مجید کے آگے سر جھکاؤ۔ جلوس کے دوسرے سال ابراہیم عادل نے بیجا پور پر لشکر کشی کی اور کامیاب

واپس آیا اس قصہ کی شرح یہ ہے کہ سیورائے والی بیجا نگر نے جس کے خاندان میں سات سو سال سے فرما نروائی کا سلسلہ چلا آتا تھا فوت ہوا۔ بیٹا باپ کا جانشین ہوا لیکن عین عالم جونی میں وہ بھی باپ سے جا ملا۔ جوان راجہ کے مرجانے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی تخت پر بیٹھا لیکن تقدیر نے اسے بھی مکرانی کا منہ نہ چکھنے دیا اور اس نے بھی دنیا کو خیر باد کہا اس راجہ کا سہ ماہہ لڑکا دلیعید ہو ا تراج جو راجہ بیجا نگر کا ستھ امیر تھا صاحب اختیار ہو اس اثنا میں صاحب تخت بالغ ہوا اور تراج نے اسے بھی زہر کا پیالہ ملا کر ہمیشہ کے لئے رخصت کیا اور ایک دوسرے وارث ملک لڑکے کو مسند حکومت پر بٹھایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد تراج بھی فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا راجہ راج باپ کا قائم مقام ہوا۔ رام راج نے سیورائے کی پوتی سے شادی کی۔ خاندان حکومت کے پیوند سے راجہ راج کا استقلال حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اب اس نے خود مختاری کے خواب دیکھنے شروع کئے۔ سرداروں اور اعیان ملک نے رام راج کے خود مختار تخت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کیا ناچار رام راج نے راجہ کے خاندان سلطنت سے ایک لڑکے کو تخت پر بٹھایا اور اس لڑکے کے خالو مسمی بھوج نزل راج کو جو فی الحال مجنوں بھی تھا اور جس کی دماغی کجی اس کے نام سے خود ظاہر ہوتی ہے امیر لامرام مقرر کیا اور بھوج نزل سے قول و قرار کر کے رام راج نے نابالغ راجہ کی پرورش اسی کے سپرد کی اور خود اس نے ہر تدبیر سے سرکش امیروں کو خاک ندلت میں ملا کر ان کا نام و نشان بھی نہ باقی رکھا۔ رام راج نے اپنے ایک غلام کو صاحب اقتدار بنایا اور بیجا نگر کی حکومت اور نابالغ راجہ کی حفاظت اور پرورش اس کے سپرد کر کے ایک جوار فوج اپنے ہمراہ لیکر خود ان راجاؤں کو تباہ کرتے چلا جو اس کی مکرانی میں جا مل ہو رہے تھے چند اپنے مخالف راجاؤں کو اس نے تباہ کیا اور اسی فوج کے ایک حصہ کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ اس محاصرہ نے طول کھینچا اور جو روپیہ اس کے پاس تھا وہ صرف ہو گیا۔ رام راج نے اپنے غلام کو کھچا کہ چاس لاکھ ہون معید سے۔ غلام نے قلعہ کا دروازہ کھولا لیکن جیسے ہی اس کی آنکھ غرائز اور جواہرات پر پڑی اپنے آپ سے باہر ہو گیا اور اس نے علانیہ بغاوت اور سرکشی کر دی غلام نے اجرائے کے پوتے کو مکان کے باہر نکالا اور بھوج نزل سے ساز باز کر کے اپنے سے ملایا اور خیل و شمشیر قبضہ کرنے کی فکر میں ہوا جو راجہ کہ رام راج سے خوف زدہ تھے وہ وارث ملک سے ہٹ کر مل گئے اور ایک بہت

بڑا مجمع بیجاگڑ میں ہو گیا بھوج نزل راج نے اس غلام کو اس بیان سے کہ رام راج سے مل گیا ہے اور بھروسہ کے قابل نہیں رہا نہ تیغ کیا اور خود صاحب اقتدار ہو گیا۔ رام راج نے دیکھا کہ قصہ بہت بڑھ گیا ہے اس نے مسلح کارادہ کر لیا اور دستوں کے ایک گروہ سے بیچی میں پڑ کر اس شرط پر مسلح کرانی کہ دار الخلافہ بیجاگڑ اسے زادہ کے زیر حکم رہے اور جن شہروں پر اس وقت رام راج کی حکومت ہے وہ اس کے قبضہ میں دے دے جائیں رام راج مجبوراً خاموش ہو رہا اور جتنے راجہ تھے سب کے سب اپنے اپنے ملک کو واپس گئے اسے زادہ کے نامہ بیان اور دہانے ناموں کے دل میں خود مختاری کا دلولہ پیدا ہوا اور استبداد کا دم بھرنے لگا۔ بیدار گراموں نے بہن کی یادگار کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا اور خود مست شاپی پر بیٹھ گیا۔ بھوج نزل نے غرور و نخوت کو اپنا پیشہ بنایا اور شہر کے چھوٹے بڑے کے ساتھ بدسلوکی شروع کی ایمان ملک بھوج نزل سے برگشتہ ہو گئے اور لوگوں نے رام راج کے دامن میں پناہ دینی شروع کی اور اس سے شہر پر حملہ آور ہونے کی درخواست کی بھوج نزل کو ان واقعات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے چھ لاکھ ہون اور دوسرے تھے ایک قاصد کے ہاتھ ابراہیم عادل شاہ کے پاس بھیجے اور اس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ رام راج نے عہد کیا کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ہون بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دے گا۔ ابراہیم عادل ^{۱۵۵۹ھ} ہجری میں بیجاگڑ روانہ ہوا۔ رام راج کو ابراہیم عادل شاہ کی شکر نشی کا حال معلوم ہوا اور اس نے مکاری سے کام لیا بھوج نزل اسے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں اپنی سرکشی پر ندامت ظاہر کی اور آئندہ کے لئے اس کی اطاعت اور وفا شعاری کا اقرار کیا اور لکھا کہ اگر مسلمان اس زمین پر قدم رکھیں تو ان کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ہمارے مسکن اور عبادت خانے تباہ اور مسمار ہو جائیں گے اور شاہان بہمنیہ کے عہد کی طرح اس زمیں میں بھی ہماری قوم کے شریف و ذلیل سبھوں کے بچے مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں گے میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ ایک معتمد بھیکو ابراہیم عادل سے عاویس جانے کی درخواست کر داور میں اس کے بعد سے ہمیشہ تمہارا فرمانبردار اور مطیع رہوں گا۔ بھوج نزل راج چونکہ عقل سے بے بہرہ تھا رام راج کے دم کر کا شکار ہو گیا غرض ہندوؤں کی رسم کے موافق آپس میں عہد و پیمان ہوئے اور بھوج نزل نے چوالیس لاکھ ہون ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیج کر اس سے واپس جانے کی درخواست کی

ابراہیم عادل شاہ کا اصل مطلب جموج نزل کو فائدہ پہونچانا اور روپیہ کا حاصل کرنا تھا ہندوؤں کا یہ پیغام سنکر واپس ہوا ابھی دریائے کرشنا کو عبور ہی نہ کیا تھا کہ راج نے اپنے عہد و بیان کو توڑا اور زبلی اور ہوا کی طرح جلد سے جلد بیجا نگر پہونچا شھر کے اندرونی سپاہیوں اور ملازموں میں بعض کو لالچ دے کر اور بعضوں کو ڈرا کر جموج نزل سے منحرف کرادیا اور یہ طے کیا کہ بیجا نگر کے لوگ جموج نزل کو گرفتار کر کے راج کے سپرد کردیں تاکہ جموج نزل راے زادہ کے انتقام میں تلوار کے گھاٹ آمارا جائے جموج نزل نے دیکھا کہ تیرکمان سے نکل چکا ہے اور بھاگنے کا راستہ بند ہے حکم دیا کہ تمام گھوڑوں کے پاؤں قلم کر دے جائیں اور ہاتھیوں کو اندھا کر دیا جائے اور جس قدر یا قوت و الماس زبرد اور ہوتی پشتہا پشت کے جمع کئے ہوئے ہیں چکی میں ڈال آئے کی طرح پیس ڈالے جائیں۔ راجہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جس وقت دربانوں نے شھر کا دروازہ کھولا جموج نزل نے غنچہ اپنے سینہ میں سمونک کر جان دے دی اس واقعہ کے بعد جموج بلا کسی مزا مت بیجا نگر کے تخت حکومت پر بیٹھکر مستقل صاحب اقتدار ہوا۔ ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے بگاہی ہوئی بادشاہ نے اسد خاں لاری کو اپنی تمام فوج کے ساتھ قلعہ ادونی کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اس اثنا میں وینکنا درہی راج کے بجائی نے بیٹھار سوار اور پیادے ساتھ لیکر اسد خاں کی مدافعت کے لئے قدم آگے بڑھایا۔ اسد خاں لاری نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور دشمن سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا ایک شدید لڑائی کے بعد اسد خاں نے راہ فرار اختیار کی اور ہندوؤں نے سات کوں تک اس کا پیچھا کیا اسی اثنا میں رات کی سپاہی پھیلی اور وینکنا درہی نے شکست خوردہ لشکر سے ایک کوں کے فاصلہ پر قیام کیا اور فتح کے نشہ میں سرشار اپنے بستر پر سو رہا۔ اسد خاں لاری نے چار ہزار سلاح پوش مرد میدان سواروں کو ساتھ لیکر وینکنا درہی کے لشکر پر بھون مارا ہندوؤں نے جہاں تک ان سے ہو سکا مسلمانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آخر کار مسلمانوں کی شمشیر زنی سے عاجز آئے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ بیجا نگر کے تمام ہاتھی اور وینکنا درہی کے زن و فرزند اسد خاں کے قبضہ میں آئے۔ اسد خاں نے میدان فتح کو لشکر گاہ بنایا اور وینکنا درہی نے مسلمانوں کے قیام گاہ سے چھ کوں کے فاصلہ پر اپنے عیسے ڈالے وینکنا درہی نے سارا مال ایک خط میں لکھ کر راج کو حقیقت واقعہ سے

اطلاع دی اور اس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ راجہ نے یکنادری کو جواب دیا کہ مجھے ابھی اطراف و جوانب کے راجاؤں سے اطمینان نہیں ہوا تھا۔ چاہئے کہ جس طرح ممکن ہو اسد خاں لاری سے صلح کر کے اپنے زن و فرزند کو قید سے نجات دلواؤ۔ یکنادری نے ایک تاحد اسد خاں کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ اسد خاں لاری نے ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم کے موافق یکنادری سے صلح کر کے بڑے تڑک و احتشام کے ساتھ بھجا پور واپس ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے یکنادری کے گھوڑے اور باقی اسد خاں لاری کو عنایت کر کے اس کی قدر و کمزرت کو دوبالا کیا یوسف شخہ دیوان جو میر جلال اور وکیل سلطنت تھا اسد خاں لاری کی عزت اور وقعت سے دل میں حسد جلا اور رشک کی آگ سے جھپٹن ہو کر اس نے خلوت میں بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے ابراہیم عادل شاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری برہان نظام شاہ کا ہم مذہب ہے اس لئے اس کی محبت اور وفاداری کا دم بھرتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ ننگوان کا قلعہ نظام شاہ کے سپرد کر کے اس کی امانت کا جو اپنی گردن میں ڈالے۔ ابراہیم عادل نے بلا تحقیق حال سمجھئے ہوئے یوسف کی باتوں پر یقین کر لیا اور اسد خاں لاری کو بے دست و پا کرنے کا اس سے مشورہ کرنے لگا۔ یوسف شخہ نے کہا کہ شاہزادہ علی کے رسم فقہ میں شرکت کرنے کے بہانہ سے اسد خاں کو ننگوان سے بلانا چاہئے اور جب وہ یہاں پہنچ جائے تو اسے پایہ زنجیر کے قید کر لینا چاہئے اور اس طرح اس کے دغدغہ سے نجات حاصل کرنی چاہئے۔ یہ مشورہ فاش ہو گیا اور اسد خاں لاری نے اپنی حفاظت میں اور زیادہ کوشش کی۔ بادشاہ کا فرمان ملے اسد خاں کے نام پہنچا اور اسد خاں نے بیماری کا غدر کیا اور نہ آیا۔ ابراہیم عادل نے یوسف شخہ کے مشورہ کے موافق اسد خاں لاری کے دوستوں اور ہم نشینوں کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ یہ لوگ پوشیدہ طور پر اسد خاں لاری کو زہر کا پیالہ پلا دیں۔ اس کوشش کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہوا آخر میں یہ قرار پایا کہ یوسف ترک کو ننگوان کے اطراف میں جاگیر دی جائے اور اسے میر جلال کے عہدہ سے معزول کر کے جاگیر پر جانے کی اجازت دی جائے تاکہ یوسف شخہ موقع اور محل پا کر اسد خاں لاری کو زندہ گرفتار کرے۔ اسد خاں لاری بیخندہ کار اور عقل مند امیر تھا اپنی طرف سے حسد ہو بہو شیار رہتا تھا اتفاق سے ایک دن اسد خاں اپنے باغ کی سیر کرنے کے لئے سوار ہوا۔ یہ بلخ ننگوان سے چھ کوس کے فاصلہ پر واقع تھا اسد خاں کے ساتھ صرف چند

لوگ تھے یہ سب جلدی سے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسدخاں نے اپنے ایک حبشی غلام کو اس خدمت پر مقرر کیا تھا کہ چار سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر مالک کے پاس آئے۔ یوسف شمنہ کے جاسوسوں نے اسے خبر پہنچائی کہ اسدخاں تنہا سوار ہو کر باغ گیا ہے یوسف شمنہ نے دو ہزار سواروں کو ساتھ لیکر اسدخاں کو گرفتار کرنے کے لئے اس پر دھاوا کیا۔ باغ کے حوالی میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور لڑائی ہونے لگی۔ اسدخاں نے دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی اور طرفین سے تلواریں چلنے لگیں۔ یوسف شمنہ نے اسدخاں کے حملوں کا ہڑا دیا اور ثابت قدم رہا جس کی وجہ سے بہت غور نیز لڑائی واقع ہوئی اور بہت سی جاںیں ضایع ہوئیں آخر میں اسدخاں لاری کو فتح ہوئی اور یوسف شمنہ پریشان ہو کر دشمن کے سامنے سے بھاگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا ہے تو اسدخاں لاری پر اپنی مہربانی اس طرح ظاہر کی کہ یوسف شمنہ کو پاپہ زنجیر کر کے اسے اسدخاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ اس کی بے ادبی سے میں بہت آزرہ ہوں چاہیے کہ تم اس کو مناسب سزا دو۔ اسدخاں حقیقت حال سے پوری طرح واقف تھا اس نے جواب میں بادشاہ کو لکھا کہ تصور میرا ہے نہ کہ اس کا امید کہ یوسف کی خطا معاف کی جائے گی اسدخاں نے یوسف ترک کو اسپ و خلعت دے کر اسے رخصت کیا۔ یہ عجیب قصہ برہان نظام شاہ کے کانوں تک پہنچا اس نے حکمت علی سے اپنی مجلس میں مکر یہ کہا کہ اسدخاں لاری نے مجھ سے عہد کیا تھا اور ہم سے کہا تھا کہ عادل شاہی ملک کو فتح کر کے اس کی ولایت ہمارے سپرد کر دے گا۔ اگر اس وقت ہم فوج کشی کریں تو یہ معاملہ آسانی سے طے ہو جائیگا اسی زمانہ میں سلطانہ بھری میں برہان نظام شاہ نے امیر قاسم برید ترک سے سازش کر کے احمد نگر کی راہ لی۔ پرندہ کے نواح میں امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی بھی اس سے جا ملے اور یہ سارا گردہ آگے بڑھا ان لوگوں نے زمین خاں کے ساڑھے پانچ چرگے جو پہلے شولا پور میں تھے عادل شاہی مالوں کے ہاتھ سے لیکر خواجہ جہاں دکنی کے کھانستوں کے سپرد کر کے برہان نظام شاہ ننگوان کے نواح میں پہنچا اسدخاں لاری کو ان واقعات سے بالکل آگاہی نہ تھی مکینہ خصلت لوگوں کے انتشار سے ڈرا اور چھ ہزار سواروں کے ساتھ مجبوراً برہان نظام سے جا ملا۔ برہان نظام شاہ کو اور زیادہ تقویت حاصل ہوئی اور اس نے عادل شاہی ولایت کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل دشمنوں سے

برسر پیکار نہ ہو سکتا تھا اور اس نے منہ آباد گلبرگ کی راہ لی۔ اسد خاں لاری نے گردش روزگار سے حیران ہو کر علی محمد بدخشی کو ملائ الدین عماد شاہ کے پاس برار روانہ کیا اور اسے تمام مال سے مطلع کر کے عماد شاہ کو پیغام دیا کہ اگر جناب ابراہیم عادل کی مدد کرنے کے لئے اپنے ملک سے اوجھڑا نہ ہوں تو میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب کو اس بات کی تکلیف دوں گا کہ میرے ملک سے مجھ بوڑھے نکلنے کے تصور کو معاف کرائیں اس خط کے ساتھ ہی ابراہیم عادل خود بھی پہونچ گیا ملائ الدین عماد شاہ نے فوراً کوچ کیا۔ برہان نظام شاہ نے جوارک چھا پور کے قلعہ کے محاصرہ میں مشغول تھا ارک کے تمام گھروں میں اس نے آگ لگائی اور امیر قاسم برید کے ساتھ گلبرگ کی طرف روانہ ہوا۔ اسد خاں لاری نے راستہ ہی میں برہان نظام شاہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنی فوج کے ساتھ ملائ الدین عماد شاہ سے جا ملا اور اس نے کہا کہ یوسف شہنشاہ نے اپنی ذاتی مقاصد کے لئے بادشاہ کے کان بھرے تھے اور عدالت پناہ کو یقین دلایا تھا کہ اس ننگو ارٹے ننگاہ کے سیاہ داغ سے اپنے دامن کو آلودہ کیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ برہان نظام شاہ کا ملحقہ مجبوش ہو جائے۔ اس ہمت سے بادشاہ کا مزاج مجھ سے مخوف ہو گیا تھا اور میں دقت اور موقع کا منتظر تھا کہ عدالت پناہ سے حقیقت حال بیان کر کے بادشاہ کے دل سے غبار کو دور کر دوں کہ دفعۃً امیر برید اور نظام شاہ ننگوان کے نواح میں پہونچ گئے اور تمام لوگوں کو یقین آ گیا کہ یوسف شہنشاہ کا بیان صحیح ہے اور یہ لوگ میرے ہی اشارہ سے حملہ آور ہوئے ہیں۔ ان واقعات سے میں سخت حیران ہوا اور اپنی جاگیر کی حفاظت کے لئے میں نے زمانہ سازی کی اور متوڑ سے دنوں دشمنوں سے ملارہا اب موقع جا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور جو بیان واقعی تھا اس کو گزارش کیا ہے مجھے امید ہے کہ ملک کی تدبیر کی کر کے میں بری ہو جاؤں گا اگر میرا سہرہ نہ قبول ہو تو میری نیک نیتی سے اور نہ جس طرح منظور ہو مجھے سزا دی جائے تاکہ میرے اس حال سے دوسروں کو عبرت ہو مختصر یہ کہ ملائ الدین عماد شاہ نے بلا کسی قسم کی تحریک اور پیغام سلام کئے ہوئے اسد خاں لاری کو اپنے ساتھ لیا اور ابراہیم عادل کے پاس آیا اور جو حقیقت حال اسد خاں لاری سے سنی تھی اسی طرح عادل شاہ سے بیان کیا کہ ابراہیم عادل نے اسد خاں کو بے تصور جھکے اس کو تمام خطاؤں سے بری کر دیا اور اسد خاں کے دشمنوں کا کردار فریب بادشاہ پر پوری طرح کھل گیا ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو سینہ سے لگایا اور اس کے مرتبہ اور عزت میں اور زیادہ

اضافہ کیا۔ ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری اور برہان نظام شاہ کی رائے سے برہان نظام اور امیر قاسم برید سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔ برہان نظام شاہ اور امیر برید عادل شاہی قوم کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور پرگنہ بیڑ روانہ ہو گئے۔ ابراہیم عادل اور عماد شاہ بھی وہاں اپنا ٹھہرنا مناسب نہ سمجھے اور بالاگھاٹ دولت آباد چلے گئے۔ ابراہیم عادل اور عماد شاہ نے جی کھول کر اس نواح کو لوٹا۔ اسی درمیان میں امیر برید مرض الموت میں گرفتار ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ بالاگھاٹ دولت آباد میں دفن کیا گیا۔ شاہ طاہر فریقین کے درمیان میں واسطہ بنے اور انھوں نے اس شرط پر صلح کی تجویز کی کہ نظام شاہ شولا پور کے ساڑھے پانچ پرگنے ابراہیم عادل کو واپس کر دے اور آئندہ سے پھر کسی قسم کے فتنہ و فساد کا ارادہ نہ کرے غرض اسی شرط پر صلح ہو گئی اور ہر فرماوند اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔ دوسرے سال یعنی ۱۰۱۵ ہجری میں ابراہیم عادل شاہ نے راجہ سلطان دختر علاء الدین عماد شاہ سے نکاح کیا۔ برہان نظام شاہ جو غیرت مند فرماوند تھا رتن خانی ساڑھے پانچ پرگنوں کے واپس ہو جانے پر سچید پریشان تھا اس نے کھانا سونا اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اس درمیان میں ابراہیم عادل اور عماد شاہ کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہو گئی اور نظام شاہ نے موقع پا کر راجہ اور حبشی قلی قطب شاہ کو حیل اور بہانہ سے اپنا موافق بنایا اور علی برید اور خواجہ جہاں کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کی طرف بڑھا۔ برہان نظام شاہ نے ساڑھے پانچ پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور شولا پور کے قلعہ کا محاصرہ کر کے بہت سے سرحدی شہروں کو غارت اور تاراج کیا اور ابراہیم عادل کے لشکر کو جو اس کی مدافعت کے لئے آیا ہوا تھا چند مرتبہ شکست دی حبشی قلی قطب شاہ نے بھی نظام شاہ کی تحریک سے بیجا پور پر لشکر کشی کی اور کاکنی کے رینگنے میں ایک سید مضبوط حصار کی بنیاد انکو اس کے تمام کرنے میں کوشاں ہوا تاکہ جس طرح ممکن ہو گلبرگہ پر بھی اپنا قبضہ کر لے اور لشکر کے قلعہ کا محاصرہ کر کے راجہ نے بھی اسی طرح برہان نظام شاہ کے اشارہ سے اپنے جانی دیننا درہی کو ایک جہاد لشکر کے ساتھ راجپور کے قلعہ کو فتح کرنے پر مقرر کیا۔ ابراہیم عادل اپنی عمرانی کی کشتی کو چاروں طرف سے بلا میں گرفتار دیکھ کر سید حیران ہوا اور بنگوان سے اسد خاں کو مشورہ کے لئے اس نے بلایا۔ اسد خاں نے بڑی فکر اور غور کے بعد کہا کہ ہمارا اصلی دشمن تو برہان نظام شاہ ہے اور دوسرے تو اس کے طفیل میں ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں سب سے پہلے برہان نظام شاہ کا علاج کرنا چاہئے ورنہ اس کے بعد دوسروں کی خبر لینی چاہئے برہان نظام شاہ کا علاج اسی بات پر منحصر ہے کہ ساڑھے پانچ پرگنے جو نزاع کا باعث

ہیں اس کو ویدئے جائیں اور اس کے بعد ہیچ اخلاق اور تواضع کے ساتھ ایک خط راہِ مرج کو جو
اندلوں باقتدار فرما رہا ہے اور اس نواح کے دوسرے راجاؤں کے نام نفیس اور بیش قیمت
تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ چرب زبان اہلیوں کے ہمراہ روانہ کرنے چاہئیں اس لئے کہ
کرناٹک کے غیر مسلم قبوڑے سے حسن سلوک سے خوش ہو کر ہماری دوستی کا دم بھرنے لگیں گے
خصوصاً راجہ جس کا ملک ابھی دشمنوں کے خدشہ سے پاک ہی نہیں ہوا ہے اور جس کے
دشمن اطراف و جوانب کے حکمران موجود ہیں اس ترکیب سے جلد ہم سے صلح کرے گا۔ جن وقت
ان لوگوں کا خطرہ جاتا رہے گا تو جیشد قلی قطب شاہ کو پسا کر دینا میسر آکا ہے۔
ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی تدبیر کو بہت پسند کیا اور اسی کے مطابق عمل کیا
ابراہیم عادل کی یہ تدبیر اسد خاں کی رائے کے موافق راست آئی اور اس کے بعد بادشاہ نے
اسد خاں لاری کو ایک جوار لشکر کے ساتھ جیشد قلی قطب شاہ کی سرکوبی کے لئے اس طرف
روانہ کیا۔ اسد خاں لاری نے پہلے جیشد قلی کے تعمیر کردہ قلعہ کا کئی کامحاصرہ کر لیا۔ اسد خاں نے مین
جائزے میں قلعہ کو زبردستی فتح کر لیا اور اس کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔ اسد خاں نے اب
انکرکارخ کیا جیشد قلی نے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا اور تنگنا نہ روانہ ہو گیا اسد خاں لاری
نے تاقب کیا اور قطب شاہی فوج کو جو اس سے برسرِ پیکار ہوئی دو دفعہ شکست فاش دی جیشد
قلی شاہ نے پریشان ہو کر قلعہ کو لگنڈہ کے نواح میں خود صف آرائی کی ایک شدید اور
خونریز لڑائی کے بعد لشکر فوج کو شکست ہوئی اس معرکہ میں اتفاق سے جیشد قلی اور اسد خاں لاری
کا مقابلہ ہو گیا۔ اور بغیر اس کے کہ دونوں حریف ایک دوسرے کو پہچانیں طرفین نے دشمن پر
شمیر و خنجر سے حملہ کیا اسد خاں لاری کامیاب ہوا اور جیشد قلی کے چہرے پر ایک کاری زخم
لگا جیشد قلی کو تمام عمر اس زخم سے تکلیف رہی اور کھانے اور پینے میں ہمیشہ اس زخم میں درد ہوتا
رہا۔ اسد خاں لاری کامیاب اور باہر اوجھا پور واپس آیا اور بیجا پور کے تمام مہات حسبِ خواہ
ملے ہو گئے ابراہیم عادل شاہ کو دشمنوں کی فکر کشی سے اطمینان ہوا بادشاہ نے امیروں کو بھیجی
جاگیر پر روانہ کیا اس وقت بھری میں برہان نظام شاہ نے راجہ کے اشارہ سے حنا باد گبرگہ
پر دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل نے بھی لشکر جمع کر کے دشمن کی طرف رخ
کیا خنجر بیورہ کے کنارے پہونچا۔ برہان نظام شاہ کی فوج ساحل دریا پر تباہ تھی عادل
شاہی لشکر دونوں مہینے دریا کو پار نہ کر سکا ابراہیم عادل شاہ تنگ آ گیا اور آخر برسات

میں کسی نہ کسی طرح دریا کے پار اترا فریقین فوج آراستہ کرنے میں مشغول ہوئے اور بڑی فوجیں
اور سخت لڑائی واقع ہوئی۔ اس لڑائی میں پہلے معرکوں کے خلاف ابراہیم عادل کو فتح ہوئی اور
برہان نظام شاہ کے باقی اور گھوڑے دشمن کے ہاتھ آئے۔ اس غلبہ فتح سے ابراہیم عادل
نے غرور و تکبر کو اپنا شعار بنالیا اور ایک رات شراب کے نشہ میں سرشار برہان نظام شاہ کے
یہیچوں کے سامنے ان کے مالک کو برے الفاظ سے بلوکر کے اور سخت اور مست کہہ رہا تھا اس
کے علاوہ بادشاہ نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر امیروں اور ارکان
دولت کو قید اور قتل کیا کرتا تھا ۹۵۲ھ ہجری میں برہان نظام شاہ نے ملی برید کے ملک پر
لشکر کشی کی اور اس وقت قندھار اور اودگیر کے قلعوں کو سر کرنے میں مشغول ہوا۔ علی برید نے کلیان
کا قلعہ ابراہیم عادل کے سپرد کر کے اس سے مدد مانگی۔ ابراہیم مجدد غرور کے ساتھ ملی برید
کی مدد کو روانہ ہوا چھ مہینے میں دومرتبہ معرکہ آرائی ہوئی لیکن ہر مرتبہ ابراہیم عادل کو شکست
ہوئی اور اس کا تمام سامان حکومت دشمن کے ہاتھ لگا۔ ابراہیم عادل نے اپنی شکست کو اپنے
حاشیہ نشینوں اور امیروں کے نفاق پر محمول کیا اور دو ہی چیزیں میں تقریباً چالیس برسوں
اور ستر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ خلق خدا بادشاہ کے ظالمانہ حرکات سے اس سے مخوف اور
خوف زدہ ہو گئی بلکہ بعضوں نے ارادہ کیا کہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو اس کی
جگہ تخت حکومت پر بٹھائیں۔ یہ سازش قبل اس کے کہ علی جامہ پہنے بادشاہ پر کھل گئی۔
ابراہیم عادل نے سیاست کا بازار گرم کیا اور کثیر جانیں بادشاہ کے غیظ و غضب کے
نذر ہو گئیں۔ شاہزادہ عبداللہ نے بڑی مشکل سے جان بچائی اور بیجاپور سے بھاگ کر بندر
کوہ میں اس نے میسائیوں کے دامن میں پناہ لی نصرانیوں نے عبداللہ کو بڑی عزت
اور وقت کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ اسی زمانہ میں ابراہیم عادل بلا کسی قصور کے اسدغاں
لاری سے بدگمان ہوا اور اپنی پٹے در پٹے کی شکستوں کو اسدغاں کے نفاق کا نتیجہ سمجھا۔
بادشاہ نے اسدغاں کو بدوائے اتفاقات اور میوہ بھیجنا بند کر دیا۔ اسدغاں لاری ننگوان
میں تھا اس نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنے ظلم کو مالک پر ظاہر کرے۔ اسدغاں
نے نو تازی گھوڑے اور نو ہاتھی مع دوسرے بیش قیمت تحفوں اور دیووں کے ایک خط
کے ساتھ ابراہیم عادل کی خدمت میں روانہ کئے یہ خط اسدغاں لاری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا
جس کا مضمون یہ تھا اہل غرض نے جو کچھ میرے قصور بادشاہ سے بیان کئے ہیں ان سے

سد ما حصہ زیادہ میری خطائیں ہیں لیکن اس تہمت سے بالکل بے خبر اور مطلع بے گناہ ہوں
 نہ یہ بات کبھی میری زبان سے نکلی اور نہ کبھی اس نے میرے دل و دماغ میں جگہ پائی۔ یہاں
 اس قدر دیر تک ٹھہرنے اور مالک کی خدمت میں حاضر نہ ہونے کا سبب بھی محض دشمنوں
 کی مضریت سے اپنے کو محفوظ رکھنا تھا میری اس انجام اندیشی کو دشمنوں نے کچھ اور ہی سمجھا
 اور ٹھکراہی کے بدنامہ وجہ سے اس بوڑھے ٹکڑے کو اس کے دامن کو آلودہ کیا اگر شاہی مرحمت
 میرے شامل ہو وہ مجھے محکم دیا جائے تو دشمنوں کو شرمندہ اور سرنگوں کرنے کے لئے
 شاہی بارگاہ کی آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوں۔ ابراہیم عادل شاہ نے چاہا کہ نئے سب
 سے اسد خاں پر عنایت اور مہربانی کرے اور اس کے متعلقین کو عمدہ طریقہ پر ننگوں بھجوادے
 کہ دفعہ شاہزادہ عبداللہ کا فتنہ نمودار ہوا اور بادشاہ کا یہ اذادہ معرض التوا میں پڑ گیا
 شاہزادہ کا قصہ حسب ذیل ہے۔

شاہزادہ عبداللہ بجائی کے قہر و غضب سے ڈرا اور بھاگ کر اس نے بندر کو وہ
 میں پناہ لی نصرانیوں نے شاہزادہ کی عیادت کو بھگت لی اور اپنے پاس رکھا۔ ایک مدت
 کے بعد بیجا پور کے بعض لوگوں کی ترغیب سے شاہزادہ نے برہان نظام شاہ اور جیشد قلی قلب شاہ
 سے خصوصیت پیدا کی اور بجائی کے مقابلہ میں ان لوگوں سے مدد کا طلبکار ہوا۔ یہ فرماں روا
 خود ہی ابراہیم عادل کے اطوار اور اسد خاں کی رہنمائی سے پوری طرح آگاہ تھے برہان نظام شاہ
 اور جیشد قلی قلب شاہ نے ابراہیم عادل کو معزول کرنے اور شاہزادہ عبداللہ کو تخت نشین کرنے
 کرنے کا بالاتفاق ارادہ کر لیا اور اپنے اپنے ملک سے روانہ ہو کر بیجا پور کی طرف چلے ان
 بادشاہوں نے نصرانیوں کے پاس قاصد بھیج کر ان کو پیغام دیا کہ شاہزادہ عبداللہ کو جلد ان کے
 پاس روانہ کر دیں تاکہ یہ لوگ اسے بیجا پور کے تخت پر بٹھائیں نصرانیوں نے ان کا کہنا مان
 لیا اور شاہزادہ عبداللہ کے سر پر حیرت انگیز سیاحانہ ننگن ہو گیا۔ برہان نظام شاہ اور جیشد قلی نے ایک
 شخص کو اسد خاں لاری کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ ابراہیم عادل کی ناگوار حرکتیں اب
 حد سے گزر چکی ہیں اور تم خود ہی اس وجہ سے اس سے رنجیدہ ہو ہمارا ارادہ ہے کہ ہم لوگ
 ابراہیم عادل کی جگہ پر شاہزادہ عبداللہ کو بیجا پور کے تخت حکومت پر بٹھائیں اور تم شاہزادہ عبداللہ
 کے انا بیق ہو تمہیں چاہئے کہ ننگوان سے روانہ ہو کر جلد سے جلد ہمارے پاس پہنچ جاؤ۔
 اسد خاں لاری برہان نظام شاہ کے اچھی سے سختی کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ اگر تادم کو مارنا

برائے ہوتا تو میں تجھے بیع کر داتا۔ برہان نظام شاہ اسد خاں کے ہوا رہنے سے ماپوس ہو گیا اس دوران میں اسد خاں لاری کی بیماری کی غیر مشہور ہوئی اور برہان نظام شاہ نے تیجا نام ایک برہمن کو ایک کثیر رقم کے ساتھ پوشیدہ طور پر ننگوٹان بھیجا تاکہ تیجا اہل حصار سے سازش کر کے اسد خاں کے مرتے ہی اہل قلعہ حصار کو برہان نظام شاہ کے سپرد کر دیں۔ اسد خاں لاری بیماری کی حالت ہی میں اہل قلعہ کے ارادہ سے آگاہ ہو گیا اور اس برہمن کو جو ایک رعایا کے گھر میں پوشیدہ تھا پکڑ کر ستر آدمیوں کے ساتھ جنھوں نے رشوت لیکر غداری کا وعدہ کیا تھا تہ تیغ کرایا۔ اسد خاں کی یہ کارروائی تمام لوگوں اور افسران فوج پر ظاہر ہو گئی اور سبوں کو معلوم ہو گیا کہ اسد خاں لاری ابراہیم عادل کا طرفدار ہے ان لوگوں نے شاہزادہ عبداللہ کی خدمت کرنے کا ارادہ ترک کیا اور شاہزادہ کی سمیت جو بندر کو وہ میں جمع تھی بالکل منتشر ہو کر اکثر حصہ اس کا عبداللہ سے جدا ہو گیا۔ اسد خاں لاری کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی یہ بیماری مرض الموت ہے اور اب طبیعت میں یہ قوت نہیں ہے کہ مرض کو دفع کر سکے تو اس نے ایک خط اپنے ہاتھ سے ابراہیم عادل کے نام لکھا اور اسے اپنے پاس بلایا۔ ابراہیم عادل نے بہتری اسی میں دیکھی کہ اسد خاں کی رائے کے موافق عمل کرے اور ستر ہجری میں جلد سے جلد روانہ ہوا۔ بادشاہ راستہ ہی میں تھا کہ اسد خاں نے دنیا سے کوچ کیا ابراہیم اسی رات ننگوٹان پہنچا اور اسد خاں کے وارثوں پر مہربانی اور نوازش کر کے لاری کے تمام ملل اور اسباب پر خود قابض ہو گیا۔ نصرانیوں نے جب دیکھا کہ شاہزادہ عبداللہ کی جمیعت پریشان ہو گئی تو اسے بندر کو وہ کو واپس لے گئے نظام شاہ اور قلعہ شاہی اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے اسد خاں لاری عقل و فہم کی زیادتی اور تجربہ کاری میں یکدم مشہور تھا اور افسران ملک کو اپنے قابو میں رکھنے اور مہات سلطنت کو اچھی طرح انجام دینے میں اپنا شل نہیں رکھتا تھا بیجا نگر اور دوسرے ممالک کے فرمانرواؤں نے اس سے دوستی اور نرمی کا طریقہ ملحوظ رکھا اور ہمیشہ اسے ہدے اور خطوط روانہ کرتے رہے جاہ و شہم کے سامان اور روپیہ اور جواہرات اور نقدی دولت جس قدر اسد خاں کی سرکار میں جمع تھی اس کو عدد و شمار کے ذریعہ سے حساب میں لانا مشکل ہے سو من چاول پچاس بکرے اور ایک سو مرغ روزانہ اس کے باوجود چچان میں کام میں آتے تھے اسد خاں لاری کی ایجاد قبا اور زریں خنجر اہلک و کین میں مشہور رہے۔ اسد خاں پہلا شخص ہے جس نے ہاتھی کی پیٹھ پر زین کسا اور نظام اس کے منہ میں دیکر

امتی کو اپنا مطیع بنایا۔ لیکن چونکہ یہ سرکش جوان سرکش ہی ہے اور وہ ہے کے دہانہ سے بخوبی
 قابو میں نہیں آتا اس لئے یہ ایجاد مشہور نہ ہوئی اور متوڑے ہی دونوں کے بدسوخ ہو گئی
 موغین سمجھتے ہیں کہ ابراہیم عادل نے اپنی بیٹی مسماۃ مانی بی بی کو علی برید کے نکاح میں دیکر
 بارہ کو اپنا ہمنوا بنایا تھا۔ برہان نظام شاہ نے چرب زبان ایلچیوں کو پیش قیمت تحفے اور ہدائے
 کے ساتھ راجہ امرراج کے پاس بھیج کر اسے اپنا دوست بنایا۔ راجہ نے بھی اس کے جواب میں
 تحفے اور ہدائے نظام شاہ کے پاس بھیج کر اتحاد و دوستی کا اظہار کیا۔ ابراہیم عادل نے یہ خبر
 سنا کہ برہان نظام شاہ کے ایلچیوں سے جو بیجا پور میں تھے شکایت کی۔ یہ لوگ خوف زدہ ہو کر
 بیجا نگر ہجاگ گئے اور انہوں نے راجہ سے کہا کہ چونکہ ابراہیم عادل نظام شاہ اور بیجا نگر
 کے غیر مسلموں کے اتحاد کی وجہ سے ہمارے قتل کا ارادہ رکھتا تھا ہم نے بڑی کوشش اور بہت
 سے اپنے کو اس شہر میں پہنچایا ہے۔ راجہ غیرت مند فرماؤ اتنا اس خبر کو سنا کہ غصہ میں
 آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام دیا کہ علی برید نے اپنے باپ کی عادت کے خلاف تمہاری
 موافقت پر ابراہیم عادل کی دوستی کو ترجیح دی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کی تنبیہ کرنے
 پر پوری طرح تیار ہو جاؤ اور کلیان کا قلعہ اپنے قبضہ میں لے آؤ۔ برہان نظام شاہ اسی تاک
 میں بیٹھا ہوا تھا راجہ کی رائے کے موافق کلیان کا قلعہ سر کرنے کے لئے اس نے فوج جمع
 کی اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ کلیان پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل اہلی قلو
 کو معیبت سے جھڑانے کے لئے بیجا پور سے روانہ ہوا اور برہان نظام شاہ کے لشکر سے دو کوس
 کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ برہان نظام شاہ نے محاصرہ ترک کر کے لڑائی کی ابتدائے کی ابراہیم عادل
 نے اپنے لشکر گاہ کے گرد ایک دیوار کھینچی اور ترکی امیروں کو جو تاخت و تاراج کرنے میں تمام دنیا
 میں مشہور ہیں برہان نظام شاہ کے لشکر پر مقرر کیا۔ نظام شاہی لشکر میں قحط اور دباغود ہلوئی
 اور لوگ جیمہ پریشان ہوئے اکثر لوگوں کی یہ رائے ہوئی چونکہ گھوڑے بہت کمزور اور خراب
 ہو گئے ہیں اور ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت باقی نہیں ہے اس لئے بہتر ہے کہ احمد نگر واپس
 ہو جانا چاہئے لیکن جیسا کہ نظام شاہی واقعات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے عید الفطر کی
 صبح کو عادل شاہی لازم برے جانوں کے ساتھ دشمن سے بالکل غافل عید کے سامان میں
 مشغول تھے کہ دفعۃً سیف مین الملک وغیرہ امیروں نے خیمہ اور خگاہ پر دھاوا کیا اور
 قتل و غارتگری میں مشغول ہو گئے عادل شاہی سپاہی گھبرا گئے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی

ابراہیم عادل دیکھنے کے غل میں مشغول تھا بادشاہ کپڑے بھی اچھی طرح نہ پہن سکا اور سر پر وہ کے باہر چلا گیا برہان نظام شاہ نے اسی دن فوج آراستہ کر کے قلعہ کیان کا رخ کیا اور قلعہ کھائی کہ اگر اہل قلعہ اسی وقت حصار اسے سپرد نہ کر دیں گے تو نظام شاہ قلعہ کے چھوٹے بڑے سب کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اہل قلعہ ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے بیدل ہو رہے تھے انہوں نے امان حاصل کر کے حصار برہان نظام شاہ کے سپرد کر دیا اس طرح گویا برہان نظام کو ایک دن میں تین عیدیں نصیب ہوئیں۔ ابراہیم عادل جو بدلتی اور تو پناہ دشمن کو سپرد کر کے لڑا لگا تھا نظام شاہی ملک میں داخل ہوا اور چار لاکھ ہون رعایا سے تحفیل کر کے اس نے ملک کو دیران اور تباہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ابراہیم عادل بے خبری کے عالم میں پرندہ کے قلعہ پر پہونچا بادشاہ نے قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور بید حشرک اندر داخل ہو گیا اور قلعہ کو خواجہ جہاں دکنی کے لوگوں سے چھین کر اس نے اپنے قبضہ میں کیا۔ بادشاہ نے اس مضبوط قلعہ کو دکن کے ایک باشندے کو جو بہادری میں مشہور و معروف تھا سپرد کیا اور خونیں چالور واپس آیا۔ برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی نے یہ خبر کیان کے نواح میں سنی اور قلعہ کو واپس لینے کے لئے آگے بڑھے۔ جب یہ لوگ قلعہ سے میں کو اس کے فاصلہ پر پہونچے تو وہ دکنی بہادر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگا اور چالور تک کہیں اس نے دم نہ لیا۔ شاہ جمال الدین الجونے جو برہان نظام کا ہم عصر ہے اس دکنی کے فرار ہونے کا قصہ اس طرح مرقوم کیا ہے کہ برہان نظام شاہ کے روانہ ہونے کی خبر اس دکنی نے سنی اور سید خوف اور خطرہ اس کے دل پر چھا گیا اور بھاگنے کی فکر میں کرنے لگا۔ اس نے اپنے ارادے سے کسی کو آگاہ نہیں کیا ایک دن اپنے محل میں سو رہا تھا کہ صبح کی بھینجناٹ کو برہان نظام کے فوجی باجوں کی آواز بھجا اور بے تحاشا بھاگا اور حیرانی کے عالم میں دروازہ کو کھول کر بے پروا بھاگا۔ قلعہ کے رہنے والے بھی اس کو ایسا پریشان دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگنے لگے اور قلعہ کو خالی چھوڑ دیا۔ ابراہیم عادل نے اس دکنی بہادر کی گردن ماری اور قلعہ کو واپس لینے کی فکر میں کرنے لگا۔ برہان نظام شاہ اس ارادہ سے آگاہ ہوا اور اس نے اپنے ایک مقرب درباری کو درامراج کے پاس بھیجا اور ابراہیم عادل کے ارادہ سے اطلاع پا کر بڑی گشتگو کے بعد یہ طے کیا کہ حوالی راجپور میں ملاقات کر کے جو کارروائی مناسب وقت ہو اس پر عمل کیا جائے۔ شاہ فرجی میں ہماراج ایک جہاز شکر کے ساتھ راجپور روانہ ہوا برہان نظام بھی اپنے شتم و شکر کے ساتھ ابراہیم عادل کے ملک سے گزر کر بجالگر کے راجہ سے ملا اور یہ قرار پایا کہ لیاچر اور دکن

قبضہ کر کے شولاپور پر خود متصرف ہو جائے۔ دونوں فرزانہ داؤں نے پہلے راجپور کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک مدت کے بعد اس کو امن سے فتح کر لیا۔ حصار مدگل کے رہنے والوں نے یہ خبر سنی اور قلعہ کی کنبی بھی راجراج کے پاس بھیج دی۔ راجراج نے قلعہ اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کیا اور اپنے بھائی کو ایک بہت بڑی فوج کے ہمراہ برہان نظام شاہ کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ شولاپور کے قلعہ کو فتح کر کے برہان نظام کے سپرد کرے راجراج اپنے لک کو واپس آیا اور برہان نظام شاہ بجائے فوج کی مدد سے منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا قلعہ تک پہنچا اور حصار کا اس نے محاصرہ کر لیا برہان نظام شاہ نے سنگین توپوں کی ضرب سے قلعہ کے برج دوبارہ کو سار کر کے اسے سر کیا اور پھر نئے سرے سے حصار کی تعمیر کر کے قلعہ اس نے اپنے ایک مستعد امیر کے سپرد کیا اور خود احمد نگر روانہ ہوا برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد ارکان دولت کی کوشش سے ابراہیم عادل اور حسین نظام شاہ میں رابطہ دوستی پھر پیدا ہوا دونوں فرزانوں نے سرحد پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور عہد و پیمان کر کے اپنے اپنے لک کو واپس گئے لیکن بہت جلد یہ دوستی دشمنی سے بدل گئی اور خواجہ جہاں کی تحریک سے جو حسین نظام کے خوف سے بھاگ کر ابراہیم عادل کے دامن میں بجا پور میں پناہ گزیں تھا شولاپور کے قلعہ کے سپرد کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوا۔ ابراہیم عادل نے راجراج سے دوستی کی راہ درسم برصائی اور برہان نظام کے سپہ سالار سیف عین الملک کو جو اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگا تھا اور برہان میں برہان عکاؤ شاہ کے پاس مقیم تھا حسن تدبیر اور دل خوش کن وعدوں سے اپنے پاس بلایا۔ ابراہیم عادل نے عین الملک کو اسد خاں لاری کی جگہ عنایت کی اور اسے سیف الدلولہ القاہرہ عہد سلطنت الہیہ امیر الامیر سیف عین الملک کے خطاب سے مقرر کیا اور اسے بان۔ امین تعمیری اور دے باغ جاگیر میں عنایت کیا۔ ابراہیم عادل نے سیف عین الملک کو ذرا نقد بھی عطا کیا اسی دوران میں ابراہیم عادل نے خواجہ جہاں دکنی کے مشورہ سے شاہزادہ علی بن برہان نظام شاہ کے سر پر جو اندھنوں ابراہیم عادل کے دامن میں پناہ گزیں تھا چتر پاندی رکھا اور یہ ارادہ کیا کہ پہلے علی بن برہان کو احمد نگر کے تحت حکومت پر بیٹھا دے اور اس کے بعد شولاپور کا قلعہ سر کرے۔ مختصر یہ کہ جنگجو سپاہی بجا پور سے روانہ ہوئی اور شاہزادہ علی کو دو ہزار نظام شاہی سواروں کے ساتھ جو اس زمانہ میں حسین نظام کے پاس سے بھاگ کر بجا پور میں مقیم تھے اپنے آگے سرحد کی طرف روانہ کیا۔ ابراہیم عادل نے نظام شاہی امیروں اور ارکان دولت کے نام خطوط روانہ کئے اور ان سے

خوش آئند وعدے کر کے شرفا اور امیروں کو اس بات کی ترغیب دی کہ علی بن برہان کو اپنا
 بادشاہ تسلیم کریں۔ ابراہیم عادل کے خطوں کا بکھو اثر نہ ہوا اور کسی امیر نے شاہزادہ علی کی طرف توجہ نہ
 کی حسین نظام شاہ نے یہ خبر سنی نہیں اور برہان عماد شاہ کے امدادی لشکر کے ساتھ ابراہیم عادل
 کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل نے اپنی عادت کے خلاف اس مرتبہ خزانہ کا دروازہ
 کھول دیا اور تقریباً چھ لاکھ ہون سچا میوں کو تقسیم کر کے سیف عین الملک کے بھروسہ پر لڑائی
 کا بازار گرم کرنے پر باطل تیار ہو گیا۔ ابراہیم عادل جلد سے جلد سرحد کی طرف روانہ ہوا طرفین
 نے شولا پور کے میدان کو جنگ گاہ قرار دیا عادل نے سمینہ بر عین الملک کنگانی اور انکس خاں
 کو اویسیرہ پور خاں اہم الملک کو مقرر کیا اور خود خاصہ خیل کا لشکر ہمراہ لے کر قلب لشکر میں
 قیام پذیر ہوا۔ ابراہیم عادل نے سیف عین الملک کو ہراول لشکر مقرر کیا۔ حسین نظام نے
 بھی جیسا کہ اس کے حال میں مرقوم ہو گا اپنے لشکر کو مرتب دیا حسین نظام نے خان زمان
 بحری خاں اور اخلاص خاں کو عاود شاہی فوج کے ساتھ ہراول لشکر مقرر کیا اور آتش بازی کے غلڑے
 لشکر کے آگے نصب کئے۔ سیف عین الملک اپنی جو انفرادی کے اظہار کرتے اور خدمت کا مجربا جلائے
 کے لئے جلد سے جلد دشمن کی جانب روانہ ہوا اور پہلے ہی حملہ میں نظام شاہی توپخانہ پر قابض ہو گیا
 اور فوج کے ہراول کو جو لشکر کا بہترین آدمی تھا شکست دے کر قلب لشکر سے جالاحین نظام شاہ
 بحری جو خواجہ کے لشکر اذیل مست نام ایک ہاتھی پر سوار ابراہیم عادل سے لڑنے کے لئے تیار
 تھا سیف عین الملک پر حملہ آور ہوا اس دھماکے سے بہت بڑا شہد اور خونریز معرکہ جوں
 زمانہ میں کبھی نہ ہوا تھا واقع ہوا اور ایک گردہ کثیر طرفین سے مارا گیا قریب تھا کہ نظام
 شاہی فوج کا قلب لشکر ڈگمگا کر ادھر ادھر پریشان ہو جائے کہ دفعۃً بعض نظام شاہی امیروں
 یعنی رستم خاں دکنی جاگیر خاں حبشی۔ اور فضل خاں شیرازی نے جو عادل شاہ کے سیرہ سے جنگ
 کر کے شکست کھا چکے تھے نظام شاہی علم کو اپنی جگہ پر نہ دیکھ کر اپنے لشکر کے جمع کرنے میں مشغول
 ہوئے اور اپنے مالک کی مدد کو عین لڑائی کے وقت پہنچے سیف عین الملک نے جب
 دیکھا کہ دوسری نظام شاہی فوجیں بھی پہنچ گئیں اور ابراہیم عادل کی طرف سے کوئی تازہ مدد
 نہیں آئی تو مجبوراً اسکے پاؤں میدان جنگ سے اٹھنے لگے اور اپنی عادت کے موافق
 دشمن کا عقبہ دیکھ کر پیادہ ہو گیا اور عین معرکہ جنگ میں کھڑا ہو گیا۔ سیف عین الملک کا اس
 فعل سے مقصد یہ تھا کہ بہادر پر یہ جانیں کہ عین الملک کا یہ مقصد نہیں ہے کہ معرکہ جنگ سے

بھاگے ایسی حالت میں پاؤں نہ چاہئے اور یافتہ حاصل کرنی چاہئے۔ عین الملک اس وقت ہی گھوڑے سے اتر اور میدان جنگ میں کھڑا ہو گیا۔ ایک ناسمجھ آدمی نے ابراہیم عادل کو بغیر ہی کہہ دیا کہ جنگ میں کھڑا ہوا تھا میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ سیف عین الملک گھوڑے سے اتر اور اپنے پرانے مالک حسین نظام شاہ کو سلام کر کے اس کے ہاتھ سے پان کا بیڑہ لیا اور اس سے یہ عہد کیا ہے کہ تھک کر قاتل کر کے حسین نظام شاہ کے سپرد کر دے۔ ابراہیم عادل شاہ نے قتل سے کام نہ لیا اور بلا اس کے کہ پہنچ اور جھوٹ میں تمیز کرے پریشان ہو کر میدان جنگ سے بچا پور کی طرف روانہ ہوا۔ سیف عین الملک نے جو اکیلا خادمہ کے لشکر کے ہمراہ نظام شاہی فوج سے مقابلہ کر رہا تھا اور قریب تھا کہ دشمن کو پسپا کرے ابراہیم عادل کے فرار ہونے کی خبر سنی اور اس نے بھی میدان نہرو سے منہ موڑا۔ عین الملک نے اپنے بھانجے صلابت خاں کو جو ایک کاری زخم کھا کر گھوڑے سے گر چکا تھا ایک روٹی کے ٹکڑے میں لپیٹا اور ابراہیم عادل کے پیچھے خود بھی روانہ ہو گیا۔ سیف عین الملک کا مقصد یہ تھا کہ ابراہیم عادل کو بھاگنے سے منع کرے اور دشمن کو ہمال کرنے کی کوشش کرے۔ ابراہیم عادل کی نگاہ عین الملک کے جھنڈے پر پڑی اور یہ سمجھا کہ عین الملک اسے گرفتار کرنے کے لئے آتا ہے۔ ابراہیم عادل اور تیزی سے راستہ طے کرنے لگا اور بیجا پور تک کہیں اس نے دم نہ لیا۔ عین الملک بھی ابراہیم عادل کے عقب میں پھرنے کے عمل میں بہو بچا اور اپنے ایک معتبر امیر کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور اس سے عرض کیا کہ سارا مال و اسباب کھو کر صرف گھوڑے اور بچی کو بیک خدمت میں حاضر ہوا ہوں میرے پاس خیمہ اور خوراک گاہ بھی نہیں ہے کہ اس میں بسر کروں اگر کچھ نقدی دولت خزانہ سے لمبائے تو اپنا سامان کچھ درست کر کے خدمت میں حاضر رہوں عدالت پناہ سے دور رہنا نہیں چاہتا ابراہیم عادل اپنی شکست کا سبب عین الملک کے بد بختی اور سخن سازی اور افسری کو سمجھتا تھا اس کو اپنے پاس آنے سے منع کیا اور جواب کہلا بھیجا کہ مجھ کو تمہارا جیسا خراب نوکر درکار نہیں ہے تمہارا اجاں جی چاہے جاؤ۔ سیف عین الملک نے سوا جان نشاری کے اور کوئی تصور نہ کیا تھا اس پیغام سے حیرت زدہ ہوا اور عرض کیا میں نے غلوں اور جان نشاری کر کے تابعداری پر کمر باندھی اور قریب چھ سو اپنے عزیزوں کے آپ پر قربان کے طور پر اپنا سارا مال و اسباب ہاتھ سے کھویا۔ اب میرا نسیا نہیں ہے کہ کسی دوسری جگہ جاؤں عدالت پناہ چاہیں یا نہ چاہیں میں تو آپ ہی کا نوکر اور آپ ہی کا غلام ہوں اور کہیں دوسری جگہ نہ جاؤں گا۔

یہ پیغام اگرچہ خلوص پر مبنی تھا لیکن ابراہیم عادل اس جواب کو بھی سرکشی سمجھا اور پیغام پہنچانے والے کو طمانچہ مار کر باہر کر دیا عین الملک نے ایسے ہو کر صاحبان جہم و فراست سے مشورہ کیا۔ میر تقی خاں الجوہر مرزا ایک سیستانی عالم خاں اور فتح اللہ خاں نے ایک زباں ہو کر کہا کہ اب اس بادشاہ کے حضور میں دوبارہ عرض معروض کرنے کا موقع نہیں رہا مناسب وقت یہ ہے کہ ولایت ان میں جا کر حریف کا محمول ہم وصول کریں اور اس سے اپنا سامان درست کریں جب لشکر عادل شاہی ہماری تہیہ کے لئے نامزد ہو تو حسب طرف مناسب جو ہم کوچ کریں۔ سیف عین الملک نے ہم نشینوں کی رائے کو پسند کیا اور نواح بیجاپور سے کوچ کیا۔ ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے اپنے ایک امیر کو یا پختہ نر سواروں کے ساتھ اس کی تہیہ اور سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ عادل شاہی امیر نہران کے کنارے پہنچنا صلابت خاں نے بلا اجازت عین الملک کے آگے بڑھ کر شاہی فوج سے مقابلہ کیا صلابت خاں نے عادل شاہی فوج کو برے حالوں چھپے جگایا اور بادشاہی ہاتھوں اور گھوڑوں پر قابض ہو گیا۔ سیف عین الملک کو اور زیادہ جرات ہوئی اور وہ خیر نصیب کے علاوہ بیس کے حاصل بھی متمم کر لیا۔ عین الملک اپنے برگوں کے علاوہ میرج و کلہر وغیرہ شہروں پر بھی قابض ہوا۔ ابراہیم عادل نے عین الملک کی تہیہ کے لئے دوبارہ ایک لشکر دس ہزار سواروں اور پیادوں کا مرتب کیا بادشاہ نے یہ فوج دلاور خاں حبشی کی ماتحتی میں جو آخر میں وکیل السلطنت مقرر کیا گیا تھا بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کی اس مرتبہ سیف عین الملک اور صلابت خاں نے فوجوں کو آراستہ کر کے حوالی ضنا آباد گجرات میں لڑائی کا بازار گرم کیا اور غنیمت کو شکست ہوئی۔ ان لوگوں نے دلاور خاں حبشی کا جس کے سر اور منہ پر کاری زخم لگے ہوئے تھے چار کوس تک تعاقب کیا اور بہت سے عادل شاہی آدمیوں کو خاک و خون میں لایا اس قدر باہمتی گھوڑے اور مال و اسباب ان لوگوں کے ہاتھ آیا کہ اپنی شکست اور اپنے اغلاس کا بہت اچھا معاوضہ کر کے پھر نئے سرے سے قوی اور مضبوط ہو گئے تازہ لشکر اور جنس و غنم کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ عین الملک وغیرہ نے یا پختہ نر سواروں و اسبہ اور سہ اسبہ اور باہمتی اور توپخانہ حاصل کر لیا۔ ابراہیم عادل نے تیسری دفعہ چیس ہزار سوار مرتب کئے اور بہت سے باہمتی اور توپخانہ ہمراہ لیکر عین الملک کی سرکوبی کے لئے خود روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل ولایت مان کی نہر کے پاس پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ سیف عین الملک

اپنے سپاہیوں کو جمع کئے ہوئے حصہ مان میں مقیم ہے اور کہیں بھاگتا نہیں ہے۔ ابراہیم عادل نے چند روز نہر کے کنارہ قیام کیا سیف عین الملک جو اپنے لشکر کو جمع کر کے بھاگنے پر مستعد ہوا تھا بادشاہ نے اس قیام اور تاخیر سے اپنے کو کچھ سمجھا۔ عین الملک نے اپنا ارادہ ترک کیا اور لڑنے کے لئے تیار ہوا اور تین روز برابر اپنی فوج کو آراستہ کر کے لڑائی کا غوغا بلند کرتا تھا اور ابراہیم عادل کی لشکر گاہ کی طرف جاتا اور بلا جنگ کئے ہوئے واپس آتا تھا۔ اسی وجہ سے عادل شاہی فوج کے امیر و شریف تین روز کامل ہتھیار بند جمع سے شام تک گھوڑے کی پیٹھ پر سوار کھڑے رہتے اور رات کو تنگے مانڈے اپنے خیموں کی طرف واپس جاتے تھے جو تھے روز بھی عادت کے موافق عین الملک نے اپنی فوج آراستہ کی اور عادل شاہی لشکر کی طرف متوجہ ہوا۔ جیسا کہ ری سپاہی سمجھے کراچ بھی غنیمت کو معمولی گردش کے سوا اور کچھ منظور نہیں ہے۔ ہر چند قراول کہتے تھے کہ دیکھو سیف عین الملک قریب آگیا لیکن کوئی سوا نہیں ہوتا تھا اور اپنے جسم پر ہتھیار نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ سیف عین الملک کے لشکر کے آثار اور علامتیں ظاہر ہوئیں ابراہیم عادل مجبور ہوا بلا اس کے کہ ہوشیاری اور احتیاط کرتے اور فوجوں کی ترتیب ہوشیار کی جانب بڑھا۔ سیف عین الملک مقابلہ اور لڑائی سے ڈرا اور اپنے ہم نشینوں سے اس لئے مشورہ کیا عاشیہ نشینوں نے جواب دیا کہ جس فوج کے ساتھ چتر بادشاہی جو اس سے نہ لڑنا چاہئے۔ مرنے والی جاں بولنے جو غیرت مند سید تھا اور جس سے عین الملک مریدانہ سلوک کرتا تھا کہا کہ چتر جنگ نہیں کرتا اس کا ادب ملحوظ رکھنا ہے معنی ہے عین الملک کے سپاہیوں نے اس کو نیک فال سمجھا اور قتال و جدال کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ پانچ روز سوار ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے عادل شاہی میمنہ اور میرہ پر نظر ڈالی اور جس جگہ چتر نمودار تھا وہیں حملہ آور ہوئے مولف کتاب نے مرزا بیگ سپاہی سے جو اس معرکہ میں شریک تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ روز سپاہی جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے بیکارگی ابراہیم عادل کی فوج خاصہ پر حاد کیا بیان کیا بلکہ اس سپاہی اس حملہ کی تاب نہ لائے اور بے اختیار ہونے لگے۔ ابراہیم عادل جیسا کہ پہلے قلعہ بند ہو گیا عادل شاہی چتر اور احمی اور تو بچانہ اور تمام آٹا شاہی عین الملک کے ہاتھ لگا۔ عادل شاہی حکومت میں غل پیدا ہو گیا اور عین الملک نے تودہ میں جو بجا پور سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا اور ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا عین الملک کے سپاہی روزانہ بیرون

شہر میں لوٹ لے کیا کرتے اور طرح طرح کی تکلیف پہنچاتے یہ لوگ غلہ اور چارہ کو شہر میں نہ جانے دیتے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے مجبوراً امرامراج کا سہارا ڈھونڈا تا کہ دشمن کی شر سے اپنے آپ کے بچائے۔ ابراہیم عادل نے سات لاکھ ہونہ امرامراج کے پاس بھیجے۔ امرامراج نے اپنے بھائی تنگنا درہی کو ایک حشر انبوہ فوج کے ساتھ دشمن کے دغ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید کی اور چاہا کہ بچانگر کے لشکر پر شیخون مارے۔ تنگنا درہی کو اس ارادے سے اطلاع ہو گئی اور اس نے لشکر کے چھوٹے بڑے سب کو حکم دیا کہ ہوشیار رہی کے ساتھ اوقات بسر کریں تنگنا درہی نے مکم دیا کہ ہر سپاہی ڈھائی گز لابی لکڑی پر ایک کپڑا لپیٹے اور اس کو تیل سے تر کرے جس وقت کہ شور بلند ہو تو تمام شعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک اس تدبیر سے بالکل غافل تھا۔ اس نے دینار ازقب سپاہی اپنے لشکر سے چھنے اور صلابت خاں کے ساتھ شیخون مارنے پر مستعد ہوا۔ بچانگر کا لشکر بچاپور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور عین الملک نے شیخون مارا لیکن جب رفتہ رفتہ لشکر کے درمیان پہونچا تو خاص دعام سمجھوں نے اسی طریقہ پر چراغ روشن کر دیے اور رات روز روشن کی طرح منور ہو گئی۔ بچانگر کے پیادے ہر طرف سے ہجوم کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے اور پتھر و لکڑی تیر و تفنگ کی ضرب سے دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے ہزار سپاہی خاک و خون میں لگا دیے۔ سیف عین الملک اور صلابت خاں بڑی مشکل سے اس طوفان سے نکلے اور بے اختیار بھاگے اور پریشانی کے عالم میں اپنے لشکر گاہ کا راستہ بھول گئے اور دوسری طرف جا نکلے۔ اس رات ہر سپاہی کسی نہ کسی طرف چلا گیا۔ اور دوسو آدمیوں سے زیادہ کوئی نہیں رہا جب تین پھر رات گزری اور عین الملک کا پتہ نہ چلا تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوئی لشکر کے چھوٹے بڑے رزمیدہ ہوئے اور جس کا جھرم میٹنگ سمایا اسی طرف چلا گیا۔ سیف عین الملک صبح ہونے کے وقت وہاں پہونچا اور اپنے لشکر کا نام و نشان نہ پا یا۔ عین الملک اپنے دوسو ساتھیوں کے ساتھ خرابی ہو اور مان کے راستے سے نظام شاہی ملک کو روانہ ہو گیا۔ عین الملک کا حال نظام شاہی واقعات میں بیان کیا جائے گا۔ ابراہیم عادل اسی زمانہ میں مختلف امراض کا شکار ہوا اور ناسور و بد سیراترٹیوں کی خرابی اور دوران سرد وغیرہ بیماریوں نے اسے گھیرا۔ بادشاہ نے اپنے قابل مہور و بھروسہ کے طبیعوں کو جن کے علاج سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوا ان کو اس کے گھاناٹ

دار دیانوبت یہاں تک پہنچی کہ بیجاپور کے تمام حکیم جلا وطن ہو گئے اور دو ایسے والوں نے اپنا پیشہ ترک کر کے دوکانیں بند کر دیں۔ بادشاہ کی بیماری نے دو سال طول کھینچا یہاں تک کہ ۹۵۹ ہجری میں ابراہیم عادل نے اس جہان سے انتقال کیا اور قصبہ کو کی اعاطہ شیخ حبیب حیدری پہلوی میں اپنے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا ابراہیم عادل نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں میں ایک شاہزادہ علی جو دلی عہد ہوا اور دوسرا شاہزادہ طہاسب جس کا فرزند ابراہیم عادل شاہ ثانی ہے بیٹوں میں ایک بیٹی مسماۃ بان بی بی علی بریدگی زوجہ تھی اور دوسری یعنی ہدیہ سلطان مرتضیٰ نظام شاہ کے جلالہ عقد میں آئی۔ ابراہیم عادل نے کچھ اوپر جو بیس سال حکومت کی۔

ابو المظفر علی عادل شاما مورخین لکھتے ہیں کہ عادل شاہ پچھن ہی سے ذہن کا تیز تھا اور اسکی طبیعت میں شوخی اور فہم و فراست میں جو دت تھی۔

ابراہیم عادل شاہ علی اولیٰ شاہ سن تیز کو پہونچا اور ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل نے اس بات پر غصہ کا شکار کیا کہ خدا نے ابراہیم کو یہ توفیق عطا کی کہ اس نے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے مذہب حق حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا اختیار کیا اور مشرب امامیہ کے تمام رسوم کو ایسا مٹایا کہ ان کا نام و نشان بھی اب ملک میں نہیں ہے۔ علی عادل شاہ اس مجلس میں موجود تھا اپنی طبیعت کی شوخی سے ضبط نہ کر سکا اور اس نے باپ کو جواب دیا کہ اگر آباؤ اجداد کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے تو تمام بیٹوں کو چاہئے کہ ایسا ہی کریں عادل شاہ کو شاہزادہ علی پر غصہ آیا اور پوچھا کہ تمھارا کیا مذہب ہے علی نے جواب دیا کہ اس وقت تک تو میرا اور بادشاہ کا مذہب ایک ہی ہے اس کے بعد غصہ جانے کیا پیش آئے۔ ابراہیم عادل شاہ اس سوال و جواب سے سمجھا کہ علی عادل شاہ شیعہ ہے۔ ابراہیم عادل نے شاہزادہ علی کے زہنی اعتقاد کو اس کے استاد خواجہ غیاث الدین شیرازی کی تعلیم کا اثر سمجھا اور علمائے ہند کے فتویٰ کے مطابق خواجہ شیرازی کو قتل کرایا مفتح الدین شیرازی المعروف بنجار علی عادل شاہ کے جوان ہوتے پر اس کا استاد تھا اتفاق سے شیرازی شیعہ مذہب رکھتا تھا لیکن زمانہ کی مصلحتوں کا لحاظ کر کے اپنے کو حنفی المذہب بنا لیا۔ یہی وجہ تھی کہ علی عادل خواجہ شیرازی کو بید عزیز اور معزز سمجھتا تھا اور اس کی عید تعظیم و منکریم کرتا تھا اتفاق سے اسی زمانہ میں ابراہیم عادل کے حاشیہ نشینوں کے ایک

گروہ نے پوشیدہ طور پر سازش کی اور یہ طے کیا کہ چاشنی گیر کے ذریعہ سے ابراہیم عادل کو زہر پلاویں اور اس کی جگہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو تخت حکومت پر بیٹھایا جائے اور عبداللہ امام کے نام کا خطبہ جاری کریں۔ چاشنی گیر کا سستی تھا وہ اس سازش میں شریک نہ ہوا۔

ابراہیم عادل کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اسے معلوم ہو گیا کہ ابتدا میں خوان سالار بھی اس سازش میں شریک تھا بادشاہ نے سمجھوں کو مناسب سزا دی۔ ابراہیم عادل کا جانتا تھا کہ اس کا بھائی بے گناہ ہے لیکن بادشاہ شاہزادہ عبداللہ کی طرف سے ایسا بدگمان ہوا کہ جس وقت ابراہیم عادل قلعہ پٹالہ کی سر و تفریح میں مشغول تھا شاہزادہ عبداللہ ایک بڑی رقم ساتھ لیکر بندر کو وہ کی طرف بھاگ گیا۔ علی عادل شاہ کی جوانی کا آغاز تھا ابراہیم عادل کو اس کی طرف سے ایسا دھمبہ پہنچا کہ ابراہیم نے شاہزادہ کو مع اس کے استاد کے مریج کے قلعہ میں بچھڑایا۔ بادشاہ نے انصار کے قلعہ دار سکندر خاں کو کھاکہ شاہزادہ کی حفاظت میں کوشش کرے اور اسے شیعوں سے میل جول نہ پیدا کرنے دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد کامل خاں دکنی جو اسماعیل عادل شاہ کا پرورش کیا ہوا تھا شیعہ تھے ان دونوں نے دل و جان سے کوشش کی اور علی عادل کی خدمت کرنے ہر کمر ہمت باندھ کر اس کو راضی کرنے پر جان و دل سے کوشش کرنے لگے۔ عادل شاہ بستر مرض پر لیٹا اور دور و نزدیک سمجھوں کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ مرض الموت میں گرفتار ہے۔ علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کی طرح نماز کی اذان دیتا تھا۔ شاہزادہ علی کبھی کبھی کامل خاں کو اس خدمت پر مقرر کرتا تھا کہ اسی طرح نماز کی اذان دے ابراہیم عادل نے بیماری کے زمانہ میں تمام واقعات سنے اور جاہا کہ اپنے چھوٹے بیٹے شاہزادہ طہاسب کو اپنا جانشین کرے۔ ابراہیم عادل کو معلوم ہو گیا کہ شاہزادہ طہاسب بھی اپنے بھائی کی طرح شیعہ مذہب پر ایل ہے بادشاہ کا بیکار بنیدہ ہوا اور کہا کہ میں دیدہ و دانستہ مخلوق خدا کی باگ ایک شیعہ کے ہاتھ میں کیوں کر دوں ابراہیم عادل نے شاہزادہ طہاسب کو بھی ننگوان کے قلعہ میں قید کر دیا اور جہات شاہی کو خدا پر چھوڑ دیا۔ سمجھدار ارکان دولت ابراہیم عادل کی زندگی سے مایوس ہو کر اور محمد کشور خاں جو بعض پرگنوں کا مال تحصیل کرتا تھا کثیر رقم اپنے ساتھ لیکر علی عادل شاہ کی خدمت میں جلد پہنچ گیا۔ محمد کشور خاں نے سکندر خاں کو کھاکہ ابراہیم عادل کی زندگی کا آج ہی کل میں غاتمہ ہونے والا ہے اس بات کا قوی شبہ ہے کہ گھر کے کچھ ملازم اور

حصار نگوان کے اطراف و جوانب کے جاگیردار شاہزادہ طہاسب کے گرد جمع ہو کر سنانہ برپا کریں مناسب یہ ہے کہ علی عادل شاہ کے سر پر چتر بادشاہی سایہ ملن کر کے اسے قلعہ سے روانہ کر دے تاکہ قلعہ مرجع میں قیام کرے اور لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں اور جب ابراہیم عادل دنیا سے رخصت ہو تو شاہزادہ بادشاہی جاہ و خشم کے ساتھ دار الخلافہ کا رخ کرے سکندر خاں کو کشور خاں کی رائے سید پسند آئی اور چتر و آفتاب گیر اور دوسرے لوازم شاہی کو درست کر کے کابل خاں کو اپنی داماد کو شاہزادہ علی کے ساتھ کر کے قلعہ سے روانہ کر دیا۔ کشور خاں بلاقاع علی عادل کی خدمت میں پہونچا اور اس نے روپیہ شاہزادہ کے سپرد کیا اور سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ کشور خاں ہو شیار کی کے ساتھ لوگوں کو علی عادل کی طرف بلانے لگا۔ کابل خاں و کئی کو امیر الامر کا عہدہ عنایت ہوا۔ یہ خبر اطراف و جوانب میں پھیلی اور اطراف و نواح سے جلد بیجا پور کے لشکر علی عادل کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ دار الخلافہ سے بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے لاکھوں سپاہی جلد اس کی خدمت میں پہونچ گئے۔ اسی دریا میں ابراہیم عادل نے انتقال کیا اور علی عادل جلد سے جلد بیجا پور پہونچا۔ شہر کے شریف اور ارکان دولت علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ پر صدمے اتارے گئے علی عادل نے محمد کشور خاں کے باغ میں جو بیجا پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اہالیان شہر اور سادات اور قاضیوں نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر مبارکباد دی علی عادل نے اسی ساعت جو نجومیوں نے مقرر کی تھی بیجا پور میں داخل ہو کر تخت حکومت پر قدم رکھا۔ علی عادل نے شہر کے باہر جس جگہ کہ پہلے جلوس کیا تھا ایک قصبہ آباد کیا اور اسے شاہ پور کے نام سے موسوم کیا۔ علی عادل نے بھی اپنے اجداد یعنی یوسف و اسماعیل کی پیروی کی اور جلوس کے دن دوازدہ امام کے نام کا خطبہ پڑھا اور مسجدوں اور مسجدوں میں لفظ علی ولی اللہ اذان میں اضافہ کیا۔ علی عادل نے ایرانیوں کو وظیفے دیے اور ان کو حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بار عام کے وقت بلا کسی اندیشہ کے اپنا کام کریں علی عادل نے سیدوں مالوں اور فاضلوں کو مقرر کیا اور ان کے منصب مقرر کئے اور اپنی پوری ہمت اس بات میں صرف کی کہ عہدہ اور قبر پر کار لوگوں کو اپنی بارگاہ میں جمع کرے مٹھوڑے ہی زمانہ میں ایران توران اور دوسرے ممالک سے بہترین لوگ آکر بیجا پور میں جمع ہوئے اور خیر ایک جنت بن گیا۔ علی عادل نے جو خزانہ اسے میراث میں ملا تھا اور

جو ڈیرہ کر ڈھون تھا بتوڑے ہی زمانہ میں لوگوں کو تقسیم کر دیا غریب و امیر شہری اور دیہاتی
چھوٹے بڑے غرض کہ ہر شخص اس کے خوان سے فیضیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ سارے شہر کی
آرزو اس سختی فرمانروا کی بخششوں سے پوری ہوئی کسی شخص کو ضرورت باقی نہ رہی تکلیف اور
ظلم کی بنیاد ملی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا علی عادل نے ایسا رعایا کے دل کو اپنے
ہاتھ میں لے لیا کہ ممالک کے فاضل بہت زیادہ بڑھ گئے علی عادل نے لڑائی کو بدترین صفات
سمجھ کر دکن کے بادشاہوں اور رعایا سے عہدہ برتاؤ کیا اور اپنی تدبیروں سے راجپور۔ مدگل۔
درنگل۔ کلیانی۔ شولاپور۔ ادونی۔ دھارور اور چندر کوئی کے قلعہ مت دیگر پرگنوں کے جو کسی
زمانے میں بھی پیشہ کسی بادشاہ اسلام سے فتح نہ ہوئے تھے ہلاکسی رنج و مشقت کے حصص من
لیا ست سے اپنے قبضہ میں کئے اور ملک کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہوا۔ علی عادل نے کافیہ
اور متوسط اور چند کتابیں علم کلام۔ منطق اور حکمت میں استاد سے پڑھیں اور اکثر علوم کے
مسائل سے کافی مہارت حاصل کی۔ علی عادل خط نسخ و ثلث و قلع بہت اچھی طرح لکھتا
تھا اور اپنے لکھے ہوئے نوشتوں کے نیچے اپنا نام اس طرح لکھتا تھا کہ کتبہ علی صوفی قلند
یہ بادشاہ درویش صفت صاحب ذوق اور صوفی نش خوش اور صاف نظر تھا۔ بادشاہ کو
عشق کا بھی ذوق تھا۔ علی عادل اہل علم سے صحبت رکھتا تھا اور اس کی مجلس پر چوبیس
سینوں اور آئینہ رخسار معشوقوں سے معمور رہتی تھی بادشاہ کبھی کبھی یہ شعر پڑھتا
تھا۔ مایم وہیں زمرہ عشق فغانی پیدا است کہ دیگر بجز خورشید تو آں بود
علی عادل بلوس کے پہلے ہی سال چاہتا تھا کہ شولاپور اور کلیان کے قلعہ نظام شاہی مالوں
کے ہاتھ سے آزاد کرائے بادشاہ نے محمد کشورخان اور شاہ ابو تراب شیرازی کو ایچی بنا کر
رامراج کے پاس بھیجا اور بگائگی اور محبت پیدا کی۔ محمد حسین صدیقی مصغہانی کو احمد نگر
روانہ کر کے اتحاد اور اتفاق کی کوشش کی۔ رامراج نے بھی دوستی کو مد نظر رکھ کر ایچیوں
کی تنظیم کی اور اپنے ایک ماسشیہ نشین کو تہنیت اور مبارکباد جلوس کے لئے ایچیوں
کے ہمراہ علی عادل کی خدمت میں روانہ کیا حسین نظام شاہ نے ایچیوں پر غایت اور
ہزبان کی اور نہ کسی کو مبارکباد کے لئے بھیجا بلکہ رامراج سے اتحاد پیدا ہونے کی خبر سنتی
اور مقصد سمجھ کر بخش اور کدورت کا اظہار کیا علی عادل شاہ نے پوری ہمت اس بات
میں صرف کی کہ جو خرابی اس کے باب کے وقت میں پیدا ہو گئی تھی اس کا پورا امداد کر

کرے۔ بادشاہ نے رام راج سے رابطہ اتحاد برعائن میں اور زیادہ مبائع کیا۔ علی عادل نے اس اتحاد کو یہاں تک ترقی دی کہ جب کسی زمانہ میں رام راج کا ایک بیٹا جو باپ کو بچہ محبوب تھا فوت ہوا تو علی عادل نے محمد کشور خاں کی رائے اور راہنمائی سے جرأت اور دلیری سے کام لیا اور سو سو ارڈوں کے ساتھ جنہیں محمد کشور خاں تھا بچا لگروانہ ہوا اور دفعۃً رام راج کی مجلس میں حاضر ہوا اور تعزیت کر کے رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور جو خلعت اپنے ہمراہ لینگیا تھا وہ اسے پہنا دیا۔ رام راج کی زوہرنے جو اجیرائے کی نسل سے تھی علی عادل سے پردہ نہیں کیا بلکہ اپنے منہ سے عادل کو منہ بولا بیٹا کہا۔ رام راج نے تین دن علی عادل کی مہمانداری کی اور مدد اور اعانت کا وعدہ کیا رخصت ہونے کے وقت رام راج نے بادشاہ کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کو اس خدمت پر مقرر کیا علی عادل شاہ کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے اس وقت چپ ہو رہا اور وقت اور موقع کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ سترہ ہجری میں بادشاہ نے اپنا کام پورا کیا۔ علی عادل شاہ پورا پورا پس پایا اور حسین نظام شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ دنیا جانتی ہے کہ کلیان اور شولا پور کے قلعہ عادل شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چونکہ اتفاق سے ابراہیم عادل کے وقت سلطنت میں خرابی پیدا ہو گئی تھی اس لئے یہ دو تین قلعے نظام شاہی تصرف میں آگئے تھے اگر آپ کو منظور ہے کہ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اتحاد بنا رہے تو کلیان اور شولا پور کے قلعہ ہمیں واپس کر دیں اور اگر دونوں قلعوں کا وہی کرنا دشوار ہو تو صرف کلیان کا قلعہ واپس کر کے میرے جیسے دوست کو ہمیشہ کے لئے عمنہون احسان بنائیں۔ شاہ حسین انجوتے جو حسین نظام شاہ کی مجلس کا مصاحب تھا ہر چند جاگہ کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل کو واپس کر دیا جائے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز فتنہ و فساد کی آگ اور بھڑکتی گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ علی عادل نے بد علی نامی ایک قاصد کو دوبارہ حسین نظام کی خدمت میں احمد نگر بھیجا اور ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ ایسے ضروری کاموں میں لڑائی اور فتنے سے کام لینا عقلمندوں کا شیوہ نہیں ہے اگر انجام کار پر نظر کر کے دونوں قلعے میرے سپرد کر دیئے جائیں تو البتہ دوستی اور اتحاد کی بنا مضبوط رہے گی وگرنہ یقین جانئے کہ میرے سارا اور چیلوں کی ملک دووے آپ کی رعیت اور آپ کے ملک کا برا حال ہو گا اور بہت بڑا فتنہ و فساد ملک میں برپا ہو جائے گا

حسین نظام شاہ بھری اس پیغام سے بہت فصد ہوا اور ایسے سخت کلمات زبان سے نکالے کہ ان کا ذکر زبان پر لانا ناگوار ہے۔ علی عادل شاہ بھی برگشتہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے جھنڈے کو جس کا زور درنگ متبادل دیا اور بجائے اس کے نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ کا علم اختیار کیا اور اسے پیغام دیا کہ اگر تم سے ہو سکے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک کا نشان اور علم دوسرا نہیں اختیار کر سکتا جو شخص کہہ کر سر پیکار ہو کر لڑائی کا حیلہ ڈھونڈتا ہے وہ ایسا کرتا ہے تاکہ نزاع کی آگ روشن ہو اور ہرگز قتال گرم ہو۔ حسین نظام شاہ سبز جھنڈے کی وجہ سے جو نظام شاہیوں کے ساتھ منصوبوں عطا پریشان ہوا اور لشکر جمع کرنے کی فکر کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے بھی سبز جھری میں راجراج کو مدد کے لئے بلایا اور اس کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوا۔ برہنہ سے جئیرنگ اور احمد نگر سے دولت آباد تک معموری کا تہذیبی رہا۔ بیجا نگر کے تیرہ لکھ نو سالہا سال سے اسی ام کے خواہاں تھے جی کھول کر دست درازی کی اور اس شہر کے رہنے والوں کی عیش و عشرت کو خاک میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدیں اور قرآن جلا دئے۔ حسین نظام شاہ نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور قاضی حکیم شاہ جعفر برادر شاہ طاہر شاہ حسین انجو اور دوسرے ارکان دولت کے مشورہ سے کلیانی کا قلعہ علی عادل شاہ کے سپرد کر دیا اور اس سال لڑائی کو گولیا ملتوی کر دیا علی عادل شاہ اور راجراج اپنے اپنے ملک کو واپس گئے۔

حسین نظام شاہ بھری نے مجلس عروسی آگاہ سنہ کر کے بی بی جمال کا عقد قطب الملک کے ساتھ کر دیا۔ علی عادل نے مجبوراً کچھ کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجا نگر بھیجا اور راجراج سے مدد طلب کی۔ رام راج بلا کسی تاخیر اور غدر کے پچاس ہزار سواروں اور دولاکھ پیادوں کے ساتھ بیجا پور روانہ ہوا۔ رام راج اور علی عادل دونوں ساتھ ملکر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ دونوں فرما زرد قلعہ کلیانی کے فوج میں پہنچے اور قطب شاہ نے خوشی چڑھیوں کا پسندیدہ شہوہ ترک نہیں کیا اور پوری مردانگی سے کام لیا کہ باوجود عہد و پیمان کے آدھی رات کو کوچ کر کے رام راج اور علی عادل سے آکر مل گیا۔ حسین نظام شاہ بھری جج کو بیدار ہوا اور قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پایا۔ حسین نظام شاہ نے اب زیادہ قیام میں اپنی خیر نہ دیکھی اور جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے حسین نظام کا تعاقب کیا اور ملک کو تاراج کرتا ہوا علی احمد نگر تک پہنچ گیا حسین نظام شاہ نے قلعہ اور دار الخلافہ کو

ذخیرہ اور غلہ اور تجربہ کار آدمیوں سے مضبوط اور مستحکم کیا اور جنیر کی جانب روانہ ہو گیا۔ علی عادل
 وغیرہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور بہت سے امیروں کو اطراف شہر میں بھیج کر گاؤں اور
 دیہات میں آبادی اور سرسبزی کا نام و نشان تک نہ باقی رکھا۔ بیجا نگر کے غیر مسلموں نے عمارتوں
 کے ڈھانے اور جلاتے میں کوتاہی نہیں کی اور طرح طرح کے فساد ملک میں برپا کئے ہندو
 مسجدوں میں گھس گئے اور گھوڑوں کو مسجد میں باندھ کر چھتیں اور جو چیزیں لکڑی کی تھیں ان
 کو خوب جلایا۔ اسی دوران میں بارش ہوئی اور کچھ ٹوڑو دل کی وجہ سے غلہ کے پھونپنے میں کمی ہوئی
 اور لشکر میں معاش کی کمی پیدا ہوئی۔ قطب شاہ پوشیدہ طور پر حسین نظام شاہ کی رعایت کرتا۔
 اور غلہ اور تمام قلعہ داری کے ضروری سامان اہل قلعہ کو پہنچاتا اور حصار کے باشندوں کی
 شکایت نہ ہونے دیتا تھا علی عادل شاہ نے ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اور مضبوط دلیلوں اور
 براین سے احمد نگر اور حوالی قلعہ شولا پور کے محاصروں کی خرابی راج کے ذہن نشین کر دی
 اور جس طرح بھی ممکن ہو اس جگہ سے راج کے ساتھ کوچ کر گیا۔ علی عادل اور راج نے پانچ
 یا چھ منزلے طے کی تھی کہ محمد کشور خاں نے بیجا نگر کے ہندوؤں کا تحلیہ دیکھ کر علی عادل سے کہا کہ اس
 وقت قلعہ شولا پور کے محاصرہ کرنے کا وقت نہیں ہے اس لئے کہ اگر قلعہ فتح ہو جائے گا تو یقینی
 راج حصار پر قبضہ کرنے کی طمع کرے گا اور تمہیں اس میں کچھ دخل نہ ہوگا بلکہ اس کا لالچ دوسرے
 ممالک کی طرف بھی بڑھے گا اور بہت بڑا فساد پیدا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اس ارادے کو ترک
 کریں اور اس کی مدد سے تلدرک میں الگ قلعہ مجید اسحاق نام کے ساتھ تیار کریں اور اس جدید
 حصار کی مدد سے رفتہ رفتہ شولا پور کا قلعہ سر کر لیں۔ علی عادل نے اس رائے کو پسند کیا اور
 جس طرح بھی ممکن تھا راج کو تلدرک کی طرف لے گیا اور جس جگہ کہ قدیم زمانہ میں نلی بادشاہ
 مندو کے بیٹے نے قلعہ بنایا تھا اور نلی جگہ اس کے نشان اور اس کی علامتیں باقی تھیں راج
 کی رائے کے موافق وہیں قلعہ کی بنیاد رکھی اور موسم برسات میں اس کی دیواریں اینٹ اور پتھر
 کی بلند ٹھائیں اور حصار کو شاہ ورک کے نام سے موسوم کیا تینوں بادشاہ ایک دوسرے
 سے رخصت ہوئے قطب شاہ اور راج اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور علی عادل
 بیجا پور واپس آیا۔ راج نے اسی سال نقلت کے پردے اپنی آنکھوں پر ڈال لئے اور
 اپنی بد بختی کی وجہ سے چند ایسی باتیں کہیں جس سے علی عادل کا مزاج جن سے منحرف ہو گیا
 راج نے اپنے نکال بد کی وجہ سے اپنی سلطنت کی زینہ کنی کی اور زمانہ نے جلد سے جلد

مناسب سزا دے دی چنانچہ قحطی سے ہی زانہیں دامراج اور اس کے ہم مذہب ہندوؤں کے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ان واقعات کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ پہلی مرتبہ علی عادل حسین نظام شاہ کی لڑائی سے تنگ آگیا اور اس نے دامراج سے مدد طلب کی۔ علی عادل اور دامراج میں یہ عہد و پیمان ہوئے تھے کہ بھانگر کے ہندو دینی عداوت کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہونچائیں اور رعایا کے مال کی لوٹ مار اور ان کی گرفتاری سے پرہیز کریں اور مسلمانوں کے تنگ دناموس کو کچھ انگڑاند نہ پہونچائیں لیکن اس عہد کے خلاف ہندوؤں نے احمد نگر میں مسلمانوں کی بربادی عزت ریزی اور آزار رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ہندو مسجدوں میں گھس آئے اور خدا کے گھر میں انھوں نے باجے بجائے اور بتوں کی پرستش کی علی عادل ان واقعات کو سنکر سیدہ رنجیدہ ہوا چنانکہ اس کو مخالفت کرنے کا موقع نہ تھا قافل کے ساتھ بسر کرتا تھا اس سفر سے لوٹنے کے بعد دامراج کے غرور کا یہ عالم ہوا کہ مذہب اسلام کو اس قدر حقیر اور ذلیل سمجھنے لگا کہ مسلمان ایلچیوں کو دربار میں آنے نہیں دیتا تھا اور اگر کبھی عنایت کر کے ان سے ملاقات کرتا تو اپنی عادت کے خلاف ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا تھا اور جب کبھی سوار ہوتا تو بڑے تکبر سے وغرور کے ساتھ مسلمان ایلچیوں کو بہت دور تک پیادہ اپنی سواری کے ساتھ دوڑاتا تھا اور بڑے انتظار کے بعد ان کو سوار ہونے کا حکم دیتا تھا۔ اس کے علاوہ جب دوسری مرتبہ احمد نگر سے کوچ کر کے نلدرک روانہ ہوا تو دامراج کے تمام لشکری مسلمانوں کا مضحکہ اڑاتے تھے اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دامراج تبسدر کے فواح میں پہونچا اور اس کے طمع کی عظمت اور زیادہ بڑھی دامراج نے عادل شاہی اور قطب شاہی ممالک پر دست درازی کا ارادہ کیا اور تنکانادی کو بے حساب لشکر کے ساتھ جس کا اندازہ کرنا تقریباً محال ہے دونوں فرمازداؤں کے شہروں پر دھاوا کرنے کے لئے روانہ کیا عادل اور قطب شاہ نے اس سال چونکہ نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھا اور اس سے مقابلہ نہ کر سکے اس لئے اپنے اپنے ملک سے کچھ حصے دامراج کو دیکر بہت فروتنی کے ساتھ صلح کر لی چنانچہ علی عادل نے ابٹکر اور ناگری کو بے دے کر صلح کی اور قطب شاہ نے قلعہ کوہل کندہ۔ پانگل اور کنوڑ تنکانادری کے سپرد کر کے اس میلہ سے اپنا بقیہ ملک دشمن سے بچایا۔ اسی دوران میں جبکہ دامراج نے مسلمان بادشاہوں پر فوقیت حاصل

کر کے پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا دیسائی نے قلعہ پور کل الموسوم بہ پونکتی میں بغاوت برپا کی۔ چونکہ باغی کا گھر قلعہ کے اندر تھا یہاں اور جن کے بہانہ سے اپنے مددگاروں کے ایک گروہ کو قلعہ کے اندر لے گیا اور اس جماعت کی قوت اور بعض اہل قلعہ کی موافقت کی وجہ سے ٹھانہ دار کو قتل کیا اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔ علی عادل بیجا نگر کے قریب ہونے کی وجہ سے اور راجراج کے دُور سے اس قلعہ کے واپس لینے اور اسے دشمن سے ہزاروں کرائے میں تاخیر کر رہا تھا دوسرے سال جبکہ قلعہ نور کل میں قلعہ شاہ درک المشہور زلدراک اینٹ اور پتھر کا بید مضبوط بن گیا اور جسار کے برج و بارہ پورے طرح مستحکم ہو گئے تو بادشاہ نے بیجا نگر کے ہندوؤں سے لڑنے کا ارادہ کیا اور اپنے ارکان دولت اور اعیان ملک سے مشورہ کرنے کے لئے مجلس مشورہ منعقد کی۔ ملک اور سلطنت کے سمجھدار اور مستار فہم اراکین یعنی محمد کشور خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی نے جو بادشاہ کے رازدار اور مقرب درباری تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے خود مائیک ہے اور اگرچہ کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چونکہ ہمیں اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم ہے اور حاکم کے احکام کو نہ ماننا بے ادبی ہے اس لئے اگر حکم ہو تو جو کچھ ہمارے سمجھ میں آتا ہے وہ بیان کریں لیکن ایسا کرنا بلا اس کے ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ باہم اتفاق کریں اسلئے اگر راجراج کے لشکر کی زیادتی اور باہ و حشم کے اضافہ کا حال معلوم ہے ظاہر ہے کہ راجراج کا ملک جو چھ بندرگاہ اور بے شمار قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اور اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے اور اس کے جاہ و جلال کا سکھ سمجھوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس ایسے شخص سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مفید نہ ہو گا بادشاہ کو چاہئے کہ حین نظام سے ارتباط پیدا کر کے اسے اپنا بھائی اور اس سے دشمنی کو ترک کریں۔ علی عادل نے اپنے مشیروں کی رائے کی تعریف کی اور محمد کشور خاں کو اس معاملہ میں مختار کامل کر دیا۔ محمد کشور نے پہلے ایک قاصد علی عادل کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس روانہ کر کے اپنا ارادہ اس پر ظاہر کیا۔ ابراہیم قطب کا دل خود بھی بیجا نگر دانوں کی طرف سے بلا ہوا تھا اس نے اقرار کیا کہ علی عادل اور حسین نظام کے درمیان واسطہ ہو کر دونوں کو باہم ملا دیکھا اور شولا پور کے قلعہ کو جو باعث فساد ہے حین نظام شاہ سے علی عادل کو دلوادے گا قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور اس گھر لانے کا بہت بڑا رکن تھا

بجا پور پہنچا کہ اگر علی عادل اپنے پیغام کے موافق ارادہ پر توجہ اور اس میں مہر ہو تو میں سے احمد نگر دانہ ہو کر اتحاد و میل پیدا کرنے کی تمہید اٹھائے مصطفیٰ خاں اردستانی عادل شاہ کی مجلس میں پہنچا اور اس کو اپنے ارادہ میں مصر و مہربوط پایا اردستانی احمد نگر دانہ ہوا اور خلوت میں حسین نظام شاہ بھری سے اس نے کہا کہ شاہان ہند کے عہد میں جب کے سارا ملک دکن ان کے قبضہ اقتدار میں تھا کبھی مسلمان ہندوؤں پر غالب آتے تھے اور کبھی بیجا نگر کے ہندو مسلمانوں کو بیجا دکھاتے تھے لیکن ہمیں مسلمان اکثر بلا کسی نتیجہ کے لڑائی موقوف کر دیتے تھے اور بیجا نگر کے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا رتاؤ کرتے تھے اب جبکہ ملک دکن چند حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے تو نقل کا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ متفق ہو کر اتحاد اور دوستی سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے ضرر سے سلطنت محفوظ رہے اور بیجا نگر کے راجہ کا قابو اور غلبہ جس کے تابعدار کرنا ملک کے تمام ہندو فرمانروا ہیں اسلامی ممالک پر نہ ہو اور رعایا کو جو خدا کی دی ہوئی نعمت ہے راجہ جیسے زبردست دشمن سے جو بھید طاقت و راہ دہرہ دلیہ ہو گیا ہے اور جو بارہا ان ملک پر دھاوا کرتے سے خیرہ سر ہو رہا ہے محفوظ رکھیں اور مسلمانوں کے گھروں کو اب ہندوؤں کا مسکن نہ بننے دیں۔ حسین نظام شاہ سید اردستانی کی راست گوئی سے بھلا خوش ہوا اس کی صاحب رائے کی بھلا تعریف کی سید اردستانی نے احمد نگر کے احمیان ملک یعنی قاسم بیگ حکیم تہریری اور ملا عنایت اللہ قاسمی کے ساتھ ملکر بیگانگت اور قربتداری پیدا کرنے کا بند کر دیا اور یہ طے پایا کہ حسین نظام شاہ بھری اپنی بی بی چاند بی بی کو سلطان علی شاہ کے حوالہ عقد میں دے اور اسی کے ساتھ شولاپور کا قلعہ شاہزادی کے ہمیں میں حوالہ کرے اور علی عادل اپنی بہن بدیعہ سلطان کو حسین نظام کے بڑے بیٹے شاہزادہ مرخصنے کو بیاہ دے اور اس طرح یکدلی اور اتحاد پیدا کر دیا جائے۔ اس کے بعد مینوں بادشاہ راجہ پر فوج کشی کر کے خدا کی مدد سے اس کے غرور و تکبر کی راجہ کو مناسب سزا دیں۔ ملا عنایت اللہ مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ اچھی ٹکری بجا پور آیا اور جو عہد و پیمان ہوئے تھے ان کو شدید قسوں کے ساتھ ستم کیا چنانچہ ایک ہی مارچ میں دونوں طرف عردی اور شادی کی مجلسیں آراستہ ہوئیں۔ غرض کہ مینر بانی کے تمام کام انجام پائیں اور چاند بی بی سلطنت

بیجا پور رئیس اور یہ سلطان نے احمد نگر کی راہ لی۔ اس تقرب کے بعد علی عادل شاہ نے ہتھکڑیاں باندھ کر کے پورنہ کو واپس لیسنے اور راہجو راہ راتوں کے قلعوں کو دشمن کے پنجے سے آزاد کرانے کا ارادہ کیا علی عادل نے راجراج کے پاس ملٹی بھیج کر اس سے یہ حال طلب کئے۔ راجراج ملٹی کے ساتھ سختی سے پیش آیا اور اس کو بیجا نگر کے باہر کر دیا۔ علی عادل نے پورے طور سے اس کا فر کے تباہ کرنے پر کمر بستہ باندھی اور مہین نظام شاہ۔ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ساتھ غیر مسلموں سے لڑنے پر آمادہ ہوا چنانچہ ۱۵۹۷ء میں قرارداد کے موافق یہ چاروں فرمانروا حوالہ بیجا پور میں آئیں اس میں علی اور تیسری جمادی الاول ۱۰۰۷ء کو تمام مسلمان بادشاہ دشمن کی طرف روانہ ہوئے سفر کی منتزلیں طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر دریائے کرشنا کے کنارے بالنگو تہ پہونچا جو کہ اس نواح پر علی عادل کا قبضہ تھا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں فرمانروا مہانوں کی یہاں دوبارہ مصافحت کی۔ علی عادل نے تمام مالک محروسہ میں فرمان روانہ کئے کہ ضروریات کی تمام چیزیں لشکر گاہ میں لے آئیں ایسا نہ ہونے پائے کہ لشکریوں کو کسی قسم کی تکلیف ہو۔ راجراج نگر نے مسلمان بادشاہ ہوں کے اتحاد اور اسلامی لشکر کی روانگی اور آمد کی خبر سنی لیکن نہ تو کچھ پریشان ہوا اور نہ کسی طرح کی عاجزی کا اس نے اظہار کیا بلکہ ان سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھ کر سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی تمراج کو یس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی اور ایک لاکھ پیادوں کی جمعیت سے جلد سے جلد روانہ کیا تاکہ تمراج دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کر دے۔ تمراج کے بعد راجراج نے اپنے منجھلے بھائی وٹنگنا دریا کو جو سے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ ان دونوں نے حال میں پور قبضہ کر کے مسلمانوں کو دریا کے پار اترنا دشوار کر دیا سب کے بعد راجراج نے اطراف و جوانب کے تمام راجاؤں کو ساتھ لے کر جوار فوج کے ساتھ خود بھی قسیم کی طرف کوچ کیا۔ اور نہ کرشنا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ بیجا نگر کے ہندوؤں نے ہر اس جگہ جہاں کہ مسلمانوں کے لئے دریا سے اترنا ممکن تھا۔ اس طرح راستے روک دئے تھے کہ دریا کو کسی طرف سے بھی پار کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ تنہا مسلمان بادشاہوں نے ایک گروہ کو مقرر کیا کہ پانی کی سطح پر تیس چالیس کوس چل کر دیکھیں اور تھیں کہ کس طرح سے عبور ممکن ہے یہ گروہ بڑی تلاش اور جستجو کے

بعد واپس آیا اور اس نے ان بادشاہوں سے کہا کہ اس دریا کے پار کرنے کے دو تین راستے ہیں جس جگہ کہ پانی کم ہے اور دریا بد اور لشکر جہاں سے دریا کو پار کر سکتے ہیں وہ وہی جگہ ہے جس کے مقابل ہندو فرنگش ہیں اور انھوں نے ایک دیوار قائم کر رکھی ہے اور طرح طرح کی آتش بازیوں وہاں نصب کی ہیں مسلمان بادشاہوں نے مجلس خورہ منعقد کی اور دیر تک حل محل کے لئے غور و فکر کرتے رہے آخر کار یہ طے ہوا کہ ایک گھاٹ کے دریافت ہو جانے کی خبر اڑائی چاہئے اور اس فرد و گاہ سے دو تین کوچ پے در پے کئے جائیں جب غنیمت دھوکے میں آکر ہمیں سر راہ گرفتار کر کے کا ارادہ کرے اور اپنی جگہ سے کوچ کر جائے اور اس اصلی گھاٹ کو چھوڑ دے تو مسلمان بادشاہ جلد سے جلد یلٹ کر اسی مقام سے دریا کو پار کر جائیں غرض کہ اس طرح تین کوچ پے در پے کرنے کے بعد دریا کے کنارے سے فاصلہ پر پہنچ گئے دشمن اس درمیان کہ کہیں حریف دوسری جگہ سے نہ پار اتر جائے اپنی اصلی فرد و گاہ کو چھوڑ کر جلد سے جلد پانی کے اسی طرف مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ نہ ہوا۔ چونکہ خدائی مرضی یہ تھی کہ امراج کے خاندان کا خاتمہ ہوا اور حکومت اس کے گمراہنے سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کہ ہندوؤں نے احتیاط سے کام نہ لیا اور اپنے لشکر کے کسی حصہ کو بھی اس گھاٹ پر مسلمانوں کے دفعیہ کے لئے نہ چھوڑا۔ مسلمان بادشاہ ہوں نے اپنے منصوبہ کو کامیاب دیکھ کر اصل گزراگاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کی راہ کو بار گھنٹیں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے حریف کا لشکر ابھی یہاں تک نہ پہنچا تھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اطمینان کے ساتھ گھاٹ سے اترا۔ اس واقعہ کے بعد اسلامی لشکر بھی اسی طرح گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آگیا بھیج کے دقت ساری فوج و امراج کے لشکر کی طرف جو پانچ کوس کے فاصلہ پر جمہ زن تھا روانہ ہوئی۔ اگرچہ اس کارروائی سے ہندوؤں کے دلوں پر یاس اور ناامید سی جھانگئی لیکن ہیں ہم ساری رات فوجی تیاری میں بسر کی اور اپنے لشکر گاہ کے سامنے آمادہ قتال کر لئے۔ یہ مسلمان بادشاہوں نے بھی دوازہ اہام کے علم دوسرے دن تدارک کیے اور اپنی صفوں کی درستی میں مشغول ہو گئے۔ یمین علی عادل شاہ کے سپرد ہوا اور مسیرو علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کے اور قلب حسین نظام شاہ کو دیا گیا۔

الشبازی کی آواز سے زنجیروں سے مقبوط باندھ دئے گئے اور دست جنگی ہا سٹی فوراً
 آئین جنگ کے مطابق جا بجا کھڑے کر دئے گئے۔ مسلمانوں نے خدا پر بھروسہ
 کر کے حریف پر خمدید حملہ کیا۔ راجہ بیجا نگر نے بھی اپنی فوج کے افسروں کو بلایا
 اور انکو آئندہ کے وعدہ ہائے انعامی سے دل شاد کیا اور ہر طرح پر ان کو
 مطمئن و خوش کر کے راجہ نے اپنا اسلحہ خانہ کھولا اور فوج کو ہتھیار تقسیم کئے اور
 اپنے لشکر کے درست کرنے میں مصروف ہوا۔ ہندو لشکر کا مہمنہ تمہراج کی
 حفاظت میں دیا گیا تھا اور وہ براہیم قطب شاہ کے مقابلہ میں ایستادہ ہوا۔
 تنکنادری نے اپنا میسرہ علی عادل شاہ کے سامنے آراستہ کیا اور راجہ کو قلب لشکر میں
 حسین نظام شاہ بھری کا دم مقابل ہوا۔ راجہ دو ہزار ہا سٹی ایک ہزار رابہ توپخانہ
 ہر گولہ امیدان جنگ میں لایا۔ عین دوپہر کے وقت راجہ خود بھی سنگھاسن پر سوار ہو کر
 میدان کارزار کی طرف جلد ہر چند اعیان دولت لئے سنگھاسن پر سوار ہونے
 سے روکا لیکن تمہراج غرور اور کبر کے نشہ میں مہرشار تھا اس نے کسی امیر کی بات
 نہ سنی اور کہا کہ لوگوں کی لڑائی میں گھوڑے پر سوار ہونا بہادروں کی کسر شان ہے
 حریت تو ابھی سامنے سے فرار ہوتا ہے غرض کہ ہندو اور مسلمان ایک
 دوسرے کو خاک و خون میں ملانے لگے اور کبھی ایک اور کبھی دوسرا فوجی حریف
 کو یا کمال کرنے لگا ہوا یا یہ عالم تھا کہ بیجا نگر کے پیادے بار بار بیچاس ہزار بایں
 اور قتلگ مسلمانوں پر چلاتے اور پھینکتے تھے اور ہندو لشکر کے سوار جو پیشتر راج
 بندر کے باشندے تھے ہندی تلوار سے اپنے حریف پر خمدید حملہ کر رہے تھے
 قریب تھک مسلمانوں کو شکست ہو کہ دفعہ راجہ حسین نظام شاہ کی کوشش سے
 اس کے ایک سپاہی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اس اہل کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ
 نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے اندازہ اور خیال کے خلاف جنگ آزمائی میں
 شغول ہیں تو ان سے بے رحم خوف زدہ ہو کر سنگھاسن سے
 نیچے اترا اور ایک موضع کرسی پر بیٹھا زرد دوزی اور غل کے شامیانے
 جن کی جھال میں موٹی اور جواہرات آویزاں تھے اس کرسی پر لگائے گئے۔
 راجہ کے حکم کے موافق اس کے چاروں طرف روپے اشرفیاں اور موتیوں کا ڈھیر

لگا دیا گیا راجہ نے اشنائے جنگ میں روپیہ اشیرفیاں بغیر تو لے ہوئے امیروں اور سپاہیوں کو تقسیم کرنا شروع کیوں اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص کامیاب میرے پاس آئیگا وہ اشیرفوں اور جواہرات کے طبق اور جواہرات کے بھرے ہوئے ڈبلے انعام پائیگا۔ دکن کے سپاہی اس خوشخبری سے بید خوش ہوئے اور تراج نے دتکتا درمی وغیرہ امیروں اور سپاہیوں نے مسلمانوں پر شدید حملہ کیا اس مرتبہ مسلمانوں کا میمنہ اور مسید بالکل پریشان ہو گیا اور میدان کارزار قیامت کا نمونہ بن گیا مسلمان بادشاہ فتح سے قطعی مایوس ہو گئے اور دل شکستہ ہو کر اپنے ارادوں میں ڈگمگا گئے۔ اس حالت میں حسین نظام شاہ بھری نے جو انہر دی سے کام لیا اور باجوہ اس کے کہہ دہستے اور بائیں کوئی سپاہی باقی نہ رہا تھا اور ان کی طرف سے ہر وقت ہزائن بان اور تنگ چھوٹ رہے تھے اور حریف چپ دراست ہر طرف غالب آچکے تھے حسین نظام شاہ بالکل خوف زدہ نہ ہوا اور حملہ کے لئے آگے بڑھا شکست خوردہ امیروں اور عادل شاہی مقدمہ لشکر مجہد کشور خاں نے جب نظام شاہی علم کو بلند دیکھا تو حسین نظام شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف چھوڑیں اور خود شوق شہادت میں آگے بڑھا اور راج کے لشکر خاصہ پر حملہ ہوا حسین نظام شاہ کے اس حملہ سے راج کا لشکر پریشان ہو گیا۔ راج کا جو امی بریں کا بوڑھا ہو چکا تھا پریشان ہو کر پھر سنگھاسن پر بیٹھا اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک مست ہاتھی غلام علی نامی سنگھاسن کے قریب پہنچ گیا اور لوگوں کو پامال کرنے لگا سنگھاسن کے مزدور جن کو بھولی کہتے ہیں سنگھاسن کو جمع راج کے زمین پر بھینک کر بھاگ گئے چونکہ یہ جنگ مغلوں پر بھی گسیکوراہہ کے حال کی خبر نہ تھی اور راج اکیلا میدان جنگ میں پڑا رہا فیلبان کی نظر مرصع سنگھاسن پر پڑی اور اس کی طمع میں ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔ ایک برہمن جس نے مدت تک راج کی خدمت کی تھی یہ بھاگ فیلبان سنگھاسن اٹھنے آ رہا ہے اس نے عاجزی سے یہ کہا کہ راجہ راج اس پر سوار تھے اور اب زمین پر پڑے ہیں۔ راجہ کے لئے ایک گھوڑا لا دیا اس خدمت کے صلہ میں

راجہ تم کو اپنے امیروں کے گردہ میں داخل کرے گا۔ فیلیان نے امرراج کا نام سنتے ہی
 سنگھاسن کو خیر باد کہا اور راجہ کو اپنے ہاتھی کی سوئڈ میں بیٹھ کر جلد سے جلد
 نظام شاہی کو بنگانہ گئے انسر رومی خاں کی خدمت میں پہنچ گیا رومی خاں نے
 راجہ امرراج کو حسین نظام شاہ کے سامنے پیش کیا اور راجہ کا سرتن سے جدا
 کر کے میدان کارزار میں پھینک دیا گیا ہندوؤں نے راجہ کا سر دیکھ کر راہ فرار
 اختیار کی اور مسلمانوں نے انکا تعاقب کر کے ہزار ہندوؤں کو قتل کیا ایک روایت
 کے موافق اس معرکہ میں تین لاکھ ہندو تہ تیغ کئے گئے لیکن صحیح یہ ہے کہ سارے
 معرکہ کارزار میں جس میں مقابلہ اور تعاقب دونوں داخل ہیں ایک لاکھ ہندو
 مارے گئے چونکہ میدان جنگ سے اناگندی تک جو بیجا نگر سے دس کوس
 کے فاصلہ پر ہے سارا میدان ہندوؤں کے کشتوں سے بھر گیا مسلمانوں کو
 نہ بچا ہوا ہر گھوڑے اور نہ خیمہ و خورگاہ لوٹدی اور غلام اس کثرت سے ہاتھ
 آئے کہ اس کا شمار شکل ہے مسلمان بادشاہوں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا
 اور یہ حکم دیا کہ مال غنیمت میں سوا اچھوں کے اور کوئی چیز سپاہیوں سے لی جائے
 بعینہ جو چیز جس کے ہاتھ آئی وہ اسی کا حصہ ہے اور کسی شخص سے اس کی
 بابت باز پرس نہ ہو۔ اخبار نویسوں نے فستخامے ہر چار جانب لکھ کر
 روانہ کئے مسلمانوں نے بیجا نگر کے نواح تک ہر جگہ پھانا اور بلند عمارت کو
 زمین کے برابر کر دیا اور اکثر قریبوں اور قبضوں کو تباہ و ویران کیا تنگنا درہی
 راجہ امرراج نے جو معرکہ جنگ سے صحیح و سالم فرار کر کے ایک جگہ چھپا ہوا تھا ایلچی
 روانہ کئے اور یہی نصیحت اور ناری سے اماں کا خواستگار ہوا تنگنا درہی نے عادل شاہی
 اور قطب شاہی قلعہ اور پرگنے واپس کئے اور حسین نظام شاہ کو بھی پانچ سے راضی
 اور خوش کیا مسلمانوں نے بھی اب غارتگری سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کو
 روانہ ہوئے عین معرکہ جنگ میں تمراج نے عادل شاہی سائے ماطفت میں پناہ
 لی۔ تمراج نے بادشاہ سے عرض کیا کہ تنگنا درہی بہت قوی اور صاحب اثر
 ہو کر امرراج کا جانشین ہو گیا ہے اور چونکہ امراتے ملک بھی اس کے ہی خواہ
 ہو سکتے ہیں لہذا میری گزارش یہ ہے کہ مجھے قلعہ اناگندی کی حکومت مرحس

کے مصافحات کے عطا ہو۔ بادشاہ نے اس کو طعن کیا اور اسے فرزند کے خطاب سے سرفراز فرما کر اسی دن تہراج کو اتنا تسلط اور جبر حکومت عطا فرما کر تہراج کو قلعہ ناگندی کی حکومت پر روانہ کیا اور تنگنا درمی کو لکھا کہ تہراج ہمارے حکم سے حکومت کے لئے آ رہا ہے تمہیں چاہئے کہ اس کے مزاحم نہ ہو اور ناگندی اور اس کے مصافحات کی حکومت اس کے سپرد کر دو تنگنا درمی نے تعمیل ارشاد کے ہوا اور کچھ چارہ کار نہ دیکھا اور ناگندی بھیجے کے سپرد کیا اور تہراج بھی صاحب حکومت ہو گیا چنانچہ اسی وقت سے آج تک ناگندی کی ریاست کے مالک تہراج کے فرزند ہیں اور بیجا نگر پربتگنا درمی کے فرزند مکران ہیں اور چونکہ اب بہت تھوڑا ملک دونوں خاندانوں کے زیر حکومت رہ گیا ہے لہذا راجگی کے لوازمات مشکل سے انجام پاتے ہیں کرنا ملک کے دوسرے ملکوں پر طولاً و عرضاً دیگر امرائے دولت قابض ہو کر خود مختاری کا دم بھر رہے ہیں غرض کہ مارے ملک میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی ہے اور کوئی سنی کا بدسان حال اور دست نگر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ لڑائی کے بعد سے پھر ہندوؤں سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی علی عادل شاہ نے قلعہ بنیکا پور کو جو سلطان بھنبیہ کے زمانہ میں بھی فتح ہو چکا تھا مع حصار چند کوئی اپنے آقز زمانہ میں دوبارہ فتح کیا۔ اس کے علاوہ عادل شاہ نے قلعہ ادنی کو بھی جس کی فتح کرنے کی بھنبیہ خاندان کے ہر فرمانروا کو از رو تھی اپنی سعی اور تدبیر سے فتح کیا۔ اس کے علاوہ جو دوسرے ملک فتح ہوئے ان کا بیان عنقریب اس کتاب میں مذکور ہو گا نیز بیجا نگر اس وقت تک جو مسئلہ بھنبی سے خراب اور دیران پڑا ہوا ہے اور تنگنا درمی کی اولاد نے مسئلہ اس کو آباد نہیں کیا ہے اور ننگنڈہ کے شہر کو اپنا تخت گاہ مقرر کیا ہے راجہ راجہ سنگھ بھنبی میں قتل کیا گیا موسیٰ فرشتہ کے والد مولانا غلام علی استرلہ نے بطریق عمید راج کے قتل کا یہ مصرع تاریخ موزوں کیا ہے نہایت خوب واقع گشت قتل راجہ راجہ سنگھ ہیں کہ اس زمانہ میں مسین نظام شاہ بھنبی فوت ہوا اور اس کا فرزند اکبر مرطی نظام شاہ بھنبی کا باپ کا قائم مقام ہوا علی عادل شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ناگندی بدستغرضی کر دی۔ اس حملہ کا مقصد یہ تھا

کہ تمراج ولد رامراج کو ایک قسم کی تقویت حاصل ہوا اور وہ ننگنڈہ کا مستقل فرمانروا ہو جائے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ رامراج کو اسی طرح صنی کر کے خود اناگندی کو تباہ کر کے بیجا نگر پر قبضہ کرے۔ تنگناوری بادشاہ کے اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس لئے مرتضیٰ نظام شاہ بھری اور اس کی ماں خود نوزہ ہمایوں کو لکھا کہ حسین نظام شاہ نے یہ ملک مجھے عطا کیا ہے۔ علی عادل شاہ کو طمع دامنگیر ہوئی ہے اور وہ اس ملک کو میرے قبضہ سے نکال کر خود اس پر متصرف ہونا چاہتا ہے مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اپنے دست گرفتہ کا خیال کر کے میری مدد اور حمایت کریں گے اور مجھے اس بلا سے نجات حاصل ہوگی۔ خونزہ ہمایوں نے ماعنایت اللہ کے مشورہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجا پور پر لشکر کشی کی اور نہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مجبوراً اناگندی سے ہاتھ اٹھایا اور بیجا پور واپس ہوا۔ چند روز اطراف بلدہ میں طرین میں لڑائی ہوئی اور مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس گیا سلسلہ بھری میں خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور نظام شاہ بھری نے موافقت کر کے برابر پر لشکر کشی کی۔ سویم برسات میں حملہ کیا گیا اور علی عادل حد و دیرا پر کو تباہ کر کے بیجا پور کو واپس آیا۔ علی عادل نے بیجا پور میں ایک حصار چونے اور پتھر کا تعمیر کرانا شروع کیا۔ یہ حصار محمد کشور خاں کے اہتمام میں تین سال کے اندر مکمل ہو گیا خونزہ ہمایوں کی حکومت اور مرتضیٰ نظام شاہ کے سپاہیوں کی مخالفت سے نظام شاہ سی بارگاہ سے روٹی اٹھ گئی تھی۔ علی عادل نے چاہا کہ احمد نگر کے بعض ملکوں پر قبضہ کرے بادشاہ نے محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیرازی قبضہ رنقش تھی اور سلسلہ بھری میں علی عادل نے محمد کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کی مبعیت کے ساتھ سرحد نظام شاہی کی طرف روانہ کیا۔ محمد کشور خاں نے اپنے ستارہ اقبال کو عروج پر پایا اور بعض نظام شاہی بدگنوں پر قبضہ کر کے ملک کو قبضہ کر لیا جو بدگنہ بیس میں واقع ہے قبضہ کر لیا۔ کشور خاں نے ان نظام شاہی امیروں کو جو اس سدا راہ ہوئے بیس میں شکست دی اور دوسرے پر گناہ ہو

قبضہ کرنے کے لئے اسی پر گتہ میں ایک مضبوط حصار کی بنیاد ڈالی حصار تھوڑے ہی زمانہ میں تیار ہو کر دارور کے نام سے موسوم کیا گیا محمد کشور خاں نے اس حصار کو توپ و تفنگ سے مضبوط کر کے دو سال کا محصور اس نواح سے وصول کیا اور چاہتا تھا کہ دوسرے اڈوں اور پرگنوں کی پیٹری میں کوشش کرے کہ باگاہ مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی ماں کے منجہ تصرف سے آزادی حاصل کر کے محمد کشور خاں کی مدافعت پر کمر بستہ باندھی مرتضیٰ نظام شاہ ^{۱۶۹۷} ہجری میں کشور خاں کی طرف بڑھا۔ محمد کشور خاں نے بھی بادشاہ کے مقابلہ پر کمر ہمت باندھی اور قلعہ کے بیچ و بارہ کو آلات حرب و آتشازی سے مکمل کر کے اور عین الملک انگش خاں اور نذر خاں کے ساتھ جن کو علی عادل نے مدد کے لئے بھیجا تھا روئے کے لئے مستعد ہوا ان امیروں سے یاتو کم ہمتی اور یا محمد کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بلا لڑے ہوئے راہ فرار اختیار کی اور محمد کشور خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمکو مرتضیٰ نظام سے لڑنے کی طاقت نہ تھی اس لئے ہم تم سے جدا ہو کر حریف کے پائے تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اس کارروائی سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ قلعہ داری سے ہاتھ اٹھائے اور ہمارے تعاقب میں بھاگنے کی راہ لے۔ واقعہ یہ تھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ محمد کشور خاں کے فتنہ کا ذکر نا سب برادری اور مقدم سمجھتا تھا بادشاہ نے سب سے پہلے محمد کشور خاں کی طرف قدم بڑھائے۔ محمد کشور خاں نے چند خاص ساتھیوں کے ساتھ مرتضیٰ نظام شاہ کا مقابلہ کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قلعہ سر نہ کر لیا گا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا نظام شاہ نے راستہ طے کرنے میں قلعہ کا رخ کیا اور باوجود اس کے کہ ہر مرتبہ قلعہ سے ہزاروں تفنگ اور ضرب زن اس پر بھیڑیں لگیں علی ہمت بادشاہ کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہونچا اور اہل قلعہ جان سے تنگ آگئے جس وقت کہ نظام شاہ کے محل سپاہی حریف کے لشکر پر تیر اندازی کر رہے تھے اتفاق سے ایک تیر محمد کشور خاں کے جانگاہ محمد کشور خاں جنگ کا تاشہ دیکھ رہا تھا تیر ہنگتے ہی ٹھنڈا ہو گیا دوسرے سپاہیوں نے سردار کو مردہ دیکھ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور راہ فرار اختیار کی اور اس طرح کا مکمل قلعہ مع ساز و سامان کے

نہایت آسانی کے ساتھ علی عادل کے قبضہ سے نکل گیا قلعہ کے ساتھ بعض مقبوضہ پر گنات بھی عادل شاہی حکومت سے نکل گئے۔ خواجہ میرک و میر اصغہانی جو آخر عمر میں چنگیز خاں کے لقب سے موسوم کیا گیا اور نواج نظام شاہی کا سردار مقرر ہو کر عین الملک اور نور خاں کے تعاقب میں احمد نگر روانہ کیا گیا نواج شہر میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ایک شدید خونریزی کے بعد خواجہ میرک و میر اصغہانی کو فتح ہوئی۔ اور عین الملک مقتول اور نور خاں قید ہوا اور اصال شکر بحال خراب بجایو رہا پس آگیا۔ اس سال عظیم الشان نقصان نواج عادل شاہی کو پہونچا اور تمام کوشش بے سود اور بیکار ہو گئی۔ اس دوران میں علی عادل نے کوہ کی تسخیر اور نصاریٰ کی تباہی پر کمر بستہ رہا اور اس طرف روانہ ہوا لیکن باوجود اس کے کہ بے شمار عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں کام آئے مگر بادشاہ بے نیل مراد واپس آیا۔ شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کی ہدایت کے موافق بادشاہ نے قلعہ اودنی کی تسخیر کا ارادہ کیا اودنی کا قلعہ وہ عظیم حصار ہے کہ شاہان بہمنیہ کے ہاتھوں بھی فتح نہ ہوا تھا۔ علی عادل نے انیس خاں کو اٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت اور بے شمار توپخانہ کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اس قلعہ کا حاکم راج کا ایک امیر تھا جس نے آخر میں مالک سے بیوفائی کر کے خود مختاری اختیار کی تھی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر رکھا تھا۔ حاکم قلعہ نے حریف کی مدافعت کی اور انیس کے مقابلہ میں کئی ہونہاریاں لڑا لیکن چونکہ ہر معرکہ میں مغلوب ہوا قلعہ اذوقہ قلعہ میں پہونچا کر خود بھی حصار کی ہو گیا حصار کے محاصرہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور حاکم قلعہ نے پریشان ہو کر امان چاہی اور حصار حریف کے سپرد کر دیا اودنی کا قلعہ ایک بیابان کی چوٹی پر واقع ہے حصار بے وسیع اور رنجہ نشان ہے جس میں خوشگوار مشینوں اور ہتھیاروں میں شیورائے کے اسلاف میں ہر راجہ مسلمان باغیوں کے خوف سے اس قلعہ کو تسلیم کرنا تھا اور حصار کے گرد حصار تیار ہوتا تھا یہاں تک کہ فتح کے وقت اس قلعہ کے گرد گیارہ حصار لکھنے ہوئے تھے سا باط اور نقب اور نوپ سے اس حصار کو فتح کرنا محال تھا طول محاصرہ سے اس کی تسخیر ممکن تھی جیسا کہ اگلے باب میں آیا علی عادل شاہ اس قلعہ کے فتح ہونے سے بے حد خوش ہوا

اور بادشاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کی تسخیر کا ارادہ کیا علی عادل شاہ نے پہلے ابوالحسن اور خواجہ میرک و میر صفائی کی کوشش سے سرحد پر تعیناتی نظام شاہ سے ملاقات کی اور یہ قرار پایا کہ نظام شاہ بھری ملک برابر پر قبضہ کرے اور عادل شاہ برابر کی دست کے لحاظ سے بیجا نگر کے پرگنوں پر تصرف ہو تا کہ مملکت کی وسعت اور سلطنت کے رتبہ کے اعتبار سے کوئی فرمان روا دوسرے سے زیادہ حصہ پر حکمران نہ ہو۔

سالہ بھری میں علی عادل شاہ نے قلعہ طور کل بھر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا یہ قلعہ راج کے معرکوں میں اس کے تصرف سے نکل گیا تھا اور قلعہ براہیک معمولی سپاہی حکومت کر رہا تھا بادشاہ نے باج و خیر قبضہ قلعہ کا محاصرہ کر کے تمام اہل حصار کو تنگ کر دیا محاصرہ کے زمانہ میں ایک بہت بڑی توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ اس واقعہ سے خوش ہوئے اور سمجھے کہ حصار کچھ دنوں اور محفوظ ہو گیا علی عادل نے اس واقعہ کو شاہ ابوالحسن کی غفلت پر معمول کر کے اس کو معزول کیا اور مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو راج کے قتل کے بعد عدالت پناہ کا ملازم ہو گیا تھا میر محلہ اور کل سلطنت مقرر کر کے سلطنت کے سارے مہات اس کے سپرد کیے مصطفیٰ خاں نے قلعہ کے سر کرنے میں بجد کوشش کی اور وہیں میں اہل قلعہ کو عاجز و پریشان کر دیا حصار کے باشندے امان کے خواستگار ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ دیکھنی اور بسائی اور ان کے فرزندوں اور متعلقین کو قید کر کے اس کے سپرد کر دیں تو اہل حصار کو امان دیکھائی گی۔ اہل ان قلعہ نے اتفاق کر کے دیکھتی اور اس کے اعزہ کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا اور خود اپنے مال اور اہل و عیال کو ساتھ لیکر حصار کے باہر چلے گئے بادشاہ نے دیکھتی اور اس کے عزیزوں کو طرح طرح کی سختیوں کے ساتھ قتل کیا اور قلعہ کی حکومت معتبر لوگوں کے سپرد کر کے مصطفیٰ خاں کے مشورہ کے مطابق قلعہ دار و دربر حملہ آور ہوا دار و در کرنا ملک کا مشہور قلعہ ہے یہ حصار اس زمانہ میں راج کے ایک امیر کے قبضہ میں تھا جو ہر سال کچھ رقم اور چند ہتھی تنگنادر می اور ہیراج کو دے کر صاحب قوت اور شوکت ہو گیا تھا۔ بادشاہ وہاں پہونچا اور چھ مہینے کا محاصرہ کو

جاری رکھایہ قلعہ بھی مصطفیٰ خاں کی خوشی سے فتح ہوا اور اہل قلعہ نے امان حاصل کی۔ علی عادل نے سات بیٹے یہاں گزارے اور نواح کو باغیوں کے وجود سے پاک و صاف کر کے مصطفیٰ خاں کے مشورہ کے موافق حصار بنکا پور کی سیخڑ کے لئے بڑے سائزہ سامان کے ساتھ قدم اُگے بڑھایا۔ بلب و وزیر نے جو راجہ راج کا بنول بردار تھا راج کے قتل کے بعد اس قلعہ پر قابض ہو گیا تھا اور قلعہ جبرہ اور چندر کوئی کے راجہ اس کے محکوم تھے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی اور قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ بلب نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادوں کی جمیعت سے جنگل اور کوہستان کو روانہ کیا تاکہ یہ لشکر موقع پا کر سلطان لشکر کو تاخت و تاراج کرے اور ایسا اس کا سدناہ ہو کہ اذوقہ اور غلہ ان تک نہ پہنچنے پاوے بلب نے ایک نامہ تنگنا داری ولد تمراج کے نام اس مضمون کا لکھا کہ میں اپنے مالک کی مخالفت سے یحییٰ شرمندہ اور نادام اور اپنے قصور کا معترف ہوں۔ اس وقت سلطان فرمانروا بکا پور کا قلعہ فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے اگر اس وقت میرے قصور کو معاف فرما کر آپ خود اوہر کا رخ کریں یا اپنے کسی سردار کو میری مدد کے لئے روانہ کریں تو امید ہے کہ میں سلطانوں کے شرف و نساد سے محفوظ رہوں گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال رقم معین خزانہ میں داخل کرتا رہوں گا اور کبھی نافرمانی اور سرکشی نہ کروں گا تنگنا داری نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ تیرے تمرد اور سرکشی کی شامت دوسرے نیکواریوں پر بھی سوار ہوئی تو راجہ راج کے مقرب درباریوں میں تمھاری نگرانی کی تقلید اوروں نے بھی کی جن کی وجہ سے تمام ملک ہمارے قبضہ سے کھل گیا بلکندری اور چنداگری کے شہر مسلمانوں نے میرے لئے چھوڑ دئے ہیں میں انھیں کی حفاظت نہیں کر سکتا اگر تیرے نزدیک یہ مناسب ہو تو زور و جواہر سے کام لے اور اپنے محل اور زور پستی کو بالائے طاق رکھ کر دولت کو خزانہ سے نکال آؤ جس طرح ممکن ہو صلح کر لے اور اگر ایسی صورت سے بھی صلح ممکن نہ ہو تو ہم طریقہ ادھر جیل سے اپنے قرب و جوار کے راجاؤں کو اپنے سے راضی اور خوش کراؤ و وقتہ بیر کہ کہ دوسرے اطراف کے فرمانروا بھی تیرے فرزند کے ساتھ ہو کر وقت و بے وقت

مسلمانوں کے لشکر گاہ پر چھاپے مار کر ان کو اطمینان و آرام کے ساتھ نہ رہنے دیں تم لوگ ایسا انتظار کرو کہ تمہاری فوج کے پیادے جو رہنکر مسلمانوں کے لشکر میں جائیں اور جس کی کو بھی پائیں کٹارہ سے اس کا تمام کر دیں۔ میں اس بارہ میں دوسرے راجاؤں کے نام بھی فراہم کر رہا ہوں اور ان کو تاکید کرتا ہوں کہ تیری امداد کریں اگر وہ میرا حکم مان لیں اور تیرے ساتھ متفق ہو کر کام کریں تو قہو المرادو گر نہ یہ امر یقین ہے کہ بنکا پور کا قلعہ سر ہونے کے بعد تمام قلعے آسانی سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں گے۔

اس جواب سے بلب اگرچہ ناامید ہو گیا لیکن اس نے مجبوراً وارث ملک کے حکم کی تعمیل کی اور جیرہ اور چند رکونی کے راجاؤں کو اپنا رفیق طریق بنایا تاکہ یہ لوگ بلب کے فرزند کے ساتھ ملکر راجہ کرنا ملک کی ہدایت کے موافق مسلمانوں کو تنگ کریں اس کارروائی سے عدالت پناہ کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور ہر رات فوج کے کسی نہ کسی گروہ سے فریاد کی آواز سنائی دینے لگی ہر طرف یہی شور و غل تھا کہ چوروں نے فلاں فلاں شخص کو تہ تیغ کیا۔ اس تدبیر میں کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے پیادے تھوڑے ہی طبع پر جان بدھل جاتے تھے ان لوگوں کا دستور تھا کہ اپنے کو حریف کی گرفت سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ پیادے اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل ملتے تھے جس کے اثر سے ہاتھ پھسل جاتا تھا اس طرح اپنے کو دشمن سے مامون سمجھ کر جب کبھی کہ موقع ملتا تھا گھوڑے اور انسان سب کو کٹارہ سے بھجان کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی مشاق ہیں اور ان کا زبردست افسوں یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں وہاں کی خاک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ضرورت کے وقت اس مٹی پر منتر پڑھ کر جس گھر یا خیمہ پر ڈال دیتے ہیں وہاں کے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اگر افسوں زندہ افسانہ بیدار ہو بھی جاتے ہیں اور چوروں کو دیکھ بھی لیتے ہیں تو جب تک سامنا نہ رہتا ہے نہ کچھ بول سکتے ہیں اور نہ ادا کر اپنی جگہ سے کہیں اور جا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ

بادشاہ کے لشکر میں ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا اور قریب تھا کہ مسلمان کوچ کوکے واپس ہو جائیں کہ مصطفیٰ خاں نے مسلمانوں کو بھاگنے سے روکا اور چوروں اور قحط کیے دفعیہ کی یہ تدبیر کی کہ برکی امیروں کو جو غیر مسلم میباک اور بہادر تھے اور ابراہیم عادل کے وقت سے علی عادل کے زمانہ تک امارت کی زندگی بسر کر رہے تھے حکم دیا کہ یہ لوگ جن کی تعداد چھ ہزار تھی ہندوؤں کے لشکر کے مقابلے میں قیام پذیر ہو کر حریف کو اس بات کا موقع نہ دیں کہ غلہ اور اذوقہ کی راہیں بند کر سکے اور آٹھ ہزار سادوں کے لشکر ایک گز کے فاصلہ میں تعین کیا اور ان کو حکم دیا کہ لشکر کی حفاظت میں انتہائی کوشش کریں اور اگر کسی وقت غافل ہو جائیں اور حریف کے چور کسی نہ کسی طرح اپنے کو لشکر میں پہنچائیں تو لشکر گاہ کے جس طرف شور وغل کی آواز بلند ہو یہ لوگ اس سمت کا رخ کریں اور سر راہ کھڑے ہو کر جو شخص بھی لشکر سے نکلے اسے فوراً قتل کریں۔ اس حکم کی بنا پر کوئی شخص بھی رات کے وقت لشکر کے باہر نہ جاتا تھا حریف کے پیادوں نے اپنی عادت کے موافق شہنشاہ مارنا شروع کیا یہ چور لشکر میں ایسے اور مسلمان پیادے آواز سنتے ہی ان کے سر پر پہنچ جاتے تھے اور چوروں کے بھاگتے ہی پیادے ان پر حملہ کرتے اور ان کو تہ تیغ کر ڈالتے تھے مصطفیٰ خاں کی اس تدبیر سے چوروں کے شہر سے نجات ملی اور غلہ اور تمام ضروریات زندگی کے سامان اطراف و جوانب سے مسلمانوں تک اس کثرت سے پہنچ گئے کہ حد بیان سے باہر تھے۔ الغرض ایک سال کامل برکی امیروں اور بلب کے فرزند کے درمیان معرکہ کارزار قائم رہا ہر روز شدید لڑائی ہوتی جس میں طرفین سے آدمی کام آتے تھے مسلمان اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور ہر روز لڑائی کا بازار گرم کرتے تھے اہل قلعہ بھی بیحد جرات اور بہادری کے ساتھ آلات تشبازی اور نیردیکھ طریقوں سے حریف کی مدافعت کر رہے تھے کہ اسی دوران میں بلب وزیر کے فرزند نے اپنی طبعی موت سے دنیا کو خیر باد کیا اس سانحہ سے اہل قلعہ

دل شکستہ ہو گئے اور خود بلب پر بھی غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ محاصرہ کی مدت کو ایک سال تین ماہینے گزر گئے اطراف و جوانب کے راجا بھی پریشان اور تنگ آکر اپنے اپنے ملک کو ردا د ہو گئے اہل حصار نے عدالت پناہ سے اپنے اہل و عیال اور جہاں دہال کی امان چاہی بادشاہ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کی خواہش کے موافق ایک عہد نامہ لکھ کر ان کے پاس بھیج دیا۔ جس دن کہ اہل قلعہ اپنے حصار کو چھوڑ کر جانے والے تھے آردھام کے خوف سے مصطفیٰ خاں اپنے خاصہ کے لشکر کو ہمراہ لے کر قلعہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے تمام سپاہی اپنا مال و اسباب اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر حصار سے نکل کر اطراف کر ملک میں آوارہ وطن ہو گئے۔ نلی عادل شاہ اپنے چند مقرب درباریوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور موزن نے امامیہ مذہب کے موافق اذان دی اور اسی روز ایک بہت بڑا بیتخانہ توڑ کر مسجد کی طرح ڈالی گئی عدالت پناہ اور مصطفیٰ خاں نے حصول سعادت کے لئے اپنے اپنے ہاتھوں سے خانہ خدا کے بنیادی پتھر رکھے اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کی شوکت اور عظمت دو چند ہو گئی اور خلعت خاص سے مشرف کیا گیا یہ وہ خلعت تھا جو کشو خاں اور اسد خاں کے علاوہ کسی دوسرے امیر کو اس خاندان میں نہ ملتا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار پرگنے اور قریے اس نواح کے مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں دئے گئے مصطفیٰ خاں کا استقلال انتہائے کمال کو پہنچ گیا اور عیش پسند بادشاہ نے تمام ملکی اور مالی ہمت اس کو سپرد کر کے اپنی انگشتیری بھی مصطفیٰ خاں کے حوالہ کر دی۔ بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کو اجازت دی کہ ملک کے تمام ہمت اپنی رائے سے فیصلہ کرے اور کسی معاملہ میں بھی بادشاہ کی رائے حاصل کرنے کا انتظار نہ کرے چار مہینے گزرنے کے بعد نیکاپور کا قلعہ پورے طور پر قبضہ میں آگیا اور دہال کی رعایا نے خوشی سے بادشاہ کی اطاعت قبول کی بادشاہ نے خود قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار اور خزانہ اور توپخانہ اور قور خانہ عنایت کر کے اسے جبرہ اور چندر کوئی کے حصار فتح کرنے کا حکم دیا۔ مصطفیٰ خاں قلعہ جبرہ کے خوالی میں پہنچا حصار کا حاکم مسمیٰ ار سب نایک عاجزی کے ساتھ پیش آیا

اور اس نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا چونکہ یہ راجہ بنگاپور کے معرکہ میں مصطفیٰ خاں کو
 تھکے اور مدد سے بھیج کر دوستی کی راہ کھول چکا تھا مصطفیٰ خاں نے اس کی درخواست
 قبول کی اور خراج کی رقم وصول کر کے چند رکونی کی طرف بڑھا اس قلعہ کا راجہ
 صلح پر راضی نہ ہوا بلکہ اپنی قوت اور قلعہ کے استحکام اور جنگوں کی کثرت نے
 اسے ایسا مغرور کیا کہ حریف کی واقعت پر آمادہ اور تیار نہ ہو گیا۔ مصطفیٰ خاں اور
 دوسرے امرا نے حصار کا محاصرہ کر لیا اور برکی امیران غیر مسلموں کے مقابلہ میں
 متعین کئے گئے جو اطراف و جوانب سے چند رکونی کے باشندوں کی اعانت
 کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے مسلمانوں نے غلہ کی رسید بند کر دی اور اس طرح
 ہر تہ سیر سے دس ہفتے میں اس قلعہ کو بھی ششہ ہجری میں جو کبھی مسلمانوں کے
 قبضہ میں نہ آیا تھا فتح کر لیا اور فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔
 علی عادل نے اس قلعہ کی سیر کرنے کا ارادہ کیا اور بنگاپور سے اس طرف
 کا رخ کیا اس قلعہ میں چند دنوں عیش و عشرت میں بسر کئے اور کرناٹک کے
 باشندوں کو یہ پسند کیا غرض کہ تین سال اور کچھ ہفتوں کے بعد علی عادل بیجاپور
 واپس آیا بادشاہ نے اپنی بہر مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دی اور اسے
 چند رکونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا علی عادل نے مصطفیٰ خاں کو
 یہ سمجھا دیا کہ اگر کوئی فرمان اطاعت اہل دیوانی کو پہنچے اور اسے بیجاپور سے
 چند رکونی روانہ کریں تو اگر اس فرمان کا مضمون مصطفیٰ خاں کے نزدیک تعمیل کے
 لائق ہو تو اس بد بادشاہ کی مہر کر کے دار الملک کو واپس کر دے ورنہ اس کو
 بیکار سمجھ کر اپنے پاس رکھے دوسرے سال مصطفیٰ خاں کا خط بادشاہ کے نام
 اس مضمون کا آیا کہ قدیم زمانہ میں چند رکونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا
 اس قلعہ کے سمار ہونے کے بعد اس نواح کے بعض راجاؤں نے ناقبت
 اندیشی سے دوسرا حصار دامن کوہ میں ایک مسطح زمین پر تیار کیا منگوار کی
 صلاح یہ ہے کہ جہاں پناہ تشریف لائیں اور بالائے کوہ کا منظر ملاحظہ فرما کر
 اگر مناسب ہو تو دامن کوہ کا حصار سمار کر کے حسب دستور سابق بالائے
 کوہ قلعہ تعمیر کیا جائے۔ علی عادل شاہ چند خاص مقرب درباریوں کے ساتھ

چندر کوئی پہونچا اور مصطفیٰ خاں کی رلے سے اتفاق کر کے بالائے کوہ قلعہ بنانے کا حکم دیا اور قلعہ ننگوان کے راہ سے بیجا پور واپس آیا مصطفیٰ خاں نے اپنی وفاداری کے لحاظ سے ایک برس میں نیا حصہ تیار کر لیا اور بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس کے موافق پھر چندر کوئی کا سفر کیا اور اس امیر کی وفا شعاری اور حسن خدمات سے بیحد خوش ہوا اس زمانہ میں مصطفیٰ خاں نے قلعہ کر کے راجا شکر نایک کے پاس جو چندر کوئی کے نواح میں حکمران تھا ایک قاصد روانہ کیا اور اس کو بادشاہ کی اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا اس راجہ نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ مصطفیٰ خاں کی درخواست کو قبول کرے شکر نایک بادشاہ کی قد مبوسی کے لئے حاضر ہوا اور بادشاہ سے اپنے ملک کی سیر کرنے کے لئے عرض کیا علی عادل نے اپنا لشکر چندر کوئی میں چھوڑا اور مصطفیٰ خاں کے ہمراہ پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ لیکر کرور روانہ ہوا یہ قلعہ ایک کوہستان میں واقع ہے جس میں بیشمار درخت ہیں اس قلعہ کو آنے جانے کی راہ اسی تنگ ہے کہ اکثر جگہ ایک سوار سے زیادہ جانے کا راستہ نہیں ہے۔ راستہ کے سبب سے بادشاہ کے بہت سے ہمراہی خونناک ہوئے اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا بادشاہ نے اپنے ارادین کے مشورہ کے موافق قلعہ کی حکومت شکر نایک کو سپرد کی اور خود چندر کوئی واپس آیا۔ مصطفیٰ خاں نے اب بھی خیر خواہی سے کام لیا اور شکر نایک سے کہا کہ بادشاہ تمہارے اور اس نواح کے دوسرے راجاؤں کے ملک پر قبضہ کرنے کا عزم ارادہ رکھتا ہے اس وقت میں نے بڑی کوشش سے تمہارے ملک سے واپس کیا ہے اگر تم اپنی سلامتی اور خیریت چاہتے ہو تو باج و خراج کا ادا کرنا قبول کرو اور تم دوسرے راجاؤں کو بھی اس بات پر راضی کرو تاکہ میں بادشاہ سے عرض کر کے اس کے خیال کو دل سے نکال دوں شکر نایک نے اطاعت قبول کی اور حاکم قلعہ چند جیرہ اسب نایک اور بہرہ دیوی حاکم قلعہ کٹار آب اور جلو بی حاکم قلعہ ساحل عمان اور راجہ بندر باسلور و باکلور و باوکلہ بھوں کو نصیحت کی کہ بادشاہ کی اطاعت قبول کر کے ادائے خراج کا اقرار کریں

ان تمام راجاؤں نے ایک کی نصیحت قبول کی اور سب کے سب عدالت
 بنانہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون لکھو شیش بادشاہ
 نے ملاحظہ میں گزارنے اور یہ طے پایا کہ شکر نایک بہرہ دیوی اور راجہ بندر باسلور
 اور دوسرے راجہ سب ملکر ہر سال تین لاکھ پچاس ہزار ہون لکھو شیش میں
 داخل کرتے رہیں ان میں ہر ایک خلعت شاہانہ سے سرفراز ہو کر مطلق اور
 خوش حال اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا اور علی عادل شاہ کے تمام عہد فرمانروائی
 میں ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون برابر ادا کرتے رہے اس رقم کے علاوہ
 یہ ہندو راجہ بھی طور پر تین ہزار ہون اور موتی زبرجد یا قوت اور دوسرے
 قسم کے جواہرات مصطفیٰ خاں کی خدمت میں پیش کر کے اپنی نجات اور سلامتی
 کے لئے مناتے رہے کچھ تیس کچھ وقت راجگان اور رانیاں عادل شاہ کی
 خدمت میں حاضر ہوئیں اور بادشاہ نے انہوں کو خلعت سے سرفراز کیا تو پھر
 دیول اور جلولی کے لئے زمانہ خلعت سامنے رکھے گئے ان شیردل عورتوں
 نے زمانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہماری صورت اگرچہ
 عورتوں کی ہے لیکن ہم ضرب شمشیر سے جو مردوں کا جوہر ہے ملک پر حکمرانی
 کر رہے ہیں بادشاہ کو ان عورتوں کی تقریر بچہ پسند آئی اور اس نے ان
 رانیوں کو بھی شمشیر مرصع اور اسپ تازی کے ساتھ مردانہ خلعت عطا فرمایا
 یہ دونوں رانیاں عرصہ سے اپنے اپنے ملکوں میں حکومت کر رہی
 ہیں اور آج تک ان مالک کی بھی رسم ہے کہ فرمانروائے وقت عورت ہی
 ہوتی ہے اور رانیوں کے شوہر صرف امراء میں داخل ہوتے ہیں اور امور جہان بینی
 سے ان کو مطلقاً سروکار نہیں ہوتا اور روزانہ مثل دوسرے ملازمین کے
 رانی کی خدمت گزاری کرتے ہیں غرضکہ دیگر امراء اور حکام اور خود شوہروں
 کے درمیان کچھ فرق نہیں ہوتا۔ الغرض جب اس نواح کے تمام راجہ بادشاہ
 کے مطیع ہو گئے تو علی عادل نے بندری پنڈت کو جو خاندان عادل شاہی کا معتبر
 حازم اور قوم کا بڑا برہمن تھا ان صوبوں کا دیوان اور مصطفیٰ خاں کو ان مالک کا حاکم
 با اختیار مقرر کیا اور تمام قطاع اور مالک مصطفیٰ خاں کو سپرد کر کے فضل خاں نیزازی کو

منصب و کالت اور میرنگی عطا کیا اور دوبارہ بجا پور واپس آیا۔ مصطفیٰ خاں فطرۃ
وفا شعار تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ لشکر کشائی کا بہادرانہ مشغلہ ہمیشہ جاری
رہے۔ اس امیر نے ان اطراف کا انتظام کر کے اپنے ایک مقتدر میرمنی علی خاں
کو عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور بادشاہ سے ننگدہ کو فتح کرنے کی التجا کی
یہ شہر کرنا ملک کا پانچ تخت تھا مصطفیٰ خاں کا معروضہ خود بادشاہ کا صین مدعا تھا
علی عادل نے فوراً لشکر کو تیار ہونیک حکم دیا۔ بادشاہ نے بڑی شان و شوکت کے
ساتھ بجا پور سے سفر کیا اور سب سے پہلے قلعہ اودنی کا تاشہ دیکھ کر قدم آگے بڑھایا
بیکا پور کے حوالی میں مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امیروں کے ہمراہ بادشاہ
کی خدمت میں حاضر ہوا علی عادل مع اپنے تمام ہمراہیوں کے منزل بمنزل ننگدہ
روانہ ہوا ننگدہ کی مسلمانوں سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا علی عادل کے آنے کی خبر
سنکر راجہ نے ننگدہ کا قلعہ اپنے ایک معتد امیر کے سپرد کیا اور خزانہ اور ہتھیاروں
اور اثاثہ سلطنت کو ساتھ لے کر جلد سے جلد چند کیری کو روانہ ہو گیا۔
علی عادل ننگدہ پہنچا اور بادشاہ نے پہلے اطراف شہر اور قلعہ کو اپنے امیروں پر
تقسیم کیا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ موہر چل مقرر فرمایا تین مہینے کے بعد قریب تھا
کہ اہل شہر بھی قلعہ وادو قہ سے پریشان ہو کر امان کے خواستگار ہوں اور قلعہ
بادشاہ کے سپرد کر دیں کہ تنگناوری کو اس حال سے نکال ہی ہو گئی اور اس نے
آٹھ لاکھ ہون اور پانچ بڑے ہاتھی ہندیا رتم نایک کے پاس روانہ کئے ہندیا
رتم عادل شاہی برکی امیروں میں ایک بڑا سردار تھا اس رشوت کا
مقصود یہ تھا کہ ہندیا نایک اپنے مالک سے بیوفائی کر کے بادشاہ کے مقابلہ
میں علم مخالفت بلند کرے اور چار ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں سے
علیحدہ ہو کر اپنے موہر چل سے فرار کرے ہندیا نے ٹھکانی برکمر باندھی اور اپنے
سواروں کے ساتھ موہر چل سے فرار ہو کر بادشاہی لشکر کو نقصان پہنچایا اور
عادل شاہی فوج سے جدا ہو گیا۔ دوسرے دن ہندیا کی ترغیب سے دوسرے
چار برکی امیروں نے بھی راہ مخالفت اختیار کی اور پانچ ہزار سواروں
کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ گروہ چوری اور ڈاکہ زنی میں مشنق اور

بے نظیر تھا ان نگہاموں نے سرقہ کرنا شروع کیا اور اسلامی لشکر کے اطراف
 و جوانب کی غارتگری میں مشغول ہوئے غلہ اور چارہ لشکر سے چرائے میں
 انھوں نے پوری کوشش کی ان واقعات کی بنا پر علی عادل اور مصطفیٰ خاں
 نے محاصرہ سے دست بردار ہونا ضروری خیال کیا اور کوچ کر کے حوالی
 بیکا پور میں پہنچے۔ بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کو اس نواح کے انتظام کے
 لئے بیکا پور میں چھوڑا اور خود سال ۹۸۷ ہجری میں بیجا پور واپس آیا علی عادل شاہ کو
 معلوم ہوا کہ برکی امیروں نے اپنے اپنے مقصودوں پر جو شہر بیجا پور کی سرحد پر
 واقع ہیں باغیانہ قبضہ کر لیا ہے اور فحاشی اطاعت سے انکار کرتے ہیں اسنے
 مرضی خاں انجو کو برکیوں کے اکثر بدگنات کا جاگیردار مقرر کیا اور اسے
 تین ہزار تیر انداز سواروں اور دکنی اور حبشی امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ
 ان بے وفائوں کے دفعیہ کے لئے روانہ کیا۔ مرضی خاں سیف عین الملک
 کے قتل کے بعد علی عادل کے زمانہ حکومت میں اس خاندان کا ملازم ہو کر گروہ
 امرا میں داخل ہو چکا تھا۔ مرضی خاں اور باغیوں کے درمیان اکثر معرکے
 ہوئے اور اگرچہ طرفین سے بے شمار لوگ کام آئے لیکن لڑائی کا نتیجہ نہ
 نکلا اور غالب و مغلوب میں تمیز کا ہونا دشوار ہو گیا جب معرکہ آرائی کی
 یہ نوبت پہنچی تو مصطفیٰ خاں نے جو قلعہ بیکا پور میں مقیم تھا علی خاں کو عادل شاہ
 کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ لشکر کو چوروں کے مقابلہ میں روانہ
 کر کے اس طرح بندگان خدا کی جانیں تلف اور اپنی قوت کو کم کرنا آئین فرست
 سے بعید ہے مناسب یہ ہے کہ ان باغیوں کو حیلہ اور بہانہ سے بیجا پور میں
 طلب کر لیا جائے اور اس کے بعد جو مناسب ہو ان کے ساتھ ملوک
 فرمایا جائے۔ علی عادل نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اسوینڈت
 کو جو قوم کا رہن تھا دوسرے معتد اشخاص کے ساتھ بارہا باغیوں کے پاس
 بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو باغیوں کو دلا سادے کر
 بیجا پور میں لے آئے ہندیا فایک بیجا پور کی ردائی کو خلاف مصلحت سمجھا اور
 اس نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور سرد پ نایک رائے ہوج ل

دیونایک اور تمنایک وغیرہ دوسرے سرداران قوم سے جن میں ہر ایک
 برکی امیروں میں داخل تھا یہ کہنا کہ جس زمانہ میں کہ سارا کرناٹک فتح ہو کر بادشاہ کے
 قبضہ میں آنے والا تھا اور واقعات کی بنا پر یہ یقین تھا کہ کرناٹک کی حکومت
 راجراج کے خاندان سے عادل شاہی گھرانے میں منتقل ہو جائے گی اس وقت
 ہم نے بادشاہ کی مخالفت کی اور اس کے مقاصد کے حصول میں سدراہ اور خارج
 ہوئے اتنا بڑا گناہ بادشاہ کے دل سے کیونکر محو ہو جائے گا اور اتنی بڑی تقصیر پر
 وہ اب کس طرح ہم سے راضی ہو گا میرا خیال ہے کہ مسلمان ہم کو دھوکہ دے کر
 بیجا پور لئے جاتے ہیں تاکہ وہاں پہونچ کر ہم سے ہماری بیوفائی کا بدلہ لیں۔
 ان امیروں نے ہندیا کی بات نہ سنی اور بیجا پور روانہ ہونے پر پوری طرح
 تیار ہو گئے۔ ہندیا نایک ان سے جدا ہو گیا اور لنگنڈہ جا کر اس نے ٹکناوری
 کی ملازمت اختیار کر لی سب سے پہلے جو ترائے بیجا پور پہونچا اور بادشاہ
 نے اسے خلعت امارت عطا فرمایا تو یہ خبر دور دور شہور ہوئی اور دوسرے
 باغی امیر بھی عہد و پیمان لے کر بیجا پور پہونچ گئے۔ غرض کہ سارے گنہگار اپنے تخت
 میں جمع ہوئے علی عادل کے غصہ کی آگ بھڑکی اور اس نے جوت مانے کی
 آنکھیں نکال ڈالیں اور بھول نایک دیونایک اور تمنایک کو بدترین عذاب کے
 ساتھ قتل کیا اور ان کے کشتوں کو تختوں پر لا کر سارے شہر میں
 گشت کرایا اور اس طرح ان باغیوں کے فتنہ سے نجات حاصل کی۔ علی عادل کے
 کوئی اولاد نہ رہی بادشاہ نے ماہ شوال ۹۹۹ھ ہجری میں اپنے بھائی کے فرزند
 یعنی شاہنزدہ ابراہیم بن شاہ ملہا سب کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور امیروں اور
 ارکان دولت سے کہا کہ میرے بعد تمہارا بادشاہ یہ ہو گا۔ علی عادل نے اسی
 عہد میں ایک بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا اور شاہنزدہ ابراہیم کے رسم
 ختمہ سے فراغت حاصل کی۔ نقل ہے کہ شب ختمہ کو دکن کی رسم کے موافق شاہنزدہ
 کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں گشت کے لئے نکل شاہی سے باہر نکالا تلاش بازی کے
 درخت اور نیز ہر قسم کے گولے وغیرہ بڑک کے دونوں طرف لگا گئے
 گئے چھ اتفاق سے آتش بازی میں آگ لگ گئی اور تقریباً سات سو آدمی

نہرا جلی ہوئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ شاہزادہ عالی مقدار کو کسی طرح کا صدمہ نہیں پہونچا اور اول ہی سے یہ بادشاہ صاحبِ قراں مہربانی خاص و عام سب کے لئے موجبِ رحمت الہی ہوا اور ملک اور قلعوں کے فتح ہونے اور حبشی اور برکی امر کی گوشمانی کے بعد بادشاہ کبھی تو خلوت خاص میں بیٹھ کر آرام و آسائش سے اپنی زندگی کے دن بسر کرتا تھا اور کبھی تختِ سلطنت پر بیٹھ کر عایا کو سرور اور مطمئن کرتا تھا۔ بادشاہ میں تمام صفات حمیدہ جمع تھیں لیکن باوجود جامع اوصاف ہونے کے علی عادل حسن پرست اور شیدائے جلال تھا اس بادشاہ کو خوبصورت خواجہ سراؤں اور صاحبِ حسن و جمال غلاموں کے جمع کرنے کا یہ شوق تھا۔ علی عادل نے ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا کہ تمہارے پاس دو حسین اور صاحبِ جلال خواجہ سرا موجود ہیں ان دونوں کو جلد سے جلد میرے پاس روانہ کر دو علی برید نے چند روز تو حیلہ و بہانہ میں گزارے اسی زمانہ میں مہر تقی نظام شاہ بھری نے برید پر حملہ کیا اور علی برید نے عدالت پناہ سے مدد طلب کی بادشاہ نے دو ہزار سوار برید کی امداد کے لئے روانہ کئے امیر برید نے اس زمانہ میں عادل شاہ کو ان خواجہ سراؤں کا یہ مشتاق پایا اور دونوں حسین غلاموں کو بید سے بجا پور روانہ کر دیا۔ خواجہ سرا بجا پور پہونچے اور انھیں اپنے یہاں پہونچنے کی وجہ معلوم ہوئی ان غلاموں میں سے ایک نے جو سن میں اپنے ساتھی سے بڑا اور حسن میں اس سے بہتر تھا ایک چاقو اپنے شر وال میں چھپا لیا۔ دونوں خواجہ سرا بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے اسی رات کو بڑے غلام نے چاقو سے علی عادل کو قتل کیا۔ علی عادل نے بے بخشنہ کے دل سے یہ سب صفر شدہ بھری کو رحلت کی اس سانحہ کی تاریخ ”ظلم و ید“ شہور و معروف ہے عارضائی مشہدی نے علی عادل کی وفات کا مشیہ موزوں کیا۔ تمام اعیان ملک اور اراکین دولت اس سانحہ قیامت خیز سے بیدرغیدہ اور ملول ہوئے مہر تقی خاں شاہ فتح اللہ شیرازی شاہ ابوالقاسم انجو بادشاہ کے مصاحب اندنیم تھے اور میر شمس الدین اصفہانی اور دوسرے سادات و علما جو اطراف و جوانب سے اگر عدالت پناہ کے سائے عاطفت میں زندگی بسر کر رہے تھے تجھیر تکھن میں مصروف ہوئے اور

جنازہ شاہانہ آداب و مراسم کے ساتھ اٹھا کر بادشاہ کو ایک حلیہ میں جو تہنہ کے اندر واقع ہے دفن کیا یہ حلیہ اس وقت روضہ علی کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ کے دوسرے دن ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو علی عادل کے بعد فرما کر داڑھے لہک ہوا دونوں غلاموں کو قتل کیا۔ بیجا پور کی جامع مسجد اور شاہ پور کا تالاب اور آب کار پنجو تمام رعایا کے لئے وقف ہے اور علی عادل کے عہد میں کمال کشور لکھا کے اہتمام سے تکمیل کو پہنچا اس بادشاہ کی یاد گاریں۔ علی عادل بڑا سخی تھا ابراہیم عادل اول نے ایک کروڑ طلائی ہون اور بے شمار قیمتی جواہرات اور موتی خزانہ میں چھوڑے تھے علی عادل نے باب کا تمام اند و ختمہ اور نیز خود اپنے عہد کی تمام دولت ایران و توران عرب و روم اور دیگر ممالک کے فضلا و متبعین کو عطا فرمادی۔ بادشاہ کی وفات کے وقت خزانہ میں سوا زر کرنا تک کے جو آخری عہد میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے حاصل ہوا تھا اور کوئی دولت موجود نہ تھی بلکہ اس رقم کا بھی ایک بہت بڑا حصہ درویشوں اور محتاجوں کے نذر ہو چکا تھا علی عادل کے عہد حکومت میں دیو لپی اکبر بادشاہ کے مختلف اوقات میں بیجا پور وارد ہوئے بادشاہ نے دونوں قاصدوں کو بیجا پور واکرام کے ساتھ تہنہ میں بلوایا۔ اکبر کا پہلا لپی حکیم علی گیلانی تو بیش قیمت تحفے اور ہر سے لے کر تہنہ سے واپس گیا اور دوسرا قاصد حکیم عین الملک ہنوز بیجا پور ہی میں مقیم تھا کہ بادشاہ قتل کیا گیا اور عین الملک بلا کسی تحفے کے بارگاہ اکبری کو واپس گیا۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی علی عادل کی وفات کے بعد اراکین دولت نے ابراہیم عادل شاہ کو تخت حکومت پر بٹھایا بادشاہ باوجود اس کے کہ پورے دس سال کا بھی نہ تھا لیکن اپنے فطری جوہر حکمرانی سے اس نے ہر امیر کو نہایت موثر اور مناسب تقریر سے مطمئن کیا۔ اہل دیار نے روپیہ اور شہنیاں بادشاہ کے سر پہ بٹھاد رکھیں اور خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کر کے بادشاہ عالی جاہ کے نام کا خطبہ پڑھا دوکانداروں نے اظہار شادمانی اور مسرت میں اپنی دوکانوں کو ہر رنگ کے دیبا اور ریشم اور شام اور فرنگ

کے طرح طرح کے قیمتی کپڑوں سے آراستہ کیا اور ہندوستان کی رسم کے موافق گاؤں و گوسفند نظر دے گا کی نو نقد و جنس سے بر کر کے بادشاہ کے سپرد سے تصدق کیا۔ پروردگار عالم جس عظیم الجاہ انسان کیلئے مرتبہ فرمانروائی مقدر فرماتا ہے اس کو پہلے ہی سے ہر طرح کی خوبیاں اور سعادت عطا فرماتا ہے چنانچہ بادشاہ دین پناہ نے ادال عمر ہی میں سواری اور نیزہ بازی جمیع آلات حرب کی مشق اور بہارت حاصل کی اور قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر علوم کی تعلیم میں بسر کی اور کسی طفلانہ لہو و لعب کے گرد نہیں پھٹکے۔ اللہ تعالیٰ عدالت پناہ کو ہر طرح کی دینی اور دنیاوی سعادت مرحمت فرمائے۔

واقعات خسرو عدالت آئین بادشاہ کے ابتدائی زمانہ میں چند معتبر ملازمین نے ابراہیم عادل شاہ ثانی غلبہ حاصل کر کے سلطنت کے تمام مہات کو اپنے قبضہ اقتدار میں لے لیا چونکہ ان اشخاص کا ذکر تاریخ

میں درج کرنے کے لائق ہے لہذا اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔
 واضح ہو کہ کامل خاں دکنی جو عادل شاہی خاندان کے امرا کے کبار میں تھا علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسر اقتدار ہوا اور قلعہ مرچ کی سیم میں نمایاں خدمت انجام دے کر تمام مالی اور ملکی امور کا مختار کامل بن گیا۔ کامل خاں نے اپنے معتمد حاشیہ نشینوں کو بادشاہ کے گرد مقرر کیا اور قلعہ کے تھانہ دار کو بھی اپنا بھیال بنا کر ہر کس و کس سے سلوک ہوتا رہتا تھا۔ کامل خاں نے بادشاہ کی تربیت چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ کے سپرد کی اور تمام مالک محرومہ میں اطمینان بخش فرامین جاری کئے سو اچھا رشتہ اور جمعہ کے ہر روز عدالت پناہ کو حرم سرا سے باہر نکالتا اور شاہانہ طریقہ پر دربار آراستہ کر کے خاص و عام کو شرفیائی کی اجازت دیتا اور بادشاہ کے حضور میں معاملات سلطنت کو اس خوبی کے ساتھ فیصل کرتا کہ کسی کو اپنے دشمن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ تھا غرض کہ وہ ہمیشہ تو اس طرح گزرے لیکن اس کے بعد کامل خاں کے دماغ میں نشہ غرور نے اپنا گھر کیا اور اپنے استقلال پر مغرور ہو کر اس نے چاند بی بی کے ساتھ بے ادبی کی چاند بی بی اس شوخی سے بید غضبناک ہوئی اور یکم نے

حاجی کشور خاں ولد کمال خاں کو خفیہ پیغام دیا کہ خان اب لایق وکالت نہیں
 رہے میں چاہتی ہوں کہ یہ خدمت تنہا رہے سپرد کر دوں تم جس طرح ممکن ہو
 کابل خاں کا قدم در میان سے اٹھا دو اور اس معاملہ میں چون و چرا کو قبول نہ کرنا خیر نہ
 کر دو ورنہ اگر اس کی قوت اور زیادہ ہو جائیگی تو معاملہ مشکل سے مشکل ترین ہو جائیگا
 حاجی کشور خاں اس عزم و ہمت سے اپنے جاملے میں بھولا نہ سما یا اور اشرف ملک کے
 ایک گروہ کو اپنا ہم خیال بنالیا اور چار سو آدمیوں کے ہمراہ جو سب کے سب
 مسلح تھے اس وقت پہونچا جب کہ کابل خاں سبز محل میں بیٹھا ہوا دیوانداری
 کر رہا تھا کشور خاں دفعتاً قلعہ میں پہونچا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا نہ دار
 کو قید کر کے سبز محل کی طرف بڑھا۔ کابل خاں حواشیہ زمانہ سے بے خبر تھا
 اس حالت کو دیکھتے ہی حرم سرا کی طرف اس خیال سے دوڑا کہ چاند بی بی
 اس کی محافظت کرے گی اتفاق سے خواجہ سراؤں کا وہ گروہ جو اس کا بھی خواہ
 تھا اس مقام پر موجود تھا یہ گروہ کابل خاں کے پاس آیا اور اس کے کان
 میں کہا کہ یہ کچھ ہورہا ہے چاند بی بی کے اشارہ سے ہے اس سے مدد کی
 امید رکھنا عقل سے بعید ہے۔ کابل خاں دریائے حیرت میں غرق ہو گیا
 اور یہ معلوم کر کے کہ قلعہ کا دروازہ دشمن کے قبضہ میں ہے عارت شاہی کے عقب سے
 قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور فتنہ جاسوز کا خیال کر کے اپنے کو ایک لبریز خندق میں گرادیا
 اور تیسرے ہوا پازار گیا چونکہ ابھی اس کی زندگی کے دن باقی تھے شہر کے باشندے دن
 نے اسے نہ پہچانا۔ کابل خاں باغ دروازہ امام میں جو قلعہ ارک کے خندق کے
 قریب واقع ہے پہونچا اور دختوں کی پناہ میں ہوا کی طرح دوڑتا ہوا حصار شہر پر
 جو قریب بارہ گوشہ شری کے بلند ہے پہونچ گیا اور اس نے چاہا کہ حصار سے نیچے
 آئے کابل خاں نے بلا کسی شخص کی مدد کے دستار اور کمر بند اور دوش انداز شال
 کو ایک دوسرے سے باندھ کر گنگوڑہ پر کند کی طرح باندھا اور اس کی مدد سے نیچے
 اتر اس وقت کوئی شخص بھی اس کے پاس نہ آیا اور اس طرح پریشان
 اور بدحواس اپنے مکان پر جو شہر کے باہر واقع تھا پہونچ گیا اور فراری ہونیکا
 سامان کرنے لگا حاجی کشور خاں وغیرہ کو یہ گمان نہ تھا کہ کابل خاں اس قدر

مجلت سے کام لیا ان لوگوں نے تقریباً ایک ساعت بخوبی کامل خاں کو اس عمارت اور قلعے میں تلاش کیا لیکن آخر کامان کو معلوم ہو گیا کہ کامل خاں جان کے خوف سے حصار اور قلعہ سے نیچے اتر کر اپنے مکان پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق ایک گردہ کو اس کی گرفتاری کے لئے نامزد کیا کامل خاں اس ارادہ سے اٹھا ہو گیا۔ اور نقد اور دولت اپنے ساتھ لے کر سات یا آٹھ آدمیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف بھاگا لیکن ابھی دو منزل بھی نہ گیا ہو گا کہ کشور خاں کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا ان قید کرنے والوں نے یہ خیال کر کے کہ کہیں کامل خاں کے ملازم وہی خواہ عقب میں اس کو بچانے کے کئے نہ آتے ہوں فوراً اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور اس کا مال و دولت سب تاخت و تاراج کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے بجائے کامل خاں کے ہماہم سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی سلطان کے مشورہ سے تمام معاملات کو بحد استقلال اور اختیار کاٹل کے ساتھ فیصل کرنے لگا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ بہزاد ملک ترک مرقی نظام شاہ کا سرسیر نوبت بندہ ہزار سواروں کی جمعیت سے سرحد عادل شاہی کے بعض رگنوں کی کشتی کے لئے آ رہے کشور خاں نے بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور شاہی حکم کے مطابق عین الملک اور انکس خاں اور دوسرے حبشی امیروں یعنی اخلاص خاں اور دلا در خاں وغیرہ کو ایک ہزار لشکر کے ساتھ نظام شاہیوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ یہ امیر خوالی شاہ درک میں پہنچے اور چند روز انھوں نے اس مقام پر آرام کیا اور اس کے بعد جنگ آزمائی کا ارادہ کر کے نظام شاہی لشکر پر جو پانچ کوس کے فاصلہ پر مقیم تھا دھاوا کیا جس کی وجہ سے نقادہ اور نقیر کی آواز بلند ہوئی۔ بہزاد ملک کو ان کے درو کی اطلاع ہوئی اور اس نے بھی آئین جنگ کے موافق اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ دونوں لشکروں کو جو تیغ و تبر کے دو دریا تھے آپس میں ملے اور ان کے ٹکڑے پانی کے آگ روشن ہوئی اور خون کے ندیاں بھنے لگیں ایک خونریز لڑائی کے بعد عادل شاہی فوج کو فتح ہوئی اور صرف میدان سے فراری ہوئے۔ امرائے سلطنت نے فتح نامہ بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی نوبت کے

علامہ اربابوں پر شکرت لاد کر کوچہ و بازار میں شہرت تقسیم کیا گیا۔ کشور خاں نے اظہار شادمانی کے بعد چاندنی بی سلطان کے حکم سے ہر امیر کو خلعت و کمر بند اور لحام ذریں و مرقع روانہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد کشور خاں نے بلا چاندنی بی کے مشورہ کے امیر دل کے نام فرا میں بجاری کئے اور جو ہاتھی کہ نظام شاہی لشکر سے ان کے ہاتھ آئے تھے وہ ان سے طلب کئے امرائے فیل و الیس کرتے سے اکٹرا کر کیا اور ایک مجلس شہوانی منعقد کر کے اس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے بعضوں نے کہا کہ ایک عریضہ جس میں اصل حقیقت مرقوم ہو چاندنی بی سلطان کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور اس میں یہ استدعا ہو کہ کشور خاں کو معزول کر کے بجائے اس کے مصطفیٰ خاں کا تقرر کیا جائے۔ بعض امیر دل کی یہ رائے ہوئی کہ یہ مرقع ملک ہزار کی شکست کی خبر سنکر اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم اس کا انتظار کریں اور نظام شاہی ہم کو بال طور پر ملے کر کے خود تخت گاہ میں حاضر ہوں اور چاند سلطان کی رائے کے موافق اس معاملہ کو طے کریں۔ ان امیر دل کا راز فاش ہو گیا اور ان کے ارادہ کی خبر کشور خاں تک پہنچ گئی اور اس نے بے وقت چاند سلطان کی معرفت مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر مہر شاہی ثبت کر کے ایک غریب زادہ سہمی محمد امین کے ہاتھ مرزا نور الدین محمد کے پاس روانہ کیا مرزا نور الدین شہدائی سید تھا جو بھر لہ جنگ میں گرفتار ہو کر مصطفیٰ خاں کے حسن سلوک سے شاہی امرا میں داخل ہو گیا تھا کشور خاں نے مرزا نور الدین کو بیغام دیا کہ مصطفیٰ خاں کے قتل کے بعد اس کی املاک اور جاگیر کا مالک نور الدین ہو جائیگا۔ نور الدین نے سید مصطفیٰ خاں کے حقوق احسان فراموش کر دیئے اور محمد امین کو قلعہ میں روانہ کر کے اہل قلعہ کو بیغام دیا کہ مصطفیٰ خاں کا ارادہ ہے کہ اہل حصار کو قتل کر کے حصار کرنا ایک کے سپرد کرے اور خود ظلم مخالفت بلند کر کے جاگیر پر قبضہ کر لے تم کو چاہیے کہ فرمان کے مضمون پڑھ کر اور مصطفیٰ خاں سے بالکل خوف و خطر نہ کرو زیادتی مناصب و جاگیر کے فراہم غریب تم تک نہ پہنچ جائینگے۔ محمد امین خسام کے وقت قلعہ میں پہنچا اور مصطفیٰ خاں کو اطلاع دی کہ

وہ ایک ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہے مصطفیٰ خاں نے اس کے قول پر یقین کیا اور ایک عجمہ مکان میں اسے ٹھہرایا محمد امین نے کہا کہ یہ رات کا وقت ہے میں صبح کو دیوان خانہ عام میں فرمان شاہی پڑھ کر سناؤ مگنا شب کو تمام لوگ خواب میں مبتلا ہو گئے اور محمد امین نے کرنا نایک اور بڑے بڑے راجاؤں کو فریب دیجو ان سب کو مصطفیٰ خاں کے قتل پر ہاشمی کر لیا۔ علی الصبح جب کہ وہ سید بزرگوار نماز سے فارغ ہو کر اوراد و وظائف کی تلاوت میں مشغول تھا ان سنگدلوں نے اسے شہید کر دیا۔

کہتے ہیں کہ بکرا پور میں ایک ضعیف العمر بخومی تھا جو بہت معصوم و پشیمانی گوئی کیا کرتا تھا اور جو واقعات کہ آئندہ ہونے والے ہوتے ان کو دو یا تین سال پیشتر بیان کر دیتا تھا چنانچہ قبل اس کے کہ قلعہ بکرا پور مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اس بنجم نے حکم لگایا تھا کہ آج سے بیس سال بعد یہ حصہ مصطفیٰ خاں نامی امیر کی کوشش سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے گا۔ اتفاق سے اس بخومی کا حکم صحیح نکلا اور یہ واقعہ مصطفیٰ خاں کے کانوں تک بھی پہنچا امیر نے بخومی کو اپنے پاس بلایا اور اسنے اپنا زانچہ بنوا کر آئندہ واقعات کے بارے میں سوال کیا بخومی نے اول تو بیان کرنے سے گریز کیا لیکن بعد اصرار کے بعد مجبور ہوا اور کہا کہ احکام نجوم سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاں سال تخت گاہ کا ایک مشہور امیر سازش کر کے اسی قصر میں جو تمھارا محل مسرت ہے تم کو قتل کریگا لیکن وہ خود بھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد تخت گاہ سے فرار کر کے تلنگانہ میں پناہ لے گا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھ سے مقتول ہوگا آخر کار جو اس بخومی نے حکم لگایا وہ صحیح نکلا اور تمام لوگ اس کے فضل و کمال کے قابل ہو گئے۔ کشور خاں کی تباہی کا قصہ یہ بچہ مصطفیٰ خاں کی شہادت کی خبر بکرا پور پہنچی اور چاندنی بی سلطان جو محب سادات تھی اور سید زادوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی مصطفیٰ خاں جیسے عالی نسب سید کے قتل ہونے سے عید و بختہ ہوئی اور کشور خاں کی عداوت اس کی دل میں جاگزیں ہو گئی یہ فلک بعض اوقات نہایت درخشندہ اور سخت الفاظ سے کشور خاں کو یاد کرتی تھی کشور خاں نے چند دنوں تو شہا اہل عارفانہ سے کام لیا

اور اس کے بعد چاند سلطان پر یہ تہمت لگائی کہ یہ ملکہ خفیہ طور پر اپنے بھائی مرنقی
نظام شاہ کو یہاں کے حالات کی اطلاع دیتی ہے اور اسے سرحد عادل شاہی پر
قبضہ کرنے کی ترغیب دیتی رہتی ہے بہتر یہ ہے کہ چند دنوں چاند سلطان کو قلعہ
ستار میں نظر بند کیا جائے اور نظام شاہی جھگڑوں سے اطمینان حاصل کرنے کے
بعد پھر قصر شاہی میں واپس بلا لی جائے۔ بادشاہ اپنی صغیر سنی کی وجہ سے اس
زمانہ میں بے اختیار تھا اور اس قسم کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتا تھا
کشور خاں نے اپنے ارادہ میں اصرار کیا چاند بی بی حرم سرا سے باہر آنے میں تامل
کرتی تھی اور شاہی خواجہ سرا اور بوڑھی عورتیں بھی ملکہ کو جبراً زبردستی سے باہر
لیجانے میں مانع آتی تھیں کشور خاں نے اپنے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی
قصر کے اندر بھیجا اور ملکہ کو زبردستی محل شاہی سے باہر نکال کر پاگلی پر سوار کیا اور
قلعہ ستارہ کو روانہ کر دیا۔ کشور خاں ایسی بیہودہ حرکت کرنے کے بعد اور زیادہ اپنے
استقلال پر مغرور ہوا اور مہیاں بدوائے ایک معتمد امیر شاہی کو امرائے سرحد
کا سر لشکر مقرر کیا اور اس کو ایک جمعیت کشیدار قیل واسپ کے ساتھ شاہ ورک
کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امیروں نے پھر خبر سنی اور میان بدو کے استقبال
کے لئے روانہ ہوئے اور اسے نہایت عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لے
آئے میان بدو جہاں دیدہ اور تجربہ کار مرد تھا اس نے سرگودہ امیر یعنی میں ملک
اور انکس خاں کو آئندہ کے وعدوں اور حسن سلوک سے کشور خاں کا یہی خواہ
بنالیا اور لشکری امیروں کو مغلوب رکھنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ کشور خاں نے ایک
فرمان میاں بدو کے نام روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ معلوم ہوا ہے کہ لشکری امیر
بیمہ مخدوم ہو گئے ہیں اور بادشاہ کی اطاعت پورے طور پر نہیں کرتے اور نیز یہ کہ
امر نظام شاہیوں کے مقابلہ میں کاہلی سے کام لیتے ہیں تم جس تدبیر سے
مکن ہو ان کو مقید کر کے قلعہ شاہ ورک میں نظر بند کرو اور ان کے اسب و نیل
شاہی آستانہ پر روانہ کرو اور یہ کام بچھا احتیاط اور دوراندیشی سے انجام دھیاں
بدو خود صاحب دعوئی تھا اور یہ چاہتا تھا کہ منصب سپہ سالاری پر فائز ہو جائے
اس نے حمید خاں اور اخلاص خاں کی تباہی کی فکر کی اور یہ ارادہ کیا کہ دعوت کے

بہانہ سے اپنے مکان پر بلائے اور ان کو نظر بند کرے اس گردہ کو بھی اس کے ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور ان لوگوں نے اپنے معتقد حبشیوں سے مشورہ کیا اور یہہ طے پایا کہ میاں بدو کے ارادہ کے بطور کے قبل ہی اخلاص خاں خود اپنے مکان پر دعوت کر کے میاں بدو کو مقید کرے اور اس کے بعد تمام امیر تخت گاہ روانہ ہو کر کشور خاں کا قدم در میاں سے اٹھائیں اور کسی معقول لشکر کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد پر واپس آئیں اور نظام شاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوں۔ اخلاص خاں نے میاں بدو کو اس بہانہ سے اپنے مکان پر طلب کیا کہ بجایوہ سے خبر آئی ہے کہ اس کے گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے جس کی خوشی میں اس نے جشن منعقد کیا ہے۔ اخلاص خاں نے بد ظاہر چند خیل بزرگ منتخب کئے کہ میاں بدو کو بطور تحفہ پیش کر بیگا میاں بدو کے جال میں گرفتار ہو گیا۔ اور اپنے چند مخصوص اور مقرب درباریوں کے ساتھ حمید خاں کے مکان پر آیا اور جو کچھ اس نے حبشیوں کے حق میں ارادہ کیا تھا اخلاص خاں نے وہ خود اس کے لئے پورا کیا ان امیروں نے میاں بدو کو مقید کر کے بالاتفاق بجایوہ کا رخ کیا اس حالت سے لشکر پر اگندہ ہو گیا صہن الملک اور آنکس خاں دوسری راہ سے اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے اور کشور خاں نے یہ خبر سنی اور اگرچہ حقیقت میں حبشیوں سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا لیکن ظاہر میں ان سے جنگ آزمائی کر نیکارادہ کیا۔ کشور خاں بادشاہ کے دل میں جگہ پیدا کر کے غرض سے عدالت پناہ کو اپنے مکان لے گیا اور ایک بہت بڑا جشن منعقد کر کے نفیس تحفے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے لیکن اس کارروائی سے فائدہ نہ ہوا اور کشور خاں جب کوچہ و بازار میں نکلتا تو عوام ٹہر ہواں تک کہ عورتیں اس پر لعنت کر دیتیں اور یہ کہتی تھیں کہ یہی بد بخت مصطفیٰ خاں جیسے سید بزرگوار کا قاتل ہے اور اسی سیاہ رو نے چاند بی بی سلطان کو بے ادبی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کشور خاں نے سمجھ لیا کہ ر ہایا بالکل اس سے برگشتہ ہے اور اسے معلوم ہوا کہ امرائے حبشی اور بجایوہ کے درمیان اب ایک منزل کا فاصلہ ہے۔ کشور خاں بادشاہ کو شکاز کے بہانہ سے غمہر کے باہر لے گیا اور کلاغ باغ میں تھوڑی دیر قیام کر کے بادشاہ سے کہا کہ آج ہوا

گرم ہے شکار کو دوسرے دن پر محمول کیا جائے اور جہاں بیٹا شہر میں تشریف لے جائیں میں شاہ یور کے باغات کی سیر کر کے خدمت شاہی میں حاضر ہو جائیگا۔ بادشاہ قلعہ ارک میں تشریف لائے اور کشور خاں چار سو سواروں کے ساتھ پچھ نقد و دولت ساتھ لے کر جس میں سے بیشتر حصہ شاہی خزانہ کی ملکیت تھا اپنے زن و فرزند سے کنارہ کش ہوا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا اور جلد سے جلد سفر کی منتزلیں طے کرتا ہوا سرحد نظام شاہی تک اس نے نہیں قیام نہ کیا اور اس طرح حبشیوں کے ہاتھوں سے نجات پائی۔ نظام شاہی امیر کشور خاں کے حالات سنکر اس سے بےزار تھے کشور خاں مملکت نظام شاہی میں قیام نہ کر سکا قطب شاہی تخت گاہ کو لگنڈہ کوروانہ ہوا اور یہیں ایک شخص کے ہاتھ سے مصطفیٰ خاں کے انتقام میں قتل کیا گیا اور سبجونی کے پیشین گوئی بالکل مطابق واقعہ ثابت ہوئی۔

سرحدی لشکر کے تینوں امیر بیجا پور پہنچے اور شاہی ملازمت سے بہرہ اندوز ہو کر خلعت فاخرہ کے عطیہ سے سرفراز کئے گئے۔ ان امیروں میں اخلاص خاں حبشی وکیل سلطنت مقرر ہوا اور بیجا پور مالی بہت کو فیصل کرنے لگا۔ اسی دوران میں فرمان شاہی صادر ہوا اور چاند بی بی سلطان قلعہ ستارہ سے محل شاہی کو واپس آئیں اخلاص خاں نے دستور قدیم کے موافق بادشاہ کی تربیت چاند بی بی کے سپرد کی پیشوائی کا منصب افضل خاں شیرازی کو جو اس سے پیشتر علی عادل کے وقت میں بھی اسی عہدے پر فائز تھا عنایت ہوا اور پینڈت برہمن کو جو افضل خاں کا خاص اور بہن خواہ تھا منصب استیفا عنایت کر کے اس کو صدر محاسب مقرر کیا اخلاص خاں نے چاند بی بی کے دل میں جگہ کر لی اور غریبوں کی طرف سے بدگمان ہو کر حاجی کشور خاں کی طرح ان سے بدسلوکیاں کرنے لگا اس کا خیال تھا کہ غیر ملکی امیروں کی وجہ سے اس کے منصب و کالمت میں تغیر ہوگا اخلاص خاں نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسوینڈت کو قتل کیا اور افضل المتاخرین شاہ فتح اللہ شیرازی شاہ ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ امر اور اکابرین ملک

اور اشرف سلطنت کو بیجا پور سے خارج البلد کر کے حمید خاں اور دلا دخواں کی مدد سے مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اخلاص خاں نے عین الملک کو اس کی جاگیر سے طلب کیا۔ عین الملک نے فرمان شاہی کی تعمیل کی اور بیجا پور روانہ ہوا۔ ان امیروں نے اس کا استقبال کیا۔ عین الملک نے دیکھا کہ اخلاص خاں وغیرہ کے ساتھ ایک قلیل جماعت ہے اور اس نے منصب وکالت کی طمع میں ان لوگوں کو گرفتار کر کے یا بہ زنجیر کر دیا۔ دین روز کے بعد عین الملک نے شہر میں داخل ہو نیکارا راہ کیا تاکہ بادشاہ کی تدبیر کی کا شرف حاصل کرے اس نے اپنے لشکر کو آراستہ کر کے اخلاص خاں وغیرہ کو کسی طرح یا بہ زنجیر ہاتھی پر سوار کر کے اپنے ہمراہ لیا اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ عین الملک نے دروازہ الہ پور میں قدم رکھا تھوڑی دور گیا تھا کہ اخبار رسالوں نے اسے خبر دی کہ بعض شاہی غلاموں نے دستور خاں بھٹانہ دار کو اس جرم میں کہ وہ عین الملک سے سازش رکھتا ہے قید کر کے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ عین الملک اس خبر کو سنکر اس قدر خوف زدہ ہوا کہ مقید امیروں کی جو ہاتھیوں پر سوار تھے خبر نہ لی اور دایہ ہی میں اپنی خیر دیکھی۔ اتفاق سے ایک غلام شاہی مقصود خاں نام نے ایک گروہ کے ساتھ ان کا تعاقب کیا یہ لوگ ہنوز شہر سے باہر نہ نکلے تھے کہ دو چار ہاتھی جن پر کہ مقید حبشی امیر سوار تھے مقصود خاں کے ہاتھ آگئے اس نے ان ہاتھیوں کو شہر سے باہر نہ جانے دیا اور فوراً امیروں کو نیچے اتار کر ان کو بند قید سے آزاد کر دیا۔ مقید امیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور عین الملک اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔ عین الملک نے اکثر امیروں کو اپنا ہی خواہ بنایا اور ان کو خیشیوں کی اطاعت سے جو دوبارہ برسر اقتدار ہو گئے مانعت کی اس خانہ جنگی سے تخت گاہ میں طوائف الملوکی پھیل گئی اور حکام دکن جو موقع اور وقت کے منتظر تھے پھر عادل شاہی پر کنوں کو تاراج اور فوج کرنے پر مستعد ہوئے۔

چنانچہ بہادر الملک نے جو شکست کھاکر چند منزل پر فروکش تھا یہ خبر سنی اور مرغی خاں امیر الامرائے برار کے ساتھ بھر واپس ہوا۔ ۹۸۰ھ ہجری

میں ابوالیم قطب شاہ فرما کر دوائے نلنگ فوت ہوا اور اسکا فرزند محمد قلی شاہ
 صغیر سنی کے زمانہ میں باپ کا جانشین ہوا محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اکابرین
 ملک کے مشورہ سے اتحاد کر کے عدالت پناہ کے پرگنوں پر قابض ہونیکا
 ارادہ کر لیا۔ مرقی نظام نے بہزاد الملک اور سید قسری کے ہمراہ سب سے پہلے
 شاہ درک کا قلعہ فتح کیا اور بعد کو اس گروہ کے ساتھ ارادہ کیا کہ قلعہ گمبر گہ بد
 بھی قبضہ کر لے بادشاہ بعد تعمیل کے ساتھ گولکنڈہ سے شاہ درک پہنچا اور
 بہزاد الملک اور سید قسری نے حصار مذکور کا جو سد سکندر کے برابر تھا محاصرہ
 کر لیا۔ حریفوں نے تین طرف سے توپ اور ضرب بن آؤ بھتی قلعہ پر نصب کیں اور صبح
 سے شام تک جنگ آزمائی میں مشغول رہے اور ہر ممکن طریقہ سے قلعہ کشائی
 کی تدبیر کرتے رہے۔ محمد آقا نام ایک غریب نے جو قلعہ کا ٹھکانہ دار تھا ملک
 نمک حلالی کی دھمکنیوں کی ممانعت کرتا رہا اور باوجود اس کے کہ بیجا پور میں ہنگامہ
 مچا ہوا تھا اور محمد آقا کو کسی قسم کی امداد نہ مل سکے تھے اس نے
 کسی طرح بھی دشمن کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دیا اور آلات آلتبازی سے
 روزانہ نظام شاہی اور قطب شاہی جماعت کو ہلاک کرتا تھا۔ ہر چند قطب شاہ
 اور نظام شاہ نے محمد قلی کے نام خطوط روانہ کئے اور اسے آئندہ کے شامانہ
 وعدوں پر غداری کے لئے ابھارا لیکن محمد قلی نے ہمیشہ ان خطوط کا یہی جواب
 دیا کہ میرے مالک نے مجھ پر اعتماد کر کے ایسا سرحدی قلعہ میرے سپرد کیا ہے اور
 میں اس کے احسان سے بید خوش ہوں اگر آج میں خیانت کر کے حصار آپ
 کے سپرد کر دوں تو کل خدا اور مخلوق دونوں کے سامنے شرمندہ ہو گا اور آپ
 لوگ بھی دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ کر کے چند دنوں تو میری عزت کر چکے اور بعد
 کو مجھ کو ملک حرام سمجھ کر میرے دھول اور جہانیموں کی طرح مجھ سے پرہیز کریں گے
 مجھے بادشاہوں کے اخلاق کریمانہ سے امید ہے کہ اس دعا کو سے اس قسم کی
 امید نہ رکھ کر اس طرح کی تحریرات سے مجھے معاف فرمائیں۔ قطب شاہ نے
 تھانہ دار کا یہ استقلال دیکھا اور اوہر محاصرہ نے اس قدر طول کھینچا اور کامل چار
 مہینے گزر گئے بادشاہ مرزا صفہانی پر جو اس کے آئینکا باعث ہوا تھا بیدخشا ہوا۔

بہزاد الملک اور سید مرغنی بھی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے چونکہ یہ لوگ دل میں
محاصرہ کی طوالت سے پریشان تھے قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور
انہوں نے کہا کہ ہم کو اس قلعہ سے ہاتھ اٹھا کر بیجا پور کا رخ کرنا چاہئے ظاہر
ہے کہ عادل نہایت ہی محنت لگاہ میں ہنگامہ برپا ہے اس لئے بجائے یہاں کے
بیجا پور میں سرگرم کوشش ہونا ہمارے لئے زیادہ مفید ہوگا قطب شاہ
کو چ کرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈ رہا تھا اس نے فوراً اس رائے سے
اتفاق کیا اور دوسرے دن سب مل کر شاہ درک سے روانہ ہوئے حریف
نے ملک کو تاراج اور برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور چالیس
ہزار مسلح سواروں کی جمعیت سے حوالی بیجا پور میں پہونچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔
تحت گاہ میں صرف دو یا تین ہزار خاصہ خیل کے سوار موجود تھے حریفوں نے
اپنے خیمے نصب کئے اور خیال محال میں گرفتار ہو کر جنگ آزمائی شروع
کی اکثر اوقات عادل شاہیوں اور قطب شاہی اور نظام شاہی فوجوں میں
جنگ بھی ہو جاتی تھی جیشیوں نے قلعہ میں پناہ لی اور برج و بارہ کو مضبوط
اور محکم کیا۔ حریف کو غلبہ ہوتا رہا اور بارش کی کثرت سے قلعہ کی دیوار
بھی تقریباً بیس گز گر گئی۔ شاہی فرمان کے مطابق عین الملک کنگانی اور
آئکس خاں بھی چہہ ہزار خاصہ خیل سواروں کے ساتھ بیجا پور پہونچ گئے اور
دروازہ دیور کی طرف مقیم ہوئے۔ عین الملک اور آئکس خاں کو جیشی امیروں
سے خوف و خطر تھا یہ لوگ سید مرغنی سے مل گئے بہزاد الملک اور قطب شاہ
نے ارادہ کیا کہ صبح کو جنگ شاہی کر کے قلعہ پر دھاوا کریں لیکن سید مرغنی پہ سالہ
بہزاد الملک سے آزر رہا تھا اس نے اس تدبیر کو ایک دن غل میں نہ لانے دیا
اوپر عادل شاہیوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے قلعہ کی دیوار کو دست کر لیا
اکثر امرا و مارکان دولت جیشیوں کی حکومت سے ناراض تھے اور ان کے
قول اور عمل پر بھروسہ نہ رکھتے تھے جیشیوں نے اس بات کا اندازہ کر کے
چاند بی بی سلطان سے عرض کیا کہ ہم لوگ غلام ہیں اور ملک کے اعیان اور
اعتراف ہماری حکومت سے ناراض ہیں عادل شاہی خواجہان کی

بہی خواہی کا تقاضہ یہی ہے کہ ملک کی حکومت شریف اور عالی خاندان امرا کے سپرد کی جائے تاکہ نظام سلطنت میں رونق پیدا ہو۔ چاند بی بی نے ان کے کلام کی تصدیق کی اور انھیں کے مشورہ سے شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر علی مقرر کیا سید ابوالحسن نے دشمنوں کی مدافعت پر کمر ہمت باندھی اور امرائے برکی کے نام فرامین استیصال تیز و قاصدوں کے ہاتھ روانہ کر کے انھیں بجا پور آنے کی دعوت دی اور سید مرتضیٰ کو جو شاہ صاحب کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ کی قوت اور اسکی فوجی طاقت اور اقبال اس سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے کہ حریف اس پر غلبہ حاصل کرے تم یہ بات قطب شاہ اور بہزاد الملک کو سمجھا دو کہ اس قلیل فوج سے دھوکا نہ کھائیں غنقریب مالک محروسہ سے جوار شکر دوں کے دستے کے دستے تخت گاہ کے گرد جمع ہو جائینگے۔ شاہ ابوالحسن نے سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا کہ برکی امیر جو علی عادل شاہ کے عہد میں خوف زدہ اور ہراساں ہو کر تخت گاہ میں آنے سے پرہیز کرتے تھے اور رائے بجا نگر کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے تھے بادشاہ کا فرمان پاتے ہی جلد سے جلد یہاں پہنچ جائینگے ایسی حالت میں تمھارا یہاں سے واپس جانا بھی دشوار ہو جائینگا یہاں کے قیام کا کیا ذکر ہے سید مرتضیٰ اپنی ماتحتی سے دل میں رنجیدہ تھا اور چاہتا تھا کہ قطب شاہ اور بہزاد الملک کی کار براری نہ ہو بادشاہ کی دولت خواہی پر مستعد ہو اور اپنی تدبیریں شروع کر دیں سب سے پہلے سید مرتضیٰ نے عین الملک اور آنکس خاں سے کہا کہ اپنے ہم چشم امرا کی بدسلوکی سے آزر دہ ہو کر مالک کے ساتھ ملک حرامی کرنا آئین شرافت سے خارج ہے شریفوں کو اپنے مالک سے اس طرح برگشتہ ہو کر دوسروں کی ملازمت کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ملک حلالی کا تقاضہ ہے کہ اب جبکہ حبشی امیر برسرِ اقتدار نہیں رہے اور زمام سلطنت شاہ ابوالحسن کے ہاتھ میں آگئی ہے تو عمدۃ الملک شاہ ابوالحسن پر اعتماد کر کے اپنے قدیم مالک کی وفاداری کو دیں و دنیا کی سعادت جانو۔ عین الملک اور آنکس خاں اس مشورہ کو قریں عقل

سمجھے اور شب کے وقت کوچ کر کے وزواڑہ الہ پور کے قریب دوبارہ فروکش ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا اسی طرح ملک کے اکثر امیر اس خبر کو سنتے ہی بجا پور میں جمع ہو گئے برکی امیر بھی گردہ کے گردہ عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور شاہ ابوالحسن کے حسن اخلاق سے ایک ہینہ میں بیس ہزار سوار و نکاح جمع ہو گیا اور نظام سلطنت پھر مضبوط و مستحکم ہوا بادشاہ کے حکم کے موافق سب سے پہلے برکی امیروں نے حریف کے لشکر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور ان کو ایسا تباہ کیا کہ تھوڑے ہی زمانہ میں انکے لشکر میں قحط پڑ گیا غنیمت بجا پور کے محاصرہ سے بھی شاہ و رک کے حملہ کی طرح شرمندہ ہوئے۔ عدالت پناہ اس وقت صلح پر راضی نہ ہوتے تھے حریف اپنے مال کار میں پریشان ہوئے اور انھیں نے دایسی کا ارادہ کیا اور پیدلے پایا کہ چونکہ اس وقت بجا پور کی تیغ اور صلح کا واقع ہونا دونوں امر محال نظر آتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ قطب شاہ اپنی جمعیت کے ساتھ حنا باد گلبرگہ روانہ ہو اور وہاں کا قلعہ سر کرے اور بہادر الملک اور سید قاضی دوبارہ شاہ و رک کا رخ کریں اور اس نواح کو نظام شاہی مملکت میں داخل کر لیں اس مشورہ کے بعد حریف نادم اور نشان بغیر صلح کے قلعہ بجا پور سے ہاتھ اٹھا کر اپنی سمت کو روانہ ہو گئے۔ نظام شاہی گردہ کو تو جیسا کہ اپنی جگہ مرقوم ہے شاہ و رک جانا اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور کلہر اور مریج کے راستہ سے ملک کو تاراج کرتے ہوئے احمد نگر و ایس گئے لیکن قطب شاہ نے راستہ میں امیر سید زینبیل استر آبادی کو جو اسکے معزز ملازمین کے گردہ میں داخل تھا مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا اور ایک جزا لشکر کے ساتھ روانہ کر کے عدالت پناہ کے ملک کے ایک حصہ کو تسخیر کر نیک حکم دیا قطب شاہ مصطفیٰ خاں کو حکم دیکر خود گو لکنڈہ و ایس آیا اور عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔ عدالت پناہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے اخلاص خاں کے مشورہ سے دلاور خاں جمشی کو ایک آزمودہ کار لشکر کا امیر بنا کر بہادر سپاہیوں اور کوہیکر ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ دشمنوں کے صدر مقام یعنی گلبرگہ کو روانہ کیا۔ دلاور خاں جلد سے جلد دشمن کے سر پر

پہنچ گیا اور اس نے لشکر کا مہینہ اور سرہ درست کر کے حریف کے مقابلہ میں
 جنگ آزمائی کی شاہی اقبال نے اپنا کام کیا دلا در خاں کو فتح ہوئی اور قطب شاہی
 فوج نے راہ فرار اختیار کی بے شمار مال غنیمت دلا در خاں کے ہاتھ آیا اور
 ایک سو پندرہ قطب شاہی فیل بزرگ بادشاہ کے قبضہ میں آئے۔ دافعات
 عالم سے خبر رکھنے والوں بد پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ جو کچھ ہوا محض شاہی
 اقبال کی برکت سے وقوع میں آیا ورنہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ چالیس
 ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعہ بجا پور کے گرد جمع ہونا اور شہر میں صرف دو یا تین
 ہزار سواروں سے زیادہ کا مجمع نہ ہونا اور پھر ایک سال کا مل محاصرہ کے بعد
 حریف کا نا کام اپنے ملک کو واپس جانا اور ان کے ہاتھیوں اور دیگر اسباب سلطنت
 کا عدالت پناہ کے قبضہ میں آنا سوائے اقبال شاہی کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا
 دلا در خاں کو یہ فتح نصیب ہوئی اور اس کے سر میں سودا سمایا کہ وہ منصب میر
 جنگی بر فائز ہو اس امیر نے حیدر خاں تھانہ دار قلعہ ارک کو خفیہ پیغام دیا اور اسے
 آئندہ کے دلفریب وعدوں سے اپنا بھی خواہ بنا کر اس ارادہ کو پورا کرنے کے
 لئے جلد سے جلد گلبرگ سے بجا پور روانہ ہوا سفر کی منتر لیں طے کر کے دلا در خاں نے
 دروازہ الہ پور میں قیام کیا اور اپنے معتمد بھی خواہ ہوں کو اخلاص خاں کے پاس
 روانہ کر کے غائبانہ اس قدر چال چوسی اور خوشامد اور نیر اخلاص کے ساتھ ہمدردی
 کا اظہار کیا کہ اخلاص خاں نے فاضل ہو کر دلا در خاں کو ایک جزو ضعیف سمجھا اور
 حصار کی حفاظت میں مطلق کوشش نہ کی اور اسے پیغام دیا کہ جس وقت
 موقع مناسب ہو گا بادشاہ سے عرض کر کے ان سے اجازت حاصل کر دو گنگا
 اور تم کو خدمت سلطانی میں پیش کر دو گنگا۔ دلا در خاں اپنے حصول مقاصد کا اور
 زیادہ امیدوار ہوا ایک روز اخلاص خاں دیوانداری سے فارغ ہو کر اپنے
 بستر راحت پر آرام کرنے کے لئے لیٹا اور دلا در خاں کو اس کی اطلاع ہوئی
 اور وہ فوراً اپنے فرزندوں اور سات سو سواروں پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ
 بجا پور میں داخل ہوا اور جلد سے جلد قلعہ ارک میں جو بادشاہ کا قیام گاہ ہے
 پہنچا عدالت پناہ کا شرف قدمبوسی حاصل کرنے کے بعد دلا در خاں نے

اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کے اسباب فراہم کرنے شروع کئے اور قلعہ کے اندر جا بجا اپنے متعلقین اور عاشقینوں کو مقرر کر کے بیدار احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اخلاص خاں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور واقعہ سے مطلع ہوتے ہی تین یا چار ہزار سواروں کی جمیعت سے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ قلعہ کی طرف آ رہا ہے۔ دلا در خاں نے حمید ر خاں اور اپنے فرزندوں کی مدد سے قلعہ کے دروازہ بند کر لئے اور برج و بارہ پر توپ و تفنگ چڑھا کر دشمن کے مدافعین مشغول ہوا شنید اور غوریز لڑائی واقع ہوئی جس کا حال یہ تھا کہ کبھی تو اخلاص خاں کا گروہ اپنے تیز رفتار گھوڑوں کو دوڑا کر خون کی ندیاں بہاتا اور کبھی دلا در خاں جماعت توپ و تفنگ سے میدان جنگ کو انشیں سمندر بنا دیتی تھی اور اور توپوں کی ضرب سے ہر مرتبہ جشتی اور ہندی جوانمردوں کی ایک جماعت کو خاکستر کر دیتی تھی مختصر یہ کہ شام کے قریب تک تقریباً کچاس یا ساٹھ جوانمرد اخلاص کے مقتول ہوئے اور اہل قلعہ میں صرف ایک شخص ہلاک ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد اخلاص خاں اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور بلبل خاں کو جو پہلے مصطفیٰ خاں کا غلام اور اس کا نوکر تھا اور اب اخلاص خاں کے ہی خواہوں میں داخل ہو گیا تھا قلعہ کے محاصرہ اور غلہ اور اذوقہ کے سدود کرنے پر تعین کیا بلبل خاں نے محاصرہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی اور تقریباً ایک ماہ کا زمانہ اس طرح گزر گیا کہ برابر جلیف سے لڑنا اور دوست و دشمن سب کی زبان سے صلئے احسن و آفریں سنتا تھا۔ دلا در خاں نے خضیہ طور پر ایک شخص کو بلبل خاں کے پاس روانہ کیا اور اس کو وعدہ ہائے دلفریب سے اپنا بھی خواہ بنایا اخلاص خاں نے خدمت محاصرہ ایک دوسرے جشتی کے سپرد کی اور خود اپنے مکان میں دیواندار دیوانداری اور انتظام مملکت کرتا رہا بلبل خاں دلا در خاں کا رشتہ بنا اور اسی بناء پر خاصہ خیل کے اکثر سپاہیوں بوجہ اس کے کہ بادشاہ دلا در خاں کے پاس تھا اور نیز یہ کہ خزانہ شاہی بد بھی اسی کا قبضہ تھا اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر عہد و بیمان کرنے کے بعد دلا در خاں سے

جاملے ان واقعات کی بنا پر دلا درخاں کی قوت زیادہ بڑھ گئی اور یہاں تک
 نوبت پہنچی کہ دلا درخانی جماعت بلبل خاں کی سرداری میں قلعہ سے باہر نکل کر
 جنگ و جدال کرتی اور اکثر اوقات اخلاص خانیوں پر غلبہ حاصل کر کے ان کے
 مورچوں کو پسپا کر دیتی اور غلہ اور روغن اور دیگر ضروریات زندگی ان سے
 چھین کر قلعہ کے اندر لے جاتی تھی اس طرح بہراہل قلعہ نے محاصرہ کی گئی سے
 نجات پائی اور ان کو روانہ دامن نصیب ہوا۔ غرض کہ چار ماہ کا دل ہی ہنگامہ
 رہا اور غم میں ایک شور و شین برپا ہوا اکثر ایسا ہوا ہے کہ بیجا پور کے کوچہ و بازار
 میں خانہ جنگی واقع ہوئی ہے اور بہت سے مکانات گلولہ اور ضرب زنجی
 و جہ سے دیران اور تباہ ہو گئے ہیں لیکن باوجود اس کشت و خون کے نتیجہ کا
 حال معلوم نہیں ہوتا تھا۔ امرالہ در تمام رعایا سب تنگ آ گئے اور بلبل خاں
 کی گوشنوں سے تمام امیروں نے اخلاص خاں کی رفاقت ترک کی اور اپنی
 اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے۔ اخلاص خاں تنہا رہ گیا لیکن باوجود اس کے
 بھی اس نے بیجا پور سے قدم نکالنا اپنی کسر شان سمجھا اور اپنے مکان ہی میں
 مقیم رہا دلا درخاں نے اپنے معتمد سپاہیوں کو اخلاص خاں کے مکان پر بھیجا
 اور وہ اسے گرفتار کر کے دلا درخاں کے پاس لے آئے دلا درخاں نے
 حق دیرینہ کا لحاظ کیا اور اس کی دونوں آنکھیں کھال لہن دلا درخاں نے حمید
 حبشی کو جو اس زمانہ میں اس کا مصاحب خاص ہو گیا تھا بنا برصلمت
 چند روز اپنا رفیق کار بنایا اور بعد کو اس سے بھی خوف زدہ ہو کر حبشی کو
 ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا اور اب انا دلا غیر کی کادم بھرنے لگا اور اپنے
 استحکام میں کوشاں ہوا۔ دلا درخاں نے نامی اور معزز امیروں سے قرابت
 کر کے ان کو اپنا ہی خواہ بنایا اور اپنی اولاد کی تربیت کر کے ان کو بادشاہ کے
 گرد مقرر کیا دلا درخاں کا فرزند اکبر سنی محمد خاں نامی امر کے گروہ میں داخل
 ہو کر بادشاہ کو معصوف شریف اور گلستان اور بوستان کی تعلیم دینے پر مقرر
 کیا گیا۔ دوسرا فرزند کمال خاں منصب سرسرنویتی پر فائز ہو کر لعب اور
 جوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار بنا خیریت خاں امر کے عظیم الحاح کے

سلسلہ میں داخل ہو کر عدالت پناہ کا پاسبان مقرر ہوا اور عبدالقادر کو باوجود امارت کے قلعہ ارک کی تھانہ داری پر مقرر کیا گیا چونکہ عبدالقادر نو عمر تھا دلا در خاں نے عبدالقادر کی طرف سے یہ خدمت روئی خال دشمنی کے سپرد کی۔ دلا در خاں نے بیل خاں کو فرزند کہا اور نامی امیر دل کے گروہ میں داخل کیا۔ دلا در خاں نے ایک لاکھ غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ جو صاحب دعویٰ نہ تھے باقی تمام لوگوں کو عادل شاہی دائرہ حکومت سے خارج کر دیا۔ شاہ ابوالحسن اخلاص خاں کے حکم سے ایک قلعہ میں نظر بند تھے۔ دلا در خاں ان سے خوف زدہ ہوا اور اسی قلعہ میں ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی۔ دلا در خاں نے اسی شقاوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ چند دنوں کے بعد کسی سبب سے جس کا ظم خدا کو ہے اسی قلعہ میں سید صاحب کو شہید کر دیا حاجی نور جو مشاہیر شہر میں ممتاز اور علی عادل شاہ کا سرپرست رہا تھا محض دہم کی بنا پر اپنے عہدہ سے معزول کیا گیا اور اس کی حیثیت ایک معمولی سپاہی کی رہ گئی۔ دلا در خاں نے چاند بی بی سلطان کی قوت حکومت بہت کم کر دی اور ایسا انتظام کیا کہ اس کے پاس کوئی دادخواہ بھی نہ جاسکے۔ اس امیر نے دلا در خاں تھانہ دار قلعہ ادنیٰ کو جو اس کا مخالف تھا حسن تدبیر سے مغلوب کیا اور اپنے قابو میں لا کر دوسروں کی عبرت کے لئے اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔ دلا در خاں نے مذہب امامیہ کا رواج ملک سے اٹھایا اور احکام مذہب اہل سنت کو جاری کیا غرض کہ ان تمام واقعات کی بنا پر اس کی شخصیت بالکل خود مختار ہو گئی اور اطمینان کے ساتھ مہات سلطنت کو انجام دینے لگا۔ دلا در خاں نے مشفقہ بھری میں بیل خاں کو راجگان ملا بار کے مقابلہ میں جنھوں نے مصطفیٰ خاں کے بعد اب تک خراج نہیں ادا کیا تھا روانہ کیا۔ اور اسی سال صلابت خاں ترک سے جو مرنے لگا تھا نظام شاہ کا وکیل سلطنت تھا نامہ و پیام کر کے نظام شاہیوں سے رابطہ اتحاد کو پھر مستحکم اور مضبوط کیا۔ دلا در خاں نے بادشاہ کی طرف سے قاصد احمد نگر روانہ کیا۔ مرنے لگا تھا نظام شاہ نے محبت اور اتحاد آمیز نامے عدالت پناہ کو روانہ کئے اور بادشاہ کی

ہمشیرہ خدیجہ سلطان المصروف بہ راہ مصیبت سے عقد کی اپنے فرزند میراں شاہ حسین کے ساتھ اسد عاکی۔ اسی سال قاسم بیگ حکیم ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد نقی بھری اور میرزا عیان و اشرف احمد نگر بڑے محل و شان کے ساتھ عقد کے لئے احمد نگر سے بیجاپور آئے۔ خدیجہ سلطان کا کھاج ہوا اور شاہزادی کی یا لگی بیجاپور سے احمد نگر روانہ ہوئی چاند بی بی سلطان جو اپنے بھائی مرغی نظام شاہ کو دیکھنے کی بیدار زوہد تھی شاہزادی کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوئی چند دنوں ان لوگوں نے شاہ بعد میں قیام کیا اور جب کہ قاسم بیگ اور مرزا احمد نقی وغیرہ مراٹھے احمد نگر خلعت فاخرہ اور سپاہی تازی مع مرصع زمین و کلام کے اور نیز روپیہ اور اشرفیوں کے شاہی عطیات سے سرفراز ہوئے اور عدالت پناہ سے رحمت پر شاہ بعد بیوہ بچ گئے تو خدیجہ سلطان کا خانہ عروسی آخر ۹۹۲ ہجری میں احمد نگر بیوہ بچ گیا۔ احمد نگر میں دوبارہ جشن عروسی منعقد کیا گیا اور اس کے بعد شاہزادی میراں حسین شاہ کے محل میں داخل ہوئی۔ شیخ قاسم عرب مخفی امداد فیات بیگ تزدینی القاطب بیگنیز خاں اور دوسرے اعیان بیجاپور جو مالکی کے ہمراہ تھے شاد ماں اور بامراد واپس آئے اور دولت خواہان ملک عدالت پناہ کے عقد کے جشن نشاط منعقد کرنے میں مصروف ہوئے۔ بادشاہ کا ہمشیرہ محمد قلی اس مبارک زمانہ میں بادشاہ دیں پناہ نے ارشاد فرمایا قطب شاہ کے ساتھ عقد کرنا اصل اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کا ارادہ کر کے عقد سے فراغت حاصل کرنا چاہا عدالت پناہ سے قعاد محبت اور دوستی کو مستحکم کرنے کے لئے تخت گاہ کے مناسبت کا ایک گردہ حیدر آباد کو جو بہاگ نگر کے نام سے مشہور ہے روانہ کیا اس تقریب کا مدعا یہ تھا کہ سلطان فقراں پناہ ابراہیم قطب شاہ کی دختر نیک اختر چاند بی بی کو جو اس وقت اپنے برادر کا مگار محمد قلی قطب شاہ کے سایہ عاطفت میں بہ درش پارسا تھی اپنے جہانہ عقد میں لائے۔ خدام بارگاہ کو بادشاہ کے نیک ارادہ سے اطلاع ہوئی اور سب بے حد خوش اور شاد ماں ہوئے۔ اندنوں دلاور خاں تمام امور سلطنت کا فیل تھا اس نے اس نیک ارادہ کے یوراکر نے کی مدد پر شروع کی دلاور خاں نے محمد قلی قطب شاہ سے رسل و رسائل اور نفعت و شنید کے بعد خاصہ میل کے

ایک گروہ کو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں متعدد اجناس کے ہمراہ
 حیدرآباد روانہ کیا۔ اس گروہ نے سفر کی سہولتیں ملنے کے بعد تلوگنا کی سرحد میں
 داخل ہوا۔ قطب شاہی سرحد میں پہونچکر ہر مقام اور ہر منزل پر ان کا استقبال
 اور میافت اور مہانداری ہونے لگی۔ یہ گروہ حیدرآباد کے قریب پہونچا اور
 ان کے لئے خیمہ و خگاہ آراستہ کئے گئے اور تمام شرفاء و اعیان ملک نے
 ان کا استقبال کر کے بھد عزت اور حرمت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اور
 بلکہ کے عمدہ سے عمدہ مکانات میں ان کو فردش کرایا۔ ان لوگوں کو علم ہوا کہ
 اعیان عادل شاہی کے درود کا سبب کیا ہے اور شاہی امیرون نے نہایت
 خوشی کے ساتھ پیغام نسبت قبول کر کے جشن عشرت آراستہ کیا اور نیک ساعت
 میں عقد سے فراغت حاصل کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی ملاہت خاں
 بزرگ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی جو کہ یہ عقد بلا ان کے مشورہ کے کیا گیا تھا
 انہوں نے محمد قلی قطب شاہ سے شکایت کی۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے
 باپ کی وصیت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا پاس دیکھا کیا اور ملکہ جہان کو
 رخصت کرنے میں تامل کرنے لگا عدالت پناہ نے یہ واقعات سنے اور اس فتنہ کو دفع
 کرنا اپنا فریضہ سمجھ کر لشکر کو حاضر اور مع ہونیکا حکم دیا۔ امیر اور سردار لشکر حاضر ہوئے
 اور بادشاہ ۹۹۵ھ ہجری میں شہر سے روانہ ہوا جو کہ یہ ہم عدالت پناہ کی پہلی
 جنگ تھی یہی خواہان دولت تھے رہے اور اثر فیاں بادشاہ پر سے تصدیق
 کیں دلاور خاں کی رائے کے موافق عالم خاں نے سرحد نظام شاہی میں قدم
 رکھا اور قلعہ دینر کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔ امیر ان لشکر نے قلعہ کشائی کی
 مدد میں اس وقت کہیں اور دلاور شاہ و ترک اور کلیان سے سامان حرب طلب
 کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو معلوم ہوا کہ عدالت پناہ کی کلفت کا سبب صلابت خاں
 ہے نظام شاہ ملاہت خاں سے اس کے سابق جرایم کی وجہ سے بھی
 ناخوش تھا صلابت خاں کا بہ زنجیر کر کے مقید کر دیا گیا اور پیشوائی کا منصب
 قائم بیگ کو عطا ہوا۔ عدالت پناہ نے نظام شاہ کو اس وجہ پر مروت
 پایا اور قائم بیگ کے خلوص امین و فیضی بھی بادشاہ کے ملاحظہ میں گزارے

عدالت پناہ نے نظام شاہی مملکت سے ہاتھ اٹھایا اور قطب شاہی قلمرو کی طرف رخ کیا۔ قطب شاہی رعایا اس خبر کو نہ بے حد پریشان ہوئی نہ محفل قطب شاہ کو معلوم ہو گیا کہ عدالت پناہ نے کسی وجہ سے اس طرف کا رخ کیا ہے اور بادشاہ نے جلد سے جلد ملکہ جہاں کی پانگلی مع تمام سامان جہیز کے روانہ کر نیکا حکم دیا ۹۹۶ھ ہجری میں ملکہ جہاں کا محاذ مع نفیس اور پیش قیمت تحفوں اور ہدیوں کے حوالی قلعہ کلیان میں عدالت پناہ کے پاس پہنچ گیا مصطفیٰ خاں استرآبادی نظام شاہ کی طرف سے محاذہ کے ساتھ آیا۔ عدالت پناہ نے تمام اراکین دولت کو پانگلی کے استقبال کے لئے روانہ فرمایا اور اس کے بعد خود بھی خراباں خراباں روانہ ہوئے اور ملکہ جہاں کو لشکر میں لے آئے چار روز لشکر میں مجلس عیش و نشاط گرم رہی اور اس کے بعد عدالت پناہ نے شاہ درک کا رخ کیا۔ ملازمین بارگاہ نے جشن عقد مرتب کیا اور ایک ماہ کامل عیش و نشاط کا دور دورہ رہا۔ اس زمانہ کے بعد بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدام سلطنت کو انعام و اکرام سے الا مال فرمایا۔ عیش و عشرت سے فراغت حاصل کر کے بادشاہ تخت گاہ کو تشریف لایا اور مصطفیٰ خاں استرآبادی کو دوبارہ شاہی نوازشوں سے سرفراز فرمایا اور ذیل بزرگ اور جودہ پانگلی رسی بارہ ہزار ہون نقد اور ایک لکھ بند اور سر پہنچ مرصع مع زین و لجام اور دیگر نفیس اور پیش قیمت تحفہ و ہدیئے دیکر اسے رخصت کیا۔ اس کتاب کی تالیف تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین فرزند اور دو دختر محل شاہی میں پیدا ہوئے جن میں سے ایک فرزند اور دونوں بیٹیاں بقید حیات ہیں پروردگار عالم نسل شاہی کو عدالت پناہ کے سایہ عاطفت میں عمر گرامی اور اقبال عطا فرمائے۔

عدالت پناہ کا یہی خواہان اسی دوران میں مرنے لگا نظام شاہ کی پیشوا کی منصب احمد نگر کی النجا کے موافق قاسم بیگ کے سپرد ہوا چونکہ یہ شخص نیک دل اور اس ملک کا سفر کرنا کماؤ تھا اس خدمت پر فائز ہونے سے کچھ زیادہ خوش اور راضی نہ ہوا۔ اس کا رد والی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سفلہ مزاج اشخاص جو گاؤں و خروا اور زمین آسمان میں تمیز نہ دے سکتے تھے ہمارے

سلطنت میں خیل ہو گئے اور انھوں نے ہر طرح کے حیلہ اور مکاری سے اپنے کو صاحب اختیار بنایا ان اوباشوں نے قاسم بیگ اور دوسرے اعیان سلطنت ہر طرح طرح کی ہتھیں باندھیں اور بعضوں کو قید خانوں میں گرفتار کیا اور بعضوں کو احمد نگر سے خارج البلد کر دیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ پر دیوانگی کا غلبہ تھا اس کی گوشہ نشینی اور عدم توجہ کی وجہ سے ان اراذل نے ملک کے بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لئے ان واقعات سے خاندان نظام شاہیہ بالکل بے رونق ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ جو اپنے فرزند میراں حسین کا جانی دشمن تھا ان دنوں اور زیادہ اس کے قتل میں سامی اور کوشاں ہوا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے ایک معتمد امیر اسماعیل خاں کو غنا ہزارہ حسین کے قتل کی ترغیب دی میرزا خاں ولد سلطان حسین شیرازی جو اندلوں قاسم بیگ کا قائم مقام تھا اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے اطاعت شاہی کو بالائے طاق رکھا اور یہ ارادہ کر لیا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کو تخت سے معزول کر کے میراں حسین کو فرمانروا بنائے۔ چونکہ یہ اہم کام بغیر عادل شاہی ارکان دولت کے مشورہ کے ناممکن تھا اسماعیل خاں نے اپنا ایک معتبر قاصد دلا در خاں کے پاس بیجا پور روانہ کیا اور اسے اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دی دلا در خاں نے اسماعیل خاں کا پیغام عدالت بناہ کے حضور میں عرض کیا۔ چونکہ اسماعیل خاں کا پیغام میراں حسین کی نجات اور خاندان نظام شاہی کی بقا سے وابستہ تھا بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور دلا در خاں سامان سفر کی تیاری میں مشغول ہوا۔

۹۹۹ ہجری میں سرپردہ شاہی نکالا گیا اور نیک ساعت میں بادشاہ نے بیجا پور سے سفر کیا بادشاہ اہستہ بخراہی کے ساتھ احمد نگر کے قریب پہونچا اور اس کے درود کی خیر میرزا خاں نے بھی کئی اور اس نے احمد نگر کے امیدوں کو اپنا ہم خیال بنا کر مرتضیٰ نظام شاہ سے کنارہ کشی کی اور قلعہ دولت آباد کو روانہ ہوا شاہ ہزارہ میراں حسین باب کے حکم سے اکی قلعہ میں مقید تھا احمد میرزا خاں نے میراں حسین کو قلعہ سے نکالا اور اس کے ساتھ

احمد نگر روانہ ہوا۔ دوسری طرف عدالت پناہ میں ہزار سواروں کے ساتھ سرحد پر بندہ سے کوچ کر کے احمد نگر کی طرف بڑھے تاکہ لوگ قرضی نظام شاہ کے گرد جمع ہو کر شاہزادہ میرا حسین کی تخت نشینی میں مزاحمت نہ ہوں۔ جس دن کہ بادشاہ نے ماتو میں جو احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا اسی دن میرا حسین نے احمد نگر پہونچکر باپ کو مقید کر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ ابراہیم عادل نے شاہزادہ کو مبارک باد دی اور بادشاہ کا خیال تھا کہ میرا حسین کی ملاقات اور اپنی ہمشیرہ کے دیدار سے محفوظ ہو کر اپنے ملک کو واپس آئے کہ ناگاہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ میرا حسین نے اپنی نادانی اور کم عقلی کی وجہ سے قرضی نظام کو بدترین عذاب سے قتل کیا اس قتل کا سبب یہ ہوا کہ میرزا خاں نے جو سرہا یہ فساد تھا مع دیگر گمراہیوں کے جو دولت آباد میں اس کے گرد جمع ہوئے تھے میرا حسین سے کہا کہ تمھارے باپ نے ایک مدت تک فرما زردانی کی ہے اور ملکوں کو فتح کیا ہے جب تک کہ قرضی شاہ بہ قید حیات ہے فرما زردانی کا منصب تمھیں مبارک نہ ہو گا میرا حسین ان کمینوں کے مکر میں آگیا اور بغیر اس کے کہ عدالت پناہ سے جو ہر طرح اس کے عزیز قریب تھے شہرہ کرے باپ کو تہ تیغ کر ڈالا۔ عدالت پناہ اس خبر کو سنا کہ رنجیدہ ہوئے اور حسین نظام شاہ کی ملاقات کے ارادہ کو نسخ کر ڈالا اور پھر حسین کو دگو جو پیغام رسائی میں بچیدار اور بے ہنگم تھا بطور قاصد اس کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ میرا دعا اس لشکر کشی اور سفر سے یہ تھا کہ حکومت بچے بٹھاؤں اور تمھارے والد قرضی نظام شاہ کو جواب گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ کسی خلوت خانہ اور قلعہ میں نظر بند کر دوں تاکہ تم اطمینان کے ساتھ فرما زردانی کو رسکو لیکن اب یہ خبر سنی گئی ہے کہ تم نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر باپ پر اپنا ہاتھ صاف کیا ہے اگر تمھیں ایسا ہی خیال تھا تو یا تو غریب پدر کو میرے سپرد کر دیا ہوتا تاکہ میں اسے حفاظت سے اپنے پاس رکھتا اور یا اس غریب کو نابینا کر کے اس کے وفد غہ سے نجات حاصل کی ہوتی اس امر کو یقین سمجھو کہ باپ کا خون رنگ لائیکا اور تم خدا کی بارگاہ میں معنوب ہو کر جلد سے جلد

اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے بہر نوع تمہارے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اس وقت تمہارے حال سے کچھ تعرض نہیں کرتا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میری لشکر کشی کا مدعا ملک پر قبضہ کرنا تھا۔ بادشاہ نے میرا حصہ کو یہ پیغام دیا اور اسی جگہ مرغنی نظام کی زیارت سے فراغت حاصل کر کے اپنے ملک کو واپس آیا۔ عدالت پناہ کوئے جلاور پہونچکر یہ معلوم ہوا کہ ملا بار کے راجہ بلج دھراج کے ادا کرنے میں تساہل کر رہے ہیں اور جو رقم کہ ان راجاؤں نے علی غافل غاہ کے دقت میں مصطفیٰ خاں اردستانی کی وساطت سے قبول کی تھی اب اس کے ادا کرنے میں پس دیش کر تے ہیں بادشاہ نے بلبل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کی جمعیت سے اس جانب روانہ کیا تاکہ اس نواح کے راجاؤں کو تلوار کے زور سے زیر کرے اور تین سال کا خراج جو انیس لاکھ پچاس ہزار ہوں ہوتا ہے وصول کرے اور اگر راجگان مذکور رقم دینے سے انکار کریں تو ان کے قلعوں اور شہروں کو فتح کر کے مالک محروسہ میں داخل کر لے۔ حسن اتفاق سے ایک سال کا عرصہ بھی نہ گزر اسکا کہ بادشاہ دشمن فیمبر کی رائے کے موافق جلال خاں ہمدانی حسین نظام پر مسلط ہو گیا اور اس نے بادشاہ کو قتل کر کے سارے شہر میں ہمدانی مذہب کو رائج کیا اور غیر ملکی باشندوں کے ساتھ نرمی اور مدارات سے پیش آنے لگا۔ یہ خبریں شہر بنجالور میں بھی مشہور ہوئیں اور بادشاہ نے نظام شاہی خاندان کی اصلاح اور چند دیگر ضروری امور کی تکمیل کا ارادہ کر کے دلاور خاں کی رائے سے ۹۹ھ ہجری میں احمد نگر کا رخ کیا۔ بادشاہ نے بیحد تاکید اور ضروری فراہمیں بلبل خاں حبشی اور اس نواح کے دوسرے امیروں اور افسران فوج کے نام روانہ کئے کہ اس فرمان کو پاتے ہی جس قدر جلد ممکن ہو اپنے کو بادشاہ تک پہونچائیں اور قبل اس کے کہ لشکر شاہی نظام شاہی ملک میں داخل ہو بلبل خاں بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو جائے اور اس حکم کو بیحد ضروری اور واجب التعمیل سمجھے لشکر شاہی قلعہ شاہ درک کے جوار میں پہونچا اور دلاور خاں نے ایک مہینہ کے قریب یہاں قیام کیا بلبل خاں اور اس کے لشکر کا نام و نشان بھی ظاہر نہ ہوا دلاور خاں یہ سمجھا کہ

اب اس کا زیادہ توقف کرنا جمال خاں کی مزید تقویت کا باعث ہو گا یہ سردار
جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوا۔ جمال خاں نے یہ اخبار سنے اور بندہ ہزار ہوا وہاں
اور توپ اور تفنگ کے ساتھ بہ ہمراہی اسماعیل نظام شاہ آگے بڑھا اور قصبہ
اسٹی کے جوا میں عدالت پناہ آگے لشکر کے مقابلہ میں قیام پزیر ہوا چونکہ زمانہ
برسات کا تھا اور کبھی کبھی بارش ہو جاتی تھی اس لئے طرفین میں سے کسی فریق
نے لڑائی کی ابتدا نہ کی اور میں روز اسی طرح گزر گئے جمال خاں بید مضطرب ہوا
اور اس نے صلح کو لڑائی پر ترجیح دی اور ایک گروہ کو واسطہ بنا کر بادشاہ سے اپنے
ملک کو واپس جانکی درخواست کی چونکہ بیجا پور کا منتخب لشکر ملا بار کی ہم پرنا مزد
ہو چکا تھا اور جمال خاں نے بھی اپنے حد سے زیادہ منت دزاری کی اس لئے بادشاہ
نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ کہا کہ عدالت پناہ کی ہمشیرہ خدیجہ سلطان
کی پالگی مع حسین نظام شاہ کے قتل بہا کے اگر میرے پاس پہنچ جائے تو میں
اپنے ملک کو واپس جاؤں جمال خاں نے یہ حکم ملازم مع پینتر ہزار ہوں کے
عدالت پناہ کی خدمت میں روانہ کر دیا جس دن کہ بادشاہ نے کوہ کا ارادہ
کیا اسی روز بلبل خاں بڑی شان و شوکت کے ساتھ مع ہزار لشکر کے شاہی
خدمت میں پہنچ گیا لیکن چونکہ صلح طے ہو چکی تھی اس ایسرا کا انا بیکار شاہست
ہو بلبل خاں نے جس کی شجاعت اور سیاست کا آوازہ سارے ملک میں بلند
ہو چکا تھا نقد اور جنس جو کچھ بطور باج و خراج ملا بار سے لایا تھا بادشاہ کے ماحقہ
میں پیش کیا۔ بلبل خاں جس نے اس قدر تھوڑے زمانہ میں اتنی گرانہب بار قم
راجگان ملا بار سے وصول کی تھی تحسین و افراس کا آرزو مند تھا لیکن دلا دغاں
کی عداوت کے خیال سے بادشاہ کے مجرے کو حاصر نہ ہوا اور اس کی عداوت
آئی جو اجناس کہ بلبل خاں اپنے ہمراہ لایا تھا ان کی قیمت جو ہر یوں نے
دلا دغاں کی رائے کے موافق بہت کم آنکی اور جو چیز کہ دس ہزار ہوں کی
تھی ہزار ہوں اس کی قیمت بتائی گئی اور بلبل خاں کی امانت کو مد نظر رکھ کر
بقیہ رقم کا تقاضہ راجگان ملا بار کے متعلقین سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے
تھے کیا گیا۔ ایک روز دلا دغاں بادشاہ کی بارگاہ میں دیوانداری کر رہا تھا

مکمل خاں حاضر ہوا اور آٹھ میں روٹاں لے کر باوجود قریب کھڑا ہوا اور
 مگس رانی کرنے لگا دلا در خاں نے اسے حقارت سے دیکھا اور کہا کہ میں عالی
 مرتبہ بادشاہ کے حکم کے خلاف کرشمی ملک میں بھی طاقت نہیں ہے تم نے کیونکر
 ایسے ملک کے خلاف حکم کاروائی کی اور فرمان پاتے ہی کیوں نہ بارگاہ شہابی
 کی راہ لی بلبل خاں یہ جانتا تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے اس نے بھی
 نہایت دلیری سے جواب دیا کہ بادشاہ کی خاک پاکی قسم میں نے سرشی نہیں
 کی اور اپنے اختیار سے ملازمین قیام پذیر نہیں رہا میری کیا مجال ہے کہ
 میں احکام شہابی کی خلاف ورزی کا خیال بھی دل میں ملاؤں جس وقت
 فرمان مبارک مجھے ملا میں کرنا ملک کے ملک میں وہاں کے راجاؤں کو زیر
 کر کے ان سے خراج وصول کرنے میں مشغول تھا اگر بے نیل مرام وہاں سے
 کوچ کرتا یا فرمان کے مضمون سے راجگان مذکور آگاہ ہو جاتے تو اتنے دنوں
 کی محنت پر باد جاتی اور یہ گراں قدر رقم خزانہ شہابی میں نہ داخل ہو سکتی
 اس کے علاوہ یہ بھی تمام امیر جانتے ہیں کہ اس جنگل میں اسلامی لشکر کو بحد
 محنت اور مشقت اٹھانی پڑی ہوگی۔ اس لئے وہاں کچھ زیادہ قیام کرنا
 بالائیکن حم ایہی کہو کہ جب تمہیں یہ معلوم تھا کہ بلا لشکر ملا بلکہ کسی طرح کی کارباری
 نہ ہوگی تو تم نے کیوں بادشاہ کو تلنگانہ کے ملک میں سفر کرنے کی زحمت دی اور
 بند رہ روز اور کیوں نہ قیام کر لیا تاکہ اس درمیان میں ملازم کا لشکر آجائے اور
 ہم سب ملکر نظام شاہ کے ملک پر حملہ آور ہوتے اور ایسی حالت میں یقین
 کال تھا کہ احمد نگر کے اکثر قلعے اور پورے بادشاہ کے قبضہ میں آجائے۔ اگرچہ
 میرا توقف معقول وجہ پر مبنی ہے لیکن پھر بھی میں اپنی خطا کا اقرار کرتا ہوں
 اور اپنے جرم بخش ملک سے عرض کرتا ہوں کہ اپنے دیرینہ غلام کے
 قصور کو معاف فرمائے۔ دلا در خاں اس جواب سے دل ہی دل میں بیحد
 آندہ ہوا لیکن چونکہ چارہ کار نہ تھا اس مجلس میں اپنے غصہ کو ظاہر نہ ہونے
 دیا اور مناسب نہ سمجھا کہ امیروں کو اپنا ہم راز بنا کر صراحت جنگل میں کوئی فتنہ
 اور فساد برپا کرے۔ دلا در خاں نے بلبل خاں کا بازو تھام کر بادشاہ سے

عرض کیا کہ بلبل خاں اس خاندان کا قدیمی نگوار ہے مراحم شاہانہ سے امید ہے کہ بادشاہ اس کے قصور کو معاف فرمائیں گے عدالت پناہ نے دلا در خاں کا معروضہ قبول کیا اور بلبل خاں کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا مجلس شاہی کے برخاست ہونے کے بعد دلا در خاں بلبل خاں کو اپنے ہمراہ مکان پر لایا اور اس کی ضیافت اور خاطر داری بہت اچھی طرح کی اور کہا کہ میں نے تم کو اپنی زبان سے فرزند کہا ہے اگر بہات سلطنت میں تم سے اس قدر محبت گہری کے ساتھ باز پرس نہ کروں تو لوگ یہ کہیں گے کہ میں امور سلطنت میں اپنے فرزند کی رعایت کرتا ہوں غرض کہ دلا در خاں نے بلبل خاں کو اس طرح اپنے سے مطمئن اور فاضل بنا کر کرائے کے فرزند کو جو بلبل خاں کے ہمراہ بادشاہ کی اظہار عقیدت کے لئے آیا تھا خلعت عطا کر کے اسے رخصت کیا۔ دلا در خاں نے راجگان ملا بار کے دوسرے ایچمیوں کو بھی اپنی عنایتوں سے شاد کر کے انھیں بھی واپس جانے کی اجازت دی۔

عدالت پناہ برہان پور پہنچے اور دلا در خاں اپنے حریف بلبل خاں کی عظمت اور اس کے غلبہ سے دل میں سجد خوف زدہ ہوا اور خود ساختہ تقصیرات کی بنا پر اسے نظر بند کر دیا۔ پانچ یا چھ مہینے کے بعد اخلاص خاں کو انعام و اکرام کے وعدوں سے اپنا ہمراز بنایا اور بلبل خاں کے تمام قدیم و جدید حقوق کو فراموش کر کے باوجود اس کے کہ اس کی کاروائی سے عدالت پناہ راضی نہ تھے دلا در نے بلبل خاں کو نابینا کر دیا۔ اس امیر کی یہ حرکت بادشاہ کو بیدار نگوار گزری اور دلا در خاں بھی جلد سے جلد اپنی سزا کو پہنچ گیا۔

عدالت پناہ کا برہان نظام شاہ | ناظرین کو معلوم ہے کہ میرا حسین شاہ پرکشی کی مدد کے لئے احمد نگر جانا اور | کی سزا میں قتل کیا گیا اور انھیں برہان شاہ دلا در خاں اور جلال خاں کی جنگ | بن حسین نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور چاروں طرف سے ملک پر یونٹ ہوئی

ملک میں ایسا فتنہ اور فساد برپا ہوا کہ امن و امان کے دروازے بند ہو گئے شریف اور قبیل سب کی ایک حالت ہو گئی اور ملک میں ابتری کا دور دورہ ہوا۔

جمال خاں مہمدوی نے ملک کے رزیلوں اور باشوں کو اپنا یاد دہشیں بنایا اور سارے
 مہات ملک پر قابض ہو گیا۔ برہان شاہ ولد اسماعیل شاہ نے جو اس سے پیشتر اپنے
 برادر مرغنی نظام شاہ کی قید سے بھاگ کر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں
 پہنچ گیا تھا یہ سنا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک خرد سال فرمانر دا بٹھایا گیا ہے۔
 برہان شاہ کو اس وقت سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے چاہا
 کہ دہلی کا لشکر ساتھ لیکر دکن پر حملہ آور ہوا اور ملک کو اپنے فرزند سے واپس لے۔
 برہان شاہ نے آخر میں اپنی رائے کو بدل دیا اور اکبر بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر
 میں لشکر شاہی کو ہمراہ لے کر احمد نگر جاؤں گا تو مراٹھے نظام شاہی مجھ سے مخوف
 ہو جائیں گے اس لئے بہتر ہے کہ میں تنہا اپنے وطن جاؤں اور امیروں کو اپنا ہی خواہ
 بنانے کی ضرورت ہے۔ اکبر بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور
 یہ شرط کی کہ اگر برہان شاہ اپنے ملک پر قابض ہو جائے تو جس طرح شہر جمہری
 میں تغال خاں نے ملک برابر ہمارے سپرد کر دیا تھا اسی طرح برہان شاہ بھی ملک
 مذکور کو اکبری حلقہ حکومت میں داخل کر دے۔ برہان شاہ نے حیرت و تعجب سے یہ شرط منظور
 کی اور دکن روانہ ہوا۔ برہان شاہ نے برگم ہنڈیا میں جو دکن کی سرحد ہے اور
 جہاں کا وہ اکبر بادشاہ کی طرف سے جاگیر دار تھا چند دنوں قیام کیا۔
 برہان شاہ نے راجہ علی خاں دالی امیر دہلی پور کی رائے سے
 پہلے خواجہ نظام استر آبادی کو یہ تغیر لباس قلندروں کی صورت میں احمد نگر
 کے امیران لشکر کے پاس روانہ کیا تاکہ نظام استر آبادی امرائے فوج کو اطاعت
 اور فرمان برداری پر آمادہ کرے اور ان سے برہان نظام کی امداد اور اعانت پر
 شدید قسمیں لے۔ خواجہ نظام ان صاحبوں کے پاس پہنچا اور اپنے سفر کا مدعا بیان
 کیا احمد نگر کے بعض رئیسوں نے برہان نظام کی اطاعت کا وعدہ کیا اور بعضوں
 نے اس لئے انکار کیا کہ جن امیروں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ان میں
 ایک جہانگیر خاں حبشی بھی تھا جو سرحد برابر اور ولایت خاندیس کے قرب
 و جوار تھے برگم ہنڈیا جاگیر دار تھا اور مذہب مہمدیہ کے رواج پانے سے
 جمال خاں کے زوال اور اس کی تباہی کا دل سے خواہاں تھا۔ جہانگیر خاں نے

خواجہ نظام کی بجد تنظیم کی اور برہان نظام کے نام ایک معروضہ لکھ کر روانہ کیا جس میں اس کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ نظام کو رخصت کر کے جہانگیر خاں نے اس کے عقب میں اپنے ایک عزیز کو مخفول اور نفیس ہدیوں کے ہمراہ ہینڈیا میں برہان نظام کے پاس روانہ کیا اور اس کو اس امر کی بجد ترغیب دی کہ قبلہ سے جلد احمد نگر کا قصد کرے۔ برہان نظام اطمینان کے ساتھ براہ کی سرحد میں داخل ہوا اور جہانگیر خاں کے سکس کے حوالی میں پہونچا۔ ملاقات کے وقت حسن اتفاق یا اتفاق سے جہانگیر برہان میں لڑائی ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بد حال اور بدیشان جس راہ سے براہ میں داخل ہوا تھا اسی راستہ سے ہینڈیا کو واپس کیا اور ایک نامہ راجہ علی خاں کو تحریر کیا جس میں ساری حقیقت سے آگاہ کر کے جمال خاں کے دفعیہ اور ملک موروثی پر قبضہ کرنے کی معقول تدابیر اختیار کرنے کی بابت اس سے مشورہ کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم اکبر بادشاہ سے فوجی مدد طلب کر دگے تو دکن کے سلاطین تم سے رنجیدہ ہو کر جمال خاں سے متفق ہو جائینگے اور اس وجہ سے فتنہ میں طوالت پیدا ہوگی اور خبر نہیں کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زائد مدت میں معاملہ دوبارہ ہومیرے پاس اس قدر لشکر موجود نہیں ہے کہ میں جمال خاں کے مقابلہ میں صف آرائی کر کے اس کے فتنہ کو دفع کر دوں اور تمہیں احمد نگر کے تخت پر بٹھاؤں میری رائے ہے کہ ہر طرف سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس معاملہ کو براہیم عادل کے سپرد کرنا چاہئیے یہ امر یقینی ہے کہ تمہارا مدعا بغیر اس کی توجہ کے حاصل نہ ہوگا۔ برہان نظام نے راجہ علی کی نصیحت کے موافق چند خطوط لکھے اور یہ نامے تیز رفتار قاصدوں کے واسطے سے بیجاپور روانہ کئے۔ نامہ بر آخر بیع الادل ۹۹۹ھ بمطابق ۱۶۰۰ء میں بیجاپور میں پہونچے اور مومن فرشتہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے یہ فقیر اسی ماہ ربیع الاول کے شروع میں عدالت پناہ کے ملازمین میں داخل ہوا تھا۔ ان ناموں کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ دیگر راستے قاصدوں پر بند ہیں اور تھام شاہراہیں کھنوں کے قبضہ میں ہیں اس لئے میں نے اپنے نامہ بروں کو اس راہ سے روانہ کیا ہے۔ تم میرے با وفاء اور مخلص ہی خواہ ہو جس طرح

مناسب سمجھوان خطوط کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر کے امداد کے خواستگار ہوا اور اس بات کی کوشش کر دے کہ عدالت پناہ جلد سے جلد میری خواہش کے مطابق اس کا جواب ادا فرمائیں۔ یہ فقیر قاصد دل کے ہمراہ دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا دلاور خاں نے خطوط بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے۔

ندیم موافق تقدیر ہوئی اور بادشاہ نے برہان نظام کو مدد دینے کا ارادہ کر لیا اور اسی وقت بلا کسی توقف کے ناموں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے سپرد کر کے ان کو واپس جانیکی اجازت دی۔ بادشاہ نے دہری تین روز کے عرصہ میں تین مرتبہ قاصد اطراف سلطنت میں روانہ کئے اور ہر ایک کے لئے ہتھیار جمع ہو جانے کے بعد سرپردہ قناری باہر نکالا گیا اور بجاپور سے چہکوس کے فاصلہ پر پہنچنے والی میں نصب کیا گیا۔ بادشاہ نے نیک ساعت میں یعنی رجب الثانی یوم پنجشنبہ سہ ماہ کو کوجال خاں مہدوی کے استیصال اور برہان نظام کو ملک مدد دہری پر قابض کرانے کے ارادے سے شاہ درک کا سفر کیا۔

بادشاہ درک کے مرغزار میں پہونچا اور اس دلکش مقام میں میر و تفرج کے لئے تھوڑے دنوں قیام فرمایا۔ عدالت پناہ نے ہر نگیزہ خطوط اعیان اور اشرف برار کے نام روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ میں نے خدا کی عنایت اور اس کی مہربانی پر بھر دسمہ کر کے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ اعلیٰ حضرت برہان نظام شاہ کو بھائے ان کے فرزند اسماعیل شاہ کے تخت اچھوڑ کر پرتھوڑی میں لے کر باپ کی موجودگی میں نو عمر بیٹے کا حکمرانی کرنا آئین فرمانروائی کے خلاف ہے تم سبھوں پر لازم ہے کہ میری رائے اور مشورہ سے تجاوز نہ کرو ورنہ کمرہت باندھ کر اطلاع دے اور فرماں برداری پر متوجہ ہو اور برہان نظام کے احکام سے خلاف درزی نہ کر کے راہ راست پر قائم رہو اسی دوران میں چند دیگر قاصد برہان نظام اور راجہ علی کے فرستادہ عدالت پناہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انھوں نے چند خطوط بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے ان خطوط کا مضمون یہ تھا کہ جس قدر ہم بھی خواہاں حضرت بادشاہ کے تشریف لائے خوش اور شادان ہیں۔

پس اس سے کہیں رائد دشمنوں کو ملال درج پہونچا ہے عدالت پناہ کی شکرش سے جو

فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برابر کے امیر خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے تابع فرمان امرا اس بات پر کمر بستہ ہیں کہ جلد اپنے کو ہم تک پہنچائیں لیکن احمد نگر سے چند قاصد یہاں آئے ہیں اور انہوں نے یہ خبر دی ہے کہ جال خاں نے ساز و سامان درست کر لیا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اسماعیل نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر برابر کا رخ کرے ان اخبار کی بنا پر امراء برابر کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اپنے مالک کو خطرہ میں چھوڑ کر جس قدر جلد کن ہو احمد نگر کے دارالسلطنت سے آئیں اگر بادشاہی لشکر شاہ درک سے دو تین منزل اور آگے بڑھے تو یقین ہے کہ جال خاں عادل شاہی افواج کے خوف سے برابر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر کے احمد نگر سے کوچ نہ کرے گا اور برابر کے امراء مطمئن ہو کر ہم تک پہنچ جائیں گے عدالت پناہ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور شاہ درک سے کوچ کر کے قصیدہ دار لنگ کی طرف جو برابر کی سرحد پر واقع ہے رخ کیا اور برہان نظام اور راجہ علی کو پیغام دیا کہ تم دوستوں کی رائے کے موافق میں نے خود ہی قدم آگے بڑھایا ہے اور برابر کے امیروں کو نامے روانہ کئے ہیں کہ برہان نظام کی اطاعت سے منحرف نہ ہوں تم لوگوں پر بھی لازم ہے کہ برابر کی سرحد پر پہنچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پائش جمع کر لو میں بھی جال خاں سے فارغ ہو کر تم لوگوں سے انہوں کا جال خاں بھی اس مشورہ سے واقف ہوا اور چونکہ شجاع دلیر اور مدبر تھا اس نے حریف کے دونوں گروہ کے مدافعت کی تدبیریں سوچیں اور لشکر برار سید احمد الملک ہمدوی کو نالکھا کہ اطراف و جوانب کے حکمرانوں سے میرے تباہ کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں ایک سبب تو بہات بادشاہی اور دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری وجہ دینی بغض اور مذہبی عناد ہے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مذہب ہمدویہ کا نام و نشان جس کو میں نے اس قدر محنت اور مشقت کے ساتھ رائج کیا ہے مٹا دیں اس لئے مردانگی اور ہم جنسی کا تقاضہ ہے کہ تم کمر ہمت مضبوط باندھو اور جس طرح ممکن ہو برابر کے امرا کو تسلی اور دلاسا دیکر تم سرحد برابر پر قیام کرو اور برہان نظام کو اس ملک میں داخل نہ

نہ ہونے دو راہ ملی خاں نفاق سے کام کرے اور سرکش ہو کر جنگ کا ارادہ ظاہر کرے تو تم بھی اس کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر اسٹیل نظام کی بھی خواہی کرنے میں کوتاہی نہ کرو میں بھی غریب دلا در خاں سے صلح کر کے تمھاری مدد کو آتا ہوں۔ اس کے بعد جمال خاں نے دلا در خاں کے نام ایک خط لکھا اور صلح کے بارے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس خط کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور جمال خاں نے نظام شاہی خزانہ کا دروازہ کھولا اور لوگوں کو انعام و اکرام کے ذریعہ سے اپنا بندہ بے درم بنا کر چار لشکر تیار کیا اور اسٹیل نظام کے ہمراہ جنگ کے ارادہ سے جلد سے جلد احمد نگر سے کوچ کیا اور دارانگ کی راہ لی۔ جمال خاں عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا اور اس نے دوبارہ دلا در خاں کے پاس قاصد روانہ کئے اور صلح کے بارے میں گفتگو کی دلا در خاں نے اس مرتبہ بھی بطور سابق صلح سے انکار کیا جمال خاں اپنے مال کار میں بیحد پریشان ہوا۔ اسی درمیان میں چند خوشامدیوں نے دلا در خاں سے کہا کہ جمال خاں کا ارادہ ہے کہ مدد یوں کی ایک جماعت کے ساتھ میدان جنگ سے فرار کرے اور جنگل میں پناہ گزیں ہو جائے دلا در خاں بد نصیب نے اس افواہ پر یقین کر لیا اور یہ ارادہ کیا کہ عادل شاہی امیروں کو ساتھ لیکر جمال خاں کو گرفتار کرے اتفاق سے ایک حبشی امیر بہتک خاں نام جمال سے منحرف ہو کر عادل شاہی لشکر سے آگاہ ہوا اور عدالت پناہ سے اجازت لیکر بیڑ کے راستہ سے روانہ ہوا اور برہان نظام شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جمال خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ یہ سمجھا کہ لشکر کے تمام امراء اسی طرح کیے بعد دیگرے اس سے جدا ہو کر دشمن سے جا ملیں گے اس واقعہ سے جمال خاں اور زیادہ پریشان ہوا اور اپنی قیام گاہ سے کوچ کر کے ایک ایسے مقام پر فروکش ہوا جو پانی اور پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے فوجی انتظام کے لئے عجیب مناسب اور موزوں تھا۔ جاسوسوں نے دلا در خاں کو اس واقعہ سے آگاہ کیا دلا در خاں اپنی نا اہلیت اندیشی سے سمجھا کہ جمال خاں نے فرار ہونے کے ارادہ سے کوچ کیا ہے اور بغیر اس کے

کہ عدالت پناہ سے اجازت حاصل کرے یا یہ کہ دوسرے جاسوسوں کی آمد کا انتظار کرے حال خاں یومیس ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا دلا در خاں نے غرور اور تکبر میں سرشار ہو کر جنگ و جدال کا سامان بھی نہیں کیا جب دشمن سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا تو اسے دور سے خیمہ اور خراگاہ نظر آئے دلا در خاں نے بوجھا کر لشکر کے کاسبے بعضوں نے جواب دیا کہ یہ نظام شاہی فرد گاہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس مقام پر عادل شاہی لشکر مقیم ہے دلا در خاں اسی دریافت حال ہی میں تھا کہ دوسرے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں مقام پر مقیم ہے اور یہ خیمے ان ہی نے نصب کئے ہیں دلا در خاں آگے قدم بڑھانے سے باز رہا اور اپنے سفر کرنے سے شرمندہ ہوا لیکن چونکہ اس نے بڑے غرور و تکبر کے ساتھ سفر کیا تھا اپنے ارادہ پر قائم رہا اور وہیں مقیم ہو گیا دلا در خاں کا ارادہ تھا کہ اسکے عقب میں جو لشکر روانہ ہوا ہے وہ آجائے تو میدان جنگ آراستہ کرے اسی درمیان میں ایک مقرب درباری بادشاہ کی بارگاہ سے حاضر ہوا اور اسی نے دلا در خاں کو یہ پیغام عدالت پناہ کا سنایا کہ چونکہ تم نے سامان جنگ کی تیاری نہیں کی ہے اس لئے آج کے دن معرکہ آرائی موقوف رکھو اور پھر کسی وقت دشمن کا مقابلہ کرنا۔

دلا در خاں سپاہیوں کی کثرت اور ہاتھیوں کی زیادتی سے ایسا مغرور ہو رہا تھا کہ اسے شاہی قاعدہ سے معذرت چاہی اور کہا کہ میں ابھی حال خاں کو گرفتار کر کے دشمن کو دست بستہ عدالت پناہ کے حضور میں لانا ہوں اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا دلا در خاں نے بہتر شکل و خرابی اس مقام سے اپنی فوج کو مٹایا اور بے قاعدہ اور خستہ اور ماندہ لشکر کے ساتھ حریف کے مقابل میں صف آرا ہوا۔ دلا در خاں نے ترکی امیروں کو جو تعدادیں پانچ یا چھ ہزار تھے ایسے نازک وقت میں اپنے سے جدا کر دیا اور انھیں حریف کے لشکر کے عقب میں اس لئے متعین کیا کہ نظام شاہی امر اپنے ہاتھی اور خزانہ میدان جنگ سے نہ لے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو ہمدردی جامعیت کے قتل کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ حال خاں نے جب دیکھا کہ اب فرار کے تمام راستے

بند ہیں تو اس نے بھی مجبوراً تلوار اٹھائی اور اُمین حرب کے موافق لشکر کو آراستہ کیا اور مہم دی امیروں کو جو شجاعت اور بہادری میں مشہور تھے دیسا ہی مقرر کر کے تھوڑے سی فوج کے ساتھ پانچویں جادی الاول کو معرکہ کارزار کی راہ لی۔

طرفین سے طبل جنگ بجے اور بہادران روزگار قتل و غارتگری میں مشغول ہوئے۔ عادل شاہی امرا یعنی عین الملک کنخانی اور عالم خاں وغیرہ چونکہ جانتے تھے کہ بادشاہ طبل خاں کو نابینا کرنے اور بلا حکم شاہی جنگ آفاذ کرنے کی وجہ سے دلا در خاں سے عہد آزرہ ہے ان امیروں نے عین معرکہ کارزار میں شکست کو بہانہ قرار دیا اور دلا در خاں کو بلائے خاں کے سپرد کر کے خود بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے دلا در خاں نے اپنے میمنہ اور میسرہ کو انکی جگہوں پر نہ دیکھا اور خیال کیا کہ اس لشکر کو شکست ہو گئی ہے اور ہندوستان کے قاعدہ کے مطابق ہر پتھر ٹا اور بڑا ناخت و تاراج میں مشغول ہوا اور دلا در خاں اپنے جم نشینوں کے ساتھ بے پاد و دگار میدان میں رہ گیا۔ حال خاں اور خداوند خاں حبشی نے جو اب تک معرکہ کارزار سے فراری نہ ہوئے تھے اور اسماعیل نظام شاہ کی پہلوئیں کھڑے تھے موقع پکڑ دلا در خاں پر جس کے گرد دو سوواروں سے زیادہ کی جمیعت نہ تھی حملہ کیا دلا در خاں نے اس حالت میں میدان کارزار میں ثابت قدم رہنا موجب ہلاکت سمجھا اور سات شخصوں کے ہمراہ جن میں ایک مولف بھی تھا راہ فرار اختیار کی خبر رسائوں سے معلوم ہوا کہ عین الملک اور عالم خاں شکست کو بہادری کر میں جنگ سے بھاگے ہیں اور فلاں راہ سے بادشاہ کے پاس دارانگ جا رہے ہیں تاکہ اسے تباہ اور برباد کریں۔

دلا در خاں پیچھے ہٹا اور نہایت تیزی کے ساتھ راستہ طے کرنے لگا۔ راہ میں پسپا فوج میں سے بھی دو تین سپاہی اس سے آگے اور ان امیروں سے قبل ہی آئے تھے۔ حاشا تشنیوں کے دار اسنگ پہنچ گیا اور دشمن کے تعاقب کا خیال کرے بادشاہ کے ہمراہ شاہ درک روانہ ہوا اور تمام رات راستہ طے کرتا رہا اور صبح کو منزل مقصود پر پہنچ گیا حال خاں اس آفتخ کے بعد جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور تین سو ہاتھی دلا در خاں اور اس کے تابعین سے گرفتار کر کے بڑے غرور اور شان و شوکت کے ساتھ دارا سنگ پہنچ کر

حوالی قصبہ میں مقیم ہوا۔ مولف فرشتہ جو اس معرکہ میں زخم کھا چکا تھا اور ضعف کی وجہ سے بادشاہ کے ہمراہ نہ جاسکا تھا اور اسی قصبہ میں مقیم تھا مہم دیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اس فقیہ نے بڑے حیلہ اور بہانہ سے ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

سارے امیر اور سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام سے مل گیا ہے اور ابراہیم عادل کے حکم کے موافق برار کے امرا بھی برہان نظام کے پاس جمع ہو کر احمد نگر پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جلال خاں عادل شاہی لشکر کے اجتماع اور ان اجبار کی سماعت سے اس نواح میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور دارالنگ سے کوچ کر کے جلد سے جلد برار روانہ ہوا اس کا مقصد یہ تھا کہ بایں جو بکر برہان شاہ اور راجہ علی سے معرکہ آرائی کرے۔ راجہ علی جلال خاں کی روانگی کے اظہار منکر حد سے زیادہ پریشان ہوا اور اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہم دی امر کو جن کے کمرے مطمئن نہ تھا قلعدہ امیر میں مقید کر دیا اور جلال خاں کے تعاقب کے بارے میں جس قدر جلد ممکن ہو خطوط عدالت پناہ کے حضور میں روانہ کئے اور حد سے زیادہ منت و زاری کی۔ بادشاہ نے جلال خاں کے تباہ کرنے پر کمر ہمت مضبوط باندھ لی تھی۔ سپاہیوں کی تعداد اور ان کے ساز و سامان کی تحقیقات فرمانے کے بعد جلال خاں کے تعاقب کے عنوان سے شاہ ورک سے انہی کوس کی راہ جلد سے جلد خط کی اور قصبہ یا تری پہونچ گئے بادشاہ اور جلال خاں کے لشکر کے درمیان اٹھ روز کی راہ تھی جلال خاں نے عدالت پناہ کے تعاقب کرنے کے خوف سے راستہ میں کہیں قیام نہیں کیا بادشاہ یہ مناسب سمجھا کہ ترکی امیروں کو جو آٹھ ہزار سواروں کے افسر تھے قلعدہ مکر کے جلال خاں پر دھاوا کرنے کی غرض سے روانہ کرے تاکہ یہ امیر جلد سے جلد حریف تک پہونچ کر تمام راستوں کو اس طرح مسدود کر دیں کہ دشمن کو غلہ اور چارہ نہ پہونچ سکے اور جہاں کہیں موقع پائیں حریف کو اس قدر تنگ کریں کہ اس کے احوال و افضال مخالف اور ہراساں ہو کر

اس سے جدا ہو جائیں اور برہان نظام اور راجہ علی آسانی کے ساتھ حریف پر غالب آئیں۔ ان امیروں کو روانہ کر کے بادشاہ نے خود ایک دریا کے کنارے قیام فرمایا یہ مقام بیکر صاف اور دلکش تھا اور بہترین آموں کے باغات کثرت سے یہاں پائے جاتے تھے جو بادشاہی خیموں اور حوٹاہ کی وجہ سے ایک بہشت بریں ہو گیا بادشاہ نے ارادہ کر لیا کہ تہذیب و تمدن کی وجہ سے چند روز اس مقام پر بسر کر کے قدم آگے بڑھائے دلا درخاں پر بار چھایا تھا اس نے اس امیر کی کوشش کی کہ بادشاہ دوسرے دن اس مقام سے کوچ کر کے کات روڈ تک کسی جگہ قیام نہ کرے دلا درخاں کو بادشاہ کی رائے سے سخت انحراف تھا اور اس کی بے ادبی اب حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی عدالت پناہ نے اس گستاخ کے تباہ اور برباد کرنے کا منصوبہ ارادہ کر لیا چونکہ تمام امیر دلا درخاں کے مطیع فرمان تھے بادشاہ نے خدیو بھر دسہ کر کے اس مہم کو خود انجام دینے کا قصد کیا عدالت پناہ نے اس معاملہ میں غور کیا اور جو تدبیر ہوئی وہ قطعاً موافق تقدیر تھی۔ اس اجال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ دلا درخاں نے اپنے معتبر حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کو بادشاہ کے گرد جمع کر دیا تھا اور تمام منصب داروں امیروں اور ارکان دولت کو اپنا ہی خواہ بنا رکھا تھا اس لئے کسی غیر کی محال نہ تھی کہ بادشاہ سے عرض حال کر سکے ان وجوہ کی بنا پر دلا درخاں پر غالب آنا بظاہر بالکل محال تھا عدالت پناہ گردش زمانہ پر صابر اور غیبی امداد کے منتظر تھے۔ اس سفر میں دلا درخاں کی بے باکی اور بے اعتدالی حد سے زیادہ گزر گئی اور بادشاہ اس کے جدید اور قدیم ناشائستہ افعال اور حرکات سے بیکر ناراض ہوئے اور اس کے استیصال پر ہمدن متوجہ ہو گئے۔ عدالت پناہ الہامی تدبیر پر کار بند ہوئے اور دو مجہول الاحوال ہندوؤں کو جو عرصہ سے بادشاہ کی والدہ کی سرکاد میں ملازم تھے اور کوئی شخص ان کو پہچانتا نہ تھا خفیہ طور پر اپنے امیر الامراء میں الملک کنعانی کے پاس بھیجا اور دلا درخاں سے سخت نفرت کا اظہار کیا مین الملک نے جو بیکر دانشمند اور عقل تھا عرض کیا کہ اگر بادشاہ اس سے ناراض ہیں تو ہم بندگان درگاہ کو حکم ہو ہم اس کے شر کو جلد سے جلد دفع کریں۔ بڑے مشورے

کے بعد انھیں دونوں ہندوؤں کے واسطے سے یہ طے ہوا کہ غیب کے وقت جبکہ دلاور خاں خواب میں ہوا بادشاہ عین الملک کے لشکر کی جو شاہی لشکر سے نصف کوس کی راہ پر ہے راہ لے اور عین الملک علی خاں اور انکس خاں دو امیروں کے ہمراہ اپنے افواج کو لے کر دلاور خاں سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

بادشاہ کو ذائے پسند آئی چودھویں رجب ۹۹۸ھ بھری کی صبح کو جو وقت قبولیت دعا کا ہے بادشاہ حرم سر سے برآمد ہوا اور اپنے دل کا مدعا کسی شخص سے بیان نہ کیا عدالت پناہ نے اپنے ایک غلام کئی شش دار خاں سے کہا کہ ایک گھوڑا خاصہ کا جلد لے آئے جلوداروں کے سردار نے غلام سے کہا کہ بلا دلاور خاں کے حکم کے گھوڑا دستیاب نہیں ہو سکتا۔ غلام نے فوراً اس کے منہ پر طمانچہ مارا جلودار نے دیکھا کہ رنگ دوسرا ہے اور گھوڑے لاکر حاضر کر دیئے بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر آئے الیاس خاں جو بادشاہ کی دایہ کا فرزند اور اس رات سرنوبت تھا اس نے پہچانا اور دوڑ کر بادشاہ سے کہا کہ یہ وقت باہر تشریف لایا نہ تھا ہے آخر سبب کیا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ موقع جواب کا نہیں ہے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر میرے ساتھ چل معاملہ خود بہ خود روشن ہو جائیگا الیاس خاں اپنے سپاہیوں کے ساتھ جنگی تعداد سوسے کم تھی بادشاہ کے ہمراہ ہو لیا۔ بادشاہ لشکر بزرگ سے علیحدہ ہو کر عین الملک کے قیام گاہ پر پہنچ گیا یہ امیر موافق رائے مستعد تھے اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کے قدم بوس ہوئے اور اس کے یمن و یسار ہو کر چلے جس وقت کہ بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی خاص خیل اہل مجلس اور سرنوبت جو سراپردہ شاہی کے گرد جمع ہو گئے تھے اور جس میں مولف فرشتہ بھی شامل تھا فوراً مسلح ہو گئے اور سب کے سب عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے غرض کہ اس طرح تین ہزار سوار بادشاہ کے گرد جمع ہوئے دلاور خاں جو انہی برس کی عمر سے بھی متجاوز ہو چکا تھا ایک دکنی لڑکی کے ساتھ جس کے حسن و جمال کا آوازہ منکر فانیانہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔

عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ دلا درخاں کے پاس انوں میں سے دو شخص
دو بہرات گزرنے کے بعد بادشاہ کے مشورہ اور عین الملک وغیرہ کے
اتفاق سے واقف ہو گئے یہ دونوں سپاہی دلا درخاں کے دربار میں
آئے اور ہر چند انھوں نے کوشش کی کہ پردہ دار اور محرم راز دلا درخاں کو اصل
واقعہ سے آگاہ کریں لیکن بادشاہ کے اقبال سے ایسا نہ ہونے پایا جب کہ
عدالت پناہ رات کے پچھلے حصہ میں گھوڑے پر سوار لشکر سے باہر تشریف
لے گئے تو دلا درخاں کے حاشیہ نشینوں نے بڑی مشکل سے اسے بیدار کیا
اور حقیقت حال سے اطلاع دی دلا درخاں اور اس کے فرزند اسی وقت
جنگ کا ارادہ کر کے طلوع آفتاب کے قریب پانچ یا چھ ہزار سواروں کے
بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں کو یہ امید تھی کہ خاصہ خیل کے سپاہی
اور مذکورہ بالا امیر دلا درخاں کی سواری اور اس عظمت و شان کو دیکھ کر
بادشاہ سے کنارہ کش ہو کر مثل سابق کے اسے حفاظت میں لے لینگے اور
دلا درخاں پھر مہمات سلطنت پر قابض اور متصرف ہو جائیگا۔ دلا درخاں
بادشاہ کے قریب پہونچا اور عدالت پناہ نے اپنے ایک مقرب درباری
کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اسے دلا درخاں کی ممانعت کا حکم دیا۔
عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کا حکم قبول کیا لیکن خفیہ طور پر دلا درخاں کو پیغام دیا کہ جو ممکن
بادشاہ یک بہ یک ہمارے پاس آگیا ہی مجبوراً اس کے ہمراہ ہو گئے ہیں تم خاطر جمع ہو کہ بادشاہ کو
اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ تم تمہارے سردار نہ ہوں گے۔ دلا درخاں نے اس پیغام کو سن کر
ایک گز کے فاصلہ سے اپنی فوج اور فرزند کو چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں
اور پیارے ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اسی طرح سوار
اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ رات کے وقت بادشاہ کو سوار ہو کر
باہر آنا مناسب نہ تھا اب بھی مناسب ہے کہ حضور سراپردہ شاہی کی طرف
واپس ہوں بادشاہ نے غضب آلود لہجہ میں کہا کہ کون اس بے ادب کو
سزا دے سکتا ہے۔ خاصہ خیل کا ایک سپاہی سسی اوزبک خاں آگئے
بڑھا اور اس نے بڑی سرعت کے ساتھ ایک ہاتھ تلوار کا مارا اگرچہ

یہ ضرب کار گر نہ ہوئی، لیکن دلا در خاں نے پریشان ہو کر اپنے گھوڑے کو پیچھے بٹایا اور اونبک خاں نے ارادہ کیا کہ دوسرا ہاتھ تلوار کا لٹکا گئے دلا در خاں کا گھوڑا تلوار کی چمک سے چراغ پا ہوا اور سوار زمین پر گر پڑا۔ دلا در خاں کے نفل بان نے خیر خواہی کو دخل دیا اور دلا در خاں اور شہابی لشکر کے درمیان اپنا ہاتھی چال کر دیا تاکہ دلا در خاں موقع پا کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر سے جا ملے۔ دلا در خاں کی فوج پر ایسا شاہی رعب و جلال چھایا اور وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ کیمے بند گیر گے گروہ کے گروہ اس سے جدا ہو کر میدان کارزار سے بھاگنے لگے۔ دلا در خاں اپنے جلو پر لشکر کے ساتھ حیران دہریشان کھڑا ہوا تھا جب اس نے فوج کا یہ حال دیکھا تو خود بھی معرکہ جنگ سے فراری ہو گیا۔ کمال خاں جو لشکر سے جدا ہو کر دار اسنگ کی طرف جا رہا تھا بادشاہی سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ دلا در خاں بادشاہی تعاقب سے ہمیں نہ قیام کر سکا اور جلد سے جلد احمد بادیدر پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اپنے اقبال سے دلا در خاں کے تسلط سے نجات پائی ہیں الملک وغیرہ ہر سہامیروں کو باوجود ان کی مذکورہ بالا خطا کے خلعت اور پان عطا فرما کر ان کی خاطر داری کی اور آئندہ کے انعام و اکرام سے انھیں مطمئن کیا۔ بادشاہ صبح کے وقت اپنے سر پر وہیں پہنچا اور تخت سلطنت پر جلوس فرمایا جن لوگوں نے وفاداری میں یوہی جاں نثاری کی تھی ان کو طرح طرح کی عنایتوں سے دل نشاد کیا۔ بادشاہ بارگاہ سے محفل خاص میں تشریف لایا اور ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ دلا در خاں حنفی مذہب تھا اور اس نے مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو مذاکر حضرات چار بار رضی اللہ عنہم کا خطبہ ملک میں جاری کیا تھا۔ رعایا میں بعضوں کا خیال تھا کہ بادشاہ بھی حنفی مذہب ہے اور بعض یہ سمجھتے تھے کہ عدالت پناہ بھی اپنے چچا علی عادل اور اپنے باپ طہا نسب شاہ کی طرح امامیہ مذہب تھے پیر وہیں چونکہ دوسری شخص

زیادہ قرن قیاس تھی لہذا اکثر لوگ شیعہ بن گئے اور مسجدوں میں اذان کے
 نعرے امامیہ مذہب کے مطابق بلند ہوئے۔ بادشاہ پاک اعتقاد حنفی مشرب
 کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے علم دیا کہ جو لوگ اس امر کے باعث ہوئے
 ہیں ان کو قرار واقعی منزا دی جائے لیکن آخر میں عدالت پناہ کو اصل واقعہ سے
 اطلاع ہوئی اور عدالت پناہ نے ان کے قصور کو معاف فرمایا لیکن بادشاہ
 ہمیشہ ان لوگوں کو شیعیان مصلحتی کہہ کر ان کو شرمندہ کرتا تھا چنانچہ آجکے بلکہ بیجاپور میں
 خطبہ حضرات چار یا پانچ مرتبہ کا پڑھا جاتا ہے ائمہ اثنا عشر کے اسمائے گرامی
 بھی یوسف عادل کے عہد کی طرف خطبہ میں داخل ہیں اسی دوران میں جبکہ
 بیوفاؤں کو منزا ملنے کا وقت تھا برہان نظام کی فتح اور حال خاں مہدوی کے
 قتل ہونے کی خبر سنائی لشکر میں بیونچی اور دوست اور دشمن سب دل شاد
 ہوئے بیجاپور سے تہنیت نامہ برہان نظام کے پاس روانہ کیا گیا۔ بادشاہ نے
 واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منگول طے کرتا ہوا خدا کی عنایت سے بیجاپور پہنچ
 گیا اور رعیت برداری اور داؤد ستی میں مشغول ہوا۔ عدالت پناہ نے ملک
 کی ان خرابیوں کو جو عرصہ سے پیدا ہو گئی تھیں اس خوبی سے رفع فرمایا کہ
 زمین و آسمان سے صدائے احسنت و آفریں بلند ہوئی۔

شاہزادہ اسماعیل بن شاہ اراقم الحروف اپنے عالی جاہ اور عظیم المرتبہ مالک
 طہا سب کا خدو ج ابراہیم عادل شاہ ثانی کی ازادیا و عمر و دولت کی دعا کے
 بعد اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہے کہ طہا سب شاہ بن

ابراہیم عادل شاہ اول کے چار فرزند تھے جن میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں
 بیٹوں کے نام ابراہیم اسماعیل ہیں اور بیٹیاں خدیجہ سلطان زودبیر حسین نظام شاہ
 اور ثانی بی بی زودبیر محمد برید شاہ کے نام سے مشہور ہیں محمد برید شاہ عدالت پناہ
 کے زیر سایہ بیجاپور ہی میں مقیم تھا شاہزادہ ابراہیم نے اپنے چچا علی عادل شاہ
 کی وصیت کے مطابق تخت سلطنت پر جلوس اور ملک میں خطبہ اور سکد اپنے
 نام کا جاری کیا شاہزادہ اسماعیل چھ سالہ تھا بچپن کے زمانہ میں براہ و
 کامگار کے سایہ عاطفت میں پرورش پاتا تھا اسماعیل بلوغ کے قریب پہنچا اور

دلاور خاں نے جو وزیر سلطنت تھا شاہان روزگار کی رسم کے موافق شاہزادہ کو عدالت پناہ کے سایہ عاطفت اور ماں کی آغوش محبت سے جدا کر کے بلکوان کے قلعہ میں قید کر دیا حبشیوں کا فتنہ فرد ہونے اور دلاور خاں کی مضامنت کو دفع کرنے کے بعد عدالت پناہ نے اپنے ایک مقرب درباری کو شاہزادہ کو قلعہ میں لے کر لے کر دیا اور اسے پیغام دیا کہ بعض امور کی بنا پر چین کی مصلحت تم سے پوشیدہ نہیں ہے باوجود تمہارے شوق دیدار کے میں تمہاری مفارقت کا صدمہ برداشت کر رہا ہوں لیکن اس معاملہ میں مجھے معذور سمجھو اور اسی وقت اپنے پاؤں سے زنجیر قید توڑ کر اس قلعہ میں جو کثرت گل دریا چین کی وجہ سے فردوس بریں کا نمونہ ہے نہمہ و سنا ز اور ساقی و شراب کی محبت میں زندگی بسر کرو لیکن اسی کے ساتھ قابلیت کے کتاب اور تاریخ و دوا و دین کے مطالعہ اور سواری اور چوگاں بازی سے غافل نہ رہو غم و اندوہ کو اپنے پاس تک نہ آنے تو دو میں چند ضروری امور طے کر کے کل سابق تم کو اپنی مجلس میں طلب کر لو نگار عدالت پناہ نے تھما نہ دارا کو تو اس قلعہ کے نام بھی فرامین جاری کئے کہ شاہزادہ کے پاؤں سے زنجیر علیحدہ کر دی جائے عرضہ بادشاہ کے حکم کے موافق ہر عہدہ ہزارہوں شاہزادہ کے اخراجات کے لئے اور طرح طرح کے میوے اور اس نواح کے کھسکے تحفے اس کے پاس پہونچنے لگے مختصر یہ کہ سوا قلعہ سے باہر جانے کے اور کسی قسم کی قید اور تکلیف باقی نہ رہی اور ملازمین قلعہ ہر طرح پر اس کی خدمت کرتے رہے عدالت پناہ اکثر عیدین اور مجالس نشاط اور دیگر متبرک اوقات میں شاہزادہ کو یاد فرماتے تھے مورخ فرشتہ نے احمد خاں خزینہ دار سے جو بارگاہ شاہی کا بہت مقرب امیر تھا یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بلکوان کے بہترین آدم عدالت پناہ کے حضور میں پیش کئے گئے ان اموں کو بھونیرہ کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے مغز استخوان میں ایک یاد ذنب در سیاہ پیدا ہوتے ہیں اموں کو دیکھ کر عدالت پناہ نے دریافت فرمایا کہ یہ آدم ہمارے بھائی کے پاس بھی پہونچے یا نہیں تحفہ گزار نے عرض کیا کہ چونکہ پہلی مرتبہ درختوں میں بار آیا ہے

تمام جہل بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیئے گئے ہیں اس کے بعد جو پہل پختہ ہوں گے وہ شاہزادہ کی خدمت میں روانہ کئے جائینگے بادشاہ کو یہ جواب پسند نہ آیا اور اسی وقت وہ آم بگوان روانہ کرائے اور شاہزادہ کو کہلا بھیجا کہ جو بیوہ بگوان میں پیدا ہو اور تم اسے نہ چکھو میں کسی طرح زبان پر نہیں رکھ سکتا یہ پہل تم کھاؤ اس کے بعد جو آم پختہ ہوں وہ میرے لئے روانہ کرو۔ اس کے علاوہ تھانہ دار کے نام فرمان صادر ہوا کہ اب جو بیوہ پختہ اور کھانے کے قابل ہو سب سے پہلے شاہزادہ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور پھر میرے ملاحظہ میں پیش ہو۔ مختصر یہ کہ عدالت پناہ نے اس ہر ومرت کا اظہار فرمایا جس کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے اور شاہزادہ بعد عیش و عشرت کے ساتھ قلعہ میں زندگی بسر کر رہا تھا اور دنیا کی تمام نعمتیں اس کے لئے مہیا تھیں۔ سو اتفاق سے شاہزادہ اسل نے تمام حقوق احسان انعام کو فراموش کیا اور قریب و دور ہر طرف کے فتنہ پردازوں کے اغوا سے راہ راست سے انحراف کیا اور الفت و محبت کو طاق نسیان پر رکھ کر اختلاف اور نفاق کو اپنا شعار بنایا۔ اسٹیل نے ساتویں رمضان سن۱۰۸۰ ہجری میں علم مخالفت باندھ کیا اور عدالت پناہ سے باغی ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ اخبار سنے اور امیروں کے مکر اور دغا سے واقف ہوا عدالت پناہ نے تمام محبت کے لئے پہلے ایک نصیحت آمیز خط شاہزادہ کے نام لکھا کہ اگر برکھلی کو جھوٹا کمر اطاعت اختیار کرے تو فہوالمراد ورنہ اپنے اعمال کے سزا بھگتے گا بادشاہ نے یہ نامہ اپنے ایک معتد امیر شاہ نفاہ کی معرفت جو شیخ المشائخ قطب عالم حضرت جلیل بغدادی رحمت اللہ علیہ کی اولاد میں تھے روانہ کیا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ خدا جس کو تخت حکومت اور اقبال عطا فرماتا ہے وہ اس طرح کے فتنوں اور بغاوت سے سرکشوں کے مقابلہ میں مغلوب نہیں ہوتا تمہیں معلوم ہے کہ بہترین حصہ ملک دکن کا میرے زیر نگیں ہے اور دریا یا ادرا میر میرے اطاعت گزار ہیں تم اب بھی اس ارادہ فاسد سے باز آؤ تاکہ میں تمہیں مزید عنایات شاہی سے سرفراز کر دوں ورنہ جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں خدا نہ خواستہ معرکہ کارزار میں تمہیں

زخم پہونچے اور بدبختی تھیں روزیادہ دکھائے۔ عدالت پناہ کا قاصد بلگوان پہونچا لیکن شاہزادہ اسماعیل نے راہ راست نہ اختیار کی اور خطا کا جواب نامناسب روانہ کر کے شاہ نور عالم کو مقید کر لیا اور خروج اور بغاوت کے سامان مہیا کرنے میں کوشاں ہوا شاہزادہ نے سب سے پہلے ایک قاصد برہان نظام شاہ کے پاس روانہ کیا اور اس سے مدد کا طلب گار ہوا برہان شاہ موقع کا منتظر اور وقت کا انتظار کر رہا تھا اس نے مدد کا وعدہ کر لیا اور جواب میں لکھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ کام موافق مراد انجام پائے تو بجا پور کے امراؤں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا ہی خواہ بناؤ خصوصاً عین الملک کنگانی کہ امیر الامرا اور بلگوان کے قریب حصہ ملک کا جاگیردار ہے اس امیر کے موافق ہو جانے کے بعد تمام اراکین دربار خود بخود تھارے سے بھی خواہ ہو جائینگے شاہزادہ اسماعیل برہان نظام کے وعدہ ادا سے بیحد خوش ہوا اور عین الملک سے جو اس زمانہ میں برگنہ ہیگری میں مقیم تھا ربط و اتحاد پیدا کر کے عین الملک اور اس کے خواندہ فرزند اکھس خاں کو اپنی طرف راغب کر لیا۔ عین الملک کا ابتداء غیر مشائخا کہ معاملہ کو عدالت ہو اس لئے اس کی تنبیہ تھی کہ شاہزادہ اسماعیل بلگوان کو اپنا پائے تخت بنائے اور اس حصہ ملک میں اس کے نام کا خطبہ دسک جاری ہوتا کہ ایک ہی مملکت میں دو بادشاہ فرمانروائی کا دم بھریں اس خیال کی بنا پر یہ امیر بظاہر تو عدالت پناہ کا ہی خواہ رہا لیکن خفیہ طور پر شاہزادہ کا ہم آواز بنا اور اسے پیغام دیا کہ جب ہمارے سلطنت فیصل ہو جائینگے تو میں بعض امیروں کے ہمراہ خدمت عالی میں حاضر ہو جاؤنگا اسی دوران میں عدالت پناہ نے شاہ نور عالم کے مقید ہونے کی خبر سنی اور بار شاہ بیحد غضبناک ہوا اور ایساں خاں سرنوبت کو جزا لشکر کے ہمراہ شاہزادہ کے قند کو فرو کرنے اور حصار بلگوان کی سیخ کے لئے نامزد فرمایا ایساں خاں بلگوان پہونچا اور اس نے حصار کا محاصرہ کر لیا شاہزادہ اسماعیل میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی شاہزادہ قلعہ بند ہو گیا ایساں خاں نے آمد و شد کے تمام راستے اہل قلعہ پر بند کر دیئے عین الملک بھی شاہی فرمان کے مطابق بلگوان پہونچا اور بظاہر اسے حصار کا محاصرہ کر لیا لیکن اس کے خبیث چل کی طرف سے ہمیشہ قلعہ داؤد و خفیہ طور پر اہل قلعہ کو پہونچا رہا عدالت پناہ نے یہ اخبار سنے اور

عین الملک کی طلب میں فرمان جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا اس زمانہ میں قلعہ بگدان کی تسخیر نظر ہے تم سپہ سالار لشکر ہو جلد سے جلد بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو تاکہ اسی بارہ میں تم سے مشورہ کیا جائے اور اس کے بعد جو تدبیر تمہارے نزدیک مناسب ہو اس پر تمام اراکین دولت کار بند ہوں اس کے علاوہ اور بھی چند ضروری باتیں پیش ہیں جس وقت تم خدمت عالی میں حاضر ہو گے ان امور میں بھی گفتگو کی جائیگی عین الملک نے فرمان کا استقبال کیا اور فرمان کی مہر انگیز عبارت سے مطمئن ہو کر جلد سے جلد روانہ ہوا تاکہ اپنی طرف سے کسی قسم کا شبہ بادشاہ کے دل میں نہ پیدا ہونے دے یہ امیر اپنے چند مخصوص ہم نشینوں کے ساتھ پائے تخت کو پہنچ گیا اور بعض غیر مسلم درباریوں کو جو اندولن بادشاہ کے مقرب ہو گئے تھے نقد و دولت کے عطیہ سے اس امر بہ تیار کیا کہ یہ درباری ہمیشہ عین الملک کی خیر خواہی کی داستان مجلس شاہی میں بیان کرتے ہیں عدالت پناہ کو اگرچہ عین الملک کے حرکات و سکنات سے سکاری اور دغا بازی کے آثار کا پتہ چلتا تھا لیکن چونکہ اس کے سابقہ حقوق کا لحاظ تھا اور نیز یہ کہ ابھی اس کی حرام خواری کا یقین بھی نہ ہوا تھا اس لئے بادشاہ نے کسی قسم کا اظہار غضب نہ فرمایا بلکہ کوشش یہ فرمائی کہ اس کو اپنے احسان اور کرم سے دوبارہ راہ راست پر لانے۔ عدالت پناہ کا خیال تھا کہ عین الملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے سے اگر اس کے دل میں نہک حرامی کا خیال بھی ہو گا تو بھی فوراً جاتا رہے گا بادشاہ نے اسی وجہ سے جو باتیں کہ اس زمانہ میں اس کے کانوں تک پہنچی تھیں اس کا ذکر نہیں کیا اور ایک بڑی عظیم الشان مجلس ترتیب دی اور امیران سلطنت اور فوجی افسر راست و چپ صف بستہ استاد ہوئے عین الملک نے ظلم و ہتکت کی وجہ سے عین یا چاچا جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اس کے بعد تخت شاہی کے قریب پہنچا اور تخت کے پایلوں کو بوسہ دیکر حسب الحکم اپنی جگہ پر بیٹھ گیا عدالت پناہ نے دیکھا کہ اس امیر پر خوف بحد طاری ہے بادشاہ حقوڑی دیرو دوسری جانب متوجہ رہے اور اس کے بعد بڑی توجہ اور غایت کے ساتھ عین الملک کی طرف رخ کیا اور اسے اپنی تینیریں

کلامی سے شاد کر کے خلعت اور کمر و خنجر مرصع اسب تازی و منبر چہ جو نفیس جواہرات سے مرصع تھا عین الملک کو عطا فرمایا اور اسے جاگیر واپس جانے کی اجازت دی عین الملک نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور دوسرے دن صبح کے وقت اپنے سب سے بڑے پرگنہ یعنی بکری کو روانہ ہو گیا عین الملک نے اسب بھی مراجم خسروانہ پر خیال نہ کیا اور شانہ زادہ لعفل سے رابطہ اتحاد اسی طرح قائم رکھا اور مثل سابق کے غلہ و آذوقہ و مال کے پہونچانے میں برابر کوشاں رہا عین الملک کی یہ کارروائی خاص و عام سب پر ظاہر ہو گئی جس اتفاق سے اس زمانہ میں بیجا پور کا کوٹوال بھی حیات خاں جو دکن کے ادنیٰ طبقہ کا ایک فرد تھا باروت اور بعض ضروری چیزیں پہونچانے الیاس خاں کے پاس گیا ہوا تھا۔ واپسی میں پرگنہ بکری پہونچا عین الملک کو اس کی تواضع کا خیال آیا اور اپنے یہاں اس کی دعوت کی حیات خاں ہمیشہ بازاری انخاص پہ ہمنشین رہا تھا یہ عین الملک کو بھی اسی قبیل کا انسان سمجھا اور اپنے طریقہ کے موافق اس سے اہم کلام ہو کر ایسی باتیں کرنے لگا جس سے عین الملک کی حرام خواری کا اظہار ہوتا تھا عین الملک غضب ناک ہوا اور حیات خاں کے ساتھ سنتی سے پیش آیا حیات خاں بھی منسوب لعفل ہو چکا تھا اب اور اپنے جامہ سے باہر ہو گیا اور حاف الفاظ میں اسے حرام خوار کہنے لگا حیات خاں نے کہا کہ میں ابھی کام کے واسطے بلکوان گیا تھا اور اسی مدعا کی تحقیق کے لئے یہاں آیا ہوں فلاں فلاں دلائل اور اسباب سے تمھاری تک حرامی کا یورایقین ہو گیا ہے حیات کا اس گفتگو سے مقصد یہ تھا کہ عین الملک کچھ روپیہ اسے دیکر اپنے سے راضی کرے لیکن چونکہ اس کی حرام خواری کا راز طشت ازبام ہو چکا تھا اور اب یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہا تھا اور یہ سمجھ کر کہ اب نرمی اور ملائمت سے کام نہیں چلے گا اس نے حیات خاں کو پانچ سو روپے کے علانیہ بانٹنے کی مخالفت کا اظہار کیا اور اپنی طانت اور قوت پر غرور ہو کر امانیت کا دم بھرنے لگا۔ عین الملک نے اسی وقت اطراف و جوانب کے حکام کو نامے روانہ کئے اور ان کو شہزادہ کی اطاعت کی ترغیب دی اکثروں نے تو خفیہ طور پر

اطاعت کا اقرار کیا لیکن اہلیان قلعہ مرج نے اپنے تھکانہ دار سبھی بے زاریا یک کو معزول اور نظر بند کر کے علانیہ شاہزادہ ایل کی اطاعت کا اظہار کیا عین الملک نے برہان نظام شاہ کو ایک عریضہ لکھا جس میں دولت خانہ عادل شاہی کی بید شکایت کی اور یہ پیغام دیا کہ تمام قلعے اور شہر شاہزادہ کے تصرف میں آگئے ہیں اور اس نواح کے امیر الامرا اور پائے تخت کے اراکین نے شاہزادہ کی اطاعت کا اقرار کر لیا ہے اور بھول کا مدعا یہ ہے کہ شاہزادہ کے سر پرچہ شاہی بلند کر کے بیجا پور روانہ ہوں لیکن یہ عظیم الشان مہم بلا آپ کی امداد کے سرانجام نہیں پاسکتی اگر جناب والا اس طرف توجہ فرمائیں تو یقین ہے کہ کام بہ آسنان دجہ انجام پا جائیگا اور شاہزادہ مالک تاج و تخت ہو کر باعث فلاح ملک ہو گا اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تو آپ کے شریف لانے کے شکر یہ میں قلعہ شوالپور و شاہ درک اور تمام سرحدی بدگنات اس نواح کے ہم نظر کریں گے۔

عین الملک نے اس بارے میں شدید نہیں کھائیں اور مضبوط وعدے کئے اور نامہ کو تہ شاہی اور اکابرین کی دستخط سے منبریں کر کے نظام شاہ کے دربار میں روانہ کیا برہان نظام نے حقوق سابق کو فراموش کیا اور اس مہم کو بھی شکستہ رانا کی جنگ تصور کر کے اس نے امداد کا وعدہ کر لیا اور سربراہ دہ اور بارگاہ احمد نگر سے باہر نکل کر اپنی فوج کے جمع کرینکا حکم دیا۔ عین الملک یہ اخبار سنکر بید خوش ہوا اور اپنے سفر آخرت کی تیاریاں کرنے لگا عین الملک نے اپنے لشکر کو جو الیاس خاں کی مدد کو بلگوان گیا ہوا تھا طلب کیا اس فتنہ سے تمام ممالک محروسہ میں آگ لگ گئی اسی دوران میں ملا بار کے غیر مسلموں نے قلعہ جند کوئی بر جو علی عادل شاہ نے سر کیا تھا قبضہ کر لیا ان ہندوؤں نے یہاں تک ہمت کی کہ ولایت بنگاپور کو بھی تاخت و تاراج کرنے لگے۔ الیاس خاں قلعہ بلگوان کے محاصرہ میں مشغول اور دوسرے مخالفین کی طرح شاہی ہتک حراموں میں تھا بلا اس نواح کے امر کے شورہ اور بغیر حکم شاہی کے نیند کی طرح حیران اور پریشان بیجا پور واپس آیا الیاس خاں کی دابھی سے پائے تخت کا ہر شخص خوف زدہ ہو گیا اور اس قدر

شور و غل بلند ہوا کہ قریب تھا کہ تخت گاہ میں بھی فساد کی آگ بھڑک جائے کہ ناگاہ حکومت شاہی نے اپنا کام کیا اور فساد فرو ہو گیا بادشاہ نے الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو جو دشمنوں سے موافقت کرنے کے پورے ملزم تھے امارت سے معزول کر کے عبرت کے لئے ایک زندان تیسرہ و تار میں مقید کر دیا اور اطراف ملک کے امیروں کے نام فرمان طلب صادر فرمایا تھوڑے ہی زمانہ میں ہر چہار جانب سے لشکر موج فراہم ہو گیا اور امرائے عظام میں عالم خاں دکنی جو فداری اور ٹک حلائی پر قائم تھا تمام امیروں سے پیشتر جلد سے جلد پچاس سواروں کے ساتھ بیجا پور پہنچ گیا عین الملک نے نوح بلگوان کو افرائے عادل شاہی کے وجود سے خالی پایا اور انگس خاں نے بے شمار روپیہ صرف کر کے دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادوں کی جمعیت فراہم کر لی اور تخت اور غرور کے نشہ میں مہرشار ہو کر ملا اس کے کہ برہان نظام کے درود کا انتظار کرے بلگوان روانہ ہو گیا انگس خاں نے شاہزادہ سے ملاقات کی اور چونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ برہان شاہ جہاں لشکر ہمارہ لیکر ادھر آ رہا ہے انگس خاں نے پتر شاہی شاہزادہ کے سر پر سایہ لگن کیا عدالت پناہ نے یہ اخبار سنے اور اپنی فتح کی امید کر کے حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر فرمایا اور حمید کو ماہ ربیع الثانی میں امیروں اور منصب داروں کے ہمراہ ملک حراموں کے مقابلہ میں روانہ کیا حمید خاں عساکر بیجا پور اور عین الملک وغیرہ نے اسے شاہزادہ کی اطاعت کی ترغیب دی حمید خاں نے عدالت پناہ کی تعلیم کے موافق ان لوگوں کی تنظیم و تکریم کی اور عین الملک سے کہلا بھیجا کہ میں جنگ آزمائی کے لئے نہیں آ رہا ہوں میرا مقصد شاہزادہ کی اطاعت کو قبول کرنا ہے اگر شاہزادہ بلا درود برہان شاہ کے قلعہ سے برآمد ہو کر چتر شاہی اپنے سر پر سایہ لگن کرے تو اصل مدد بلا کسی زحمت کے حاصل ہو جائیگا عین الملک کو شاہی اقبال نے اندھا کر دیا اور اس نے ناقبت اندیش نے برہان شاہ کے درود کا جو قلعہ پرندہ کے حوالی تک پہنچ چکا تھا انتظار نہ کیا اور شاہزادہ کو ہمراہ لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے

قطع مسافت کے بعد ایک عظیم میدان میں ملاقات کی حمید خاں اور دوسرے امیر فرش کے بچھانے اور آب پاشی میں مشغول ہوئے ان لوگوں نے خوشبو کے طبق پان وغیرہ کی تیاری میں انہماک ظاہر کیا عین الملک کا فرزند اکبر مسمی عالی خاں اپنے باپ کو ہمیشہ عدالت پناہ کی جگہ حرامی سے منع کیا کرتا تھا اس نے حمید خاں کے اطوار و حالت سے اصل راز کو سمجھ لیا اور ہر چند کوشش کی کہ حمید خاں کے مکر و دغا کا عین الملک کو یقین آجائے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور اس کا قول غرض پر محمول کیا گیا۔ سو لہجوں ماہ مذکور روز جمعہ کو جب کہ اراکین سلطنت یوم عید مناکر بادشاہ کی درازی عمر و دولت کی دعا مانگ رہے تھے قصبہ سیکری کے درمیان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا عین الملک کے ارشاد کے موافق فراشوں نے فرش بچھایا اور نمدوں کے قالین سے مجلس کو آراستہ کیا۔ شاہنژادہ نے اس پر جلوس کیا اور بغیر اس کے کہ حمید خاں وغیرہ کے حالات سے آگاہی حاصل کرے بے حد اطمینان کے ساتھ نغمہ سننے اور شراب نوشی میں مشغول ہوا مختصر یہ کہ شاہنژادہ اور عین الملک اسی خیال میں تھے۔ اور حمید خاں نے توب اور ضرب زن کے جلانے والوں کو حکم دیا اپنا کام کریں ملازمین شاہی تفنگ وغیرہ حریف کی طرف پھینکنے لگے عین الملک غنیمت کے حالات سے واقف ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ شاہنژادہ کو سوار کر کے اپنے لشکر کی راہ لے کر کھیل خاں خواجہ سرانے شیر خراں کے مانند سمنہ پر حملہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں دشمن کی جمعیت کو پریشان کر دیا اس جنگ کا مہم عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور کھیل خاں نے اس کا ستر تن سے جدا کر کے شاہنژادہ کی فوج کا رخ کیا شاہنژادہ نے ارادہ کیا کہ اپنے گھوڑے کو دوڑا کر حالی خاں اور انکس خاں کے پاس پہنچ جائے اور ان کے ہمراہ برہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پھر از سر نو میدان جنگ میں آئے۔ شاہنژادہ پر شراب کا غلبہ تھا گھوڑا دوڑا تے وقت زمین پر گر کھیل خاں کے ساتھیوں نے اس کو قید کر لیا۔ اراکین دولت نے عین الملک کا سر چند امیروں کے ہمراہ اپنے تخت کو روانہ کیا عین الملک کا سر بجا پور پہنچا اور ہر شخص اس کے تماشے میں

مشغول ہوا میروار گدیزاں کیا گیا اور ایک ہفتہ کامل اس کی یہی حالت رہی اور بعد اس واقعہ کے غائبی بن شجاعت خاں کرد سرسلخداراں روانہ ہوا اور اس نے شاہزادہ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا حمید خاں سہیل خاں اعتماد خاں وغیرہ درگاہ شاہی میں حاضر ہوئے اور بھڑی اور آداب کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے اسی دن عین الملک کا سر ایک بڑی توپ کے دھاتہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔ عدالت پناہ نے تھانہ دار قلعہ مرجع مسی مالک کو فرمان روانہ کیا کہ اس قلعہ کے قیدی جو سترہ عدد ہیں اور سب کے سب حرام خوار کی جیسے بدترین جرم کے مجرم ہیں فوراً قتل کئے جائیں اور ان کے سر پائے تخت کو روانہ ہوں تھانہ دار نے شاہی فرمان کی تعمیل کی اور قلعہ کے اندران مجبوروں کو ایک ہی قطار میں بٹھا کر سب کو تیغ کیا اور ان کے سر بیجا پور روانہ کر دیئے۔ بادشاہ نے جاں نثاروں کو عطیہ اور انعام سے سرفراز فرمایا عالم خاں مقطفے خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے دہ ہزاری ایمر بنایا گیا سہیل خاں جس نے عین معرکہ کارزار میں دشمن کی کثرت سے بالکل بے خوف ہو کر دادرمانگی دی تھی خلعت و اضافہ منصب سے دل شاد کیا گیا اس واقعہ سے دشمن خون کے آنسو روئے لگے بالخصوص برہان نظام جس نے خاندان عادل شاہی کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا تھا بیحد پریشان اور غمگین ہوا اور حوالی قلعہ پر بندہ سے احمد نگر واپس گیا۔ پردرد و گار عالم ہر قرن اور ہر زمانہ میں اپنے کسی مقبول اور عظیم الجاہ بندہ کے ہاتھوں اس طرح کے عجیب و غریب واقعات کا اظہار فرمایا کرتا ہے خداوند دجہاں ایسے اقبال مند اور عدالت گستر فرمانروا کے عمر و اقبال میں بد و نازدوں تری مرحمت فرمائے بالنبی وآلہ الامجاد۔

ناظرین کتاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس فقیر مورخ پر خان والا شان شاہنواز کی عنایت اور کرم حد سے زیادہ ہے اس کتاب کی تالیف کے زمانہ میں مورخ فرشتہ پر جوہر بانی خان والا شان نے فرمائی ہے اس کا حق خدمت یہی ہے کہ سلاطین ہندوستان کے حالات قلم بند کرنے کے بعد تھوڑا حال اپنے غصن کا ہدیہ ناظرین کرے۔

داعی ہو کہ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اپنے دقت کے مشہور زندگیتھے

شہر از کے حکام اور اکابر ملک ہمیشہ ان سے محبت رکھتے اور ان کو اپنا دوست سمجھتے تھے ان بزرگ کو خدا نے تین فرزند عطا فرمائے خواجہ معین الدین محمد خواجہ معز الدین عنایت اللہ جو فضل و دانش اور حسن سلوک میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے اور عنوان شباب میں شاہ فتح اللہ شیرازی کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تفصیل علوم کرتے تھے۔ ان بزرگ کو عالم منطق و حکمت سے خاص ذوق تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تمام طلبائے فارس سے سبقت لے گئے ان کے قلم کی یادگار اور تصنیفات اب تک محفوظ اور تمام علماء اور طبقہ کے لئے ہادی طریق ہیں جس زمانہ میں کعلی عادل شاہ نے خواجہ فتح اللہ شیرازی کو ہندوستان تشریف لانے کی دعوت دی خواجہ محمد نور نے بھی سفر کا ارادہ کیا اور دریا کے راستہ بیجاپور وارد ہوئے بیجاپور کی سیر کرنے کے بعد ہندوستان کے دیگر مشہور شہروں برہان پور، مندو، انیس، اگرہ، دہلی اور لاہور کا سفر کیا اور اس کے بعد ہندوستان کے تبرکات اور محفے ہمراہ لیکر شیراز واپس گئے ایک زمانہ کے بعد ان کو حج بیت اللہ کا اشتیاق ہوا۔ اور اپنے وطن سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔

راستہ میں بغداد وارد ہوئے اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کے روضہ مبارک کی زیارت سے فیضیاب ہو کر سامرہ حاضر ہوئے اور یہاں بھی حضرت امام تقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے آستانہ پر جہہ سائی کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام و اکرام سے شاد کیا سامرہ سے کر بلائے معلیٰ حاضر ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر فاتحہ خوانی کر کے جناب امام کی روح پر فتوح سے طالب امداد ہوئے اور اس روضہ پاک کے مجاوروں کو بھی انعام عطا کر کے نجف اشرف میں حاضر ہوئے اور آستانہ جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جہہ فرسائی اور روضہ پاک کے خدام کو انعام و اکرام سے شاد کر کے مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے حج سے فراغت حاصل کی اور مدینہ طیبہ حاضر ہوئے روضہ مقدسہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی اچھ اس کے بعد اپنے وطن شیراز واپس آئے تھوڑے دنوں میں زندگی بسر

کرنے کے بعد پھر شوق سیاحت ہوا اور ۹۹۷ ہجری میں ملائیکسی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ
 اردستانی کے ہمراہ بندر خردن کے راستے سے کشتی میں بیٹھ کر بندر چبول پہنچے تھوڑے
 دنوں پہاں کے علما و افاضلا سے صحبت گرم کرنے کے بعد بجا پور شریف لائے
 اس زمانہ میں دلاور خاں دیل مطلق تھا اس کی وساطت سے عدالت پناہ کے
 حصوں میں حاضر ہوئے بادشاہ نے ان پر خاص مہربانی فرمائی اور اپنے بندہ میں
 داخل کر لیا۔ آخر سلسلہ ہجری میں عدالت پناہ کے قاصد بنکر برہان شاہ کے پاس
 گئے اور صلح اور شکست قلعہ کے تمام مراحل اور روانہ مٹی گری کو بد اسن وجوہ انجام
 دیا بادشاہ کو ان کے یہ خدمات پسند آئے اور ان کے مراتب میں اور زیادہ
 ترقی کی گئی سلسلہ ہجری میں چند ضروری مہات سلطنت کو طے کرنے کے لئے
 محمد قلی قطب شاہ کے پاس حیدر آباد میں جو بہاگ نگر کے نام سے مشہور ہے
 حاضر ہوئے اور اس خدمت کو بھی اچھی طرح انجام دے کر بجا پور واپس آئے
 اسی دوران میں بلگوان کا فتنہ برپا ہوا اور شاہزادہ سیٹھیل نے علم بغاوت بلند کیا
 اس زمانہ میں جب کہ عین الملک کنگانی نے علانیہ شاہزادہ کا ساتھ دیا اور
 بہت سے عادل شاہی امیر خفیہ شاہزادہ کے بھی خواہ بن گئے۔ اس
 پر آشوب وقت میں یہ امیر نیک تدبیر ملک اور ریاعا کے حال سے بے خبر
 نہ رہا جس امیر کو بادشاہ کا بھی خواہ یا مانا اس کی سفارش کر کے اس کا مرتبہ بلند کرتا اور
 جس درباری کی ملک حرامی کا یقین آجاسا اسے غضب سلطانی میں گرفتار کر آتا
 ایسے زمانہ میں مولف کتاب پر عنایت فرمائی اور مجھے بادشاہ کی مجلس میں حاضر
 کیا اور ایسی اس حقیقہ کے ساتھ دوست نوازی کی کہ عدالت پناہ نے خود موخر فرشتہ
 سے گفتگو کی اور اپنی مجلس میں کتاب روضۃ الصفا جو بیچہ نفیس اور خوش خط لکھی
 ہوئی ہے اپنے ہاتھ سے مجھے عطا فرمائی اور خلعت عنایت فرما کر منصب اور
 جاگہ میں اضافہ کیا عدالت پناہ نے فرمایا کہ شاہان ہندوستان کے حالات میں
 کوئی مشغل کتاب علیحدہ اس وقت تک تالیف نہیں کی گئی نظام الدین احمد شہی
 نے ایک کتاب لکھی ہے جو بیچہ نضر اور سلاطین دکن کے حالات کی تحقیق
 اور تفصیل سے عاری ہے تم بہت کردار اور ان صفات سے متصف ایک

تالیف تیار کر جس میں ہمارے عہد کے واقعات مفصل اس طرح مرقوم ہوں کہ عبارت منضمانہ تکلفات اور کذب و بہتان سے بالکل پاک ہو۔ اس حقیر مولف نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اسی ہفتہ میں بعض واقعات چند جزو میں لکھ کر سب سے پہلے مقرب سلطان خان والا نشان شاہنواز خاں کی خدمت میں پیش کئے خان موصوف کی اصلاح سے مزین ہونے کے بعد وہ اوراق شاہی ملاحظہ میں پیش کئے گئے اور ان کو شرف قبولیت عطا ہوا۔

عدالت پناہ نے شاہنوازہ کے فتنہ کو فرو کرنے کے بعد یہ ارادہ فرمایا کہ برہمنوں کے گرد وہ جو اس زمانہ میں ملکی ہمت کے انجام دینے والے تھے سرکاری عہدوں سے معزول فرمائیں اور زمام حکومت کسی ایسے صاحب تدبیر اور اور عالی ہنم امیر کے سپرد کریں کہ امور سلطنت بہ احسن وجوہ انجام پائیں عدالت پناہ نے بیحد غور و فکر کے بعد شاہنواز خاں کو اس خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور ستم بھری میں ان کو سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ دار یعنی کابل مطلق مقرر کر کے سلطنت کے تمام جزئی اور ملکی امور کو خان والا نشان کی خوش تدبیری و سیاست کے سپرد کر دیا۔ خان موصوف بادشاہ کی توجہ اور عنایت سے اس طرح ہمت سلطنت کو انجام دیتے ہیں کہ ملک روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ مذکور فرشتہ اس ایسے راہ تدبیر کی صفت کرنے سے عاجز ہے۔ اس لئے مدح و ثنا سے گریز کر کے مزید احوال ہی ناظرین کرتا ہے۔ واضح ہو کہ شاہنواز خاں نے منصب کار ملکی پر فائز ہونے کے بعد یہ مناسب خیال فرمایا کہ عدالت پناہ خود سلطنت سے باخبر رہیں عدالت پناہ کو اس امر پر مستعد فرمایا کہ بادشاہ خود اس کی کوشش فرمائیں شاہنواز خاں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو کچھ سلطنت کے حالات پر چہ نہیں لکھ کر روانہ کرتے شاہنواز خاں ان کو اس مناسب طریقہ سے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرتا تھا کہ عدالت پناہ خود ایک سطر ان کی پڑھ کر واقعات سے پورے طور پر آگاہ ہو جاتے تھے تنہا ڈے ہی زمانہ میں بادشاہ کو اس قدر مہارت ہو گئی کہ شکستہ خطوط بلا کسی کے مدد کے پڑھنے لگا اس کے بعد شاہنواز خاں نے نیز نظم کی کتاب میں شاہی ملاحظہ میں پیش کرنی شروع کیں عدالت پناہ نے

ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے فارسی خوان ہو گئے، تھوڑے ہی زمانہ میں عدالت پناہ ایسی خوب فارسی بولنے لگے کہ جب تک ہندی زبان میں حکم نہ فرماتے سامعین کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ نے تمام عمر موافق فارسی کے اور کسی دوسری زبان میں گفتگو نہیں فرمائی خان والا شان باوجود اس استاد دی کے چونکہ اکثر عہدات دنیاوی میں عدالت پناہ سے تعلیم پائی تھی لہذا باوجود اس مغلی کے اپنے کو ہمیشہ بادشاہ کا شاگرد سمجھتا تھا شاہنواز خاں نے ایک بھعد قیمتی یا قوت پر یہ نقش کندہ کرایا شاگرد ابراہیم عادل شاہ شاہنواز خاں اور اس نگینہ کو انگوٹھی میں جڑوا کر انگشتی بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی عدالت پناہ نے عنایت خاں کے خطاب کے بجائے شاہنواز خاں کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

ایک دن عدالت پناہ نے شاہنواز خاں سے ارشاد فرمایا کہ جب ہمیں ہر طرح تقرب حاصل ہے تو ایک قصر عظیم الشان بھی ایسا تعمیر کراؤ جو رشک باغ ارم ہو خان والا شان نے دعا و شاعر مضمر کرنے کے بعد عمارت کو جو اپنے فن میں کامل اور جا بجا دست تعمیر کا حکم دیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں قصر فلک ساتیار ہو گیا۔ اس عمارت کی طرح حسب ذیل ہے۔

قصر کی چار دیواریں ہیں جس کا ضلع تقریباً چار سو گز شرعی ہے جانب شمال دو دروازے واقع ہیں ایک دروازہ بھعد بلند ہے جو اس بازار کی طرف کشادہ ہوتا ہے جو بازار شاہنواز خاں کے نام سے مشہور ہے دوسرا دروازہ دربار بادشاہی کے رخ واقع ہے اس دروازہ کے اوپر ایک منشت پہلو عمارت ہے جو نو دریں بہشت کے نام سے موسوم ہے اس عمارت کی دیواریں کے اندر و باہر مظاہر نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ کہ دارالامارہ میں حاضر ہوتے ہیں اول ان نقوش کی سیر کرتے اور اس کے بعد حیرت زدہ ہو کر قدم اٹگے بڑھاتے ہیں۔ خان والا شان اکثر اس عمارت میں جو شہر کے اکثر مکانوں سے بلند ہے مجلس نشاط اُردا کرتے کہ اہل حاجت کی عقدہ کشائی فرماتے ہیں۔ چار دیواریں کے وسط میں ایک اور بلند عمارت ہے جس کے

دو دنوں طرف حجرے تعمیر کئے گئے ہیں اس عمارت کا رخ شمال کی جانب ہے اور اس کے عقب کا حصہ پوش ہے اس عمارت کی پشت بام پر دوسرے بلند مکانات واقع ہیں جس پر چڑھ کر انسان تمام شہر کی سیر کر سکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے ایک وسیع اور پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے عین وسط میں ایک حوض ہے جس کا پانی بجمہ صاف و شفاف ہے۔ عمارت کے اطراف میں دلکش باغ واقع ہے اس عمارت اور نیران دیگر عمارتوں کے در و دیوار جو احاطہ کے اندر واقع ہیں نورس بہشت کی طرح طلائی نقوش سے آراستہ ہیں۔ یہ عمارت عالی شان بجمہ مبارک موجود ہے اس لئے کہ اس قصر کی تیاری کے بعد میری ربیع الثانی سنہ ہجری کو امید خاں کے محل میں فرزند ارجمند پیدا ہوا جو میرزا علاء الدین دلیہ کے نام سے موسوم کیا گیا شہر کے اکابر و اشراف نے خان والا شان کو مبارک باد دی اور مولانا فیہی نے جو خان موصوف کہہ راج میں تسمیہ بہمنیت پیش کر کے انعام و خلعت حاصل کیا سب سے زیادہ ثبوت اس مکان کے مسعود و مبارک ہونیکا یہ ہے کہ عدالت بناہ کو معلوم ہوا کہ امید خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا ہے اور چند روز کے بعد بادشاہ نے ارادہ فرمایا کہ خان والا شان کو مبارکباد دینے کے لئے خود اس قصر میں تشریف فرما ہوں۔ خان موصوف کو اس عنایت بادشاہی کی اطلاع ہوئی اور لوازم ضیافت میں مشغول ہوئے شاہنواز خاں نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا عمارت کے صحن میں قیمتی فرش بچھایا گیا جس پر دریں شامیانہ نصب ہوا۔ علی الصباح بادشاہ اپنے محل سے نکلے اس پر سوار ہو کر شاہنواز خاں کے مکان روانہ ہوا خطہ کے اول دروازہ سے لیکر نو در کے چبوترہ تک جس کا عرض چھ گز شرعی ہو گا زلفیت اور محل کا فرش بچھایا گیا اور طرح طرح کے قیمتی اور زر و اور سرخ رنگ کی جھنڈیاں بانڈار شاہنواز کے دونوں جانب راستوں پر نصب کی گئیں۔ معرا و کہن سال باشندے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے شہر و بازار کو اس طرح آراستہ کھی اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔ بادشاہ بازار میں بیہو بجا اور اپنے ملازمین اور خادموں کو جو سنگھاسن کے

دونوں طرف چل رہے تھے سامنے سے ہٹا دیا تاکہ رعایا شاہی سواری اور آرائش باز ہوا۔ تماشوں کو بخوبی دیکھ سکے۔ بادشاہی سنگھسن خان والا نشان کے مکان پر پہنچا عدالت پناہ سواری سے اترے اور سب سے پہلے دلہیز کے نقوش کی سیر کر کے آگے بڑھے اور اس کے بعد نورس بہشت کی سیر فرمائی اس عمارت کے نظارہ سے عدالت پناہ اس قدر خوش ہوئے کہ وہیں مجلس نشاط آراستہ کی۔ ماہ سیما کار گزاروں نے فجر روشن کئے اور عطر کی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ عدالت پناہ نے بعض شاعروں ندیموں اور درباریوں کو مجلس نشاط میں حاضر ہو نیک حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ دربار شاہی میں حاضر ہوئے۔ ہر اوصاف بستہ استاد ہوئے۔ اور مولانا فیسی اور مولانا ظہوری نے بے مثل قصائد و اشعار جو اس وقت کے لئے مناسب تھے پڑھ کر سنائے بادشاہ نے ان کے کلام کی تعریف کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ پکا دلوں اور خوان سالاروں نے ہر چہار جانب انواع و اقسام کے کھانے پینے اور لذیذ اور طرح طرح کے میوے حاضر کئے گئے۔ بادشاہ نے کھانے سے فراغت حاصل کی اور شاہنواز خاں نے شاہی مرتبہ کے موافق اسباب تازی اور رومی شامی بیش قیمت کپڑے اور جشی غلام عدالت پناہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور دیگر امیروں اور ارکان دولت کو بھی خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ جشن عشرت کے اختتام کے بعد بادشاہ نے شاہنواز خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور ہزار ہون نقد اور دو ہجے مرصع اور چند اسپ تازی عنایت کئے۔ اس کے علاوہ ولایت جلیوں کے چالیس قرے بھی شاہنواز کی قدیم جاگیر میں شامل کر دیے گئے۔ بادشاہ اپنے محل کو واپس ہوا اور خاص و عام نے بادشاہ کی خادم نوازی کی داستان سیکر از دیار عمر و دولت کی دعا دی۔

چونکہ اس سے پیشتر خان والا نشان کے بھائی کا بھی ذکر آچکا ہے اس لئے مناسب ہے کہ کچھ ان کا تذکرہ بھی کر دیا جائے خواجہ معین الدین محمد جو خان والا نشان کے سب سے بڑے بھائی تھے فصاحت بیان طلاقت لسان اور لوازم شفقت و مہربانی میں بعد ممتاز تھے شاہنواز خاں کے تقرب کے بعد دربار شاہی میں

حاضر ہوئے اور بادشاہ نے ان کو عمدہ جاگیر عطا فرمائی لیکن ان بزرگ نے تھوڑے ہی دنوں بعد منسلکہ بھری میں رحلت کی خواجہ معین کی حالت نزاع میں موصوفہ فرشتہ ان کی بالیں پر موجود تھا انتقال کے بعد جب ہم لوگ تہمینہ مخفین میں مشغول ہوئے تو باوجود اس کے کہ وہ زمانہ برسات کا نہ تھا برآیا اور شدید بارش ہوئی خواجہ معین کے بڑے فرزند محمد ظریف جو اس وقت چار سالہ عمر رکھتے تھے شاہی نواز شول سے سرفراز کر کے اپنے پدر بزرگوار کی املاک کے جاگیردار بنائے گئے اور اپنے عم عالی مقدار کے سایہ عاطفت میں پرورش پاکر صاحب کمالات ہوئے خواجہ ہدایت اللہ جو خان والا شان کے سب سے چھوٹے بھائی تھے اپنے برابر بزرگ کے فوت ہونے کی خبر سکر شیراز سے دکن آئے اور خان والا شان سے رحم تعزیت ادا کر کے دوسرے سال کامیاب و بامراد شیراز واپس گئے خواجہ ہدایت اللہ خان مہنوی کی طرف سے شیراز میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے ہیں اور اس وقت تک اپنے وطن ہی میں قیام پذیر ہیں شاہنواز خاں کی سرکار سے ہر سال گراں قدر رقم بیجاپور سے شیراز روانہ کی جاتی ہے مجھے خدا کی ذات باریکات سے امید ہے کہ ہر سعادت دینی و دنیوی سے وہاں سے امیر قدسی صفت کو سرفراز فرمائیں گے اور اس خدا شناس انسان کے اقبال میں صحت اور سلامتی کے ساتھ روز افزوں ترقی ہوگی۔

ابراہیم نظام شاہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے خاندان عادل شاہی میں ایسا اقبال مند شانی کا قتل اور عدالت فرما کر واپس کیا جس کی سعادت مندی اور یادری بخت پناہ کی فوج کی کامیابی میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اور جس کی کشور کشائی اور ہمت سے ہر مخالف تباہ اور پامال ہو رہا ہے اور خود اس کا آواز کہاں شانی دنیا کے ہر گوشہ میں بلند ہو رہا ہے تفصیل اس احوال کی یہ ہے کہ عدالت پناہ نے محاصرہ بلکوان کو دشمنوں کے قبضہ سے نکال لیا اور اس طرف توجہ فرمائی کہ دشمنان تباہ کار کو بالکل پامال و برباد کرے۔ عدالت پناہ نے ان امیروں کو جن کے دل دماغ بے دست انگیر خیالات سے معمور ہو رہے تھے ان کے عہدوں سے معزول فرما کر نظر بند کیا۔ اور برہان نظام شاہ کی

روشنی پر بادشاہ کو اس قدر ملال ہوا کہ اسکے افعال کا انتقام لینا ہی ناگزیر نظر آیا لیکن چونکہ دشمن کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنا بھی سلاطین عالی مقام کا شیوا ہے اس لئے عدالت پناہ بھی چند روز خاموش رہے لیکن برہان نظام شاہ نے شاہزادہ ابراہیم کے فتنہ میں ایسا عہد و بیمان کو توڑا کہ قطعاً تاخیر کی گنجائش نہ رہی۔ برہان نظام نے شاہزادہ کے خروج کی خبر سنی اور اپنا لشکر جمع کر کے اس کی امداد کے لئے بلگوان روانہ ہوا۔ برہان شاہ نے قلعہ پرندہ کے حوالی میں عین الملک کے قتل اور شاہزادہ کی گرفتاری کی خبر سنی اور اپنی روانگی پر زانم پشیمان ہو کر ناکام احمد نگر واپس گیا۔ اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں قلعہ چندر کوئی پر جو علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کی کوشش سے فتح کیا تھا عادل شاہی دائرہ حکومت سے نکل کر کرناٹک کے غیر مسلموں کے قبضہ میں چلا گیا تھا رائے کرناٹک جیسے اس زمانہ میں نکلنڈہ کو اپنا پائے تخت بنایا تھا یہ یقین کر لیا کہ عدالت پناہ اس طرف ضرور توجہ فرمائینگے اور قلعہ چندر کوئی پر عادل شاہی قبضہ ہو جانے سے کرناٹک کو بھی نقصان پہنچے گا۔ راجہ اس خیال سے رنجیدہ اور فکر مند ہوا علی شاہ بہر عین الملک نے جو معرکہ جنگ سے فراری ہو کر راجہ کے دامن میں پناہ گزیں تھا رائے کرناٹک کو مشورہ دیا کہ اس وقت برہان نظام سے اتحاد پیدا کرنا چاہیئے اور تم اس طرف اور برہان نظام دوسری جانب سے عادل شاہی قلعوں اور ملکوں پر قبضہ کرنا کہ ابراہیم عادل کی طرف سے تم کو اطمینان حاصل ہو جائے راجہ نے اس رائے کو پسند کیا اور برہان نظام کو پیغام دیا کہ ابراہیم عادل کا اقتدار اور اس کی قوت اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ عنقریب اس کے حملوں سے حکام دکن کو صدمہ پہنچنے والا ہے لہذا اس بارے میں جس قدر جلد ممکن ہو کوشش کرنا چاہیئے تاکہ ہم اس اندیشہ سے فارغ ہو جائیں برہان نظام خود اسی بات کا خواہاں تھا راجہ کا ہم آواز بن گیا اور یہ طے کیا کہ راجہ قلعہ پٹنابور اور مدکل پر قبضہ کرے اور خود قلعہ شولا پور اور شاہ درک کو اپنے تصرف میں لائے۔ الغرض برہان نظام نے حوالی پرندہ سے بے نیل حرام احمد نگر واپس جانا بالکل گوشہ دل سے فراموش کر دیا اور سامان حرب میں مشغول ہوا برہان نظام نے

مرقئی خاں انجو کو سپہ سالار لشکر بنایا اور اسے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے عدالت پناہ کے ملک کی طرف روانہ کیا تاکہ سرحدی شہروں کو تاخت و تاراج کر کے شاہ و درک اور شولا پور کو سر کرے رام راج کو بھی موقع مل گیا اور اس نے بھی کرناٹک کے بعض شہروں کو بادشاہ کے تصرف سے کال لیا۔ مرقئی خاں اور بقیہ امرائے نظام شاہی حوالی پر زندہ میں پہنچے اور ان کو معلوم ہوا کہ رام راج پر عدالت پناہ کا ایسا خوف طاری ہے کہ اس نے ہمنوا اپنے ملک سے قدم اٹکے نہیں بڑھایا۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا لیکن قراو لوں اور تاراجیوں کو قریبوں اور قصبوں میں تاخت و تاراج کے لئے روانہ کیا جس سے رعایا کو تکلیف پہنچی عدالت پناہ نے یہ اخبار سنا اور سرحدی امیروں کے نام فراہمین جاری ہوئے کہ مخالفوں کی قرار دہنی تہنی کر دی جائے۔ اس دوران میں اوزبک بہادر جو بڑا جلیل القدر نظام شاہی امیر تھا اور جس نے مالک عادل شاہی میں داخل ہو کر عظیم مخالفت بلند کر رکھا تھا امرائے شاہی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوا اوزبک کی موت نے تمام نظام شاہی امیروں کو جو اس باختہ کر دیا احمد نگر کے تمام باشندوں کا تقریباً یہی حال ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غایت غم و غصہ کی وجہ سے جمادی الآخر کے آخری حصہ میں برہان نظام شاہ کو تپ محرقہ کا مرض عارض ہوا ورنہیں رجب کو اسپتال خونی شروع ہو گئے اس خبر کے مشہور ہونے سے اس کے لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے نواح میں مقیم تھا عظیم الشان اضطراب پیدا ہوا خلاص خاں جتنی زادہ نے جو خاندان نظام شاہی کے غلاموں میں تھا اور جس سے بزرگ اور صاحب اقتدار امیر اس وقت لشکر میں موجود نہ تھا دیگر جتنی اور کوئی امیروں کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ عہد حال خانی کی طرح وہ بھی مرقئی خاں اور بقیہ غریبوں کو تباہ کر کے ان کا نام و نشان مٹا دے غیر ملکی امیروں کو اس مکر و دغا کی اطلاع ہو گئی اور یہ امر فوراً سوار ہو کر لشکر سے جدا ہو گئے ان پر گشتہ امیروں میں مرقئی خاں اور احمد خاں قریب باش اور بعض ان کے قرابت داروں نے تو احمد نگر کی راہ لی اور خلیفہ بپ اور قزلباش خاں ایک گروہ کشمیر کے ساتھ عدالت پناہ کی بارگاہ میں پناہ گزین ہوئے

اور حبشی اور کئی ایروں کے پنجہ آزار سے نجات پائی ان کدورت اتار خبروں کو
 سنکر برہان نظام اور زیادہ طلیل ہوا جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہوگا اس لئے دنیا کو خیر باد
 کہا۔ برہان نظام کے بعد اس کا فرزند راہیم نظام باپ کا جانشین ہوا میاں
 منجوی کوئی دلیل السلطنت مقرر ہوئے لیکن حبشی زادے امیر اور جو فتنہ جو اور فسادانگہ طبیعت
 رکھتے تھے اس نسبت سے کہ راہیم نظام کی والدہ حبشیہ تھی بادشاہ کے
 مقرب اور نہ یہ کہ گئے میاں منجوی و مجبوراً خاموش ہو گئے اس درمیان میں دکنیوں
 حبشیوں اور مخلوط النسل ایروں نے نا اقبیت اندیشی سے کام لیا اور ایسے واقعات
 رونما ہوئے جنہوں نے ملک کے شیرازہ کو بالکل منتشر کر دیا ان ایروں نے اس
 نواح کے عادل شاہی ایلیٹیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور عادل شاہی رایت
 جہانماری کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اس خیال محال کی بنا پر ان سے
 حرکات ناشائستہ صادر ہوئے اور ان کی سفہ مزاجی نے اس حد تک ترقی کی کہ
 عدالت پناہ کو جو کدورت برہان نظام سے پیدا ہوئی تھی اس میں وہ چند اضافہ
 ہو گیا۔ بادشاہ نے ارادہ فرمایا کہ ان بے ادبوں کی تنبیہ کے لئے خود سفر کی
 زحمت گوارا کرے کابل الفتن بکرمیوں نے ساعت کا تقرر کیا اور ارکان دولت
 نے اسی ساعت خیمہ و درگاہ سلطان بہمن علی کی جانب روانہ کیا اس کے بعد
 بادشاہ بھی سوار ہو کر سفر کے لئے آگے بڑھا۔

بیسویں شعبان کو شاہی سواری بہمن علی پہنچی بادشاہ نے اس جگہ قیام
 کیا اور ایروں کو خلعت اور اکرام سے مالا مال کر کے شاہ و رک روانہ ہوا
 عدالت پناہ کا خیال تھا کہ اگر احمد نگر کے باشندے فتنہ و فساد سے کنارہ کش ہو کر
 راہ راست پر آجائیں اور اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی کے خواستگار ہوں تو رابطہ اتحاد
 بہتر ہو کر لیا جائے عدالت پناہ نے اسی خیال کی بنا پر ایک گروہ کو نظام شاہی بارگاہ
 میں روانہ کیا بادشاہ کا خیال صلح کا تھا اس لئے روزانہ ایک فرسخ مسافت طے
 کرتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا کہ کسی عمدہ جگہ پہنچے چھ روز قیام کی نوبت آجاتی تھی۔
 اس تاخیر کا عیاں یہ تھا کہ شاید ارکان نظام شاہی بادشاہ کریم سے عفو و صیر کے
 خواستگار ہوں لیکن ان کے سر پر بدعنوانی کا وبال سوار تھا ان ایروں نے قطعاً

ایسے خیالات میں تبدیلی نہ کی۔ عدالت پناہ شاہ درک پہنچنے پر چونکہ اس غمہ کی زمین ابھی اور آب و ہوا فرقتا تک تھی بادشاہ نے مجلس نشاط گرم کی اور سرکشوں کی تاویب میں تھوڑی تاخیر واقع ہوئی اسی دوران میں اخلاص خاں مولد اور بعض دیگر امیروں نے جواہر ایم نظام شاہ پر چھائے ہوئے تھے اپنی جمیعت پر سفر کر کے جنگ آزمائی کے سامان کرنے شروع کئے ان نا عاقبت اندیشوں نے ہمیں ہزار ہزار سوار اور توپ اور ضرب زن کے ساتھ عدالت پناہ کا مقابلہ کیا اور سرحد عادل شاہی پر پہنچ گئے اور اپنے خیال خام کی بنا پر مخالفت کی ابتدا کی اب امیروں نے برہان شاہ کی تقلید میں ان راجاؤں کو جو ہمیشہ سے عادل شاہی خراج گذار تھے اس امر کی ترغیب دی کہ عدالت پناہ کے قریبوں اور قصبوں کو تاخت و تاراج کریں بادشاہ ان کے حرکات سے اور زیادہ برہم ہوا اور عدالت پناہ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ نسب اور شرافت کو دنیا کے کاموں میں بہت بڑا دخل ہے ہر چند ہم اس فہم میں نرمی اور ملائمت سے پیش آئے ہیں لیکن جتنی اور دینی غلاموں کی شرافت ہمارے دشمنوں کو راہ راست پر نہیں آنے دیتی اب ہم پر لازم ہو گیا کہ ان نا عاقبت اندیشوں کو خود رائی کی سزا دیں اور ان کی بے ادبی پر قراو افعیٰ تنبیہ کر کے دشمنوں کو پامال کریں اس قرارداد کے موافق بادشاہ نے فرامین صادر فرمائے کہ امراء نے سلطنت اور افسران فوج لشکر کو آراستہ کر کے دشمن کے مقابلہ میں صف آرائی کریں اور خاصہ خیل بھی تیار اور مسلح ہو کر جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہو جائیں اٹھارہویں ذی قعدہ کی صبح کو بادشاہ نے شاہ درک کے قصر میں قیام فرمایا اور خاص و عام شرف مجری سے سرفراز ہوئے فوج کی حالت اور تعداد سے عدالت پناہ کو آگاہی ہوئی اور بادشاہ نے ہر شخص کی آرزو کے موافق اسے سرور و شاد کیا۔ بادشاہ نے فوج کے معائنہ کے بعد مجید خاں اور شجاعیت خاں کو ہمیں ہزار سواروں کی جمیعت سے نظام شاہ کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا۔ عدالت پناہ نے بارہا ان سرداروں کو نصیحت کی کہ جنگ کو صلح پر مقدم نہ رکھیں اور جتنی الامکان نظام شاہ کی فوج اور اس کے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں لیکن اگر دشمن اپنی حد سے

آگے دھیس اور مالک محروسہ میں داخل ہونا چاہیں تو البتہ اپنے تیروں سے دشمن کو تباہ و برباد کریں۔ اتفاق سے نظام شاہی امیروں نے صلح سے گریز کیا اور قلعہ کو شمشیر و خنجر بدھول کر کے عادل شاہی لشکر کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ یہ امیر غزوئی الجحہ کو مالک محروسہ میں داخل ہوئے اور نظام شاہی رسم کے موافق توپ اور ضرب زن کا ایک حصار لشکر کے گرد کھینچا اور اراہوں کو زنجیروں سے مضبوط باندھ کر قلب اور جناح کی ترتیب دی اور صف آرائی پر بالکل تیار ہو گئے حمید خاں نے حریف کی آمادگی کی خبر سنی اور اس کی جسارت پر غضبناک ہو کر اپنی فوج کو ترتیب دیا مہمہ پڑھیل خاں خواجہ مراد عمر خاں جسنی مقرر کئے گئے اور میسرہ شجاعت خاں اور ترزہ خاں کے سپرد ہو اور قلب لشکر میں خود و حمید خاں نے قیام کیا مقصود خاں شہنشاہ جو گرجی غلام تھا شاہی کوہ پیکر اٹھوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا غرض کہ شاہی فوج دشمن کی طرف بڑھی دلوں فریق ایک دوسرے کے مقابلہ میں شمشیر و خنجر تیر و مناں سے اپنی مردانگی کے جوہر دکھانے اور زمین کو خون سے سیراب کرنے لگے۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد عادل شاہی قلب اور میسرہ نے شکست کھائی اور ایک بہت بڑا گروہ میدان جنگ میں کام آیا اکثر سپاہی مجروح اور خستہ ہو کر معرکہ کارزار سے فراری ہوئے لیکن یہ ظاہری شکست اصل فتح کا مقدمہ تھی اور عادل شاہی فوج منصور و کامیاب ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آتش بازی کے دھویں سے زمین و آسمان تاریک ہو گیا اور چونکہ ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا شاہی میسرہ بہر اس قدر غبار چھا گیا کہ فوج کو قیام کرنے کی قدرت نہ رہی اور سپاہی معرکہ کارزار سے فرار کرنے لگے۔ امرائے نظام شاہی اس واقعہ کو اپنی فتح سمجھ کر درجوں نے کیا بارگی حملہ کر دیا اور قلب اور مہمہ بھی میسرہ کے طرح پر آگندہ ہو گیا نظام شاہی فوج فراریوں کے تعاقب میں مشغول ہوئی ابراہیم نظام شاہ نے جو آلات حرب و ضرب سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے لشکر کے عقب میں قیام نہ کیا تھا۔ عدالت پناہ کے لشکر کو پر آگندہ دیکھا اور اپنی فتح کا یقین کر کے بید فحوش و خرم چند ہزاریموں کے ساتھ آگے بڑھا مغبل خاں اور عمر خاں اور چند دیگر عادل شاہی

امیر جو ایک جنگ آزمائی میں مشغول نہ ہو سکتے تھے اور ایک کنارہ کھڑے تھے
 آگے بڑھے اور نظام شاہی جیترو علم کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔
 نظام شاہ کے ہمراہیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہماری جمیعت پانچ سو سے
 زیادہ نہیں اور حریف کی فوج ایک ہزار سے زیادہ ہے بہتر یہ ہے کہ ہم
 جنگ سے کنارہ کریں اور کسی محفوظ مقام پر توقف کریں تاکہ امر ہمارے گرد
 جمع ہو جائیں۔ نظام شاہ جوانی کے عالم اور شراب کے نشہ میں سرشار تھا
 اس نے ان امیروں کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور کہا کہ میرے چھوٹے بھائی
 اسٹیل خاں نے دلاور خاں کے مقابلہ میں ثابت قدمی دکھائی ہے میں سنبل خاں
 خواجہ سرا کے سامنے سے فراری ہوں یہ ممکن نہیں ہے نظام شاہ نے تلوار نیلام
 سے چھین لی اور دشمن پر حملہ آور ہوا اس میں شبہ نہیں کہ خوب خوب جو ہر مردانگی
 دکھائے لیکن اتفاق قضا و قدر سے ایک تیرا دشاہ کے جسم پر لگا اور نظام شاہ
 خاک و خون میں مل گیا جو امیر کہ بادشاہ کے قریب استادہ تھے وہ بڑی دقتوں
 کے ساتھ بادشاہ کی لاش معرکہ جنگ سے باہر لے گئے۔ بادشاہ غلامان حبشی
 کی شامت اعمال سے جوانی میں دنیا سے رخصت ہوا اور سپاہ و رعیت، سیمہ
 منوم اور بیکندہ احمد نگر روانہ ہوئی تمام کئی اور حبشی امیر جو تاخت و تاراج میں مشغول تھے
 اس خبر کو سکر بد اگندہ اور پریشان ہو گئے اور نظام شاہ کا بہترین توپ خانہ
 اور قیل خانہ غارت کر کے اپنے مالک کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے تباہ کیا یہ
 خلاف اس کے عادل فضاہ کے کارناموں میں اس فتح سے ایک اور اضافہ ہوا
 اس ہیم میں جو سب سے زیادہ اور نادر و اعلیٰ آدابہ ناظرین کی آگاہی کے لئے
 حوالہ دیا گیا ہے۔ دوران جنگ میں جبکہ میرہ عادل شاہی پریشان ہوا اور سپاہی
 میدان جنگ سے متوڑ کر فراری ہونے لگے تو چند لوگ حریف سے خوف
 زدہ ہو کر شاہ درک تک پہنچ گئے اور سبھوں نے ایک زبان ہو کر شاہ نواز خاں
 سے یہ کہا کہ فریقین نے کل عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔
 لیکن افواج عادل شاہی پر ایسی پریشانی طاری ہوئی کہ تقریباً تمام امیر حریف کا
 شکار ہوئے اور معدودے چند معرکہ کارزار سے سلامت واپس آئے اور

سوائے ایک باقی کے جو رضواں نام ایک ترکی غلام کی مردانگی سے محفوظ رہا۔
 باقی تمام نسل خانہ دہسن کے قبضہ میں آگیا۔ اس دوران میں چند جاسوس بھی شاہی بارگاہ
 میں پہنچے اور انہوں نے بھی ان فراریوں کے بیان کی تصدیق کی ان
 خبروں کے منتشر ہونے سے جو تیسری تاریخ تک برابر پہنچتی رہیں عادل شاہی
 لشکر میں اضطراب اور ریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی لیکن روشن ضمیر بادشاہ جو
 خدا سے ہر وقت رنج اور فخر کی دعا مانگتا تھا مطلق یراگ نہ بد جو اس نہ ہو ۱۔
 اور خاص و عام سبوں سے اختلاف کر کے بارہا یہ فرمایا کہ یہ اخبار صحیح نہیں ہیں
 ایک روز اتفاق سے تمام حاضرین دربار موجود تھے عدالت پناہ نے اہل دربار
 سے فرمایا کہ مجھے اس بات کا یقین کال ہے کہ ہم بہت جلد اپنی کامیابی اور دشمن کی
 تباہی کی خبر سنا کر سرور و شادمان ہوں گے ہنوز یہ گفتگو جاری تھی کہ نواب شاہ نواز خاں
 بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا اور اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیکر عرض کیا
 کہ عدالت پناہ کے اقبال سے معرکہ سر ہوا براہیم نظام شاہ معرکہ جنگ میں کام آیا
 اور افواج عادل شاہی نے مظفر و منصور ہو کر حریف کے نسل خانہ توپ خانہ
 اور تمام کارخانوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ حاضرین دربار بادشاہ کی روشن ضمیری
 سے یحید خوش ہوئے اور سبھوں نے ازدیاد و عمر و دولت کی دعا دی عدالت پناہ
 ان ناعاقبت اندیشوں کی جنگ و جدال کے باوجود براہیم نظام کے مارے
 جانے سے یحید متاثر ہوئے اور بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ انصران فوج
 اور سپاہی اس امر کا خیال رکھیں کہ براہیم نظام کے ملک کو کسی طرح کا نقصان
 نہ پہنچے اور نظام شاہی رعیت پر ریشاں اور برباد نہ ہو اور چونکہ بادشاہ کا
 اب اس نواح میں قیام کرنا حریف کے لئے باعث پریشانی اور اس کو
 مرعوب اور خوف زدہ ہونے کا سبب تھا اس لئے تمام ارکان دولت اور
 انصران فوج اس فرمان کو سنتے ہی اس نواح سے روانہ ہو کر بجاپور و کالنگ
 کریں۔ ماہ مذکور کے آخر میں تمام امیر و ارکان دولت شاہ و رکن میں بادشاہ
 کے گرد جمع ہو گئے اور ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق شاہی عطیہ اور خلعت
 سے سرفراز کیا گیا۔ سبیل خاں اور عنبر خاں جنہوں نے میں معرکہ جنگ میں

مردانگی کے جوہر دکھائے تھے دوبارہ نظر عنایت اور زیادتی منصب و مراتب سے سرفراز کئے گئے۔ بادشاہ اپنے بچے تخت کو واپس آیا اور چونکہ ماہ ذی الحجہ کی بیس تاریخ ہو گئی عدالت پناہ حضرت شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی غزاداری میں مشغول ہوئے۔ اسی دوران میں شاہی جاسوسوں نے شاہنواز خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کو اطلاع دی کہ سیر حد کرنا ملک کے چند غیر مسلم راجہ امرائے نظام شاہی کی تحریک سے قلعہ اودنی کے نواح میں جمع ہوئے ہیں اور حصار کا محاصرہ کر لیا ہے چونکہ یہ حصہ ملک عادل شاہی جو ان مردوں کے وجود سے خالی ہے اور کوئی ان کا سرکوب نہیں ہے ان لوگوں نے آمد و رفت کی راہ بند کر لی ہے اور اہل قلعہ آذوقہ اور دیگر حوائج ضروری کے سدود ہو جانے سے عید پریشان ہیں عدالت پناہ نے یہ اخبار سننے اور فوراً امرائے عظام کے نام فرمان جاری ہوا کہ فوج ساتھ لے کر ان سرکشوں کی تنبیہ کے لئے اودنی روانہ ہوں اور اس طرح ان کو پامال اور تباہ کریں کہ عرصہ تک ان کی ذات سے کسی طرح کا خطرہ باقی نہ رہے۔ سلطان امیر حل کو روانہ کرنے اور عزاداری کو ختم کرنے کے بعد بادشاہ نہر ہنوارہ کے کنارہ سے کوچ کر کے پائے تخت کو روانہ ہوا۔ اعیان شہر نے بادشاہ کی ورود کے خبری اور دکانوں اور مکانات کو زبردخل سے آراستہ اور برج و بارہ کو مزین کر کے عجیب طرح کا دلشاد و عجیب منظر خلائق کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ ۱۲ محرم سنہ ہجری کو بخومیوں کی اختیار کردہ مساعت میں نظام شاہی ہاتھی پر سوار بڑے جاہ و جلال کے ساتھ قصر شاہی کو روانہ ہوا اور دروازہ سے تخت گاہ کی طرف چلا مرا بادشاہ کے دونوں جانب پیادہ پاتھے اور خلائق کے ہجوم سے تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ بادشاہ نے اپنے خاص مصاحبوں کے ساتھ اپنے بنا کردہ قصر میں جو شاہ درک کے اندر واقع ہے قیام کیا اور بزم نشاۃ گرم کر کے نغمہ و ساقی کے لطف اٹھانے لگا۔ یہ عمارت ملاجری کے روضہ کے قریب ہے اور عمارت کی دلکشی اور ترتیب اور زینت کی بابت یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انسان نے اس طرح کا قصر آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا نہ ہوگا۔ بادشاہ نے مجلس نشاۃ سے فراغت پائی

اور عدل و انصاف میں مصروف ہوا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بھانگر کے غیر مسلم جنہوں نے مشہدوں کی ترغیب سے فتنہ برپا کر رکھا تھا امرائے شاہی کے ورود کی خیر سنتے ہی اپنے مسکنوں کو واپس گئے اور جو مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے وہ قتل کر دیئے گئے۔

غرة محرم سنہ ۱۰۰۰ ہجری کو معلوم ہوا کہ میر محمد صالح ہمدانی بیجاپور تشریف لائے ہیں اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ان کے ساتھ ہیں بادشاہ اس خبر کو سنا کر بید خوش ہوا اور خدا کی درگاہ میں یہ دعا شکر بجالایا۔

اور تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کر کے موئے مبارک کی زیارت سے فیضیاب ہوا اس واقعہ سے بادشاہ کی عقیدت مندی لوگوں پر ظاہر ہو گئی اس لئے کہ عدالت پناہ کے اکثر معاصر فرامرداؤں نے یہ سعادت حاصل کرنا چاہی لیکن انہیں میسر نہ آئی بادشاہ دیں پناہ نے یہ دعا خلوص کے ساتھ استقبال کیا اور جس وقت زیارت کے لئے مکان میں حاضر ہوا مقربان درگاہ نے تقری اور طلانی مجہر میں خود روشن کیا اور جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار بائیس برس کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہن ترین مجتبرہ ظاہر ہوا کہ موئے مبارک اس چاندی کی ڈبیہ سے جس میں کسی مقام پر بھی سوراخ نہ تھا شعلہ نور کی طرح برآمد ہوا۔ بادشاہ نے میر محمد صالح کو یہ انعام عطا فرمایا اور غرة ماہ محرم سے عزا داری میں مشغول ہوا عدالت پناہ نے میر محمد صالح کو پیغام دیا کہ میں نے آپ کے جد بزرگوار کا تعزیہ رکھنا ہے اگر جناب خود بھی تشریف لائیں تو بعد از احسان اور عقیدت مندی نہ ہوگا سید صاحب نے بادشاہ کے حکم کے تعمیل کی اور موئے مبارک اپنے ساتھ لے کر دارالامارہ میں قیام پذیر ہوئے بادشاہ نے امرائے دولت کو سید صاحب کی خدمت پر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ خبردار انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور جس چیز کی سید صاحب کو ضرورت ہو فوراً ان کی خدمت میں حاضر کی جائے عدالت پناہ خود بھی کبھی کبھی سید صاحب سے ملاقات فرماتے اور عطیہ شاہی سے انہیں سرفراز فرماتے تھے۔ محرم کا ہینہ گزر گیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ

اپنے عظیم الشان جہان پر دوبارہ نظر عنایت فرمائے عدالت پناہ لئے سید صاحب کو دس یا بارہ ہزار ہون اور تہتی کیٹروں کے چند بستے انھیں عطا کئے اور کہا کہ جو کچھ حضرت کا مدعا ہو بیان فرمائیں تاکہ اس کی تعمیل کی جائے سید صاحب نے رعائے دولت کے بعد عرض کیا کہ بادشاہ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہو گیا اب جبکہ میری عمر اسی سال سے متجاوز ہو گئی ہے میری تمنا یہ ہے کہ طواف بیت اللہ شریف اور آستانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر انھیں متبرک مسکن میں سے کسی جگہ زندگی کے بقیہ دن بسر کر دوں بادشاہ نے عامل جہاز کو حکم دیا کہ جناب سید کے لئے سامان سفر تیار کریں غرض کہ چند دنوں میں اسباب ممل ہو گیا اور سید صاحب مکہ معظمہ روانہ ہوئے رخصت کے وقت میر محمد صالح نے دو عدد دھوئے مبارک بادشاہ کو مرحمت کئے اور خود بیت اللہ شریف روانہ ہو گئے۔ یہ دونوں دھوئے مبارک ایک طلائی ڈبیہ میں رکھے ہیں اور ہر شب جمعہ اور دوسری مقبرہ کراٹوں میں ان کی زیارت ہوتی ہے اس مقدس شخص کی وجہ سے بادشاہ پر طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کی عمر و دولت ترقی پذیر ہے۔

مغلوں کا نظام شاہی ملک پر ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امرائے نظام شاہی نے حملہ کرنا اور دکن میں ہمیشہ اپنی ناقبت اندیشی سے براہیم نظام شاہ کو معرکہ کے لئے فساد برپا ہونا جنگ میں قتل کر لیا اور خود جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہو گئے شہر میں پہونچ کر بخوی خاں بگی دشمنی نے قلعہ اور خزانہ پر اپنا قبضہ کر لیا اور اپنی قوم کو تمام دکنال معاملات سلطنت میں دخیل کر کے اپنے اقتدار کا ظلم بلند کیا غرض کہ بڑے مباحثہ کے بعد عیساکہ حالات نظام شاہی میں بیان ہو اسے بخوی خاں نے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو دسویں ذی الحجہ سن ۱۱۰۵ ہجری میں تخت حکومت پر بٹھایا اور ہر ایک امیر جدا گانہ منصب اور خدمت پر مقرر فرمایا۔ میاں بخوی بدستور سابق وکیل سلطنت اور نایب کے مرتبہ پر جس سے زیادہ عظیم الشان عہدہ ملک میں نہیں ہے فائز ہوئے دس یا پندرہ روز کے بعد امرائے سلطنت کو معلوم ہوا کہ

احمد خاندان شاہی سے نہیں ہے اور محض ایک بیگانہ شخص ہے ان امیروں نے ارادہ کیا کہ اسے سلطنت سے معزول کر کے بہادر شاہ ولد ابراہیم شاہ قتل کو بادشاہ بنائیں میاں منجوی نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کبھی اور بعض امیروں میں معرکہ کارزار گرم ہوا میاں منجوی پریشان ہو کر قلعہ بند ہوا حبشیوں اور غلو طائفل امیروں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ بے حد تنگ آئے اور منجوی خاں نے عاجز ہو کر قاصد مجرات روانہ کئے اور سلطان مراد بن جلال الدین اکبر بادشاہ سے مدد مانگی اور احمد نگر آئے کی دعوت دی شاہزادہ مراد کو اپنے باپ کی طرف سے فتح احمد نگر کی اجازت مل چکی تھی اور وقت اور موقع کا منتظر تھا شاہزادہ نے بلا تاخیر لشکر آراستہ کیا اور خان خانان کے ہمراہ میں ہزار سواروں کی جمیعت سے سلطان پور بندر بار کے راستہ سے احمد نگر پہنچا اور میاں منجوی سے قلعہ بند متصرف ہو نیکا دعویٰ کیا میاں منجوی جیسا کہ ذکر ہوا اس درمیان میں حریف پر غالب آچکا تھا شاہزادہ مراد کو دعوت دینے سے شرمندہ ہوا اور اس نے قلعہ بند کرنے سے انکار کیا اور اپنی حتی المقدور حصہ میں آدوقہ اور غلہ کا انتظام کر کے حصار کو اپنے ایک معتد امیر انصار خاں کے سپرد کر دیا اور خود احمد شاہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سواروں کی جمیعت سے میرٹھ روانہ ہوا میاں منجوی کا مقصد یہ تھا کہ مزید لشکر جمع کرے اور نیریز کے دشمن کے مقابلہ میں عدالت پناہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو معلوم ہوا کہ غلہ سپاہیوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی سلطانہ حریف کے مدافعہ میں کوشاں ہے اس نے لشکر فراہم کرنے کی کوشش کی لیکن یہی بیمار ایساں ہوئی اس لئے کہ اس زمانہ میں احمد نگر کے ایترین فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اہنگ خاں حبشی نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا لیا تھا خلاص خاں حبشی نے موتی نام ایک مجہول النسب شخص کو فرمانروا تسلیم کر لیا اور میاں منجوی نے احمد شاہ کے نام کا سکہ خطبہ جاری کیا تھا ہر فرقہ خاصہ سے علیحدہ ہو کر اس فکر میں تھا کہ اپنے فریق مخالف پر حملہ کر کے اس کو تباہ کرے اور اس اختلاف کو مٹا کر کسی ایک شخص کو صمیم فرمانروا تسلیم کر کے دشمن کے مقابلہ میں

صف اگر اہو لیکن یہ امر طوالت سے خالی نہ تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ جو فریق مغلوب ہو جائیگا وہ مغلوں سے مل جائے گا اور اس طرح ملک دشمن کے تصرف میں آجائیکا عدالت پناہ نے ہر سہ فریق کو پیغام دیا کہ اس وقت اس اختلاف کو مثلاً اور سب مل کر دشمن سے لڑو اس کے بعد جو شخص قابل فرمانروائی ہو گا سلطنت کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی جائیگی۔ ہر سہ فرمانروا میں سے کسی کو بھی عدالت پناہ کے تعمیل ارشاد کے سوا اور کچھ جارحہ کار نہ تھا ان لوگوں نے آپس کی مخالفت کو ترک کیا اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی مجملہ ان کے میاں منجوی نے اپنے فرزند میان حسن اور مر قی خاں ابجو کو عراق کے ساتھ عدالت پناہ کے حضور میں روانہ کیا اور امداد کی درخواست کی یہ قاصد بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے اور عدالت پناہ نے سپاہ لشکر کے فراہم کرنیکا حکم دیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں افسران فوج اپنے لشکروں کے ہمراہ ہر طرف سے روانہ ہو کر پائے تخت میں حاضر ہو گئے اسی دوران میں چاند بی بی سلطانہ کا نامہ بھی پہنچا جس میں نہایت عاجزی کے ساتھ بادشاہ سے مدد طلب کی تھی۔ خاں دالانشان بہمنواری خاں نے یہ نامہ بادشاہ کے ملا حظہ میں پیش کئے عدالت پناہ نے ناموں کے مضامین سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قرابت اور مسابگی کا لحاظ کیا۔ اور اپنے مستعمل الدولہ خواجہ پیل خاں خواجہ سرا کو جو مراگئی میں شہرہ آفاق تھا۔ سپہ سالار لشکر بنا کر میں ہزار سواروں کی جمیعت سے نظام شاہیوں کی امداد کے لئے نامزد فرمایا۔ بادشاہ نے منجواں اخلاص خاں اور دیگر نظام شاہی امیروں کے نام فرمان روانہ کیا کہ اپنی تمام قوت اور لشکر کے ساتھ پیل خاں سے شاہ درک میں ملاقات کریں اور کامل اتحاد اور موافقت کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔ نظام شاہی امیروں نے پیل خاں سے شاہ درک میں ملاقات کی اور جوار لشکر کے ساتھ آگے بڑھے ہمدی قلی سلطان ترکمان بھی محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے تلنگانہ کا لشکر ساتھ لے کر پیل خاں سے آلا خاں ہزارہ مراد نے یہ خبر سنی سن اور خان خانان اور

محمد صادق وغیرہ امراءے اکثر شہری سے اس بار میں مشورہ کیا ان بایں دل لئے کہا کہ سرکوب تیار کرنے اور خندق کو پانچے سے حصار کا سرکنا دشوار ہے کیونکہ ہمارے ہر سرکوب کے مقابلہ میں حریف ایک نیا برج تیار کرتے ہیں اور ہماری کوشش رائیگاں ہوتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا چاہئے کہ لشکر دشمن کے در و درنگ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ غرض کہ بڑے غور و فکر کے بعد سمجھوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ سولے نقب زنی کے اوکسی تدبیر سے حصار کو سرکنا محال ہے۔ سلطان مراد نے اس رائے کو پسند کیا اور اہل حصار کو اپنے ارادہ سے بے خبر رکھنے کے لئے آمد و شد کا راستہ ایسا بند کیا کہ خیال کو بھی وہاں پہنچنا دشوار ہو گیا ہنرمند نقاب نقب زنی میں مشغول ہوئے۔ شاہزادہ مراد نے موہن کی طیف سے دیوار حصار میں پانچ جگہ شگاف کر دیا۔ غرض جب کی شب کو جو چار متبرک راتوں میں ایک شب اور لیلیۃ الزنایب کے نام سے مشہور ہے تمام نقب تیار ہو گئیں اور ان میں توپ و تفنگ اور باروت وغیرہ بھر کر ان کوچ اور پتھر سے بچتے کر دیان لوگوں کا خیال تھا کہ دوسرے روز بعد نماز جمعہ نقب میں آگ لگا کر برج و زمین کو برابر کر دیں کہ آگاہ خواجہ محمد خاں شیرازی نے جو شاہزادہ کے لشکر میں موجود تھا ازراہ شفقت و محبت اہل قلعہ کو موضع نقب سے خبردار کر کے ہر شخص کو ممنون احسان کیا اہل حصار نے جمعہ تک دو نقبوں کو دریا منت کر کے ان کو باروت سے خالی کر دیا اور دوسری نقبوں کی تلاش میں سرگرداں ہوئے شاہزادہ مراد اور محمد صادق اور تمام دیگر امیر بلا خان خانان سے مشورہ کئے ہوئے مسلح ہوئے اور حصار کے مقابلہ میں اپنی فوجوں کو آراستہ کیا کہ نقب میں آگ دینے کے بعد جب دیوار میں رخنہ پیدا ہو تو جلوہ ریز قلعہ میں داخل ہو کر حصار پر اپنا قبضہ کر لیں اور فتح شاہزادہ مراد کے نام ہو اور خان خانان کو اس میں کچھ دخل نہ رہے۔ غرض کہ نقب میں آگ لگائی گئی تین نقب باروت سے اڑے اور تقریباً بجاس گز دیوار اڑ گئی۔ شاہزادہ اور محمد صادق وغیرہ کو نقبوں کے خالی ہو جانے کا علم نہ تھا انھوں نے اس انتظار میں کہ دوسری نقب بھی اڑیں تو اہل لشکر کو ناخست و تاراج کا حکم دیں مگر ناظر کیا۔

اہل قلعہ کو جمع مل گیا اور جیسا کہ اپنی جگہ پر مفصل مذکور ہے ان لوگوں نے ختم میں
توبہ اور ضرب زن نصب کر کے دشمن کی مداخلت کا پورا انتظام کیا اور رات تک
کسی مثل سپاہی کو حصار میں داخل نہ ہونے دیا چونکہ رات کے وقت ہر قبیلہ اور
بڑا یہاں تک کہ عورت بھی بڑی کوشش سے زخمہ بھرنے میں مشغول تھیں دیوار
تین گز بلند ہو گئی شاہنژادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ اس امر سے ایوس ہو گئے
کہ فتح جلد ہو جائیگی۔ اسی دوران میں سہیل خاں اپنی فوج کو ہمراہ لیکر احمد نگر روانہ ہوا۔
اور شاہنژادہ کے لشکر میں قحط بھی نمودار ہوا۔ سلطان مراد اور محمد صادق نے جنگ
سے کنارہ کشی کر کے دوبارہ خان خانان سے مشورہ کیا خان خانان نے محمد صادق
کی وجہ سے اول تو یہ کہا کہ امرائے درگاہ کی جو رائے ہو وہ مناسب ہے لیکن
معدرت حد سے زیادہ گزری اور ان لوگوں نے اپنی غلطی پر اظہارِ ندامت کیا
خان خانان نے اکبر شاہ کی خیر خواہی کا خیال کر کے جواب دیا کہ سلاطین دشمنی کے
لشکر کو قحط بہ کونج یہاں آ رہے ہیں اور غلہ اور دھن وغیرہ بیچارے لشکر میں کم یاب
ہے ظاہر ہے کہ انسان اور جانور بالکل مردہ ہو رہے ہیں اس حالت میں جنگ
آزمائی کرنا دشواری سے خالی نہیں ہے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس
مقام سے کوچ کر کے براہ میں اپنے خیمے نصب کریں اور اسی نواح کو سخر کر دیں
اور جب برابر ہمارا پورا قبضہ ہو جائے اور وہاں کی رعایا ہمارے قابو میں آجائے
تو ہم اس ملک پر حملہ کر کے قلعہ کو سر کر دیں۔ شاہنژادہ مراد اور تمام لوگ غلہ اور
ضروریات زندگی کی کمی سے بریشان اور بنجیدہ تھے سمجھوں نے خان خانان
کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی کو اپنا راہ نمایا خان خانان اور سید تقی خاں
سپرداری نے جو اس واقعہ سے پیشتر مر تقی نظام شاہ کے عہد میں سر لشکر رہے اور اس
زمانہ میں امرائے اکبری میں داخل تھا ایسی تدابیر خفیہ طور پر اختیار کیں کہ چاند بی بی
سلطانہ خود صلیح کا بیغام دے غرض کہ ہر دو طرف سے ایک گروہ درمیان میں
واسطہ ہوا اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ ولایت براہ و حصہ جو کفال خاں کے قبضہ
میں تھا شاہنژادہ مراد کو دیا جائے اور باقی حصہ ملک قلعہ ہنور سے لیکر ہند چول
تک اور پرندہ سے دولت آباد اور سرحد کجرات تک حاکم احمد نگر کے زیرِ نگیں رہے

اس معاہدہ پر پابند رہنے کے لئے طرفین نے شدید قسمیں کھائیں اور اکابرین کی ہر میں اس پر غنیمت کر دی گئیں۔ اسی دوران میں ہسپل خاں بھی لشکر ساتھ لے کر احمد نگر سے جہ کوئس کے فاصلہ پر پہنچ گیا ہسپل خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی نظام شاہی امیروں نے میاں منجوا اور احمد شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور احمد نگر روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے بہادر شاہ کو جو تین یا چار سال کا لڑکا تھا چاندنی بی سلطانہ کے حکم سے جتور سے طلب کر کے بادشاہ بنایا اور ہسپل خاں اس درمیان میں چند روز کے بعد میاں منجوا اور احمد شاہ کے ہمراہ بیجا پور روانہ ہوا۔

روحہ سویم سلاطین مورخین لکھتے ہیں کہ احمد شاہ بھری ملک نائب نظام الملک احمد نگر کے حالات بھری کا فرزند ہے ملک نائب کا مورث اعلیٰ بیجا نگر کا ایک بیٹا جو نظام شاہی برہمن تھا اس کا خود نام تیا بہت اس کے باپ کا نام بھرتھا معروف مشہور ہیں یہ شخص احمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر ملک حسن کے نام سے موسوم ہوا۔ اور شاہی غلاموں کے گروہ میں داخل کر دیا گیا۔ سلطان احمد شاہ نے ملک حسن کو صاحب فہم و فراست اور ہندی زبان کا ماہر اور صاحب خط و سواد دیکھ کر اسے اپنے فرزند محمد شاہ کو عطا کیا ملک حسن محمد شاہ کے ہمراہ کتب میں جانے لگا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں پوری ہمارت حاصل کر لی اور ملک حسن بہلو کے نام سے مشہور ہوا چونکہ سلطان محمد شاہ بچپن کے زمانہ میں اسے ملک حسن بھری کہا کرتا تھا ملک حسن بچے بہلو بھری کے خطاب سے خاص و عام میں مشہور ہو گیا۔ محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اس پر نوازش فرما کر ملک حسن کو اپنے معتبر حاشیہ نشینوں میں داخل کیا اور اپنے بھری خاصہ کو جس کو اس سے بید تعلق تھا اور جس کو بادشاہ نے منصب ہزاری اور ماہی مراتب عطا کر کے تمام جالوزان شکاری کی سرداری کا جسے مغلوں کی اصطلاح میں خوش بیگی کہتے ہیں عہدہ عطا کیا تھا اب لفظی مناسبت کے لحاظ سے ملک حسن کو عنایت کیا۔ اس تقریب سے ملک حسن کی عزت اور شوکت دو بالا ہوئی اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوا اس کا اقتدار آہستہ آہستہ بڑھتا گیا

یہاں تک کہ اشرف بہاؤں نظام الملک بھری کے القاب و خطاب سے سرفراز کیا گیا ملک حسن خواجہ جہاں کاواں کی مہربانی سے تلنگانہ کا طرف وادہ قرار ہوا اور راجندر ری اور کنہ بیل مع اس کے مضافات کے اس کی جاگیر میں دیدئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تلنگانہ کے تمام مہات مانی اور ملکی ملک حسن کے قبضہ اقتدار میں آگئے خواجہ جہاں کاواں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا قائم مقام ہوا اور ملک نالک کے خطاب سے سرفراز ہو کر سر لشکر کا منصب حاصل کیا سلطان محمد شاہ کے بعد بادشاہ کی وصیت کے موافق اس کے فرزند محمود شاہ کا وکیل سلطنت مقرر ہوا۔ ملک حسن نے بیڑا و دیگر برگزین کو جو دولت آباد کے تحت میں تھے جینز کے صوبہ میں داخل کر کے اضافہ شدہ ہر گئے اپنے فرزند ملک احمد کو دیدئے اور جیسا کہ مذکور ہوا خواجہ جہاں کاواں کی رائے کے موافق جینز روانہ کیا ملک احمد نے جینز میں جو صوبہ کا صدر مقام ہو گیا تھا قیام اختیار کیا اور سیاست میں مشغول ہوا۔ ملک نائب نے ہر چند فرامین روانہ کئے کہ قلعہ بیڑہ جو نہ کے قلعے ملک احمد کے تصرف میں دئے جائیں لیکن مرہٹوں کے ایک گروہ نے جس پر خواجہ کاواں نے بھروسہ کر کے یہ حصار اس کے سپرد کیا تھا ان فرامین پر عمل نہ کیا اور یہی کہا کہ جب ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ ہو کر خان اختیار اپنے ہاتھ میں لے گا۔ اس وقت تک ہم اس کی اطاعت کر کے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیں گے۔ ملک احمد کے تیمور کوہ اور کہہ رہے تھے اس نے ان قلعوں کی تسخیر پر کمر بستہ باندھی اور سب نئے پہلے بیڑہ پر حملہ آور ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ حصار پہاڑ کی ایک چوٹی پر واقع اور بلند کی دھڑ سے آسمان سے باتیں کر رہا ہے اہل حصار جب عاجز ہوئے اور پوچھنے کے بعد تیغ و کفن گردن میں آویزاں کر کے کلید حصار ہاتھ میں لئے ہوئے ملک احمد کے پاس حاضر ہوئے۔ ملک احمد کی فوج نے حصار پر حملہ کیا اور ان سپاہیوں کو یہ معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کی شہادت کے بعد سے پانچ سال محمول مرہٹوں کی اور کوہ کن کا اس قلعہ میں جمع ہے اہل لشکر نے روپیہ اٹھایا اور ملک احمد کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اس رقم کے پہنچ جانے سے ملک احمد کے

کادو بار میں اور زیادہ رونق پیدا ہوئی۔ ملک احمد نے سپاہیوں اور امیروں کو روپیہ تقسیم کر کے اون کو دل شاد کیا اور اس دوران میں چونکہ بہاگرتلی تروٹی۔ کندھیا پور۔ پورند۔ پورب۔ چندول۔ گرو دک۔ منجن۔ ماہوٹی۔ اور مالی کو جبراً و قہراً فتح کیا اور سارے کوہ کن پرتہ بعض ہو گیا۔ ملک احمد قلعہ وندراج یوری کے سر کرنے میں مشغول تھا کہ اپنے باپ کے قتل کی خبر سنی اور اپنے کو باپ کے خطاب سے مشہور اور احمد نظام الملک بھری کے لقب سے معروف کیا ہر چند ملک احمد نے خود اپنے کو کسی شاہ کے لقب سے نہیں معروف کیا لیکن چونکہ دکن میں اس کا نام احمد نظام شاہ مشہور ہے اس لئے موصوف فرشتہ اب سے احمد نظام شاہ بھری کے نام سے یاد کرے گا مختصر یہ کہ ملک احمد جینر پہونجا اور باپ کی رسم تعزیت ادا کر کے سپاہ اور رعیت کو اپنے سے مطمئن کیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں قصبہ بیٹیرہ کالوا دیٹن کے حوالی تک تمام و کمال اپنا قبضہ کر لیا۔ ملک احمد نے غنغان شباب میں کندھیل اور راجندر میں اور یاد اور دیگر ہندو راجاؤں سے جنگ کر کے اپنی شجاعت کا سکہ اچھی طرح بٹھا دیا تھا اس لئے سلطان محمود شاہ ہر چند اپنے امیروں منصبداروں اور سلاحداروں کو اس کے مغلوب کرنے کے لئے روانہ کرتا تھا لیکن یہ لوگ ملک احمد سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے بعض تو اپنی طاقت کا اندازہ کر کے اور بعض طاقت اندیشی سے اس جنگ سے پرہیز کرتے تھے سلطان محمود نے قاسم برید کی تحریک سے چند مرتبہ یوسف عادل کے نام بھی فرماں اس مضمون کا جاری کیا کہ عادل شاہ خواجہ جہاں دکنی اور نرین الدین علی طاشش حاکم جالند کے ہمراہ جنیر جا کر احمد نظام الملک کا فتنہ فرد کرے لیکن یوسف عادل نے عذر کر کے اس خدمت سے انکار کیا جبکہ حاجب یعنی ایچی کو تقریب کے بہانہ سے ملک احمد نظام الملک کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اس نواح کے انتظام اور ضبط ممالک میں کسی طرح کی کمی نہ کروا رہے اپنے لشکر کو جو انداپور سے نرین الدین علی طاشش کی مدد کو کیا تھا واپس بلا لیا اور وہ حصار بھی احمد نظام شاہ کے سپرد کر دیا اور اظہار دوستی اور موافقت میں کسی طرح کی

کو تباہی نہیں کی بلکہ اس فوجی مدد سے اسے اور زیادہ مطمئن بنایا۔ احمد نظام شاہ نے ظریف الملک انغال کو امیر الاسر مقرر کر کے نصیر الملک گجراتی کو میر محلہ کا عہدہ عنایت کیا اور زین الدین علی طاش کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ مجھے حق جوار اور ہمسائیگی کا بحد خیال ہے اور گو شجاع اور بہادر بھی جانتا ہوں اس لئے بہتر ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان سے بیگانگی کا پردہ اٹھ جائے اور گزشتہ فردگزشتیں دل سے کھال کر اپنے کو اس ریاست کا شریک غالب خیال کریں۔ زین الدین علی نے ان باتوں کو قبول کر کے اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا۔ اسی دوران میں شیخ مودی عرب جو خطاب بہادر الزماں سے مخاطب اور مردانگی اور شجاعت میں امرا کے گردہ میں متاثر تھا احمد نظام شاہ کی تباہی کے لئے کمر بستہ ہوا اور بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنیر پر محلہ آور ہو کر قلعہ پر بندہ کے دامن میں قیام پذیر ہو زین الدین علی نے بھی اپنی رائے بدل دی اور ارادہ کیا کہ اپنی فوج کے ساتھ اس سے جا ملے احمد نظام شاہ شیخ مودی کے قریب پہنچ جانے سے آگاہ ہوا اور اپنے اہل و عیال کو قلعہ بنزیر میں روانہ کر کے خود تنہا جنگ کے ارادہ سے آگے بڑھا احمد نظام حریف کے لشکر کے جوار میں پہنچا اور دشمن کی قوت اور اپنی فوج کی قلت کا خیال کر کے صف آرائی کرنا مناسب نہ سمجھا درحریف سے چار کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ احمد نظام نے انتہائی ہوشیاری سے کام لیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ زین الدین علی موقع کا منتظر ہے اور چاہتا ہے کہ جلد سے جلد شیخ مودی سے جا ملے۔ احمد نظام نے لشکر کو نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود خاصہ کے سہاراؤں اور منصب داروں کے ایک گروہ کے ساتھ حین کو نظام شاہی دائرہ حکومت میں حوالہ دار کہتے تھے شکار کے بہانہ سے لشکر سے نکلا اور زین الدین کے فرد گاہ مقام جالندہ پر دھاوا کیا۔ احمد نظام شب کے وقت غافل حریف کے سر پر پہنچا اور لکڑی کے ذریعے جو اس کے لئے تیار کیے تھے اور اپنے ہمراہ لایا تھا قلعہ کی دیواروں پر نصب کر کے سب سے پہلے مع سترہ سپاہیوں کے قلعہ میں داخل ہوا اس کے بعد اہل لشکر بھی چاروں طرف سے سوار ہو کر

قلعہ کے اندر آئے۔ یہ لوگ مسلح اور اہل قلعہ بالکل غافل اور خواب آلودہ تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین علی اور اس کے سات نواب قاتی تیر انداز قتل ہوئے اور جانہ فتح ہو گیا۔ اس فتح کی خبر مشہور ہوئی اور نصیر الملک کے دل میں بھی انگ پیدا ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ احمد نظام شاہ کی دایسی ہمسایہ شیخ مودی کے مقابلہ میں کار نمایاں کرے۔ نصیر الملک نے ایک گردہ قلیل جس کی تعداد تین ہزار سے کم تھی اپنے ہمراہ لیا اور شیخ مودی کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا یہ ایسے ایک کوس کے فاصلہ پر پہنچا اور شیخ مودی نے اس خیال سے آگاہ ہو کر ایک گردہ کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا ایک خونریز لڑائی کے بعد شیخ مودی کو شکست ہوئی دوسرے دن بھی شیخ مودی کا فرستادہ لشکر ہسپا ہوا اور وہ خود مجبوراً سوار ہو کر حریف کے مقابلہ میں آیا نصیر الملک دوردوز کی فتح سے مغرور ہو رہا تھا اپنے خستہ اور ماندہ لشکر کے ساتھ دشمن سے جنگ آزمایا ہوا لیکن فاحش شکست کھا کر یہ حال خواب ظریف الملک کے پاس واپس آیا اس درمیان میں احمد نظام شاہ بھی جانہ سے واپس آیا اور اس نے یہ حالت دیکھی اور اپنے پہلے اخلاق کی بنا پر نصیر الملک کے مکان پر گیا اور محبت آمیز کلمات سے اس کے دل پر مہر ہم رکھا اور اسے کلفت اور اندامت سے نجات دی۔ چند دنوں کے بعد احمد نظام شاہ نے ایک جبار لشکر ساتھ لیا اور اُدھی رات کے وقت حریف کے لشکر کی طرف روانہ ہوا اور اس پر شہمخون مار کر دشمن کی جہیت کو براگندہ کر دیا شیخ مودی عربی دکنی اور حبشی ایسروں کے ایک گروہ کے ساتھ قتل ہوا اور اس کے نعیمے اور خروگاہ اور بار برداری کے ساز و سامان کے دستیاب ہونے سے نظام شاہی شوکت اور عظمت میں معقول اضافہ ہوا۔ احمد نظام شاہ اس واقعہ کے بعد جنیر واپس آیا اور ایک لحظہ بھی سپاہ و رعیت سے غافل نہ رہا۔

سلطان محمود شاہ نے یہ خبر سنی اور بید غصہ میں آ کر عظمت الملک و بہر کو اٹھارہ ایسروں اور ایک جبار لشکر کے ساتھ جنیر کی ہم پر ناسزد فرمایا۔ احمد نظام بھی اپنی فوج کے ساتھ جنیر سے روانہ ہو کر قادر آباد کے کوہستان میں مقیم ہوا بادشاہ ہی فوج میری گھاٹ کے نیچے پہنچی اور احمد نظام سے تین ہزار

آزمودہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر منتخب کر کے قادر آباد سے احمد آباد میدر بار حملہ کیا۔ اور رات کے وقت بے خبر دہاں پہنچ گیا چونکہ دربانوں میں سے ایک شخص سازش میں شریک تھا رات کو بلا توقف کئے دروازہ کھل گیا اور احمد نظام شہر میں داخل ہوا یہ امیر نائب کے مکان پر پہنچا اور اپنے باب کے تمام اہل و عیال اور متعلقین کو پالکیوں میں سوار اپنے معتبر لوگوں کے ہمراہ جنیر روانہ کر دیا اور خود تمام شہر میں گردش کر کے نامزد امیروں کے زن و فرزند کو گرفتار کر کے صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا اور قصبہ بیٹڑ سے گذرتا ہوا قلعہ بندہ میں پہنچ گیا اور ان امیروں کے زن و فرزند کی عزت و ناموس کی حفاظت میں پوری کوشش کی۔ نامزد امیروں نے میری گھاٹ کے قریب نظام شاہ کے میدر کے سفر کی خبر سنی اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے یہ امیر حوالی شہر میں نظام سے آئے اور اس کے پاس بیغام بھیجا کہ تم نے چونکہ ہمارے زن و فرزند کی حفاظت کی ہے ہم تمہارے ممنون اور حلقہ بگوش ہو گئے لیکن یہ امر اپنی شجاعت سے بعید ہے کہ تم چوروں اور بد معاشوں کی طرح ہمارے مقابلہ سے فراری ہوئے اور پردہ بین عورتوں پر تم نے ظلم کیا۔ گیر و فرنگ بھی اس جرم کو گوارا نہیں کرتے جس کا مرتکب تم ایسا شخص ہو اسے۔ احمد نظام شاہ اس بیغام سے بیحد متاثر ہوا اور اس وقت ان امیروں کے زن و فرزند کو بیحد تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے پاس روانہ کر دیا۔

اور اسی دوران میں سلطان محمود شاہ کا فرمان اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا صادر ہوا کہ احمد نظام برابر تاخت و تاراج کر رہا ہے اور اسکی پرواز میں کمی نہیں آئی تم لوگ اس کے خوف سے اپنے خیموں میں پناہ گویں ہو اگر اپنے قصور کی تلافی کر کے اس مجرم کو گرفتار کر کے بارگاہ شاہی میں لاؤ گے تو غضب سلطانی میں گرفتار ہو کر اپنی موردنی عزت و حرمت کو خیر باد کہہ کر ذلیل و خوار ہو گے۔ امیر اس فرمان کو منکر حوالی شہر میں مقیم ہوئے امیر بادشاہ کو اس مضمون کا عرضہ روانہ کیا کہ ہم سپاہی ہمیشہ لوگ ہیں ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کو خاک و خون میں ملانا ہے اگر ہوشیاری میں کسی طرح کی غفلت ہوتی ہے

تو اس کا جواب وہ عظمت الملک ہے ہماری رائے میں بجائے عظمت الملک کے کوئی دوسرا امیر ہمارا افسر بنایا جائے تو دشمن کا خاتمہ بعد آسانی سے ہو جائیگا سلطان محمود نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور جہانگیر خاں کو تین ہزار سواروں کے ہمراہ کو لاس یعنی صوفیہ تلنگانہ سے طلب کر کے اس کو سر لشکری کا خلعت عطا فرمایا اور بجائے عظمت الملک کے بیڑ پر روانہ کیا۔ جہانگیر خاں جو بہمنی بارگاہ کے نامی امیروں میں تھا اور بہت سے معرکہ سر کر چکا تھا اور اپنی شجاعت و سیاست میں یکتائے روزگار اور سارے دکن میں شہرہ آفاق تھا فوراً سوار ہو کر پرندہ روانہ ہوا۔ مخدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اپنے فرزند عظیم خاں کو احمد نظام کی ہمہ پرستیں کیا۔ احمد نظام نے معرکہ آرائی کو نامناسب نہ خیال کیا اور پٹن روانہ ہو گیا اور فتح اللہ غادی کے پاس قاصد روانہ کر کے اس کو حقیقت حال سے اطلاع دی۔ فتح اللہ غادی نے اس معاملہ پر کچھ توجہ نہ کی اور جہانگیر خاں حوائی پٹن میں پہنچ گیا۔ احمد نظام پٹن سے کوچ کر کے جنیہ واپس آیا اور جیور گھاٹ کو عبور کر کے کوہستان جنیہ میں داخل ہوا۔ نصیر الملک کچھ اچھے قادریوں کی فوج اور خزانہ اور غلہ و آذوقہ کے ہمراہ احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور جیور گھاٹ کے راستوں کو سد و کر کے وہیں قیام پذیر ہوا۔ جہانگیر خاں کو معلوم ہوا کہ جیور گھاٹ نظام شاہیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ بیگانہ گھاٹ سے بیکار ہو رہے ہیں اور احمد نظام کے سربراہ مقیم ہوا دونوں فریق کے درمیان چھوٹے کا فاصلہ تھا ایک ہمدردی کا فاصلہ تھا اور دوسرے کے مقابلہ میں خیمہ زن رہیں چونکہ رسالت کا زمانہ تھا اور احمد نظام کے مقابلہ میں لشکر نے نہایت سختیاں برداشت کی تھیں تمام فوجی عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اور دن و رات بادہ خواری کے شغل میں نہلک ہو کر حریف سے بالکل غافل ہو گئے شاہی لشکر کی بے خبری احمد نظام شاہ کے کانوں تک پہنچی اور اس امیر نے تیسری رجب ۹۵۹ ہجری کی رات کو عظیم خاں کے ہمراہ کوہستان قصبہ جیور سے کوچ کیا اور اس قدر تیزی کے ساتھ مسافت طے کی کہ صبح کو بیکار پور کے نواح میں پہنچ گیا اور بلائے بے درماں کی طرح حریف پر

حلاؤ اور ہوا۔ دشمنوں میں کسی کو مجال نہ ہوئی اور بہت سے تو عین خواب کی حالت میں راہی عدم ہوئے اور جن لوگوں نے خواب غفلت سے آنکھ کھول کر قضا کو سر پر سوار دیکھا انھوں نے راہ فرار اختیار کی جہانگیر خاں بیدار ساقی سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں امرائے لشکر قتل کئے گئے اور ان کے علاوہ بیس ماندہ امیر حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے احمد نظام شاہ نے اپنے قیدیوں کو گائے اور بھینس پر سوار کیا اور ان کے کپڑے زانو تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد اس کے ان کو جان کی اماں دیکر دار الملک روانہ کر دیا۔

شاہ جلال الدین حسین انجو۔ نے جس کام تفننی نظام شاہ کے عہد حکومت کے ذکر میں بیان کیا جانیگا مورخ فرشتہ سے بیان کیا کہ یہ عمر کہ جنگ باغ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قبضہ چنگا پور میں جہاں کہ نفع حاصل ہوئی تھی اس مقام پر احمد نظام شاہ نے ایک باغ لگا کے اسی نے اس کو باغ نظام کے نام سے موسوم کیا اس باغ کے گرد عمدہ چار دیواری کھینچی گئی اور اس کے اندر بے نظیر عمارت تعمیر کرائی گئی تھوڑے ہی زمانہ میں یہ باغ رشک ارم بن گیا۔ اور برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس مقام کو اپنے لئے مبارک سمجھ کر اس میں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اس میں قیام پزیر ہوئے۔

غرض کہ احمد نظام نے اس فتح کے شکرانہ میں قبضہ چنگا پور کو علماء اور مشائخ کے لئے وقف کر دیا اور خود کامیاب اور بامراد جنیر واپس آیا اور بلا کسی مزاحمت کے منہ حکومت پر متمکن ہوا۔ احمد نظام نے یہ صف عادل کی رائے کے موافق خطبہ اور مسک سے سلطان محمود کا نام خارج کیا اور اپنے نام کے خطبے اور سکے جاری کر کے جتہ سفید جو اس زمانہ میں شمال دہلی۔ گجرات اور مندوکا نشان تھا اپنے سر پر سایہ فلکس کیا۔ خواجہ جہاں اور نیز دیگر امرائے دکن جو احمد نظام شاہ کے باوفا اور ہی خواہ تھے خطبہ اور چتر کے واقع سے ناراض ہوئے اور کہا کہ سلطان محمود دہلی کی زندگی میں چتر سر پر سایہ فلکس کرنا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کرنا بے ادبی ہے۔ نظام شاہ صاحب عقل و فراست تھا

اس وقت اٹھتی اور صلح کو مناسب سمجھا اور خطبہ اپنے نام کا موقوف کر دیا اور اپنے
 افسران فوج کو طلب کر کے ان سے کہا کہ تم لوگوں کی رائے بہت صحیح ہے میں نے
 خطبہ موقوف کر دیا ہے لیکن چتر سے مدعا یہ ہے کہ انسان تہذبات آفتاب سے
 محفوظ رہے اس لئے اس میں تغیر کو نامناسب نہیں سمجھتے ان امیروں نے
 جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو اس بات کی عام اجازت ہو جائے کہ جس شخص کا دل
 چاہے آفتاب کی گرمی سے بچنے کے لئے چتر اپنے سر پر لگائے احمد نظام شاہ
 نے مجبوراً اس قسم کے احکام صادر کر دیئے اور حاکم اور رعیت میں یہ امتیاز رکھا
 گیا کہ احمد شاہ کے چتر سفید پر ایک پھول سرخ کپڑے کا بنا دیا گیا اور تمام اشخاص
 کا چتر یک لخت سفید قرار دیا گیا غرض کہ رفتہ رفتہ عادل شاہی - عماد شاہی -
 قطب شاہی اور برید شاہی خاندانوں میں چتر کا رواج ہو گیا چنانچہ تحریر کتاب
 کے وقت تک جو شاہ اجہری سے دکن میں شاہ گداسبھوں کے سر پر چتر
 سایہ فلک نظر آتا ہے یہ خلاف دیگر بلاد ہند کے جہاں چتر صرف فرما نوا کے
 لئے مخصوص ہے - خواجہ جہاں اور اعظم خاں وغیرہ احمد نظام کی غنائتوں سے
 شاہانہ نوازش سے فیضیاب ہو کر بادشاہ کے شرمندہ احسان ہوئے اور
 ان امیروں نے دو ماہ کے بعد بالاتفاق احمد شاہ سے عرض کیا کہ خطبہ اپنے
 نام کا جاری کرے ان امیروں نے اس امر پر بیجا اصرار کیا چونکہ احمد شاہ خود
 اس امر پر راغب تھا اس نے ان امیروں کو ممنون احسان بنا کر ملک میں
 اپنے نام کا خطبہ جاری کیا - احمد نظام نے قلعہ دندار چوری کی تسخیر پر کمر ہمت
 باندھا یہ قلعہ کہن کا مضبوط حصہ رہے اور بند چیل میں واقع ہے - احمد نظام خود
 اس مہم پر گیا اور دو ماہ یا ایک سال اس کا محاصرہ جاری رکھا اور آخر کار صلح کے
 واسطے سے قلعہ پر قابض ہو کر مطمئن ہوا - اس مہم کے بعد دولت آباد کے
 قلعہ کی تسخیر کا خیال آیا اور کبھی کبھی اس کی تدبیریں سوچتا احمد نظام کو یہ معلوم
 تھا کہ اس قلعہ کو بزورِ شمشیر فتح کرنا مشکل ہے اس لئے اس نے ملک و جہم
 اور ملک اشرف والیان قلعہ سے طریقہ احسان اور مدارات کی راہ کھولی -
 کہتے ہیں کہ ملک وجہ الدین اور ملک اشرف دو حقیقی بھائی تھے -

ان بھائیوں میں بھید محبت تھی۔ ہر دو برادر اصل میں خواجہ جہاں اکاوان کے ملازم تھے اور اس کی نیابت کے بعد سلطان محمود کے سرداروں میں داخل ہو کر زندگی بسر کر رہے تھے۔ ملک نائب نظام الملک نے ان دونوں بھائیوں پر لڑائی کی اور ان کو صف امر میں داخل کر کے ملک وجیہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانہ دار اور ملک اشرف کو حاکم شہر مقرر کیا۔ ملک اشرف اور ملک وجیہ نے اس نواح کا بہترین انتظام کر کے دولت آباد کے سرکشوں راہزنوں کو تباہ اور پائل کیا اور دولت آباد سے لے کر سلطان پور ندر بار کی سرحد اور پاکلانہ تجارت تک ملک کو ایسا شہرہ آفاق بد معاشوں کے وجود سے پاک کیا کہ تجارت ہمیشہ آسانی کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعایا ان سے بھید رافقی اور ان کی شکر گزار بھی ملک آباد اور ممورا در رعیت فارغ البال ہوئی۔ مرہٹوں کے ایک سردار نے جو سلطنت بہمنہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ کالانہ پر قابض ہو گیا تھا ملک وجیہ اور ملک اشرف سے اتفاق کر لیا اور راہزنی سے باز آیا یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کے احسانات کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بھی خواہی کا بھی دم بھرتے تھے احمد نظام نے بھی بارغ نظام اور دند راج پوری کی فتح کے بعد اپنی بہن بی بی زینب کا نکاح ملک وجیہ الدین سے کر دیا اور خلوص کی بنا کو رشتہ بندی سے اور ضبوط کیا۔ خدا نے وجیہ الدین کو بی بی زینب کے بطن سے ایک فرزند عطا فرمایا ملک وجیہ الدین نے بیٹے کو کسی نام سے موسوم کرنا احمد نظام کے سپرد کیا جس نے جواب میں لکھا کہ میرے والدین پچپن کے زمانہ میں مجھے موتی کہا کرتے تھے بہتر ہے کہ تم بھی اپنے فرزند کو اسی نام سے موسوم کر دو ملک وجیہ الدین نے احمد نظام شاہ کی رائے کے موافق عمل کیا اور اس کی عظمت و شوکت اور دوبالا ہوئی۔ ملک اشرف کو بھائی کے ازویا قرابت سے حسد پیدا ہوا اور برادر بزرگ کے قتل پر آمادہ ہوا ملک اشرف کا خیال یہ تھا کہ اپنے بھائی کو قتل کر کے دولت آباد چھوڑا دو دوسرے پر گنوں پر قبضہ کر کے صاحب خطبہ اور جتیر ہو جائے۔ جب ملک وجیہ کے گھر میں فرزند پیدا ہوا اور اس کی احمد نظام کے ساتھ قرابت ہوئی تو ملک اشرف کے ارادوں میں خلل پیدا ہوا

اور بھائی کا دھن جانی بن گیا اور اس نے موقع پا کر اہل قلعہ کی مدد سے اپنے
 بھائی کو قتل کیا اور اس کے فرزند کو بھی زہر سے ہلاک کر کے دولت آباد کا
 مستقل حاکم بن گیا۔ ملک اشرف برہان پور اور برار کے حکام سے سلسلہ
 اتحاد پیدا کر کے محمود شاہ گجراتی کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگا اور کبھی کبھی تحفے
 اور ہدیے بھیج کر اپنے کو شاہ گجرات کے بھی خواہوں میں شمار کیا کرتا تھا۔
 بی بی زینب اپنے شوہر اور فرزند کے قتل کے بعد جنیر واپس تھیں اور بھائی
 کے دامن میں پناہ لیکر فریاد رسی کی طلبگار ہوئی احمد نظام نے اپنی بہن کو تسکین دے
 اور ۸۹۹ھ ہجری میں اپنے لشکر اور جمعیت کے ساتھ دولت آباد کی تسخیر کا ارادہ
 کر کے میٹر سے روانہ ہوا۔ احمد نظام پٹنہ پور کے حوالی میں پہونچا اور باغ نظام میں
 فوج کش ہو اچند روز عیش و عشرت میں مشغول رہا سہی دوران میں تاج الدین
 دکنی اور دیورس پنڈت قاسم برید کے فرستادہ احمد نظام کی بادگاہ میں حاضر ہوئے
 اور انھوں نے یہ پیغام دیا کہ یوسف عادل نے میرے تباہ کرنے پر کمر ہمت
 باندھ ہی ہے اور احمد آباد و بیدر کا محاصرہ کر لیا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد
 کے محاصرہ کا خیال ترک کر کے اپنے محب فطرت کی مدد کا خیال فرمائیں تو
 مدت العمر ممنون احسان رہوں گا بلکہ اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل
 کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد میں بھی فتح دولت آباد حاصل کرنے میں
 پوری کوشش اور مدد سے کام لوں گا۔ احمد نظام نے قاسم برید کی رائے سے اتفاق
 کیا اور دولت آباد کی تسخیر کا ارادہ ترک کر کے احمد آباد و بیدر پہونچا جس کا مفصل حال
 سلطان محمود شاہ کے عہد حکومت میں معرض بیان میں آچکا ہے۔ احمد نظام
 اس معاملہ سے فارغ ہو کر اسی راہ سے دولت آباد پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا
 دو مہینے کے بعد حصار کے اطراف و جوانب کو دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ اس
 قلعہ کو جبراً اور قہراً فتح کرنا نہایت دشوار ہے احمد نظام نے یہاں سے کوچ کیا
 اور جنیر روانہ ہوا اثنائے راہ میں پٹنہ پور پہونچا اور یہ قرار دیا کہ چونکہ یہ مقام دولت آباد
 اور جنیر کے درمیان میں واقع ہے مناسب ہے کہ ایک نیا شہر یہاں آباد کر کے
 اسے اپنا دارالملك قرار دے اور ہر سال خریف و ربیع کے زمانہ میں جبکہ غلہ اور

آؤ تو بدولت آباد کے لئے باہر سے آئے تو اس کو تاخت و تاراج کرے ممکن ہے کہ اس طرح اہل قلعہ ضروریات زندگی سے محروم ہو کر عاجز ہوں اور چھاراس کے پھر دو دیں۔ سنیہ ہجری میں احمد نظام نے اہل نجوم کی اختیار کردہ نیک ساعت میں بلخ نظام کے مقابل نہر سین کے کنارہ ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے سنا کہ احمد آباد گجرات کو اس نام سے احمد شاہ گجراتی نے موسوم کیا ہے اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بادشاہ و وزیر اور قاضی شہر کا نام احمد تھا حسن اتفاق سے اس شہر کی بنا کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی بادشاہ نے اس جدید شہر کو احمد نگر کے نام سے موسوم کیا ظاہر ہے کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا و مسند علی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام بھی احمد تھا اور نیز قاضی لشکر بھی احمد کے نام سے موسوم تھا۔ احمد نظام کو اس شہر کی تعمیر میں بیجا انہماک تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تمام افسر دل اور منصبداروں اور سلاحداروں نے شہر میں عمارتیں تعمیر کرائیں اور دو ہی تین برس کے عرصہ میں شہر مصر و بغداد کا نمونہ بن گیا۔ احمد نظام نے اپنی رائے کے مطابق گل درآمد کیا اور ہر سال دو مرتبہ لشکر نظام شاہی دولت آباد کو تاخت و تاراج کرتا اور زراعت اور غلہ کو تباہ کر کے رعایا کے مکملوں میں آگ لگادیتا تھا۔ قایم نظام شاہیہ میں جس کا مولف سید علی سخانی ہے اور جس نے برہان نظام شاہ کے عہد میں اس کتاب کی تالیف کی بنا ڈالی لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور کتاب ناتمام رہی مرقوم ہے کہ احمد نظام شاہ بکھری کے جاہ و جلال کی خبر دور و نزدیک تک مشہور ہوئی اور عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی حاکم برہان پور نے اس سے رابطہ اتحاد پیدا کر کے دو ہزار سوار اس کی لگب پر مقرر کئے تاکہ یہ فوج منفرد دولت آباد میں ہمیشہ نظام شاہ کے ساتھ رہے اور شہر کی فتح میں پوری کوشش کرے عادل خاں نے فتح اللہ دار الملک سے بھی دوستی کی راہ ورسم بڑھائی اور اپنے آباء و اجداد کی روض کے خلاف سلطان محمود گجراتی سے مخالفت پیدا کی اور جو رقم ہر سال گجرات کے خزانہ میں داخل کی جاتی تھی اسے یک قلم موقوف کر دیا۔

سنہ ہجری میں سلطان محمود گجراتی نے اپنے ملک کی سیر کرنے

بہانہ سے سفر کیا ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں قاصد روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ احمد نظام کے محاصرہ اور تسلط سے میں عاجز ہوں بہتر ہے کہ جناب میری مدد کے لئے اس طرف قصد فرمائیں۔ سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کی ہوس میں لشکر عظیم فراہم کیا اور دکن روانہ ہوا اور یہ طے کیا کہ عادل خاں فاروقی کی تنبیہ اور تادیب کرتا ہوا دولت آباد کی راہ لئے محمود شاہ سلطان پور و ربار کے فوج میں پہونچا اور عادل خاں نے پریشان اور مضرب ہو کر احمد نظام شاہ بھری سے مدد طلب کی اور محاصرہ دولت آباد کو ترک کرنے کی استدعا کی احمد نظام شاہ پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے برہان پور روانہ ہوا احمد نظام برہان پور پہونچا اور فتح اللہ عادی بھی اپنی فوج کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آیا نصیر الملک گجراتی نے نظام شاہ کی رائے سے محمود شاہ گجراتی سے جو قلعہ امیر کے حوالی میں قیام پذیر تھا رسل و رسائل کی بنا ڈالی اور قہوڑے زمانہ کے بعد ایک گجراتی امیر کے ذریعہ سے جو محمود شاہ کا مقرب تھا ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگرچہ نوشتہ تقدیر کے موافق میں احمد نظام کا ملک خوار ہوں لیکن میرا وطن تہر گرات ہے اپنے ملک کے فرمانروا کی خیر خواہی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ایسے بادشاہ عالی جاہ سے یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ اس قسم کے فرعی معاملات کو طے کرنے کے لئے خود زحمت گوارہ فرمائے حاکم برہان پور لشکر اور جمعیت کے اعتماد سے بادشاہ کے ایک امیر کا بھی ہمسہ نہیں ہے ایسے شخص کے مقابلہ میں صف آرائی کرنا خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ دکن کا عالی ہمت فرمانروا اس کی مدد کے لئے آیا ہے نہایت نازیبا ہے۔ آپ از روئے اخلاص بادشاہ سے عرض کریں اور قلعہ اور کثرت فوج کا کلیہ اس کے ذہن نشین کروادیں تاکہ بادشاہ مخالفت کا ارادہ ترک کر کے صلہ برآمدہ ہو جائے ظاہر ہے کہ سرکہ آرائی کرنے میں فتح شکست کوئی پہلو بھی یقینی اور اپنا اختیار نہیں ہے یہ باتیں خدا کی مشیت پر موقوف ہیں اگر بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی تو دنیا بھی جیسی کہ سلطان محمود نے ایک جوار لشکر کے ساتھ معدودے چند اشخاص کو زیر کر گیا۔

اور اگر خدا نہ کردہ معاملہ برعکس ہوتا تو یہ دھبہ ہمیشہ کے لئے اس خاندان عالیشان کے دامن کو داغدار کرتا رہے گا۔ گجراتی امیر نے نصیر الملک کا نوشتہ محمود شاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا اور بادشاہ شش و پنج میں گرفتار ہو گیا اور صراحتاً احمد نظام شاہ نے محمود شاہ کے ایک فیصل بان کو جو بھری سال نامی ہاتھی کی تنگبانی پر مقرر تھا سیم و زر کی بوجھار سے اپنا رازدار بنایا اور یہ طے پایا کہ فلاں شب جھکے ناریکی میں بادشاہ و سپاہ سب اپنے اپنے خیموں میں غافل لیٹے ہوں یہ فیلیاں مست اور شہساز در ہاتھی کی زنجیر کھل کر اسے لشکر کی طرف بھگا دے اس قرار واد کے موافق نظام شاہ نے اس رات پانچ ہزار پیادوں کا ایک گروہ جس میں توپچی کا نڈار اور باندار شامل تھے اور پانچ ہزار تیسر انداز سواروں کی ایک جمعیت غلغلیہ کی اور ان کو لشکر گجرات کی طرف روانہ کیا نظام شاہ نے اپنی فوج کو سمجھا دیا کہ یہ لوگ کہیں گاہ میں پوشیدہ رہیں اور جب گجرات کے لشکر میں شور و غوغا بلند ہو اس وقت یہ لوگ تیز و کمان سے دشمن کو یاٹمال کر دیں۔ اہل لشکر نے نظام شاہ کے حکم کے موافق عمل کیا اور گجرات کے لشکر کے قریب پہونچ کر ادھر اُدھر پوشیدہ ہو گئے دو گھنٹی رات گزرنے کے بعد فیصل بان نے ہاتھی کو آزاد کر کے لشکر کی طرف بھگا دیا اس کو ہپیکر جالور کے خوف سے اہل لشکر نے غوغا اور فریاد کی آواز بلند کی سواروں اور پیادوں نے کہیں گاہ سے نکل کر گجراتیوں پر حملہ کیا اور چاروں طرف نفیر اور نقارہ کی آواز بلند ہوئی اور سپاہیوں نے تیر و تشنگ چلانا شروع کیا سلطان محمد اور اس کے امیر دکنی اہل خاندانیں سے اس جرأت کی امید نہ رکھتے تھے اور غرور اور تکبر کے نشہ میں سرشار اپنے خیموں میں خواب غفلت میں گرفتار تھے اس شور و فریاد کو سنا کر سوار ہونے لگے۔ اس واقعہ سے قبل سلطان محمود نے سنا تھا کہ احمد نظام شاہ نے سلاطین ہمنیہ کے لشکر کے چار ہزار منتخب سواروں کو انعام و اکرام سے گرد جمع کر کے اپنے خاصہ خیل میں داخل کر لیا ہے اور اپنی بارگاہ میں بارہا یہ کہہ چکا ہے کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کی جمعیت سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں محمود شاہ کے چتر اور علم پر حملہ کروں گا۔ اس کے بعد خدا کو اختیار ہے جسے چاہے نفع عنایت کرے اور جسے چاہے

ذلیل و خوار کرے محمود شاہ کے دل میں بھی یہ خیال جاگزیں تھا اور اس رات یہ نمبر بھی مشہور تھی کہ احمد نظام نے چار ہزار سواروں کے ساتھ شب خون مارا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ محمود شاہ کے سراپہ بردہ پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچائے سلطان محمود سوار ہو کر دس بارہ پیادوں کے ساتھ سراپہ بردہ کے باہر آیا اسی کے ساتھ ساتھ بکری سال نانی ہاتھی نے سراپہ بردہ کے عقب میں پہنچ کر چند تھکے سراپہ بردہ کے پارہ پارہ کر دئے اہل حرم نے شور و فریاد کرنا شروع کیا محمود شاہ کو اب یقین ہو گیا کہ احمد نظام نے سراپہ بردہ پر حملہ کیا ہے اور بلا توقف مع چند آدمیوں کے راہ فرما اختیار کی اس درمیان میں تین چار سو آدمیوں کا مجمع اس کے گھوڑے جمع ہو گیا اور شور و در زیادہ بلند ہوا محمود شاہ نے اس مقام سے بھی کوچ کیا اور تین گوس براہ راست لے کر تار ہا گجراتی امیروں نے فوج آزمائے کر کے لڑائی شروع کی اور اہل دکن اپنے لشکر کو واپس آئے اعیان گجرات مبارک باد کے لئے بادشاہ کے پاس گئے لیکن جب سلطان محمود کو اس کی جگہ پر نہ پایا تو سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا تھا امیروں نے باہم اتفاق کر کے اب وہو کی خرابی کا بہانہ کیا اور اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے سلطان محمود کے عقب میں روانہ ہو گئے سلطان محمود کو اب اہل دکن کے ملکہ حال معلوم ہوا لیکن چونکہ اسی شب پھر واپس ہونا مصلحت کے خلاف سمجھا جہاں پہنچ چکا تھا وہیں قیام کیا نظام شاہ نے تیر کو ہدف مراد پر پایا اور صبح کے وقت عادل خاں کے ہمراہ کوچ کر کے سلطان محمود کے فرو دگاہ پر مقیم ہوا اور جس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا وہ وقوع میں آئی۔ اس واقعہ کے بعد طرفین کے شیر درمیان میں آئے اور صلح کر کے یہ قرار پایا کہ ہر فرماؤ واپس ملکہ کو واپس جائے مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ قمرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ہم کا فیصلی حال ظلم انداز کر دیا گیا ہے کہتے ہیں کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے واپس ہو کر دولت آباد پہنچا اور اس مرتبہ بڑے غیظ و غضب کے ساتھ لشکر کو پھر محاصرہ کی حالت میں چھوڑ کر خود بالاکھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا احمد نظام اسی جگہ متمکن تھا کہ باغبانوں کے

ایک گروہ نے چند دنے ام بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور عرض کیا کہ اب سے سات سال پیشتر جب حضور اس عمار کی تعمیر کے لئے تشریف لائے تھے اور اسی نواح میں مقیم تھے تو چند اموں کے غم سراپہ دہ شاہی میں بڑے رہ گئے تھے چونکہ موسم برسات کا تھا غم سرسبز ہوئے اور ہم تک خواروں نے اس کی پوری حفاظت کی شاہی اقبال سے اب ان درختوں میں پھیل آئے یہ چند ام دی ہیں جو ہم بادشاہ کے حضور میں لے آئے ہیں۔ احمد نظام نے جواب دیا کہ یہ اقبال مندی کی شناخت اور حصاد کس طرح ہونے کی علامت ہے۔ ملک اشرف نے احمد نظام کی کوششوں کا اندازہ کیا اور سلطان محمود گجراتی کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں احمد نظام کے تسلط اور محاصرہ کی شکایت کی اور اس سے پیغام دیا کہ یہ قلعہ دراصل آب کی ملکیت ہے اگر ایک بار اور ادھر کا سفر فرمائیں اور مجھ کو اس بھری خصال امیر کے منجہ عقوبت سے نجات دیں تو میں ملک میں جناب کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال باج و خراج خزانہ میں داخل کرتا رہوں گا سلطان محمود کا دلی سننا تھا کہ اپنے فرار ہونے کی ندامت کو زایل کر کے اس کا مدار کمرے اور دکن کے باخندوں کو جو اسے شب خون کے بعد سے سلطان محمود بیکرہ کہتے تھے پوری گوش مالی دے اس نے ملک اشرف کا معروضہ قبول کیا اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوا۔ سلطان محمود دریا ٹپن کے کنارہ پہنچا۔ اور احمد نظام محاصرہ کو ترک کر کے احمد نگر واپس آیا۔ ملک اشرف نے محاصرہ کی تکلیف سے نجات پا کر سلطان قطب الدین کی مسجد میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تحفے اور ہدیے اور بے شمار نقدی دولت پیش کی اور ہر سال خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے بادشاہ کو اپنے سے راضی کر لیا۔ سلطان محمود یہ وقت غنیمت سمجھا اور کئی سال کا خراج داخل خاں سے وصول کر کے اپنے ملک کو روانہ ہو گیا احمد نظام نے یہ خبر سنی اور بھری اور عقاب کی طرح پھر دولت آباد پہنچا۔ اہل عمار ملک اشرف سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام کا خطبہ جاری کیا ہے

ان لوگوں نے پوشیدہ احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ ہم لوگ بندگان
 حضور ہیں آپ کو اپنا مالک اور حاکم بنا ہر طرح بہتر جانتے ہیں اور آپ کے
 عقیدت مند ملازم ہیں آپ جلد سے جلد تشریف لائے اور ہماری جان نثاری
 کا حال مشاہدہ کیجئے احمد نظام نے دریا گئے گنگ کے کنارہ اس سر بیضوں کو لٹھا
 اور دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ اسی رات دولت آباد پہونچا اور قلعہ کا
 محاصرہ کر لیا۔ ملک اشرف کو اہل قلعہ کے ارادے سے جو سب کے سب
 قوم کے مہربان تھے اطلاع ہو گئی اور وہ غم و غصہ سے صاحب فراش ہو کر پانچ
 ہی چھ روز کے عرصہ میں راہی عدم ہو گیا۔ حصار کے محافظ مع کنبی کے احمد نظام
 کی خدمت میں حاضر ہوئے احمد نظام نے ان لوگوں پر مہربانی فرمائی اور
 قلعہ کی سیر کے لئے اندر گیا جہاں کہیں کہہ مت کی ضرورت تھی اس کی تعمیر
 کرائی اور حصار اپنے معتد امیروں کے سپرد کر کے خود احمد نگر واپس آیا۔
 احمد نظام نے نیک ساعت میں باغ نظام کے اندر جس کو اپنے لئے مسجد
 مبارک سمجھتا تھا اپنا محل تیار کرایا اور ایک پختہ قلعہ تعمیر کر کے دلکش اور
 بلند عمارتیں تعمیر کرائیں اور ان مکانات میں دلکش تصویروں سے آرائش
 کے لئے کی نصب کر لیں۔ اس زمانہ میں بادشاہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ
 قلعہ شہر اور دیگر حصار تمام و کمال سر کئے اور کالہ اور بکالہ کے راجاؤں سے
 پیش کش وصول کر کے انھیں اپنا باجگذار بنایا اور احمد نگر کی مسند حکومت
 پر بٹھکوا۔

۹۱۳ ہجری میں داؤد خاں فوت ہوا۔ اور برہان پور میں ولایت
 سلطنت کی بابت امیروں میں مناقشہ ہوا ملک حسام الدین مغل سے
 جو برہان پور کا سب سے بڑا امیر تھا احمد نظام کے پاس کاھدر روانہ کئے
 اور خانہ زاد عالم خاں جو حکام امیر کی اولاد میں تھا اور محنگو میں زندگی کے
 دن بسر کر رہا تھا برہان کا دلی بنانے کے لئے طلب کیا اور احمد نظام اور حاکم
 کاویل کی رائے کے موافق اسے برہان کا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ سلطان محمود بیک
 گجراتی نے اپنے دختر زادہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی کے لئے

یہ منصب تجویز کیا محمود شاہ نے لشکر جمع کر کے خاندیس کا سفر کیا ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عدا الملک سے مدد طلب کی یہ فرمانروا اپنی فوج لے کر برہان پور روانہ ہوئے۔ ملک لاٹن نے جو خود بھی برہان پور کے نالی امیروں میں تھا ملک حسام الدین کی رائے سے مخالفت کی اور ملک کے بہات میں بیحد ابتری پھیل گئی سلطان محمود بھی تالینز کی فوج میں پہونچا اور اس نے ہزار سوار ملک حسام الدین کے لئے مقرر کئے یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل روانہ ہوئے چند دنوں کے بعد جب ان کے لشکر کو برہان پور میں قیام کرنا نصیب نہ ہوا تو بلاخصت حسام الدین کے کاویل روانہ ہو گئے نظام شاہ نے معاملہ کو اس رخ پر دیکھ کر عدا الملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آیا خان زادہ عالم خاں خاندیس سے فرار ہو کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا نظام شاہ نے سلطان محمود کی دایسی کے بعد عالم خاں کو اپنے ساتھ لیا اور اپنی سرحد پر قیام کر کے ایک قاصد مع نامہ کے سلطان محمود گجراتی کے نام روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ عالم خاں یہاں قیام پذیر رہے جناب سے امید ہے کہ امیروں برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عطا ہو گا۔ سلطان محمود اس کی سابقہ بے ادبیوں سے آزرده تھا اور نیز عادل خاں نے بھی بارہا اس کی شکایت لکھی تھی قاصد سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ سلاطین ہمنیہ کے غلام زادہ کی کیا طاقت ہے جو بادشاہوں کے ساتھ اس قسم کی خط و کتابت کرے اور اپنی بساط سے زیادہ قدم پھیلائے اگر اپنے سابقہ قصور سے توبہ نہ کریگا اور اس پر نادم نہ ہوگا تو غریب اپنی سزا کو پہنچے گا احمد نظام اس سے زیادہ جرات کو نابے محل جسارت سمجھا۔ اور خان زادہ عالم خاں کے ہمراہ جلد سے جلد احمد نگر واپس آیا چونکہ احمد نظام کے تمام کام اس کی آرزو کے مطابق پورے ہو چکے تھے اب فلک شعبہ باندھنے کام میں مشغول ہوا سب سے پہلے نصیر الملک نے جو نظام شاہ کا دشمن الدولہ تھا وفات پائی اور اس کی جگہ مکمل خاں جشی مقرر کیا گیا دو یا تین ماہ کے بعد بادشاہ کو لا علاج مرض لاحق ہوا احمد نظام نے امیروں اور ارکان دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے ہفت سالہ فرزند برہان شاہ کو

اینا دلی عہد مقرر کر کے امیروں سے اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے قید نہیں لیں احمد نظام نے سلسلہ ہجری میں دنیا سے رحلت کی۔ اس بادشاہ کے پسندیدہ حصال و عادات و اطوار اور اس کے صفات کے تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے لیکن ناظرین کی اطلاع کے لئے مورخین کی پیروی کرتا ہوں اور مختصر حال عرض کرتا ہوں اس پر ہمیز کار اور نیک روشت فرمانروا کی ایک عادت یہ تھی کہ سواری کے وقت شہر و بازار کے چپ دراست نگاہ نہیں کرتا تھا ایک گستاخ امیر نے اس کا سبب دریافت کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ شہر سے گزرتے وقت ہر قسم کے فرد و عورت نظر آتے ہیں اور سواری کا تماشہ دیکھنے کے لئے سڑک پر استادہ رہتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ میری آنکھ کسی نامحرم عورت پر پڑے اور اس کا وبال میرے اوپر نازل ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنی حکمرانی کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ احمد نظام کا شباب تھا کادیل کو قمع کرنے کے لئے اپنے غم سے سفر کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے اس کو سر کر لیا اس قلعہ کے نظر بندوں میں ایک چار یہ تھی جو اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے بے نظیر اور بے مثال سمجھی جاتی تھی۔ وزیر سلطنت ملک نصیر الملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن سوا اس کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اس پر ہی جمال کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرے نصیر الملک نے فرصت کے وقت بادشاہ سے عرض کیا کہ قید یوں کے گروہ میں ایک جوان عورت ہے جو حسن و خوبصورتی میں اپنا جواب نہیں دہکتی میں نے اس عورت کو بادشاہ کے لئے تمام اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے اگر حکم ہو تو اسے شہستان حرم میں بھیج دوں بادشاہ اس خبر کو سن کر بخوش ہوا اور نصیر الملک کی بھید تعریف کی رات کے وقت نصیر الملک نے اس عورت کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا احمد نظام نے بغیر اس کو ہاتھ لگائے اس سے پوچھا کہ وہ کس قوم اور کس قبیلہ کی عورت ہے عورت نے جواب دیا کہ میری جان بادشاہ پر قربان ہو میں فلاں قبیلہ کی لڑکی ہوں اور میرے

والدین اور میراثوہر حضور کے قیدیوں میں داخل ہیں بادشاہ نے عورت کی زبان سے شوہر کا لفظ سنتے ہی تقویٰ و برہنہ نگاری سے کام لیا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور کہا کہ تم مطمئن رہو میں تمھارے والدین اور شوہر کو قید سے رہا کر کے تمھیں ان کے سپرد کر دوں گا۔ عورت نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بادشاہ کے حق میں دعا کی جسکو نصیر الملک نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ تہنیت اور مبارک باد عرض کرے بادشاہ نے قسم آمیز لہجہ میں کہا کہ عورت اسی طرح محفوظ ہے اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ اس کے عزیزوں کے سپرد کر دوں گا۔ احمد نظام نے اسی مجلس میں اس کے والدین اور شوہر کو طلب کیا اور ان کو بچہ انعام دیکر عورت کو ان کے حوالہ کیا۔ بادشاہ کے پسندیدہ خصائل میں یہ امر بھی داخل تھا۔ کہ اگر معرکہ کارزار میں کسی لشکری سے کوئی کارناما یاں ظہور پذیر ہوتا اور وہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتا اور بادشاہ کو اس کے کارناموں کی خبر ہو جاتی تو احمد نظام فتح کے بعد سب سے پہلے اسی شخص کو خلعت عطا فرماتا اور اس کے بعد دوسروں کی نوبت آتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی گستاخ مصاحب نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ فلاں جوان پر جس نے بجائے ثابت قدمی کے راہ فرار اختیار کی اس قدر عنایت کا سبب کیا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اس وقت اظہار کا موقع نہیں ہے کسی دوسرے وقت اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا۔ حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں احمد نظام نے سلطان محمود بہمنی کی مدد میں یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ بیٹن کے نواح میں عادل شاہی فوج بادشاہ کے مقدمہ لشکر سے خوف زدہ ہوئی شاہی فوج کو شکست ہوئی بہمنی لشکر کے عقب میں نظام شاہی فوج تھی جس نے عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا سب سے پہلے جس شخص نے دشمن پر حملہ کیا وہی جوان تھا۔ نظام شاہ نے اس پر فہر بانی کر کے مصاحب سے کہا کہ بادشاہ میرے شاہیں اور سپاہیوں کو شکار کے لئے دشمن کی طرف بھجوا رہے ہیں اسی طرح یکے کا رولج بھی ملک دشمن میں اسی فرمانروا کی یادگار ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ احمد نظام شمشیر بازی میں کیتائی روزگار تھا اور اس فن سے اسے بچہ و بچسی
تھی قاعدہ کی بات ہے کہ رعایا کو بھی بادشاہ کے مرغوب فن کی طرف توجہ ہوتی
ہے شہر کے خورد و درگ سب اکثر اوقات اسی مشغلہ میں زندگی بسر کرتے
تھے احمد نگر کی یہ حالت تھی کہ بجائے مدرسوں کے شہر کے ہر محلہ میں شمشیر بازی
کے درزش خانے قائم تھے اور اس مشغل سے زیادہ کسی فن کی قدر نہ تھی
اور ہر مجلس میں اسی فن کے متعلق گفتگو ہوتی اور شمشیر بازی کی پوری رونق
تھی دکن کی آب و ہوا کے موافق ہر شخص اپنے کمال کا مدعی اور دوسرے
کو خاطر میں نہیں لاتا تھا بلکہ اکثر اوقات ان میں نزاع ہو جاتی تھی اور مرقدہ بادشاہ
کے سامنے پیش ہوتا تھا احمد نظام مدعی اور مدعی علیہ کو اپنے حضور میں طلب
کر کے شمشیر بازی کا معائنہ کرتا تھا جو شخص حریف پر پہلے پہل شمشیر لگاتا تھا وہ
بہتر سمجھا جاتا تھا ہر روز شمشیر بازوں کی ایک جماعت شاہی دیوان خانہ
میں حاضر ہو کر بادشاہ کے حضور میں اپنا کمال دکھاتی تھی رفتہ رفتہ یہاں تک
نوبت پہنچی کہ روزانہ دو تین آدمیوں کے مردہ جسم دیوان خانہ سے اٹھائے
جانے لگے۔ بادشاہ نے اس خوبی منظر کا اپنے سامنے واقع ہونا گوارا نہ کیا
اور حکم دیا کہ یہ کرتب کالا چوترا والے میدان میں جو قلعہ کے سامنے واقع ہے
دکھلایا جائے اور دونوں حریفوں کے درمیان مہدہ یا کسی قسم کا دھن نہ دیں
اور رقیبوں کو ان کی مرضی کے مطابق ایک دوسرے پر تلوار کا وار کر سکتے
دیں یہاں تک کہ غالب و مغلوب میں تمیز ہو جائے جو شخص اس معرکہ
میں قتل کیا جائے اس کا قصاص معاف ہے یہ امر ایسا مسلمانان دکن کی
طبیعت کے موافق آیا کہ احمد نگر کے سارے بلاد دکن میں جاری ہو گیا اور
اس قدر اس کا رواج ترقی پذیر ہوا کہ طلبہ بادشاہ مشائخ اور امیرزادے سب
ایک ہی رنگ میں رنگ گئے اور اس فن کو بہت بڑی قابلیت اور
عزت جانتے ہیں اگر ان کے فرزند یک یک نہیں کرتے تو ان کو بہادروں
کے گردہ میں شمار نہیں کرتے۔ موسم فرشتہ نے سنہ ہجری میں بلوچستان
میں یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سید مرئی اور سید مسن دو بھائی پوٹھتے

ادرا براہیم عادل شاہ کے خاص درباریوں میں تھے ہر شخص ان کی ریش سفید کی وجہ سے دونوں بھائیوں کی عزت اور توقیر کرتا تھا اور انھیں معقول منشی سمجھتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں سے اور تین دوسرے حقیقی بھائیوں سے جو سب کے سب ضعیف العمر تھے کسی معمولی بات پر بازار میں تکرار ہوئی۔ سید مثنیٰ کا سب سے بڑا فرزند باب کی علالت میں لڑنے کے لئے آیا اور قتل کیا گیا سید مثنیٰ نے بیٹے کو مقتول دیکھ کر دوسرے کئی سے شمشیر بازی کی اور فرزند کے بعد خود بھی راہی عدم ہوا سید حسن نے بھی برادر اور برادر زادہ کو اس طرح بے جان دیکھا کہ اسی طرح جان دی۔ ان تینوں مقتولوں کا بھی جنازہ بھی نہ اٹھا تھا کہ ان کے ہر سہ حریف جو مقتولوں کے وار سے زخمی ہو چکے تھے بری طرح راہی عدم ہوئے اور اس طرح ایک ساعت میں چہ خاندان ماتم زدہ ہو کر برباد ہوئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دکن کے مسلمان شمشیر بازی اور جنگی میں بے نظیر ہیں اور جب تک کہ کوئی شخص اس فن کو نہ جانتا ہو اس سے شمشیر بازی نہیں کرتے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ اکثر لوگ زمین پر شمشیر بازی کی مشق کرتے ہیں اس لئے سواری نیز جہازی شیرازہ بازی اور چوگان بازی سے بالکل عاری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر معرکہ کارزار میں اگر مقابل دکنی نہ ہو تو شکست کھاتے ہیں اور ہر طرح حریف کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں لیکن خانہ جنگی اور کوچہ و بازار کی لڑائی میں شیر درندہ کے طرح کام کرتے ہیں۔ دکن کے تمام سلاطین میں جو حکومت کہہنی کے زوال کے بعد فرمانروا ہوئے کسی نے بھی اس فعل شفیق کے بند کرنے کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اس کے رواج دینے میں اور زیادہ کوشاں رہے ہیں لیکن حضرت سلطان عادل ابراہیم شاہ ثانی کی خاص توجہ سے اس کارواج بہت کم ہو گیا ہے اور امید ہے کہ یہ تباہ کن بازی گری بادشاہان کامل اور عادل ماکموں کی ہر بانی سے کسی ملک اور کسی عہد میں بھی نہ پائی جائیگی اور ملک اس خانہ جنگی سے پاک و صاف ہو جائیگا سلطان عادل ابراہیم عادل علیہ السلام جو توجہ اس طرف فرمائی ہے اس کی بنا پر

سلطان محمود قلی قطب شاہ نے بھی تلنگانہ میں اس کی ہانفت کر دی ہے اور امید ہے کہ اب بیکینگ کا نام و نشان دکن سے مٹ جائیگا۔ احمد نظام نے انیس سال حکومت کی۔

ذکر شاہی برہان نظام شاہ | مروج مذہب اثنا عشری برہان نظام شاہ سات برس کی عمر میں احمد نگر کے تخت حکومت پر مگن ہو کر برہان نظام شاہ بن۔ احمد نظام شاہ بھری کے جلوس کی تاریخ فیض جاوید چیمپل خان دہلی جو صاحب فہم و فراست اور مدبر اور تھاکا احمد نظام کے

عہد کی طرح منصب مثنوی اور مینگی پر فائز ہوا اور اس کا بیس میاں جال الدین عزیز الملک کے خطاب اور سرنوچی کے عہد سے پر مقرر کیا گیا بغیر عہد خان نظام شاہ کی تمام مہات لگی دہلی پر یہ دونوں پدر و پسر قابض ہو کر اپنے مراتب میں مستقل ہو گئے۔ تقریباً تین برس بھی حال رہا اور عزیز الملک سرنوخت کا غرور اور اس کی بے اعتدالیاں حد سے گزریں۔ دوسرے صاحب شوکت وزیر دروہی خاں کریم خاں اور امیر خاں کو حصد پیدا ہوا اور ہر چند ان لوگوں نے ان دونوں پدر و پسر کے تباہ کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اس لئے یہ لوگ بیحد مالوس ہوئے اور حرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ سے جو برہان نظام شاہ کی دایہ اور بیحد صاحب اعتبار تھی ان دروہوں نے ارتباط پیدا کیا اور یہ طے کیا کہ یہ عورت موقع پا کر راجہ جیو برہان نظام کے بلا درخرد کو قلعہ سے باہر لکر ان کے سپرد کر دے تاکہ یہ وزیر راجہ جیو کو مسند حکومت پر بٹھا کر برہان نظام کو معزول کر دیں اور اس طرح مکمل خاں اور عزیز الملک کے تسلط سے نجات حاصل کریں۔ بی بی عائشہ نے ایک دن موقع پا کر دوپہر کے وقت راجہ جیو کو جو چار سالہ لڑکا تھا لڑکیوں کا لباس پہنایا اور بالکی میں سوار کر کے شہر کی طرف لئے علی اتفاق سے اس وقت برہان نظام مٹی والدہ نے اپنے چھوٹے فرزند کو یاد کیا یہ شاہزادہ حرم سرا میں نہ ملا اور شاہی محل میں ہنگامہ عظیم برپا ہو گیا محل کے اندرونی اور بیرونی ملازم سب جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ممکن ہے کہ شاہزادہ محل کے

کسی حوض میں گر پڑا ہوا ایک گروہ تمام حوضوں میں اتر اور راجہ جیو کو تلاش کرنے لگا بعض ملازم بی بی عائشہ کے عقب میں روانہ ہوئے یہ عورت رومی خاں کے گھر نہ پہنچی تھی کہ وسط شہر میں ان لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا اور ہزارہ کے عہرہ قلعہ میں داخل ہوئے چونکہ بی بی عائشہ اپنے کنویر ہاں نظام شاہ کی دادی کی جگہ سمجھ کر کبھی کبھی راجہ جیو کو اپنے گھر لیجاتی تھی اور دو ایک روز اپنے مکان میں رکھتی تھی اس نے اس روز بھی یہاں کیا کہ وہ شاہزادہ کو اپنے گھر لیجا رہی تھی لیکن چند روز کے بعد یہ راز فاش ہوا اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ یہ کارروائی امیروں کی تحریک اور ان کے توسط سے ہوئی ہے اس واقعہ کے بعد مکمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی نگہبانی میں حد سے زیادہ کوشش کی اور ایک لمحہ بھی نگہبانی سے غافل نہ ہوتا تھا اور برہان کی تعلیم و تربیت کا ایسا خوب انتظام کیا کہ نو عمر بادشاہ دس برس کے سن میں کافی پڑھنے اور خط نسخ نہایت خوب لکھنے لگا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں اس ناچیز مولف نے شاہی کتب خانہ میں ایک رسالہ علم سلوک اور اخلاق میں دیکھا جس کے آخر میں یہ عبادت مرقوم تھی کا قیام شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بوجعفر قابچری۔ چونکہ ان ہر سال امیروں اور مکمل خاں کے درمیان عداوت حد سے بڑھ گئی تھی اس کا کوئی علاج نظر نہ آیا اس لئے یہ لوگ دوسرے پانچ یا چھ مہینوں سے موافقت کر کے رات کے وقت احمد نگر سے فراری ہوئے اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ شیخ علاء الدین بن عماد الملک کے پاس چلے گئے اور اس سے زبانی گفتگو کی اور یہ ذہن نشین کرادیا کہ احمد نگر کی تسخیر نہایت آسانی سے ممکن ہے عماد الملک ان ارباب غرض کی گفتگو سے دھوکے میں آگیا۔ اور نوج جمع کر کے کاویل الجیو ر سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہوا اور بہت سے پرگنوں اور قصبوں پر قابض ہو گیا۔ مکمل خاں نے یہ اخبار سنے اور ان کے دفعیہ پر مستعد ہوا اپنی نوج جمع کر کے برہان نظام اور خواجہ جہاں حاکم پرندہ کے عہرہ پڑے دبدبہ اور شوکت کے ساتھ عماد الملک سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ۱۱۱۱ھ ہجری میں قصبہ راندی کی نواح میں

دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا فریقین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں مکمل خاں نے اس روز برہان نظام شاہ کو جو وہ اس کی صف بندی کے قلب میں استادہ کیا۔ اور اس کے اتابک آذر خاں نامی ایک ترکی غلام کو بادشاہ کا رولیف مقرر کیا اور خود بڑی جواں مردی کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوا۔ طرفین نے بڑی جاں بازی سے کام لیا اور ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد نظام شاہیوں کو فتح ہوئی اور عماد الملک اور تمام ایمر معرکہ جنگ سے فرار ہوئے اور انھوں نے اپنی پوری تہمت کہیں دم نہ لیا۔ فراریوں کا مال اور اسباب گھوڑے اور پانچھی نظام شاہی قبضہ میں آئے اور ہزار کے اکثر پر گئے اور ملک خراب ہو گئے۔ مکمل خاں برہان نظام کو ہمراہ لے کر فراریوں کے تعاقب میں روانہ ہو کر ہزار میں داخل ہوا عماد الملک نے جان کی سلامتی اس میں دیکھی کہ برہان پور کی راہ لے۔ حاکم برہان پور نے نہر کے علما و دانشمندان کو درمیان میں ڈالا اور اس امر پر صلح ہوئی کہ ہر فرار زدہ اپنے ملک کو واپس جائے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ نظام شاہیوں کے اجداد میں ایک شخص کلانی برگنہ یا تری کا باشندہ تھا جو کسی وجہ سے جلاوطن ہو کر بیجا نگر چلا گیا تھا۔ جب سلطنت اس خاندان میں قائم ہوئی تو تمام برہمن جو بادشاہ سے قربت رکھتے تھے بیجا نگر سے احمد نگر چلے آئے ان برہمنوں پر وطن کا اتفاق غالب آیا۔ مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کی طرف سے عماد الملک کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ ہمیں برگنہ یا تری سے جو تمہاری ملکیت میں داخل اور سرحد پر واقع ہے قدیم تعلق ہے دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ برگنہ مذکور ہمارے سپرد کر دو اور اس کے عوٹوں میں ہمارے ملک سے ایک برگنہ جو بہ اعتبار محاصل کے اس سے بہتر ہو، ہم سے لے لو۔ عماد الملک نے یہ امر قبول نہ کیا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ایک روز اس برگنہ کے لئے صف آرائی کرنی ہوگی تو اس نے احتیاط سے کام لیا اور اس برگنہ میں ایک قلعہ تعمیر کرانا شروع کیا مکمل خاں نے عماد الملک کو لکھا کہ سرحدی جگہ پر قلعہ بنانا یہ معنی رکھتا ہے کہ تمہارا نئے سپاہیوں سے ہم کو ہمیشہ تکلیف اور وقت کا سامنا کرنا پڑے

بہتر یہ ہے کہ قلعہ کی تعمیر بند کر دو عماد الملک نے اس بات پر بھی کچھ توجہ نہ کی اور قلعہ کو تمام کر کے اپنے ملک روانہ ہوا اور گردش روزگار سے غافل رہا۔ مکمل خاں نے بالا گھاٹ دولت آباد اور ایلوہ کے مناظر کی سیر کے بہانہ سے لشکر جمع کیا اور سلاطین ہجری میں برہان نظام شاہ کے ہمراہ دولت آباد روانہ ہوا چند منزل سفر کرنے کے بعد مکمل خاں نے اپنی باگ موڑی اور باتری پر دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ بہادران لشکر نے کھنڈ اور زمینوں کے ذریعہ سے مناروں پر چڑھ کر قلعہ کو سر کیا اور باتری پر نظام شاہیوں کا قبضہ ہو گیا۔ میان محمد غوری جس نے اس معرکہ میں سب سے زیادہ شجاعت اور بہادری کے آثار دکھائے تھے کامل خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر قلعہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ نظام شاہ اس مرتبہ بھی کلیاب اور بامراد احمد نگر واپس آیا۔ بادشاہ جوانی کے اثر سے ایک شاہ بازاری پر عاشق ہوا اور اس کے ساتھ نکاح کر کے اس کو حرم میں سب پر فوقیت دی اور اسی عورت کے طفیل میں بادشاہ خواری میں مبتلا ہوا مکمل خاں نے جو مرد عاقل اور کامل تھا بادشاہ کے سامنے سر نیاز جھکا یا اور عرض کیا کہ انکسٹری وزارت اور وکالت حاضر ہے جب تک حضور خرد سال تھے اس بوڑھے غلام نے اپنی طاقت کے موافق خدمت انجام دی اب جبکہ بادشاہ خود مہات سلطنت کو انجام دے سکتے ہیں اس پر غلام کو معذور فرمائیں برہان شاہ نے جب دیکھا کہ مکمل خاں بہ اصرار تمام خدمت سے استعفا پیش کرتا ہے تو بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کے فرزند کو ایمانے کبار میں داخل کر کے منصب پیشوائی پٹلا پور کے ایک باشندہ سے شاہ حضور دکنی کے سپرد کیا مکمل خاں اپنے گھر میں خلوت نشین ہو گیا اور کبھی کبھی اپنے فرزندوں اور قرابت داروں کے اصرار سے عیدین اور تبرک دنوں میں بارگاہ شاہی میں حاضر ہو کر بادشاہ کو سلام کر لیتا اور فوراً اپنے مکان واپس جاتا اور معاملات سلطنت میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا یہاں تک کہ اسی حالت میں فوت ہوا۔

۹۲۷ء ہجری میں جیسا کہ بیان ہو گا شاہ طاہر احمد نگر تشریف لائے۔ اور بادشاہ کے مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ مہمدوی مذہب تہر میں خوب روانہ کیا گیا تھا جس کے اثر سے برہان نظام شاہ نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح بھی ایک مہمدوی شیخ کے ساتھ کر دیا تھا شاہ طاہر کے آنے سے مذہب مذکور بالکل مٹ گیا اور مہمدویوں کو حکم ہو گیا کہ دربار شاہی میں نہ آئیں بادشاہ مہمدوی سے قربت کر کے نادام اور پشیمان ہوا اور احمد نگر کے عاملوں سے سخت باز پرس کر کے ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے اس مذہب کے بطلان کے مضبوط دلائل میرے ذہن نشین کئے تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔

۹۳۰ء ہجری میں شاہ طاہر کی کوشش سے برہان نظام شاہ اور اسماعیل عادل شاہ نے قلعہ شوالپور کے نواح میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور طرفین کے ارکان دولت کی کوشش سے بی بی مریم سلطان دختر یوسف عادل کا نکاح برہان نظام کے ساتھ کر دیا گیا اس عقد کا بہت بڑا جشن منعقد ہوا اور اسد خاں بلکوانی وغیرہ نے اقرار کیا کہ قلعہ شوالپور بی بی مریم کے چہرے میں دیدار جانیگا۔ برہان نظام نے اس عقد کے بعد قلعہ شوالپور کا دعویٰ کیا لیکن اسماعیل عادل نے جواب دیا کہ مجھے اس معاہدہ کی کوئی خبر نہیں ہے اگر بعض ملازموں نے نادانستہ اسکی بابت کوئی اقرار کیا ہو تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کی رائے کے موافق پھر اس کی بابت کوئی تحریک نہیں کی اور احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام کی زوجہ اول یعنی فقہی نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ براسلوک کیا اور مدتوں طرفین سے سکوت رہا ایک روز اسماعیل عادل نے برہان نظام کے قاصدوں سے جو بیجاپور میں مقیم تھے یہ کہا کہ پاتری کو سلاطین کی اولاد پر ایسا غلبہ دینا امیالیت اور احتیاط کے بالکل خلاف ہے۔ برہان نظام شاہ نے بھی یہ کلمہ سنا اور فوراً شاہ طاہر کو ایمر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو عماد الملک کے پاس روانہ کر کے ان دونوں فرمانرواؤں سے اتحاد کر کے ۹۳۱ء ہجری میں تیس ہزار سواروں اور بہت بڑے توپخانہ کے ساتھ قلعہ شوالپور کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

اسٹیل عادل نے نو ہزار تیر انداز اور آزمودہ کار سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ سرحد پر دو دنوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور بڑی خونریزی لڑائی واقع ہوئی۔ سب سے پہلے عدا الملک اسد خاں بلوخی کے علاوہ سے شکست کھا کر کاویل کی جانب فراری ہوا۔ ایدمان نظام نشلی اور حرارت آفتاب کی وجہ سے دوران جنگ میں بیہوش ہو گیا۔ خورشید نام ترکی نظام نے جو اس کا آبدار تھا بادشاہ کو پانی پلا یا برہان نظام کو ہوش آیا اور ترکی اور عثمانی غلاموں نے شاہ طاہر کی رائے کے موافق بادشاہ کے جسم پر سے ہتھیار اتار لئے اور اسے بالی میں سوار کر کے احمد نگر روانہ ہو گئے۔

۱۸۳۷ء ہجری میں عدا شاہ نے اسٹیل عادل کی تحریک سے سلطان قطب قلی کی ہمدردی میں قلعہ پاتری پر قبضہ کر لیا۔ برہان شاہ غلام محمد و مہاجر جہاں کنی اور امیر برید کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر پاتری روانہ ہوا اور دو مہینہ کے عرصہ میں توپ اور ضرب زن سے قلعہ کو فتح کر لیا اور حصار کو زبیں دوز کر کے پاتری پر پھر قابض ہو گیا۔ میں نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سنا ہے کہ نظام شاہ پتہ پتہ کی سلطنت سے قبل اس خاندان کے آباد اجداد برگنہ پاتری کے برہمن تھے۔ یہ لوگ کسی وجہ سے جلادطن، موکر بجا نگر چلے گئے اور وہیں اپنی زندگی بسر کرتے تھے جب ملک حسن امارت پر فائز ہوا اور ملک محمد نے چتر سر بر سایہ فلک کیا یہ برہمن قرابت واری کے بہانہ سے احمد نگر آئے اور ہمیشہ بادشاہ سے بھی کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں قر یہ قدر بڑا نام ہے۔ ہمارے آباد اجداد کے قبضہ میں ہے۔ ملک احمد نے عدا الملک کو لکھا کہ چونکہ ہم کو برگنہ پاتری سے قدیم تعلق ہے اس لئے دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم یہ برگنہ نہیں دلاؤ اور اس کے عوض میں کوئی دوسرا برگنہ جو محصول میں اس سے زائد ہو تم لے لو۔ عدا الملک نے اسے قبول نہ کیا یہ بحث درمیان ہی میں تھی کہ احمد نظام نے اس برگنہ پر قبضہ کر کے اپنے ہم نسل برہمنوں کو جو بڑے نامی غیر مسلم تھے بطریق انعام کے عطا کیا۔ چنانچہ جلال الدین اکبر بادشاہ کے غالبہ تک یہ برگنہ بیٹنا بعد بطن انھیں برہمنوں کے قبضہ میں رہا۔ غرض کہ بادشاہ نے اس مقام سے قلعہ ماہور کا رخ کیا اور اس حصار کو بھی

فتح کر کے خداوند خاں حبشی کے سپرد کیا اور المچپور پر قبضہ کرنے کے لئے
 قدم آگے بڑھایا عداد الملک مقابلہ نہ کر سکا اور شل سابق کے برہانپور جلا گیا
 سلطان محمد شاہ فاروقی نے اس کی مدد کی اور عداد الملک کے ہمراہ نظام شاہ
 اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا
 اور خونریز لڑائی واقع ہوئی عداد الملک اور محمد شاہ پریشال حال برہان پور
 فراری ہوئے اور نظام شاہ نے تین سو ہاتھیوں اور خیمہ و خرگاہ اور تمام
 کارخانجات پر قبضہ کیا اور برابر کے اکثر ملک اپنی سلطنت میں شامل کر لئے
 عداد الملک اور محمد شاہ نے یہ حال دیکھ کر سلطان بہادر بادشاہ گجرات کے پاس
 تحفہ روانہ کئے اور مدد کے طلبگار ہوئے سلطان بہادران کی امداد کو ایک غیبی
 نعمت سمجھا اور خزانہ اور لشکر ہمراہ لے کر ۳۵ھ بمصر ہجری میں نہ دربار اور
 سلطان پور کی راہ سے دکن روانہ ہوئے برہان نظام مضطر ہوا اور اس نے
 پہلے شاہ طاہر سے ایک نامہ بابر بادشاہ کے نام لکھوایا جس میں تہنیت
 جلوس کی مبارک باد کے بعد بادشاہ کے ساتھ اخلاص اور عقیدت کا اظہار
 کیا اور یہ پیغام دیا کہ ہم بھی خواہموں کو امید ہے کہ جلد سے جلد بادشاہ شورش
 کے اس طرف تشریف لائے اور اس نواح کے دشمنوں کے پائے مال
 کرنے کی خبر سے دل شاد ہوں گے اور جہاں الحق و زہق الباطل کی بشارت
 دکن کے ہر اطراف میں عام و خاص کے گوش گزار ہوگی اور ہم امیدوار
 لطف و کرم بادشاہ کا انتقال کریں گے۔ برہان نظام نے اس کے علاوہ
 اسٹیل عادل اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے
 سلطان قلی جو کہ اس زمانہ میں کچھ کی ہم میں مصروف تھا اس نے بہانہ
 کر کے امداد سے انکار کیا اور اسٹیل عادل شاہ نے چند ہزار سوار غریب اور
 غریب زادہ اپنے لشکر سے منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ہمراہ
 جو اپنے کو امرائے عادل شاہی میں داخل سمجھتا تھا خزانہ اور سامان جنگ
 کے ساتھ روانہ کیا سلطان بہادر قلعہ بالور اور پاتری کی واپسی کے لئے
 برابر میں داخل ہوا اور اس ملک میں اسے کچھ طبع و امنگیں ہوئی اور اس نے

یہاں تو تفت کیا عا د الملک اپنے زوال سلطنت سے خوف زدہ ہوا اور عرض کیا کہ یہ ملک میرا ہے اور بادشاہ اور آگے قدم بڑھا کر برہان نظام کو تباہ کر کے اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے عنایت فرمائیں تو میں اپنے زن و فرزند کو قلعہ کا دیل روانہ کر کے ولایت مذکور تمام و کمال آپ کے سپرد کر دوں گا اور نسل ملازموں کے ہمیشہ ہمراہ رکاب ہوں گا سلطان بہادر نے اس کا معروضہ قبول کیا اور نظام شاہی لشکر کی طرف جو کوہستان میں مقیم تھا روانہ ہوا۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاصہ کے سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا اور قصبہ ٹین اور بیڑ کے درمیان اٹھناٹے کوچ میں اہل گجرات پر حملہ کیا اور دو تین ہزار سوار سلطان بہادر کے قتل کئے مال و اسباب بے شمار اور بہتر ڈنٹ خزانہ سے لدے ہوئے اس کے قبضہ میں آئے۔ سلطان بہادر اس واقعہ سے بید غفلت بنا گیا ہوا اور جہاں یہ خبر سنی تھی وہیں قیام کر دیا اور خداوند خاں وزیر کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ انتقام کے لئے نامزد کیا امیر برید نے بلا نظام شاہ کے اتفاق کے اس فوج سے جنگ کرنا اپنے ذمہ لے لیا قبل اس کے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے پر وار کریں اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کا خون بہائیں امیر برید اور عادل شاہی امیروں نے فتح کی امید کر کے صغیر درست کیسی درمیان میں امیر برید معرکہ جنگ سے فرار ہوا اور اہل گجرات نے غارتگری اور ظلم و ستم شروع کیا امیر برید نے نہیں گاہ سے نکل کر ان پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر میں ان کے لشکر کو زیر و زبر کر دیا سلطان بہادر نے بیس ہزار سواروں کی ایک دوسری فوج عا د الملک اور خداوند خاں کی ہمتی میں روانہ کی برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہاں اس لشکر سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ جلد سے جلد پرندہ روانہ ہو گئے اہل گجرات نے ان کا تعاقب کیا اور یہ لوگ پرندہ میں چلے آئے اسی زمانہ میں برہان شاہ کی والدہ نے جو ایک استرادی رئیس کی لڑکی تھی انتقال کیا اور بیس مدفون ہوئی سلطان بہادر احمد نگر آیا اور اس نے خود باغ نظام میں اور دیگر امیروں اور منصب داروں

احمد نگر کے اور مکانات میں قیام کیا سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو پتھر اور جو نا یاغ
نظام میں عمارت تعمیر کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہے اسے باہر لاؤ اور اس کا
ایک اونچا اور وسیع جیو ترہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کے لئے تیار کر دیا کہ دست
کار یگر دنوں نے چونکہ مصالحہ اور سامان موجود تھا ایک دن رات میں
جیو ترہ تیار کر دیا یہ جیو ترہ کالا چو ترہ کے نام سے مشہور ہے بادشاہ چالیس
روز تک اس جیو ترہ پر بیٹھ کر ہر خاص و عام سب کا سلام لیتا تھا اور ہاتھی
اور اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جاتے تھے اور بادشاہ ان کی
لڑائی کا تماشا دیکھتا تھا سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ تھوڑے دنوں اور
قیام کرے لیکن نظام شاہی امیر غلہ اور دوسرے ضروریات زندگی کو
گجراتیوں تک آسانی سے پہنچنے نہیں دیتے تھے اسی دوران میں دھنوں
کی مزارعت اور غلہ اور چارہ کے بند ہو جانے سے لشکر میں عظیم الشان قحط
سنو دار ہوا اور بہت سے آدمی اور ہاتھی اور گھوڑے ہلاک ہو گئے خداوند خا
جہشی اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر بادشاہ کو اس
ملک کے نفع کرنے پر اصرار ہے تو صلاح وقت یہ ہے کہ سب سے پہلے
قلعہ دولت آباد کو جو گجرات کی سرحد پر واقع ہے سر کیا جائے اور بعد اس
کے احمد نگر واپس اگر دوسرے ممالک اور قلعے فتح کئے جائیں سلطان بہادر
نے ان کا معروضہ قبول کیا لیکن کوچ کرنے میں تاخیر کر رہا تھا کہ اسی دوران
میں اس نے ایک ہیب خواب دیکھا کہ غفرتیوں کا ایک گردہ بید خوفناک
اور کریمنہ نظر جس میں بعض تو آگ کی انگٹھیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں
اور بعضوں کے ہاتھ میں پہاڑ اور گراں وزن پتھر ہیں اس کے بلند کی
طرف آرہے ہیں اور ارادہ ہے کہ یہ چیزیں اس بد ڈال دین سلطان بہادر
اچک کر خواب سے بیدار ہوا اور جو لوگ اس کے قریب میں تھے
ان سے اپنا خواب بیان کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ نظام شاہ کے زمانہ
میں اس جگہ بہت بڑی جنگ واقع ہوئی تھی اور مسلمانوں اور ہندوؤں
کا ایک گردہ کیشور میں مستی کی حالت میں قتل کیا گیا تھا جو نکدان مقبولوں

کی ارواح کو عالم علوی میں عروج نصیب نہیں ہوا اسی جہاں اسفل میں خصوصاً اس مقام پر رحیم متوطن ہو گئیں اور شیاطین کی صورت میں متشکل ہو کر آتی ہیں احتمال قوی یہی ہے کہ یہ خواب انھیں ارواح کے اثرات سے نظر آیا ہو گا سلطان نے اسی شب اس مقام سے کوچ کر کے کانے چوترہ کے قریب خیمہ و درگاہ میں آرام لیا اور دو تین روز کے بعد دولت آباد روانہ ہو گیا علاء الملک براری اور امرائے گجرات کے پہونچنے کے بعد سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعہ کے محاصرہ پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ہمراہ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پزیر ہوا۔ برہان نظام نے اسلعل عادل کے پاس قاصد روانہ کر کے پیغام دیا کہ آپ نے اپنی برادرانہ محبت سے میری امداد کی لیکن جب تک کہ آپ خود اس طرف توجہ نہ کریں گے مجھے اس مصیبت سے نجات نہ ہوگی۔ عادل شاہ نے جواب دیا کہ بیجا نگر کے ہندو تاک میں ہیں اگر میں بیجا پور سے کوچ کر دوں گا تو یہ حریف دریائے کرشنا کو پار کر کے شہر کو ناخست و تاراج اور تباہ و بامال کر دیں گے میں پانچ سو اسلخ دو اسپہیدار الملک قزوینی کی ماتحتی میں اور روانہ کرنا ہوں اور اسید ہے کہ اس مرتبہ تم فتح و نصرت سے ہم آغوش ہو گے۔ برہان نظام شاہ عادل شاہ کے شہنائے سے بالوس ہوا اور اپنے مال کار میں بجدید لیشان ہوا چونکہ رعیت اور اہل لشکر شیخ جعفر کی پیشوائی سے دل میں آزر دہ تھے برہان نظام نے جعفر کو اس منصب سے معزول کر کے کانوئسی کو جو شیخ کا ملازم اور قوم کا برہمن تھا پیشوا مقرر کیا کانوئسی کو عقل و فراست امانت و دیانت سے پورے طور پر متصف تھا برہان نظام نے کانوئسی کے موافق احمد نگر کی ریلہ لی اور اپنی طاقت کے موافق لشکر جمع کر کے اسی زمانہ میں دکنی فوج کے ہمراہ دولت آباد روانہ ہوا اور سلطان بہادر کے حوالی لشکر میں پہونچ کر لشکر گجرات سے اجار کوس کے فاصلہ پر کوہستان میں مقیم ہوا برہان نظام روز و شب حفاظت کرتا تھا۔ مین مین سلطان بہادر کے لشکر کے مقابلہ میں مقیم رہا لیکن چونکہ دکنیوں نے گجرات کے لشکر پر ناخست و تاراج کرنا شروع کیا اسلعل اہل گجرات مجبور ہوئے اور چھوٹے بڑے سب

جنگ پر آمادہ ہو گئے سلطان بہادر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ امیر برید جو شجاعت اور مردانگی میں شہرہ آفاق تھا بلا نظام شاہ کی اجازت اور اطلاع کے غلہ اور اذوقہ کے روکنے کے بہانہ سے فوجوں کو آراستہ کر کے صف آرا ہوا دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوئی برہان نظام شاہ امیر برید کی شجاعت اور بیلیگی سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت جنگ آزمائی کے لئے سوار ہو کر میدان کارزار میں آیا لڑائی کی آگ روشن ہوئی اور امیر برید اور عادل شاہی فوج نے گجراتیوں پر فتح پائی سلطان بہادر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے خداوند خاں اور عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امرائے نامی کو ان کے دفعیہ کے لئے روانہ کیا یہ گروہ اپنی فوج کے ساتھ میدان کارزار میں آیا اور عالم خاں میواتی جو احمد نگر کا ایک بہتر فوجی امیر تھا پہلے ہی حملہ میں متحرک کارزار میں کام آیا برہان نظام اور امیر برید نے اب قیام کرنا مناسب نہ سمجھا معرکہ کارزار سے فراری ہو کر کوہستان میں اگر پناہ گزیں ہوئے۔ برہان نظام اور امیر برید ایسے کو سلطان بہادر کا مقابل نہ سمجھتے تھے ان صاحبوں نے کانونو سی کی رائے کے موافق میران محمد شاہ اور عماد الملک کے پاس قاعدہ روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو ہاتھی اور قلعے انھوں نے ان سے لئے ہیں پھر واپس کر دیں گے میران محمد شاہ اور عماد الملک خداوند خاں گجراتی کے پاس جو نیک مزاج اور خوش اخلاق وزیر تھا گئے اور اس سے کہا کہ بادشاہ کی امداد سے پارتی اور ماہور کو نظام شاہی قبضہ سے نکال کر براہ اور احمد نگر میں سلطان کے نام کا خطبہ جاری کر کے ہر سال اسے تحفہ اور ہدیئے بھیجتے رہیں اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ ہمارا ملک ہم سے جھیننا چاہتا ہے خداوند خاں نے جواب دیا کہ تم خود اس زوال کے باعث ہوئے ہو جس وقت کہ دکن کے تمام حکام یک دل ہو کر آپس کی مخالفت سے کنارہ کشی اختیار کریں گے معاملہ خود بخود راہ راست پر آجائیگا۔ یہ لوگ خداوند خاں کا مقصد سمجھ کر اس کے پاس سے چلے آئے اور سب سے پہلے عماد الملک نے

اپنے لشکر سے کبیر مقدار میں غلہ و آذوقہ منجمن خاں کے پاس دولت آباد کے قلعہ میں روانہ کیا اور اسی رات کو پنج پور روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور ارکان دولت سے واپس جانے کی بابت مشورہ کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ اب جبکہ دریائے تپتی اور دوسری ندیاں پر آب ہو گئی ہیں گجرات اور خاندیس سے غلہ اور آذوقہ کا پہنچنا محال ہے اور اس بات کا پورا احتمال ہے کہ دکن کے تمام حکام آپس میں اتفاق کر لیں اور اس جھگڑے کو زیادہ طول ہو بہتر یہی ہے کہ یہ ملک عماد شاہ اور نظام شاہ کو عنایت فرما کر اپنا مطیع اور فرماں بردار بنائے برہان شاہ اور عماد شاہ نے میران محمد شاہ کی رائے کے موافق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور مصاحبوں کو مع تحفوں اور ہدیوں کے پاس روانہ کیا سلطان بہادر نے مخالفت ترک کی اور گجرات روانہ ہو لہرہان شاہ احمد نگر یا میران محمد شاہ نے اسے بیغام دیا کہ اپنا وعدہ وفا کرے اور قلعہ باری اور ماہور مع ہاتھیوں کے عماد شاہ کے سپرد کرے برہان شاہ نے تین ہاتھی جو رانودی کے معرکہ میں میران محمد شاہ سے حاصل کئے تھے اس کے پاس بھجوا دیئے اور عماد الملک کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اس کے سوال کا ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا محمد شاہ کا مقصد حاصل ہو گیا اس نے عماد الملک کی بابت پھر کوئی گفتگو نہ کی اور پھر بادشاہ کے ساتھ پہلے سے زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا برہان شاہ نے دوسرے سال شاہ طاہر کو نفیس تحفوں اور چند نامی ہاتھیوں کے ہمراہ قاصد بنا کر سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں تاخیر کی اور میران محمد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ برہان الملک نے صرف ایک مرتبہ بعد سے نام کا خطبہ پڑھا ہے میران محمد شاہ نے خیر خواہی کی اور جواب دیا کہ برہان الملک آپ کا خالص و قادر ہے اگر دوسرے سلاطین کے خیال سے کوئی بات بظاہر خلاف اس سے سرزد ہو تو آپ اُسے معاف فرمائیں اور اس کی التجا کے موافق قاصد سے ملاقات کریں۔ سلطان بہادر نے

شاہ طاہر سے ملاقات کی اور ان کی تعظیم و تکریم اچھی طرح بجا نہ لایا خداوند خاں
 شاہ طاہر کے علم و فضل اور ان کے ارشاد سے آگاہ ہوا اور سلطان بہادر کو حقیقت
 حال سے اطلاع دی سلطان بہادر نے پہلی ملاقات کی تلافی اور گزشتہ سلوک کے
 تدارک میں بہت بڑی مجلس منعقد کی اور اپنے ایک مقرب درباری کو شاہ طاہر
 کی طلب میں روانہ کیا۔ شاہ صاحب بارگاہ شہادی میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے
 تمام اکابر اور علماء سے بلند اور برتر مقام ان کی نصیحت کے لئے مقرر کیا اور
 کہا کہ اگر مجھ سے آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی فرو گذاشت ہو گئی ہو تو معاف
 فرمائے اس لئے کہ پہلی مجلس میں جو بد سلوکی ہم نے کی تھی اس کے تدارک میں
 اپنے گزشتہ تصور کی تلافی کر دی ہے۔ تجرات کے تمام علماء اور اکابر جو اس مجلس
 میں حاضر تھے اپنے کو ازہب شیعہ کا جید عالم جانتے تھے شاہ طاہر کی اس
 برتری پر دل میں جلے اور حسد اور یادہ کوئی غم کرنے لگے اور یہی غضب میں آئے
 سلطان بہادر نے خداوند خاں کو علم دیا کہ اہل علم کو اپنی مجلس میں جمع کر کے
 شاہ طاہر سے صحبت و المانہ گرم کیے۔ یہ مجلس منعقد ہو گئی اور تمام علماء
 شاہ طاہر کے علم و فضل سے واقف ہوئے۔ ان لوگوں نے شاہ صاحب کا
 اپنے سے فضل اور بہتر ہونے کا اقرار کیا اور اپنے حرکات پر نادام و پشیمان
 ہوئے۔ سلطان بہادر نے یہ خود آپ سنا اور شاہ طاہر کی غرت اور
 وقعت اور دوبالا ہوئی بادشاہ نے تین تین ہینے کے بعد شاہ طاہر کو واپس
 جانے کی اجازت دی۔

۲۲۰ ہجری میں سلطان بہادر نے شاہان خلیجہ پر فتح حاصل کر کے مندو پر
 قبضہ کیا برہان نظام سلطان بہادر کی اس شوکت اور عظمت سے دل میں
 خوف زدہ ہوا اور شاہ طاہر کو نو سو برہمن کے ہمراہ دوبارہ سلطان بہادر کی
 خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ اتفاق سے جب
 شاہ طاہر برہان پور پہنچے سلطان بہادر بھی اس شہر میں وارد ہو ایمان محمد نے
 شاہ طاہر سے ملاقات کرانی اور برزور دیلوں سے برہان نظام کے
 اخلاص اور یک جہتی کا سکھ سلطان بہادر کے دل پر جمادیا اور کہا کہ میرے رائے

یہ ہے کہ بادشاہ برہان نظام یہ نوازش فرما کر اس کو اپنا ہی خواہ بنالیں سلطان بہادر کے دعویٰ بلند تھے اور دروازہ کار امور کے خواب دیکھا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ شاہان دہلی کی برابری کرے اس نے میران محمد کی تقریر پر عمل کیا محمد شاہ نے شاہ طاہر پر بید عنایت اور نوازش کی اور فوراً انھیں احمد نگر روانہ کیا تاکہ برہان نظام کو اپنے ساتھ لاکر سلطان بہادر سے ملاقات کرائے شاہ طاہر جلد سے جلد احمد نگر پہنچے اور برہان شاہ کو اپنے ہمراہ چلنے کی دعوت دی برہان شاہ نے ادل تو سفر سے انکار کیا لیکن آخر کار نرسو برہمن کے قول پر عمل کیا اور اپنے فرزند اکبر شاہنشاہ حسین کو ولی عہد مقرر کر کے تمام مہمات ملکی نرسو کے سپرد کئے اور ایک قلیل جماعت کے ہمراہ جو مع سوار اور پیادوں کے سات ہزار سے کم تھی شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور سے روانہ ہوا برہان نظام نے خواجہ ابراہیم چیرتولی اور ساہی شب نویس کو بطور قاصد محمد شاہ کے پاس اپنے سے پیشتر روانہ کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ یہ سفر نظام شاہ کے وردو سے قبل محمد شاہ سے کیفیت ملاقات بتائیں اور دیگر امور ضروری کی بابت گفتگو کر لیں برہان نظام موضع چانکدیوی جو دریائے تابیٹی کے کنارے واقع ہے پہنچا اور محمد شاہ نے استقبال کر کے اس سے ملاقات کی اثنائے گفتگو میں محمد شاہ نے کہا کہ یہ طے پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر نشست کرے اور ہم تخت کے سامنے کھڑے ہو کر سلام و محرمی کریں۔ برہان شاہ سے شاہ طاہر کو غلوت میں بلایا اور ان سے کہا کہ یہ ہرگز نہ ہو گا کہ یہ شخص تخت پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر سلام کر دوں۔ بہتر یہ ہے کہ ملاقات کا ارادہ منسوخ کیا جائے اور معاملہ کو خدا کے سپرد کر دیں شاہ طاہر نے کہا کہ دنیا داری کا متفق ہی یہی ہے کہ مصیبت پر لحاظ کر کے ایک دن فروغی کی جائے اور پھر تمام عمر مسند حکومت پر آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرے برہان صاحب عقل و فہم تھا اس نے شاہ طاہر کی انصاحت پر عمل کرنے کا اقرار کیا دوران تقریر میں شاہ طاہر کے دل میں ایک تدبیر کا خیال پیدا ہوا اور برہان نظام سے کہا کہ میرے پاس ایک قرآن شریف حضرت امیر ابو منین

علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا موجود ہے اور سلطان بہادر اس مصحف شریف کی زیارت کا بے حد شائق ہے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ سے خداوند خالق جتنی کو مطلع کر دیں اور ملاقات کے روز اس قرآن شریف کو اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیار اس کی تعظیم کے لئے استقبال کو آئے اور تخت سے قدم نیچے رکھے برہان شاہ اس تدبیر سے بے حد خوش ہوا۔ دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد برہان نظام شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ہمراہ اس جگہ جو کہ ملاقات کے لئے مقرر تھی روانہ ہوا۔ یہ لوگ بہادر شاہ کے مسکن کے قریب پہنچے اور شاہ طاہر نے مصحف شریف اپنے سر پر رکھ لیا اور برہان شاہ کے ساتھ ہر پردہ کے اندر داخل ہوا۔ سلطان بہادر نے ان کو دور سے دیکھتے ہی خداوند خالق سے پوچھا کہ شاہ طاہر کے سپر کیا ہے۔ خداوند خالق نے جواب دیا کہ قرآن شریف ہے جو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے سلطان بہادر بے اختیار خشیت سے پیچھے اتر اور استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اس سے پہلے اس نے مصحف شریف کو ہاتھوں میں لیا اور دو تین مرتبہ بوسہ دیکر اس کو آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے رہ کر برہان شاہ کا سلام لیا اور گرجاتی زبان میں پوچھا کہ کیسے ہوا اور تمہارا کیا حال ہے۔ برہان نظام نے فارسی میں جواب دیا کہ نہ اب کامیاز مند ہوں اور بادشاہ کے باوجود ملاقات کی وجہ سے خوش اور شادماں ہوں۔ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا اور شاہ طاہر برہان شاہ اور محمد شاہ تخت کے سامنے کھڑے ہوئے سلطان بہادر شاہ طاہر کے اسی طرح استادہ رہنے سے بے حد پریشان ہوا اور ان سے بیٹھ جانے کی درخواست کی شاہ صاحب نے معذرت کی جب بادشاہ نے تین مرتبہ الین سے یہی کہا تو شاہ طاہر نے جواب دیا کہ بادشاہ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن جو تکبر برہان نظام کا لازم ہوں اور وہ میرا قایم ہے اس ادب سے دور ہے کہ وہ اسی طرح استادہ رہے اور میں بیٹھ جاؤں سلطان نے مجبوراً کہا کہ نہیں وہ بھی آرام سے بیٹھے شاہ طاہر نے برہان شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بیٹھا دیا اور خود اس سے فردو تر مقام پر فاصلہ سے ادب کے ساتھ بیٹھ گئے سلطان پہلو سے کلمہ کلام کی ابتداء کی اور دیر تک فارسی زبان میں باتیں کرتا رہا اور برہان شاہ سے کہا کہ اس زمانہ میں تم نے گردش لیل و نہار اور زمانہ کی کج رفتار کی سے کیونکر زندگی بسر کی

برہان شاہ نے بیحد عظیم و نکریم کے ساتھ جواب دیا کہ جس اذبار کا انجام اقبال اور جس فراق کی انتہا وصال ہو اس کا آخر جو باغ ہے یاد رکھنا چاہئے اور اس کی ابتدا کو فراموش کر دینا چاہئے خدا کا شکر ہے کہ جو کلفت عرصہ سے ادٹھائی تھی آج ایک لمحہ میں اس کی تسلی ہو گئی سلطان بہادر نے برہان نظام کا جواب سنکر بیحد تعریف کی اور سیاں محمد سے کہا کہ تم نے ان کا جواب ستا میراں محمد نے عرض کیا کہ دوسری کی وجہ سے میں ان کی تقریر نہیں سن سکا سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب بلند آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین گلبن اسے سن لیں شاہ ظاہر دست بستہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ سب بادشاہ کی نوازش کا نتیجہ ہے اور مجھے امید ہے کہ عنایت شاہی انکے حق میں روز بروز ترقی کرتی جائیگی۔ سلطان بہادر نے کمر و بنجر و مرصع تلوار جو خود باندھے ہوئے تھا کھولا اور اپنے ہاتھ سے برہان کی کمر میں باندھ دیا چونکہ اب تک برہان نظام نے شاہ کا لفظ اپنے لئے استعمال نہیں کیا تھا سلطان بہادر نے کہا کہ قطاب نظام شاہی مبارک ہو۔ گھوڑی دیر کے بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے خاصہ کے گھوڑے پر سوار کرایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم سواری بہت اچھی کرتے ہو اس عربی کیفیت پر سوار ہو کر جانور کو سر پر وہ کے گرد چکر دو برہان شاہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر دکن کی رسم کے موافق جانور کو پھرایا اور سلطان بہادر نے بیحد تعریف کرنے کے بعد کہا کہ یہ سواری بلا پتھر کے پہلی نہیں معلوم ہوتی سلطان بہادر نے اشارہ کیا جو پتھر سفید و آفتاب گیر بادشاہ سندھ سے ضبط کیا گیا ہے برہان نظام شاہ کے سر پر سایہ نگین وہ چھوڑا اور محمد شاہ اور خداوند خان کو حکم دیا کہ برہان شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار صرا پر وہ کے باہر لیجائیں اور اس کے فرود گاہ پر پہونچکر سلطان محمود جی کے سر پر دے اس کے لئے نصب کئے جائیں اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔

کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے دوسرے دن سلطان بہادر نے چار طلائی کرسیاں اپنے تخت کے جانبین بکھوائیں اور ایک بہت بڑا جشن منعقد کر کے نظام شاہ شاہ ظاہر میران محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیا کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم دیا سلطان بہادر نے کلفت اور رسمی قواعد کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ ہون نظام شاہ کو اور دو گھوڑے

اور ایک بہت بڑا فیمل جنگی شاہ طاہر کو عنایت فرمایا۔

بادشاہ نے عالم خاں بیوا کی کے فرزند کو جو خود ہی عالم خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز ہو چکا تھا اعلیٰ دکن میں اور خوجا در شیر مرصع عطا کیا۔ سلطان بہادر کو معلوم ہو چکا تھا کہ برہان نظام چوگاں بازی میں بہت اچھی مہارت رکھتا ہے بادشاہ نے تقریباً دو گھنٹہ کی سرپاہی کے اندر برہان نظام کے ساتھ چوگاں بازی میں صرف کئے اور دونوں فرماؤں پر اسی طرح گھوڑوں پر سوار سرپاہی کے باہر نکل آئے خواجہ براہیم اور ساہی پیشکش تیار کر کے سرپاہی کے باہر منتظر کھڑے تھے ان لوگوں نے پیشکش سلطان بہادر کی خدمت میں جان کر کیا سلطان بہادر نے ان سب کو بھی خوش اور دل شاد کیا ان تحفوں میں سے ایک ہیکل مصحف اور ایک تلوار جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا اور چار فیمل مست اور دو عربی گھوڑے بادشاہ نے خود لے لئے اور نظام شاہ سے کہا کہ تیری چیزیں مع مملکت دکن کے میں نے تجھیں بخش دیں اور اسی وقت اسے احمد نگر واپس آنے کی اجازت دی۔

برہان نظام نے واپسی میں بالا گھاٹ دولت آباد میں سموٹا قیام کیا۔ اور شیخ برہان الدین اور شیخ نزل الدین کی زیارت سے فارغ ہو کر ان کے روضہ کے مجاوروں کو نذر صدقات کے نام سے کثیر رقم دیکر خوش کیا چونکہ یہ زمانہ گل جنبہ کی بہار کا تھا بادشاہ نے خوش فتنو پر قیام کیا اور چند روز یہاں کے دلکش مناظر کی سیر و تفریح میں پیش و عشرت میں بسر کیا برہان نظام کے حکم کے موافق شاہزادہ حسین کالو برہمن اور دیگر عیان اور اعر نے عادل شاہی اور قطب شاہی مع یلچیدوں کے بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد کی عرض سے حاضر ہوئے چونکہ برہان نظام اور بادشاہ کے درمیان بالکل صفائی ہو گئی تھی اس نے اطراف و جوانب کے راجاؤں کی طرف توجہ کی اور کانوڑی کے حسن امیر سے مرٹھاری کے راجاؤں کو جو احمد نظام کے عہد سے اس وقت تک مطیع نہ ہوئے تھے اپنا طاعت گزار بنا کر بیس تھلے ہا کسی معرکہ کمانی کے اپنی حکومت میں داخل کئے برہان نظام نے شاہ طاہر کو عہدہ گئے عنایت کر کے اپنا مقرب ہنرمین مقرر کیا اور خواجہ براہیم کو لطیف خاں اور ساہی کو تپا رنے کے خطاب سے سرفراز فرما کر اپنے درباریوں میں داخل کیا۔ برہان شاہ نے بلغ نظام کی عمارتوں کی جو گڑبانیوں کے ہنگام میں تباہ ہو گئی تھیں اور اس وقت تک اسی خراب حالت پر پڑی ہوئی تھیں مرمت کرائی۔

۹۳۸ء ہجری میں اسماعیل عادل نے قلعہ کلپیان اور قلعہ معار پر دھاوا کیا اور یہاں پر نظام شاہ سے مدد کا خواست کیا۔ جو نظام شاہ نے شکریہ لہجہ میں ایک نامہ عادل شاہ کے نام روانہ کیا اور ان قلعوں پر قبضہ کرنے سے منع آیا۔ عادل شاہ نے اس کے جواب میں درشت آمیز خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آج تک تم نے اس قسم کا سلوک نہیں کیا تھا آخر جو کیا ہے کہ احمد نگر کے پرانے اور سابق واقعات کو گوشہ دل سے فراموش کر کے اس طرح کی تحریر مجھے روانہ کی ہے اگر شاہان مندو کے کہنہ چسپاں اور سر پر وہ نے تمہیں مغرور کر دیا ہے تو یہ نشہ بالکل بے کیف ہے اور اگر خطاب شاہی نے دماغ آسمان پر چڑھا دیا ہے تو یہ غلی بھی دہم دگان ہے اس لئے کہ یہ فخر تم سے کہیں زیادہ قابل قدر مجھے حاصل ہے تم نے گجراتیوں کے سردار سے یہ خطاب حاصل کیا اور مجھے ایک سید عالی نسب بنو خٹہ شاہ ایران ہے شاہی کا مرتبہ عطا کیا ہے لیکن اگر اب بھی تم اپنی حرکتوں سے نادم ہو تو تمہاری سعادت ہے ورنہ میں برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے میدان کارزار میں موجود ہوں باغ نظام کے احاطہ کے باہر قدم رکھو اور عادل شاہی بہادروں کے زور قوت کا مزہ چکھو۔

برہان نظام اپنے ملازمین سے مشر مندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ مراہ ڈو شاہی باہر نکالا جائے اور دوسرے روز خود بھی سفر کے لئے روانہ ہوا۔ موضع امنہ پور میں جو شاہزادہ حسین کی والدہ کا بسا یا ہوا تھا چند روز لشکر جمع ہونے کی وجہ سے قیام کیا اور جب تمام سامان مکمل ہو گیا تو توجانہ اور آلات حرب کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے سرحد عادل شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور خونریز جنگ واقع ہوئی طرفین کے بہادروں نے تلوار اور نیزے سے میدان کارزار کی زمین کو حریف کے خون سے سیراب کر دیا آخر کار لشکر احمد نگر کو شکست ہوئی اس ہولناک معرکہ میں بھاپور کے خود سال غریب زادوں نے خوب خوب مردانگی کے جوہر دکھائے اور دشمن کو شکست دی شیخ جعفر معزول دوسرے سلاحداروں کی امداد سے برہان نظام کو معرکہ کارزار سے سلامت نکال لایا دیا تین ہزار باشندگان احمد نگر قتل ہوئے اور توجانہ اور بے شمار گھوڑے عادل شاہیوں کے قبضہ میں آئے اور برہان نظام کے غرور و تکبر میں بہت کچھ کمی ہو گئی۔

اس واقعہ کے تقوڑے دنوں کے بعد ۹۳۹ء ہجری میں عادل شاہی

اور نظام شاہی اراکین و دولتمندوں نے دونوں بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کرائی اور بڑی گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ نظام شاہ برار کو اور عادل شاہ تلنگانہ کو بیع کر کے دکن کا ملک براہر آپس میں تقسیم کریں لیکن اتفاق سے اسٹیل عادل نے اسی زمانہ میں وفات پائی اور تمام شرائط کا اعدام ہو گئے شاہ طاہر راضی بہ قضائے الہی ہوئے اور اپنے اہل و عیال کو وصیت کر کے ان سے رخصت ہوئے اور برہان نظام کی خدمت میں حاضر ہو گئے بادشاہ نے شاہ طاہر کے آنے کی خبر سنی اور خلاف عادت دروازہ تک ان کے استقبال کے لئے آیا۔ بادشاہ نے شاہ طاہر کا ہاتھ پکڑا اور شاہنژادہ عبدالقادر کے بالیں پر لے گیا اور کہا کہ مذہب اشتاعشری کے عقاید کی مجھے تعلیم کر دنا کہ میں اس کی پیروی کر دوں شاہ طاہر نے ادل اس سے گریز کیا اور کہا کہ پہلے حضور حقیقت حال سے مجھے آگاہ فرمائیں اس کے بعد جو کچھ معلوم ہے بیان کر دوں گا برہان شاہ نے جواب دیا کہ مجھ میں ممبر کی طاقت نہیں ہے میں پیشتر اس مذہب کو اختیار کر لوں پھر حقیقت حال سے تم کو مطلع کر دوں شاہ طاہر نے کہا کہ قسم ہے اس خلوص کی جو مجھے بادشاہ کی خدمت میں حاصل ہے جیتا کہ میں اصل واقعہ سے آگاہ نہ ہوں گا محال ہے کہ میں اس کے متعلق کچھ عرض کر دوں۔ برہان نظام نے خواب و لحاف کا تمام قصہ شاہ طاہر سے بیان کیا شاہ طاہر نے اطمینان کے ساتھ دروازہ امام کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے ایک ایک کر کے بیان کئے اور کہا کہ اس مذہب کی خصوصیت اہل بیت کے ساتھ تو لا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ تبرؤ کرنا ہے برہان شاہ نے اسی روز مذہب شیعہ اختیار کیا۔ شاہنژادہ حسین اور عبدالقادر اور اس کی والدہ آمنہ بی بی اور دوسرے ذکور و اناث عرض کہ حرم شاہی کے تمام زن و مرد نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ اسی دوران میں آفتاب بلند ہوا اور برہان نظام نے ارادہ کیا کہ اٹھ اشاعشر کا خطبہ جاری کر کے خلفائے ثلاثہ کے اسمائے گرامی خطبہ سے نکال ڈالے شاہ طاہر نے اس عجلت سے بادشاہ کو منع کیا اور کہا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ یہ راز فوراً ہی نہ فاش کیا جائے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہر مذہب کے علماء جمع کئے جائیں اور بادشاہ ان سے فرمائے کہ میں مذہب حق کا طلبگار ہوں تم سب اتفاق کر کے ایک مشرب اختیار کرو

تاکہ میں بھی اسکی عقیدہ کی پابندی کر کے دوسرے مذہب سے پرہیز کروں۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کے قول پر عمل کیا اور طاہر پر محمد استاد افضل خاں ثنائیدہ اور ملاؤد دہلوی اور دوسرے علمائے مذہب کو جو احمد نگر میں موجود تھے جمع کیا ہر روز قلعہ کے اندر شاہ طاہر کے مدرسہ میں مجمع ہوتا اور علماء ایک دوسرے سے بحث و مباحثیں مشغول ہوتے اور ہر ایک کوشش کرتا کہ اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل بیان کر کے حریف کے مذہب کو رد کرے برہان شاہ خود بھی اکثر اس مجلس میں حاضر ہوتا اور چونکہ اکثر مسائل سے بے بہرہ تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ چہ بیٹے اسی طرح گزرتے اور برہان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ عجیب معاملہ ہے جب کسی مذہب کی یہی حقیقت اور اس کی ترجیح دلائل سے روشن نہیں ہوتی اور ہر شخص اپنے مذہب کو بہتر مین کہتا ہے تو اب میں کس طریقہ کو اختیار کروں اگر ان کے علاوہ کوئی اور مذہب بھی ہو تو مجھ سے بیان کر د تاکہ میں حق و باطل میں تمیز کر سکوں شاہ طاہر نے کہا کہ ایک مشرب اور ہے جسے اثنا عشری کہتے ہیں اگر حکم شاہی ہو تو میں اس مذہب کی کتابیں بھی بادشاہ کے سامنے پیش کروں برہان شاہ نے اس کا حکم دیا اور اس مذہب کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بڑی تلاش کے بعد شاہی دربار میں لے آئے یہ شخص چاروں مذہبوں کے علماء سے مناظرہ میں مشغول ہوا شاہ طاہر اس کی تائید اور مدد کرتے تھے جب علمائے اہل سنت کو معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو سبھوں نے اتفاق کر کے مخالفانہ بحث شروع کی اکثر ایسا ہوتا کہ شاہ طاہر کے مقابلہ میں لا جواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے تھے برہان شاہ نے جب دیکھا کہ کئی علماء شاہ طاہر کے مقابلہ میں عاجز ہو گئے تو بادشاہ نے شاہزادہ عبدالقادر کی علالت کا واقعہ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اور لحاف کا قصہ مفصل بیان کیا۔ اکثر علمائے مجلس مقر بان شاہی ہندی تو کی اور عشی غلام اور امیر و منصب دار سلطان اور شاگرد پیشہ و جبار و کش و فرار شہزادہ تقریباً تین ہزار آدمیوں نے مذہب اثنا عشری اختیار کیا بادشاہ نے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے اسمائے مبارک خطبہ سے نکال ڈالے اور ایسے اہل بیت کا خطبہ ملک میں جاری کیا چتر سفید جو سلطان بہادر گجراتی سے ملا تھا اسکا رنگ سبز کر دیا گیا اور سب کے سب شیعہ ہو گئے۔ ملاچیر محمد استاد بعض دیگر علمائے

جب صورت واقعہ کو اس طرح دیکھا تو غصہ ہوئے اور مجلس شاہی سے باہر سب چلے گئے
شہر میں ایک عجیب شور و غوغا بلند ہوا میرزا اور منصب داروں کا ایک گروہ
رات کے وقت ملاپیر محمد کے مکان پر گیا اور اس سے کہا کہ اس بلائے بے درمان
سید کو تو کہاں سے لے آیا ہے یہ شخص علوم غریبہ سے خبردار ہے اس نے ہمارے
مالک پر سحر کر دیا اور افسوس کے ذریعہ سے ہماری زبان بند کر دی اب اس
بلا سے نجات پانے کی کیا تدبیر ہے بعضوں نے رائے دی کہ شاہ طاہر کو قتل کرنا
چاہیئے ملاپیر محمد نے جواب دیا کہ جب تک برہان شاہ زندہ ہے یہ صورت ممکن نہیں
ہے بہتر یہ ہے کہ ہم پہلے برہان شاہ کو سلطنت سے معزول کر کے شاہزادہ عبدالقادر
کو بادشاہ بنائیں اس کے بعد شاہ طاہر کو خلعت کی عبرت کے لئے تیغ کریں مختصر یہ کہ احمد شکر
بھی بھجا پور تائی ہو گیا اور یوسف عادل شاہ کی طرح برہان شاہ پر بھی خلعت کا ہجوم
ہوا ملاپیر محمد کے ساتھ بارہ ہزار سوار اور پیادے دروازہ قلعہ کے سامنے اور
کالے چبوترے کے نزدیک جمع ہوئے اور محاصرہ کے ارادہ سے عیس اور ست کین
ان لوگوں نے شاہ طاہر اور اس کے فرزندوں کو گھسانوں کے سپرد کیا اور ایک
عظیم فتنہ برپا ہوا۔ برہان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ
قلعہ کا دروازہ بند کر دیا جائے اور لوگ برج و بارہ پر چڑھ کر توپ سے دشمنوں کو
دفع کریں جب فتنہ زیادہ برپا ہوا تو بادشاہ نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے
دریافت کیا کہ اس ہنگامہ کا کیا نتیجہ ہو گا شاہ طاہر علم دل میں ملا شمس الدین جعفری کے
شاگرد تھے فوراً انھوں نے قرعہ ڈالا اور یہ حکم لگایا کہ قلعہ کا دروازہ کھول کر گولہ
کرنا چاہیئے اسی وقت یہ لوگ پسپا اور پریشان ہو جائینگے اور فتح بادشاہ کو ہوگی۔
برہان شاہ ملا تاجیر امیر دول اور چار سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ بایچ ہاتھی
اور چتر سبز و ظلم کو ہمراہ لے کر قلعہ کے باہر آیا شاہ طاہر نے ایک مشت خاک پر
آیت قرآن کو دم کر کے دشمن کی طرف پھینک دیا اور توچیوں کا ایک گروہ روانہ
کیا گیا تاکہ دشمن کے قریب جا کر بلند آواز سے ندا کرے کہ جو شخص بادشاہ کا دولت خواہ
وہ اس چتر و ظلم کے پیچھے آجائے اور جو حرام خوار ہے وہ ملاپیر محمد کا ساتھ دیکر قہر
سلطانی میں گرفتار ہو نیکار انتظار کرے۔ تو اچیوں نے اس پر عمل کیا اور ایک

لمحہ میں امراء اور افسران فوج نے امان مانگی اور بادشاہ کے ساتھ بھوکے ملا پیر محمد مع چند عہدہ داروں کے اپنے مکان واپس گیا۔ برہان شاہ نے ملک احمد تبریزی کو جو مقرب امیر تھا مرزا جہاں شاہ کے ایک فرزند خواجگی محمود کے ساتھ ملا پیر محمد کے گرفتار کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ملا بادشاہ کے سامنے لایا گیا اور برہان نظام نے اس کے قتل کا حکم دیا شاہ طاہر نے اس کے قدیمی حقوق کا لحاظ کر کے بادشاہ سے پیر محمد کی سفارش کی برہان نظام نے اگرچہ پیر محمد کو قتل نہیں کیا لیکن ایک قلعہ میں قید کر دیا اور پھر شاہ طاہر کی درخواست پر چار سال کے بعد اسے قید سے نجات دی اور مثل سابق کے اسے عہدہ وزارت عطا کیا۔ جس مقام پر برہان نظام نے خواب دیکھا تھا وہاں ایک عالی شان عمارت تعمیر اور بغداد کے نام سے موسوم کی جس جگہ کہ شاہ طاہر کا دربار تھا وہاں حسین نظام نے اپنے عہد میں ایک بچہ مسجد کی بنیاد لی جو مرقعی نظام کے ابتدائی عہد میں قاضی بیگ طہرانی کے اہتمام میں تیار ہوئی۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ برہان نظام کا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کرنا بالکل غاذاں شاہ کے خواب سے مشابہ ہے غاذاں شاہ بادشاہ ایران و توران کے شعبی ہونیکا واقعہ اس طرح مرقوم ہے کہ اس نے اسلام لائیکے بعد حضرت رسالت پناہ کو دومرتبہ خواب میں دیکھا سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہر مرتبہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ فرمایا کہ میرے اہل بیت سے خلوص اور محبت رکھو اور ان کی پیروی کر کے ان کو عزیز اور بزرگ سمجھو۔ ان خوابوں کی بنا پر غاذاں شاہ نے اہل بیت کی محبت دل پر نقش کی اور کربلا و نجف کے عادات و نقباء دیگر اہل شیعہ کو اپنا مقرب بارگاہ بنا کر ہر ایک کو عمدہ مناسبت پر فائز کیا۔ بعض تاریخوں میں مرقوم ہے کہ غاذاں شاہ اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ مجھے اصحاب کبار کی بزرگی اور ان کی افضلیت سے انکار نہیں ہے بلکہ میں اس کا صدق دل سے اقرار کرتا ہوں لیکن چونکہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے گمراہ فرزندوں کی محبت کی مجھے تاکید کی ہے اس لئے ان بزرگوں کے ساتھ میں زیادہ خلوص رکھتا ہوں۔ غاذاں خاں نے محبت اہل بیت

کی بنا پر مرتے وقت اپنے بھائی الکا بتو سلطان کو جو سلطان محمد خدا بندہ کے نام سے مشہور ہے محبت اہل بیت کی وصیت کی اس بادشاہ نے بھائی پر بھی سبقت کی اور بالکل مذہب شیعہ اختیار کر لیا اصحاب گبار کے اسمائے گرامی خطبہ سے خارج کر کے دوازدہ امام کے نام کا خطبہ جاری کیا (مولف فرشتہ کو سخت حیرت ہے کہ اگر مذہب امامیہ حق ہے تو دوسرے مذاہب کا کیا حال ہو گا اور اگر یہ مذہب باطل ہے تو حضرت مسور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مذہب کی ترویج کے بارے میں نصیحت فرمانا کن امور پر محمول ہے مجھے امید ہے کہ عالی فہم ناظرین جب اس تلکھ پہونچیں تو اس واقعہ کو سرسری طور پر دیکھ کر نظر انداز نہ فرمائیں مورخ کے نزدیک اس پر غور و فکر کرنا ضروری ہے لیکن اس فقیر کے خیال میں اس قسم کے تمام افسانے حقیقت واقعی کے خلاف ہیں جو کتب تاریخ میں غلط مندرج کر دیئے گئے ہیں۔)

مختصر یہ کہ برہان نظام نے اس مذہب کی ترویج میں پوری کوشش کی اور اہل سنت کے تمام وظائف شیعوں کو عطا ہونے اور قلعہ احمد نگر کے مقابلہ میں ایک چار دیواری کھنڈہ بنا کر ایک عمارت مدرسہ کے مانند تعمیر کرائی اور اسے لنگر خانہ دوازدہ امام کے نام سے موسوم کیا اور قصبہ چمنپور و سنور و ساپورا اور چند دوسرے موافعات اس کے خزانے کے لئے وقف کئے ہر روز چاشت کے وقت آتش مہکتی اور شیعوں کو قسم کی جاتی تھی شاہ طاہر نے اپنی ساری کوشش نظام شاہی خاندان کی بہبودی اور اس کی بہی خواہی میں صرف کی اور اس بات کی تدبیریں اختیار کیں کہ خاندان رسالت کے عقب تمام اطراف عالم سے احمد نگر میں جمع ہو جائیں شاہ طاہر نے خزانہ شاہی سے روپیہ حاصل کیا و در عراق و خراسان فارس و روم و گجرات اور آگرہ میں رقومات روانہ کیں اور علماء و فضلاء شیعہ سے احمد نگر آنے کی استدعائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیل زمانہ میں شہر میں فضلا کا جمع ہو گیا۔ اہل مہمل صفوی خواجہ معین صاعدی کے ہمراہ احمد نگر آئے یہ صاحب عرصہ تک شیراز میں حکومت کر کے گجرات آئے اور نواح گجرات میں مقیم تھے شاہ طاہر نے بارہ ہزار ہون بادشاہ کی طرف سے خراج راہ ان کے لئے روانہ کئے اور شاہ حسن الکو کو احمد نگر میں طلب کر کے ان کو بادشاہ کا مقرب بنایا اسی طرح شاہ جعفر نے اور شاہ طاہر اور ملا محمد نیشاپوری ملا علی گل استرآبادی۔ ملا ستم جرجانی۔

ملا علی مازندرانی ایوب ابوالبرکات ملا عزیز اللہ گیلانی ملا محمد امامی استرآبادی اور دیگر
 فضلا اور اکابر نے دکن کا رخ کیا اور احمد نگر رشک ارم بن گیا۔
 سید حسن مدنی جو مدینہ کے مشہور متقی تھے بادشاہ کے داماد بنائے گئے اور عمدہ پرگنا
 ان کو جاگیر میں عطا ہوئے ایک کثیر رقم کر بلا اور نجف روانہ کی گئی اور وہاں کے محتاجوں
 اور فقیروں اور زعموں کو تقسیم کی گئی اس انقلاب فہمی نے یہ رنگ دکھایا کہ احمد نگر
 کے جاہل خلفائے راشدین کے حضور میں بے ادبیان کرنے لگے اور سلطان محمود
 گجراتی میران مبارک فاروقی۔ ابراہیم عادل شاہ اور عماد الملک نے باہم بیفصلہ کیا کہ احمد نگر کو
 فتح کر کے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ برہان شاہ کو اس لشکر کشی کی اطلاع ہوئی اور
 اس نے ایک آفاقی مسمیٰ راستی خاں کو بطور قاصد مع ایک عرضداشت کے ہمایوں
 بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور اس میں اظہار خلوص اور عقیدت کے بعد بادشاہ
 سے گجرات پر حملہ کرنے کی درخواست کی لیکن چونکہ اس زمانے میں خیر شاہ کا ہنگامہ
 برپا ہو گیا اس محروصہ سے کچھ کار براری نہ ہوئی اور راستی خاں بے نیل مرام احمد نگر واپس آیا۔
 برہان شاہ نے سلطان گجرات و برہان پور کو تحائف و ہدیے ارسال کئے اور مجید
 تواضع اور فروتنی کا اظہار کر کے ان کو اپنا ہی خواہ بنایا۔ اس واقعہ کے بعد برہان نظام
 نے ابراہیم عادل کے موقوف کردہ غیر ملکی تیر اندازوں کو اپنی مددگار میں ملازمت دی اور
 ان کو عمدہ جاگیریں عطا کر کے ان کی قوت اور مدد سے بجا پور پر لشکر کشی کی ایک
 خونریز لڑائی کے بعد برہان شاہ کو غلبہ ہوا اور عادل شاہی توپوں اور سوار تھیلوں پر
 قبضہ کر کے کامیاب اور صحیح و سالم احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام اس فتح سے بچہ
 مشہور و معروف ہوا اور تین یا چار برس کے عرصہ میں تین معرکہ آرائیاں ان دونوں
 فرماں رواؤں میں ہوئیں اگرچہ ان لڑائیوں کی تفصیل میں نے کسی کتاب میں
 نہیں دیکھی لیکن یہ ضرور ہے کہ ان معرکوں میں ہر دفعہ برہان نظام کو فتح ہوئی۔
 ۱۲۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ اور بجا پور کے ایک نامی امیر اسد خان بلکوانی کے
 درمیان مخالفت پیدا ہوئی برہان نظام نے امیر برید کے ساتھ بجا پور پر حملہ کیا اور
 پرشہور کیا کہ اتحاد مذہب کی وجہ سے نظام شاہ کو اسد خان نے اسی نواح میں طلب
 کیا ہے۔ تاکہ بلکوان کا قلعہ نظام شاہی فرمان روا کے سپرد کرے۔ ابراہیم عادل

اس خبر سے محمد پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام حوالی شولاپور میں پہونچا اور زمین خاں کے پانچ بیٹوں پر قبضہ کر کے پرگنات کو خواجہ جہاں کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ برہان نظام نے بلگوان کا رخ کیا اور مرج-گلہر اور مان دیاس کو تباہ و تاراج کر کے ان شہروں سے آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا اسد خان جو غلط خبر کے شہور ہو جانے سے بلگوان میں مقیم اور ابراہیم عادل کی ملازمت حاصل کرنے سے قاصر تھا چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے برہان نظام سے جا ملا۔ برہان شاہ نے تقدیر کو موافق تدبیر پاکر بیجاپور کا رخ کیا عادل شاہ جو نیکو مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا دریائے بیوہ کو عبور کر کے آبا دگلبرگ پہنچا گیا۔ برہان نظام بیجاپور پہونچا اور چند روز شہر کا محاصرہ کیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس محاصرہ سے کار براری نہ ہوگی تو عادل شاہ کے تعاقب میں گلبرگ روانہ ہوا۔ اسد خان جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہوا اعداء الملک کے وسیلہ سے اہل بیجاپور کی امداد کے لئے آیا تھا۔

برہان شاہ نے مقابلہ میں کوئی خوبی نہ دیکھی اور امیر برید کے ہمراہ اپنے ملک کو واپس گیا اور حریف نے تعاقب کر کے احمد نگر تک اکثر پرگنوں اور قصبوں کو خراب و تباہ کیا۔ برہان اور امیر برید یہاں قیام نہ کر سکے اور دولت آباد روانہ ہو گئے اتفاق سے امیر برید نے اپنی اہل طبعی سے وفات پائی اور نظام شاہ نے پریشان ہو کر شاہ طاہر قاسم بیگ اور محمد خواجہ جہاں کے مشورہ سے پانچ پتے جن پر اس یودش میں قبضہ کر لیا تھا عادل شاہ کو واپس کئے۔

۹۹۰ھ ہجری میں سلطان قطب شاہ ملنگانہ کا بادشاہ ہوا۔ برہان شاہ نے جلوس کی مبارکباد کے لئے شاہ طاہر کو جو گوگنڈہ روانہ کیا قطب شاہ نے شکار ماہی کا بہانہ کیا اور اس تالاب پر جو احمد نگر کے سر راہ اور گوگنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے شاہ طاہر سے ملاقات کی قطب شاہ سید طاہر سے اس طرح پیش آیا جیسا کہ مرید اپنے مرشد کے ساتھ سلوک کرتا ہے اور شاہ صاحب کو گوگنڈہ لے گیا اسی دوران میں برہان شاہ نے عہد شکنی کر کے راجہ امراج و قطب شاہ کو عادل شاہی سرحدی پرگنات پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ شاہ طاہر کے گوگنڈہ سے

واپس آنے کے بعد نظام شاہ خود بھی خولاپور روانہ ہوا۔ عادل شاہ نے دیکھا کہ اس پر ہر جہاں جانب سے یورش ہو رہی ہے چار برائیم عادل نے پانچ پتے نظام شاہ کو واپس لکھے اور راج کو بھی جس طرح ممکن ہوا اپنے سے راضی کیا۔ اسی دوران میں شاہ آئیل صفوی نے سنا کہ برہان شاہ نے مذہب امامیہ اختیار کیا ہے بادشاہ ایران نے آقا سلیمان طہرائی الشہدیر یہ مہتر جمال کو جو بادشاہ کا چہر غمی باشی تھا مذہبی مبارک باد کے لئے احمد نگر روانہ کیا۔ شاہ آئیل نے ایک ترکی غلام شاہ قلی نام کو ایک عدد زر مرد جو ہتالیوں بادشاہ سے حاصل ہوا تھا اور ایک قطعہ زر مرد پر مستحکم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحائف و پیش کش کے برہان شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا۔ شاہ آئیل صفوی نے علاوہ ان ہدیوں کے ایک عدد عقیق کی انگوٹھی بھی روانہ کی جس پر التوفیق من اللہ کندہ تھا انگشتی عرصہ تک خود بادشاہ ایران کے ہاتھ میں رہی تھی۔ مہتر جمال احمد نگر پہنچا اور بادشاہ ایران کا نامہ اور تحائف و ہدیے برہان شاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ برہان نظام نے ابتداءً تو مہتر جمال کی بیعت و قسم و نکریم کی لیکن آخر میں جب اس قاصد نے محفل شاہی میں بے باکانہ گفتگو اور نیز شاہ طاہر کے ساتھ بے ادبی شروع کی اور وحشت آمیز باتیں کرنا شروع کیں تو برہان نظام نے مہتر جمال کی حاضری دربار میں بہت کم کر دی اور اس قاصد سے ناراض ہوا کہ شاہ ایران کے مرسولہ تحائف کے جواب میں کوئی چیز خود نہ روانہ کی۔ شاہ طاہر اس امیر سے بعد پریشان ہوئے اور اپنے فرزند اکبر شاہ حیدر کو جو صاحب فضل و کمال بزرگ تھے ہندوستان سے خطوط و تحائف کے ہمراہ ایران روانہ کیا۔

اس زمانہ میں برہان نظام شاہ نے راج کی مدد سے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور آذربجان کے قصبہ کے قریب جو گلبرگہ کے مصنافات میں واقع ہے افواج عادل شاہی کا مقابلہ کیا بڑی خوزیر اور شدید لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ میں پہلے تو عادل شاہی افواج کے سینہ و میرہ کو شکست ہوئی اور سپاہی بد حال معرکہ جنگ سے فراری ہوئے لیکن آخر میں جبکہ خود عادل شاہ نے کیں گاہ سے نکل کر نظام شاہیوں پر جو تاخت و تاراج میں مشغول تھے حملہ کیا تو نظام شاہی فوج

مغلوب ہوئی اور اہل لشکر حیر و علم قیل و تو بچانہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی جانب فراری ہوئے۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس روانہ کیا اور اس کو اپنا بیوی خواہ بنانے کا ارادہ کیا علی برید نے اپنے باپ کی روش کے خلاف عادل شاہ سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔ علاوہ اس کے علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے ایک مذہبی مسئلہ دریافت کر کے کچھ بے ادبانہ گفتگو بھی کی شاہ طاہر نے بے نیل مرام احمد نگر واپس آئے اور برہان شاہ بریدیوں کے سلوک سے بے حد اذردہ ہوا اور اس انتقام کی غرض سے سفر کا ساز و سامان درست کرنے لگا نظام شاہ نے علی برید کے مقبوضہ قلعوں کا رخ کیا اور سب سے پہلے قلعہ اوسد کا محاصرہ کر کے اہل حصار کو پریشان کیا علی برید نے کلیان کا قلعہ پیش کر کے عادل شاہ کو اپنا مددگار بنایا۔ عادل شاہ نے بیجا پور سے کوچ کیا اور علی برید اس کے ہمراہ ہوا۔ برہان شاہ نے حریف کا مقابلہ کیا اور قلعہ اوسد سے ایک کوس کے فاصلہ پر جنگ ہوئی نظام شاہ نے حریف کو پسپا کر کے میدان سے بھگا دیا اور پھر حصار کو گھیر لیا۔ برہان شاہ نے تھوڑے ہی زمانہ میں عہد ویمان کے ذریعہ سے قلعہ کو فتح کر لیا۔ اوسد کے بعد برہان شاہ اودگیر روانہ ہوا اور اس قلعہ کو بھی سر کر کے حصار قلعہ کا رخ کیا۔ اس قلعہ کے دوران محاصرہ میں ابراہیم عادل و علی برید نے ایک مرتبہ پھر معرکہ آرائی کی لیکن برہان نظام سے شکست کھائی اور بے شمار اسب و فیل اہل احمد نگر کے قبضہ میں آئے۔

۹۵۵ھ ہجری میں برہان شاہ قلعہ قلعہ کا بھی فتح کر کے احمد نگر واپس آیا ابراہیم عادل کے اراکین دولت نے نظام شاہ کو لکھا کہ رعایا نے بیجا نگر بادشاہ کے ظلم و جور سے تنگ آگئی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ شاہزادہ عبداللہ کو جو اس زمانہ میں بندر گودہ میں مقیم ہے شہر میں بلا کر اپنا بادشاہ بنائے لیکن یہ کام بغیر آپ کی مدد کے ممکن نہیں ہے برہان شاہ کو اچھا موقع ملا اور قطب شاہ کے ہمراہ ملک عادل شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں اسد خاں قلعہ بلگوان میں غلیل ہوا اور برہان شاہ نے اپنے اصل مقصد کو اتوا میں ڈال کر حصار بلگوان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا اسد خاں نے چند ہی روز میں وفات پائی اور قلعہ پر

ابراہیم عادل کا قبضہ ہو گیا برہان شاہ احمد نگر واپس آیا اور بادشاہ کی واپسی کے بعد فوراً ہی شاہ طاہر نے لچھ دنوں علیل رہ کر ۹۵۶ھ بھری میں وفات پائی اہل احمد نگر نے بید غم و اندوہ کے ساتھ شاہ طاہر کو اولگ احمد نگر میں دفن کیا لیکن تھوڑے زمانہ کے بعد ان کی لاش کو بلائے معلیٰ بھیدی گئی اور شاہ صاحب جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گنبد مبارک میں قبر شریف سے ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر یوں دفن کئے گئے۔

شاہ طاہر نے تین دختر اور چار فرزند یا دگا جھوڑے شاہ صاحب کے فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ شاہ حیدر۔ شاہ رفیع الدین حسین۔ شاہ ابوالحسن۔ شاہ ابوطالب۔ ان پر چار فرزندوں میں شاہ حیدر عراق میں پیدا ہوئے اور بقیہ فرزند ہندی نژاد ہیں۔ شاہ حیدر جو اپنے باپ کی وفات کے وقت بادشاہ ایران شاہ جہاںشاہ کے دربار میں موجود تھے شاہ طاہر کی وصیت کے موافق ایران سے ہندوستان آکر باپ کے قائم مقام ہوئے۔

شاہ طاہر کی وفات کے بعد برہان شاہ نے قاسم بیگ حکیم اور بویال رائو کو اپنا متعین علیہ بنایا۔ برہان نظام نے عماد شاہ کو بعض وجوہات کی بنا پر عادل شاہ سے برگشتہ کر دیا اور خواجہ جہاں کے ہمراہ قلعہ کلیان پر لشکر کشی کی۔ برہان نظام نے حصار کو کا محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو بید پریشان کیا۔ ابراہیم عادل نے بیشتر امرائے برہان کو روانہ کیا اور ان کے عقب میں خود بھی روانہ ہوا۔ برہان کے پیروں نے سر راہ قیام کیا اور حریف کو غلہ اور اذوقہ کی حق تکلیف ہونے لگی یہ ایسی کبھی کبھی بطریق دزدی دشمن کے لشکر کو جانتے اور کبھی حریف پر خون مارتے اور ان کو آرام سے سونے نہ دیتے تھے۔ برہان نظام نے حکم دیا کہ لشکر کے گرد تین گلاؤں اور بعض مقامات پر چار گولا حصار کھینچا جائے جس کی وجہ سے کلیان کا قلعہ ایک جدید حصار کے اندر آ گیا ابراہیم عادل بھی حصار کے قریب پہنچا اور برہان نظام کے پہلو میں مقیم ہوا عادل شاہ نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھینچوایا جب تک رمضان کا مہینہ اچھا اور غلہ اور اذوقہ اور نیزہ و گناہیج احمد نگر کے لشکریوں پہنچ سکیں اور لوگ دو تین روز کے فاقہ سے روزہ رکھنے لگے۔

برہان شاہ ان واقعات سے بے حد پریشان ہوا اور اس نے اپنے اراکین و دولت سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم واپس جائیں اور بعضوں نے

جواب دیا کہ دیوار کے اندر سے داخل ہو کر حریف سے جنگ آزمائی کرنا چاہیے اگر ہم کو فتح ہو تو دوبارہ قلعہ کا محاصرہ کریں اور اسے گھوڑے زمانہ میں فتح کر لیں اور اگر شکست ہو جائے تو آپ نے ملک کو واپس ہوں برہان شاہ نے کہا کہ ہمارے گھوڑے بہت خستہ ہو گئے ہیں اور ان میں معرکہ آرائی کی طاقت باقی نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم بساط جنگ کو الٹ کر احمد نگر کی راہ لیں اور پھر کسی موقع سے اس ٹلک پر لشکر کشی کریں شاہ طاہر کے بھائی شاہ جعفر اور قائم بیگ حکیم نے اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ ہم بارہ دشمن پر غالب آچکے ہیں اگر اس مرتبہ ہم کو شکست ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے برہان شاہ خاموش ہو رہا اور دربار برخواست کر کے گھوڑے پر سوار ہوا اور تنہا دیو پال برہمن کے پاس گیا اور اس سے مشورہ کیا دیو پال رائے نے جواب دیا کہ کل عید کا روز ہے میں صبح کو اس کا جواب عرض کروں گا لیکن بادشاہ خراجی کو حکم دیدیں کہ جو کچھ میں طلب کر دوں بلا کسی خیال کے میرے حوالہ کرے اور میرے حکم کی تعمیل میں پس پیش نہ کرے برہان شاہ کو دیو پال کے اوپر پورا اعتماد تھا نظام شاہ نے اس کی رائے کے موافق احکام صادر کئے دیو پال نے اس رات ایک لاکھ ہون خزاہ شاہی سے حاصل کئے اور نظام شاہی دوبار کے سب سے بڑے امیر عین الملک سے پاس لیا اور اس سے کہا کہ صورت حال کی تم کو خود خبر ہے بغیر جنگ آزمائی کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملک کو واپس جانا ہزاروں خراجیوں کا باعث ہے کسی کے ساتھ اس پریشانی کے عالم میں دل شکستہ لشکر کو ساتھ لے کر بادشاہ کے ہوا صف آرائی کرنا بھی دشوار ہے اب اس معاملہ میں تم نے کیا تدبیر سوچ لی ہے اور تمہارا کیا ارادہ ہے عین الملک نے کہا کہ ہم لوگ اہل سیف ہیں سیاست کار دانی سے ہم کو سر و کار نہیں ہے تم جو کچھ مناسب ہو عمل کرو دیو پال رائے نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ عید کے دن صبح کو اپنا لشکر آراستہ کرو اور حریف پر حملہ آور ہو ظاہر ہے دشمن کی فوج کا ہر فرد سامان عید میں مشغول اور ہم سے بالکل غافل ہو گا امید ہے کہ اس طرح ہم حریف کو پال کر سکیں گے۔ عین الملک نے دیو پال کی رائے سے اتفاق کیا۔ دیو پال ملاٹھے رقم مذکور عین الملک کے حوالہ کی اور کہا عید کے اختیارات کے یہاں نہ سے یہ رقم سپاہیوں کو تقسیم کر دو عین الملک نے عید کا چاند دیکھتے ہی رقم مذکورہ امیروں اور سپاہیوں میں

تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح تڑکے بادشاہ کے سلام کے لئے مستعد رہیں صبح کو یہ معلوم ہوا کہ عادل شاہی فوج عید منانے میں مصروف ہے اور کسی کو بھی دشمن کا خیال باقی نہیں ہے علین الملک اپنے لشکر کے حصار میں رخنہ کر کے باہر نکلا اور دشمن کے قریب پہنچ کر فیضان کو ہیکر کے صدمہ سے ان کے لشکر کے گرد کی دیوار چالیس گز گرا دی اور اطمینان کے ساتھ حصار کے اندر داخل ہو کر قتل و غارتگری میں مشغول ہوا عادل شاہی فوج بالکل غافل تھی ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی عادل شاہ اس وقت غسل کر رہا تھا اس ہنگامہ میں ان کو کپڑے بدلنے کا موقع بھی نہ ملا اور جلد سے جلد اس معرکہ سے علیحدہ ہو کر ایک گوشہ میں آیا۔ عادل شاہی جہت و علم اور بے شمار گھوڑے اور ہاتھی نظام شاہی قبضہ میں آ گئے اور اور جان کی شکست کی تلافی ہوئی اسی دوران میں معلوم ہوا کہ ایک گروہ سیف الملک کی طرف سے مبارکباد عرض کرنے کے لئے آیا ہے برہان کو حقیقت حال سے اطلاع نہ تھی اسی وقت سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ اہالی قلعہ اگر آج حصار میرے سپرد نہ کریں گے تو قلعہ کو جبر و قہر سے سر کر کے حصار میں آگ لگا دوں گا اور تمام زن و مرد کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالوں گا یہ خبر اہل قلعہ کو معلوم ہوئی اور انھوں نے حصار نظام شاہ کے سپرد کر دیا۔

عادل شاہ نے معرکہ جنگ سے کوچ کر کے نظام شاہی ممالک کا رخ کیا اور بیڑ و دیگر برکات کو تباہ کر کے قلعہ پرندہ پر دھاوا کیا اہل قلعہ بے خبر اور حصار کے دروازہ کشادہ تھے سپاہی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے بلا تکلف قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ حواجی جہاں کے اکثر سپاہی قتل کئے گئے عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر کے حصار اپنے ایک معتد اور دینی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجا پور واپس آیا۔

نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور قلعہ کلیان اپنے ایک امیر کے حوالہ کر کے جلد سے جلد پرندہ پہنچا برہان نظام قلعہ مذکور سے دو منزل کے فاصلہ پہنچا اور پتھانہ داررات کے وقت چھری آواز کو صدا لئے بغیر سمجھا اور پریشان ہو کر ہلنگ بر سے اٹھا اور قلعہ کا دروازہ کھول کر فراری ہو گیا باقی سپاہی بھی بد دل ہو کر حصار سے نکل گئے نظام شاہ دو روز کے بعد قلعہ میں پہنچا اور حصار کو خالی پایا۔ برہان نظام نے قلعہ خواجہ جہاں کے سپرد کیا اور خود احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام نے اسی زمانہ میں راجراج بجا نگر سے

دوستی بڑھائی اور صلح مخم کے ساتھ عادل شاہی مملکت سے گزرتا ہوا قلعہ شولاپور کے
 نواح میں پہنچا اور راجہ سے ملاقات کی۔ برہان شاہ نے راجہ سے یہ طے کیا کہ راجہ راج قلعہ رانچور
 اور مرکل پر اور محمود برہان نظام قلعہ شولاپور پر قبضہ کرے۔ اس قرار داد کے موافق راجہ راج نے
 رانچور اور مرکل کا اور برہان نظام نے شولاپور کا محاصرہ کر لیا۔ برہان شاہ نے شولاپور کے
 حصار کو فتح کر کے راجہ کی امداد کے لئے رانچور کا رخ کیا صحیح روایت یہ ہے کہ چند روز کے
 بعد برہان نظام نے تنگنا درہی سے کہا کہ اب موسم پرشکال قریب آگیا ہے ہم کو اور
 راجہ راج کو اس قلعہ کے محاصرہ میں نہ مانہ بسر کرنا نصیحت اوقات ہے اگر تم مناسب سمجھو تو میں
 شولاپور پہنچ کر حصار شولاپور کا پھر محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں حصار ایک ہی وقت میں فتح
 ہو جائیں تنگنا درہی نے راجہ کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لی اور برہان نظام راجہ راج کی
 فوج کا ایک حصہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوا قلعہ شولاپور پہنچا اور چونہ سے سطح زمین پر تعمیر
 کر دیا گیا ہے برہان شاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور رومی خاں کی کوشش سے جو دراصل
 محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا تین ماہ کے عرصہ میں توپوں کی ضرب سے حصار کو سر کر لیا۔
 برہان نظام نے ارادہ کیا کہ گلبرگہ جا کر وہاں کے حصار کو بھی فتح کرے اسی دوران میں
 توپ کی ضرب سے دیوار حصار میں تین گز سوراخ کر کے اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا برہان نظام
 کو معلوم ہوا کہ راجہ راج رانچور اور مرکل کے قلعوں پر قبضہ کر کے بھاگ کر واپس گیا ہے برہان شاہ
 نے اس سال گلبرگہ کی ہم کو ملتوی رکھا اور احمد نگر واپس آیا۔ رومی خاں نے جو دراصل
 شاہ طاہر کا دست گرفتہ تھا برق اسامہ نزل حصار شولاپور کے مقابلہ میں نصب کر کے
 قلعہ کے برج و بارہ کو زمین کے برابر کر دیا۔ ہر روز اس حصار میں رخنہ پیدا ہوتا تھا یہاں تک
 کہ دیوار میں سپاہیوں کے داخل ہونے کے قابل راستہ ہو گیا۔ برہان شاہ اس خیال سے
 کہ کہیں راجہ راج رانچور پر قبضہ کر کے اپنے ملک کو واپس نہ جائے شولاپور کی صفیں جلدی
 کر رہا تھا۔ برہان نظام سے ہندوؤں کے ایک گروہ نے جو رومی خاں کا ہم پیشہ تھا
 عرض کیا کہ حصار کی صفیں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کا سبب خود رومی خاں ہے اگر یہ
 چاہے تو قلعہ جلد سے جلد فتح ہو سکتا ہے۔ برہان نظام کو غصہ آیا اور اس نے ارادہ
 کیا کہ رومی خاں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے اگر کان دولت اور اعیان حضرت نے
 سفارش کی اور رومی خاں نے اقرار کیا کہ دس روز میں دیوار حصار کو خاک کے

برابر کر دی گارومی خاں نے اپنا کام شروع کیا اور اس میں شہید نہیں کہ حصار کو فتح کرنے میں اس نے اعجاز سے کام لیا اور اپنے وعدہ سے پیش تر ہی قلعہ کو خاک کے برابر کر دیا نظام شاہی فوج قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور انھوں نے حصار کو فتح کر کے بادشاہ کو خوش کیا برہان نظام نے قلعہ کو از سر نو تعمیر کرایا اور دی خاں کو شاہانہ نوازش سے سرفراز کر کے اپنے اسپ خاصہ پر سوار کرایا اور شاہزادہ حسین کو علم دیا کہ بارہ قدم اس کی رکاب کے ساتھ پیادہ پا چلے اور اسی مہربانی کی وجہ سے راجہ کا معرکہ بھی جیسا کہ مذکور ہو گا رومی خاں کی کوشش سے سر ہوا۔

۹۶۰ھ ہجری میں برہان نظام نے دوبارہ عادل شاہی ملک فتح کر نیکارادہ کر کے راجہ سے یہ طے کیا کہ قلعہ ساغر اور ایشگر پر راجہ اور بیجا پور اور گلبرگہ نظام شاہ قبضہ کرے۔ ۹۶۱ھ ہجری میں برہان شاہ راجہ کے ہمراہ بیجا پور روانہ ہوا عادل شاہ مقابلہ کر سکا اور پناہ چلا گیا برہان شاہ نے قلعہ بیجا پور کا محاصرہ کیا قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو کر برہان شاہ داخل ہوا اور تمام ہیگ حکیم کی رائے سے احمد نگر واپس آیا اور اسی مرض میں دنیا سے کوچ کر گیا برہان شاہ اپنے باپ کے پہلو میں باغ روضہ میں دفن کر دیا گیا تھوڑے زمانہ کے بعد احمد نظام و برہان شاہ کے تابوت کربلائے معلیٰ روانہ کئے گئے اور حضرت شہید کربلا کے گنبد مبارک سے باہر ایک گڑ کے فاصلہ پر دفن کر دیئے گئے۔

اسی سال سلطان محمود گجراتی اور سلیم شاہ بادشاہ دہلی نے وفات پائی مورخ فرشتہ کے والد مولانا غلام علی نے ان تینوں فرمانرواؤں کی رحلت کا مادہ تاریخ نزول خسرواں نکالا۔ برہان نظام شاہ نے جتنی اولاد قبضیات چھوڑی اس کے اسباب ذیل ہیں۔ حسین و عبدالقادر جو بی بی آمنہ کے بطن سے تھے۔ شاہ علی حسن کی ماں کا نام بی بی مریم و قنبرہ و سف عادل شاہ تھا۔ شاہ حیدر جو محمد و خواجہ جہاں کا داماد تھا۔ میراں محمد باقر جو بیجا پور میں فوت ہوا اور شاہزادہ محمد خدا بندہ جس نے بنگال میں وفات پائی۔ حسین نظام شاہ برہان نظام شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر حسین نظام شاہ بن۔ تیس سال کے سن میں باپ کا جانشین ہوا شاہزادہ عبدالقادر نے برہان نظام شاہ جو باپ کا بہت پیارا فرزند تھا مخالفت کی اور عین جلوس کے روز مع اپنے بھائیوں کے قلعہ سے باہر نکل آیا۔ امرائے احمد نگر کے دورہ ہو گئے

غریب اور شی امیر دل نے مسین شاہ کا ساتھ دیا اور اہل و کن اور ہندو قصبہ بنگاپور کے قریب امیران عبدالقادر کے گرد جمع ہوئے اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ دوسرے شاہزادے یعنی محمد خدا بندہ۔ شاہ علی۔ شاہ حیدر و میران محمد باقر بھی عبدالقادر کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگے۔ قریب تھا کہ بھائیوں میں خونریز معرکہ آرائی ہو۔ کہ قاسم بیگ حکیم کی سعی و تدبیر سے چار یا پانچ سو فوج اور حوالہ دار شاہزادہ عبدالقادر سے جدا ہو کر حسین نظام شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اہل قلعہ اس واقعہ سے قوی دل ہوئے اور حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر کا سایہ کر دیا گیا۔ اہل قلعہ نے شاہزادہ عبدالقادر کے دغیبہ پر کمر بستہ باندھی اور لوگوں پر دردم و دینار کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ کوئی امیر دل یعنی خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے حسین نظام شاہ کا معاملہ قوی دیکھ کر قاسم بیگ کے دھیلے سے قول نامہ حاصل کیا اور عبدالقادر کی رفاقت ترک کر کے اپنے اپنے مکانوں میں جا بیٹھے۔ شاہزادہ عبدالقادر زمانہ کی نیرنگیوں سے حیران ہوا اور اپنے بھائیوں اور قرابت داروں سے مشورہ کیا بھوں نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ راہ فرار اختیار کریں۔ عبدالقادر اپنے مخصوص ہم نشینوں کے ساتھ عماد الملک کے پاس براہ روانہ ہوا اور وہیں فوت ہو گیا۔ شاہ علی محمد خدا بندہ اور میران محمد باقر بنگاپور اور شاہ حیدر پرندہ میں پناہ گزین ہوئے۔ غرض کہ حسین نظام کے لئے ملک موروثی رقبہوں سے پاک ہوا اور تختہ اہل بیت کا خطبہ جاری کر کے استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ حسین نظام نے شعلے زمانہ کے بعد عبدالقادر کے بھی خواہ امیر دل کو قرار واقعی سزا دی سیف عین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے بعد احمد نگر آکر عہدہ سپہ سالاری پر فائز ہوا تھا بادشاہ سے خوف زدہ ہو کر براہ چلا گیا۔ خواجہ جہاں حاکم پرندہ نے جس کی دختر شاہزادہ حیدر کے حوالہ عقد میں تھی ارادہ کیا کہ ابراہیم عادل کی مدد سے اپنے داماد کو احمد نگر کا بادشاہ بنائے۔ خواجہ جہاں نے قریب اور تہنیت کے مراسم ادا نہ کئے حسین نظام شاہ یہ اخبار سنکر غضبناک ہوا لیکن تمام محبت کے لئے ایک نامہ خواجہ جہاں کے نام روانہ کیا خواجہ جہاں حیران ہوا کیونکہ اس کو نہ بادشاہ کی مخالفت کا یار تھا اور نہ معنوری میں حاضر ہو سکتا تھا۔ حاکم پرندہ نے ایک جواب دور از صواب روانہ کیا اور لکھا کہ چونکہ مجھ سے ایک قصور سرزد ہو گیا ہے اس لئے خوف و ہراس کی وجہ سے آستانہ بوسی سے

معدور ہوں اس وقت میری حاضری معاف فرمائی جائے پھر کسی وقت آستانہ شاہی پر پہنچ فرمائی
 کر دیں گا۔ حسین نظام کو یقین ہو گیا کہ خواجہ جہاں احمد نگر نہ آئیگا بادشاہ پرندہ روانہ ہوا
 اور اسی نے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا خواجہ جہاں احمد پریشان ہوا اور اپنے ایک
 عزیز کو قلعہ کی محافظت کے لئے حصار کے اندر چھوڑا اور خود فریادری کے لئے ابراہیم عادل
 کے پاس بیجا پور پہنچ گیا۔ نظام شاہیوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ جو نگر عادل شاہ کی
 امداد پر مغرور تھے انھوں نے شام تک حریف کا مقابلہ کیا لیکن نظام شاہ کے پیچیدوں
 نے حصار میں رخنہ کر دیا اور فوج نے حصار میں داخل ہو کر اہل قلعہ کا قلع و قمع کر دیا۔
 حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور رخنہ کو مسدود کر کے حصار اپنے ایک امیر کے
 سپرد کیا اور خود احمد نگر واپس آیا اکثر شاہزادے اور خدمت خواجہ جہاں حسین نظام کے
 خوف سے ابراہیم عادل کے دامن میں پناہ گزین تھے۔ اس مدعیان میں سیف
 عین الملک بھی ہزار سے بیجا پور آیا اور بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ عادل شاہ
 نے اپنے پھوپھی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر عطا کیا اور یہ ارادہ کیا کہ احمد نگر
 کے جو امیر حسین نظام کے قہر و غضب سے ہر سال ہیں ان کو میراں علی شاہ کے
 گرد جمع کر کے اپنے بھائی کو احمد نگر کے تخت حکومت پر بٹھائے حسین نظام نے یہ
 اخبار سنے اور داسو پنڈت کو علاء الملک کے پاس روانہ کیا تاکہ علاء الملک نظام شاہ کا
 رفیق طریق ہو اور یہ دونوں فرما کر اپنی متفقہ قوت سے عادل شاہ کے قلعہ کو فرد
 کریں علاء شاہ نے تقریباً سات ہزار سوار یا ساز ویراں نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ
 کئے حسین نظام علاء شاہی فوج کو اپنے ہمراہ لے کر شولا پور کی طرف جس کا عادل شاہ
 محاصرہ کئے ہوئے تھا روانہ ہوا حسین نظام سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے
 قریب پہنچا۔ عادل شاہ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اپنا بمقام نظام شاہ سے لے اور جو
 شکست کہ حریف سے کھا چکا ہے اس کا تدارک کرے۔ طرفین نے اپنی فوجیں مرتب
 کیں اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے۔ سیف عین الملک نے جو عادل شاہ کے
 ہمراہ تھا علاء شاہی اور نظام شاہی ہراول لشکر کو درہم و برہم کر دیا۔ نظام شاہی میسرہ بھی
 پراگندہ ہو گیا اور عین الملک نے حریف کے چتر و ظلم کا رخ کیا۔ نظام شاہی بہادر
 حریف کے ہتھیار میں مشغول ہوئے اور تقریباً چار سو بہادران زدگار جو ہر کس ثابت قدم

رہ چکے تھے نہ تیغ کئے گئے۔ عین الملک کا خواہر زادہ کسی صلابت خاں بھی زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا۔ عین الملک کا قاعدہ تھا کہ جب معرکہ جنگ میں پریشان ہو سوتا تو سواری سے اتر کر اپنے سپاہیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا۔ عین الملک قاعدہ کے موافق اس معرکہ میں بھی گھوڑے سے اترتا اور ایسی داد مردانگی دی کہ احمد نگر کی فوج نے راہ فرار اختیار کی اور نظام شاہی ظلم کے پاس صرف ایک ہزار سو اور سو باقی رہ گئے۔ حسین نظام باوجود اپنے لشکر کی بے ترتیبی اور فرار کے ثابت قدم رہا اور برابر ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا۔ ظاہر ہے کہ دشمن پر فتح یا محض تائید الہی پر منحصر ہے اور اس میں اپنی کوشش اور سعی کو مطلق دخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی اسی امر کا ظہور ہوا اور چند کوتاہ اندیش افراد نے عادل شاہ کو یہ خبر دی کہ سیف حسین الملک مکمل حیلہ کر کے بجا پور آیا تھا اب معرکہ کارزار میں گھوڑے سے اتر کر نظام شاہ کے سامنے سلام و مہرے کے لئے کھڑا ہے عادل شاہ نے اس خبر کی صداقت پر یقین کر لیا اور اپنے امیر دل اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر خود بجا پور روانہ ہو گیا۔ عین الملک جو کہ تقریباً دشمن پر فتح پا چکا تھا یہ خبر سنتے ہی جنگ آزمائی سے دست بردار ہوا اور صلابت خاں کو چادر میں باندھ کر پریشان بد حال بجا پور روانہ ہوا۔ نظام شاہ کے ساتھ تھوڑی جمیعت رہ گئی تھی اس نے حریف کا تعاقب کرنا مناسب نہ خیال کیا اور جیسا کہ قائل عادل شاہیہ میں مذکور ہے دو روز کے بعد احمد نگر روانہ ہو گیا۔ سیف حسین الملک سرحد عادل شاہی کے باہر نکل گیا اور ان اطراف میں اس کو قیام کر نیکا موقع نہ حاصل ہوا۔ عین الملک مع اپنے گروہ کے سرحد نظام شاہی میں داخل ہوا۔ نظام شاہ اس کے فتنے سے ابھی مطمئن نہ ہوا تھا اور جو زخم کہ عین الملک سے کھائے تھے وہاں تک چمے تھے۔ عین الملک نے بظاہر عین الملک کے دروہ پر اظہار شادمانی کیا اور کہا کہ یہ ہمارے پیغمبر کی یاد دی ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آ رہا ہے یہ امیر حقوق سابقہ کا لحاظ کر کے اپنے کو ہمارے امرا میں داخل کرنا چاہتا ہے عین الملک نے بلا تامل حکیم کاسم بیگ کو جو بادشاہ کا محرم راز اور خاندان نظام شاہی کا سب سے بڑا امیر تھا عین الملک کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ ہمارے خواہش و میرہ آرزو سننے کے لئے انتہا اثر دکھایا کہ تم کو کشتن کشتاں

اس طرف لے آئی اگر اتفاق سے چند روز تم ہماری ملازمت سے محروم رہے تو اس سے
 ملول اور خوف زدہ نہ ہو اور ہماری توجہ و نوازش کو سابق سے وہ چند خیال کر کے بالکل
 مطمئن ہمارے حضور میں حاضر ہو تاکہ ہم تمہارے قیدی اقطاع و مناسب پر سرخیز کر کے
 تم کو تمہارے ہم عمروں میں محسوس نہ بنائیں۔ مزید اطمینان کے لئے قول نامہ و نگہیں
 اپنے خاصہ کے رد مال میں باندھ کر تمہارے پاس روانہ کرتا ہوں تمہیں چاہیئے کہ
 ہمارے محرم راز میرے حکیم قاسم بیگ کے ہمراہ جلد ہمارے حضور میں حاضر ہو اور اس
 ہماری مجلس کو اپنی عدم موجودگی سے زیادہ بے لطف نہ بناؤ۔ قاسم بیگ سرحد پر
 پہنچا اور اس نے عین الملک سے ملاقات کر کے بادشاہ کا نامہ و پیغام پہنچایا عین الملک
 نے دو شرطوں پر اپنی حاضری کو محول کیا ایک یہ کہ عین نظام خود اس کے استقبال
 کو آئے اور دوسرے یہ کہ عین الملک جب بادشاہ سے ملنے جائے تو اس کی طاہری تک
 قاسم بیگ اسی کے لشکر میں مقیم رہے۔ قاسم بیگ نے کہا کہ مجھ کو خصمت کرو تاکہ میں
 تمہاری ملاقات کا بادشاہ سے ذکر کر کے واپس آؤں اور تمہاری واپسی تک تمہارے
 لشکر میں مقیم رہوں۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دیدی اور قاسم بادشاہ کی
 مجلس میں حاضر ہوا لیکن رنگ صحبت و گرگوں دیکھ کر اپنے مکان گیا اور اس نے
 روحن بلا دراپنے سزاورد منہ پر لہیا جس کی وجہ سے بدن اور منہ سوچ گیا قاسم بیگ
 بیمار کی کاہنہ کر کے صاحب فراش ہوا اور عین نظام نے اپنے درباریوں کے
 ایک گروہ کو لذیذ کھانوں اور شربت کے ہمراہ عین الملک کے پاس روانہ کیا اور
 اس سے کہا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو۔ بادشاہ نے عین الملک کو پیغام
 دیا کہ چونکہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آسکتا تم اپنی جگہ سے
 اٹھو میں تمہارے استقبال کے لئے آتا ہوں۔ عین الملک نے اپنے قاصد
 قاسم بیگ کے پاس روانہ کئے قاصدوں نے قاسم بیگ حکیم کو بری حالت میں مبتلا
 دیکھا اور واپس ہو کر عین الملک کو اس کے حال سے اطلاع دی۔

عین الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اس کے استقبال کے لئے سوار ہوا ہے
 عین الملک مجبور ہوا اور صلابت خاں کے ہمراہ ایک گروہ قلیل کو ساتھ لیکر روانہ
 ہوا۔ عین الملک کے غلام قبول خاں نے ہر چند اپنے مالک کو روانگی سے منع کیا

اور کہا کہ قاسم بیگ کا علیل ہو جا ہا محض ایک جبل و فریب ہے لیکن اس کی تقریر کا اثر نہ ہوا۔ قبول خاں اپنے مالک سے جدا ہو گیا اور لشکر میں پہنچ کر اس نے سبھوں سے کہا کہ تمام لوگ کوچ کر کے ٹھہریں آئیں اور جس مقام پر بادشاہ نے ان کو فروکش کرا نیسکا ارادہ کیا ہے وہیں قیام کریں قبول خاں نے عورتوں کو مردانہ لباس پہنا یا اور خود خیل و حشم کے ساتھ سوار ہوا۔ عین الملک جنگاپور کے نواح میں پہنچا اور دیکھا کہ نظام شاہ ایک مسطح میدان میں گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے سامنے دونوں طرف ہاتھی بکھڑے کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہاتھیوں کے قطار کے درمیان ایک کوچہ بن گیا ہے اہل دربار کا ایک گروہ عین الملک کے پاس آیا اور اس کو صلابت خاں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار کوچہ کے اندر لے گیا ایک گروہ دوسرا آیا اور اس نے عین الملک سے پاپیادہ ہونے کی درخواست کی۔ عین الملک کا مدعا تھا کہ اسی طرح سوار بادشاہ سے ملاقات کرے اس گروہ کے اصرار سے دل میں دنجیدہ ہوا لیکن مجبوراً گھوڑے سے اترا اور آگے بڑھا عین الملک نے رکاب بوسی کے ارادہ سے سر جھکا یا لیکن منہ ز رکاب پر لب بھی نہ لگائے تھے کہ بادشاہ کے حکم سے عین الملک اور صلابت خان دونوں گرفتار کر کے ہاتھیوں پر سوار کر لئے گئے۔ عین نظام نے شکار کو دام میں گرفتار پا کر کوچ کیا شاہی فوج جنگاپور پہنچی اور فیلبان نے ہلاسی کو اطلاع دیئے ہوئے دونوں مجرموں کا گلا گھونٹ کر ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے۔ عین نظام نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ غریب خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے ان کی تنہیز و تکفین کے لئے ایک گروہ کو نامزد کیا اور حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا مال و اسباب شاہی ملاحظہ میں پیش ہو۔ اور بقیہ مال تاخت و تاراج کر دیا جائے قبول خاں اپنی طاقت و بیٹی سے ان واقعات سے باخبر تھا اس نے عین الملک اور صلابت خاں کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو سواروں کے ساتھ جو سب کے سب عین الملک کے ملازم تھے اسب و فوجی ہاتھ میں لے کر ابراہیم قطب شاہ کے ملک کو روانہ ہوا۔ نظام شاہی ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا اور چند جگہ معرکہ آرائی ہوئی لیکن قبول خاں نے مردانہ و اسی جنگ کی کہ زمین و آسمان نے اس کی بہادری کی تعریف کی۔ قبول خاں نصیباً اندوہ کے حوالی میں پہنچا نظام شاہی امیر جو

ان حدو میں موجود تھے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی سر راہ مد مقابل ہوئے قبول خاں غیر خزاں کی طرح اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ مقابلہ میں آیا دشمن کے پاس پانچ ہزار سوار تھے لیکن قبول خاں نے اس مردانگی سے جنگ کی کہ جس کی نظیر مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے آخر کار قبول خاں نے فتح پائی اور ظریف الملک چند خاں دلاور خاں پاکباد خاں وغیرہ نظام شاہی امیروں کو خاک و خون میں ملا دیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کر کے صحیح و سالم گولکنڈہ پہنچا۔ ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی وفاداری اور اپنے ملک کے وارثوں کے ساتھ اسکا سلوک سن کر اس کو عمدہ جاگیر عطا کی۔ قبول خاں تاحیات ہر سال ایک گروہ کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک و مسلاہت خاں کی قبروں پر جو تعبد بنکا پور میں واقع ہیں آتش و دان محتاجوں اور فقیروں کو تقسیم کرتا تھا اور قبر کے چاروں طرف نقد و انعام دیکر مسرور و خوش کیا کرتا تھا ان صاحبوں کی شجاعت و مردانگی دکن میں اس قدر مشہور و معروف ہے کہ جو انمرد و بہادر لوگ ان کی قبر کی خاک چاٹتے ہیں اور اپنے جسم میں زیادتی قوت و شجاعت کے لئے ان کی ارواح سے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کا باپ مسمی سیف الملک عراق کا باشندہ تھا اور غوث عین الملک کا مولد ملک گجرات ہے۔ سلاطین گجرات نے عین الملک میں مردانگی و شجاعت کے آثار دیکھ کر اسے اپنے منصب داروں کے گروہ میں داخل کیا عین الملک نے شاہیستہ خدمات انجام دیں اور فرمانروایان گجرات نے اسے اہل کبار کی صف میں جگہ دی۔ عین الملک نے جو انمردوں اور بہادران روزگار کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس ہزار مغل عرب افغان گجراتی حبشی اور دکنی وغیرہ سپاہیوں کو دس بارہ سال کے عرصہ میں فراہم کر لیا عین الملک اپنے سپاہیوں سے براہ راست سلوک کرتا اور اتحاد و ملازم کے برتاؤ سے پرہیز کرتا تھا۔ اس پر وحمیدہ خاصہ اس کی سرکار میں موجود نہ تھے جب کبھی سوار ہوتا اپنے ملازمین سے کسی کا گھوڑا طلب کر لیتا اور سفر کی حالت میں معمولی سواروں میں سے کسی سوار کے عہدہ میں قیام کرتا تھا۔ عین الملک بوجہ کبھی کبھی نیا عہدہ ملک جاگیر میں ملتا تو اپنے سپاہیوں کو بلاتا اور کہتا تھا کہ خدا نے بزرگ نے جب ظالم جاگیر ہم بھائیوں کو عنایت فرمائی ہے سب لوگ آپس میں تقسیم کر لو اور

دفترو حساب و کتاب کو بالائے طاق رکھو۔ ملازم خود ہی آٹک کے اخراجات کے لئے بھی کوئی حصہ جاگیر کا مخصوص کر دیتے تھے۔ عین الملک نے چالیس سال امارت میں بسر کئے اور کسی سرکر میں دشمن سے شکست نہیں کھائی سلطان بہادر کی وفات کے بعد برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امیر الامراء کے عہدہ پر فائز ہوا۔

اسی دوران میں شاہ حیدر ولد شاہ طاہر ایران سے دکن واپس آئے حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو مع پانچویں کے شاہ صاحب کے لئے روانہ کیا اور ان کو بیجا نگر و اکرام کے ساتھ احمد نگر میں لایا اور قلعہ دندراج پوری اور شاہ طاہر کے دیگر قلعے ان کے فرزند کی جاگیر میں عنایت کئے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ابراہیم عادل نے وفات پائی اور حسین نظام نے عادل شاہی ملک کو فتح کرنے کی نیت سے قلعہ حسن آباد گلبہرہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ حسین نظام نے ملا عنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ روانہ کیا اور ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ یہ وقت غنیمت ہے بہتر ہے کہ ہم اور آپ اتفاق کر کے قلعہ گلبہرہ پر قبضہ کر لیں ابراہیم قطب شاہ خود اسی امر کا خواہاں تھا اس لئے فوراً ہی غیمہ دخر گاہ باہر نکالا۔ نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور احمد نگر سے گلبہرہ روانہ ہوا قطب شاہ بھی اس طرف روانہ ہوا۔ ہر دو فرما نروا گلبہرہ میں ایک دوسرے سے ملے اور یہ قرار پایا کہ اول گلبہرہ کو سر کریں اور اس کے بعد قلعہ اہمکن پر دھاوا کیا جائے حصار گلبہرہ کا محاصرہ کیا گیا اور نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی انسری میں حصار کے برج دبارہ کی بنیاد کو توپ و ضرب زن سے متزلزل کر دیا رومی خاں قریب سمٹھا کر قلعہ کو سر کرے کہ مصطفیٰ خاں اور ستانی نے جو قطب شاہ کا جلیل الملک تھا اپنے مالک سے کہا کہ حسین نظام قہار اور ہمت شکن ہے خود قلعہ گلبہرہ کو سر کر کے آپ کو اہمکن پر قابض نہ ہونے دیکھا میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ نظام شاہ کو قوت پہنچانے میں آپ کو شش نہ کریں اور وہ تدبیر نہ اختیار کریں۔ جس کی وجہ سے نظام شاہ کو عادل شاہ پر فوقیت حاصل ہو جائے ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کے کلام کی تصدیق کی اور غیمہ دخر گاہ و نیز دیگر سامان سے قطع نظر کربے آدمی رات کو اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور اپنی قلعہ کو دشمن کی مدافعت کرنے کی ہمت تاکید کر دی۔ عادل شاہی امیر اس واقعہ سے کچھ مطمئن ہوئے۔

اور قطب شاہ کی رودانی کی اطلاع پلٹتے ہی نظام شاہ کے حوالی لشکر کو تاخت و تاراج کرنے لگے حسین نظام شاہ تنگ آگیا اور بغیر اس کے کچھ کار براری کر سکے بنیل مرام اپنے ملک کو واپس گئی۔ ملا عنایت اللہ چونکہ نظام شاہ اور قطب شاہ کے درمیان میں اتحاد و اختلاف ہر حالت میں واسطہ بنا ہوا تھا حسین نظام کی جباری و قہاری سے خوف زدہ ہوا اور اٹھائے راہ سے فراری ہو کر گوگندہ جا پہنچا حسین نظام کے قہر کی آگ مشتعل ہوئی اور ملا عنایت اللہ کے عوض قاسم بیگ حکیم معقوب ہو گیا حسین نظام نے قاسم بیگ کو قلعہ پر بندہ میں قید کیا لیکن دو یا تین مہینے کے بعد بے گناہ قیدی پر نظر عنایت کی اور اسے قید سے رہا کر کے مثل سابق کے معزز و مکرم کیا۔ علی عادل نے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور ہر ممکن تدبیر سے راج و قطب شاہ کو اپنا تفریق طریق بنایا حسین نظام نے بھی یہ خبر سنی اور اپنے ایک ندیم ملا علی مازندرانی کو ایلیپور دریا عماد الملک کی ملاقات کے لئے روانہ کیا اس سفارت کا مقصد یہ تھا کہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں جدید قرابت قائم کر کے اس رشتہ سے فائدہ اٹھایا جائے ملا علی نے عماد شاہ سے نہایت موثر الفاظ میں گفتگو کی۔

۹۶۶ھ ہجری میں نظام شاہ اور عماد شاہ نے قصبہ سون پت میں دریائے گنگا کے کنارہ ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ یہ قصبہ جشن شادی کے بعد عشرت آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔ دونوں فرماں روا دریا کے ہر دو جانب فروش ہوئے اور خیمہ و خرگاہ و نیز دیگر شاہانہ آرائش سے دریا کے ہر دو ساحل رشک عدل بن گئے۔ تقریب منیافت و جشن عشرت سے فراغت حاصل کر نیلے بعد پنجویں کی اختیار کر دہ نیک ساعت میں قاصیوں اور علما نے دولت شاہ بنت عماد الملک کا عقد حسین نظام سے کر دیا۔ اس عقد کے بعد ہر شخص بیحد خوشی و مسرت کے ساتھ اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

اسی سال حسین نظام نے مولانا شاہ محمد نیشاپوری اور رومی خاں کو قلعہ ریگ دندہ کی ہم پر روانہ کیا۔ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا اور مسلمانوں کو پریشان کرنے لگے حسین نظام نے ان کی تنبیہ کے لئے لشکر روانہ کیا لیکن اہل فرنگ اپنے حرکات پر نادم ہوئے اور انھوں نے آئندہ محتاط رہنے کی غدیہ میں کھائیں

اور نظام شاہی فوج اپنے ملک کو واپس آئی۔

۹۶۷ھ ہجری میں حسین نظام نے اپنے باپ دادا کی روغن کے خلاف قلعہ کالنہ کو جو ایک ہندو راجہ کے قبضہ میں تھا مع دیگر حصار کے تین یا چار ماہ کے محاصرہ کے بعد سر کیا اور قلعوں کی حکومت اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر کے خود احمد نگر واپس آیا۔ اسی درمیان میں معلوم ہوا کہ علی عادل شاہ قلعہ شولا پور و گلیان کا انتقام لینے اور ان حصاروں پر قبضہ کرنے کا مقصد ارادہ رکھتا ہے اور راجہ قطب شاہ کے ہمراہ احمد نگر کی طرف آ رہا ہے۔ حسین نظام نے قاسم بیگ کی رائے کے مطابق شاہ حسن انجو کو جو بادشاہ سے زیارت حرمین سے سفید ہونے کی اجازت لے کر احمد نگر سے روانہ ہوا تھا اور اس زمانہ میں بندرجیوں میں مقیم تھا طلب کیا اور اس مہم کے بارے میں اس سے مشورہ کیا۔ شاہ حسن و قاسم بیگ نے جواب دیا کہ ہم ان ہر سر فرماؤں کے مقابلہ میں صف آرائی نہیں کر سکتے بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ گلیان عادل شاہ کے سپرد کر کے صلح کر لیں حسین نظام نے کہا کہ جس حصار کو میرے باپ نے مردانگی کے ساتھ بزرگ شیر سر کیا ہو میرے لئے یہ شرم و عار ہے کہ اسی حصار کو بلا ہاتھ پاؤں ہائے محض خوف کی بت پر دشمن کے سپرد کر دوں۔ شاہ حسن نے حرات کر کے کہا کہ ہر وقت کا ایک مقتضی ہوتا ہے مرحوم بادشاہ کے لئے مناسب تھا کہ وہ قلعہ بد قاضی ہوں اور آپ کے لئے یہ بہتر ہے کہ فی الحال حصار سے دست بردار ہو جائیں بادشاہ ہوں اور اہل دنیا کو ان کی زندگی میں اسی قسم کے ہزاروں واقعات پیش آتے ہیں۔ حسین نظام قلعہ کی داہمی پر کسی طرح راضی نہ ہوا اور یہاں تک اپنی رائے پر اصرار کیا کہ دشمن ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادوں کی جمعیت سے احمد نگر کی نواح میں پہنچ گیا۔ نظام شاہ نے احمد نگر کے خام قلعہ کو جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی اذوقہ و آلات انتشار ہی سے مستحکم کیا اور حصار اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر کے خود مع اہل و عیال و خزانہ کے ملن روانہ ہوا تاکہ عا د الملک اور میراں مبارک شاہ و علی برید کو اپنا بھی خواہ بنا کر حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہو اتفاق سے خان جہاں میر برید کا بھائی جو عا د الملک کا مددگار تھا علی عادل کی تحریک سے اس شرکت سے مانع آیا اور خود پانچ ہزار سواروں کی جمعیت سے

حسین نظام کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ حسین نظام نے ملا محمد شاپوری کو دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ خان جہاں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ ملا محمد نے حملہ اول ہی میں خان جہاں کو شکست دی اور بریدی امیر چونکہ عماد الملک کو اپنا منہ نہ دکھا سکتا تھا خستہ و بد حال علی عادل کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ جہانگیر خاں دکنی جملہ الملک مقرر ہوا اور برار کا لشکر ساتھ لے کر نظام شاہ کی امداد کو آیا علی عادل راجراج و قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہوئے اور مکانات مساجد و منازل تباہ و برباد کئے گئے اور خضار کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اہل قلعہ تنگ ہوئے لیکن قطب شاہ نے طاقت اندیشی سے کام لیا اور چونکہ اس کا مددگار یہ تھا کہ عادل شاہ کو بھی نظام شاہ پر نوبت نہ حاصل ہو اس فرار و بے امنی کے لئے مورچل کی طرف سے اہل قلعہ کے لئے راہ آمد و شد کھول دی اور ان کو تمام ضروریات زندگی پہنچانے لگا۔ ملاعنایت اللہ جو اس زمانہ میں ابراہیم قطب شاہ کا ملازم ہو گیا تھا اور ان معاملات میں بیحد دھلیل تھا ہمیشہ اہل قلعہ سے مراسم اتحاد کا اظہار کرتا اور نظام شاہ کی یہی خواہی کا دم بھرتا تھا یہ راز ظاہر ہو گیا اور راجراج و عادل شاہ نے قطب شاہ سے ناراضی کا اظہار کیا اور اس کو دبانے لگے۔ قطب شاہ نے اس مرتبہ بھی خوش طبعی سے کام لیا اور قلعہ گلبرگہ کی طرح احمد نگر کو بھی غیر باد کیا اور شب کے وقت خیمہ و خراگاہ وغیرہ لوازم بادشاہی کو میدان جنگ میں چھوڑ کر اپنے مورچل سے گولہ بندہ روانہ ہو گیا۔ ملاعنایت اللہ نے کوہج کے وقت قطب شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور احمد نگر آیا اور اس کے بعد نظام شاہ کے پاس پٹن حاضر ہو کر معزز و مکرم ہوا خان جہاں کی شکست کے بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کر کے اچھی خاصی مہمیت کے اس کو ہمراہ نظام شاہ کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کر کے غلہ و اذیت کی تمام راہیں مسدود کر دیں اور راجراج و عادل شاہ کے لشکر میں نقصان ہوا۔ غلوی خدا پریشان ہوئی اور ان دونوں فرماں رواؤں نے کچھ کر کے قلعہ شتی میں قیام کیا اور یہ کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی ایسروں کی ماتحتی میں روانہ کر کے پیچھے قلعہ بدینہ کو فتح کریں اور اس کے بعد واپس آکر احمد نگر کو سر کریں نظام شاہ ان واقعات کو سنکر بے حد پریشان ہوا اور اس نے قاسم بیگ حکیم و شاہ حسن انجہ کے مشورہ سے راجراج سے

دوستی کی طرح ڈالی اور صلح کا طلبگار ہوا۔ رامراج نے تین شرائط پر صلح کرنا قبول کیا۔ اول یہ کہ قلعہ کلیمان علی عادل کے سپرد کر دیا جائے دوسرے یہ کہ جہانگیر خاں حسین نے ہماری فوج کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے یہ تیغ کیا جائے تیسرے یہ کہ نظام شاہ ہمارے پاس اگر پان اتھالت قبول کرے حسین نظام نے ملک کی خیر اسی میں دیکھی اور راجہ کے شرائط قبول کر لئے اور اپنے ہی خواہوں پر ظلم ڈھانے لگا۔ حسین نظام نے بلا کسی کے مشورہ اطلاع کئے اپنے امیروں کے ایک گروہ کو جہانگیر خاں کے قیام گاہ پر روانہ کر کے فریب جہانگیر کو جو اس کا بھی خواہ بہان تھا قتل کر دیا۔ عمار شاہ ترس و خوف کی وجہ ہاں اور نہیں کچھ بھی نہ کہہ سکا اور صرف تعاطل کو اپنے لئے بہترین امر سمجھا حسین نظام اس بے مروتی کے بعد کہ ایک غیر مسلم دشمن کے اشارہ سے اپنے ایک ہی خواہ کو قتل کیا عمار الملک کو رخصت کر کے رامراج کے لشکر گاہ کو گیا۔ رامراج نہایت تکبر و غرور کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ ہلا اور اسی حالت نشست میں نظام شاہ سے دست بوسی کی۔ حسین نظام کو رامراج کے اس غرور پر بے حد غصہ آیا اور راجہ کو روحانی تکلیف پہنچانے کی غرض سے اسی مجلس میں طشت و آفتابہ طلب کر کے اپنے ہاتھ دھوئے رامراج یہ دیکھ کر برا آشفٹ ہوا اور کنٹری زبان میں کہا کہ اگر یہ بہان نہ ہو تا تو ضرب شمشیر سے اس کا بدن قلمہ کر دیتا۔ راجہ نے یہ کہا اور خود بھی طشت آفتابہ طلب کر کے اپنے ہاتھ دھوئے تنگناوری تھراج رامراج کے جھانچوں نے قاسم بیگ دلا عنایت اللہ سے گفتگو کر کے آتش فساد کو ٹھنڈا کیا اور صلح کا واسطہ بنے حسین نظام نے قلعہ کی کنجی رامراج کو دیکر اس سے کہا کہ میں نے قلعہ کلیمان تمہارے سپرد کیا ہے۔ حسین نظام کے مواجہ میں کلیہ حصار علی عادل کے پاس روانہ کی۔ حسین نظام یہ سمجھا کہ رامراج کے اس غرور و تکبر کا باعث علی عادل ہے۔ نظام شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس واقعہ کے بعد ہر فرما نر واپس ملے کو واپس گیا۔

حسین نظام احمد نگر پہنچا اور اس نے سمار و غام قلعہ کی تعمیر شروع کرانی حصار کو چونہ اوزارینٹ سے پہنچ کر آیا اور اس کے دور کو اور زیادہ وسیع کر کے بالکل نیا کر دیا۔ نظام شاہ نے اس حصار کی تعمیر پر بڑی توجہ کی اور تھوڑے ہی زمانہ میں قلعہ بالکل

تیار ہو گیا جسار کے گرد ایک وسیع اور عمیق خندق کھودی گئی بادشاہ کی طرح رمایا نے بھی اپنے مکانات درست کر لیئے۔

۹۶۹ء ہجری کے اوائل میں حسین نظام نے اپنی بڑی دختر بی بی خدیجہ کو جو خوزہ ہمایوں کے بطن سے تھی شاہ جلال الدین حسین بن شاہ حسین کے حوالہ عقد میں دیا۔ اسی دوران میں دریا عماد الملک فوت ہوا اور اس کا پسربزرگ برہان عماد الملک جو خوزہ سال تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا حسین نظام نے قطب شاہ کو اس مروت کا لحاظ کر کے جو اس سے محاصرہ کی حالت میں ظاہر ہوئی تھی۔ اپنا قلعہ اور بھی خواہ بنا نا چاہا اور لامناہیت اللہ نے جو اس زمانہ میں نظام شاہ کا ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو رہا تھا درمیان میں قدم رکھا اور نظام شاہ کو مشورہ دیکر ایک قاصد احمد نگر سے دربار قطب شاہی کو روانہ کیا۔ حسین نظام اور قطب شاہ نے باہمی اتحاد کر کے یہ طے کیا کہ قلعہ کلیمان کے حوالی میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور لوازم عروسی طے کرنے کے بعد قلعہ کلیمان کو سر کریں اگر راجہ و علی عادل شاہ ان کے ارادوں میں ہارج ہوں تو نظام شاہ راجہ سے صف آرائی کرے اور قطب شاہ علی عادل کے مقابلہ میں نیر دآزمائے حسین نظام شاہ بیباک و قہار فرمانروا تھا اہل دربار میں سے کسی شخص کو بھی یارائے دھڑون نہ ہوا۔

غرض کہ اوائل شعبہ ہجری میں نظام شاہ و قطب شاہ نے حوالی قلعہ کلیمان میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور دلوں کو غبار سے صاف کر کے بطن عروسی مرتب کیا جس میں بی بی جمال بنت حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ کے حوالہ عقد میں دیدی گئی اس جشن سے فراغت حاصل کر کے ہر دو بادشاہ قلعہ کلیمان کے محاصرہ میں مشغول ہوئے۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ مثل سابق کے امان طلب کر کے قلعہ حریف کے سپرد کر دیں کہ ناگاہ علی عادل درامراج نے جرات لشکر کے ہمراہ اس نواح کا رخ کیا برہان عماد الملک جو اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا جب تکہ خال کے قتل سے مجبور بنجیدہ تھا۔ برہان عماد الملک نے علی برید سے اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ حسین نظام شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے اہل و عیال و احوال و احوال کو اپنے فرزند شاہ شہزادہ محمد علی کو اپنے داماد جمال الدین

حسین انجو کے ہمراہ قلعہ اودسہ کو روانہ کیا اور خود سات سو اربہ توپ و مضر ہزن اور
 پانچ سو فیل کو ہیکر کو ساتھ لے کر ابراہیم قطب شاہ کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ کے لئے
 روانہ ہوا اور حریف سے چھ کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ حسین نظام نے دوسرے
 دن بجانگر کے غیر مسلحوں سے جنگ آزمائی کا ارادہ کیا بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو
 ہتیار تقسیم کئے اور امراج کے لشکر کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی اپنی طاقت
 کے موافق فوج آراستہ کی اور علی عادل برہان عباد الملک و علی برید سے مقابلہ کرنے
 کے لئے نظام شاہ کے ساتھ روانہ ہوا لیکن اگرچہ برسات کا زمانہ نہ تھا لیکن اتفاق
 سے ابر تیرہ دسمبر آسمان پر محیط ہوا اور اس قدر بارش ہوئی کہ صحرا و جنگل پانی سے
 بھر گئے اور خندق و چاہ چھوٹے دریاؤں کا نمونہ بن گئے۔ انسان فیل و اسب
 خستہ و ماندہ ہوئے اہل فوج نے ہتیار اتار کر پھینک دیئے اور ارابے کچھ میں بھینس گئے
 غرض کہ ایک عجیب ہنگامہ پیدا ہوا اور حسین نظام نے اس روز سمر کہرائی کر نیکام موقع
 نہ دیکھا اور بڑی توپوں کے چالیس اربوں کے ساتھ اپنے قیام گاہ کو واپس آیا۔
 مرتضیٰ خاں براہ شاہ ابوالقاسم انجو جو عادل شاہی امیروں میں تھا برکی امر کے ہمراہ
 اس امر کے لئے حاضر کیا گیا کہ جنگ گاہ میں جا کر اپنی فوج کو حریف کے سامنے
 نمایاں کرے تاکہ دشمن کے سپاہی اسلحہ بند ہو کر تیار ہو جائیں مرتضیٰ خاں اتفاق
 سے اس جگہ پہنچا جہاں کہ توپ کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔
 مرتضیٰ خاں کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے چند اشخاص کو علی عادل
 کے پاس روانہ کیا اور اس مال غنیمت کی بشارت دی علی عادل و امراج نے
 اپنے سپاہیوں کو وہاں روانہ کر کے اربوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کے
 قیام گاہ تک جا کر حریف پر حملہ کیا۔ قطب شاہ اپنے امر کے ایک گروہ کے ساتھ
 فراری ہو کر نظام شاہی فرد گاہ کے عقب میں کھڑا ہوا۔ مصطفیٰ خاں اردستانی نے
 جو قطب شاہ کا حکمۃ الملک اور غیرت مند سید تھا اپنی فطری بہادری و دیادت
 و غیرت کی بنا پر اپنا لشکر آراستہ کیا اور ناقوس جنگ بجوایا۔ مصطفیٰ خاں نے اتنے
 عرصہ تک ثابت قدمی کی کہ نظام شاہ اس کی مدد کو پہنچ گیا اور قطب شاہی لشکر گاہ
 دشمن کی دست برد سے بچ گئی۔ نظام شاہ نے اپنے اراکین دولت کو جمع کیا

اور ان سے کہا کہ میں ان تو پٹھانوں کے بل پر امر اراج سے جنگ آدمائی کرنا چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل کا مد مقابل تجویز کیا تھا اب جبکہ قطب شاہ مرضی خاں جیسے ایک عادل شاہی امیر سے بلا جنگ کئے فرامی ہوا اور تو پٹھانے دشمن کے قبضہ میں آگئے تو اس حالت میں معرکہ آرائی کی کون صورت ہے۔ امرانے کہا کہ اس حالت میں جنگ آزمائی کرنا جان و مال کو معرض خطر میں ڈالنا بے مناسب ہے کہ اس وقت بادشاہ اپنے ملک کو تشریف لے چکے ہیں اور جنگ آزمائی کسی دوسرے وقت پر معمول کی جائے۔ روز گزشتہ کی طرح علی عادل ر امر اراج و علی برید وغیرہ حوالی لشکر کے قریب پہنچے اور نظام شاہ و قطب شاہ جنگ کا بہانہ کر کے سوار ہوئے اور احمد نگر کی راہ لی۔ دشمن نے لشکر گاہ کو تباہ کر کے ان کا تعاقب کیا نظام شاہی فوج اس قدر منتشر ہوئی کہ بادشاہ کے ساتھ ہزار سواروں سے زیادہ نہ رہے لیکن نظام شاہ اسی وقار و اطمینان کے ساتھ جبر و علم کو بلند کئے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ دشمن کے پانچ یا چھ ہزار سوار ہر طرف سے بادشاہ کو گھیرے ہوئے تھے لیکن ان کی مجال نہ تھی کہ اس شیر دل فرمانروا کو آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی سکیں حسین نظام نماز کا بیدار پابند تھا اور ہر صلوٰۃ کو وقت پدا کرتا تھا اس اثنا میں ظہر کی نماز کا وقت آیا اور بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گھوڑے سے اتر کر نماز ادا کرے ارکان دولت نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں گھوڑے سے اترنا اور زمین پر نماز ادا کرنا شرع میں درست نہیں ہے بادشاہ کو اسی طرح سوار اشارہ سے نماز پڑھ لینی چاہیئے حسین نظام نے جواب دیا کہ خدا نہ کرے کہ میں نماز کو اس طرح ادا کروں۔ بادشاہ نے یہ کہا اور گھوڑے سے اتر کر نماز پڑھی۔ حسین نظام بجد وقار و نکست کے ساتھ نماز میں مشغول تھا اور دشمن جو تعداد میں چند گنہ زیادہ تھے دوردور کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے اور بادشاہ کے گرد نہ آ سکتے تھے حسین نظام نماز سے فارغ ہوا چونکہ اس سے پہلے بادشاہ کی کمر بندھی ہوئی تھی اور اسی حالت میں اس نے نماز ادا کی تھی اب یہ فرمایا کہ مذہب شیعہ میں اس طرح کے لباس میں نماز درست نہیں ہے نماز کا اعادہ کرنا چاہیئے بادشاہ نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہوا۔ حسین نظام نے نماز سے فراغت حاصل کر کے اپنی کمر باندھی اور گھوڑے پر

سوار ہوا۔ دشمن کے سپاہیوں نے آپس میں کہا کہ جب ہم ایسے وقت میں کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کیا امید ہے۔ اہل تعاقب نے اپنی باگ موڑی اور ایک شخص کو بادشاہ کے پاس روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ شجاعت اور مردانگی حضور کی ذات پر ختم ہے، ہم نے تعاقب سے ہاتھ اٹھایا نہیں خوف ہے کہ خدا نہ خواستہ کوئی گزند بادشاہ کو نہ پہنچ جائے۔

حسین نظام شاہ اوسہ پہنچا اور شہزادہ قرضی کو ہمراہ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قطب شاہ کو رخصت کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ راج عادل شاہ برہان عماد الملک اور علی برید جلد سفر کی منتزعیں طے کر کے اس طرف آرہے ہیں تو اس نے قلعہ کو ذخیرہ اور سپاہیوں اور آلات آتشباری سے مضبوط کیا اور خود جنیر روانہ ہوا۔ دشمن اپنی پوری تعداد میں احمد نگر پہنچا اور بجایو کے غیر مسلم باشندوں اور ادبائوں نے مکانات و مساجد کو ویران کیا۔ خانہ گائے خدا جن کی بھتیس چوب پوش تھیں بالکل غارت و منہدم کر دی گئیں اور مسلمانوں کو بید نقصان پہنچا غرض کہ ان کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہی عادل شاہ ان اخبار کو سنکر مجید ریجید ہوا لیکن چونکہ ہندوؤں کو ان حرکات سے باز نہ رکھ سکتا تھا راج سے کہا کہ اس حصار کا محاصرہ کرنا جو پہلے قلعہ سے بھی زیادہ مشکل ہے مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کر کے حسین نظام کا تعاقب کیا جائے راج نے اس رائے کو پسند کیا اور علی برید و عماد شاہ کو رخصت کر کے خود علی عادل کے ہمراہ حسین نظام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ حسین نظام نے یہ واقعات سنے اور رستم خاں حبشی و سا باجی وغیرہ بارہ امیروں کو دشمن کے لشکر کے پس پیش روانہ کیا تاکہ غلہ و اذوقہ ان تک نہ پہنچ سکے اور خود مع سادہ مسلمان کے جنیر سے بلندی کو جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہوا۔ رستم خاں قصبہ کانو کے نواح میں پہنچا اور شاہی حکم کے مطابق اس نے دشمنوں پر غلہ و اذوقہ کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اسی دوران میں ایک روز علی عادل شکار میں مشغول تھا اور اس کا خالو بھی بیجا پوری فوج کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ تھا رستم خاں حبشی نے دشمن پر جو تعدادیں گئی گئے تھے حکم کر کے ملی عادل کے خالو کو قتل کر دیا لیکن معرکہ گزرا میں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے کام آیا بقیہ نظام شاہی فوج بہ حال پریشان فراری ہوئی۔ رستم خاں کی جرات

رامراج اور علی عادل کچھ خوف زدہ ہوئے۔ اسی اثنا میں موسم برشنگال آگیا اور رامج اور عادل شاہ احمد نگر واپس آئے رامج نے نہر سین کے کنارہ قیام کیا اور علی عادل راجہ سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہوا احمد نگر کے شمال میں کثرت سے بارش ہوئی اور رات کے وقت عظیم الشان سیلاب آیا۔ بیس امیر اور تین سو ہاتھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور بارہ ہزار ہندو سوار جو رامج کی سرکار میں ملازم تھے بحر فنا میں غرق ہوئے ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے پیداوے اور اسب و گاؤ کا اندازہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔ رامج اس واقعہ کو شگون بد سمجھا اور اپنے ملک کو روانہ ہوا علی عادل نے تدرک کے قلعہ کی از سر نو تعمیر کرائی اور رامج نے کہا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اس قلعہ کو پایہ بہ پایہ چوڑے اور پتھر سے تعمیر کراؤں اور قلعہ کو آپ کے نام سے رام درک موسوم کر دوں رامج نے اس تجویز سے اتفاق کیا علی عادل رامج کے ہمراہ روانہ ہوا اور قبضہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد میں داخل تھا پہنچا۔ رامج کو طمع دامنگیر ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ عادل شاہی و قطب شاہی مقبوضات پر خود اپنا قبضہ کرے راجہ نے برسات کا بہانہ کر کے برکی میں قیام کیا اور چند برکنوں پر قبضہ کر کے بجائے رواجہ کو گیا۔ علی عادل نے تدرک مرقی خاں انجو کے حوالہ کیا اور خود بھی بیجا پور واپس آیا۔ مرقی خاں قرب و جوار سے فائدہ اٹھا کر کبھی کبھی ولایت شولا پور کو ناخست و تاراج کیا کرتا تھا۔ حسین نظام مرقی خاں کی اس جرأت کو علی عادل کا اشارہ سمجھا اور اس نے قلعہ شولا پور کے استحکام کا ارادہ کر کے ذخیرہ کی غرض سے بارہ ہزار گونی غلہ سے معمور شاہ محمد انجو قریبا دخال اور اوہم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیا۔ مرقی خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور امرائے برکی کے ہمراہ دشمن پر دھاوا کیا اور شولا پور اور پرندہ کے درمیان دشمن سے جا ملا۔ اتفاق سے تقی نام ایک سید کا شیر خاں سے مقابلہ ہوا دونوں نے تلوار چلائی لیکن سید تقی گرفتار ہو کر قیدیوں کی طرح ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ اس واقعہ سے فریقین میں جنگ و جدال شروع ہوئی اور نظام شاہی امیر دشمن سے شکست کھا کر ایک سو بیس ہاتھیوں کو مع کہ میں جیوڑ کر فراری ہوئے برکی امرا جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے اپنی فتح سمجھ کر تاراج میں مشغول ہوئے۔ اور غلے کے

ظروف میں آگ لگادی اور بعض کو تاراج کیا مرنے والی خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجا پور روانہ کیا اسی درمیان میں ایک قیدی حبشی بچہ نے جو غلام و امیروں کی طرح فیل پر سوار تھا فوج و زاری شروع کی مرنے والی خاں نے کہا تو کیوں رو رہا ہے اگر تجھے اپنی رودنی کی فکر ہے تو میں تیری معاش کا پورا انتظام کر دوں گا اور اگر تجھ کو اپنے مالک کے پاس جاتیکی خواہش ہے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا غلام بچہ نے کہا کہ میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں غلام مرنے والی خاں کے حکم سے رہا کر دیا گیا حبشی بچہ دوڑتا ہوا شاہ محمد وغیرہ فراری امیروں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمام عادل شاہی امیر تاراج میں مشغول ہیں اور مرنے والی خاں ایک گروہ قلیل اور دوست فوج کے ہمراہ فلاں جگہ مقیم ہے بہتر ہے کہ مرنے والی خاں کو گرفتار کر کے اپنے ہاتھیوں کے عوض لئے چلو محمد باقر و یامین ہزار سواروں کے ہمراہ مرنے والی خاں کے سر پر پہنچ گیا اور اسے گرفتار کر کے زندہ قید کر لیا اور احمد نگر روانہ ہوا حسین نظام شاہ نے دوبارہ ہزار گونی غلہ کی مہینیا کین اور ان کو خود اپنے ہمراہ لیا اور برق و باد کی طرح چلکر غلہ جلد سے جلد شولا پور پہنچا دیا نظام شاہ نے آمد و رفت کو دس دن میں ختم کر دیا اس واقعہ کے بعد طرفین کا ایک گروہ درمیان میں واسطہ ہوا اور یہ طے پایا کہ جانبین کے امیروں کو سرحد پر لیجا کر یکبارگی سب کو رہا کر دیں۔ مرنے والی خاں اور شاہ قلی کو سرحد پر لے گئے اور انھوں نے ایک دوسرے کو دور سے دیکھا ایک طرف سے شاہ قلی اور دوسری جانب سے مرنے والی خاں رہا کئے گئے اور ان میں ایک بیجا پور اور دوسرا احمد نگر روانہ ہو گیا۔

ان واقعات کے بعد حسین نظام نے جنگ آزمائی سے کنارہ کشی کی اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا بادشاہ نے بہات سلطنت کو صاحب فہم و فراست امر کے سپرد کیا اور جیسا کہ عادل شاہی وقایع میں مذکور ہے ہر ملک کے یہی خواہموں کی کوشش سے ہر سہ فرماں رواؤں نے عداوت و مخالفت کو ترک کیا اور محبت و اخلاص کو اپنا شعار بنا کر ایک دوسرے کے غمخسار و دوست بن گئے۔ چاند بی بی بنت حسین نظام شاہ علی عادل کے عقد میں آئی اور قلعہ شولا پور جو ماہ النزاع تھا چاند بی بی کے بہر میں علی عادل کو دیدیا گیا اور یہی سلطان بنت ابراہیم عادل شاہ

کا کھاج مرفعی نظام سے کر دیا گیا اور دونوں ہم مذہب اور خیمبی فرمانروائے باہمی اتحاد کا اعلان کر کے اسے اپنا شعار بنایا۔

۹۶۲ء ہجری میں جیسا کہ علی عادل کے حالات میں مرقوم ہوا سوا برہان عاوشاہ کے بقیہ سلاطین دکن نے رامراج کے تباہ کرنے پر جو ملک دکن میں کسی کو اپنا مقابل نہ سمجھتا تھا کمر ہست باندھی نظام شاہ عادل شاہ قطب شاہ و برید شاہ ہر چہار حکام دکن نے سامان جنگ درست کیا اور دریائے کشنا کو عبور کر کے ہیلگری عبوری کے کنارہ جو کشنا سے چھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا۔ رامراج ستر ہزار سواروں نولاکھ پیادوں کے ساتھ دکن میں اکثر توجہ کی اور تیر انداز تھے مسلمان بادشاہوں سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا اہل اسلام رامراج کے وید پر شوکت و حشمت کو دیکھ کر کچھ خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے یہ طے کیا کہ اگر ہندو راہمن عادل شاہی و قطب شاہی مقبوضات کو جن پر اسے قبضہ کر لیا ہے واپس کر دے اور یہ ہمد کرے کہ آئندہ اس قسم کی مزاحمت نہ کریگا تو اس سے صلح کر لی جائے۔ راجہ ان مسلمانوں کو ایک جزو ضعیف سمجھتا تھا اس لئے ان کی خواہش پر مطلق توجہ نہ کی اور تنکنا درمی کو گھیس ہزار سواروں اور دولاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ علی عادل کے مقابلہ میں اور ایتراج کو بیس ہزار سواروں دولاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ہمراہ قطب شاہ دلی برید کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود بیس بیس ہزار خاصہ کے سواروں اور دہزار راہبائے اطراف اور پانچ لاکھ پیادوں اور ایک یا دو ہزار فیلان جنگی کو ہمراہ لے کر حسین نظام سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ رامراج نے گردش روزگار سے غافل ہو کر اپنے بھائی کو حکم دیا کہ عادل شاہ و قطب شاہ کو زندہ گرفتار کرے تاکہ ان کو پایہ زنجیر ساری زندگی قید خانہ میں رکھا جائے اور اپنے میمنہ اور میسرہ کے ہر اول کو ہدایت کی کہ فوراً نظام شاہ کا سر قلم کر کے راجہ کے حضور میں لے آئے رامراج نے میمنہ پر تھراج کو مقرر کیا اور میسرہ اپنے دیگر نامی امر کی ماتحتی میں دیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ مسلمان بادشاہ بھی دشمن کی کثرت تعداد سے قطعاً ہراساں نہ ہوئے اور انھوں نے بھی اپنی صفیں درست کیں۔ عادل شاہ نے میمنہ اور قطب شاہ دلی برید نے میسرہ کی کان کی اور نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔ اور ہر فرماں روا نے

دوازہ امام کے علم نصب کر کے نغارہ جنگ بجوایا نظام شاہ نے چھ سو اربے توپ و ضرب زن و زنبورک کے تین قطاروں میں اپنے لشکر کے سامنے کھڑے کرائے ان اربوں کی ترتیب یہ تھی کہ دو سو عدد اربے کلاں توپوں کے سب سے آگے لگائے گئے۔ اور اس قطار کے عقب میں دو سو اربے ضرب زن کے جو متوسط توپیں ہیں نصب کئے اور سب کے بعد دو سو دیگر اربے زنبورک کے کھڑے کئے تھے زنبورک ایک قسم کی جھوٹی توپ کو کہتے ہیں جو تنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔ بادشاہ نے یہ انتظام رومی خاں کے جوفن انتہائی میں کیتا نئے زمانہ تھا سپرد کیا تمام توپیں گولوں اور بارود سے بھر دی گئیں۔ اسی دوران میں نظام شاہ کے دو ہزار افغانی تیر انداز فوجیہ گری کے موافق راج کی فوج کو توپ خانہ کے مقابلہ میں لے آئے اور رومی خاں نے کلاں توپوں کو چھوڑنا شروع کیا ان کے سر ہونے کے بعد ضرب زن کے فیشر شروع ہوئی اور اس کے بعد زنبورک کی باری آئی۔ توپوں کی بارڈ سے راج کی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ قتل ہوا اور راج نے بھی مسلمانوں کو کچھ بھکرنگا سن کی سواری کو ترک کیا اور نیچے اترا۔ راج نے حکم دیا کہ زربفت و اطلس کے شامیانے نصب کئے جائیں اور خود ان کے نیچے مرصع کرسمی پرچار زانو ہو کر بیٹھا۔ راج نے اپنے دونوں طرف ہون و بربتاب کے دو بڑے انتبار لگائے اور بغیر زن کئے سونا بل لشکر کو تقسیم کرنا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں جان دینے پر ابھارنا شروع کیا راج نے وعدہ کیا کہ جو شخص کامیاب میرے پاس آئیگا مرصع پدک انعام پائیگا اور اس کی جاگیر میں اضافہ کیا جائیگا۔ راج کے یمن و یسار نے مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کیا اور نظام شاہی مہمہ و میسرہ یعنی عادل شاہی و قطب شاہی فوج پر آگندہ ہو گئی اور ہر شخص یہ سمجھنے لگا کہ ہند و غالب ہو گئے اسی اثنا میں نظام شاہ نے اپنے ہم مذہب بادشاہوں کو پیغام دیا کہ خدا کی عنایت سے ہم کو ابھی فتح ہوتی ہے آپ صاحب ثبات قدم ہر میں اور کوشش و تدبیر سے غفلت نہ فرمائیں۔ رومی خاں نے بار دیگر توپوں میں خوردہ بھر کر فیر کرنا شروع کیا اور دشمن کی فوج کے کچھ یا چھ ہزار سپاہی اور چند فیل و اسب ضائع ہوئے۔ اس وقت نظام شاہ اربوں کے عقب سے نمودار ہو کر کشور خاں کے ہمراہ سات یا آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کے ساتھ رومی خاں کے قریب

بیچ گیا۔ عجب ہنگامہ طوفان برپا تھا اور طرین دشمن کو ہلاک کر رہے تھے اسی دوران میں نظام شاہی فیل غلام علی نام نے جو رومی خاں کے ساتھ تھا راجہ کے ایک ہاتھی پر چڑھ کر اس کو سامنے سے ہنگامہ خود اس کے عقب میں دوڑا اور راجہ کے شاہیا لون کے پاس پہونچ کر حریف کو تلاش کرنے لگا (واقعات تذکرہ علی عادل شاہ کے حالات میں تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں) راجہ ہاتھیوں کے خوف سے کرسی پر سے اٹھا جو کہ راجہ کو ہنگامہ تھا اور سواری کی طاقت نہ رکھتا تھا یا یہ کہ اس کا وقت آپکا تھا اس لئے بجائے گھوڑے کے سنگاسن پر سوار ہوا۔ مذکورہ بالا ہاتھی اتفاق سے سنگاسن کے قریب پہونچ گیا۔ حال جنگ دکن کی اصطلاح میں بھوئی کو کہتے ہیں خوف زدہ ہوئے اور سنگاسن کو زمین میں ٹپک کر فراری ہو گئے نظام شاہی فیل بان سنگاسن کی طمع میں آگے بڑھے اور ہاتھی کو اشارہ کیا کہ سنگاسن کو اپنی موٹی پس پیٹ کر پیٹھ پر رکھ لے۔ راجہ کا ایک ملازم جو وہاں موجود تھا یہ سمجھا کہ فیل بان نے راجہ کو نہیں پہچانا اور ہاتھی کو سنگاسن کے سوار کے قتل کا اشارہ کیا ہے یہ ملازم فیلیبان کے سامنے آیا اور اظہار عاجزی کرنے لگا فیلیبان کچھ سمجھ گیا اور اس نے راجہ کو ہاتھی کی سونٹیں لمپیٹ کر اور کھینچ لیا فیلیبان کو معلوم ہو گیا کہ اس کا قیدی راجہ راجہ ہے اور وہ اسے رومی خاں کے پاس لئے گیا رومی خاں نے راجہ کو نظام شاہ کے حضور میں حاضر کیا اور بادشاہ نے راجہ کا سر قلم کر کے نیرہ پر بلند کیا اور اسی ہاتھی پر سر کو دشمن کو دکھایا۔ بیجا نگر کے سپاہی یہ منظر دیکھتے ہی فراری ہوئے راجہ کے بھائی عادل شاہ و قطب شاہ سے کنارہ کشی کر کے راجہ کی مدد کو آگے بڑھے تھے لیکن انھوں نے فوراً ہی یہ خبر سنی کہ راجہ قتل کیا گیا، برادران راجہ نے بھی فرار ہی میں اپنے غیر دیکھی اور بھاگے مسلمان بادشاہوں نے ان کا گندی تک جو بیجا نگر سے دس کوس کے فاصلہ پر آباد ہے ان کا تعاقب کیا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس معرکہ میں ایک لاکھ ہندو قتل ہوئے اور بے شمار لقمہ و جنس خاص و عام کے ہاتھ آیا بادشاہوں نے مال غنیمت میں صرف ہاتھی لے لئے بقیہ سپاہیوں کے حصہ میں آیا نظام شاہ نے راجہ کے سر میں بھس بھر کر نقل خاں براری کے پاس بھیج دیا نقل خاں اندول راجہ کا دست گرفتہ ہو کر اس کے اشارہ سے لودھ احمد نگر تک ناخت و تاراج کیا کرتا تھا۔ مسلمان بادشاہ انکاندی سے بیجا نگر وار ہوئے

اور انھوں نے ایسا اس شہر کو دیران کیا کہ تالیف کتاب کے زمانہ تک جو مسئلہ بحری سے بجا نگر میں آغاز مموری کا نام و نشان نہیں ہے۔ تنکناوری چونکہ مجبور ہو چکا تھا اس نے مسلمانوں کے وہ بدگنات جن پر امرامج نے بھرتہ کیا تھا ان کو واپس کر دیئے اور جس طرح بھی اس سے ممکن ہوا ان سے صلح کر لی اور سلاطین اسلام اپنے اپنے ملک کو واپس آئے حسین نظام شاہ احمد نگر پہونچا اور درود کے گیارہ روز بعد کثرت عیش کی وجہ سے علیل ہو کر اس نے وفات پائی اس بادشاہ نے گیارہ برس فرمانروائی کی حسین نظام کے محل میں چار بیویوں کے بطن سے چار دختر چار فرزند پیدا ہوئے جن کو بہ قید حیات چھوڑ کر بادشاہ فوت ہوا۔ نوخیزہ ہمایوں کے بطن سے مرغی و برہان دو فرزند اور دو دختر چاند بی بی زوج علی عادل دہلی بی خدیجہ منکوہہ جل بالہ بن حسین انجوتے اور دیگر عورات سے دو فرزند شاہ قاسم و شاہ منصور اور دو دختر آقا بی بی زوجہ میر عبد الوہاب بن سید عبد العظیم دہلی بی جالی زوجہ ایرائیم قطب شاہ۔

مرغی نظام شاہ | مرغی نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور سلطنت کی وسعت بن حسین نظام شاہ | میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔ اس بادشاہ نے شیعہ مذہب کو رواج دینے اور مشہور بہ دیوانہ | میں اپنے اسلاف سے زیادہ کوشش کی سادات اور علمائے شیعہ اور نیز دیگر اہل استحقاق کے وظائف میں ترقی کی گئی۔ برار فتح ہونے کے بعد بادشاہ کے دماغ میں کچھ خلل آیا اور تقریباً سولہ سال خانہ نشین رہا اس زمانہ میں سوا ایک یا دو خدمتگاروں کے کوئی شخص نظام شاہ کے قریب نہ جاتا تھا بھات سلطنت کو راکھین دولت انجام دیتے تھے اور جب کبھی کہ امیروں کو کوئی دشوار معاملہ پیش آتا تھا۔ تو ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیتے تھے اور مرغی نظام اس کا معقول قلمی جواب عطا کر دیتا تھا۔ مورخ نے کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ کوئی فرمانروا اس طرح سولہ سال خلوت نشین رہا ہوا اور پھر بھی اس کے ملک میں کسی طرح کا فتنہ و فساد نہ برپا ہوا ہو۔ مورخ فرشتہ اس بادشاہ کے عہد حکومت میں جوان ہو کر شاہی ملازمین میں داخل ہوا۔ مرغی نظام نے عین عالم شباب میں تخت حکومت پر قدم رکھا تھا اس لئے بادشاہ کی والدہ نے چہ سال امور سلطنت کو انجام دیا ملک نے اپنے بھائیوں میں الملک اور تاج خاں اور ایک خواجہ مرآسی اعتبار خاں کو

امراے کبار میں داخل کیا اور انہیں اس قدر صاحب اختیار کیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے۔ یکم نے ملامت اللہ کو پیشوا مقرر کیا اور ہر روز پردہ کے عقب میں بیٹھ کر کاسم بیگ حکیم کے مشورہ سے مہات سلطنت کو انجام دیتی تھی مرنقی نظام عربوں اور جیشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہتا اور کار سلطنت میں دخل نہ دیتا تھا۔ بادشاہ کی والدہ سہاؤ خاتون ہمایوں میاں جو بن خواجگی پسر زادہ جہاں شاہ قرأتیلو بادشاہ آذربائیجان کی دختر تھی۔

اسی دوران میں علی عادل نے میدان خالی پا کر بلدہ اتنی کندنی اور بیجا نگر کے فتح کرنے کے لئے لشکر کشی کی۔ علی عادل نے ارادہ کیا کہ تھراج ولد راجہ کو ان مالک سے خارج کر کے راجہ کو لوکر نامک کے دار الملک ننگندہ کا فرمازدابنائے اور خود بیجا نگر اور اس کے مضائقہ پر قبضہ کرے۔ علی عادل کے اس ارادہ سے ممکنہ ندری حاکم ننگندہ پریشان ہوا اور اس نے مرنقی نظام سے مدد مانگی۔ مرنقی نظام ملامت اللہ کے مشورہ سے بیجا نگر روانہ ہوا۔ علی عادل نے مجبور ہو کر ان مالک سے ہاتھ اٹھایا نظام شاہی فوج بیجا پور کے نواح میں پہنچی اور علی عادل جلد سے جلد اتنی کندنی سے بیجا پور آیا اور نظام شاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن جانبین کے بھی خواہ درمیان میں آئے اور انھوں نے صلح کی کوشش کی اور کہا کہ دو ہم مذہب فرمازدادوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرائی کرنا زیبا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے غرض کہ جنگ موقوف ہوئی اور خونہ ہمایوں احمد نگر واپس آئی۔

اس واقعہ کے دوسرے سال مرنقی نظام عادل نے باہم اتفاق کر کے تقال خاں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس بنا پر کہ تقال خاں نے بیجا نگر کی یورش میں ان فرمازدادوں کا ساتھ دیا تھا برابر لشکر کشی کی۔ ان بادشاہوں نے پلچور تک سارے ملک کو تباہ و برباد کر کے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اور تقال خاں سے خاطر خواہ اپنا انتقام لیا۔ اسی دوران میں برسات کا زمانہ آگیا اور تقال خاں نے علی عادل کی خدمت میں نقد و دولت پیش کر کے اس فرمازداد کو اپنے سے راضی کر لیا علی عادل نے موسم ہشتال کو بھانہ بنایا اور مرنقی نظام شاہ کے ہمراہ واپس آیا۔

۹۵۰ ہجری میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی مالک پر قبضہ کرنا چاہا۔ علی عادل نے سب سے پہلے قلعہ کندالہ کو جو قبضہ چاکنہ سے بیس کو س کے فاصلہ پر آباد ہے فتح کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک جوار لشکر کے ہمراہ سرحد کی طرف روانہ کیا۔ خوزہ ہایوں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور ملکہ نے بعض دکنی سرداروں کو حریف کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ نظام شاہی فوج قصبہ کچ کے نواح میں حریف سے شکست کھا کر پریشان حال احمد نگر واپس آئی۔ کشور خاں نے سرحدی رعایا کو دلاسا دیکر زیج اور غریف کے محاصل جو تقریباً بیس لاکھ ہونے والے وصول کر لئے اور میدان فتح میں ایک پختہ قلعہ تعمیر کرا کے پورا اقتدار حاصل کیا چونکہ خوزہ ہایوں نے تقریباً نصف نظام شاہی سلطنت اپنے بھائیوں اور دیگر اعزہ کی جاگیر میں دیدی تھی اور یہ امیر اپنے سپاہیوں کی پوری نگہداشت نہ کرتے تھے اس لئے کشور خاں کی مدافعت نہ ہو سکتی تھی۔ شاہ جمال الدین حسین آنجو قاسم بیگ شاہ احمد اور مرغلی خاں وغیرہ شاہی مصاحبوں نے پریشان اور رنجیدہ ہو کر خلوت میں بادشاہ سے ملکہ کی شکایت کی۔ مرغلی نظام نے جواب دیا کہ نظام شاہی دربار کے تمام ملازم اور نیز شاگرد پیشہ ملکہ کے ہی خواہ ہیں اسی حالت میں اس کے تسلط سے کیونکر نجات ہو سکتی ہے۔ مصاحبوں نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ کا حکم ہو تو ہم فرہاد خاں اخلاص خاں اور حبشی خاں کو جو امرائے کبار میں داخل ہیں اپنا ہم راز بنا کر اس تسلط سے نجات حاصل کریں۔ مرغلی نظام نے ان مصاحبین کی رائے سے اتفاق کیا ان امیروں نے حبشی سرداروں کو اپنا ہی خواہ بنایا اور سلام کے بہانہ سے قلعہ کے اندر آنے اور بادشاہ کو پیغام دیا کہ فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔ اور حکم ہو تو خواجہ سراؤں اور کنیزوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔ نظام شاہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ حسن اتفاق سے خوزہ ہایوں نے کسی ضرورت سے بادشاہ کو حرم سرا کے اندر بلا یا نظام شاہ یہ سمجھا کہ ملکہ کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی ہے اور وہ بادشاہ کو معزول کرنا چاہتی ہے نظام شاہ نے اپنی والدہ کے پاس پیغمبری اپنی خیر منائی اور اس سے کہا کہ فلاں امیر آپ کو گرفتار کرنے کے لئے اتفاق کر چکے ہیں خوزہ ہایوں کو حقیقت حال سے اطلاع ہو گئی۔ اور اس نے حریف کا جراثیم گل کر دیا ملکہ نے شام کو پردہ کے عقب میں قیام کیا اور شاہ جمال الدین حسین کو

گرفتار کر کے مقید کر دیا فرما دھاں وغیرہ جمال الدین کی گرفتاری سے آگاہ ہوئے اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل آئے شاہ احمد اور قسطنطنیہ خاں اپنے پیادوں کے درمیان میں آگئے اور جلد سے جلد اپنے گھروں کو واپس گئے سید قسطنطنیہ بزناری اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دیگر غریب جو نظام شاہی خاصہ خیل کے ملازم اور اس سازش میں شریک سمجھے گئے باہم اتفاق کر کے قلعہ سے باہر نکل آئے۔

ملکہ نے ایک گردہ کو قسطنطنیہ خاں کی گرفتاری کے لئے مامور کیا قسطنطنیہ خاں سید قسطنطنیہ بزناری دبیر اصفہانی اور دیگر غریب امرا کے ہمراہ بیجا پور روانہ ہو گیا۔ فرما دھاں اور اس کے ہمراہی تمام شب کالاجپورہ کے میدان میں کھڑے رہے اور ان امیروں نے اپنے اہل و عیال کے پاس قاصد روانہ کر کے ان کو جمع مال و متاع کے اپنے پاس طلب کیا تاکہ گجرات روانہ ہو جائیں۔ خوزہ ہالیوں نے ان امیروں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ خود اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر اپنے معاملہ میں اس قدر وحشت و دہشت کو کیوں دخل دیتے ہو تم کو چاہئے کہ اپنے مکانوں کو واپس جاؤ اور اپنے حال پر قائم رہو۔ یہ امیر ملکہ کا یہ پیغام مصلحت و قوت کا تقاضا سمجھے اور قریب میں نہ آئے خوزہ ہالیوں نے بار و گز قاسم بیگ حکیم کو جو فرما دھاں کا ہم نشین تھا ان امیروں کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ نے جلدی امرا کے پاس پہنچ کر پیغام بھری کی۔ ان امیروں نے قاسم بیگ کو جواب دیا کہ ہم اور تم سب اس رائے میں شریک تھے اور ملکہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے بیگم کی صرف غرض یہ ہے کہ ہم کو غافل پاکر ہم سے انتقام لے بہتر یہ ہے کہ تم بھی اپنی غیر مناد اور ہمارے رفیق طریق بن جاؤ قاسم بیگ نے معنیوں سے اتفاق کیا اور اپنے فرزند کمال الدین حسین کو اپنے ہمراہ لیا۔ قاسم بیگ نے جواہرات کے صندوق کو جو اسکی تمام عمر کی کافی تھی غصہ طور پر شاہ رفیع الدین ولد شاہ طاہر کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیا۔ فرما دھاں نے ان اشخاص کے ہمراہ اسی شب گجرات کی راہ لی خوزہ ہالیوں نے چند اشخاص کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا اخلاص خاں اور حبشی خاں احمد خٹک واپس آئے اور قاسم بیگ اور فرما دھاں جو زیادہ خوفزدہ تھے جلد سے جلد سرحد گجرات پہنچ گئے اس مقام پر پہنچ کر تعاقب کرنے والوں نے ان پر هجوم کیا اور کمال الدین ولد قاسم بیگ کو جو سترہ سال کا نوجوان تھا قید کر لیا نظام شاہی ملازم چونکہ

بیگانہ ملک میں نہ رہ سکتے تھے احمد نگر واپس آئے۔ ملکہ نے حریفوں سے اطمینان حاصل کر کے کال الدین حسین کو قلعہ دروب میں قید کیا لیکن تھوڑے زمانہ کے بعد پھر اس پر مہربان ہوئی اور قید سے آزاد کر کے عمدہ مناصب اور جاگیر اسے عطا کیا اور اب اور زیادہ اپنے اعوان و انصار کو تقویت دینے میں کوشاں ہوئی۔ خونزہ ہمایوں نے شاہ احمد اور مرغنی خاں کو تولنامہ دیکر ان کو بیجا پور سے طلب کیا اور فرما دیا خاں و قاسم بیگ کے لئے بھی تولنامہ روانہ کیا۔

فرما دیا خاں واپس آیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات میں قیام کیا اور ایک قاصد شاہ رفیع کی خدمت میں روانہ کر کے اپنی امانت طلب کی شاہ رفیع الدین نے جواہرات کا صندوق اسی طرح سربہ مہر قاصد کے سپرد کر دیا۔ صندوق قاسم بیگ کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو کھولا تمام چیزیں اپنی جگہ پر موجود تھیں لیکن ایک تفصیل جس میں بہترین جواہرات تھے صندوق سے غائب تھی قاسم بیگ نے ایک آہ سر جھنجھی اور اسی وقت غلیل ہوا اور تھوڑے ہی زمانہ میں دقات پائی خونزہ ہمایوں نے دیکھا کہ کشور خاں کا غلبہ مد سے زیادہ بڑھ گیا ہے یہ سبھی کہ کشور خاں کا تسلط ملامنایت اللہ کے باہمی اتحاد و موافقت سے روز بروز بڑھ رہا ہے ان وجوہات پر نظر کر کے خونزہ ہمایوں سے ملامنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا۔

۵۷۵ ہجری میں خونزہ ہمایوں نے لشکر جمع کیا اور سامان سفر درست کر کے اپنے فرزند مرغنی نظام شاہ کے ہمراہ کشور خاں کے دافع کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ ملکہ کانور کے دامن میں لپٹی اور لکھنؤ تیریزی شاہ احمد اور مرغنی خاں وغیرہ شاہی مصاحبین نے دوبارہ جرات سے کام لیا اور مرغنی نظام شاہ کو ملکہ کے گرفتار کرنے کی ترغیب دلائی۔ بادشاہ خود اپنی والدہ کے تسلط سے بچہ آزرہ دہ تھا اس مرتبہ خود بھی ملکہ کو گرفتار کرنے میں ثابت قدم ہوا۔ مرغنی نظام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو کل صبح کو شکار کے لئے جاؤں ملکہ نے اجازت دی اور بادشاہ نے فرما دیا خاں اغلام خاں اور حبشی خاں سے کہا کہ ملکہ کی اجازت کے موافق میں کل صبح شکار کے لئے سوار ہو جاؤں گا اور اکثر میرے ہمراہ جائیگے تم بھی میرے ہمراہ کاب پلو۔ دوسرے دن صبح کو بادشاہ شکار کے لئے روانہ ہوا اور سواستاج خاں اور صین الملک کے

تمام امیران بارگاہ بادشاہ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ مخوضہ ہمایوں داناو عاقلہ تھی وہ اس
 ہجوم کو خلاف مصلحت سمجھی اور کسی بہانہ سے اپنے اعوان و انصار کے ہمراہ خود بھی سوار
 ہوئی۔ ملکہ کے اذبار کا وقت آچکا تھا اور وہ وقت سے پہلے واپس آئی۔ تمام ملازم
 اپنے قیام گاہ کو واپس گئے اور بارگاہ میں کوئی باقی نہ رہا۔ نظام شاہ کو حقیقت حال
 سے آگاہی ہوئی اور اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو سنت گیرامیر تھا۔ اپنی
 ماں کی گرفتاری کے لئے حاضر کیا اور اس کے محنت میں فساد خاں اور اخلاص خاں
 کو بھی اپنے خاصہ خیل کے ہمراہ کیا۔ بعض امیران کے علاوہ بھی اس کام کے لئے
 روانہ کئے گئے حبشی خاں سرپرستہ کے قریب پہنچا اور ملکہ کو اس کے ارادہ سے
 اطلاع ہو گئی۔ بیگم نے ترکش اور خجھر و شمشیر سے اپنے کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر
 سوار ہوئی حبشی خاں اسی طرح گھوڑے پر سوار ملکہ کے قریب گیا اور کہا کہ
 بادشاہ کا حکم ہے کہ آپ بھی مثل دیگر عورتوں کے پردہ میں بیٹھیں اور امور سلطنت میں
 دخل نہ دیں مخوضہ ہمایوں نے انکار کیا اور کہا کہ اے غلام تجھ کو یہ قدرت کہاں سے
 حاصل ہوئی کہ مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے حبشی خاں نے ارادہ کیا کہ ملکہ کا
 بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتار لے مخوضہ ہمایوں نے نیام سے خوب پھینچا اور
 حبشی خاں پر وار کرنا چاہا حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر ایسا موڑا کہ خنجر ہاتھ سے
 گر گیا عین الملک اور تاج خاں نے اپنی خواہر کو آزاد کرانے کی کوشش نہ کی اور لہ فرار
 اختیار کی حبشی خاں نے اطمینان سے ملکہ کو پا لگی میں سوار کر کے مرتضیٰ نظام کے
 پاس پہنچا دیا نظام شاہ نے والدہ کو کھبائوں کے سپرد کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد
 مرتضیٰ نظام نے ہر امیر کو نوازش شاہانہ سے سرفراز کیا۔ ملائین تبریزی کو جس نے
 اس روز جال نثاری سے کام لیا تھا خاں خاناں کے خطاب سے سرفراز کر کے
 چیشوائی کا منصب عطا فرمایا۔ کمال الدین حسین ولد قاسم بیگ جو گجرات سے
 واپس آیا تھا باب کے نام و القاب سے موسوم کیا گیا۔ مرتضیٰ خاں بھی امرائے
 کبار کے گردہ میں داخل کیا گیا اور شاہ احمد خطاب سے سرفراز ہونے کے بعد
 اعتبار خاں کی جاگیر اور اسب و فیل کا مالک بنایا گیا۔ مرتضیٰ نظام نے ایک
 گردہ کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرحد

گجرات سے گرفتار کر کے احمد نگر لایا گیا لیکن تاج خاں نے جلد سے جلد مسافت طے کر کے اپنے کو براہیم قطب شاہ کے ملک میں پہنچا دیا جو اشخاص اس کے تعاقب میں روانہ کئے گئے تھے بنہیل مرام واپس آئے۔

لکھتے ہیں کہ مرتضیٰ نظام دام کالو سے احمد نگر واپس آیا غریبوں کی ایک جماعت خوئزہ ہمایوں کا قلعہ سنگر باد شاہ کی خدمت میں حاضر اور شہانہ نوازش سے سرفراز ہوئی۔ بادشاہ نے کشور خاں کے تباہ کرنے پر کمر ہمت باندھی اور فوراً قلعہ دار در پردہ ادا کیا۔ کشور خاں براہیم قطب شاہ سے مدد کا طلبگار ہوا لیکن قبل اس کے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کو آئے کشور خاں قتل کیا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا چونکہ اس قلعہ کی فتح بھی عجائب روزگار میں ہے لہذا اس کی تفصیل مدینہ ناظرین کی جانی ہے۔

مرتضیٰ نظام نے دارور سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارہ قیام کیا اور شاہ احمد مرتضیٰ خاں اور دیگر مصاحبوں کے ہمراہ خود کھانا پکانے میں مشغول ہوا۔ اسی درمیان میں ایک جاسوس کشور خاں کے پاس آیا اور ایک سر بہ مہر کاغذ بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا نظام شاہ نے کاغذ کھولا اور اس کی بے ادبانہ عبارت سے غصہ میں آیا اور اسی وقت سوار ہو گیا اور کہا کہ جب تک اس قلعہ کو فتح نہ کر لوں گا گھوڑے سے نہ اتر دوں گا۔ بادشاہ قلعہ کے قریب پہنچا اور دروازہ کی طرف بڑھا۔

خانقاہان اور مرتضیٰ خاں وغیرہ شاہی مصاحبوں نے عرض کیا کہ قلعہ کشائی کی یہ تدبیر نہیں ہے کہ ابھی بدن سے گرد بھی نہیں جھڑی اور آپ ایسے مضبوط قلعہ پر حملہ کے لئے تیار ہو گئے نظام شاہ نے چونکہ قلعہ کو فتح کر نیک مصمم ارادہ کر لیا تھا امیروں کی بات نہ سنی اور کہا کہ اگر خدا کی مدد شامل ہے تو دروازہ کے قریب پہنچ کر منہ و تہ سے اس کو توڑ ڈالوں گا اور قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے نقصان نہ پہنچے گا اور اگر میری موت آگئی ہے تو اس سے علمدہ ہو جانے پر بھی زندہ نہ رہوں گا۔ امیروں نے جب دیکھا کہ بادشاہ اسی طرح تیار اور مسرور ہے اور کسی طور پر بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آسکتا تو اس سے ہتھیار بند معنی کی استدعا کی مرتضیٰ نظام نے اس بات سے بھی اول انکار کیا درباریوں نے عرض کیا کہ سلاح کا پہننا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے بادشاہ نے اپنے بدن پر ہتھیار لگائے اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر

قلعہ کی طرف بڑھا اسی درمیان میں قلعہ کے برج دوبارہ سے آتشباری شروع ہوئی
 ہر مرتبہ دو دایمین ہزار توپ و تفنگ اور بان سر ہوتے تھے انسان گھوڑے ہاتھی بہت
 زیادہ ضائع ہوئے اور میدان جنگ نمودار قیامت بن گیا باوجود اس کے بھی نظام شاہ
 نے اپنے گھوڑے کی باگ نہ موڑی یہاں تک کہ قلعہ کی دیوار سے پچاس گز کے
 فاصلہ پر رہ گیا اس وقت نظام شاہی فوج تیر اندازی میں مصروف ہوئی اور بڑی
 عظیم الشان لڑائی ہونے لگی۔ اسی طوفان دار و گیر میں دو دایمین گولیاں بادشاہ کے
 قریب سے گزریں لیکن خیریت گزری کہ نظام شاہ کو نقصان نہیں پہونچا لیکن باوجود
 اس خوف کے کسی شخص کی یہ قدرت نہ تھی کہ بادشاہ سے دایمینی درخواست کرے
 عین معرکہ کارزار میں اہل قلعہ کا شور و غوغا بند ہو گیا حریف کو تعجب ہوا و جبند لوگ
 کھڑکیاں کھول کر قلعہ کے اندر آئے اور دیکھا کہ کشور خاں ایک تیر کے صدمہ سے
 فوت ہو گیا ہے اور قلعہ میں کوئی متنفذ بھی موجود نہیں ہے ان لوگوں نے
 کشور خاں کا سر تن سے جدا کر کے کنگرہ پر آویزان کر دیا نظام شاہ اس واقعہ کو دیکھ کر
 خوش ہوا در خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔

سومین لکھتے ہیں کہ کشور خاں کے واقعہ کے بعد عین الملک اور نور خاں جو نامی
 عادل شاہی امیر تھے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمیعت سے نظام شاہی ملک میں
 داخل ہوئے اور چہر زوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے احمد نگر روانہ ہوئے۔ فر باد خاں
 اور اخلاص خاں پانچ یا چھ ہزار سواروں کی جمیعت سے خواجہ میرک دبیر اصفہانی
 کے زیر انتظام عادل شاہی فوج کے مقابلہ میں روانہ کئے گئے۔ یہ گردہ حریف کے
 قریب پہونچ گیا اور دبیر اصفہانی نے امر کو آگے بڑھایا اور خود کیں گاہ میں بیٹھ گیا۔
 فریقین کا مقابلہ ہوا اور جنگ کی صفیں درست کی گئیں معرکہ کارزار گرم ہوا اور
 دبیر اصفہانی نے چالیس شاہی ہاتھی اور علم بزر اور چار سو خاصہ خیل کے سواروں کو میدان
 کارزار میں دوڑایا اعدیہ مشہور کیا کہ خود بادشاہ بھی میدان جنگ میں آگیا ہے عین الملک
 اور نور خاں اس خبر کو صحیح سمجھے اور میدان سے فراری ہوئے خواجہ میرک نے ان
 اشخاص کا تعاقب کر کے عین الملک کو قتل کیا اور نور خاں کو زندہ گرفتار کر کے
 دار در کے نواح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

اسی دوران میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے اظہار دوستی کیا اور یہ دونوں فرمانروا بیجا پور فتح کرنے کے لئے راز نہ بد کر عادل شاہی دایرہ حکومت میں داخل ہوئے شاہ ابوالحسن نے جو عادل شاہ کا میر جلد تھا سید میر تقی سہروردی کو نظام شاہ کی خدمت میں بھیجا کہ اسے یہ پیغام دیا کہ میں خاندان نظام شاہی کا موروثی بھائی خواہ ہوں اور میری ارادت بھی ظاہر و روشن ہے کہ محتاج شہادت و بیان نہیں ہے اگر حکم ہو تو یہ خیر اندیش بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر جو کچھ صلاح دولت ہے اسے عرض کرے بادشاہ کو اس ٹک خوار کو شرف آستانہ بوسی کی اجازت دینا بعید از ذہن نوازی نہ ہوگا نظام شاہ نے جواب دیا کہ شاہ ابوالحسن ہمارے پیر زادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لائیں تو ہم ان کی صلاح کے مطابق اس مہم کو انجام دیں۔ شاہ ابوالحسن کو امید پیدا ہوئی اور انھوں نے خانخانان کے واسطے موضع واکدری میں نظام شاہ سے ملاقات کی شاہ صاحب نے نفیس اور بیش قیمت تحفے نظام شاہ کے حضور میں پیش کر کے فرصت کے وقت بادشاہ سے عرض کیا کہ حسین نظام شاہ نے اس امر کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہ کی دوستی سے نیک نتیجہ نکلیں گے اسی بنا پر مرحوم بادشاہ نے عادل شاہ سے قرابت کر کے راج جیسے زبردست فرمانروا کو زیر کیا تھا اگر کچھ کدورت حال میں کو تاندیش ملازمین کی نا سمجھی سے پیدا ہو گئی تھی تو خدا کا شکر ہے کہ اب بادشاہ کی بہادری سے فرائی ہو گئی ہے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری موافقت پر عادل شاہ سے مخالفت کرنا دور اندیشی سے بعید ہے ابوالحسن نے اس تقریر کے بعد قطب شاہ کا اتفاق آمیز خط جو اس نے عادل شاہ کو لکھا تھا اور جو شاہ ابوالحسن کے پاس تھا نظام شاہ کو دکھلایا اور کہا کہ قطب شاہ اگر چہ بظاہر آپ کے ہمراہ ہے لیکن خفیہ طور پر دوسروں کا دوست ہے شاہ ابوالحسن نے اپنے دعوٰی پر گواہ بھی پیش کئے اور نیز خانخانان نے بھی اس کی تصدیق کی غرض کہ شاہ ابوالحسن نے اس طرح مرقعی نظام کے کان بھرے کہ بادشاہ نے اسی مجلس میں اپنے امیر دل اور افسران فوج کو حکم دیا کہ قطب شاہ کی تنہی کی جائے ابراہیم قطب شاہ نے اپنی سلامتی فرار میں دیکھی اور عہدہ و خراج امید ان میں چھوڑ کر گوگندہ روانہ ہو گیا نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو تاراج کر کے خود اس کا بھی تعاقب کیا اور تمام راہ غارتگری اور

ایزارسانی میں مصروف رہے۔ حریف کی وراثت کی دیکھ کر شاہزادہ عبدالقادر قطب شاہ کے فرزند اکبر نے جو بیحد بہادور اور شہور خوشنویس تھا اپنے باپ سے عرض کیا کہ نظام شاہی فوج کی خوشی حد سے بڑھ گئی ہے اور یہ کسی طرح غارتگری سے باز نہیں آئے اگر بادشاہ مجھے حکم دیں تو میں ایک گروہ ہمراہ کہیں گاہ میں پوشیدہ ہو جاؤں اور تعاقب کے وقت دشمن پر عقب سے حملہ آور ہوں میرے نزدیک یہ تدبیر قرین صواب ہے قطب شاہ نہایت سرعت کے ساتھ راستے طے کر ہاتھا اس نے فرزند کی رائے کا کچھ جواب نہ دیا اور گوگدنڈ بیٹیکر بیٹے کی شجاعت سے خوف زدہ ہوا اور اسے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا چند روز کے بعد بے مروت بادشاہ نے صرف اس قدر گناہ پر جو عین دولت خواہی تھا فرزند کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

غرض کہ شاہ ابومن نے پیام رسانی کی خدمت کو بخوبی انجام دیا اور علی عادل کی وکالت میں مرعئی نظام سے یکجہتی اور اتحاد کے عہد و پیمان لئے اور مرعئی نظام احمد نگر واپس آیا۔ خانخانان ملا عنایت اللہ سے بید خوف زدہ تھا اس کا خیال تھا کہ بادشاہ ملا نے مذکور سے راضی ہو کر اس کو دوبارہ منصب پیشوائی عطا کر لیا اسی خیال کی بنا پر خانخانان نے دشت آمیز اخبار سے بادشاہ کا دل عنایت اللہ کی طرف سے برگشتہ کر دیا اور اسکے قتل کا فرمان حاصل کر کے بیچارہ کو قید زندان اور قید حیات و دلوں سے آزاد کر دیا۔ ملا عنایت اللہ کا قتل قطب شاہ کی بارگاہ کی ناراضی کا ضمیمہ تھا اور تمام رعایا خانخانان سے بیزار ہو گئی۔ اسی دوران میں ابراہیم قطب شاہ نے یہ واقعات سنے اور مرعئی نظام کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ مجھے اپنے مہربان برادر سے یہ امید تھی کہ مفیدہ پرداز اشخاص کی غمازی سے آپ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کریں گے اور میرے ہاتھی گرفتار کر لین گے ہاتھیوں کا مجھے خیال نہیں ہے میں خود انھیں آپ کے نذر کرتا ہوں اس لئے کہ میرے ملک میں یہ جانور کثرت سے جنگلون میں پایا جاتا ہے لیکن مجھے حیرت یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کی بارگاہ میں شریف اور عالی نسب امیر موجود ہیں انکے ہوتے ہوئے استاد نورجی جراح کے فرزند کو وکیل سلطنت مقرر کرنا کیا معنی رکھتا ہے نظام شاہ کو اس پیغام سے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ابراہیم قطب شاہ علی عادل سے اتحاد کر کے اپنے ہاتھیوں کا دعویٰ نہ کرے اس نے خانخانان کو معزول کر کے

شاہ جمال الدین حسین کو عہدِ ناکالت عطا کیا۔

اس دوران میں اہل فرنگ نے سراٹھایا اور قلعہ ریکندہ کے استحکام پر غور ہو کر مسلمانوں کو حقیقت سمجھنے اور انھیں نقصان پہنچانے کے مرتضیٰ نظام نے جمال الدین حسین شاہ احمد مرتضیٰ خاں اور دیگر سادات انجو کے مشورہ سے جو اس زمانہ میں رکن رکین سلطنت تھے اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چپول کے جوار میں واقع ہے دھاوا کیا اور حصار پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے بھی مدافعت کا ردائی شروع کی تقریباً دو سال یہ عالم رہا کہ کبھی کبھی اہل اسلام اور فرنگیوں میں جنگ ہو جاتی تھی۔ اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد توپ و تفنگ سے شہید ہوتی تھی شاہی لشکر میں موت کا بازار گرم تھا اور ہر گوشہ سے فریاد و زاری کی آوازیں سنائی دیتی تھیں پریشانی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین کا بھی موقع نہ ملتا تھا اس لئے کہ دشمنی امیر اپنی کج رائی اور جہالت سے قلعہ کشانی کی تدبیر نہ کرتے اور جاگیر و عقب و سباط کے تیار کرنے میں وقت ضائع کرتے تھے ان کی کوشش کا مدعا یہ تھا کہ زبان لگا کر قلعہ کے اوپر پہنچیں اور اہل قلعہ کو مجبور کر کے حصار فتح کر لیں۔ اہل فرنگ فنِ آتشباری میں کامل تھے مسلمان اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوتے تھے اور ہر روز اس قدر گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے گردہ کے گردہ نذر اہل ہوتے تھے اور لشکر میں فریاد و زاری کی وجہ سے عام پریشانی پھیلی ہوئی تھی صورت واقعہ کو اس طرح دیکھ کر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہل قلعہ پر آمد و شد کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اس مشورہ پر عمل درآمد کیا گیا اور اہل فرنگ نے پریشان ہو کر ارادہ کیا کہ اس قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں پناہ گزیں ہوں لیکن بعض فرنگیوں نے اس رائے سے اختلاف کیا کہ قلعہ میں جو سرکاری رزم موجود ہے ہم کیوں نہ اسی کو اپنی اور حصار کی حفاظت میں صرف کریں اگر اس تدبیر سے بھی کار بر آ رہی نہ ہوگی تو ہم البتہ حصار کو خالی کر کے کسی اور قلعہ میں پناہ لیں گے۔ اس قرارداد کے موافق اہل فرنگ نے نظام شاہی امیروں کو ذرا پاشی سے اپنا رفیق کار بنایا اور فرما دیا خاں اخلاص خاں وغیرہ حبشی امیروں نے رشوت لے کر شراب اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان و جنس اہل قلعہ کو پہنچانا شروع کیا۔ ان بے وفا حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ

ہر شب ایک امیر ضروریات زندگی کی چیزیں اہل قلعہ کو پہنچاتا رہے یہ لوگ رات کو یہ کارروائی کرتے تھے اور دن کو حریف سے معرکہ آزائی کرتے تھے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے زبان لگا کر قلعہ کشانی کی تدبیریں کرتے تھے۔ اہل فرنگ اپنے دستور کے مطابق آلات آتشباری سے حریف کو قتل و غارت کر رہے تھے اور مسلمانوں کے لشکر میں شور و غوغا بلند تھا نصاریٰ کا یہ عالم تھا کہ اطمینان کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر رہے تھے اور قلعہ کسی تدبیر سے سر نہ ہوتا تھا۔ شاہ جلال الدین جوانی کے نشہ میں مرشارہات سلطنت سے بالکل غافل میث و عشرت کا مستلا ہو رہا تھا اس نوجوان امیر نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر خود اسور سلطنت سے کنارہ کشی کر لی تھی مرقعی نظام طول محاصرہ اور محنت سفر سے تنگ آگیا اور کبھی کبھی شاہ جلال الدین کی غفلت اور بے پروائی کی خواجہ میرک سے شکایت بھی کرتا تھا۔ اسی دوران میں مسلمانوں کی ایک کشتی بندر جدون سے جیول کے بندر گاہ میں آرہی تھی فرنگیوں نے سربراہ کشتی کو گرفتار کیا اور تمام مال و اسباب کو غارت و تباہ کر کے مسلمانوں کو قید کر لیا ان اسیروں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نامی دو جوان تھے جن کو شجاع اور تنومند دیکھ کر اہل فرنگ نے برج و بارہ کے اوپر متعین کیا تاکہ یہ نوجوان مسلمانوں سے جنگ کریں۔ رستم و شمشیر مجبور تھے انھوں نے نصاریٰ کے حکم کی تعمیل کی اور کبھی کبھی تیر و تفنگ لشکر اسلام کی طرف پھینک دیتے تھے تھوڑے زمانہ کے بعد یہ دونوں نوجوان اپنی اس حرکت سے بیدر بخیدہ ہوئے امرائے نظام شاہی اہل فرنگ سے ملے ہوئے تھے ایک روز فرنگیوں نے اپنے مجلس مشورہ میں کہا کہ خواجہ میرک کے سوا تمام نظام شاہی امیر ہمارے بھی خواہ ہیں صرف وہیراصفہانی ہمارا بدخواہ اور باعث محاصرہ ہے۔ رستم خاں اور شمشیر خاں نے یہ تقریر سنی اور باہم یہ طے پایا کہ کسی طرح اپنے کو حصار سے نیچے گرائیں اور خواجہ میرک کو ان واقعات سے مطلع کریں ان لوگوں نے ایک نامہ لکھ کر خط کو پتھر میں باندھا اور نیزہ خواجہ میرک کے مورچل کی طرف پھینک دیا اور رات کو ہندو گراں سے اپنے کو اُتراد کر کے خواجہ میرک کے قیام گاہ کے مقابلہ میں رسی کے ذریعہ سے نیچے اترے اور وہیراصفہانی کے پاس پہنچ کر فرنگیوں کی قید سے آزاد ہو گئے یہ خبر مرقعی نظام سے بھی سنی

رستم و شمشیر خاں کو خلوت میں بلا کر ان سے اہل قلعہ کا حال دریافت کیا ان ہر دو نوجوانوں نے تمام واقعات بے کم و کاست بیان کر دیئے اور کہا کہ اہل فرنگ بیدار طہینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں اور یہ لوگ محاصرہ کے خوف سے بالکل آزاد ہیں ان کی جمیعت خاطر کی وجہ یہ ہے کہ ہر رات ان کو ضروریات زندگی کے سامان پہنچتے رہتے ہیں بادشاہ کے وکئی اور جعفری امیر روپے کے صندوق ان سے رشوت میں لیتے ہیں اور اس کے عوض مرغ و گوشت وغیرہ ہر چیز جس کی نصاریٰ کو ضرورت ہوتی ہے ان کو پہنچا دیتے ہیں اور دن کو بادشاہ اور فوج کے دکھانے کے لئے جنگ کرتے ہیں اور اس طرح غریب مسلمانوں کو تباہ کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ان امیروں میں سوا میرک اصفہانی کے اور کوئی شخص حریف کا دشمن نہیں ہے۔ نظام شاہ کو دوست و دشمن کی شناخت ہو گئی اور اس نے دیر اصفہانی کو پہلے سے زیادہ معزز و مکرم کیا بادشاہ جمال الدین حسین سے بیدار زدہ ہوا۔ جمال الدین حسین حقیقت واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے منصب و کالت سے دست بردار ہو کر بے اجازت بادشاہ کے احمد نگر کی راہ لی۔ بادشاہ نے ترک محاصرہ کی بابت میرک اصفہانی سے مشورہ کیا دبیر اصفہانی نے عرض کیا جو بادشاہ کی رائے ہو وہ عین صواب ہے لیکن وقت کا تقاضا یہی ہے کہ محاصرہ سے دست بردار ہو کر احمد نگر کا رخ کیا جائے دارالملک پہنچ کر جو راستے ہو اس پر عمل کرنا مناسب ہے مرتضیٰ نظام نے اسی راستے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کے محاصرہ سے کنارہ کش ہو کر احمد نگر پہنچا اور فرہاد خاں اخلاص خاں وغیرہ امرائے کبار کو نظر بند کر لیا۔ اور جمال الدین حسین کو مع اس کی زوجہ کے برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔ مرتضیٰ نظام نے خواجہ میرک کو وکیل سلطنت مقرر کر کے اسے چنگیز خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا مرتبہ بلند کر کے ان کو امیروں کے گروہ میں داخل کیا۔ چنگیز خاں بیدار صاحب الرائے تھا اس نے اپنے حسن تدبیر سے ایسا انتظام کیا کہ احمد نگر شک بوستان ارم بن گیا۔

علی عادل کو چنگیز خاں کے حسن انتظام سے اطلاع ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ ابراہیم قطب شاہ سے اتحاد پیدا کرے چنگیز خاں کو عادل شاہ کے خیال سے آگاہی ہوئی

اور قبل اس کے عادل شاہ قطب شاہ سے ملاقات کر کے چنگیز خاں نظام شاہ کے ہمراہ عادل شاہی ملک کی طرف روانہ ہوا اور اپنے حسن تدبیر سے عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات نہ ہونے دی۔ عادل شاہ اور نظام شاہ نے سرحد پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور باہم یہ طے پایا کہ عادل شاہ کرناٹک کے ملک میں ان شہروں پر قبضہ کرے جن کا محصول برابر و بیدر کی آمدنی کے مساوی ہو اور مرتضیٰ نظام برابر و بیدر کو تغال خاں اور علی برید کے قبضہ سے نکال کر خود ان ملک پر متصرف ہو اور قطب شاہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اسے طرفین میں سے کسی فرما نہ دے کوئی سرکار نہ رہے اس قرارداد کے موافق دونوں فرما نہ و ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور فوج و لشکر کی فراہمی اور سامان جنگ کی ترتیب میں مشغول ہوئے قلعہ ریکندہ کے محاصرہ میں جو نقصان ہوا تھا اس کی تلافی ہو گئی اور مرتضیٰ نظام نے تین ہزار غریب ترکش بندے ملازم رکھے۔

سندھ ہجری میں مرتضیٰ نظام نے برابر پر دھاوا کیا اور ماحیدر کاشی کو جو بارگاہ نظام شاہی کا مشہور نازل تھا تغال خاں کے پاس بطور قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ دریا عدا الملک ہمارا ہم مشرب برادر تھا اس کی وفات کے بعد اس کا فرزند اکبر برہان عدا الملک و ارث ملک ہے جس تک کہ برہان عدا الملک بچے تھا نہیں انتظام ملک کے لئے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینا سزاوار تھا اب جب کہ یہ طفل جوان اور قابل حکمرانی ہو گیا ہے تو اصل و ارث کو مکان کے اندر قید رکھ کر خود حکومت کرنا بالکل نازیبا اور بے معنی ہے تم کو چاہئے کہ اس خط کے پہنچنے پر ہی ہمت ملی اور مالی برہان عدا الملک کے سپرد کر کے خود حکومت سے غلجہ ہو جاؤ ورنہ جو بلا تم پر نازل ہونے والی ہے اس کے درد کا انتظار کرو۔ تغال خاں اس خط کا مضمون پڑھ کر بیدخود فزہ ہوا اور اپنے پیسہ بزرگ شمشیر الملک سے جو اپنی شجاعت اور بہادری کے مقابلہ میں رستم و اسفندیار کو بھی طفل نوا موز سمجھتا تھا مشورہ کیا شمشیر الملک نے جواب دیا کہ برہان عدا الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے مرتضیٰ نظام اس ملک پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے اس کا مدعا یہ ہے

کہ اس قسم کی تحریر سے رحمت اور لشکر کو ہم سے برگشتہ کر دے چونکہ ہم اس زمانہ میں ملک
 و لشکر و نیز دولت میں نظام شاہ سے کم نہیں ہیں ہم کو چاہئے کہ جماعت اور مردانگی
 سے کام لیں اور نامہ کا جواب بجائے قلم کے شمشیر سے ادا کریں۔ تغال خاں کے سر پر
 ادبار سوار تھا اس نے فرزند کے کہنے پر عمل کیا اور ملاحیدر کو بے نیل مرام واپس کر دیا
 مرنقی نظام نے پاتری کے فواح میں یہ اخبار سنے اور ایچ پور کی طرف روانہ ہوا۔ اور
 شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمہ لشکر بکر نظام شاہی لشکر کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ اور
 نظام شاہ کے بشیر و لشکر کو غافل پا کر اس پر حملہ آور ہوا اور اسے پسپا کر دیا جنگیں خاں
 نے دوسرے افسر تدارک کے لئے مقرر کئے شمشیر الملک اپنے باپ سے مدد کا
 خواستگار ہوا تغال خاں مع اپنی فوج کے فرزند کے پاس پہنچ گیا جنگیں خاں اسکے
 درود سے آگاہ ہوا اور اس نے خداوند خاں مجنید خاں بحری خاں رسم خاں وغیرہ
 نامی سرداروں کو اسی فوج کی مدد کے لئے روانہ کیا جنگیں خاں نے صرف اسی ملک پر
 اکتفا نہ کیا بلکہ عاقبت اندیشی سے کام لے کر خود ہی بلارخصت بادشاہ کے عین ہزار
 غریب ترکش بندوں کے ہمراہ جلد سے جلد امداد کے لئے روانہ ہو گیا۔ طرفین کی پیش
 و رست ہوئیں اور جنگیں خاں عین معرکہ جنگ میں پہنچ کر حریف پر حملہ آور ہوا اشدید اور
 خونریز لڑائی کے بعد جنگیں خاں نے خود جرات سے کام لیا اور پانچ سو یکہ دل و
 ایک جہت سواروں کے ساتھ حریف کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا اور تغال خاں کے
 علم بردار کے پانوں پر شمشیر کا وار کیا جنگیں خاں نے حریف کی جماعت
 کو براگندہ کر دیا تغال خاں اور شمشیر الملک اب تاب مقابلہ نہ لاسکے اور اجمیعہ کی
 طرف فراری ہو گئے۔ جنگیں خاں نے ہزار کے بہترین نامی ہاتھی گرفتار کئے اور
 کامیاب نظام شاہ کی خدمت میں واپس آیا۔ اس فتح سے جنگیں خاں کی شہرت
 اور عزت و مرتبہ میں اور اضافہ ہوا۔

اس واقعہ کے بعد جنگیں خاں نے پیٹیر عایائے ہزار کو ہر چہار جانب
 تسلی آمیز خطوط روانہ کئے۔ رعایا نے اطاعت کا اقرار کیا اور ملک کے زمیندار
 چودھری اور کافون گودبار میں آکر عطاءے خلعت سے سرفراز کئے گئے۔ یہ
 اشخاص خوش و خرم اپنے ملک کو واپس گئے اور مرنقی نظام نے اطمینان کے ساتھ

قدم آگے بڑھایا۔ تغال خاں اور شمشیر الملک نے دوبارہ مقابلہ نہ کیا اور جنگل میں پناہ گزین ہو گئے مگر تعزنی نظام نے ان کا تعاقب کر کے جنگلوں میں آوارہ کر دیا چھ مہینے اس حالت میں گزر گئے اور تغال خاں اور شمشیر الملک اب ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے راہ گریز مسدود تھی مگر تعزنی نظام اس مقام پر پہنچا اور قریب تھا کہ حریف مع تمام اپنے سامان چشت کے اس کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے کہ ناگاہ میر موسیٰ مازندرانی جو ایک مجذوب سید تھے سر راہ نظام شاہ کے پاس پہنچے اور بادشاہ سے کہا کہ تمہیں دو آزدہ امام کی قسم ہے کہ جب تک مجھے بارہ ہزار ہوں نہ عنایت کر لو یہاں سے قدم آگے نہ بڑھاؤ نظام شاہ نے دو آزدہ امام کا نام سن کر اپنے ہاتھی کو واپس کھڑا کر دیا اور سائل کے حسب و نسب کا سوال کیا جب یہ معلوم ہو گیا کہ مجذوب سید صحیح النسب اور محب اہل بیت ہے بادشاہ نے چنگیز خاں اور امین الدین بنشاپوری کو جو مقدمہ لشکر تھے طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ بارہ ہزار ہوں ان سید کو عطا کر دیجنگیز خاں نے عرض کیا کہ خزانہ واسب و فیل لشکر کے عقب میں ہے بہتر ہے کہ بادشاہ قدم آگے بڑھائیں اس لئے کہ تغال خاں وغیرہ فوراً گرفتار ہوا چلتے ہیں منزل پر پہنچ کر حکم کی تعمیل کر دی جائیگی بادشاہ نے کہا کہ اگر تغال خاں سولہ سبھی برائے کے برابر مجھے دے تو بھی میں دو آزدہ امام کے نام پر ان کو قربان کرتا ہوں چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا کہ عرصہ دراز کے بعد بڑی محنت اور مشقت سے اب یہ مرتبہ ہاتھ آیا ہے کہ ہم حریف کو گرفتار کر کے جھگڑے سے نجات حاصل کریں خدا اسکے لئے بادشاہ سے کہہ دو کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچ کر تمہیں یہ رقم ادا کر دوں گا سید نے جواب دیا کہ زمانہ دراز کے بعد تو اب یہ موقع ہاتھ آیا ہے کہ میری مراد برائے باوجود دیوانگی کے میں اتنا حاضر و سبجتا ہوں کہ نقد کو وعدہ پر فروخت نہ کرنا چاہئے۔ چنگیز خاں نے جلد سے جلد بادشاہ و ارکان دولت کے پیش قیمت گھوڑے جمع کئے اور سید سے کہا کہ ان سب کو بعض رقم کے رہن رکھ لو ہم منزل پر پہنچ کر تمہیں روپیہ ادا کر کے ان جانوروں کو واپس لے لیں گے سید صاحب نے کہا یہ بھی ممکن نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم دو اس لئے کہ اس کے بعد میری تمھاری ملاقات نہ ہوگی چنگیز خاں مجبور ہوا اور اس نے لوگوں سے روپیہ لیکر

معاہدہ کو طے کیا لیکن اس عرصہ میں حریف کو موقع مل گیا اور وہ جنگل سے نکل کر بہان پور اس پر روانہ ہو گیا۔

نظام شاہ نے خاندیس کی سرحد پر قیام کر کے میران محمد شاہ حاکم خاندیس کو نامہ لکھا کہ تغال خاں نظام شاہی فوج سے فراری ہو کر اس ملک میں آیا ہے اس کو پناہ نہ ملنی چاہیئے بہتر ہے کہ آپ اس کو اپنے ملک سے خارج البلد کر دیں مجھے امید ہے کہ جناب اپنی دانائی اور فراست سے اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھیں گے۔ میران محمد نے نظام شاہ کا یہ خط تغال خاں کے پاس بھیج دیا تغال خاں نے نامہ پڑھا اور دوسرے راستے سے براہ پنج گیا۔ تغال خاں نے اپنے ملک میں پہنچ کر اکبر بادشاہ کو ایک سرریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ دکن کے حکام اتحاد مذہب کی وجہ سے باہم متفق ہو گئے ہیں اور انھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے چھین لین میں بادشاہ کی درگاہ کا اونٹنے خادموں براہیہاں پناہ کے سپرد کرتا ہوں حضور امرائے سرحد کو حکم دیں کہ یہاں اگر ملک پر قبضہ کر لیں تاکہ یہ فدیہ خود آستانہ شاہی پر حاضر ہو کر ان مخالفین سے اپنے کو محفوظ رکھے لیکن قبل اس کے کہ خط کا جواب آئے تغال خاں اور شمشیر الملک دونوں بد روپ سر پناہ گزیں ہوئے۔ تغال خاں نے قلعہ پرتالہ میں جو پہاڑ پر واقع ہے اور شمشیر الملک نے قلعہ کا دیل میں قیام کیا۔ مرتضیٰ نظام کی امید بر آئی اور اس نے قلعہ پرتالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا امیروں اور افسران فوج نے بھی حصار کا احاطہ کر کے آپس میں مورچہ ل تقسیم کر کے اس میدان میں قدم جمائے۔ تغال خاں کا خط گجرات میں بادشاہ کی نظر سے گزر ا اور اکبر بادشاہ نے مرتضیٰ نظام کو پیغام دیا کہ تغال خاں ہمارا غلط ہے اور براہ کا ملک شاہی دائرہ حکومت میں داخل ہو چکا ہے چھین چاہئے کہ اس ملک کی تیغ سے ہاتھ اٹھاؤ اور تغال خاں سے بد سلوکی نہ کر دے مرتضیٰ نظام نے جیگیز خاں کی رائے کی موافق ایچی سے سلوک نیک نہ کیا اور شاہی قاصد نے نسل مرام واپس آیا اور اگرہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نظام شاہ کی سرکشی کی داستان سنائی۔ چونکہ اکبر بادشاہ کو جنگال کی ہمہ دہش تھی بادشاہ نے اس طرف توجہ نہ کی اور نظام شاہ اطمینان کے ساتھ قلعہ کے سر کرنے میں مشغول ہوا۔

تغال خاں نے بھی مدافعت میں پوری کوشش کی اور حرن آتشیاری کے ماہرین یعنی اسد خاں شاہ گجرات کا پرکشی غلام اور سکندر خاں بن حبشی رومی خاں نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ قلعہ کی دیوار کو توڑ دیں لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی۔ اس دوران میں احمد نگر سے خبر آئی کہ شاہزادہ حسین پیدا ہوا چنگیز خاں نے شاہزادہ کی تاریخ ولادت کا مادہ فیض کامل نکالا اور شاہی حکم کے موافق جشن عشرت منعقد کرنے میں مشغول ہوا۔ بادشاہ بد فرزند کی دیدار کا شوق غالب آیا اور نیزہ کہ کسل سفر سے خستہ و ماندہ بھی ہو گیا تھا اس نے ارادہ کیا کہ احمد نگر واپس آئے اتفاق سے اسی زمانہ میں صاحب خاں نام ایک امیر بادشاہ پر بیحد حاوی ہو گیا تھا اس شخص نے بھی واپسی پر اصرار کیا اور قریب تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو اور تقریبی نظام احمد نگر واپس آئے کہ حسن اتفاق سے ایک تاجرا افغان نام ہندوستان سے آیا اور چند عمدہ گھوڑے اور اسباب اپنے ہمراہ لایا اور چنگیز خاں سے کہا کہ یہ چیزیں میں تغال خاں کے لئے لایا ہوں اگر مجھے اجازت ہو تو میں قلعہ کے اندر جا کر اشیائے مذکورہ حاکم شہر کے ہاتھ فروخت کر دوں چنگیز خاں نے جواب دیا کہ ایک شرط کے ساتھ تمہیں قلعہ میں جانکی اجازت دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ واپسی کے بعد تم نظام شاہ کی ملازمت اختیار کرو تمہارے بشرہ سے عقل و دانائی کے آثار نمایاں ہیں تم تجارت کو ترک کرو اور بادشاہ کی مصاحبت سے اپنے کو معزز بناؤ تاجر نے کہا کہ اگر یہ بات ہو تو میری خوش نصیبی ہے چنگیز خاں نے کہا کہ تمہاری تقدیر میں مرتبہ امارت پر فائز ہونا ہے تمہیں چاہیے کہ نظام شاہ کی بھی خواہی کرو تاجر نے قبول کیا اور چنگیز خاں نے اپنے ایک مقیم شخص کو کثیر رقم کے ساتھ تاجر کے ہمراہ کر دیا تاکہ یہ شخص کبھی تاجروں کے لباس افغان کے ساتھ مع اس رقم کے اندر جائے اور قلعہ کے محافظوں کو نظام شاہ کا بھی خواہ بنا کر یہ رقم ان کے حوالہ کرے اور یہ طے کرے کہ محافظین قلعہ حصار کی حفاظت سے دست بردار ہو کر نظام شاہی لاہیوں میں داخل ہوں جس کے صلہ میں بادشاہ ان کو مال کو دیگا۔ یہ شخص اندر گیا اور اس نے قلعہ کے محافظوں سے سازش کر کے رات ہی سبھر میں تمام پاسبازوں کو چنگیز خاں کے پاس پہنچا دیا قلعہ کے اندر کوئی محافظ نہ رہا اسد خاں اور رومی خاں نے

ایک توپ کلاں سر کی جس نے ایک برج اور دیوار میں رخنہ کر دیا چونکہ حصار کے اندر کوئی شخص اس رخنہ کو بھرنے والا موجود نہ تھا چنگیز خاں کے خاصہ کلا ایک گردہ قلعہ کے اندر داخل ہوا ولس نے بغیر کسی بجائی کے ۹۰۰۰ عجمی میں تھال خاں اپنے درباریوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ سے فراری ہوا چنگیز خاں نے سید حسین استرآبادی کو غریبوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تھال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود قلعہ کے اندر داخل ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا چنگیز خاں نقد و جنس کے عطیہ کے علاوہ فاتح ملک برار کے تاریخی خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا مرتضیٰ نظام نے برہان عماد الملک کو جو قلعہ پر تالیمیں تھال خاں کا قیدی تھا مع تھال خاں اور اس کے فرزندوں کے گرفتار کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ یہ امیر بھی حصار میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہوئے اور کسی کا نام و نشان باقی نہ رہا مرتضیٰ نظام نے ارادہ کیا کہ برار کو اپنے امر میں تقسیم کر کے خود احمد نگر روانہ ہو کہ چنگیز خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ علی عادل سے معاہدہ ہوا تھا کہ بادشاہ برار اور بیدرد و لوں ملکوں پر اپنا قبضہ کریں چونکہ اس زمانہ میں علی عادل قلعہ پشکا پور کے محاصرہ میں مشغول ہے بہتر ہے کہ ہم بیدرد کو بھی اسی زمانہ میں فتح کر لیں۔ مرتضیٰ نظام نے اس رائے کو پسند کیا اور بیدرد کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی نے موقع پا کر برہان عماد الملک کے دایہ زادہ کو خود مرحوم دارش کا فرزند مشہور کیا اور چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے برار روانہ ہو گیا۔ محمد شاہ برار کے نواح میں پہنچا اور سات یا آٹھ ہزار قدیم براری ملازم بھی اس کے ساتھ ہو گئے خداوند خاں اور حبشی خاں اس گردہ کی مدافعت نہ کر سکے اور انھوں نے ایک سرعینہ مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا دوسرے دن خداوند خاں اور غور شید خاں کا ایک معروضہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر بادشاہ خود اس طرف توجہ فرما کر محمد شاہ کی تنبیہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ امرائے برار نے بھی اسی مضمون کے خطوط نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان خطوط کے مضمون سے واقف ہو کر سید مرتضیٰ ہمزاد کی کوجو حال ہی میں بیجا پور سے آیا تھا سر لشکر مقرر کر کے آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے سے پیشتر مخالفین کے مقابلہ میں روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی اپنے مخصوص

احرا کے ہمراہ برابر روانہ ہوا بادشاہ نے چنگیز خاں کو بھی حکم دیا کہ کوچ کر کے جلد سے جلد برابر پہنچ جائے چنگیز خاں بھی احرا کے ہمراہ جلد سے جلد روانہ ہو کر دس کو س کی راہ طے کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا چنگیز خاں نے ہر چند کوشش کی کہ بادشاہ ایک دن اسی جگہ قیام کرے لیکن ممکن نہ ہوا اور دس کو س سفر کی منزل طے کی گئی۔ بادشاہ کے ورد کے قبل ہی سیدم تقی نے جعلی عداد الملک کو شکست دیکر اس قوم کو پسپا کر دیا۔ نظام شاہ نے روہن گیر کے گھاٹ کو عبور کیا اور محمد شاہ جو اپنی سرحد میں مقیم تھا فراری ہو کر قلعہ اسیر میں پناہ گزین ہوا نظام شاہ نے برہان پور تک سارے ملک کو غارت و تباہ کیا چنگیز خاں نے قلعہ اسیر کی بچہ تعریف سنی تھی۔ نظام شاہ سے اجازت لیکر سیر و تفریح کے لئے دو ہزار غریب سواروں کے ساتھ روانہ ہوا محمد شاہ نے یہ خبر سنی اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ چنگیز خاں کو گھیر کر اسے ہلاک کر ڈالیں۔ خاندیس کے لشکر نے بتیار بند ہو کر چنگیز خاں پر حملہ کیا چنگیز خاں دشمن کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہوا اور مقابلہ میں آیا غدیہ اور خوزینہ لڑائی کے بعد برہان پور کی فوج کو شکست ہوئی بلکہ اکثر اعیان ملک چنگیز خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے نظام شاہ برہان پور سے یہاں آیا اور صحرائیں خیمہ و دغا گاہ برپا کر کے الٹنگ اور مورچیل امیروں میں تقسیم کئے اہل لشکر نے برہان پور کو تباہ و برباد کر ڈالا محمد شاہ نے بڑی گفتگو کے بعد چھ لاکھ مظفری بادشاہ کو اور چار لاکھ چنگیز خاں کو بطور صلہ بہادار کر کے حریف کو اپنے ملک سے رخصت کر دیا نظام شاہی فوج برابر روانہ ہوئی۔ اسی زمانہ میں شاہ میرزا اصفہانی قطب شاہ کا حاجب میلکباد کے لئے نظام شاہ کی خدمت میں آیا ہوا تھا اس حاجب کو معلوم ہوا کہ نظام شاہ کا ارادہ ہے کہ بیدر کو فتح کرے میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو طمع کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا کہ قطب شاہ کو تم سے امید ہے کہ تم بادشاہ کو بیدر کی تسخیر سے باز رکھو گے اس وقت میں دو لاکھ ہون تھیں دیتا ہوں تاکہ اس رقم کو اپنے لشکر کے اخراجات میں صرف کر دو چنگیز خاں نے کہا کہ نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضہ میں ہے مجھے کسی چیز کی امتیاج نہیں ہے میرا مدعا یہ ہے کہ امیر بیدر کو جو خار راہ ہے درمیان سے دور کر دوں اور ہماری اور تمہاری

ملکت میں فاصلہ اور واسطہ نہ ہے تاکہ ہم مذہب شاہان دکن جو محب اہل میت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کریں اور بادشاہ دہلی کے خوف اور خطرات سے ہمیشہ کے لئے محفوظ اور مامون ہو جائیں۔ میرزا اصفہانی چنگیز خاں کے جواب سے مایوس ہوا اور اس نے نظام شاہ کے محبوب صاحب خاں کو اپنا شکار بنایا اور نقد و جواہر کے ذریعہ سے اس کو بالکل بھی خواہ کر لیا ایک روز میرزا اصفہانی نے مجلس شراب نوشی میں صاحب خاں سے کہا کہ چنگیز خاں کا ارادہ ہے کہ برابر خود مختارانہ قبضہ کر کے اس ملک کا سکھ و خطبہ اپنے نام جاری کرے چونکہ نظام شاہی فوج کا نصف حصہ اس کا شرمندہ احسان ہے چنگیز خاں اپنے ارادوں میں بہ آسانی کامیاب ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بادشاہ کو کھل-کھل آوارہ پھراتا ہے تاکہ موقع پائے اپنا مقصود حاصل کرے صاحب خاں میرزا اصفہانی کو صادق القول سمجھا اور چنگیز خاں کے درپے آزار ہوا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں صاحب خاں نے نوٹشی کر کے بعض امیروں کے ساتھ بے ادبی کی اور چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کے حکم سے صاحب خاں کو قرار واقعی تنبیہ کی اس واقعہ سے یہ بلیغیہ اور زیادہ چنگیز خاں کا دشمن بنا صاحب خاں نے اپنا یہ شعار بنایا تھا کہ جب تک مجھے اس کو موقع ملتا چنگیز خاں کی طرف سے بادشاہ کے کان بھرتا تھا اور دشت آمیز خبروں سے مرتضیٰ نظام کو چنگیز خاں کی طرف سے برگشتہ کرتا تھا مرتضیٰ نظام صاحب خاں کے اقوال پر اعتبار نہ کرتا تھا اور ہمیشہ اس سے یہی کہتا تھا کہ چونکہ میں نے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے تجھے سزا دلوائی ہے تو محض عداوت کی وجہ سے مجھ کو برا ٹھینتہ کرتا ہے ایک دن بادشاہ نے شراب پی اور صاحب خاں نے خلوت میں پھر وہی گفتگو شروع کی بادشاہ نے اپنی عادت کے موافق صاحب خاں کو نامواب جواب دیا صاحب خاں نے ردنا شروع کیا اور کہا کہ اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں تو بادشاہ شاہ میرزا سے جو چنگیز خاں کا ہم وطن ہے حقیقت حال کو دریافت کریں نظام شاہ نے رات کے وقت جبکہ کسی شخص کو اطلاع نہ ہو شاہ میرزا کو طلب کیا اور اس سے حقیقت حال کی بابت سوال کیا۔ شاہ میرزا نے بڑے آب و تاب کے ساتھ صاحب خاں کے اقوال کی تصدیق کر کے نظام شاہ کو چنگیز خاں سے برگشتہ کر دیا۔ نظام شاہ اب بھی

ان واقعات کو صاحب خاں اور شاہ میرزہ کی سازش سمجھا اور چند روز غور و فکر میں مبتلا رہا ایک روز بطور امتحان بادشاہ نے چنگیز خاں سے کہا کہ اب میں سفر سے تنگ آگیا ہوں میرا ارادہ ہے کہ جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوں چنگیز خاں نے جو دشمن کی سازش سے بے خبر تھا عرض کیا کہ بادشاہ نے حال ہی میں اس ملک کو فتح کیا ہے پانچ چھ مہینہ اور قیام کرنا چاہیے کہ اس ملک کی رعایا کو بادشاہ کی طرف سے بالکل اطمینان حاصل ہو جائے۔

چنگیز خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اس قیام کے بعد احمد نگر روانہ ہوں اور اس نیک خوار کو اس نواح میں کچھ دنوں قیام کی اجازت عطا فرمائیں۔ تاکہ میں ملک کا انتظام کر سکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مرنقیٰ نظام یہ جواب سن کر غاروں کی تقریر کو بالکل صحیح سمجھا اور چنگیز خاں سے بدگمان ہو گیا چنگیز خاں بادشاہ کے انحراف طبیعت سے آگاہ ہوا اور چند روز بیماری کا بہانہ کر کے دیوان خانہ میں حاضر نہ ہوا انتظام شاہ اور زیادہ بدگمان ہوا اور حکیم محمد مہری کو معاہدہ کے بہانہ سے چنگیز خاں کے پاس روانہ کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ حکیم مذکور شہر بہت زہر آلودہ کے ذریعہ سے چنگیز خاں کو ہلاک کرے چنگیز خاں نے اولاً تو شہر بہت پینے سے انکار کیا لیکن آخر میں وفاداری اور نیک حلالی کو مد نظر رکھ کر شہر بہت بی لیا اس امیر نے حالت نزاع میں بادشاہ کو اس مضمون کا ایک عریضہ لکھا کہ پروردہ نعمت مہرک دبیر جو زندگی کے ساتھ مر طے طے کرنے کے بعد ستر برس کا بوڑھا نیک خوار تھا آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ ولی نعمت نے جو شہر بہت آب حیات میں ملا کر اس نیک خوار کے لئے روانہ فرمایا تھا اسے اس ضعیف العمر خادم نے حقوق و ذوق کے ساتھ بی لیا اور بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور اخلاص کا نقش اپنے سینے پر جا کر پیوند زمین ہوتا ہوں خدا مالک کو سلامت رکھے اس کمترین کی عرض یہ ہے کہ نیک خوار کو بندہ درگاہ سمجھ کر جو دستور العمل کہ اپنے قلم سے لکھ کر بادشاہ کے حضور میں روانہ کرتا ہوں اس پر عمل درآمد فرمایا جائے اور اس غریب کی لاش کر بلائے سلا روانہ کر دی جائے جس قدر غریب ملازم میری سرکار میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے سلو داروں میں داخل فرمایا جائے چنگیز خاں نے عریضہ اور دستور العمل

سید حسین کی معرفت مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا اور عود پلنگ پر تکیہ لگا کر لیٹ گیا دوسرے دن صبح صادق کے وقت ۱۷۷۶ھ ہجری میں امیر نے وفات پائی اور عباد الدین محمود و خواجہ گادان کی یاد دلوں میں پھر تازہ ہوئی مختصر یہ کہ چنگیز خاں نے وفات پائی اور اس کے ترکہ میں سے تین یا چار خط شاہ میرزا کے برآمد ہوئے جن سے چنگیز خاں کی برات ثابت ہوئی مرتضیٰ نظام کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی۔ اور چنگیز خاں جیسا بادشاہ امیر کے تلف کر دینے سے بچ رہا تھا وہاں لیکن چونکہ تیرکان سے کھل چکا تھا اس غم و اندہ کا فائدہ نہ ہوا بادشاہ نے انتہائے غصہ میں بغیر اس کے کہ شاہ میرزا کو اپنے حضور میں طلب کرے یہ حکم دیا کہ یہ شخص شاہی لشکر سے بھل جائے اور خود بھی احمد نگر روانہ ہو گیا نظام شاہ نے ادلا حکم محمد مصری کو پیشوا مقرر کیا لیکن چھ ماہ کے بعد اس کو معزول کر کے اوایل ۱۷۷۹ھ ہجری میں قاضی بیگ بزدی کو پیشوا اور وکیل سلطنت کی خدمت پر مامور کر کے میرزا محمد نظیری اور حسین الملک کو وزیر مقرر کیا سید مرتضیٰ شیرازی کو مرشدگار مقرر کر کے خداوند خاں مولد و فیروہ سرداران معتبر کو اس کے ہمراہ برار روانہ کیا۔ بادشاہ نے قاضی بیگ وغیرہ تمام اشراف و اعیان احمد نگر سے کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجھ کو حکومت کی قابلیت نہیں ہے اور میں عدل و ظلم میں تمیز نہیں کر سکتا اکثر اوقات عدل کے خیال و ارادہ سے ظلم کا ارتکاب کرتا ہوں اب میں تم لوگوں کو گواہ بنانا ہوں اور تمہیں سے قیامت کے دن جو روز حساب ہے شہادت طلب کرونگا کہ میں نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قاضی بیگ کو وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سیدزادہ احکام شریعت و آئین عدالت کے مطابق رعایا سے سلوک کرے اور کبھی کسی حالت میں بھی زبردستوں سے خائف ہو کر زیر دستوں پر ظلم نہ کرے۔ اگر کوئی ظالم کسی پیر زل سے ایک سوئی بھی ظلم و تعدی کے ساتھ ملے گا اور قیامت میں مجھ سے اس کا سوال کیا جائیگا تو میں خدا کو یہی جواب دوں گا کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے اور میں اس مواخذہ سے بری سمجھا جاؤں اس کی باز پرس میرے وکیل مطلق سے کی جائے اگر قاضی بیگ تنہا اس کام کو انجام نہ دے سکے تو امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو بھی اپنا شریک کار بنائے میری خود یہ حالت ہے کہ میں عذاب و قہر الہی سے بچد خائف ہوں اور جو سلوک کہ

میں نے چنگیز خاں کے ساتھ کیا ہے اس سے بے حد پشایاں ہیں میں نے یہ جہد کیا ہے کہ تمام عمر گوشہ نشینی اختیار کر دوں اور خلوت میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کروں۔ بادشاہ نے اس تقریر کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرنی اور قلعہ احمد نگر کی اس عمارت میں جو بغداد کے نام سے موسوم ہے خلوت گزین ہو گیا سوا صاحب خاں کے اور کوئی دوسرا شخص بادشاہ کے پاس نہ جاسکتا تھا دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام یہ تنہا پسندی کا اور زیادہ غلبہ ہوا اور اس نے بد یہ سلطان والدہ میران حسین اور تمام عورات کو قلعہ سے ہٹا کر دوسرے مکان میں مقیم کیا بادشاہ نے قلعہ کی محاطت شاہ قلی کو جسے شاہ طہاسپ برہان نظام کے لئے روانہ کیا تھا سپرد کی مرتضیٰ نظام نے شاہ قلی کو صداقت خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے اسے امر اس کے گروہ میں داخل کیا اور اسے حکم دیا کہ سوا صاحب خاں کے اور کسی شخص کو بادشاہ کے قریب نہ آنے دے۔

قلعہ بھری میں بعد وکالت قاضی بیگ اکبر بادشاہ میر کرنا ہوا مالود کی سرحد پر پہنچا۔ اخبار رسالوں نے اس امر سے اہل احمد نگر کو آگاہ کیا قاضی بیگ نے ایک سر فیضہ اسی مضمون کا مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا۔ نظام شاہ مضمون خط سے واقف ہو کر بلا کسی توقف کے پاکی میں سوار ہوا اور سو سے زیادہ سواروں کے ساتھ جس میں صاحب خاں اور ملا بہت خاں بھی داخل تھے دولت آباد روانہ ہوا نہر گنگ کے قریب ایک گروہ قلیل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ بادشاہوں کے دشمن پیچھے ہوتے ہیں تنہا سوار ہو کر ایسے قوی دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہونا احتیاط سے دور ہے ہماری گزارش یہ ہے کہ حضور اسی مقام پر توقف فرمائیں اور احمد نگر و برار کے لشکر کے ورود کا انتظار فرمائیں بادشاہ نے چند روز قیام کیا اور خاصہ خیل کے پانچ پانچ ہزار سوار نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ مرتضیٰ نظام نے برار کے لشکر کی حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے روانہ ہوا قاضی بیگ میرزا احمد نظیری وغیرہ اعیان ملک نے اپنے گلوں میں چادر ڈال کر سرزمین پر رکھا اور نہایت مجتہد زاری کے ساتھ عرض کیا کہ دہلی کے عظیم الشان فرمانروا کے مقابلہ اس قدر فوج کے ساتھ صف آرا ہونا

مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ صبر فرمایا جائے کہ تو چنانچہ لشکر برار بھی خدمت شاہی میں پہنچ چکا
نظام شاہ نے جواب دیا کہ ان امور میں صبر و تحمل کہ نامکن نہیں ہے میں خاصہ صل کے بہادر
سپاہیوں کے ہمراہ اکبر بادشاہ کی فوج پر حملہ کروں گا فتح و ظفر خدا کے ہاتھ ہے۔ اراکین دولت
بیمہ میٹھ ہوئے لیکن اسی درمیان میں اخبار رسالوں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ صید انگلی سے
فلاخ ہو کر اپنے دارالملک کو روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ اس خبر کو سنکر سید خوش ہوا اور دولت آباد
واپس آیا نظام شاہ نے حوض قتلو کے کنارہ یدم تفسی اور نیر دگیر امرے برار کو خلعت دیکر واپس جانے
کی اجازت دی اور خود احمد نگر ہیکر شل سابق کے ہو سولطنت کو امرائے کبار کے سپرد کیا اور خود گوشتیں
ہو گیا۔ اس زمانے میں صاحب خان کے تمام شہنشاہ و انصباہات پر پہنچ کر جاگیر دار ہو گئے تھے اور اس نے
کاستقلال حد سے زیادہ بڑھ چکا تھا۔ صاحب خاں بادشاہ پر بالکل حاوی تھا
عین موسم برسات میں دولت آباد کی سیر و تفریح کے لئے بادشاہ کے ساتھ تقریباً چار
ماہ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ زمانہ برنگال گزرنے کے بعد بادشاہ نے دولت آباد میں
زیارت قبور سے فراغت حاصل کی اور ان بزرگوں کی ارواح کو ثواب رسائی کی
غرض سے بچہ زرد مال صدقہ و خیرات کیا۔ اس واقعہ کے بعد مغل نظام نے
حضرت امام رضا علیہ السلام کے آستانہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور پوسٹ شدہ طور پر
کہ صاحب خاں کو بھی اطلاع نہ ہوئی فقیرانہ لباس میں سرپردہ شاہی کے عقب
سے پاپیادہ روانہ ہو گیا۔ لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک سپاہی نے بادشاہ
کو دیکھا اور اس نے ارکان دولت کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ اراکین ملک پہلے
سرپردہ شاہی میں آئے لیکن بادشاہ کو وہاں نہ پا کر اس کے عقب میں روانہ ہوئے
اور بچہ اصرار و زاری کے ساتھ اس کو واپس لائے۔ بادشاہ نے ہر چند کوشش کی
کہ ایک ماہ لباس فقیری بدن سے نہ اتارے اور تاج و تخت کے ترک کرنے میں
کوشاں رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ قاضی بیگ اور میرزا محمد نظری نے اس نفرت
اور کراہت کا سبب دریافت کیا مغل نظام نے جواب دیا کہ دنیاٹے فانی سے
نفرت کرنے کی وجہ تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے اس سے الفت کرنے کے
وجوہات البتہ قابل پریشانی ہیں بادشاہ نے اس کے بعد سکوت اختیار کیا اور
اسے یقین ہو گیا کہ ارکان دولت اس کو ترک دنیا نہ کر دیں گے مجبوراً احمد نگر واپس آیا

اور باغ بہشت میں جو بلدہ کے شمال میں واقع ہے خلوت گزریں ہو گیا کاشمی بیگ
وغیرہ اراکین دولت نے باغ کے گرد حصے نصب کرائے اور وہاں قیام اختیار
کر کے بادشاہ کی محافظت و نگہبانی کرنے لگے۔

اسی زمانہ میں صاحب خاں نے بے اعتدالیوں پر کمر باندھی اور اکثر
مہوش و غمخوار کو ذلیل مست پر سوار ہوتا اور دو یا تین ہزار روکن کے ادبائش ہمراہ لے کر
احمد نگر کے کوچہ و بازار میں گشت لگاتا اور رعایا کی بے عزتی کرتا تھا ہر چند اس کے
بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اس کو سزائیں کرتے تھے لیکن صاحب خاں
اپنے اعمال بد سے باز نہ آتا تھا ایک روز صاحب خاں نے اپنے ہم نشینوں کو
میر مہدی سلمدار کے مکان پر بھیجا کہ سید صاحب کی دختر کو بہ جبر صاحب خاں کے
پاس لے آئیں میر مہدی نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور پشت بام پر چڑھ کر تیر و تفنگ
سے صاحب خاں کے بھی خواہوں کو پرانگندہ کر دیا اور اس کے بعد قاضی بیگ
وغیرہ اراکین دولت سے مدد کا خواستگار ہوا امرائے بارگاہ صاحب خاں
کے اقتدار سے واقف اور اس کے فتنوں و تدارک سے مجبور تھے۔ اس درمیان
میں صاحب خاں نے دو یا تین ہزار سوار و پیادے میر مہدی کے مکان پر روانہ کئے
میر مہدی کو کسی طرف سے مدد نہ پہنچی اور خود اس سید نے یمن یا چار دکنیوں کو تیر و تفنگ
سے ہلاک کیا آخر کار ادبائشوں کا جو نم زیادہ ہوا اور میر مہدی کے ناخلف فرزندوں
نے جو صاحب خاں کے ملازم تھے راہ نمائی کی اور مست ہاتھی مکان کے عقب
سے دیواروں کو توڑ کر گھر کے اندر داخل ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میر مہدی
شہید ہوئے اور ان کی دختر صاحب خاں کے مکان پر پہنچا دی گئی۔

۵۹۰ ہجری کے آخر میں سید مرتضیٰ سبزواری مع تمام امرائے برار کے حکم
شاہی کے مطابق لشکر کا حساب پیش کرنے کے لئے بادشاہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور بہشت باغ کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ صاحب خاں
کا اصلی نام حسین تھا مرتضیٰ نظام اور نیز دیگر امرائے حسین خاں کے نام سے
یا د کیا کرتے تھے۔ صاحب خاں نے ایک براری اور سبھی حسین خاں سخت
کمان کو پیغام دیا کہ تم اپنا نام تبدیل کر دو ورنہ سزا کے منتظر ہو حسین خاں نے

اسے قبول نہ کیا اور معاملہ سخت ہو گیا۔ صاحب خاں ایک مسٹ ہاتھی پر سوار ہوا اور پانچ یا چھ ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت سے اس نے حسین خاں کے احاطہ پر حملہ کیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کے ہمراہ مقابلہ کیا اور علاؤ الدین میں لشکر ہدائت ہو گیا۔ حسین خاں نے غیرت شجاعت سے کام لیا اور تنہا صاحب خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حسین خاں نے ایک تیر صاحب خاں کی طرف بھیجنا تیر صاحب خاں کے ہاتھی کی پیشانی پر لگا ہاتھی چلا یا اور میدان سے بھاگا اور درختوں کے درمیان بہ طرف دوڑنے لگا تاں کہ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا اور باہر آکر اس نے کہا کہ تم شاہی یہ سہ کے تمام غریبوں کو قتل کر کے ان کے مال و اسباب اور زن و فرزند پر قبضہ کر لو۔ دکنی اور حشی خدا سے چاہتے تھے کہ غریبوں کو تاراج و قتل کریں یہ حکم پاتے ہی ہر قسم دو بزرگ آقا قیوں کے قتل کرنے پر تیار ہو گیا اور احمد نگر سے گروہ کے گروہ بہشت باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ سید مرتضیٰ امیر زاهد نقی نظیری اور عین الملک نقی شاہ پوری نے قضائے الہی پر صبر کیا ان کے علاوہ بقیہ غریب مسکدار تقریباً دو ہزار پانچ سو سواروں نے نصیص درست کیں لیکن صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔ مرتضیٰ نظام حمام کے اندر جو بہشت بہشت کے کنارہ واقع ہے چلہ میں بیٹھا ہوا عبادت میں مشغول تھا اس نے جو شور و غوغا سنا تو باغ کے دروازہ سے باہر آیا اتفاق سے اسی وقت صاحب خاں غصہ میں بھرا ہوا گر داکو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غریبوں نے بلوا کیا ہے اور ان کا مدعا یہ ہے کہ بادشاہ کا قدم درمیان سے اٹھا کر تہزادہ میران حسین کو تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ نظام شاہ اس خبر کی تصدیق کے لئے باہر آیا اور غریبوں کو سلخ دیکھ کر چونکہ اصل واقعہ سے بے خبر تھا صاحب خاں کو صادق القول سمجھا بادشاہ بلا تال ہاتھی پر سوار ہوا اور میر کو سر پر سایہ لگن کر کے دکنی اور حشی امیروں کو جو صاحب خاں حکم سے حاضر تھے حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ آزما کر لیں۔ سید قاسم مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ خود بادشاہ میدان داری کے لئے سوار ہوا ہے اس لئے اب جنگ آزما کرنا پاس ادب سے دور اور حرام خواری ہے امرائے غریب مثل جغتائی خاں اور بک خاں

اور حسین خاں وغیرہ گھوڑوں سے اترے اور دور ہی سے بادشاہ کو سلام کر کے عادل شاہی اور قطب شاہی مالک کو روانہ ہو گئے صاحب خاں اپنے بھائیوں اور مددگاروں کے ہمراہ شہر کے اندر داخل ہوا اور اس نے غریبوں کو جو مکانات اور گوشوں میں پنہاں تھے دھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا اور ان کے مال و اسباب اور زن و فرزند پر قبضہ کیا۔ قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے شاہی محافظ یعنی صلابت خاں سے کہا کہ تیرا کان سے نکل چکا ہے اور قریب ہے کہ آقا قیوں کی عزت و حرمت تباہ و برباد ہو جس طرح بھی ممکن ہو ہمارا عریضہ بادشاہ تک پہنچاؤ صلابت خاں نے عریضہ بغل میں دیا یا اور شاہی آستانہ کی طرف چلا صاحب خاں اس وقت موجود نہ تھا بادشاہ کو خامہ پہنچانے کے یہاں سے صلابت خاں باغ کے اندر گیا اور خساری قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے بلند آواز سے بادشاہ کو عادی نظام شاہ نے اس کی آواز پہچانی اور چونکہ صلابت خاں خلاف عادت حاضر ہوا تھا سمجھا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے مرتضیٰ نظام نے دروازہ حاکم کے عقب میں کھڑے ہو کر صلابت خاں سے اس کی آمد کا سبب دریافت کیا صلابت خاں نے ارکان دولت کا عریضہ پیش کیا اور زبان حقیقت حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا نظام شاہ بعد متحیر ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ صاحب خاں کو شہر سے واپس لائے اور غریبوں پر زیادہ ظلم نہ ہونے دے صلابت خاں نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو زجر و توبیخ کر کے واپس لایا۔ اس واقعہ سے صاحب خاں صلابت خاں کی جان کا دشمن ہو گیا چونکہ صاحب خاں کی قوت زیادہ تھی صلابت خاں نے اس سے خوف زدہ ہو کر جنگ مانگ دوں میں پنہاں لی۔ نظام شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے صلابت خاں کو طلب کیا اور اسے امارت کلاں اور منصب سرنوبتی پر فائز کر کے خالصیل کو اس کا محکوم بنایا۔ اس درمیان میں بعض اعیان ملک نے قاضی بیگ پر خیانت کا جرم عاید کیا بادشاہ نے اسے ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ قاضی کے حریفوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مجرم نے دولاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ مول کے جواہرات خزانہ سے لئے ہیں اس کے علاوہ جو کچھ ملک سے وصول کیا ہے وہ مسترد ہے۔

اگر حکم ہو تو یہ رومات قاضی سے وصول کر لیں بادشاہ نے کہا کہ اگرچہ سید صاحب خود
 نیا نیت کے چاہ نہ دست میں گرے ہوں اور دنیا کی حقیر ترین چیزوں کی طرح میں
 انھوں نے خزانہ بردست درازی کی ہے لیکن ان رقوم کو ایک سید سے بد جبر
 واپس لینا میرے لئے زیبا نہیں میں نے یہ رقم بہ خوشی ان کو بخشی جا رہے کہ
 قاضی بیگ کو زندان سے نکال کر بیع مال و اسباب و زن و فرزند کے ان کو ان کے
 وطن روانہ کر دو شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور پیشوا کی کا منصب اسد خاں ترک کو مروت
 ہوا لیکن صلابت خاں نے سواد نام کے ادر کوئی طاقت اس مرتبہ کے لئے باقی
 نہ چھوڑی۔ صاحب خاں بالکل ذلیل ہو گیا لیکن باوجود اس کے بھی وہ اپنے اہل
 بادشاہ کو دیا رہی ہر بان سمجھتا تھا یہاں تک کہ صلابت خاں کی سخت گیری سے
 عاجز ہو کر صاحب خاں غرور و تکبر کے ساتھ اپنے دو یا تین ہزار بھی خواہوں
 اور بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کے باہر چلا گیا نظام شاہ اس خوف سے
 کہ اگر لشکر اس کو واپس لانے کے لئے روانہ ہو اور صاحب خاں نا عاقبت اندیشی
 سے جنگ کر کے میدان میں کام آئے خود پروردہ وار پاگی میں بیٹھا اور صاحب خاں
 کے عقب میں روانہ ہوا۔ صاحب خاں احمد آباد بیدر کے نواح میں پہنچا اور بے
 تکلف حصار تک چلا گیا اہل قلعہ نے بیگانہ سواروں کو اپنے قریب دیکھ کر روانہ
 بند کر لئے اور چند توپ اور ضرب زن ان لوگوں پر سرکشی جس سے
 صاحب خاں کے معتبرین کا ایک گروہ ہلاک ہوا اسی دوران میں نظام شاہ بھی پہنچ
 گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ دشمن طول پر میری حاضری کو قوف
 ہے اول یہ کہ صلابت خاں آستانہ شاہی سے دور کیا جائے دوسرے شہر بیدر علی
 برید سے لیکر میری جاگیر میں دیدیا جائے۔ نظام شاہ صاحب خاں یہ بھی ہر بان
 تھا اس نے دونوں شرائط قبول کر لئے اور صلابت خاں کو اس کی جاگیر یعنی ضلع بیدر
 پر روانہ کر دیا اور بیدر کے محاصرہ میں مشغول ہوا علی برید عادل شاہ سے مدد کا خواست کیا
 ہوا عادل شاہ نے حبساکہ اور بیدر کو ر ہوا ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے
 اسی دوران میں یہ معلوم ہوا کہ شاہ ہزارہا ہر بان نے جو قلعہ میں قید تھا فروج کر کے
 احمد نگر کا رخ کیا ہے۔ نظام نے میرزا یادگار کندی سر لشکر قطب شاہ کو سات

آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گیا چند روز میں عادل شاہی فوج بیدر پہنچ گئی اور قطب شاہی سپاہیوں نے بہانہ کر کے گولکنڈہ کی راہ لی میرزا یادگار محاصرہ میں مشغول ہوا شاہزادہ برہان احمد نگر پہنچا اور غبارہ بارہ ہزار اشخاص جو صاحب خاں سے میزار تھے شاہزادہ کے گرد جمع ہو گئے نظام شاہ بیدریشان ہوا اور ملاہت خاں اور دیگر امراء نے خاموشی کو جو صاحب خاں کے سلوک سے آزرہ تھے تسلی بخش فرامین روانہ کر کے اپنے حضور میں طلب کیا یہ امیر حاضر ہوئے صاحب خاں ملاہت خاں کے ورود کی خبر سنکر بخیمہ ہوا اور قبل اس کے کہ ملاہت خاں احمد نگر پہنچے صاحب خاں نے اپنے سپاہیوں اور اعموان و انصار کے پیش روانہ ہو گیا نظام شاہ نے اس طرف کچھ توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر ہاتھی پر سوار ہوا اور شہر کے کوجہ بازار میں گشت لگائی دوسرے روز شاہزادہ برہان یار غہشت کے قریب پہنچا اور بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر کالاجپورہ کے قریب کھڑا ہوا اور اسد خاں اور دیگر سرداروں کو مع ٹوپخانہ کے شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ کیا شاہزادہ شکست کھا کر برہان پور کی طرف فراری ہوا اور نظام شاہ کامیاب شہر میں داخل ہو کر پھر خلوت نشین ہو گیا بادشاہ نے سید مرئی سر لشکر برار کے نام فرمان روانہ کیا کہ صاحب خاں کو تسلی دیکر بادشاہ کے حضور میں روانہ کرے اور اگر حاضری سے انکار کرے تو اس کو قتل کر کے اسے پیل بادشاہ کے پاس روانہ کر دے اتفاق سے صاحب خاں قصبہ حمبر میں پہنچا چونکہ یہ امر اس کی طبیعت کے خلاف تھا اس نے بحری خاں قریب باش کو جو امراء برار میں داخل اور قلعہ رنجی میں مقیم تھا یہ پیغام دیا کہ بحری خاں اپنی خواہر کا نکاح صاحب خاں کے ساتھ کر دے بحری خاں نے جواب دیا کہ مرغ فردش کے پسر کی یہ شان انہیں ہے کہ وہ امیروں سے قربت داری کی آرزو کرے صاحب خاں یہ جواب سنکر اتشفہ ہوا اور قلعہ رنجی پر دھاوا کر دیا بحری خاں کے پاس کافی فوج نہ تھی اس نے فراری ہو کر جالندہ میں پناہ لی اور میرد خاں شیرازی کے اتفاق رائے سے ایک عریضہ لکھ کر نکات کا طلبگار ہوا چونکہ سید مرئی کو بادشاہ کا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور

دیگر امیروں کو مامور کیا کہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر روانہ کر دیں اور خضیہ طہور پر
خداوند خاں سے کہا کہ اس بد نصیب کے شر سے ہر شخص نالاں ہے کسی نہ کسی ترکیب
سے اس کو قتل کر کے تمام عالم کو مطمئن کرو خداوند خاں وغیرہ جالندہ پہنچنے اور بکری خانہ
اور حبشیہ خاں بھی ان کے رفیق طریق ہو کر صاحب خاں کے پاس روانہ ہوئے
صاحب خاں کا وقت ایچکا تھا اس نے کوئی جگہ سے جنبش نہ کی یہاں تک کہ یہ
لوگ وہاں پہنچ گئے اور سر ابدہ کے قریب کھڑے ہو کر ان امیروں نے
مزاح سے کہا کہ ہم شاہی علم کے موافق حاضر ہوئے ہیں اگر علم ہو تو سلام کے لئے
حاضر ہوں صاحب خاں شراب پی رہا تھا اس نے ان امیروں کو اندر بلایا
لیکن ان کو مسلح دیکھ کر بدیشان ہوا اور تسلیم کے لئے کھڑے ہو کر ایک ایک سے
بٹلگیر ہونے لگا۔ خداوند خاں کی باری آئی اور صاحب خاں کو اس نے آغوش
میں لیا اور چلائے لگا کہ صاحب خاں میرا کچھ ونٹ رہا ہے حالانکہ اس نے خود
صاحب خاں کو اس قدر مضبوط دبا یا تھا کہ اس کے پیلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور
وہ بے ہوش ہو چکا تھا خداوند خاں نے صاحب خاں کو زمین پر گرایا اور سچے سے
اس کا کام تمام کر دیا صاحب خاں کے بھائی اور اس کے احوان و انصاریہ حال دیکھ کر
فراری ہوئے۔ خداوند خاں اس بوڑھی کے شر کو دفع کر کے سید مرتضیٰ کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ سید مرتضیٰ نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ خداوند خاں نے
حسب فرمان میں نے چند امیروں کو صاحب خاں کے پاس روانہ کیا تھا کہ
ان کو قتل کر دیکر شاہی بارگاہ میں روانہ کریں لیکن وہ نا عاقبت اندیشی سے ان
امیروں سے لڑا اور جنگ میں کام آیا چونکہ اہل احمد نگر خود بھی چاہتے تھے انہوں
نے ایسا بادشاہ کو سمجھایا کہ نظام شاہ قطعاً برہم نہ ہوا اور کبھی اس کی باز پرس نہ کی۔
اس واقعہ کے بعد صلابت خاں بلامزا صحت امور سلطنت انجام دینے لگا۔
اور چند سال بعد استقلال کے ساتھ اس نے ہسر گئے اس مدت میں دو یا تین
مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و غرم واپس گیا۔

صلابت خاں کے زمانہ میں انتظام اور امن و امان اس مرتبہ کمال کو پہنچ گیا
موجود اگر بلا کسی دغدغہ اور خدشہ کے سفر کرتے تھے سلطان محمد بن علا الدین کے بعد

مرہٹواری میں صلابت خاں سے زیادہ کسی نے فلاح ملک و رفاہ عام کیا خیال نہیں کیا صلابت خاں نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ غایت اللہ اور انھیں کے مثل لوگوں کو حکم دیا کہ مالک محروسہ میں برابر گشت لگائیں اور جو شخص بھی چور ہو رہو اگرچہ اس نے ایک جہ کا بھی سرقہ کیا ہو اس کو نوراً قتل کریں اور خود ملک کے آباد کرنے اور شہروں میں عمارات کی تعمیر اور باغات کے نصب کرانے میں مشغول ہوا۔ صلابت خاں کے آثار میں عمارت فرخ بخش مشہور ہے جو دراصل چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کے زیر اہتمام سنہ ۹۰۳ ہجری میں تمام ہوئی۔ نظام شاہ اس باغ کی سیر کے لئے آیا اور اس کی شکل پسند طبیعت نے اس عمارت کو اچھی نظر سے نہ دیکھا بادشاہ نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی مسمی سے معزول کیا اور صلابت خاں کو تعمیر کا ذمہ دار بنایا۔ یہ عمارت جس پر کثیر رقم صرف ہو چکی تھی ڈھادی گئی اور اسے نو تعمیر شروع ہوئی احمد مرغنی خاں انجمن نے باغ کی تعریف میں چند عمدہ اشعار نظم کئے۔

سنہ ۹۰۹ ہجری میں باغ فرخ بخش دوبارہ تیار ہوا اور صلابت خاں نے بہت بڑا جشن منعقد اور اعیان ملک کو مدعو کر کے ہر شخص کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا ملک فی نے تعریف میں ایک قصیدہ نظم کیا جو مشہور زمانہ ہے۔

سنہ ۹۱۵ ہجری میں علی عادل شاہ مقتول ہوا اور اس کے برادر زادہ ابراہیم عادل نے نو سال کی عمر میں تخت سلطنت پر جلوس کیا صلابت خاں نے نظام شاہ کو حکم کر کے عادل شاہی دائرہ حکومت کی تعمیر کو آسان سمجھ کر بادشاہ سے بعض مالک پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی نظام شاہ نے لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور اپنے جرنی فلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کر کے امیر الامیر مرغنی کو لشکر جہاز کے ساتھ بہزاد الملک کے ہمراہ کیا اور بہزاد کو بیدشان و شوکت کے ساتھ عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ یہ گروہ شاہ و رک کے نواح میں پہونچا اور عادل شاہی امیر باجیچہ کو اس کا صلہ بران کے مقابلہ کے لئے خیمہ زن ہوئے ایک ماہ کا لی ایک دوسرے کے مقابل میں فوجیں رہے آخر میں عادل شاہی امر کو معلوم ہوا کہ مرغنی خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے آزرہ رہے اور جنگ میں

اس کی مدد نہ کریگا عادل شاہ ہی امیر دول نے اپنی فوجیں درست کیں اور نوز تسعویٰ رات باقی تھی کہ روانہ ہو کر وقت صبح جبکہ کچھ بارش ہو رہی تھی اور سپاہی کمال غفلت میں مبتلا تھے اپنے قیام گاہ سے باہر نکلے اور فوج جنگ بجوانی بہزاد الملک نے موسم کو خوشگوار دیکھ کر مجلس شراب آراستہ کر رکھی تھی اعلان جنگ کی خبر سننے ہی سر اسیمہ پردہ سے باہر نکلا لیکن قبل اس کے کہ فوج اور افسران لشکر اس کے گرد جمع ہوں حریف نے اس پر حملہ کر دیا اور بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کر کے دشمن کو بحال تباہ پسا کر دیا۔ سید مرتضیٰ نے جو بہزاد الملک سے کچھ فاصلہ پر مقیم تھا اپنی دوری کو بہانہ بنایا اور مصلابت خاں کو لکھا کہ بہزاد الملک نے جنگ کرنے میں تعمیل کی اور اپنے دوستوں کے پہنچنے کا انتظار نہ کیا اس لئے اس پر مصیبت نازل ہوئی انشاء اللہ اس شکست کا تدارک کر دیا جائیگا مصلابت خاں نے سید مرتضیٰ کو سر لشکر مقرر کیا۔ سید مرتضیٰ اس خبر سے بے حد خوش ہو کر فیصلہ حشم کے جمع کرنے میں مصروف ہوا اسی دوران میں ابراہیم قطب شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر محمد قلی قطب شاہ بادشاہ ہوا۔ قطب شاہی فوج جو نظام شاہیوں کی مدد کے لئے آئی تھی اس واقعہ سے بے دل ہو کر ان سے علیحدہ ہو گئی سید مرتضیٰ نے قطب شاہی وکیل سلطنت شاہ میرزا اصفہانی سے معاہدہ کر کے ایسی تدبیر کی کہ محمد قلی قطب شاہ کو طلب کر کے ان کے اتفاق سے قلعہ شاہ درک کا محاصرہ کیا اور چار پانچ ماہ برابر جنگ کرتا رہا۔ خداوند خاں اور بھری خاں قزلباش نے اس زمانہ میں بڑی جاں فشانی کی اور اپنی مردانگی سے مشہور اتفاق ہوئے محمد آقا ترکان قلعہ کے بخانہ وار نے دشمن کی مدافعت کی اور قلعہ کی حفاظت میں جان و دل سے کوشش کرتا رہا ہر چند نظام شاہ اور قطب شاہ نے محمد آقا کو آئندہ کے دلفریب وعدوں سے فریب دینا چاہا لیکن فائدہ نہ ہوا اور ترکانی امیر اسی طرح قلعہ کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت میں مصروف رہا۔ چونکہ ہر روز کثیر تعداد نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں کی قتل ہونے لگی تھی نظام اور ابراہیم قطب طول محاصرہ سے تنگ آ گئے اور یہ طے کیا کہ بجائے شاہ درک کے بیجا پور کے محاصرہ میں کوشش کریں جب دارالملک فتح ہو جائیگا تو دوسرے مالک کی

تخیر میں آسانی ہو جائیگی۔ جرنیلوں نے بیجا پور کا رخ کیا عادل شاہی محبت گاہ میں خود اپنے امیروں کی ایس کی نزع کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی کوئی شخص بھی دشمن کے شہر میں گرنے پر مستعد نہ ہوا سید مرثیٰ اور قطب شاہ نے اطمینان کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا اور جیساکہ پیشتر مذکور ہوا ایک مدت کے بعد بیجا پور کی ہم سے بھی ناامید ہو کر قطب شاہ اپنے ملک کو احمد مرثیٰ سبزواری و ہزاراد الملک احمد نگر روانہ ہو گئے۔

۹۹۱ ہجری میں صلابت خاں نے نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ مقبرہ لوگوں کو بیجا پور روانہ کر کے ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی نسبت کا پیغام شاہنژادہ حسین کے ساتھ دیا۔ اسی زمانہ میں حبشہ خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ اپنے لشکر و جمعیت کے ہمراہ قاسم بیگ کے ساتھ بیجا پور روانہ ہوا حبشہ خاں نے کہا کہ میں سید مرثیٰ کا ماتحت ہوں اسے مضمون فرمان سے مطلع کر کے سید مرثیٰ کے حکم کے موافق عمل کروں گا سید مرثیٰ نے حبشہ خاں سے کہا کہ بادشاہ نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ جو فرمان خود مرثیٰ نظام شاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو اس پر وہ عمل نہ کرے چونکہ یہ فرمان بادشاہ کا قلمی نوشتہ نہیں ہے اس پر عمل کرنا ضروری نہیں خیال کرتا اور تمہیں بیجا پور روانہ ہونے کی اجازت نہیں دینا چاہیہ حبشہ خاں نے اس واقعہ سے صلابت خاں کو اطلاع دی اور فساد کا مواد ایسا جمع کیا کہ اسی سال سید مرثیٰ بڑی شان و شوکت کے ساتھ صلابت خاں کے دفعیہ کے لئے احمد نگر روانہ ہوا سید مرثیٰ نے بڑے دبدبہ اور کرد و فر کے ساتھ احمد نگر کا رخ کیا صلابت خاں نے یہ خبر سنا اس کی مدافعت کی اور مرثیٰ نظام شاہ کو باغ بہشت بہشت سے لے آیا اور باغ فرح بخش بادشاہ کے قیام کے لئے مقرر کر دیا۔ مرثیٰ نظام نے عمارت بعداد میں قیام کیا اور صلابت خاں نے فتح شاہ نام باری کو جو حسن و جمال سے آراستہ اور جو سرا و شہسوار بازمی میں بے نظیر تھا بادشاہ کا ہم نشین مقرر کیا نظام شاہ اس بات پر یارایا فریفتہ ہوا کہ اسے اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنالیا۔ اسی دوران میں سید مرثیٰ عظیم الشان لشکر کے ہمراہ حوالی احمد نگر میں پہنچا اور جیتوڑ کے قریب فروکش ہوا۔ صلابت خاں نے نظام شاہ کو سمجھا کہ مقابلہ کی اجازت لی اور شاہنژادہ میرا حسین کے ہمراہ سید مرثیٰ سے جنگ آزمائی ہوئی سید مرثیٰ کو شکست ہوئی اور مال و اسباب و اسب و قیل کو

میدان جنگ میں چھوڑ کر ہر طرف فراری ہوا لیکن صلاحیت خاں کے تعاقب کی وجہ سے ہزاروں بھی نہ قیام کر سکا اور ہر ہان پور کے راستہ سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

اسی سال بعض فتنہ انگیز شاہنژادہ ہر ہان کو بہ لباس درویش احمد نگر لائے اور ارادہ کیا کہ مثنوی نظام کو محروک کر کے شاہنژادہ ہر ہان کو اپنا بادشاہ بنائیں۔ ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ پہلے صلاحیت خاں کو قتل کر کے اس کے بعد کاہنہ والی کریں لیکن جو روڈ کہ انھوں نے اپنے ارتکاب جرم کا مقرر کیا تھا اسی دن صبح کو صلاحیت خاں کو سازش سے اطلاع ہو گئی اور ہر ہان شاہ اسی طرح لباس نقسیری میں کوکن کی طرف فراری ہو گیا لیکن چونکہ کوکن میں قیام کرنا بھی ہلاکت کا باعث تھا لہذا کجرات کے راستہ سے اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

سید قاسم اور میرزا محمد علی عادل شاہ کی خواہر کا شاہنژادہ میرا حسین کے ساتھ عقد کر کے عروس کو احمد نگر لے آئے اسی سال اکبر بادشاہ نے کوکن کی تیغ کا ارادہ کر کے اپنے کو کہ خان اعظم حاکم مالوہ کے نام فرمان روانہ کیا اور اسے سپہ سالار مقرر کر کے ہر ہان شاہ اور سید مثنوی اور دیگر امرائے ہراس کے ہمراہ کوکن کی طرف روانہ کیا یہ لشکر ولایت نظام شاہی کی طرف بڑھا اس درمیان میں چاند بی بی سلطان زوجہ علی عادل شاہ اپنے بھائی مثنوی نظام سے ملنے کے لئے احمد نگر وارد ہوئی اور صلاحیت خاں نے عادل شاہی وکیل سلطنت دلا در خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولا پور چاند بی بی کے رہنمائی میں دیا تھا اب جبکہ علی عادل فوت ہو چکا اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی تو اب اس قلعہ کو ہم کو واپس کر دو۔ دلا در خاں نے اس سے انکار کیا صلاحیت خاں نے اظہار رنج کیا اور علی عادل شاہ کی خواہر کو مع شاہنژادہ میرا حسین کے دولت آباد روانہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ قلعہ شولا پور کی واپسی کے بعد جشن عقد منعقد کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ جشن موقوف اور بلسمبھا جائے۔

اکبر بادشاہ کے لشکر کے ورود کی خبر پہونچی اور صلاحیت خاں نے مردانگی سے کام لے کر میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کیا اور بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے اسے دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا میرزا محمد تقی نے ہر ہان پور پہونچ کر راجہ علی خاں کو

اپنا بھی خواہ بنالیا عزیز کو کہ یہ اخبار سنے اور فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے لشکر کن کی موافقت سے منع کر کے اپنا مددگار بنانے کی آرزو ظاہر کی لیکن اس سفارت کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور فتح اللہ شیرازی بنے نیل مرام واپس آیا۔ اس زمانہ میں عزیز کو کہ اور شہاب الدین احمد حاکم مالوہ میں سخت مخالفت تھی میرزا محمد تقی اور راجہ علی نے خان اعظم کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی اور اکبری دائرہ حکومت میں داخل ہو کر بھٹنہ میں جو مالوہ اور دکن کی سرحد تھی قیام کیا۔ چند روزی نے پیش دہشی انہیں کی تو عسکر عزیز کو کہ جنگ آزمائی کو خلاف معمولت سمجھا اور رات کو اپنے قیام گاہ سے کوچ کر کے غیر معروف راستہ سے بلدہ اٹیچیو را در بالا پور میں داخل ہو کر ان شہروں کو غارت و تباہ کر دیا میرزا محمد تقی اور راجہ علی نے عزیز کو کہ کا تعاقب کیا خان اعظم کو یہاں قیام کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نذر بار کے راستہ سے مالوہ واپس آیا۔ راجہ علی خاں برہان پور اور میرزا محمد تقی احمد نگر روانہ ہوئے اکبر بادشاہ کو دوسرے بہات درپیش تھے اور نیز یہ کہ دکن کے فرامرواؤں کی قوت و شوکت بھی بہت زیادہ تھی عرش آشیانی نے تعاقب سے کام لیا اور غاموشی اختیار کی اسی زمانہ میں فتحی شاہ جو صلابت خاں کا دست گرفتہ تھا مرتضیٰ نظام پر بالکل حاوی ہو گیا اور چند فہر بطور جاگیر حاصل کر لئے۔ فتحی شاہ کو جس حکم کے جو اہرات مرغوب ہوتے بادشاہ کے حکم سے خزانہ شہری سے اس کے پاس پہنچ جاتے تھے اور اس کا اقتدار روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ فتحی شاہ نے دو بیج مرصع جو ہر مروارید و لعل یا قوت کی تھیں اور درامراج سے بطور عنایت حاصل ہوئی تھیں بادشاہ سے طلب کیں مرتضیٰ نظام نے جس کے نزدیک دنیا کی دولت بیج فتحی صلابت خاں کو حکم دیا کہ بیج مذکور فتحی شاہ کو عطا کرے صلابت خاں نے معذرت چاہی اور بیج کے دینے سے انکار کیا بادشاہ نے بیحد تاکید کی حکم جاری کیا اور صلابت خاں نے ارکان دولت کے شورہ سے دوسری دو تیس بیج ان مرصع تیسویں کے مشابہ تھیں فتحی شاہ کو عنایت کر دیں۔ فتحی شاہ کو چند روز کے بعد اس عطیہ کی حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی نظام شاہ کو بیحد غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ جس قدر جو اہرات خزانہ شاہی میں موجود ہیں ان کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں بادشاہ کے ملاحظہ کے لئے آراستہ کرے

صلابت خاں بادشاہ کا مقصد سمجھ گیا اور اس نے مذکورہ صدر تسیج اوفیس جواہرات کو بادشاہ کی نگاہوں سے پنہاں کر دیا اور بقیہ جواہرات کو اسی ایوان میں جگر بادشاہ کو اطلاع دی نظام شاہ نے تمام اشخاص کو اطلاع کر دیا اور مئی شاہ کے ہمراہ اس مکان میں داخل ہوا بادشاہ نے اشیائے مذکورہ کو نہ پایا اور خود تمام جواہرات کو یکجا کر کے نفیس کپڑوں میں ان کو لپیٹ کر فرش میں آگ لگا دی اور محل کے باہر چلا آیا۔ ارکان دولت جو ان چیزوں کی محافظت پر مقرر تھے محل میں گئے اور انھوں نے سوا آتش زدہ فرش کے اور کچھ نہ دیکھا۔ آگ جلد سے جلد بجھائی گئی اور جواہرات و آلات مرصع آگ سے نکال لئے گئے جس کے بعد معلوم ہوا کہ موام وارید کے اور تمام اشیائے قیمتی سے محفوظ تھیں۔ لوگوں نے بادشاہ کی اس حرکت کو اس کی دیوانگی اور جنون پر محمول کیا اور اسی تاریخ سے مرضی نظام دیوانہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بازاری گردہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ارکان دولت کا ارادہ ہے کہ آپ کو سلطنت سے معزول کر کے شاہزادہ میران حسین کو بادشاہ بنالیں مرضی نظام اپنے فرزند کے قتل کرنے پر آمادہ ہوا لیکن ہر چند اس نے کوشش کی کہ شاہزادہ کو گرفتار کر کے قتل کرے لیکن صلابت خاں نے بادشاہ کو اس بات کا موقع نہ دیا۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل دلاور خاں کے مشورہ سے جیسا کہ آگے بیان آئے گا لشکر جرار ہمراہ لے کر سرحد نظام شاہی پر وارد ہوا اور پیغام دیا کہ شولا پور کی واپسی ممکن نہیں ہے عادل شاہ صلابت خاں کی فتنہ انگیزی سے برہم ہوا اور اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ نظام شاہ ان واقعات کو صلابت خاں کی بداندیشی پر محمول کر کے اس سے آزدہ ہوا اور اس نے کہا کہ تو حرام خوار ہے یا ننگ حلال صلابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ کا خیر اندیش نظام ہوں نظام شاہ نے کہا کہ میں تیری نافرمانی اور شوقی سے آزدہ ہوں لیکن کبھی گرفتار کر کے قید نہیں کر سکتا۔ صلابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ قلعہ کا تعین فرمادیں میں اپنے ہاتھ سے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر نظر بند ہو جاؤں گا نظام شاہ نے کہا کہ قلعہ وندرنچو تمھارے لئے تجویز کرتا ہوں اس ترک سادہ مزاج نے فوراً تعمیل کی اور اپنے مکان پر پہونچ کر پانوں میں بیڑیاں ڈالیں اور پانگی میں سوار ہو کر اپنے عزیزوں سے

کہا کہ مجھے قلعہ دندراج پور میں نظر بند کر دو ہر چند اس کے اعوان اور بھی خواہوں
 نے جس میں مودن فرشتہ بھی داخل ہے اس کو اس قید سے منع کیا لیکن کچھ فائدہ
 نہ ہوا۔ ملا بہت خاں کے قید ہونے کے بعد نظام شاہ نے عہدہ کالت قاسم بیگ
 حکیم کو اور عہدہ وزارت میرزا محمد نقی کو عنایت کیا اور ان امیروں سے کہا کہ
 عادل شاہ سے جس طرح ممکن ہو صلح کر لیں۔ ان امیروں نے بادشاہ کے حکم کی
 تعمیل کی اور عادل شاہ سرحد سے روانہ ہو گیا۔ عادل شاہ کی خواہش اب تک شوہر
 کے سپرد نہ کی گئی تھی اس واقعہ کے بعد جشن عشرت منعقد کیا گیا اور عروس شاہزادہ
 کے حوالہ کی گئی۔ نظام شاہ نے بار دیگر اپنے فرزند کے قتل کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ
 اور محمد نقی سے کہا کہ مجھ پر دیدار کا اشتیاق غالب ہے شاہزادہ کو میرے حضور میں
 حاضر کرو یہ امیر بیچہ خوش ہوئے اور انھوں نے شاہزادہ کو قلعہ سے باہر نکالا اور
 پالگی میں بٹھا کر نظام شاہ کے حضور میں پہنچا دیا۔ بادشاہ نے اولاً تو فرزند پر بیحد
 مہربانی کا اظہار کیا اور عمارت بغداد کے قریب ایک حجرہ میں اسے فروکش کرایا
 لیکن دوسرے دن شاہزادہ کو تو شک اور کجاف میں لبیٹ کر حجرہ میں آگ
 لگا دی اور دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ میرا حسین کسی نہ کسی طرح بالا پوٹش سے
 نکلا لیکن جیب دیکھا کہ حجرہ میں دھواں بھرا ہوا ہے تو شاہزادہ نے آواز بلند سے
 فریاد کی اسی دوران میں فتحی شاہ واقعہ سے خبردار ہو گیا اور اس نے رحم کھا کر دروازہ
 کھول کر شاہزادہ کو قاسم بیگ اور محمد نقی کے سپرد کر دیا ان امیروں نے شاہزادہ حسین
 کو ایک پردہ دار پالگی میں بٹھا کر خفیہ دولت آباد روانہ کر دیا نظام شاہ دو تین روز
 کے بعد حجرہ میں آیا اور شاہزادہ کی ہڈیوں کو دہاں نہ یا کر اس نے فتحی شاہ سے
 حال دریافت کیا فتحی شاہ نے جواب دیا کہ شاید ہڈیاں جگہ جگہ ہو گئیں نظام شاہ
 کو یقین نہ آیا اور اس نے فتحی شاہ پر تشدد کیا فتحی شاہ نے کہہ دیا کہ میں نے شاہزادہ کو
 قاسم بیگ اور محمد نقی کے حوالہ کر دیا ہے بادشاہ نے ان امیروں کو دروازہ قلعہ کے
 نزدیک طلب کیا اور ان سے اس کا استفسار کیا ان امیروں نے مصلحت مٹائی کے
 لحاظ سے انکار کیا اور کہا کہ ہم کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہے نظام شاہ نے براہم ہو کر
 ان امیروں کو قید کر دیا اور مہات سلطنت میرزا محمد صادق کے سپرد کر دی۔

میرزا احمد صادق نے بھی شاہزادہ کے قتل کے معاملہ میں بادشاہ کی اطاعت نہ کی نظام شاہ نے نوروڑ کے بعد میرزا احمد صادق کو بھی نظر بند کر کے سلطان حسین شیرادی کو جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا میرزا خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے منصب پیشوائی پر مقرر کیا سلطان حسین بادشاہ کے ارادہ سے واقف تھا اس نے فوجی شاہ وغیرہ کو نقد جواہرات کے عطیہ سے اپنا ہمراز بنایا اور خفیہ طور پر ایک شخص کو دلا درخاں کے پاس بھیجا پور روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ یہ بادشاہ دیوانہ ہو گیا ہے اور اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے فرزند کو قتل کرے اگر تم لوگ میری امداد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں باپ کا قدم در میان سے اٹھا کر فرزند کو تخت حکومت پر بٹھا دوں دلا درخاں نے اس درخواست کو قبول کیا اور عادل شاہ کے ہمراہ روانہ ہوا میرزا خاں نے فوجی شاہ کے واسطے سے نظام شاہ سے عرض کیا کہ عادل شاہ جہاز لشکر ہمراہ لے کر احمد نگر فتح کرنے کی غرض سے آکر ہمارے نظام شاہ نے اس بہم کی انجام دہی میرزا خاں کے سپرد کر دی اور میرزا خاں نے امرائے ملک کو اس بہانہ سے کہ عادل شاہی لشکر کشی انھیں امیر دل کی سازش کا نتیجہ ہے قید کرایا اور ان کی جگہ اپنے ہی خواہوں کو مقرر کیا اور جہاز فوج ہمراہ لے کر احمد نگر سے باہر نکلا قلعہ دانورہ کے نواح میں مقیم ہوا۔

نظام شاہ میرزا خاں کے قیام سے متوہم ہوا اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو حقیقت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا میرزا خاں کو معلوم تھا کہ مورخ فرشتہ بادشاہ کا باخلاص ملازم ہے اور یہ شخص حقیقت حال سے آگاہ ہو کر تمام واقعہ بے کم و کاست بادشاہ سے عرض کر چکا۔ راقم الحروف کے لشکر میں آنے سے بیحد پریشانی ہوئی اور اس نے فوجی شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ سے یہ حکم حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امیروں کو دشمن کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی ترغیب دوں تو میں بارہ ہزار ہوں تمھاری خدمت میں پیش کر دوں گا۔ فوجی شاہ نے بارہ ہزار ہوں کا نام سن کر فوراً بادشاہ کے قلم سے یہ فرمان لکھوا لیا کہ خود میرزا خاں دشمن کی مدافعت کو میرزا خاں اس خبر سے بیحد خوش ہوا اور بارہ ہزار ہوں فوجی شاہ کے پاس روانہ کر دیئے ہوں مولف کتاب لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں پہنچ گیا اور چونکہ اس کے خیالات سے خاص و عام مطلع ہو چکے تھے میرزا خاں نے

ارادہ کیا کہ مولف کتاب کو نظر بند کرے تاکہ لشکر کی خبریں بادشاہ تک نہ پہنچ سکیں میرے ایک دوست نے مجھے اطلاع کر دی اور میں شام کے وقت لشکر سے فراری ہو گیا میرزا خاں نے ایک گروہ کو میرے تعاقب میں روانہ کیا جو کلمہ اثنائے فرار میں میں نے شعلیں خاموش کر دی تھیں اور دشمن روشنی میں آ رہے تھے میں ان کے شر سے محفوظ رہا اور صبح کے قریب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ مورخ فرشتہ نے برابر دوہ کے قریب استادہ ہو کر میرزا خاں کے تمام حالات بادشاہ سے عرض کئے فتی شاہ نے میری کندہ زیب کی اور کہا تم کو کچھ بیان کرتے ہو خلاف واقعہ ہے ہرگز میرزا خاں سے تواخواری ممکن نہیں۔ ہم میں نے جواب دیا کہ مجھے میرزا خاں سے عداوت نہیں ہے کہ اس پر تہمت لگاؤں مجھے جو کچھ علم ہے اس کے مطابق میں نے مالک سے عرض کر دیا مجھے امید ہے کہ عنقریب میرا صدق و کذب سب پر ظاہر ہو جائیگا ہم لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ اخبار رسالوں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امر کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ شاہزادہ میراں حسین کو قلعہ سے آزاد کر کے بادشاہ ہٹائے اور بعد اس کے احمد نگر روانہ ہو۔ نظام شاہ اس خبر کو سنکر بیحد حیران ہوا اور مورخ فرشتہ سے مشورہ کیا۔ میں نے عرض کیا اس واقعہ کا علاج دو طرح پر ممکن ہے اول یہ کہ بادشاہ غلبہ سے نکل کر سوار ہوں اور انھیں رو یا تین ہزار سواروں اور خاصہ خیل کے ہمراہ پٹن کی طرف روانہ ہو جائیں اور میرزا خاں کو سہراہ گرفتار کریں اس خبر کے سنتے ہی تمام امراء اور افسران فوج پتہ شاہی کے نیچے جمع ہو جائینگے نظام شاہ نے کہا کہ چند روز گزرنے کے فلاں خواجہ سرا ایک طبق کھانے کا میرے لئے لایا تھا اس کو کھاتے ہی درد شکم اور مٹی پیدا ہوئی اور چند غوثی دست بھی آگئے ہنوز میری آنحوں میں درد ہو رہا ہے اور میں گھوٹے پر سوار نہیں ہو سکتا میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے خواجہ سرا سے سازش کر کے نہر آکود کھانا مجھے کھلایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دو سرا علاج یہ ہے کہ ملا بہت خان کو قلعہ وندازہ جوڑی سے آزاد کر کے جلد سے جلد اس کو مع تمام اسیروں کے اپنے حضور میں طلب فرمائی

اور خود بھی شکار کے بہانہ سے پالگی میں بیٹھ کر بلدہ چیز کی طرف کوچ فرمائی اور سر راہ صلابت خاں سے ملاقات فرمائی امید ہے کہ صلابت خاں کے صرف قدمبوسی کا واقعہ سکر تمام امیر و فسران لشکر شاہنژادہ اور میرزا خاں سے جدا ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے نظام شاہ نے اسی وقت صلابت خاں کا اسم بیگ محمد نقی نظری اور حکیم محمد مصری کی طلب کے فرامین جاری کئے اور ارادہ کیا کہ خود بھی نیک ساعت میں سوار ہو کر ناگاہ فوجی شاہ نک حکرام نے بادشاہ کے قدم پر سر رکھ کر ہائے ہائے کرنا شروع کیا اور کہا کہ بادشاہ کے احمد نگر سے نکلتے ہی خاصہ خیل کے سپاہی اپنی عزت بڑھانے کے لئے بادشاہ کو گرفتار کر کے شاہنژادہ کے سپرد کر دیں گے۔ نظام شاہ نے فوجی شاہ کے قول کا یقین کر لیا اور راجم الخوف کو جو دربار کی محافظت میں مشغول تھا اپنے حضور میں طلب فرما کر بلا واسطہ گفتگو سے سرفراز کیا میں نے دیکھا کہ بادشاہ قوی ہیکل گندم گوں فرارخ چشم اور بلند اندام تھا اور شوکت و دہشت اس کے سراپا سے ظاہر ہوئی تھی نظام شاہ فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا۔ بادشاہ نے مجھ سے فرمایا کہ فوجی شاہ ایسا کہتا ہے بہتر ہے کہ ہم اسی قلعہ میں قیام کر کے صلابت خاں کے ورود کا انتظار کریں مولف کتاب نے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن جب یہ واقعہ فاش ہو گیا تو تمام اشخاص جو بادشاہ کے پاس تھے بیدل اور ایوس ہو کر گروہ کے گردہ اس سے جدا ہو کر دولت آباد روانہ ہونے لگے میرزا حسن صلابت خاں کے ورود کے خوف سے دو منزل کی راہ ایک منزل کے برابر طے کرتا تھا اور جلد سے جلد احمد نگر پہنچ گیا میرزا خاں نے ارادہ کیا کہ قلعہ کا دروازہ بند کر کے صلابت خاں کے ورود تک حصار کی حفاظت کرے لیکن چونکہ قلعہ کا ہر خسرو بزرگ قلعہ سے نیچے اتر کر میرزا خاں سے جلا ملا تھا اور حصار کے اندر سوائی شاہ اور اس کی کینز سبزہ نام اور تین یا چار پردہ داروں کے اور کوئی فرد قلعہ میں باقی نہ رہا میں بھی محافظت سے کنارہ کش ہو گیا اور سکوت اختیار کر لیا اسی دوران میں شاہنژادہ اور میرزا خاں تیس یا چالیس اوباشوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے ہوئے عمارت

بغداد میں جو بادشاہ کا سکن تھا گھس آئے اور بیدریغ ہر شخص کو قتل کرنے لگے
شاہزادہ نے راتم الحروف کو پہنچا تا اور ہم کتبہ کا لحاظ کر کے میرے قتل سے مانع
آیا اور جھکے اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا اور قولا و فعلا جو بے ادبی کہ دنیا میں
ممکن ہے بادشاہ کے ساتھ کرنے لگا نظام شاہ حیرت سے شاہزادہ کو دیکھ رہا تھا
کہ شاہزادہ حسین نے غمخیز بادشاہ کے حکم پر رکھ کر کہا کہ اس سچ کو ایسا تیرے پیٹ
میں بھونکوں کی پیٹھ سے نکل آئے نظام شاہ نے آہ سرد بھر کر کہا کہ اسے مردود
باق شدہ پستیر باب و دین روز کا بھان ہے اگر رحم کرے تو بہتر ہے ورنہ
مجھے اختیار ہے شاہزادہ یہ تقریر سنکر عمارت بغداد سے نیچے اترا اور باوجودیکہ
بادشاہ مرض الموت میں گرفتار تھا ماسادات مند فرزند نے اس کی موت کا
انتظار نہ کیا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جائیں اور حمام کا دروازہ بند کر کے
گلخن میں تیز آگ روشن کریں اور حمام کے تمام سوراخ بند کر دیں۔ اور
نظام شاہ کو بانی نہ دیں شاہزادہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بادشاہ نے
اٹھارہویں رجب ۹۹۶ ہجری کی صبح کو دنیا سے کوچ کیا علماے شہر نے شیعہ
مذہب کے مطابق تجہیز و تکفین کی اور برسم امانت لاش کو روضہ باغ میں
دفن کیا برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو لاش کو بلائے ملے روانہ کی تاکہ باب
وداد کے پہلو میں پیوند زمین کر دی جائے مرنے والی نظام نے چوبیس سال باج
ماہ حکومت کی۔

میراں حسین بن میراں خاں نے میرزا خاں کی رائے سے اپنے باپ کو
مرغی نظام شاہ حمام میں بند کر کے قتل کیا اور خود تخت حکومت پر بیٹھا
بادشاہ نے میرزا خاں کو مختار کامل بنایا اس امیر نے ارادہ
کیا کہ دلاور خاں کی تقلید کر کے میراں حسین کو جو سولہ سال کا جوان تھا خانہ نشین
کر کے خود عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیگیں چونکہ میراں حسین شوخ
طبیعت کینہ فحشیت اور زنا فاقبت اندیش تھا میرزا خاں کا منصوبہ پورا نہ
ہوا میراں حسین ہر روز سوار ہوتا تھا بادشاہ نے اپنے دین زاد دل اور نیر
دیگر ہم نشینوں کو امیر بنایا اور شاہانہ روز ہوا و لعب میں بسر کرنے لگا میراں حسین کا

شعار تھا کہ راتوں کو کمینوں اور بادشاہوں کے ساتھ احمد نگر کے کوچہ دبانہ میں مست و
 مدہوش جکر لگاتا اور جو شخص کہ سانسے آتا اس کو تیر و تفنگ و خنجر سے قتل کرتا تھا یہی
 درمیان میں بد معاشوں کے ایک گروہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میرزا خاں نے
 شاہزادہ قاسم پر اور مرتضیٰ نظام کو قلعہ حیرہ سے آزاد کر کے اپنے مکان میں پوشیدہ مقیم کیا ہے
 ہاک موقع پاکر بادشاہ کو معزول کر کے شاہ قاسم کو تخت حکومت پر بٹھائے میراں حسین
 نے خوف زدہ ہو کر میرزا خاں کو قید کر دیا دوسرے دن معلوم ہوا کہ شاہ قاسم کا قصہ
 غلط ہے اور بادشاہ نے میرزا خاں کو بار درگرا پنا مقرب بنایا اور اس کا مرتبہ پہلے
 سے اور زیادہ بلند کیا میرزا خاں نے گمان باطل دفع کرنے کے لئے بادشاہ سے
 عرض کیا کہ دارنمان سلطنت کا وجود فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے ملاح دولت
 یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کی آل و اولاد کے تہ تیغ کیا جائے میراں حسین نے
 میرزا خاں کی رلنے سے اتفاق کیا اور اسی وقت اس گروہ کے قتل کا فرمان صادر
 کیا چند روز نفوس خاندان شاہی کے ایک دن میں تہ تیغ کر دیئے گئے۔ میرزا خاں
 کا استقلال اب حد سے زیادہ بڑھ گیا اور بادشاہ کے برادران رھائی آنکس خاں
 اور طاہر خاں مستی اور ہوشیاری ہر حالت میں میرزا خاں کی شکایت و فحشاء سے
 کرنے لگے۔ میراں حسین کبھی تو ان لوگوں سے کہتا کہ میرزا خاں کو گرفتار کر کے تہ تیغ
 کر دیں گا اور کبھی یہ کہتا کہ اس کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پائمال کر دوں گا میرزا خاں
 نے بادشاہ کے بد اقوال سنے اور چونکہ جاہ و شہمت سے کنارہ نہ کر سکتا اور بے
 حرج و سخت کی حکومت کو ترک کرنے پر قادر نہ تھا اس نے ارادہ کیا کہ
 میراں حسین کو حکومت سے معزول کر دے۔ میراں حسین میرزا خاں کا مقصد
 سمجھ گیا اور بارہمادی الاول ۹۹۷ھ ہجری بروز ثنثیہ ضیافت کے ہمانہ سے
 آنکس خاں کے مکان پر گیا تاکہ میرزا خاں کا کام تمام کر دے میرزا خاں نے
 پیارے کاغذ لکھا اور خود دعوت میں نہ آیا اور آقا میر فرید الدی کو جو اس کا بھی خواہ
 تھا و جس کو میراں حسین بھی اپنا باوقار امیر مانتا تھا آنکس خاں کے مکان پر
 روانہ کیا۔ آقا میر اس وقت آنکس خاں کے مکان پر پہنچا جبکہ بادشاہ طعام
 سے فراغت کر چکا تھا۔ آنکس خاں نے آقا میر کے لئے عمدہ دسترخوان بچھایا

آقا میر نے تھوڑا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی تعلیم کے مطابق تے کرتا ہوا باہر آیا اور اپنے مکان روانہ ہو گیا میرزا خاں نے میرا حسین کو پیغام دیا کہ آقا میر عالی مرتبہ شاہی امیر سچ بہتر ہے کہ اسے قلعہ احمد نگر کے باہر کسی عمدہ مکان میں قیام کی اجازت دی جائے اور حکماً کو حکم ہو کہ اس کا علاج کریں شاید بادشاہ کی توجہ سے اس بیماری سے شفا پائے میرا حسین آنکس خاں کے مکان سے باہر آکر بیرون قلعہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ آقا میر کی حالت خراب ہے اگر بادشاہ اس کے حقوق خدمت کا لحاظ فرما کر اس کی عیادت کو تشریف لے چلیں تو بندہ نوازی سے بعید نہ ہو گا میرا حسین نشہ شراب میں مہوش تھا فی الفور دو یا تین ہی خواہوں کے ہمراہ میرزا خاں کے ساتھ قلعہ کے اندر گیا۔ قلعہ میں صرف میرزا خاں کے بھی خواہوں کی ایک جماعت موجود تھی میرزا خاں نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے میرا حسین کو قید کر لیا اور میرطاہر نیشاپوری کو قلعہ لہا کر داناہ کیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے خرد سال بیٹوں کو احمد نگر لائے تاکہ جو ان میں بہترین ہو اسے تخت حکومت پر بٹھایا جائے میرطاہر دوسرے روز برہان شاہ کے دو فرزندوں اسماعیل و ابلاہیم کو احمد نگر لے آیا اور میرزا خاں نے قاسم بیگ و میرزا محمد تقی وغیرہ تمام غریب امرا کو جو اپنے مکانات میں مقیم اور معاملہ سے بالکل بے خبر تھے جبر و تعدی سے شہر سے قلعہ میں طلب کیا اور ایک مجلس آراستہ کر کے ظہر کے وقت براہِ در کو چلک شاہزادہ اسماعیل کو جو بارہ سال کا نو عمر بچہ تھا تخت حکومت پر بٹھایا اور مبارکباد دینے میں مشغول ہوا۔ اسی دوران میں قلعہ کے باہر شور بلند ہوا میرزا خاں نے حقیقت حال سے آگاہی کے لئے چند اشخاص کو روانہ کیا یہ لوگ واپس آئے اور کہا کہ جال خاں ہمدوی جو ایک صدی منصب داروں میں ہے مع دیگر منصبداروں کے آیا ہے ان اشخاص کا بیان ہے کہ چند روز سے ہم نے اپنے بادشاہ میرا حسین کو نہیں دیکھا یا تو ہمیں بادشاہ کو دکھلایا جائے یا ہمیں خود اس کے حضور میں جانے دو میرزا خاں نے بید غرور و نخوت کے ساتھ کہا کہ میرا حسین حکمرانی کے قابل نہیں ہے

اب ہمارا اور تھارا بادشاہ شاہزادہ اسلمیل ہوا بھی بادشاہ باہر آکر تھا را اسلام قبول کر گیا
 جال خاں کو اور زیادہ عداوت ہوئی اور اس نے احمد نگر میں سنا دی کرانی
 کہ میرزا خاں اور دیگر غریب امرا قلعہ کے اندر جمع ہیں ان اشخاص نے میرا حسین
 کو قید کر لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنالیں ہم کو چاہئے
 کہ اپنے بادشاہ کی آزادی میں کوشش کریں اور غریبوں اور غریب زادوں کے
 تسلط سے نجات حاصل کریں ورنہ یقین جالو کہ اس واقعہ کے بعد دکنیوں
 کے زن و فرزند غریبوں کے لونڈی و غلام ہو جائیں گے۔ اہل دکن اس منادی
 کو سنتے ہی مسلح اور مکمل گروہ کے گروہ قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اور دو تین گھنٹے
 میں پانچ چھ ہزار آدمیوں کا جمع ہو گیا بازاروں کا ایک گروہ بھی جال خاں کے
 گرد جمع ہو گیا تمام جھنڈیوں نے قلعہ پر حملہ کیا چونکہ میرزا خاں پر دبا رہا ہوا
 تھا اور خدا کی مرضی کا ظہور پدید رہا تو ضروری تھا جال خاں بچیں ہزار کے
 ایک گروہ کے ہمراہ قلعہ کے قریب آیا میرزا خاں نے کال نادانی سے ایک
 گروہ کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا جب کہ جھوم جھوم ہو گیا اور بے شمار سوار
 اور پیادے جمع ہو گئے اس وقت جال خاں نے ہتھیاروں کو ایک ہیامانی زیر سرخ
 کی عنایت کی اور اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں ڈیڑھ سو غریب زادوں
 سات غریبوں اور بیس دکنیوں اور ایک فیل غلام علی نامی کو جال خاں کی
 مدافعت کے لئے روانہ کیا کشور خاں ہر چند چاہتا تھا یہ قلیل جماعت لشکر گران
 کے مقابلے میں بھیجے لیکن مجبوراً قلعہ سے باہر نکلا اور مردانہ وار حملہ کیا اکثر
 غریب زائستہ ہوئے اور پندرہ نفوس شدید زخم کھا کر قلعہ کے اندر چلے آئے
 میرزا خاں نے غریب زادوں کو جن کے بھر دسہ پر اس نے اتنا بڑا کام کیا تھا
 مضطرب دیکھا تو حیران ہو کر کہا کہ دکنیوں کا تمام شور و غل میرا حسین کے لئے
 ہے اس کو قتل کر دینا چاہئے تاکہ فتنہ فرو ہو جائے میرزا خاں نے اسماعیل خاں ہایک
 غریب زادہ کو حکم دیا اور اس نے میرا حسین کا منہ لقمہ کر کے دروازہ کے اوپر
 بالائے برج نصب کر دیا اور پہ آواز بلند کہا کہ تم لوگوں کا شور و غل حسین شاہ کے
 لئے تھا یہ اس کا سر حاضر ہے تمہیں چاہئے کہ اسماعیل بن برہان شاہ کو اپنا

بادشاہ جانوا دراپنے گھروں کو واپس جاؤ بعض دکنی امیروں نے دایسی کا ارادہ کیا لیکن جال خاں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ اگر حسین شاہ قتل کر ڈالا گیا ہے تو ہم کو اس کا انتقام غریب زادوں سے لے کر سنبھال شاہ کے عہد حکومت میں تمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے ہم کو امور سلطنت خود سرانجام دینے چاہئیں کیا ضرورت ہے کہ غریب حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں ان تمام اشخاص نے جال خاں کو اپنا سرگردہ بنا کر ملک کے تمام عہدے آپس میں تقسیم کر لئے اور عہدہ پیمان کے بعد قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ جال خاں وغیرہ نے عوام الناس کی دلہری کے لئے ایک گردہ کو برج دبارہ کے دروازہ کے پاس روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ بلوائی کہتے ہیں کہ یہ سر میرا حسین کا نہیں ہے اگر سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی مایوس ہو کر اپنے ارادوں سے باز آئیں اور جنگ سے کنارہ کش ہو کر اپنے مکانوں کو واپس جائیں میرزا خاں نے ان کے قول پر یقین کر کے سر کو قلعہ کے نیچے گرا دیا جال خاں اور یاقوت خاں حبشی اگرچہ جانتے تھے کہ سر مذکور میرا حسین کا ہے لیکن چشم پوشی کر کے کہا کہ یہ سر میرا حسین کا نہیں ہے اور سر کو ایک چادر میں لپیٹ کر ایک گوشہ میں دفن کر دیا اسی درمیان میں سوتیل چارہ اور گھاس سے لدے ہوئے فروخت کرنے کے لئے جارہے تھے جال خاں نے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے ان میں آگ لگا دو جال خاں کے حکم کی تعمیل کی گئی اور آگ قلعہ کے دروازوں تک پہنچ گئی شام کے وقت دروازے جل گئے لیکن چونکہ ہر چھار طرف انگارے پھیلے ہوئے تھے اندرون و بیرون قلعہ کے اشخاص آہ و رقت نہ کر سکتے تھے۔ دو گھنٹی رات گذری اور آگ کی گرمی کم ہوئی اور میرزا خاں بابلی خاں امین الملک نیشاپوری وغیرہ اپنے اعوان و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوا اور شیر نیام سے نکال کر دروازہ قلعہ سے باہر نکل آئے ان میں سے بعض شہر میں اور بعض نواح شہر میں قتل کئے گئے میرزا خاں جنیر روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا نشان نہ ملا۔ دکنی اور حبشی قلعہ میں داخل ہوئے اور سوا قاسم بیگ سید شریف گیلانی اعتماد خاں شوہری اور خواجہ عبدالسلام کے

تمام غریبوں کو حین کی تعداد تقریباً تین سو تھی تہ تیغ کیا ان مقتولوں میں میرزا محمد نقی نظیری میرزا محمد صادق میر عزیز الدین استر آبادی اور ملا نجم الدین شومتری بھی داخل ہیں ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر فاضل اپنے زمانہ کا بے نظیر شخص تھا میرزا صادق یاد جو عقل و دانش کے بہت اچھا شناسی تھا اور شعر بھی خوب کہتا تھا۔

مختصر یہ کہ صبح کے وقت غریبوں کے کشتوں کے پشتے نظر آئے اور جال خاں نے حکم دیا کہ غریبوں کی لاش کو جنگل میں پھینک دو اگر ان کے عزیز بچہ و مخفیہ کرنا چاہیں تو ان کو منع کر دو۔ جال خاں نے میراں حسین کو بلایا وہ دھڑ میں دکن کر کے اسٹیشن شاہ کو تخت پر بٹھایا اور دوبارہ غریبوں کے قتل اور ان کے مکانات کو تاراج کرنے اور جلانے کا حکم دیا لشکریوں اور غارت گردوں نے دست بیدار دوزخ کیا اور غریبوں کو دولت و رسوائی کے ساتھ قتل اور ان کے اہل و عیال کی آبروریزی کرنے لگے۔ غریبوں کے مکانات جلائے گئے اور جو اشخاص کہ سربراہان و تھے وہ مجرموں کی طرح ہلاک کئے گئے۔ جو تھے رفیق میرزا خاں جمیز کے نواح میں گرفتار کیا گیا جال خاں کے حکم سے پہلے تو لگے تھے بد سوار کر کے اس کی تشہیر کرانی گئی اور بعد ازاں اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے جمشید خاں شیرانی اور اس کے بھائی سید حسین و سید محمد اور اس کا فرزند سید تقی اس جرم پر کہ میرزا خاں کے ہم داستان تھے قتل کئے گئے اور ان کے مردہ اجسام توپ کے منہ پر رکھ کر ڈال دیئے گئے غرض کہ ایک ہفتہ میں قصبات و ضلع میں ایک ہزار غریب قتل کئے گئے اور ان کا مال و اسباب تاراج کر دیا گیا اسی دوران میں فرما دیا خاں مستی اپنی جاگیر سے واپس آیا اور اس نے بعض دکن کے اوباشوں کو مزادے کر کے اس فتنہ کو فرد کیا اور غریبوں کی اس جماعت نے جو شناسائی کی وجہ سے دکنیوں اور حبشیوں کے گھر میں پنہاں تھی اس بلا سے نجات پائی میراں حسین نے دواہ تین دن حکومت کی کتب میر میں مرقوم ہے کہ خیر دیئے اپنے باپ پر ویز کو قتل کیا لیکن ایک سال کے اندر خود بھی اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اسی طرح مستفیع خلیفہ عباسی نے اپنے پدر متوکل عباسی کے قتل میں ترکوں کے ساتھ کوشش کی

لیکن خود ایک سال بھی فرمانروائی نہ کر سکا۔ میرزا عبداللطیف بن میرزا لغ بیگ بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور صاحب قراں نے بھی اپنے باپ کے ساتھ دغا کی اور لغ بیگ جیسے فاضل زمانہ کو نہ تیغ کیا لیکن چھ مہینے سے زیادہ حکمرانی نہ کر سکا انھیں مثالوں کے مطابق دکن میں بھی واقعہ پیش آیا میراں حسین نے اپنے باپ کو قتل کیا لیکن ایک سال کامل اس پر خیر سے نہ گذرا۔

اسماعیل بن برہان مرثعی نظام شاہ کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کھار کے قلعہ میں نظر بند تہا برہان نے یہ خیال کر کے کہ اس کا بھائی مرثعی نظام یا تو زندہ نہیں ہے

اور یا مجنون ہو گیا ہے خروج کر کے جنگ آزمائی کی لیکن شکست کھا کر اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں چلا گیا۔ برہان نظام کے دو فرزند تھے ابراہیم واسماعیل۔ ابراہیم کی ماں حبش تھی اور اسی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ اور صورت مرغوب نہ تھی یہ خلاف اسماعیل کے جو کہ دکن کے ایک ایسے کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا تھا اس صورت و جمال ظاہری سے آراستہ تھا صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو کھار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا تھا۔ میرزا خاں نے میراں حسین کے عزل کا ارادہ کیا اور سوا ان دونوں بھائیوں کے کوئی دوسرا دارش سلطنت نظام شاہی وارثہ حکومت میں موجود نہ تھا میرزا خاں نے ان دونوں کو کھار سے طلب کیا اور باوجود اس کے کہ ابراہیم بڑا تھا لیکن اسماعیل کو بادشاہ بنا کر اس کے نام کا خطبہ دسکہ جاری کیا جمال خاں نے بھی اسماعیل شاہ کی حکمرانی کو قبول کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی جمال خاں مہدی تھا اور چونکہ اسماعیل شاہ خرد سال تھا جمال خاں نے خود بادشاہ کو بھی اسی مذہب میں داخل کر لیا اور آئندہ انشاء اللہ کے واسطے گرائی خطبہ سے کمال ڈالنے سے ناظرین کو معلوم ہے کہ فرقہ مہدیہ سید محمد جو پیوری صاحب کی طرف منسوب ہے سید صاحب حنفی تھے المذہب تھے جنھوں نے آخر ۱۰۶۱ھ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود ہوں چونکہ بعض آثار حضرت امام مہدی آخر الزماں کے سید صاحب میں پائے جاتے تھے اکثر اشخاص ان کے گردیدہ ہو گئے سید صاحب کے حالات مشہور ہیں اس لئے راقم الحروف مورخ فرشتہ اس ذکر کو نظر انداز کر کے اصل مطلب کی طرف

رجوع کرتا ہے۔ اسماعیل شاہ کے عہد میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے
 مہدوی فرقہ کے مقلدین جمع ہوئے اور بادشاہ کی جاں نثاری کا دم بھرنے لگے فرقہ
 مہدویہ جاں خاں کو اپنا خلیفہ سمجھا اور شہنشاہ نے اور داد جاں نثاری دینے میں
 کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اسماعیل کے ابتدائی عہد حکومت میں صلاحیت خاں نے جو قلعہ
 کھڑلہ میں برار کی سرحد پر مقید تھا میران حسین کے قتل کی خبر سنی اور خروج کیا
 برار کے امیر فرقہ مہدویہ کے غلبہ سے آزدہ تھے یہ امر صلاحیت خاں کے ہمراہ
 احمد نگر روانہ ہوئے۔ ادھر دلاور خاں نے ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر
 نظام شاہی ملک کی تسخیر کا ارادہ کر کے بیجاپور سے احمد نگر کا رخ کیا۔ جاں خاں نے
 فدائیوں کی قوت پر مطمئن ہو کر دونوں مہم کے سرانجام دینے کا ارادہ کیا جاں خاں
 بادشاہ کو ساتھ لیکر پیشتر صلاحیت خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا شدید اور
 خونریز لڑائی کے بعد حوالی بیٹن میں دھن پر غالب آیا اور صلاحیت خاں بربان پور
 اسیر کی طرف فراری ہوا جاں خاں نے بیٹن سے عادل شاہیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا
 قصبہ آٹھلی کے قریب فریقین کا مقابلہ ہوا لیکن تقریباً پندرہ روز دونوں لشکر ایک
 دوسرے کے مقابلہ میں خمیر زن رہے اور جنگ کی ابتدا کسی طرف سے نہ ہوئی
 آخر میں رسل و رسائل کے ذریعہ سے صلح ہوئی اور یہ طے پایا کہ جاں خاں میران حسین
 کی پالگی مع ستر ہزار ہونٹل بہا کے ادا کرے جاں خاں رقم مذکور ادا کر کے احمد نگر
 روانہ ہو گیا۔ حسین عہد الفطر کے روز جاں خاں نے تقریباً تین سو غریبوں کو جو
 فرما دھاں کی سفارش سے اب تک زندہ تھے پیادہ و بد حال بیجاپور کی طرف
 خارج الہلہ کر دیا۔ دلاور خاں نے اس جماعت کا حال ابراہیم عادل سے عرض کیا
 اور یہ آوارہ وطن غریب عادل شاہی ملازمین میں داخل کئے گئے چنانچہ اس
 وقت تک یہ لوگ بادشاہ جمہا کے ٹکڑا رہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی
 انیس صفر ۹۷۵ ہجری کو احمد نگر سے بیجاپور دار و ہوا اور دلاور خاں کے واسطے سے
 عدالت چناہ کے شرف حد بدوسی سے مشرف ہو کر بادشاہ حالی جاہ کے ملازمین میں
 داخل ہوا درہنڈر اسی بارگاہ حالی کا ادنیٰ خادم ہے۔

اسی زمانہ میں دلاور خاں سے جو ستر برس کا ضعیف العمر ہو چکا تھا۔ اپنے

وقت آخر کا اندازہ کر کے جل خاں کے واسطے اسماعیل نظام سے ایک قولنامہ حاصل کیا اور برہان پور ایسر سے احمد نگر واپس آیا۔ صلابت خاں نے کسی خدمت کو قبول نہ کیا اور خود اپنے محمود کردہ قصبہ یعنی پکا پور میں قیام اختیار کیا اور ساعت آخر میں کا منتظر رہا۔ بالآخر اس سال یعنی ۹۹۹ھ ہجری میں اس نے وفات پائی اور بالائے کوہ شرفی احمد نگر خود اپنے بنا کردہ گنبد میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں نے ایک فرزند کسی تھنی گلی اپنی یادگار چھوڑا جسے فی الحال مرثعی شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

اسماعیل نظام کے جلوس کی خبر اکبر بادشاہ نے بھی سنی اور برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک بخش سے جو کابل و سندھ کے درمیان واقع ہے طلب کیا عرش آشیانی نے برہان شاہ سے فرمایا کہ احمد نگر کے اصل وارث تم ہو میں یہ ملک تم کو بخشا ہوں مہندہ لشکر اس ملک کے فتح کے لئے درکار ہو اپنے ہمراہ لو اور اپنے فرزند کو معزول کر کے خود عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لو برہان شاہ نے عرض کیا کہ اہل دکن شاہی لشکر کو میرے ہمراہ رکھ کر وہم میں گرفتار ہو جائیگی اور سرکشی اور عناد یہ آمادہ ہوں گے اگر حکم ہو تو میں تنہا سرحد دکن کا رخ کروں اور اہل دکن کو اپنا ہی خواہ مطیع بنا کر نرمی و لائنت سے مورد فی ملک پر قبضہ کر دوں بادشاہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور پرگنہ ہند یہ اس کی جاگیر میں عنایت کر کے راجہ علی خاں حاکم ایسر کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ برہان الملک کی مدد میں کوتاہی نہ کرے برہان شاہ سرحد دکن پر پہنچا اور ہندوستان میں اس نے قیام کر کے ولایت نظام شاہی کے زمینداروں اور سرداروں کے نام دکن کی رسم کے مطابق قول نامہ روانہ کر کے ان کو اپنی اطاعت کی ترغیب دی ان زمینداروں نے یک جہتی کا اقرار کر کے برہان شاہ کے درود پر خوشنودی کا اظہار کیا برہان شاہ متعدد دوسے چند سواروں کے ہمراہ کندوانہ کے راستے سے برار میں داخل ہوا جہاں گیکر خاں حبشی نے جو سرحدی ایسر تھاد عدہ وفانہ کیا اور لٹاق سے کام لے کر جنگ آزمائی کی برہان شاہ کو شکست ہوئی اور چغتائی خان لٹک انکا ایک ایسر معرکہ آرائی میں کام آیا اور خود برہان شاہ خسرو بد حال ہندوستان واپس آیا اور شاہانہ روز ملک مورد فی پر قبضہ کرنے کی فکر میں سلطان دیپچاں رہا یہاں تک کہ ابراہیم عادل شاہ اور راجہ علی خاں نے اس کی مدد پر کمر باندھ ہی برہان شاہ ہندوستان سے

برادر روانہ ہوا اور لشکر فراہم کرنے لگا۔ جہاں خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے دس ہزار مہمدیوں کو جمع کئے ان سے مشورہ کیا بعد قلیل وقا کے بعد یہ طے پایا کہ سید امجد الملک مہمدوی سر لشکر براری ایسروں کے ہمراہ برہان شاہ اور راجہ پٹنیاں کا مقابلہ کرے اور جہاں خاں عادل شاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہو اس قرار داد کے موافق جہاں خاں اسماعیل برہان کے ہمراہ عادل شاہ کے مقابلہ میں روانہ ہوا اور قصبہ دارے سنگ میں حریف سے جنگ آزما ہو کر مہمدیوں کی جان نثاری سے دشمن پر غالب آیا جہاں خاں نے تین سو شاہی ہاتھیوں پر قبضہ کیا اس واقعہ کے چوتھے روز یہ معلوم ہوا کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوشش سے امرائے براہ نے برہان شاہ کی اطاعت قبول کر کے سرحد پر اس سے ملاقات کی جہاں خاں اس خبر کو سنکر بڑی غمان و شوکت کے ساتھ برادر روانہ ہوا لیکن عادل شاہ نے حسب مشورہ راجہ علی خاں جہاں خاں کا تعاقب کیا اور امرائے برکی کو حکم دیا کہ سبیل شاہ کے لشکر پر ہر چار طرف چھاپے مار کر قلعہ آؤ و قدس تک نہ پہنچنے دیں اس واقعہ سے جہاں خاں کے اکثر ہمراہی اس کی رفاقت ترک کر کے برہان شاہ سے جا ملے جہاں خاں اپنے مہمدوی بھائیوں کے قدیم اخلاص اور وفاداری پر مطمئن ہو کر اسی طرح کے راستے طے کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ میٹلہ گھاٹ پر پہنچا برہان شاہ کے حاکم نے اس گھاٹ کی راہ سدھ کر دی تھی جہاں خاں دوسرے دشوار گزار راہ سے برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راہ میں پانی کم یا ب تھا اور اسی وجہ سے ہوا بعد گرم تھی جہاں خاں کے لشکریوں نے بعد تکلیف اٹھائی اور منزل متعین کرنے میں بعد حیران ہوئے اسی دوران میں معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلہ پر ایک منزل ہے جس میں پانی کثرت سے موجود ہے جہاں خاں نے مجبور ہو کر اس سمت کا رخ کیا لیکن جہاں خاں کے ورود سے پیشتر برہان شاہ اور احمد علی خاں نے اس مقام پر بھی قبضہ کر لیا تھا جہاں خاں کے اہل لشکر جو پانی کی بوس میں اس طرف جا رہے تھے پریشان و بد حال وہاں پہنچے لیکن یہ خبر سنکر ایک لق و دق جنگل میں قیام پذیر ہوئے اہل لشکر سراسیمہ و پریشاں ہر طرف دوڑنے لگے ان کو معلوم ہوا کہ قریب ایک نخلستان ہے سبھی اس مقام پر گئے اور حیوانوں اور انسانوں کے

خشک لگے سیراب کرنے کے لئے تھوڑا پانی مل گیا جال خاں نے حریف سے ہی دن صف آرائی کرنی مناسب خیال کیا اور اسپ ذیل دابل فوج کو میدان جنگ میں آراستہ کر کے قلعہ کو ایک دم پاک کرنا چاہا جال خاں کے اموان و انصار اسکے ہم دستار ہو گئے اور تیرہ رجب ۹۹۹ھ ہجری کو یہ لشکر برہان شاہ اور راجہ علی کے مقابلہ میں روانہ ہوا اگرچہ ان دونوں لشکروں میں عید فاصلہ تھا لیکن مہدیوں نے بہرہ مشقت راستہ طے کیا جال خاں اپنے بھائیوں کی قوت پر ناداں ہو کر جنگ کو لڑکوں کا ٹھیل سمجھا اور دشمن کے مقابلہ میں صف بکرا ہوا برہان شاہ اور راجہ علی نے بھی مجبوراً صف آرائی کی فریقین میں خونریز جنگ لڑتی ہوئی مہدیوں نے دشمن کی فوج کو پسا کر دیا اور قریب تھا کہ ان کو فتح ہو کہ ناگاہ ایک گولی جال خاں کی پیشانی پر لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے گرایا قوت خاں اور خداوند خاں بھی وہیں غلبہ سے لے کر قوت میں خیر نہ دیکھی اور اسٹیل نظام کو ہمارے کر فراری ہو گئے امرائے برہان شاہ نے ان کا تعاقب کیا اور قوت خاں اور خداوند خاں پر غالب اگر ان کا سر تن سے جدا کر لیا جال خاں نے واقعہ کو دیکھا اور اسٹیل نظام کو ایک قصبہ میں چھوڑ کر خود بیجا پور فراری ہوا امرائے برہان شاہ خاں سے دست بردار ہو کر اسٹیل نظام کو اس کے باپ کے حضور میں لے آئے برہان شاہ عید خوش ہوا اور راجہ علی خاں کو جس نے اس معرکہ میں اس کی کافی مدد کی تھی چند اسپ ذیل بطور تحفہ کے عنایت کئے اور خود احمد نگر روانہ ہوا اسٹیل نظام نے دو سال عمرانی کی برہان شاہ بن | برہان نظام اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں قلعہ لہار حصین نظام شاہ | میں قید تھا چونکہ اس کی جاگیر وافر تھی عید اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا مرتضیٰ نظام کے عہد میں صاحب خاں نے بے اعتدالی سے کام لیا اور اس کی روش سے امر اور افسران فوج خود بادشاہ سے بیزار ہو گئے نظام شاہ صاحب خاں کے عقب میں بید روانہ ہوا اور امرائے گردہ نے موقع پا کر برہان شاہ کے نام عرائض روانہ کئے کہ تمہارا بھائی دیوانہ ہو گیا ہے اور عمرانی کے قابل نہیں ہے اگر آپ قلعہ سے نکل کر یہاں آئیں تو ہم سب قلعہ میں پیش آئیں گے برہان شاہ نے حاکم قلعہ سے معاہدہ کر کے قدم باہر نکالا۔

حوالی جمیر میں پانچ چھ ہزار سوار برہان شاہ کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فلک کیا گیا مرنقی نظام نے یہ اخبار بیدار کے نواح میں سننے اور جلد سے جلد احمد نگر پہنچ گیا اور برہان شاہ سے ایک روڈ قبل تیس ہزار بیوں کے ساتھ قلعہ کے قریب پہنچ گیا اسی دن عصر کے وقت برہان شاہ عوام الناس کے اس خیال کو دور کرنے کے لئے کہ بادشاہ زندہ نہیں ہے ہاتھی پر سوار ہوا اور ٹنہر میں آیا بادشاہ صحت خاں چاشنی گیر کے بازاریں آپہنچا اور اس نے زین خاں بھٹانی کی دوکان پر جواد یہ فردش تھا اپنا ہاتھی کھڑا کیا مرنقی نظام نے زین خاں سے سوال کیا کہ دوکان پر کیا کیا چیزیں موجود ہیں زین خاں نے جواب دیا کہ سمون دادو یہ وغیرہ ہر قسم کی موجود ہیں بادشاہ نے پوچھا کہ دیونگی کو دور کرنے والی دو ابھی موجود ہیں زین خاں نے جواب دیا کہ ہر قسم کے جلاب کی دوا میں حاضر ہیں بادشاہ نے کہا کہ خدا جانے میں دیوانہ ہوں جو فقیروں کی طرح گوشہ نشین ہو کر بادشاہی کرنا چاہتا ہوں یا میرے بھائی کے داغ میں خلل ہے کہ اس نے بلا کسی معقول وجہ کے اپنے کو اس مصیبت میں گرفتار کیا ہے خواجہ زین نے عرض کیا بادشاہ اطمینان کے ساتھ حکمرانی فرمائیں برہان شاہ دیوانہ ہے جس نے کفران نعمت کر کے حضور جیسے شفق دمہر بان بھائی کے مقابلہ میں یہ حرکت کی ہے نظام شاہ اس تقریر سے بیدار ہو کر ایک ہزار ہون کا کیسہ زین خاں کو عنایت کر کے روانہ ہوا۔ مرنقی نظام نے آٹھ برس کے بعد اپنے کو برعایا کے پیش نظر کیا تھا اکثر اپنے ملازموں اور خادموں کو بیچا نا اور ان سے کلام کیا مرنقی نظام شہر کے اکثر بازاروں کی سیر کر کے قلعہ میں آیا دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں فردش ہوا مرنقی نظام کے گفت لگانے کی خبر پھیل گئی تھی برہان شاہ کے اکثر خدائی اس سے برگشتہ ہو کر احمد نگر چلے گئے۔ دوسرے روز بھی مرنقی نظام ہاتھی پر سوار ہوا۔ اور قلعہ سے باہر نکل کھینچا ان میں آیا دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے بادشاہ کالا چوڑے کے قریب کھڑا ہوا اور صلا بہت خاں کو سر شکر مقرر کر کے توپ خانہ اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان نظام کے مقابلہ میں روانہ کیا باغ ہشت بہشت کے نواح میں جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر کوٹیا پور روانہ ہو گیا برہان شاہ دو سال کے بعد بعض امرا کی طلب پر قیصرانہ لباس میں احمد نگر وارد ہوا اور اپنے

اعوان و انصار سے یہ طے کیا کہ فلاں روز جبکہ صلابت خاں دیوان خانہ میں مہماست حکومت کا فیصلہ کرنا ہو تو پانچ سو سو ایک لاکھ اس پر حملہ کرے صلابت خاں کو قتل کر ڈالیں اور مرتضیٰ نظام کو جو دیوانہ ہو گیا ہے ایک قلعہ میں قید کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کر دیں صلابت خاں اس سازش سے واقف ہو گیا اور جو اشخاص کہ اس سازش میں شریک تھے ان کو گرفتار کر کے پیدہ عقوبت کے ساتھ تہ تیغ کیا اور برہان شاہ کی تلاش میں مصروف ہوا برہان شاہ فقیرانہ لباس میں شبانہ روزاد مصر سے اوجھڑ گشت لگاتا تھا اس لئے صلابت خاں کے ہاتھ نہ آیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے دامن میں جو اندول گجرات میں مقیم تھا پناہ گزیں ہو گیا اور چند روز کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ برہان اول سہ صدی ایسروں میں داخل ہوا اور بعد اس کے جب کہ خان اعظم کو کہنے دکن کا سفر کیا اس وقت ایک ہزاری منصب دار ہو کر خان اعظم کے ساتھ گیا۔ خان اعظم نے بالاپور پہنچ کر ملک کو تباہ کیا اور بے نیل مرام دایس آیا برہان شاہ صادق محمد خاں کے ہمراہ ان افغانوں کی تنبیہ کے لئے جو دریائے سندھ اور کابل کے درمیان آباد ہیں متعین کیا گیا اور کشک کا جاگیردار مقرر ہوا۔ برہان شاہ کا فرزند احمد نگر کا فرزند ہوا اور اکبر بادشاہ نے اسے کشک سے طلب کر کے دکن روانہ کیا اور جیسا کہ مذکور ہوا آخر عمر میں صاحب تخت و تاج بن گیا برہان شاہ نے مہدوی مذہب کو جو اس کے فرزند کے عہد میں رائج ہو گیا چھانا بود کیا اور حکم دیا کہ فرقہ مہدوی جہاں کہیں کو پایا جائے فوراً تہ تیغ کیا جائے چنانچہ قلیل زمانہ میں اس مذہب کا نام و نشان بھی نہ رہا ویشل سابق ایماۃ الشیخ کے اسمائے گرامی خطبہ میں داخل کئے گئے اور مذہب خبیثہ کا رواج ہوا امرائے غریب اور ان کے متوسلین جو برہان خاں کی شامت اعمال سے ملک سے فرار ہو گئے تھے بارگرا احمد نگر آئے اور پھر یہ فہرار باب کال کا جلوہ گاہ بن گئے۔ دلاور خاں حبشی جو عامل شاہ کے خوف سے احمد آباد بید بھاگ گیا تھا نظام شاہی بازگاہ میں حاضر ہو کر صاحب منصب و جاگیر ہوا۔ عادل شاہ اس صلوک سے رنجیدہ ہوا اور برہان شاہ کو پیغام دیا کہ خرم دوستی یہ ہے کہ آپ دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن رہیں اور خلیفہ دہلی میں شریک کار نہ ہو بیگانگی سے پرہیز فرمائیں بادشاہ کی واث سے تعجب ہے

کہ میری سرکار کے حرام خوار ملازم کو جناب اپنے دربار میں صاحب عزت و جاہ بٹائیں امید ہے کہ بادشاہ حقوق برادری و حق گزارہ کا لحاظ فرما کر اپنے بھی خواہوں کے قلوب کو آزرہ نہ کریں گے اور ملک و دولت کی خیر و فلاح کا خیال کر کے میری خواہش و مرضی کا خیال کہیں گے۔ برہان شاہ اس پیغام سے غصہ میں آیا برہان شاہ نے ہمنوز دوست و دشمن کو نہ پہنچانا تھا کہ بے مبری سے کام لیا اور اس پیغام کے جواب میں وحشت آئیز و فتنہ انگیز کلمات زبان سے نکالے رفتہ رفتہ عادل شاہ بھی عداوت میں اور شدید ہوا اور دشمنی کے اظہار کے لئے بہانہ ڈھونڈنے لگا۔ عادل شاہ نے ملّا عنایت اللہ جہری کو احمد نگر روانہ کیا اور برہان نظام کو پیغام دیا کہ تین سو ہاتھی جو دلاور خاں کی ناخبرہ کاری و نادانی کی وجہ سے آپ کے قبضہ میں آگئے ہیں ان کو براہ عنایت واپس فرمائے اور اس امر میں تاخیر نہ فرمائے تاکہ نقصان عظیم نہ برداشت کرنا پڑے۔ برہان شاہ اس پیغام سے اور زیادہ آشفتہ ہوا اور لشکر جمع کرنے کا حکم دیکر اپنے منافع ایروں کے ہمراہ جلد سے جلد ملک عادل شاہی میں داخل ہوا۔ عادل شاہ نے برہان کا عدم وجود براہر جھکریجا پور سے حرکت تک نہ کی برہان شاہ دریائے بیورہ کے کنارہ منگسہر پہونچا اور وہاں سے آگے قدم بڑھانا خلاف مصلحت سمجھا اور دلاور خاں وغیرہ کے مشورہ سے اسی جگہ قیام کیا۔ برہان شاہ نے یہ طے کیا کہ نہر مذکور کے اس پار ایک قلعہ تعمیر کرانے اور اسی حد تک عادل شاہی ملک پر قبضہ کر کے اس کو تعمیر قلعہ کو سرحد قرار دے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ شولا پور اور شاہ درک پر بھی قابض و متصرف ہو۔ برہان نظام نے ساعت سعید اختیار کر کے عین موسم گرما میں تیز دست کاریگروں کو دریائے بیورہ سے جو اس زمانہ میں پایاب تھا پارا تارا اور جہاں کہ تقدیم زمانہ میں قلعہ واقع تھا اور امتداد کی وجہ سے شکستہ اور خراب ہو چکا تھا اس مقام پر جدید قلعہ کی بنیاد ڈالی اور جلد سے جلد ایک پایہ پر دو سرا یا یہ رکھنے لگے تاکہ تعمیل تمام قلعہ کو تیار کر لیں۔ بیجا پور سے مصلحتہ کوئی لشکر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ نہ ہوا۔ اور نظام شاہی اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہے۔ موسم برسات قریب آیا اور اس امر کا اندیشہ ہوا کہ دریائے بیورہ کا پانی پڑھ کر پائیں قلعہ و لشکر کے درمیان حائل نہ ہو جائے جس کی وجہ سے عادل شاہی فوج زیرین مسلحہ پر

قبضہ کر لے نظام شاہ نے ناتمام قلعہ میں دروازے نصب کئے اور حصار کو تو سپ
و معرب زن وغیرہ سے محکم کر کے ارادہ کیا کہ عین موسم برسات میں بہ صرف کثیر اس
قلعہ کی تعمیر کو تمام کرے۔

اسی درمیان میں دلا درخاں نے یہ خیال کیا کہ جب تک میراجیساہ برصاحب
فراسٹ امیر بجاپور میں نہ پہنچ جائیگا عادل شاہ ان مشکلات سے نجات نہ پائیگا
دلا درخاں نے اس خیال خام کی بنا پر عادل شاہ سے قولنامہ کی درخواست کی تاکہ
مطمئن ہو کر بجاپور کی راہ لے اور شل سابق کے مختار کل ہو جائے عادل شاہ خدا سے
چاہتا تھا کہ دلا درخاں اس کے قبضہ میں آئے ابراہیم عادل نے قولنامہ روانہ کر دیا
ہر چند برہان شاہ نے دلا درخاں کو منع کیا لیکن اس نے قبول نہ کیا اور بجاپور روانہ
ہو گیا۔ دلا درخاں بجاپور پہنچتے ہی اپنے اعمال کی سزائیں گرفتار ہوا اور ایک قلعہ
میں نظر بند کر دیا گیا۔ اب عادل شاہ نے حریف کی طرف توجہ کی اور رومی خاں
والیاس خاں وغیرہ امرائے کبار کو نظام شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا یہ امیر قلعہ کے
مزامنہ ہوئے بلکہ برکی امیر دکن کو ان کی پانچ یا چھ ہزار جمعیت کے ساتھ دریا کے
پار تارا اور ان کو حکم دیا کہ حوالی لشکر گاہ تک تاخت و تاراج کر کے نظام شاہیوں
کو آرام نہ لینے دیں۔ عادل شاہیوں نے حریف کو تنگ کیا اور نظام شاہ ان کی
جرات و شوخی سے بچہ غضبناک ہوا۔ برہان نظام کو اپنے امیر دکن کی وفاداری پر
اعتماد نہ تھا رات کے وقت حریف کے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا صبح کو ان کے
قریب پہنچ گیا اور حریف نے فوج کے سپاہی دیکھ کر کوچ کیا چونکہ دریا اس وقت
پایاب تھا یہ نوک نہر کو عبور کر گئے اور رومی خاں والیاس خاں کی ہمدردی میں
اپنی صفیں درست کیں۔ اتفاق سے اس وقت سیلاب عظیم آیا اور برہان شاہ
نہر کو عبور نہ کر سکا اور اس نے دریا کے اس پار سے چند توپیں حریف پر سرگئیں
لیکن جب معلوم ہوا کہ "فعل لا حاصل ہے تو اپنے قیام گاہ کی طرف واپس آیا
امرائے برکی نے دوبارہ دریا کو عبور کر کے نظام شاہیوں کو تاخت و تاراج کرنا
غرضع کیا۔ اس واقعہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور نظام شاہ کے لشکر میں قحط کے
اٹار نمودار ہوئے برہان نظام نے عبور ہو کر جب یہ قلعہ اسد خاں ترک کے

سپر دکر کے قلعہ میں بہادر سپاہیوں کی ایک جماعت کو چھوڑا اور خود اس مقام سے چند منزل کوچ کر کے اپنی ملکیت میں قیام پذیر ہوا کہ غلہ و آذوقہ آسانی سے پہنچ سکے اور قحط کی مصیبت سے نجات ہو۔

اب رومی خاں اور الیاس خاں نے موقع پاکر تمام فوج کے ساتھ دریائے میورہ کو عبور کیا اور حریف کو نقصان پہنچانے میں سرگرم ہوئے برہان شاہ نے پریشان ہو کر نور خاں ایسرا لامرائے براہ کو جو شجاعت و بہادری میں مشہور زمانہ تھا اکثر ایسروں کی معیت میں عادل شاہی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے نامزد کیا لشکر سے دو یاتین کو اس کے فاصلہ پر فریقین میں شدید لڑائی ہوئی اور خاں عادل شاہی سرنوبت اعتماد خاں شتوستری کے نیزہ سے ہلاک ہوا اور نظام شاہیوں کو فاش شکست ہوئی برہان شاہ کے ڈیڑھ سو ہاتھی عادل شاہیوں کے قبضہ میں آئے۔ برہان شاہ خود اپنے ایسروں کی نگاہ میں ذلیل و حقیر ہو گیا اور دکن کے نامی ایسروں یعنی کال خاں اور اس کے بھائیوں نے ارادہ کیا کہ برہان شاہ کو معزول کر کے اس کے فرزند اسماعیل شاہ کو بادشاہ بنائیں برہان شاہ اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس نے کال خاں وغیرہ ایسروں کو سخت سزا دی۔ اہل دکن اس واقعہ سے اور زیادہ آشفٹ ہوئے اور برہان شاہ کے ایک مقرب خواجہ سراسچی یوسف نے جومن و جل میں بے نظیر تھایہ طے کیا کہ یوسف رات کو بادشاہ کو قتل کر کے اسماعیل شاہ کو حکمران مشہور کر دے برہان شاہ نے یہ خبر بھی سنی لیکن اس کو اس کا یقین نہ آیا ایک شب برہان شاہ نے خواب کا بہانہ کیا اور یوسف خواجہ سرانجھر ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے خیمہ میں داخل ہوا برہان نے جہت لگائی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا چونکہ یوسف برہان شاہ کو بھد غریز تھا اس واقعہ سے ایسی جھجک پویشی کی کہ گویا اس نے کچھ دیکھا ہی نہ تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اور اجد علی خاں نے رنگ و رنگ دیکھا اور معتبر امر یعنی مصطفیٰ خاں استرآبادی اور عبدالسلام قونی کو بیجا پور روانہ کر کے صلح کی درخواست کی تین ماہ عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کیا لیکن قطب شاہ اور علی خاں نے بھد امر کر لیا اور عادل شاہ نے اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا سا خیمہ قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے توڑ کر احمد نگر واپس جائے۔ خواجہ عبدالسلام نے اس

شرط کے ایفا کا اقرار کیا اور عادل شاہ سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ بادشاہ اپنے کسی معتبر امیر کو ساتھ کر دیں تاکہ اس کے مواجہہ میں شرط پوری کر دی جائے عادل شاہ نے شاہنواز خاں غیرازی کو جس کا حال و قانع عادل شاہ میں مروت و ہوجک ہے برہان شاہ کی خدمت میں روانہ کیا شاہنواز خاں نظام شاہی لشکر کے نواح میں پہونچا اور برہان شاہ کے ارکان دولت اس کا استقبال کر کے شاہنواز خاں کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے برہان نظام نے شاہنواز خاں کے مواجہہ میں قلعہ کو توڑا اور نواح پر بیٹھ سے شاہنواز خاں کو عزت و حرمت کے ساتھ رخصت کر کے جلد سے جلد اچھٹنگر پہونچ گیا۔

سلسلہ بھری میں برہان نظام نے فرنگیان ریکندہ کے استعمال کا ارادہ کیا اور امروں کے ایک گروہ کو بندرجبول کی طرف روانہ کیا برہان شاہ کا حکم تھا کہ جو پہاڑ دریائے کنارہ واقع ہے اس کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے اور جس مقام سے کہ اہل فرنگ کی کشتیاں قلعہ ریکندہ کو جاتی ہیں قلعہ کا رخ اسی جانب ہو اور قلعہ کے برج و بارہ پر توپ و ضرب زن نصب کی جائیں تاکہ نصاریٰ کو ان کی ضروریات زندگی نہ پہونچ سکیں بادشاہ کے حکم کے موافق قلعہ تیار ہو گیا اور یہہ حصار کھوالد کے نام سے موسوم ہوا۔ اہل فرنگ نے آمد و رفت رات کے وقت مقرر کی اور تمام بندرگاہوں سے جو نصاریٰ کے قبضہ میں تھے مدد کے طلبگار ہوئے نصاریٰ نے اپنے ہم مذہب گروہ کی امداد کی اور دو مرتبہ مسلمانوں پر شتون مارا جس سے ہر مرتبہ دو یا تین ہزار دکنی قتل ہوئے برہان شاہ اگرچہ دل میں تو دکھنیوں کے قتل سے خوش ہوا لیکن یہ ظاہر اس واقعہ پر افسوس کیا برہان نظام نے فریاد خاں اور شجاع خاں جیسی کو دیگر امرائے دشمن کے ہمراہین سے بادشاہ مطمئن نہ تھا دس ہزار سواروں کی جمعیت سے حصار کھوالد روانہ کیا چونکہ روہسائی اور دشمن کے بندگاہوں سے جو گھرات اور وکن کے درمیان واقع ہیں ریکندہ کے باشندوں کو کافی مدد پہونچ چکی تھی اس لئے نظام شاہ نے بہادر خاں گیلانی کو دیگر غریب امرا کے ساتھ سر لشکر مقرر کر کے ان بنادر کی ہم پرستیں کیا۔ بہادر خاں اس مقام پر پہونچا اور سترہ شوال سلسلہ بھری کو ایک ہزار خونخوار فرنگی

اور زنگیوں کی ایک کثیر تعداد نے اس کا مقابلہ کیا دکنی اور صنبی: میروں نے جو کہوالہ کی مہم پر نامزد کئے گئے تھے دادم دنگی دینے میں کوتاہی نہیں کی اور فرنگیوں کو پسپا کر کے تقریباً سو فرنگی اور دو سو نصرانیوں کو قتل کر کے کامیاب ہوئے برہان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جس کو اس نے عمارت بغداد کے پہلو میں تعمیر کرایا تھا ایک بہت بڑا جشن عروستہ منعقد کیا اس مجلس میں ہر شخص کو حکم تھا کہ اپنی خواہش کے مطابق جس چیز کا چاہئے سوال کرے۔ شراب اور دیگر لذتیں معجون و حلوی مجلس میں لائے گئے باوہ پرستوں نے عی نوحی شروع کی اور احتیاط پسند کردہ نے دوسرے لذت پذیر شربتوں اور تنقعات سے اپنے کو مسرور و خوش کیا نغمہ و ساد کی آواز بلند ہوئی اور مجلس نشاط بہشت بریں کا نمونہ بن گئی۔ ماہ ذی قعدہ ملتئمہ ہجری میں برہان شاہ کو معلوم ہوا کہ اکبر بادشاہ نے نواب خان خاندان ولد بیرم خاں کو جوار لشکر کے ہمراہ مالوہ کی مہم پر اور میرزا شاہر رخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور بندہ بار روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کی بنا پر کہ ہمیں خان خاندان برابر پر بھی حملہ نہ کرے عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس سیلاب کے سد باب کرنے میں مشورہ کیا:-

اسی دوران میں بندگانہ چپول میں ایک عظیم الشان حادثہ پیش آیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قلعہ کہوالہ کی تعمیر اور اس کے استحکام کے بعد فرہاد خاں اسد خاں تلخ خاں اور نصیر الملک وغیرہ امرائے نامدار قلعہ کی حفاظت اور نصاری کی مدافعت میں جان و دل سے کوشاں تھے اور اہل فرنگ پر ہر طرف سے راہ آمد و شد مسدود تھی قریب تھا کہ نصرائی تنگ آکر آوارہ وطن ہو جائیں کہ ناگاہ برہان خواہش نفسانی کا فکار ہوا اور حکم دیا کہ حسین عورت خواہ صاحب شوہر ہو یا کنواری اس کے محل میں حاضر کی جائے بادشاہ کی اس روش سے خاص و عام سب اس سے برگشتہ ہو گئے۔ برہان نظام کو معلوم ہوا کہ فوجا عت خاں کی زود رجوعیہ صاحب من و جمال ہے بادشاہ نے اس عورت کو طلب کیا فوجا عت خاں نے

زوجہ کے روانہ کرنے سے انکار کیا بادشاہ نے اس امیر کو ایک قلعہ میں قید کر دیا اور اس کی زوجہ حرم میرائے شاہی میں پہنچا دی گئی بادشاہ نے اب عورت کو پسند نہ کیا اور بلا اس کی عصمت درمی کئے ہوئے عورت کو واپس کر دیا شجاعت خاں نے اپنے شکم پر خنجر مار کر خودکشی کر لی اس واقعہ سے اہل دکن اور زیادہ اُزدہ ہوئے اور جو امیر قلعہ کہوالہ کی محافظت پر تعین تھے انہوں نے بھی خاطر خواہ حصار کی حفاظت نہ کی ان امیروں نے ارادہ کیا کہ موقع پا کر احمد نگر روانہ ہوں اور خود برہان شاہ کے دفعیہ کی گوشش کریں اہل فرنگ کو یہ امر معلوم ہو گیا اور انہوں نے ساٹھ کشتیاں سیاحیوں سے معمور مختلف بندرگاہ ہوں سے طلب کیں اور اندھیری رات میں قلعہ کہوالہ سے گزر کر مکیندہ پہنچ گئے سولہ ذی الحجہ کی صبح کو تقریباً چار ہزار فرنگی حصار کہوالہ کی طرف بڑھے تاج خاں اور انی رائے قلیل جماعت کے ساتھ بیردن حصار فروکش تھے بدحواس خواب سے بیدار ہوئے اور قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہوئے فرنگیوں نے ان کو قتل کرنا شروع کیا جو مکہ فرہاد خاں رنج کی وجہ سے شل سابق کے محافظت نہ کرتا تھا دروازہ کے گھمبایوں نے تاریکی کو وجہ سے اب تک دروازے کھلے رکھے تھے اہل فرنگ مسلمانوں کے تعاقب میں آ رہے تھے انہوں نے دربانوں کو دروازے سے بند کرنے کا موقع نہ دیا تاج خاں اور انی رائے کے عقب میں حصار کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہل قلعہ کی فریاد سنی اور خواب سے بیدار ہو کر اٹھے باوجودیکہ حصار میں مسلمانوں کی تعداد فرنگیوں سے دو چندان تھی لیکن سب کے سب حیران و پریشان کھڑے تھے فرنگیوں نے بیکر ہوں کی طرح مسلمانوں کو ذبح کرنا شروع کیا اور شیم زدن میں دس یا بارہ ہزار مسلمان قتل ہو گئے اہل فرنگ نے قلعہ کہوالہ کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور سو فرہاد خاں کے جو زخم خوردہ تھا بقیہ تمام مسلمان فرنگیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اہل فرنگ نے تمام مسلمان امیروں کو قتل کر ڈالا برہان شاہ نے یہ اخبار سنے اور اس شکست کو عین فتح سمجھا بادشاہ نے اب غریبوں پر توجہ کی اور مرتضیٰ خاں انجو عبد السلام عرب احمد بیگ تو لباش خاں غلیفہ

عرب اوزبک بہادر وغیرہ کو مرتد امارت عطا کیا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ان جسدید
 امیروں کو بندہ قبول روانہ کر کے نصاریٰ کو ہمال کرے کہ ناگاہ عادل شاہ کے برادر
 نے جو قلعہ بلگوآن میں قید تھا خروج کر کے برہان شاہ سے مدد طلب کی اور یہ وعدہ
 کیا کہ بجا پور پر قبضہ کرنے کے بعد نولاکھ ہون دو سو ہاتھی اور قلعہ شولا پور برہان شاہ
 کے نذر کرے گا۔ برہان شاہ طمع کے دام میں گرفتار ہوا اور ارادہ کیا کہ پہلے اس مہم کو
 انجام دیکر نصاریٰ کی خبر لے۔ برہان نظام ستیہ الاول مسئلہ ہجری میں احمد نگر سے
 بلگوآن روانہ ہوا لیکن پرندہ کے نواح میں اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی
 معرکہ جنگ میں کام آیا۔ برہان نظام حیران ویشان واپس آیا بادشاہ کو جسدید رنج
 ہوا اور حکومت دیرینہ میں اس قدر اضافہ ہوا کہ برہان نظام علیل ہو کر صاحب قتل
 ہو گیا۔ عادل شاہ کو معلوم تھا کہ برہان نظام نے اس کے برادر شہزادہ اسماعیل کی
 امداد کا ارادہ کیا تھا۔ عادل شاہ نے کدورت کی وجہ سے اپنے سرحدی امیروں کو
 حکم دیا کہ حکومت نظام شاہی میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کریں۔ برہان شاہ نے
 تنگناوری راجہ کرناٹک سے عہد و پیمان کیا اور سٹے پایاکہ ایک طرف سے راجہ
 کرناٹک محلہ کر کے قلعہ بینکاپور پر قبضہ کرے اور دوسری طرف سے نظام شاہ محلہ آدر
 ہو کر قلعہ شولا پور اپنے قبضہ میں لائے۔ راجہ کرناٹک نے یہ شرط قبول کر لی اور برہان
 نظام نے یکم جادی الاول مسئلہ کو مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کر کے اخلاص خاں
 مولد شیخ عرب اور تمام غریب امیروں کے ہمراہ دس یا بارہ ہزار سواروں کی
 جمیعت سے امرائے برکی کے مقابلہ اور عادل شاہی ملک کو تاراج کرنے کے
 لئے روانہ کیا۔ بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا کہ میں سبھی سمیت یا ب ہو کر لشکر بار کے
 ہمراہ اسی طرف آتا ہوں۔ مرتضیٰ انجو حوالی حصار میں پہونچا اور اس نے اوزبک بہادر
 کو پیشرو مقرر کر کے امرائے برکی کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ نظام شاہیوں کو
 شکست ہوئی اور اوزبک بہادر قتل ہوا۔ بادشاہ اس خبر کو سنکر اور زیادہ رنجیدہ
 ہوا اور اب مرض اس قدر بڑھ گیا کہ حکالہ علاج ہو گئے۔ برہان نظام اسہال خونی
 اور تب محرقہ کا فتنہ ہوا اور بالکل صاحب فراغ ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے فرزند
 اکبر شاہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان نظام اپنے فرزند کو چمک

شاہزادہ اسماعیل سے اس بناء پر ناراض تھا کہ یہ شاہزادہ مہمدوی مذہب اور آقا قیوں کا دشمن ہے اخلاص خاں یہ چاہتا تھا کہ شاہزادہ اسماعیل حکمران ہو اور اہمیس کی بی عہدی کی خیر نگرینہ بنجیدہ ہو اور اخلاص خاں نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ مشہور کر دیا کہ برہان شاہ فوت ہو گیا ہے اخلاص خاں نے جمال خاں کی تقلید کی اور حکم دیا کہ غریبوں کا مال و اسباب تاراج کیا جائے مرتضیٰ خاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور وہ بھی مسلح ہو کر آئادہ بہ قتال ہوا بعض امرائے غریب نے احمد نگر کی راہ لی اور جلد سے جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے بہادر خاں گیلانی کو برہان شاہ کی موت کا یقین آگیا یہ امیر چند غریب امیروں کو ہمراہ لے کر بجا پور روانہ ہو گیا۔ شیخ عبدالسلام عرب جس کو کھٹیوں کی دوستی پر پورا اعتماد تھا لشکر پی میں مقیم رہا لیکن اہل دکن اس کے دشمن جانی ثابت ہوئے اور کوئی وجہی امیروں نے غریب عرب اور اس کے تمام متعلقین کو قتل کیا۔ اخلاص خاں نے غریبوں پر ظلم و ستم کر کے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا اور خود برہان شاہ کے تباہ کرنے کے لئے تمام کوئی اور حبشی امیروں کے ہمراہ احمد نگر کی راہ لی۔ برہان شاہ نے ایک گروہ کو اخلاص خاں کے پاس روانہ کیا اور جہاں تک ممکن تھا اس کو نصیحت کی لیکن چونکہ اس کی سرکشی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور اس کے دل و دماغ ارتکاب جرم کے گناہ سے تاریک ہو رہے تھے راہ راست پر نہ آیا بادشاہ باوجود ضعف و ناتوانی کے پاگلی میں سوار ہوا اور قلعہ سے نکل کر حیدر آباد گھیرا اور نیز و دیگر لوازم سلطنت شاہزادہ ابراہیم کو عنایت کئے۔ برہان نظام نے اسی دن اپنی والدہ کے بنا کردہ محل ہالوں پور میں قیام کیا۔ دوسرے دن صبح کو اخلاص خاں نے اپنے ولی نعمت کے مقابلہ میں داد و تحریج دی اور صفیں آراستہ کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں آیا کفران نعمت کا وبال اس بے وفا امیر پر نازل ہوا اور شاہی فوج سے شکست کھا کر پرندہ بھاگ گیا برہان شاہ کامیاب ہو کر احمد نگر کے قلعہ میں داخل آیا چونکہ اس معرکہ میں بادشاہ کو بحدہ زحمت اٹھانی پڑی تھی اس کا مرض او دن بید ترقی کر گیا اس معرکہ کے دوسرے ہی دن یعنی اٹھارہ شعبان سنہ ۱۰۷۱ ہجری کو برہان شاہ نے وفات پائی اس بادشاہ نے چار سال سولہ دن حکمرانی کی۔

مولانا ظہوری نے اپنی مشہور نظم ساقی نامہ کو جس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں برہان شاہ ثانی کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم بہت خوب اور عام طور پر شعرا، دُعلا کے طبقہ میں مقبول ہے۔

ابراہیم نظام | ابراہیم نظام اپنے باپ کی وفات کے بعد تختِ حکومت پر بیٹھا بن | میاں نبوی دکنی جو برہان شاہ کے اتابک تھے بادشاہ کی وصیت کے برہان نظام مطابق وکیل سلطنت مقرر ہوئے میاں نبوی نے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو ایسروں کے گروہ میں داخل کیا اخلاص خاں مولد

نے باوجود اس ننگِ حرامی کے کہ حرمِ بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تھا ابراہیم نظام کی خدمت میں قاصد روانہ کئے اور اپنے قصور کی معافی اور تولدِ نامہ کا خواہش کیا ہوا ابراہیم نظام اور میاں نبوی اس کی سرکشی سے ہوشیار رہتے بہتے تھے بادشاہ وکیل سام سامہ ار سال کیا اور اخلاص خاں مولد نے احمد نگر پہونچکر حبشیوں اور مولدوں کے ایک گروہ کو اپنا دست گرفتہ بنایا۔ اس زمانہ میں احمد نگر میں دو فریق تھے ایک گروہ میاں نبوی کا حاشیہ نشین تھا اور دوسرا اخلاص خاں کا دم بھرتا تھا ہر فریق دوسرے سے بے نیاز اور صاحبِ دعوے تھا۔ اس طائفہ الملوکی سے سلطنت بالکل بے رونق ہو گئی ہر شخص کے سر میں نیا سودا سلا یا اور اپنی اپنی مجلسوں میں دون کی لینے لگا۔ کبھی تو یہ گروہ اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے اور کبھی ابراہیم عادل سے برسرِ پیکار ہونیکا دعویٰ کرتا۔ نظام شایموں نے عادل شاہ کے ایلچی میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بد سلوکی کی اور حشمت انگیز تقریریں کیں۔ عادل شاہ نے یہ تمام اخبار سنے اور نظام شاہی خاندان کی بیہودہ خیال کر کے ان بے ادبوں کو تنبیہ کرنا ضروری سمجھا بادشاہ بیجا پور سے شاہ درک روانہ ہوا۔ اخلاص خاں اور اس کے گروہ کا خیال تھا کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ میاں نبھو نے اس مائے کو پسند نہ کیا اور کہا کہ ہمارا لشکر بے سرد سامان ہے اور امیر بادشاہ کے پورے مطیع نہیں ہیں بہتر ہے کہ قاصد تحفے و ہدیئے لیکر عادل شاہ کی خدمت میں روانہ ہوں اور اس وقت اس سے صلح کر لی جائے اور اطمینان کے ساتھ ملکی و مالی

امور کو انجام دیکر اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں اخلاص خاں جو کم ہنم اور
 نا سمجھ تھا اس نے اس لئے کو قبول نہ کیا اور شاہ درک کی طرف لشکر کشی کرنے
 میں اصرار کیا۔ نظام شاہ بھی دل سے اخلاص خاں کا طرفدار تھا میاں منجوی نے
 سکوت اختیار کیا اور بادشاہ دینرو نے شاہ درک کا سفر کیا۔ لشکر سرحد پر پہونچا اور
 میاں منجوی نے حجت تمام کرنے کے لئے پھر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور اسیروں سے
 کہا کہ عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہے بادشاہ اور اس کی فوج نے ہم کو کسی
 طرح کا نقصان نہیں پہونچایا ہے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم اپنی طرف سے
 جنگ کی تحریک کریں اب بھی صلح کا دروازہ کھلا ہے بہتر ہے کہ ملائت و دوستی
 کو اپنا شعار بنا کر جنگ و جدل کو موقوف رکھو۔ ابراہیم نظام شراب کا متوالا ہو رہا تھا
 اور ایک لمحہ بھی اپنے ہوش و حواس میں نہ آتا تھا اس نے اخلاص خاں اور
 اس کے مددگاروں کو جنگ آزادی کا شائق پاکر میاں منجوی کی تجویز کو رد کیا۔
 ابراہیم نظام نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا حمید خاں حبشی بے جو عادل شاہ
 کی طرف سے سرحد کی حفاظت پر مقرر تھا اپنی فوج آراستہ کر کے مدافعت کا ارادہ
 کیا میاں منجوی جہاں دیدہ و تجربہ کار امیر تھا اس لئے رنگ بے ڈھنگ دیکھ کر حمید خاں
 کو پیغام دیا کہ ہمارا بادشاہ جوان نا تجربہ کار ہے اور عاشقہ نشین شریر اور انسانیت
 سے خالی ہیں اس پر تم یہ ہے کہ بادشاہ ساقی و شراب کا متوالا ہو کر ہوش و حواس
 سب کھو بیٹھا ہے میری التماس یہ ہے کہ اب آج کے دن جو ماہ ذی الحجہ کا ایک
 روز ہے جنگ و جدل سے کنارہ کش رہیں اور قتال کو حرام سمجھیں شاید ہم فرصت
 پاکر بادشاہ کو زمانہ کا نشیب و فراز بھگا کر راہ راست پر لائیں میاں منجوی نے اب بھی
 استدعا قبول کرنے کے لئے حمید خاں کو عادل شاہ کی قسم بھی دی حمید خاں نے
 اس تجویز کو قبول کیا اور نظام شاہ کے مقابلہ سے کنارہ کش ہو کر اس کے دست راست
 کی طرف ایک کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ ابراہیم نظام موقع پر پہونچا اور اس نے
 حمید خاں کو نہ پایا تو جوان بادشاہ نے اس واقعہ کو حریف کی کمزوری پر محمول کیا
 اور جس طرح ممکن ہوا اس روز اس میدان میں مقیم رہا۔ رات کو میاں منجوا اور
 اس کے بھی خواہموں نے پھر بادشاہ کو صلح کے بارے میں نصیحت کی لیکن چونکہ

بادشاہ کی عمر کا بیٹا نہ لبر رہا ہو چکا تھا اس نے مے خواری کے نشہ میں اس گروہ کی نہ سنی اور دوسرے روز جنگ کی صفیں درست کیں۔ جتنی خاں اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے بھی اپنی فوج آراستہ کی اور جلد سے جلد میدان میں آگیا تقریباً پچاس ہزار سوار ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور طرفین میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ اتفاق سے نظام شاہ کے سینہ نے عادل شاہ کے سپہ سالار کو شکست دی اور تینوں کو اس ان کا تعاقب کیا طرفین میں بہر فریق اپنے کو فلاح سمجھتا تھا دونوں گروہ ایک دوسرے کو تاراج کرنے میں مشغول ہوئے ابراہیم نظام اپنے چند ہم نشینوں کے ہمراہ جو تعداد میں سو سے زیادہ تھے میدان میں رہ گیا ابراہیم کے ہمراہ چند ہاتھی بھی تھے یہیل خاں خواجہ سرا مقصود خاں ترک شمعہ بیل ایک ہزار سواروں اور ستر جنگی ہاتھیوں کے ہمراہ ابراہیم نظام کے قریب پہونچے ہر چند ابراہیم نظام کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ حریف کی فوج ہم سے بہت زیادہ ہے میدان سے کنارہ کش ہو جانا ضروری ہے لیکن ابراہیم نے شراب کے نشہ میں ایک نہ سنی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر تلوار نیام سے کھینچی اور حریف پر حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں ایک عادل شاہی سوار کے نیزہ سے زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور گرے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ یہیل خاں نے اس کی لاش پالکی میں احمد نگر روانہ کرانی اور اسکے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا یہیل خاں نے رات کو اس جنگل کو طے کیا۔ نظام شاہی امیر جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے بے شمار مال غنیمت لیکر واپس ہوئے ان امیروں نے ابراہیم نظام کے قتل کی خبر سنی اور ہر شخص کسی نہ کسی طرف فراری ہو گیا یہیل خاں نے دوسرے روز نظام شاہی توپ خانہ پر قبضہ کر کے عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ میان پنجو سب سے پہلے قلعہ احمد نگر میں پہونچا احمد نام ایک دو زده سالہ لڑکے کو محض اس گمان پر کہ یہ نظام شاہی قتل سے ہے دولت آباد سے طلب کر کے اس کو فرامان روا بنایا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار فرزند کو جینر کے قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا ابراہیم نظام نے دور دراز چار ماہ حکومت کی۔

احمد شاہ بن شاہ طاہر

اخلاص خاں اور دیگر اعیان ملک کی خانہ جنگی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کا نو عمر بچہ کم سنی کی حالت میں قید کیا گیا۔ میاں منجوی دکنی جلد سے جلد احمد نگر پہونچا اور قلعہ و خزانہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اخلاص خاں و دیگر اراکین دربار نے ایک جملہ شورہ مقرر کیا۔ اور تخت نشینی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ افسران فوج نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی طرف مائل پایا لیکن میاں منجوی اور بعض دکنی امیروں نے بہادر شاہ کو بوجہ طغیان کے جو اس وقت ایک سال سات ماہ کا تھا بادشاہ نہ قبول کیا۔ افسران فوج بھی میاں منجوی وغیرہ کے ہم زبان ہوئے اور چاند سلطان کی رائے سے مخالفت کی۔ ان امیروں نے باہم عہد و پیمان کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جو خاندان نظام شاہی سے خطاب میر سامانی پر سر فراز تھا ایک گروہ کے ساتھ قلعہ جنیر روانہ کیا اور احمد شاہ بن شاہ طاہر کو احمد نگر لاکر بہمن عید قربان کے دن سترلہ بھری میں تخت حکومت پر بٹھا کر دوازدہ ایام کا خطبہ ملک میں جاری کیا۔ امیروں نے مناصب اور عہدے آپس میں تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو ہمیشہ سے چاند سلطان کی آغوش میں پرورش پالا تھا ملکہ سے زبردستی لے کر قلعہ جو ند جنیر میں نظر بند کر دیا۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہی سے نہیں ہے۔ اخلاص خاں و دیگر افسران فوج اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہوئے اور یہ کوشش شروع کی کہ احمد شاہ کو معزول کریں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد حسین نظام شاہ فرما رہا ہوا حسین نظام کے برادران حقیقی یعنی سلطان خدا بندہ شاہ علی محمد باقر عید القادر و شاہ حیدر نے ملک موردنی میں قیام کرنا موجب ہلاکت سمجھا اور ہر ایک ہندوستان کے کسی نہ کسی گوشہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ایک زمانہ کے بعد مرہٹوں نے نظام شاہ کے عہد میں ایک شخص سہمی شاہ طاہر حیدر آباد کے نواح میں وارد ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں تاریخ ملک مانگنا میں وفات پائی اور یہ شخص خدا بندہ کا اصلی فرزند ہے

اور حوادث روزگار سے پریشان ہو کر ملک سوردوشی میں پناہ لے کر آیا ہوا تھی نظام شاہ کے ارکان دولت اور خصوصاً صلابت خاں نے تحقیق حال کی طرف توجہ کی لیکن طول زمانہ کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے۔ ان امیروں نے احتیاط و دور اندیشی سے کام لیا۔ اور شاہ طاہر کو رفع فساد کے خیال سے ایک قلعہ میں قید کر دیا اور ایک معتد گردہ کو جو سلطان محمد خدا بندہ اور اس کے متعلقین کو یہ خوبی جانتا تھا برہان شاہ خانی کے پاس جو اس زمانہ میں اکبر بادشاہ کا لازم تھا اگر ہر دانہ کیا۔ امرائے نظام شاہی نے برہان شاہ کو پیغام دیا کہ اس شکل و صورت کا ایک شخص سہمی شاہ طاہر یہاں آیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ محمد خدا بندہ کا فرزند ہے چونکہ محمد خدا بندہ کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی نواح میں صرف ہوا ہے یقین ہے کہ مرحوم شاہزادہ کے تمام حالات سے حضور کو اطلاع ہوگی ہم امید واریں کہ حضرت اپنے علم سے ہم کو اس تردد سے نجات دیں۔ برہان شاہ خانی نے جواب دیا کہ سلطان محمد خدا بندہ نے میرے ہی مکان میں وفات پائی اور ان کے تمام متعلقین مرد و عورت میرے پاس زندگی بسر کر رہے ہیں اگر کوئی شخص کسی غرض کی بناء پر اپنے کو محمد خدا بندہ کا فرزند شہور کرتا ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔ صلابت خاں وغیرہ نے حقیقت حال سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد خیال کیا کہ یہ شخص عوام میں خدا بندہ کا فرزند شہور ہو چکا ہے اب رعایا کو اس کے خلاف یقین کرانا دشوار ہے بہتر ہے کہ اسی قلعہ میں قید رہے اور بحالت اسیری قید حیات سے نجات پائے۔ چنانچہ طاہر نے زندان میں وفات پائی اور ایک فرزند احمد نام اپنی یادگار چھوڑا یہی وہ شخص ہے جس کی بابت میاں منجوی نے دھوکہ کھایا اور اور اسے خاندان نظام شاہی کا رکن سمجھ کر تخت حکومت پر بٹھایا۔

مختصر یہ کہ اخلاص خاں وغیرہ ہمیشہ امیر اسی معاملہ میں میاں منجوی سے برگشتہ ہو گئے اور آخر ماہ ذی الحجہ میں کالاجپو ترہ کے قریب معرکہ کارزار گرم ہوا میان منجوی نے احمد شاہ کو بالائے برج بٹھایا اور جیتر شاہی اس کے سر پر بٹھایا لیکن کیا۔ میاں منجوی نے میاں حسن کو سات سو سواروں کے ساتھ ہمیشہ گروہ کے مقابلہ میں روانہ کیا فریقین میں شدید و خونریز لڑائی ہوئی انتہائے جنگ میں

تو سب کا گولہ احمد شاہ کے چستو پر پڑا اور تمام فوج میں تلاطم برپا ہو گیا میاں حسن نے حبشیوں کا غلبہ دیکھ کر میدان سے منہ موڑا اور قلعہ میں واپس آیا۔ رفتہ رفتہ حبشیوں کی شوکت اور زیادہ ہوئی اور انھوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور باہم موہل تقسیم کر کے اہل قلعہ پر آمد و شد کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اخلاص خاں وغیرہ نے ایک شخص کو حاکم دولت آباد کے پاس روانہ کیا تاکہ حاکم مذکور اپنا ہنگ خاں حبشی خاں مولد کو جو برہان شاہ کے زمانہ سے نظر بند ہیں احمد نگر روانہ کرے دولت آباد کے تھانہ دار نے امداد کر کے ان امیروں کو احمد نگر روانہ کر دیا جو نہ کا تھانہ دار سسی نصیر میان پنجوی کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد نہ کرتا تھا ان امیروں نے بھی اتفاق کر کے ایک معمول النسب لڑکے کو احمد نگر کے بازار سے گرفتار کر کے اسے خاندان نظام شاہی کا رکن قرار دیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اس تقریب سے جلعھی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لئے میان پنجوی نے حیرت زدہ ہو کر ایک عریضہ سلطان مراد ولد اکبر بادشاہ کے حضور میں کجرات روانہ کر کے شاہزادہ کو احمد نگر آنے کی دعوت دی سلطان مراد اپنے باپ کی طرف سے فتح دکن کی اجازت حاصل کر چکا تھا شاہزادہ نے موقع کو غنیمت جانا اور لشکر جمع کر کے احمد نگر روانہ ہوا لیکن میان پنجوی کا خط کجرات پہنچا بھی نہ تھا کہ خود حبشی امیروں میں مناسب و عہد سے کے بابت جھگڑا ہوا دکنی امیر یہ فساد دیکھ کر حبشیوں سے جدا ہو گئے اور اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ کے اندر جا کر میاں پنجوی سے مل گئے۔ میاں پنجوی کے جسم میں اس عیبی مدد سے جان آگئی اور قلعہ سے برآمد ہو کر کچیس محرم سکنہ ہجری کو نماز گاہ کے حوالی میں حبشیوں سے جنگ آزمائی کر کے ان کو شکست دی اور حریف کے بادشاہ کو چند ہزار میوں کے ساتھ گرفتار کر لیا میاں پنجو اب سلطان مراد کو دعوت دیکر شرمندہ ہوا میاں پنجوی سی اندیشہ میں تھا کہ مرزا عبدالرحیم خاں خانخاناں اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس سبھی شاہزادہ مراد سے اٹے اور میں ہزار بغل افغان اور راجپوت سواروں کے ساتھ نواح احمد نگر میں پہنچ گئے۔ میاں پنجوی نے جوان سرداروں کے ورود سے نام

دیشیان تھا قلعہ کو غلہ داؤد و ذیل چشم سے مستحکم کیا اور اپنے ایک بھائی خواہ انصار خاں کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا چونکہ چاند بی بی سلطان اسکی رفیق کار نہ ہوئی میاں منجوی نے ملک کو کبھی مع نقد و جواہرات کے قلعہ میں چھوڑا اور خود لشکر جمع کرنے اور عادل شاہ و قطب شاہ سے مدد طلب کرنے پر متوجہ ہوا اور احمد شاہ کو ہمدان کے قلعہ اور دہ راونہ ہو گیا۔ چاند بی بی سلطان نے اس خیال کی بنا پر کہ انصار خاں میاں منجوی کا بھائی خواہ ہے ممکن ہے کہ دعا سے کام لے اور حصار دشمن کے پیرد کرنے خود کمال دلیری سے دشمن کے دفعیہ پر کمزور ہو جائے چاند سلطان نے محمد خاں بن میان محب اللہ داہ زادہ مرقی نظام شاہ کو انصار خاں کے قتل کرنے پر مامور کیا محمد خاں نے بڑی مردانگی سے کام لیا اور اسی روز انصار خاں کو تہ تیغ کر کے شہر میں بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کا غائبانہ محفل بڑھوا دیا اور شہنشاہ خاں جیشی کو جس کے فرزند اپنے زمانہ کے بے مثل بہادر تھے افضل خاں وغیرہ کے ہمراہ قلعہ کے اندر لایا۔

تینیس جامدی الآخر سن ۱۰۰۰ ہجری کو سلطان مراد لشکر موانج کو ساتھ لے کر احمد نگر کے نواح میں نمودار ہوا اور نماز گاہ کے حوالی میں قیام پذیر ہوا پہلوروں کے ایک گروہ نے میدان داری کے لئے قدم آگے بڑھایا اور کلاچو ترہ کے قریب پہونچے اور اہل حصار نے بھی چاند سلطان کے علم کے موافق حریف کا مقابلہ کیا اور چند تینیں سر کر کے ان کی جماعت کو براگندہ کر دیا اسی حالت میں دن تمام ہوا اور شاہنشاہ مراد و دیگر سب امیروں نے باغ بہشت بہشت میں جو رہاں نظام شاہ بن احمد نظام شاہ کا تعمیر کردہ ہے قیام کیا اور شب بیداری کر کے حفاظت کرتے رہے۔

شاہنشاہ مراد نے ایک گروہ کو شہر رہاں آباد کی جو رہاں نظام کا بسایا ہوا ہے حفاظت کے لئے روانہ کر کے اہل شہر کی بڑی دلجوئی کی اور شہر کے تمام کوچہ و بازار میں امان کی نندائی کئی۔ اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا نے مغلوں کے قول پر پورا اعتماد کر لیا دوسرے دن شاہنشاہ اور میرزا شاہر رخ خانکناں شہباز خاں محمد صادی۔ سید مرقی سبزواری راجہ علی خاں وغیرہ نے قلعہ کے گرد قیام کیا اور

حصار کا محاصرہ کر کے باہم مورچل تقسیم کر لئے۔ ماہ مذکور کی ستائیس تاریخ کو شہباز خاں کنبو جو سنگری میں مشہور تھا سیر و شکار کے بہانہ سے سوار ہوا اور اس بے درد نے امیر و فقیر جموں کو تاریخ کرنے کا حکم دیا غرنکہ ایک ہی محل میں احمد نگر کے تمام مکان غارت و تباہ ہو گئے چونکہ شہباز خاں شی المذہب تھا اس نے فیصلوں کے مقدس عمارت کو جو لنگر دواڑہ امام کے نام سے مشہور تھا غارت و تباہ کر کے اہل عمارت کو قتل کیا شاہزادہ مراد اور خانخاناں اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور انھوں نے شہباز خاں کو بہت سخت دست کہا بلکہ خلائق کی محبت کے لئے تاریخوں کے ایک گروہ کو تیغ کیا لیکن احمد نگر کے باشندے چونکہ بالکل تباہ حال ہو چکے تھے شہر میں قیام نہ کر سکے اور شب کے وقت وطن کو خیر باد کہا اور جلا وطن ہو کر کسی نہ کسی طرف روانہ ہو گئے اس زمانہ میں نظام شاہی امیروں کے تین گروہ تھے اور ہر ایک دوسرے سے بالکل بے نیاز تھا۔ ایک گروہ میان پنجھو کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرتا تھا اور عادل شاہی سرحد کی طرف مقیم تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں حبشی کا تھا جو حوالی دولت آباد میں موتی نام ایک بھول النسب کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔ تیسرا فرقہ ہنگ خاں حبشی کا تھا جو کابھم لواتھا یہ گروہ بھی سرحد عادل شاہی میں مقیم تھا اس گروہ نے ستر برس کے بوڑھے شاہزادہ یعنی شاہ علی بن بریان شاہ اول کو بیجا پور سے طلب کر کے اسے صاحب جترو خطبہ کیا تھا۔

اخلاص خاں نے جرات سے کام لیا اور اطراف دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ خانخاناں نے دولت خاں لودی کو پانچ یا چھ ہزار منتخب آزمودہ کار سواروں کے ساتھ جن کی شجاعت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے دفعیہ کے لئے نامزد کیا۔ دولت خاں نے نہر لگا کے ساحل پر اخلاص خاں سے جنگ آزمائی کی اہل دکن کو شکست ہوئی اور مغلوں نے حریف کا تعاقب کر کے ان کو غارت و تباہ کیا۔ اکبری فوج اس مقام سے پٹن روانہ ہوئی اور اس آباد و معمور ملک کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اہل پٹن کے تن پر ستر پوٹھی کے لئے بھی لباس نہ باقی رہا۔ چاند سلطان

بہادر شاہ کی قید اور احمد شاہ کی تخت نشینی سے میان منہجہ سے آزرده سٹی اس یگم نے اہنگ خاں کو پیغام دیا کہ بہادر سواروں کے ایک گروہ کے ہمراہ جلد سے جلد قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لئے آئے۔ اہنگ خاں سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔ یہ امیر احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور ایک جاسوس روانہ کیا تاکہ قلعہ میں داخل ہونے کی تدبیر معلوم کرے اور اس کے اطراف و جوانب پر نظر غور دیکھ کر واپس آئے جاسوس نے پوری احتیاط سے کام لیا اور واپس آکر بیان کیا کہ حصار کی شرقی جانب مغلوں کے چیمے دھواگاہ سے خالی ہے اور مغل امیر حصار کی اس سمت سے فی الجملہ غافل ہیں اس خیال کی بنا پر سات کے وقت جاسوس کو ہمراہ لے کر شاہ علی اور اس کے فرزند کی ملازمت کے لئے حصار کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے اسی دن شاہزادہ مراد حصار کو دیکھنے اور مورچل والنگ وغیرہ کا معائنہ کرنے کے لئے قلعہ کے شرقی جانب آیا تھا اور اس سمت کو اہل لشکر سے خالی یا کر خانخاناں کو اس کی محافظت کا حکم دے چکا تھا خانخاناں نے اسی روز باغ بہشت بہشت سے کوچ کر کے اس مقام پر قیام کر لیا تھا۔ اہنگ خاں اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھا یہ امیر تین ہزار منتخب سواروں اور ایک ہزار توپچیوں کے ہمراہ تاریک رات میں اس جگہ پہونچا اور حریف کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر ان پر حملہ آور ہوا۔ خانخاناں دو سو سواروں کے ساتھ عبادت خانہ کے کوٹھے پر چڑھا اور تیر اندازی کرنے لگا دوست خاں لودی جو اس کا شیر شہر تھا موٹیا رہا اور چار سو افغانی بہادر سواروں کے ہمراہ خانخاناں کی خدمت میں پہونچ گیا۔ طرفین کے بہادر داد مرا لگی دینے لگے دولت خاں کا فرزند سی پیر خاں بھی چھ سو سواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں پہونچا اور جنگ آذانی میں مشغول ہوا۔ اہنگ خاں اب معرکہ کارزار میں قیام کرنا ملائکت کا سبب سمجھا اور شاہ علی کے فرزند و نیز دیگر کھنی بہادروں کے ساتھ جو تعداد میں چار سو تھے خانخاناں کے چیمے دھواگاہ سے باہر نکل کر حصار احمد نگر کی طرف روانہ ہوا شاہ علی نے جو ضعیف و کمزور تھا قلعہ میں داخل ہونے سے انکار کیا اور چند روز زندگی کے غنیمت سمجھ کر بقیہ لشکر کے ہمراہ جس طرف سے آیا تھا اسی جانب روانہ ہو گیا۔

دولت خاں نے شاہ علی کا تعاقب کر کے تقریباً نو سو آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ احمد نگر کی ویرانی اور مغلوں کے غلبہ کے اخبار بیجا پور بھی پہونچے اور چاند سلطان کے قصو ط طلب امداد میں عادل شاہ کی خدمت میں پیش ہوئے بادشاہ نے امداد کا ارادہ کر کے سہیل خاں خواجہ سرا کو جو بہادری و مردانگی میں شہرہ آفاق تھا بیچیس ہزار سواروں کے ہمراہ شاہ درک روانہ کیا سیال منجھوا احمد شاہ و دیگر امیروں کے ہمراہ کوچ کر کے سہیل خاں سے جالامہدی قلی سلطان ترکان بھی لشکر کشنگ کا انصر ہو کر پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے آیا اور سہیل خاں کے قریب خیمہ زن ہوا۔ لشکر دکن کے جمع ہونے کی خبر شاہزادہ مراد نے بھی سنی۔ شاہزادہ اور خانقاہاں میں صفائی نہ تھی شاہزادہ نے میاں صادق محمد دیگر امراء کیار سے اس بارے میں مشورہ کیا بڑی قیل و قال کے بعد تمام امیروں نے متفق ہو کر شاہزادہ سے عرض کیا کہ لشکر دکن کے ورود تک ہم کو اسی جگہ قیام کر کے نقیوں کے گھوڑے اور حصار کی دیوار کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جس طرح ہو سکے قلعہ کو سر کر لینا چاہیئے شاہزادہ نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کام کو انجام دینے کا حکم صادر فرمایا مغل امیروں نے نقب کے مقامات کی کال احتیاط اور پوشیدگی کے ساتھ متعین کئے اور اہل قلعہ کی آمد و رفت کے تمام راستے اس دھاتی کے ساتھ مسدود کر دیئے کہ میاں بھی وہاں تک نہ پہونچ سکا۔ کامل و بہر مند استادوں نے قلیل زمانہ میں شاہزادہ وغیرہ کے موریل سے حصار تک پانچ نقب تیار کر دیں اور نقب قلعہ کی دیواروں تک پہنچا دی گئیں۔ قلعہ کی دیوار میں کھوکھلی کر دی گئیں اور غرہ رجب جمعہ کو قیام نقب باروت و توپ و تفنگ سے بھر دی گئیں۔ مغلوں نے ارادہ کیا کہ دوسرے روز بارود میں آگ لگائیں اور نماز جمعہ پڑھ کر دشمن پر آگ کا مینہ برسائیں خواجہ محمد خاں شیرازی کو جو شاہزادہ کے لشکر میں تھا اہل قلعہ کی حالت پر رحم آیا اور اسی اندھیری رات میں حصار کے رہنے والوں کے پاس جا کر ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا خواجہ محمد نے نظام شاہیوں کو نقب کے مقامات بھی بتلادینے اور اہل حصار نے شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور قلعہ کے خر دو بزرگ

چاند سلطان کے حکم سے زمین کھودنے اور محمد خاں کے نشان دادہ حصہ دیوار میں شگاف کرنے میں مشغول ہوئے اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کو دریافت کر کے ان کی بارود کھال لی اور دیگر نقبوں کی تلاش کرنے لگے۔ شاہزادہ اور صادق محمد خاں ہمیشہ سے اس امر کے کوشاں تھے جیسا کہ پیشتر بھی مذکور ہو چکا کہ یہ فتح خانخاناں کے نام نہ ہو اس لئے بغیر اطلاع خانخانان کے مسلح ہو کر حصار کے گرد فوجیں آرات کیں مغلوں کا ارادہ تھا کہ دیوار میں زخم پیدا ہوتے ہی قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں۔ اکبری امیروں میں سوا خانخانان کے تمام فوجی سردار شاہزادہ کے حکم سے مسلح ہو کر قلعہ کے قریب پہنچ گئے شاہزادہ نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا اہل حصار بغیر ہی نقب کو جو سب میں بڑی بھی کھود کر اس کی بارود نکال رہے تھے کہ ناگاہ دھواں بلند ہوا اور دھواں اٹھتے ہی قلعہ کی دیوار اڑنے لگی میدان جنگ نمودار ہو گیا اور پچاس گرد دیوار بارود سے اڑ گئی۔ پتھر اڑا کر ادھر ادھر گر گئے۔ جو شخص اس کو نقب کے قریب کام کر رہے تھے وہ پتھر اور مٹی سے دب کر ہلاک ہوئے۔ مرتضیٰ خاں ولد شاہ علی، جنگ خاں شیر خاں محمد خاں وغیرہ دور کھڑے تھے بدحواس و پریشان ہو کر گوشوں میں جا چھپے اور قلعہ کی حفاظت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ شیر دل بیگم نے بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس بہادر ملکہ نے جسم پر ہتھیار باندھے اور پردہ سے باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور زخمہ دیوار سے پاس جا پہنچی مرتضیٰ خاں و ابٹنگ خاں و شیر خاں وغیرہ بھی ناچار گوشوں سے باہر نکلے اور ملکہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شاہزادہ محمد صادق وغیرہ دوسری نقبوں کی آتش زدگی کا انتظار کر رہے تھے اہل قلعہ نے موقع پاکر توپ بندوق ضربزن و دیگر آلات آتشباری سے زخمہ کو مستحکم کر دیا۔ مغل امیر دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے مایوس ہوئے اور فوج نے شاہزادہ کے حکم سے زخمہ اول پر حملہ کیا اہل قلعہ اور مغلوں میں شدید خونریز لڑائی ہوئی۔ شیر دل بیگم کے ڈھارس دیئے سے اہل قلعہ دشمن پر آگ برباد ہوئے تھے اور دو تین تین ہزار توپ و ضربزن ایک وقت میں سر کرتے تھے۔ اکبری فوج کے اکثر بہادر ہلاک ہوئے اور ان کے

مردوں سے خندق پٹ گئی۔ چرچند منقل سرداروں نے دو بجے دن سے شام تک معرکہ کارزار گرم رکھا لیکن قلعہ کس فتح ہو نیکی کوئی صورت نہ ہوئی شاہزادہ اور صادق محمد خاں و دیگر امیر اپنے اپنے جیموں کو واپس ہوئے اور مغلوں کا ہر خرد و بزرگ ملکہ چاند بی بی کی تعریف میں نغمہ سرائی کرنے لگا کہ دراصل شجاعت اس کا نام ہے جو اس غیر دل بیگم نے دکھائی ہے اسی تاریخ سے ملکہ بجائے چاند بی بی کے چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔ چونکہ رات کا وقت تھا چاند سلطان نے اسی طرح گھوڑے پر سوار چاںکدست مہاروں کو حکم دیا کہ روضہ دیوار کو دو یا تین گز بند کر دیں اس کام سے فارغ ہو کر ملکہ نے سرداران دکن کے نام خطوط روانہ کئے جو بہادر بھیل خاں کے ہمراہ بیڑ کے نواح تک پہنچ چکے تھے چاند سلطان نے بھیل خاں وغیرہ کو حریف کے غلبہ اور اہل حصار کی کمزوری و گرانی قلعہ وغیرہ سے آگاہ کیا۔ اتفاق سے ان خطوط کا نامہ بر مغلوں کے ہاتھ میں گر خٹار ہو کر خانخاں اور صادق محمد کے حضور میں پیش کیا گیا۔ ان امیروں نے ایک خط بھیل خاں کے نام اس مضمون کا لکھا کہ ہم مدت سے تمہارا انتظار دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ فساد رفع ہو جس قدر جلد ممکن ہو اس طرف آؤ۔ ان امیروں نے یہ نامہ بھی چاند سلطان کے خطوط کے ہمراہ قاصد کو دیدیا بھیل خاں نے خطوط کے مضمون سے اطلاع پاتے ہی اسی وقت کوچ کیا اور برق کی طرح مسافت طے کرنا ہوا کوہستان مانگ دون کے راستہ سے احمد نگر روانہ ہوا مغلوں کے لشکر میں بہت بڑا محط تھا اور چارہ نہ ملنے سے گھوڑے بید کمزور ہو گئے تھے بھیل خاں کی آمد کی خبر سن کر شاہزادہ و دیگر تمام امرا بڑے اکبری تھے اس بارے میں مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ طے ہوا کہ اس وقت اہل دکن سے جنگ آزمائی موقوف کی جائے اور چاند سلطان سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ ملک برابر اکبری دائرہ حکومت میں دیدیا جائے اور بقیہ ملک پر نظام شاہی حساندان حکمران رہے۔ سید مرتضیٰ جو قدیم زمانہ سے نظام شاہی دربار کا خادم تھا شاہزادہ کی طرف سے صلح کی گفتگو پر مامور کیا گیا۔ چاند سلطان نے حریف کی پیشانیوں کا اندازہ کر کے پہلے تو صلح سے انکار کیا لیکن آخر میں خود بھی فریق مخالف کی

طرح جنگ آزمائی کو قرین مسکرت سمجھی۔ ملکہ دینراہل قلعہ محاصرہ کی تکالیف سے تنگ آچکے تھے چاند سلطان نے مذکورہ بالا شرائط پر شاہنشاہ سے صلح کر لی۔ شاہنشاہ اور خانخاناں دولت آباد اور کوتل چٹوڑ کی راہ سے اوائل شعبان میں برابر روانہ ہو گئے۔ بےسل خاں عادل شاہی سر لشکر اور محمد علی سلطان قطب شاہی ایرسیان منجھو کے ہمراہ دہلی میں روڑ کے بعد احمد نگر پہونچے سیان منجھو نے ارادہ کیا کہ احمد شاہ کو بدستور سابق احمد نگر کا یاد شاہ بنائے اینٹنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعہ کے باہر کر دیا اور حصار کا دروازہ میاں منجھو کے لئے بند کر دیا اینٹنگ خاں نے قلعہ چوند کے تھانہ دار کے پاس ایک گردہ کورہ کر دیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ متغول کو احمد نگر میں طلب کر کے حصار کے اندر اس کے نام کا خطبہ دمسک جاری کیا۔ میاں منجھو نے مخالفت پر کمر باندھی اور قریب تھا کہ پھر نساد کی آگ بھڑکے کہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے دربار کے نامی امیر مرتضیٰ خاں کو چار ہزار سواروں کے ہمراہ جلد سے جلد احمد نگر روانہ کیا اور میاں منجھو کو پیغام دیا کہ اس پر آشوب زمانہ میں جنگ آزمائی کی سلسلہ جنمائی کرنا بقیہ ملک کو بھی برباد و تباہ کرنا ہے اس وقت تمام تصوں کو بلائے طاق رکھ کر بےسل خاں کے ہمراہ جلد سے جلد بیجاپور پہونچو تاکہ تمام معاملات پر غور و فکر کر کے تحقیق حال کے بعد جو کچھ مناسب ہو اس پر عمل کیا جائے میاں منجھو عاقل و صاحب فہم تھا اس امر نے عادل شاہ کے حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ہمراہ بیجاپور میں حاضر ہوا۔ عادل شاہ کو یقین ہو گیا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہی سے نہیں ہے ابراہیم عادل نے احمد شاہ کو اپنے امرا میں داخل کر کے ایک عہدہ ملک کا جاگیر دار مقرر کیا اس طرح میاں منجھو اور اس کے فرزند میاں حسین کو بھی گردہ امرا میں شامل کر کے ان کو بھی جاگیر میں عطا کیں۔ احمد شاہ نے آٹھ ماہ حکومت کی۔

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ
 ناظرین کو معلوم ہو کہ چاند سلطان نے اپنی کوشش سے بہادر شاہ کو بادشاہ بنایا اور محمد خاں داہر زادہ کو منصب پیشوائی عطا کیا۔ محمد خاں نے رسم زمانہ کے موافق قلیل زمانہ میں اپنے اعوان و انصار کی ایک جماعت کو عہدہ چوندوں پر مقرر کر کے

ان کو تو ہی وطاقت ورنہ نایا اور ان کی اساد سے خود مختاری و استقلال کا دم بھرنے لگا محمد خاں نے اہنگ خاں اور غم شیر خاں کو جو بید متبر میر تھے حسن تدبیر سے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا دوسرے امراء یہ حال دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور ہر ایک کسی نہ کسی ملک کو فراری ہوا۔ چاند سلطان پریشان ہو کر عادل شاہ سے مدد کی خواہش کر ہوئی اور یہ پیغام دیا کہ اس زمانہ میں جبکہ ایک تو ہی دشمن در پہلے آثار ہے اور خود ملک کے لازم ہر لحاظ نیافتہ برپا کر رہے ہیں اگر بادشاہ ان بے وفائوں کی تسبیہ کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو عنقریب بقیہ حصہ سلطنت کا بھی اکبر بادشاہ کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ عادل شاہ نے بار دیگر مدد کا ارادہ کیا اور ہسٹل خاں کو سر لشکر مقرر کر کے حکم دیا کہ احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کی خواہش کے مطابق کار بند ہو۔

سندھ ہجری میں ہسٹل خاں احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا ہسٹل خاں نے چاند سلطان کے مشورہ کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ محمد خاں کے اس فعل سے آگاہ ہوئے اور اس سے بیزار ہو کر محمد خاں کو قید کر لیا۔ یہ قیدی چاند سلطان کے سپرد کیا گیا۔ چاند سلطان نے اہنگ خاں بخشی کو جو نظام شاہی خاندان کا غلام تھا پیشوا مقرر کیا اور ہسٹل خاں کو خلعت عطا کر کے داپسی کی اجازت دی۔

ہسٹل خاں راجہ پور کے نواح میں جو دریائے گنگا کے کنارہ واقع ہے پہونچا اور اس کو معلوم ہوا کہ امراء نے قیدی پاتری وغیرہ کو بھی جو ملک برار میں داخل نہیں ہے نقص عہد کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے ہسٹل خاں اس مقام پر قیام پذیر ہو گیا اور ایک عرصہ حقیقت حال سے آگاہی کے لئے عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کے ساتھ چاند سلطان اور اہنگ خاں نے بھی مغلوں کے نقص عہد کا حال سنا اور جلد سے جلد قاصد بیجا پور روانہ کر کے عادل شاہ سے مغلوں کے انحراف کے بارے میں حد سے زیادہ اصرار کیا۔ عادل شاہ نے اس مرتبہ بھی ہسٹل خاں کو سپہ سالار مقرر کر کے مغلوں کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کا حکم دیا۔ قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور مہدی قلی سلطان کو ٹانگہ کے

لشکر کے ہمراہ سہل خاں کے پاس روانہ کیا۔
 لشکر برا روانہ ہوا سہل خاں قبضہ سولہ پت پہنچا
 دوسری میں مغلول ہوا۔ مغلول کے سپہ سالار خانخانان نے بر
 اہل دکن کی کثرت کا خیال کر کے اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خود
 پاس بلدہ شاہ پور کو روانہ ہو گیا خانخانان نے شاہزادہ سے حقیقت حال پو
 گئی چونکہ خانخانان کا مدعا یہ تھا کہ یہ فتح اس کے نام ہو خانخانان نے شاہزادہ اور
 اس کے اتالیق محمد صادق کو شاہ پور میں چھوڑا اور خود تمام امرائے اکبری اور
 راجہ علی خاں برہان پوری کے ہمراہ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر اہل دکن
 کے مقابلہ میں روانہ ہوا خانخانان نے دریائے گنگا کے کنارہ دھنیوں کے مقابلہ
 میں اپنے سیمے بھی نصب کئے اور لشکر کے گرد خندق کھدوائی۔ خانخانان تقریباً
 پندرہ روز ساکت رہا لیکن جب اس کو سپاہ دکن کی حقیقت معلوم ہو گئی اور
 چند مرتبہ جنگ میں ان کے طلباء و فرادلوں اور ان کے برادر و درآمد کے تمام
 قواعد دیکھ لئے تو اٹھارہویں جمادی الثانی ۱۰۰۰ ہجری کو چاشت کے وقت
 صفیں درست کیں لیکن عصر کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا سہل خاں
 نے آلات آتشازی سے راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت کو مع چار ہزار
 سواروں کے جو اس کے سامنے آئے تھے ہلاک کیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی
 فوج خانخانان کا مقابلہ نہ کر سکی اور میدان جنگ سے فراری ہوئی سہل خاں
 نے حریف کی دوسری فوج سے مقابلہ کرنا اپنا فریضہ سمجھا اور شام کے قریب
 دشمن کے میمنہ فیسرہ پر حملہ آور ہوا اور ایسا ان کو جو اس باختہ کیا کہ انھوں نے
 میدان جنگ سے فرار ہو کر شاہ پور میں شاہزادہ کے پاس پناہ لی صادق محمد خاں
 نے اس امر کا ارادہ کیا کہ شاہزادہ کو ملک دکن کے باہر لے جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا
 اور خانخانان باوجود لشکر کی ہراگندگی کے بعد جو اندری کے ساتھ قلیل فوج کے ہمراہ
 مقیم رہا۔ اہل دکن سرکرہ کو اپنی فتح سمجھ کر غارتگری میں مشغول ہوئے اور بے شمار
 مال غنیمت حاصل کر کے نقد و اسباب کو ادھر ادھر محفوظ مقام پر رکھنے کے لئے
 ہراگندہ ہو گئے غرض کہ سہل خاں اور حامد خیل کے ایک گروہ کے اور کئی شخص

۔ خاناں اور خیل خاں ایک تیر کے
 ۔ تودو سرے کی بڑی تھی ایک پیرات اسی بے خبری
 ۔ جان کو معلوم ہوا کہ ہر ایک حریف کے مقابلہ میں ہے تو
 ۔ سرفاروں نے اپنی حفاظت میں کوشش کرنی شروع کی اور خیل و لشکر فراہم
 ۔ رات گزرنے کے بعد صبح کو فریقین ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے
 خانخاناں کا مقصد یہ تھا کہ کہیں خاں صلح کا پیغام دے اور جنگ قایمی کے ساتھ
 خود روانہ ہو جائے لیکن خیل خاں بعض اشخاص کے خیال سے جنگ آزمائی
 پر تیار ہوا اور خانخاناں کی طرف روانہ ہوا خانخاناں بھی مجبور ہو کر آمادہ بہیکار ہوا
 شدید دھوڑ لڑائی کے بعد خانخاناں کو فتح ہوئی اور خیل خاں شاہ درک کی طرف
 فراری ہوا قطب شاہی اور نظام شاہی امیر ابتر و پریشان احمد نگر و حیدر آباد کی طرف
 روانہ ہو گئے خانخاناں اسی عظیم الشان فتح کے بعد قصبہ جالند میں مقیم ہوا اور ایک
 گروہ کو ملک برار کے بزرگ ترین قلعوں یعنی کاویل و پرتالہ کے محاصرہ پر متعین کیا۔
 شاہنژادہ سلطان مراد نے صادق محمد کی تحریک سے جو بیخ بنزاری امیر تھا خانخاناں
 کو پیغام دیا کہ یہ وقت حکمت کی بہت بہتر سے کہیم احمد نگر پر دھاوا کر کے اس کو بھی فتح
 کر لیں اور نظام شاہی ملک پر ہمارا پورا قبضہ ہو جائے۔ خانخاناں نے جواب
 دیا کہ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سال برار میں قیام کر کے اس نواح کے جنوب اور
 بہترین قلعوں کو سر کر لیا جائے اور جب یہ ملک پورے طور پر ہمارے قبضہ میں
 آجائے تو دوسرے ملک کا رخ کیا جائے۔ خانخاناں کا یہ جواب شاہنژادہ کو پسند
 نہ آیا اور جیسا کہ اکبر بادشاہ کے واقعات میں مذکور ہے شاہنژادہ اور صادق محمد
 نے اس قدر شکایت آئیز عریفے اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے کہ بادشاہ
 نے خانخاناں کو اپنے حضور میں طلب کر کے شیخ ابوالفضل کو سپہ سالار دکن مقرر
 کیا مگر خانخاناں مستلزم بھری میں دکن سے روانہ ہو گیا۔
 اسی دوران میں اینگ خاں نے چاند سلطان کے ساتھ اور زیادہ
 اظہار عداوت کیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضہ میں کر کے چاند سلطان
 کو کشتی قلعہ میں نظر بند کرے اور خود مختاری کا دم بھرے۔ چاند سلطان کو اس کے

ارادہ سے آگہی ہو گئی اور یلگ نے بہادر شاہ کی حفاظت میں اور زیادہ کوشش کی
چاند سلطان نے اہنگ خاں کی آمد و رفت قلعہ میں بند کر دی اور حکم دیا کہ بیردن
قلعہ دیوان داری کیا کرے۔ اہنگ خاں نے چند روز تو اطاعت کی لیکن آخر کار
مخالفت پر اور زیادہ مہم ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اکثر اوقات فریقین میں جنگ ہوا کرتی
تھی۔ عادل شاہ نے امیروں کو روانہ کر کے ہر چند کوشش کی کہ خانہ جنگی موقوف ہو
لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا اور اہنگ خاں کا استقلال روز افزوں ترقی کرتا رہا اہنگ خاں
نے میدان خالی پایا اور خانخانان کی عدم موجودگی میں جبکہ نہرنگ بڑا آب اور
شاہزادہ کی طرف سے مدد کا پہونچنا دشوار تھا قبضہ بیڑ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اس
شہر کو اکبر شاہی امیروں کے قبضہ اقتدار سے نکال لے۔ حال قبضہ بیڑ شیر خواجہ نے
بچہ کو س کے فاصلہ پر اہنگ خاں کا مقابلہ کیا لیکن سخت جنگ کے بعد زخمی ہو کر
پس پا ہوا۔ شیر خواجہ بعد مشکل تکلیف کے بعد بیڑ پہونچ کر قلعہ بند ہو گیا اور عریضہ بادشاہ
کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اہل دکن کے غلبہ اور شیخ ابوالفضل کی غفلت
وغیرہ طرح کی شکایات بادشاہ سے کہیں۔ اکبر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ سوا
خانخانان کے کوئی دوسرا امیر دکن کی سپہ سالاری کے لئے موزوں نہیں ہے بادشاہ
نے خانخانان کا قصور معاف کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ صاحب اختیار کرے
اتفاق سے اسی زمانہ میں شاہزادہ مراد نے کثرت شراب خواری و دیگر شافل جہولتی کی وجہ
سے طوع طرح کے مرض میں گرفتار ہو کر اپنے آباد کئے ہوئے نہر ملہ شاہ پور میں وفات پائی
اکبر بادشاہ نے شاہزادہ دانیال کو جو بادشاہ کی اصغر اولاد تھا خانخانان کے ہمراہ دکن روانہ کیا۔
شاہزادہ مراد کن پہونچا ہی نہ تھا کہ خود مرض آشیانی بھی شیخ ابوالفضل و سید یوسف خاں کی
استدعا کے موافق شملہ جہری میں اگرہ سے دکن روانہ ہوئے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ چاند
سلطان اور اہنگ خاں میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اکبر بادشاہ نے خود قلعہ ایسر کا محاصرہ کر لیا
اور شاہ ہنزلا، دانیال و خانخانان کو احمد نگر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اہنگ خاں صلیبی
پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ بیردن قلعہ مقیم تھا اس امیر نے ارادہ کیا کہ دھن گھاٹ پہونچ کر
قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ آزمانی کرے شاہزادہ دانیال و دیگر امراء اکبری اسکے
ارادہ سے واقف ہو گئے اور ایک قریہ معمور کی طرف جو پنج جنگل ہیروانہ ہونٹ

اہنگ خاں پریشان و بدحواس ہوا اور اس کے کچنگ آدنی کرے یا یہ کہ احمد نگر ہو چکر
 بہادر شاہ و چاند سلطان سے مدد کا طلبگار ہوا پتے مال و اسباب میں آگ لگا دی
 اور خود جیسر روانہ ہو گیا۔ شاہزادہ و دیگر اکبری امیروں نے بلا کسی فرخستہ کے قلعہ
 احمد نگر کا محاصرہ کر لیا امیروں نے سوریل تقسیم کئے شاہزادہ دانیال و خاتماں و سید
 وغیرہ کے موریل کی طرف سے نقب کھدنے لگی جب قلعہ قریب فتح کے ہوا تو
 چاند سلطان نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا کہ اہنگ خاں و دیگر امرا نے اس قدر
 سرکشی کی کہ ان کی شامت اہمال سے خود اکبر بادشاہ دکن فتح کرنے کے لئے آیا ہے
 ظاہر ہے کہ یہ قلعہ بھی چند روز میں سر ہو جائیگا جیتہ خاں نے جواب دیا کہ گوشہ کا کیا کر رہی
 اب جو غم ہو اس کے وافر عمل کیا جائے چاند سلطان نے کہا کہ میری رائے یہ ہے
 کہ ہم یہ قلعہ شاہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت و جان کو بچائیں اور جیسر روانہ
 ہو جائیں اور وہاں قیام کر کے خدا کی مدد کا انتظار کریں۔ جیتہ خاں نے تمام اہل
 قلعہ کو جمع کر کے بہ آواز بلند کہا کہ چاند سلطان نے اکبری امیروں سے سازش کر کے
 یہ ارادہ کیا ہے کہ قلعہ شاہزادہ دانیال کے سپرد کر دے اہل دکن یہ خبر سنتے ہی
 حرم سرا میں گھس آئے اور انہوں نے بڑی تکلیف و ظلم کے ساتھ چاند سلطان
 کو قتل کر ڈالا۔ اکبری لشکر میں نقب تیار ہوئی اور قلعہ کی دیوار اڑادی کئی منزل فوج
 قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور جوان بوڑھے بچے سب قید کر لئے گئے جیتہ خاں
 اور تمام اہل قلعہ سوا بہادر شاہ کے تہ تیغ کئے گئے شاہزادہ دانیال نے تمام خزانہ
 و جہیزات بقبضہ کیا اور قلعہ اپنے معتاد امیروں کے سپرد کر کے بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ
 کے پاس برہان پور روانہ کر دیا۔ اسی درمیان میں ایسکا قلعہ بھی سر ہوا عرش اقصیٰ
 خاندیس و دکن شاہزادہ دانیال کو عطا کر کے جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ کے
 حالات میں مرقوم ہو چکا ہے خود اگر روانہ ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد نظام شاہی امیروں نے مر قنطی ولد شاہ علی کو تخت
 حکومت پر بٹھایا اور چند روز کے لئے پدمہ کو پائے تخت قرار دیا۔ بہادر نظام
 شاہ نے جو اس وقت تک قلعہ گوانیار میں قید ہے تین سال چند ماہ
 حکومت کی۔

مرغی نظام مین
شاہ علی برہان شاہ
اول

اکبر بادشاہ نے برہان پور سے اگرہ کا سفر کیا اور نظام شاہی نکل دی
میں دو ملازم باوجود اس کے کہ ان میں کوئی شخص بھی صاحب
جاہ و چشم نہ تھا اپنی بلند ہمت کی وجہ سے امیر کبیر بنک صاحب
قوت و شوکت ہوئے انھیں ہر دوام کی وجہ سے اس

وقت تک سلطنت نظام شاہی مغلوں کے سیلاب فتوحات سے محفوظ تھی۔
ان امر میں ایک شخص تو عبیر بخشی تھا جس نے سرحد تلنگانہ سے لے کر بیڑ سے ایک
کوس تک اور احمد نگر کے جنوب میں چار کوس غہر سے لیکر دولت آباد سے
بیس کوس کے فاصلہ تک مع بندرجنوں کے کل حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسرا امیر
راجو دکنی تھا اس امیر نے دولت آباد اور اس کے شمال کو سرحد گجرات تک اور
جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ تک اپنے زیر حکم بنایا تھا۔ ہر دو امیر
ضرورت کے لحاظ سے مرغی نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے اور قلعہ اوسہ کو مع
چند قریوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لئے علیحدہ کر دیا تھا۔ چونکہ ان میں سے
ہر شخص اپنے رقیب کو مغلوب کر کے اس کے ملک پر بھی قبضہ کرنیکا دلدادہ تھا
اس لئے ہر دو امیر ایک دوسرے کے دشمن تھے اور آپس میں صفائی نہ رکھتے
تھے۔ خانخاناں کو یہ راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ عبیر بخشی
کے اس حصہ ملک میں سے جو تلنگانہ میں واقع ہے چند قریوں پر قبضہ کر لیں شہر
کو اس حکم کی خبر ہوئی اور وہ بھی سلسلہ بھری میں سات یا آٹھ ہزار سواروں کی
جمعیت کے ساتھ اس طرف روانہ ہوا۔ عبیر نے مغلوں کی فوجی چوکیاں تباہ
کر کے اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خانخاناں نے اپنے مشہور بہادر فرزند میرزا
ایرج کو پانچ ہزار منتخب سپاہیوں کے ہمراہ عبیر کے مقابلہ میں روانہ کیا قبضہ
ناندیڑ کے نواح میں فریقین کا مقابلہ ہوا اور ایک امیر نے اپنی بلند نامی اور
دوسرے نے اپنی حفاظت کے خیال سے فوج مرتب کی اور بڑی مردانگی
کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ طرفین سے گردہ کثیر میدان جنگ
میں کام آیا لیکن آخر کار اقبال اکبری نے اپنا کام کیا اور عبیر بخشی کا ریشم کھا کر
معراج جنگ میں گھوڑے سے گرا جمیوں اور دھینوں کا ایک گردہ جو عبیر کا

بہی خواہ تھا زخم خوردہ امیر کو یہ وقت معرکہ جنگ سے اٹھا کر لے گئے غنیمت بخشی نے سمیت پا کر نوح جمع کرنا شروع کیا اور اپنے ملک کی حفاظت میں سعی و کوشش کرنے لگا۔ خانخاناں غنیمت کی شجاعت و مردانگی کو آدھا چکا تھا اور اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شکست خوردہ حریف نے پھر تازہ دم لیلہ ہے خانخاناں نے صلح کرنا مناسب خیال کیا اور غنیمت کو اسی کا پیغام دیا غنیمت نے بھی صلح ہی میں خیر دیکھی اس لئے کہ اسے معلوم تھا کہ نظام نشاہی خاندان کا دوسرا امیر یعنی راجو دکنی اسکا بد خواہ ہے بلکہ وہ اس حملہ کو راجو ہی کی تحریک کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ غنیمت نے خانخاناں سے ملاقات کی اور حدود و مالک مقرر کئے گئے۔ عہد و بیان کے بعد دونوں امیر اپنے قیام گاہ کو واپس آئے۔ اس تاریخ سے آج تک کسی فریق نے عہد شکنی نہیں کی اور غنیمت ہمیشہ خانخاناں کے ساتھ خلوص و عقیدت کے ساتھ پیش آتا رہا۔

اسی زمانہ میں پٹنگ رائے کول فرہاد خاں مولد اور ملک مندل خواجہ بھر وغیرہ سردار ان ملک نے غنیمت کی رفاقت ترک کی اور مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے۔ ان امیروں نے بادشاہ کو غنیمت کی مخالفت پر ابھارا اور قلعہ اولسہ کے نواح میں میدان داری کا انتظام کیا گیا۔ غنیمت بھی اپنے مددگاروں کے ہمراہ اولسہ روانہ ہوا اور بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر نظام شاہ پر غالب آیا۔ غنیمت نے پٹنگ رائے کو اسیر کر کے قلعہ میں قید کر دیا نظام شاہ اور اس کے بہی خواہ امیروں یعنی فرہاد خاں اور ملک مندل نے پریشان ہو کر غنیمت سے صلح کر لی۔ غنیمت کی خواہش تھی کہ قلعہ پرندہ بد اپنا قبضہ کرے مثنیٰ امیر نظام شاہ کے ہمراہ سلسلہ بھری میں پرندہ روانہ ہوا۔ قلعہ کے حاکم بھن خاں نے جو تقریباً بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا کہ میں آپ کو اپنا مالک سمجھ کر قلعہ میں جگہ دوں گا لیکن غنیمت جس نے خانخاناں سے ملاقات کر کے اکبری طوق ارادت گردن میں پہن لیا ہے مجھ کو اعتبار نہیں ہو اور میں اس کو حصار میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔ غنیمت نے جواب دیا کہ چونکہ مجھ کو جنگ رائے فرہاد خاں اور ملک مندل کی طرف سے اطمینان نہ تھا اس لئے میں

مجبوراً غاٹناں سے ملا اور گولا ہریں میں اکبری ہی خواہ ہوں لیکن دل سے نظام شاہ کا غلام ہوں میرا عین مدعا یہ ہے کہ بادشاہ کی بھی خواہی کر کے ملک کو دشمنوں سے بچاؤں منجھن خاں نے یہ عذر قبول نہ کیا اور سلسلہ گفتگو قطعاً بند کر دیا غمخیز نے اس خوف سے کہ کہیں نظام شاہ موقع پا کر قلعہ میں پناہ گزین ہو جائے اور بادشاہ کے پہونچنے سے منجھن خاں کی قوت میں اور اضافہ ہو جائے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسانوں کے سپرد کر دیا۔ فرما دیاں و ملک محمد ل بادشاہ کے نظر بند ہو جانے سے رنجیدہ ہوئے اور قلعہ کے قریب پہونچ گئے منجھن خاں اس واقعہ سے کچھ نرم ہوا اور اس نے ایک ماہ کامل حریف کی مدافعت کی منجھن خاں کے فرزند مسمیٰ سونا خاں نے بے اعتدالی شروع کی اور اہل لشکر کے زین و فتنہ کی عصمت دری کرنے لگا۔ فوجیوں نے سونا خاں پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا منجھن خاں نے اب قیام کرنے میں تمیر نہ کی اور تنہا قلعہ سے فراری ہو گیا اور فرما دیاں و ملک محمد ل وغیرہ کے ہمراہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزین ہو کر مع اپنے بھراہیوں کے عادل شاہ کا ملازم ہو گیا۔ اہل قلعہ نے چند ماہ تو منجھن خاں کی تقلید کر کے دشمن کی مدافعت کی لیکن آخر غمخیز کے دام میں گرفتار ہو گئے۔ غمخیز جی نے حسن تدبیر سے قلعہ پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو قید سے آزاد کیا اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ لگن کو کئے بادشاہ کو برہندہ میں چھوڑا اور خود خیل دشمن کے ساتھ آگے بڑھا۔

محمود سلسلہ ہجری میں شاہزادہ وانیال نے دختر عادل شاہ کی پانگی کے استقبال کے لئے ہریان پور سے روانہ ہو کر کرناٹک اور دولت آباد کے راستہ سے احمد نگر کا رخ کیا۔ شاہزادہ نے ایک گروہ کو راہ جو دکھی کے پاس روانہ کر کے اسے پیغام دیا کہ راجو بھی غمخیز کی طرح اطاعت کا اقرار کر کے شاہزادہ کے حضور میں حاضر ہو تاکہ اس کا ملک بادشاہ کی طرف سے اسے بطور جاگیر عطا کیا جائے۔ راجو نے شاہزادہ کے قول پر اعتبار نہ کیا شاہزادہ نے غضبناک ہو کر راجو کے تباہ کرنے کا ارادہ کیا راجو نے بھی جرات سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ ہوا راجو نے اگرچہ حریف کے مقابلہ میں

صف آرائی نہیں کی لیکن ایسا مصل فوج کو تاراج کیا اور چاروں طرف سے اس قدر نقصان پہونچا کہ شاہزادہ دانیال نے مجبور ہو کر خانخاناں سے جو جالندہ میں مقیم تھا مدد طلب کی۔ خانخاناں پہنچ ہزار سواروں کے ہمراہ جلد سے جلد شاہزادہ کی خدمت میں پہونچ گیا اور جو نے خانخاناں کی آمد کی خبر سن کر غارتگری سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کے دور دراز حصہ میں جا چھپا شاہزادہ دانیال اور خانخاناں سردس کی بالنگی ہمراہ لے کر احمد نگر سے واپس ہوئے اور بہرنگنگ کے کنارہ ہٹن کے نواح میں جنسن سردسی منعقد کیا گیا۔ اختتام جشن کے بعد خانخاناں نے اس جگہ قیام کیا اور شاہزادہ برہان پور روانہ ہوا۔

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے عنبر کی سخت گیری کی شکایت کی۔ راجو نے قلعہ پرندہ پہونچ کر بادشاہ سے عنبر کے دفعیہ کا اقرار کیا۔ عنبر و راجو میں کئی معرکے ہوئے اور ہر مرتبہ راجو کو فتح ہوئی عنبر نے پریشان ہو کر خانخاناں سے مدد طلب کی۔ خانخاناں نے دو دایمین ہزار سوار میرزا حسین بیگ جاگیر دار بیڑ کی ماتحتی میں امداد کے لئے روانہ کئے عنبر نے اس فوج کی مدد سے راجو کو پس پا کر کے دولت آباد کی طرف بھاگ دیا۔ دکن کی حکومت شاہزادہ دانیال کو بھی راستہ آئی اور شاہزادہ نے برہان پور میں وفات پائی۔ شاہزادہ کی وفات کی وجہ سے خانخاناں برہان پور پہونچا اور عنبر نے موقع پا کر لشکر جمع کیا اور دولت آباد روانہ ہو کر راجو پر حملہ آور ہوا۔ راجو اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور اب اس نے خانخاناں سے مدد طلب کی۔ خانخاناں بعض مصلحتوں کی بناء پر اپنا قیام برہان پور میں مناسب نہ خیال کرتا تھا اس نے راجو کے پیغام کو بہانہ بنا کر دولت آباد کا رخ کیا اور راجو و عنبر کے درمیان خود مقیم ہو کر چھ ماہ کا ایک کوہ دوسرے پر حملہ آور ہونیکا موقع نہ دیا۔ عنبر نے مجبوراً راجو سے صلح کر کے حملہ پرندہ کی راہ لی اور خانخاناں جالندہ روانہ ہوا۔ ملک عنبر راجو کی لشکر کشی کا باعث مر قلعی نظام شاہ کو جانتا تھا عنبر نے ارادہ کیا کہ مر قلعی نظام کو معزول کر کے کسی دوسرے شاہزادہ کو بادشاہ بنائے۔ چونکہ ابراہیم عادل شاہ نے عنبر سے اتفاق نہ کیا جیسی امیر اپنے ارادہ میں ناکام رہا۔

سلطان بھری کے اوایل میں عنبر نے عادل شاہ کے حکم کے موافق نظام شاہ کے سامنے سر جھکا یا اور بادشاہ احمد عنبر میں پوری صفائی ہو گئے اس صلح کے بعد نظام شاہ وغیرہ دس یا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنیر دانہ ہوئے نظام شاہ نے چند روز اپنے آبا و اجداد کے وطن کو اپنا مسکن بنایا۔ نظام شاہ نے چند ہندو مسلمان امیر راجو کی تمہید کے لئے جو عنبر کے خوف سے بے خبر تھے، آیا تھا روانہ کئے راجو بید قتلوں کے بعد گرتار ہوا اور اس کا ملک بھی نظام شاہ کے قبضہ میں آگیا۔ عنبر اب بالکل صاحب اختیار ہوا۔

اس تاریخ کی تحریر کے وقت نظام شاہ ہی حکومت مرہٹوں شاہ بن شاہ علی کے قبضہ میں ہے اور عنبر بخشی سیاہ و سفید کا ملک ہے۔ یہ حسب ظاہر خاندان نظام شاہی زوال پذیر ہو رہا ہے اور شاہان دہلی بقیہ ملک پر بھی قبضہ کرنے کی تاک میں ہیں آئندہ جو خدائی مرہٹوں کی ہوگی اس کا ظہور ہوگا۔

روضہ چہارم سلطانین ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ شاہ خور نام ایک شخص تھا جس نے جو ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں عراق سے آیا تھا تاریخ میں ایک بعد کتاب لکھی ہے اور

وقایع قطب شاہی تمام دلال اس کتاب میں درج کئے ہیں یہ کتاب مورخ فرشتہ کے پیش نظر نہ تھی اس لئے اس خاندان کے تفصیلی حالات مرقوم نہ ہو سکے اور صرف فرمانرواؤں کے اسماء اور ان کے مختصر حالات پر اکتفا کی گئی۔

سلطنت سلطان قلی سلطان قلی میر علی شکر کا ہم خاندان احمد بھارو قبیلہ کا ترک ہے۔ اس خاندان کے بعض لوگوں کا دعویٰ ہے

کہ سلطان قلی میرزا جہاں شاہ قتل کی اولاد میں ہے لیکن روایت اول زیادہ صحیح ہے بہر حال یہ امر مسلم ہے کہ سلطان قلی کا مولد و منشا شہر ہمدان ہے۔ یہ امیر سلطان محمد شاہ لشکری کے آخر زمانہ میں علین عالم شباب میں کن آیا اور چونکہ محمد شاہ ترکی غلاموں کو بید عزیز رکھتا تھا اس شخص نے بھی اپنے کو اس گردہ میں داخل کیا۔ سلطان قلی علم حساب میں ماہر و خوش خط تھا۔ محلات شاہی کا حساب نوایس مقرر کیا گیا خواتین محل اس کے حسن سلوک

اور امانت سے بچد راضی ہوئیں اس زمانہ میں تلنگانہ کا ملک بیگمات کی جاگیر تھا یہاں سے متعدد عرضیاں اس مضمون کی پہلوئیں کہ ملک میں چوروں اور لٹیروں نے اپنا گھر کر لیا ہے اور رعایا روز بروز سرکشی کر رہی ہے اور مال اور مقدرہ محصول کے ادا کرنے میں پس و پیش کرتی ہے اگر بارگاہ شاہی سے عہدہ فوج ان کی منہیہ کے لئے روانہ کی جائے تو بہتر ہے اور امید ہے کہ اس طرح محصول وصول کرنے میں بچد آسانی ہوگی سلطان محمد شاہ نے اپنے کسی نامی امیر کو اس مہم پر روانہ کر دیا کہ سلطان قلی نے ایک بیگم کے ذریعہ سے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ خدمت اس کے سپرد کی جائے اور وعدہ کیا کہ ملا فوجی امداد کے وہ اس صوبہ کا انتظام کر کے بادشاہ کے اقبال سے سرکشوں کو تباہ و برباد کر دیگا۔ سلطان محمد شاہ نے اس کو اپنی عنایتوں سے سرفراز کر کے مذکورہ خدمت پر مامور کیا۔ سلطان قلی نے اپنے حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کے ہمراہ برگنات پر گنبد اور اپنے حسن تدبیر سے سرکشوں کی ایک جماعت کو اپنا بنالیا اور ان کی امداد سے چوروں اور لٹیروں کا بالکل قلع قمع کر دیا۔ سلطان قلی نے دیگر امرا کے برگنات سے بھی جو اس نواح میں واقع تھے شورہ پشتوں کا خاتمہ کر دیا اور اپنی جماعت و مردانگی میں شہرہ آفاق ہوا سلطان قلی جیسا کہ مرقوم ہوا امارت کے مرتبہ پر فائز ہو کر قطب الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور گوگنڈہ مع اس کے معنقات کے اس کی جاگیر میں دیا گیا۔ اس کے بعد چند دن اس نواح کا سپہ سالار مقرر ہوا اور فرامین میں صاحب السیف والقلم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا یوسف عادل شاہ احمد نظام شاہ اور عماد الملک نے دعویٰ سلطنت کر کے جبر اپنے سروں پر سایہ فلک کیا۔ یوسف عادل چونکہ خاندان صفویہ کا عقیدت مند تھا اس نے دواؤدہ امام کے اسمائے گرامی خطبہ میں داخل کئے سلطان قلی نے بھی اپنی امارت اور سپہ سالاری کے زمانہ میں ائمہ اہلیت کے نام کا خطبہ جاری کیا سلطان محمود بہمنی قلی سلطنت میں ضعف پیدا ہوا اور سلطان قلی نے بھی شامہ بھری میں مرتبہ فرمانروائی حاصل کر کے اپنے کو قطب شامہ کے خطاب سے موسوم کیا اور غلامانہ روش اختیار کی قطب شاہ نے

باوجود مختصر سلطنت کے کارفرمائی میں رونق پیدا کرنے کے سامان فراہم کئے اور
 عادل شاہ، عماد شاہ، برید شاہ وغیرہ کے خلاف دروازہ پر پانچ دقت نویت نوازی
 کا کلمہ دیا قطب شاہ نے اپنی قوم کو منصب و جاگیریں عطا کیں اور ہر ایک کو اس کے
 مناسب حال عہدہ عنایت کیا سلطان قلی نے سلطان محمود شاہ کے حقوق کا ہمیشہ
 لحاظ کیا اور ہمیشہ تحفے اور ہدیے نقد و جنس بادشاہ کی خدمت میں ماہ بہ ماہ بیدر
 روانہ کرتا رہا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی نے
 تخت حکومت پر جلوس کیا چونکہ سلطان قلی شاہ اسماعیل کو اپنا مرشد زادہ جانتا تھا
 خطبہ میں شاہ مذکور کا نام اپنے نام سے مقدم جاری کیا اور رفتہ رفتہ حضرات خلفائے
 ثلاثہ کے اسمائے گرامی خطبہ سے کمال دینے پر ہان شاہ نے شاہ طاہر کی نصیحت کے
 موافق احمد نگر میں شیعہ مذہب کا خطبہ جاری کیا سلطان قلی نے بھی برہان شاہ
 کی تقلید کی اور اس کی امداد سے اپنے ملک میں بھی بلا کسی خطرہ کے مذہب شیعہ کو
 رواج دیا۔ بے ادب اشخاص نے تبرہ بازی شروع کی غرض کہ اس زمانہ تک
 جو سلطان محمد قلی قطب شاہ کا زمانہ ہے تلنگانہ میں دو آزدہ امام کے اسمائے گرامی
 کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اور منبروں پر پیشتر شاہ عباس صفوی بادشاہ ایران کی
 دعا مانگی جاتی ہے شکر ہے کہ مہنوزان فرمانرواؤں کے اعتقاد و اخلاص میں جو
 ان کو مشایخ صفویہ کے ساتھ تھا خلل نہیں پیدا ہوا۔ سلطان قلی قطب شاہ
 اپنی حکومت کے زمانہ میں سلاطین دکن کے ساتھ برا درازہ سلوک کرتا تھا البتہ
 جس زمانہ میں کہ سلطان بہادر گجراتی نے عماد الملک کی اشد عداوت کے موافق نظام شاہ
 پر لشکر کشی کی اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کیا اس وقت سلطان قلی نے
 خلاف مردت سلطان بہادر کے پاس نامہ وقاصد روانہ کر کے یکدلی کا اظہار
 کیا۔ سلطان بہادر کے معاملات سے فراغت حاصل کر کے برہان شاہ کی ترغیب
 سے اسماعیل عادل نے قطب شاہی مالک پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے ہر چند
 کوشش کی کہ برہان شاہ کے غصہ کو فرو کرے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

سن ۱۵۷۹ء بمصر میں اسماعیل اول نے ایک سرحدی قلعہ پر حملہ کیا قطب شاہ
 چونکہ مقابلہ نہ کر سکتا تھا اپنی جگہ سے نہ ہلا بلکہ سوار و پیادوں کی ایک فوج

اس طرف روانہ کی تاکہ یہ لشکر عادل شاہیوں کے لشکر کا سد راہ ہو کر انکو نقصان پہونچا کر رہے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں اسماعیل عادل نے وفات پائی اور قطب شاہ نے بلا کسی واسطہ کے اس وفد غہ سے نجات حاصل کر لی۔ اس واقعہ کے بعد قطب شاہ نے اپنے امرا کا ایک گروہ برہان شاہ کی خدمت میں روانہ کیا ان امیروں نے اپنی من تدبیر سے شاہ طاہر کو وسیلہ بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قطب شاہ و نظام شاہ میں صفائی ہو گئی اور اس کے بعد ہمیشہ سلسلہ اتحاد قائم رہا۔ قطب شاہ نے عمر طویل پائی تھی اور اپنی طبعی موت سے اس دنیا کو خالی نہ کرتا تھا اس کا فرزند اکبر جمشید شاہ مکرانی کی تمنا میں سفید ریش ہو چکا تھا اپنے باپ کی درازی عمر سے تنگ آگیا۔ شاہنژادہ جمشید نے ایک ترکی غلام کو اپنا ہمراز بنایا اور یہ سادش کی کہ غلام موقع پا کر بادشاہ کو قتل کر ڈالے۔

منہ ہجری کے کسی ماہ میں بادشاہ ایک روز دریا کے کنارہ بیٹھا ہوا تھا اور جواہرات کے صند و قیمے سامنے رکھے ہوئے تھے بادشاہ جواہرات کے دیکھنے میں مشغول تھا کہ یہ ترکی غلام بلائے ناگہانی کی طرح بادشاہ کے عقب سے آیا اور تلوار کا وار کر کے قطب شاہ کو قتل کیا۔ جمشید شاہ خود بھی اس مجلس میں موجود تھا غلام اس کی طرف دوڑا جمشید نے اس خیال سے کہ راز فاش نہ ہو قاتل کو بھی قتل کے ساتھ ہی ٹھنڈا کر دیا۔ جمشید شاہ چونکہ سلطان قلی کا فرزند اکبر تھا اس نے تخت حکومت پر جلوس کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی سلطان قلی نے تینتیس سال حکومت کی اور تین فرزند جمشید حیدر اور ابراہیم ابینی یادگار چھوڑے۔

جمشید قطب شاہ جمشید قطب شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور اپنے بن سلطان قلی باب کی روش کے مطابق مذہب شیعہ کے رواج دینے میں کوشاں ہوا برہان نظام نے تقریب و تہنیت کے لئے شاہ طاہر کو احمد نگر سے گولکنڈہ روانہ کیا شاہ طاہر گولکنڈہ کے قریب پہونچے اور بادشاہ نے خود چھ کوس کے فاصلہ سے ان کا استقبال کیا اور بیحد اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو شہر میں لے آیا اور ان کی بیحد تعظیم و تکریم کی شاہ طاہر نے

زمانہ کی روش کے مطابق گفتگو کر کے قطب شاہ سے نظام شاہ کے ساتھ اتحاد قائم رکھنے پر خدشہ نہیں لیں اور صبح و سلاطین احمد نگر واپس آئے۔ اس زمانہ میں نظام شاہ و عادل شاہ میں بعض وجوہ کی بنا پر مخالفت ہو گئی جمشید قطب شاہ نے نظام شاہ کی ترغیب سے خزانہ کا دروازہ کھولا اور سوار و پیادوں کا مزید اضافہ کر کے عادل شاہی ملک میں داخل ہوا۔ قطب شاہ نے کاکنی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا ابراہیم عادل چونکہ نظام شاہ اور راجہ کے فتنوں میں مبتلا تھا جمشید قطب شاہ نے قلعہ اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے دیگر رگڑوں اور حصاروں پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے سب سے پیشتر قلعہ اہنکر کا جو ساغر سے قریب واقع ہے رخ کیا اور حصار کا محاصرہ کر کے النگ و موریل تقسیم کئے عادل شاہ نے نظام شاہ و راجہ کے صلح کر کے اسد خاں لاری کو فائدہ کے سواروں کے ساتھ ملنگانے کی فوج کے مقابلہ میں روانہ کیا قطب شاہ نے پریشان ہو کر نظام شاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ میں نے آپ کے قول پر بھروسہ کر کے یہ سفر اختیار کیا ہے آپ کے گریانا اخلاق سے بعید ہے کہ بلا مجھ سے مشورہ کئے ہوئے آپ احمد نگر واپس جا رہے ہیں برہان شاہ نے جواب دیا کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے میں نے عادل شاہ سے صلح کر لی ہے آپ کو چاہئے کہ قلعہ کاکنی کی پوری حفاظت کریں میں موسم برسات کے بعد اس طرف آؤں گا اور قلعہ ظہر گڑ اہنکر و ساغر وغیرہ دریائے بھورہ کے ایک جانب تمھارا اور شولا پور و نلدرگ یعنی دریا کے دوسرے سمت میرا قبضہ ہو جائیگا۔ قطب شاہ باوجودیکہ جانتا تھا کہ برہان شاہ حیلہ ساز و فریبی چوں کی باتوں میں آگیا اور قلعہ کی حفاظت میں کوشاں ہوا اسد خاں بلگوانی نے سب سے پہلے قلعہ کاکنی کا محاصرہ کر کے تین ماہ کے عرصہ میں حصار مذکور کو حیران و تھرا فتح کر لیا اور اہالیان حصار کو قتل کر کے اہنکر کا رخ کیا۔ قطب شاہ نے مقابلہ کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور اپنی سرحد کی طرف روانہ ہوا اسد خاں نے اس کا تعاقب کیا اور چند مرتبہ فریقین میں جنگ واقع ہوئی لیکن ہر معرکہ میں اسد خاں کو فتح ہوئی آخری جنگ میں قطب شاہ

اور اسہ خاں کا مقابلہ ہو گیا اور ایک نے دوسرے پر تلوار کے گیارہ وار کئے
قطب شاہ کے چہرہ پر زخم لگا اور اس کی ناک اور ایک لب مجروح ہو گیا
چنانچہ تمام عمر بادشاہ کو اس زخم سے تکلیف رہی اور قطب شاہ کو کھانے اور
پینے میں بچہ دقت ہوتی تھی اور کبھی کسی شخص غیر کے سامنے خور و نوش نہ کرتا تھا
کہتے ہیں کہ اس سفر کے وقت بادشاہ نے اپنے مستند مال ملا محمود گیلانی سے
نتیجہ سفر کی بابت سوال کیا ملا محمود نے قریب ڈالا اور عرض کیا کہ سفر مبارک
نہیں ہے قطب شاہ نے سفر کی خرابیوں کی تفصیل دریافت کی اور سوال
میں بچہ اصرار کیا ملا محمود نے جواب دیا کہ اگرچہ اس کی تصریح میں اندیشہ ہے
لیکن چونکہ بادشاہ بچہ سفر میں عرض کرتا ہوں کہ اس سفر میں اگرچہ ابتدا
میں تو کامیابی ہوئی لیکن آخر کار دشمن کو غلبہ ہو گا اور علاوہ مال و اسباب
مارج ہونے کے بادشاہ کی ناک کو کبھی کچھ نقصان پہونچے گا قطب شاہ اس
جواب سے بچہ غضبناک ہوا اور ملا محمود کی ناک کٹوا کر اس کو غریب کر دیا
آخر میں جب ملا کی پیشینگوئی صحیح نکلی تو بادشاہ اپنے فعل پر نادام ہوا اور اپنے ایک
معتد امیر کو جنیر روانہ کر کے ملا کو اپنے دربار میں طلب کیا ملا محمود نے جواب
دیا کہ مجھے بنو زید دوسری ناک نصیب نہیں ہوئی انشا اللہ جدید تاک چہرہ بدر
لگاؤں کا تو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اس ناک کو کبھی آپ پر سے
تصدق کر دوں گا۔ قطب شاہ نے ان واقعات کے بعد عادل شاہ سے
صلح کر لی اور تلگانہ کے اکثر مالک فتح کئے۔ بادشاہ اس واقعہ کے بعد بیمار
ہوا اور تقریباً دو سال علیل رہا۔ اسی دوران میں قطب شاہ بچہ بد مزاج
ہو گیا اور ضعیف جرم پیم بھی رعایا کو کٹ و نظر بند کر دیتا تھا۔ بادشاہ کی بد مزاجی
سے امیروں کے ایک گروہ نے اس کے بھائیوں کی صلاح سے یہ ارادہ
کیا کہ حبشید شاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی حیدر خاں کو بادشاہ بنائیں
قطب شاہ اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس کے دونوں بھائی گھوڑوں
پر سوار ہو کر گولکنڈہ سے فراری ہوئے اور بیدر جا پہونچے حیدر خاں نے
اس درمیان میں وفات پائی اور ابراہیم نے بیجا نگر میں اپنا بیٹا حبشید شاہ کا

مرض ترقی کرنا گیا اور بادشاہ تپ دق کا شکار ہوا۔
۹۷۰ء ہجری میں جمشید قطب شاہ نے وفات پائی اور اس بادشاہ
نے سات سال چند ماہ حکومت کی۔

ابراہیم قطب شاہ | یہ بادشاہ شیعہ مذہب بیحد متعظم و ہوشیار تھا اس کے
علاوہ حد درجہ کا سخی اور مدبر بھی تھا لیکن ایسا تند مزاج اور

غصہ ورتھا کہ خفیف جرم پر بھی بندگان خدا کو عجیب عجیب طرح کی سزائیں دیتا تھا
اس بادشاہ کا حکم تھا کہ ظالموں کے پاؤں کے ناخن انکلیوں سے جدا کر کے
برتن میں رکھے اور بادشاہ کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ اسے اطمینان ہو
ابراہیم قطب شاہ بیحد تکلیف کے ساتھ کھانا کھاتا تھا اور اکثر خاصہ کے ملازم
شاہی حکم کے مطابق شریک دسترخوان ہوتے تھے۔ بادشاہ نے تلنگانہ کے ملک
کو جو چوروں اور لٹیروں سے بالکل معمور تھا ایسا صاف و آباد کیا کہ سوداگروں
اور مالداروں کا قافلہ بلا کسی خوف و خطر کے تنہا شبانہ زور سفر کرتا تھا اور چوروں
کے وغدغہ سے بالکل محفوظ و مطمئن رہتا تھا۔ اس بادشاہ کے عہد میں بیحد
قابل امر داخل دربار ہوئے اور خاندان قطب شاہی اس کے دم سے ٹھہر آفا
ہوا۔ ابراہیم قطب شاہ اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں اپنے بھائی کے خوف سے
بیجا نگر میں پناہ گزین ہوا اور امراج راجہ بیجا نگر نے اس کی بیحد خاطر و مدارات کی اور
ایک حبشی امیر عنبر خاں کی جاگیر ابراہیم قطب شاہ کو عنایت کی۔ اہل دکن کا قاعدہ
ہے کہ ایسے معاملات میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں عنبر بھی جنگ آزمائی پر مستعد
ہوا ایک روز ابراہیم قطب شاہ راجہ کے دربار کو جا رہا تھا عنبر نے سر راہ مقابلہ
کیا اور کہا کہ ہم تم دونوں جنگ حریفانہ کریں جو زندہ رہے وہ جاگیر کا مالک رہے
ابراہیم قطب شاہ نے اس سے کہا کہ بادشاہوں کو اپنے ملک پر اختیار ہے
جو حصہ زمین جس کو چاہیں عطا کریں ان معاملات میں جنگ و جدال سے کام لینا
فضول ہے عنبر خاں نا سمجھ تھا اس نے قطب شاہ کی فصاحت نہ سنی اور سخت
وسست الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ ابراہیم گھوڑے سے اترا اور دکن کی رسم کے
موافق شمشیر بازی میں مصروف ہوا۔ ابراہیم قطب نے ایک ہاتھ تلوار حریف کے شکم پر

لگایا جس سے دشمن ٹھنڈا ہو گیا عنبر خاں کے بھائی نے انتقام کا ارادہ کیا اور قطب شاہ سے یکم کی کرنے پر مستعد ہوا ایک آفاقی جو قطب شاہ کا ملازم اور فرزند جنگ میں مشاق تھا اس کے مقابلہ میں آیا اور دشمن کو قتل کر دیا قطب شاہ نے عنبر کے نشان فوج پر جس کو دکن میں بیرق نشان کہتے ہیں قبضہ کیا اور اپنے مکان روانہ ہوا۔ ابراہیم نے اپنے بھائی کی زندگی میں بیجا نگر میں قیام کیا جمشید قطب شاہ نے وفات پائی اور مصطفیٰ خاں اروستانی اور صلابت خاں ترک و دیگر اعیان دولت نے جمشید کے دو سالہ فرزند کو بادشاہ بنایا اہل دکن نے ہجوم کر کے خاندان قطب شاہی کو بے رونق کر دیا مصطفیٰ خاں و صلابت خاں نے باہم سم یہ طے کیا کہ ابراہیم قطب شاہ کو بیجا نگر سے طلب کر کے تخت حکومت پر بٹھائیں اہل دکن ان کے ارادہ سے آگاہ ہوئے اور اپنے استقلال کی کوشش کرنے لگے مصطفیٰ خاں و صلابت خاں اپنے ارادہ میں مستحکم تھے ان امیروں نے راج کو ایک عریضہ لکھ کر ابراہیم قطب شاہ کو اس سے طلب کیا اور راج نے ابراہیم کو گولکنڈہ روانہ کیا۔ ابراہیم قطب شاہ تلنگانہ کی سرحد میں داخل ہوا اور سب سے پیشتر مصطفیٰ خاں اروستانی گولکنڈہ سے روانہ ہو کر قطب شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو میر جملگی کا عہدہ عنایت کیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک ہندو سوداگر سے دو لاکھ ہون قرض لئے اور سامان سلطنت کی درستی میں مشغول ہوا۔ مصطفیٰ خاں کے میر جملہ ہونے کی خبر گولکنڈہ پہنچی اور تمام باشندہ اس خبر کو سن کر بے حد خوش اور ابراہیم قطب شاہ کی فرمانروائی کی طرف راغب ہوئے۔ صلابت خاں بھی دو یا تین ہزار سواروں کے ہمراہ جن میں اکثر سپاہی غریب تھے دن کے وقت شمشیر بازی کرتا ہوا گولکنڈہ سے سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کے ساتھ دیگر امراء نے بھی کم عمر بادشاہ کی رفاقت ترک کی اور ابراہیم قطب شاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس طرح چھ یا سات ہزار سواروں کا مجمع ہو گیا اور بادشاہ نے گولکنڈہ کا رخ کیا۔ ابراہیم قطب شاہ کے فوج میں پہنچا اور بقیہ اشخاص بھی جان و مال کی آمان لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بادشاہ نے نیک ساعت میں باپ کے تخت پر جلوس کیا اور

بھی خواہوں نے بادشاہ پر درم و دینار پنجاہ رکئے۔ قطب شاہ نے بھی اس روز بارہ ہزار طلائی ہونہیروں والی اسحقاق کو تقسیم کر کے ان کو شاہ کیا۔ قطب شاہ عنبر خاں کے کبود نشان کو اپنے لیے مبارک سمجھا اور اپنی فرمانروائی کا نشان خاصہ بنایا۔ بادشاہ نے اپنی بہن کا مصطفیٰ خاں کے ساتھ نکاح کر کے اسکو صاحب بنایا اور حسن نظام شاہ سے اتحاد کر کے یہ طے کیا کہ دونوں فرمانروا ہم اتفاق کر کے گلبرگہ اور اہنکر کے قلعوں پر قبضہ کر لیں جس میں سے قلعہ گلبرگہ پر قطب شاہ اور حصار اہنکرہ پر نظام شاہ قابض ہو۔

۹۶۵ ہجری میں ہردو فرمانروا علی عادل شاہ کی سلطنت میں داخل ہوئے اور گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب قلعہ قریب فتح کے ہو گیا تو قطب شاہ نظام شاہ کے رعب و داب سے خوف زدہ ہوا اور یہ امر خلاف مصلحت سمجھا کہ نظام شاہ کا اقتدار زیادہ ہو قطب شاہ نے خیمہ و خرگاہ اور تمام مال و اسباب میدان جنگ میں چھوڑا اور جیسا کہ وقایع نظام شاہیہ میں مرقوم ہے آدھی رات کو گو لکنڈہ روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ تنہا اس مہم کو سر نہ کر سکتا تھا وہ بھی مجبوراً احمد نگر واپس گیا۔ چند روز کے بعد راج عادل شاہ اور برید شاہ نے نظام پر حملہ کیا قطب شاہ نے بھی مصلحت اس میں دیکھی کہ زبردست جماعت کا ساتھ دے اور یہ بھی حملہ آوروں میں داخل ہو کر احمد نگر روانہ ہوا اور دیگر حکمرانوں کے ہمراہ قلعہ احمد نگر کے محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ یہ قلعہ بھی قریب تھا کہ سر ہو جائے۔ لیکن قطب شاہ نے پھر ستم ظریفی سے کام لیا اور جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے۔ خیمہ و اسباب میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر سے فراری ہوا۔ قطب شاہ جلد سے جلد گو لکنڈہ پہنچ گیا۔ اور اس کی اس حرکت نے راج عادل شاہ کے ارادوں میں خلل پیدا کیا۔ راج عادل شاہ احمد نگر سے واپس آئے اور قطب شاہ نے دوبارہ نظام شاہ سے رابطہ اتحاد کیا۔ قطب شاہ نے بی بی جمال دختر نظام شاہ سے عقد کرنے کی درخواست کی نظام شاہ نے یہ استدعا اس شرط پر قبول کی کہ قطب شاہ اس کے ہمراہ عادل شاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر قلعہ کلیان عادل شاہی قبضہ سے نکال لے قطب شاہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

۱۷۷۱ء ہجری میں حسن نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوا اور قطب شاہ نے گوکنڈہ سے کوچ کیا۔ قلعہ کلیان کے نزاع میں دونوں فرماؤ ایک دوسرے سے ملے اور پہلے بنی عقد منقذہ کر کے بیاہ کی رسوم ادا کی گئی اور اس کے بعد ہر دو حکمرانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ راجا و عادل شاہ و تغال خاں و امیر برید نے باہم اتفاق کر کے ان کا مقابلہ کیا اور جیسا کہ حسین نظام کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے قطب شاہ نے گوکنڈہ کی راہ لی اور حسین شاہ بے نیل مرام احمد نگر واپس آیا عادل شاہ اور راجا نے احمد نگر تک حسین نظام کا تعاقب کر کے نظام شاہی ملک کو دوبارہ تانت و تاراج کیا۔ عادل شاہیوں نے تقریباً چھ ماہ قصبہ او کی میں قیام کر کے تلنگانہ میں بھی رعایا کو بید نقصان پہنچایا لیکن آخر میں قطب شاہ کی حسن تدبیر سے صلح ہو گئی اور ہر فرماؤ اپنے ملک کو واپس گیا۔

۱۷۷۲ء ہجری میں ابراہیم قطب شاہ نے عادل شاہ و نظام شاہ کے ساتھ راجا سے معرکہ ادا کی اور کامیاب و بامراد واپس آیا۔ قطب شاہ گوکنڈہ پہنچا جہاں تھا کہ مصطفیٰ خاں اروستانی جو ہمیشہ بادشاہ سے خلیفہ رہتا تھا زیارت و طواف حرمین شریفین کا بہانہ کر کے راستہ ہی سے اس سے جدا ہو کر عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں نظام شاہ کی والدہ خنزہ ہمایوں کی حکومت سے ملک میں خلل پیدا ہوا عادل شاہی سپہ سالار سمسور خاں سرحد نظام شاہی پر وارد ہوا اور قلعہ دارور پر پہنچ کر اس نے متعدد پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کیا اور ملا حسن تبریزی کو خانماناں کا خطاب دیکر پیشوا مقرر کیا اور قلعہ دارور کی طرف اسے روانہ کیا۔ مرتضیٰ نظام نے نامہ و حاجب کے ذریعہ سے قطب شاہ سے بھی مدد طلب کی۔ قطب شاہ تلنگانہ کا لشکر ساتھ لے کر جلد سے جلد روانہ ہوا لیکن قطب شاہ کے ورود سے قبل ہی نظام شاہ نے قلعہ کو سر کر کے کشور خاں کو قتل کیا اور عادل شاہی سرحد میں داخل ہو گیا قطب شاہ نے عادل شاہی ملک میں نظام شاہ کے پہلو میں اپنے خیمے نصب کرائے۔ علی عادل نے جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے شاہ ابو الحسن ولد شاہ طاہر کو

نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور قطب شاہ کا وہ خط جو عادل شاہ کی ایک جہتی
 و اتحاد کے بارے میں آیا تھا نظام شاہ کو دکھلایا خانخانان نے اس نامہ کی تائید
 کی اور نظام شاہ خانخانان کے اغواؤں و نوشتہ سے قطب شاہ سے ناخوش ہو گیا
 اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ قطب شاہی بارگاہ کو تاج کریں قطب شاہ کو اس
 واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ تنہا گوکنڈہ روانہ ہو گیا نظام شاہیوں نے اس کی بارگاہ کو
 تاج کیا اور تلنگانہ کی سرحد تک اس کا تعاقب کرتے گئے اور تقریباً ڈیڑھ سو ہاتھی
 گرفتار کیئے ابراہیم قطب شاہ کے فرزند اکبر شاہزادہ عبدالقادر نے جو غوطہ اور بہادر تھا
 باپ کی خدمت میں عرض کیا کہ نظام شاہیوں نے بڑی جرات سے کام لیا ہے اور ہمارے
 لشکر کو بے نقصان پہنچایا ہے۔ اگر حکم ہو تو میں بعض امیروں کے ہمراہ کین گاہ میں
 روپوش ہو کر عقب سے ان پر حملہ آور ہوں قطب شاہ فرزند کو صاحب دعویٰ اور اس
 تحریک میں امرائے کبار کو شامل سمجھا قطب شاہ نے راہ میں فرزند کی بات کا جواب نہ
 دیا بادشاہ گول کنڈہ پہنچا اور عبدالقادر کو ایک قلعہ میں قید کر دیا چند روز کے
 بعد شاہزادہ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کیا۔ بادشاہ اس حادثہ کا اصل سبب
 ملا حسین خانخانان کو سمجھا تھا اس سے بید آزرہ ہوا اور حکم دیا کہ اس کے ملک میں
 ہر شخص عبارت لکھ رکھے کہ استاد نور جراح دندان کن تبریز کے ایک حملہ سالک کا ساکن
 ہے یہ شخص در بدر پھرانا اور ہر شخص کے چلتے ہوئے دانت کو اکھٹا اور دو پول اسکی
 اجرت لیتا ہے لیکن زمانہ کی خوبی سے اس کے فرزند حسین جراح کو ہمارے برادر بزرگ
 مرضی نظام شاہ سکندر رائے دارسلطو تدبیر کے خطاب سے یاد فرماتے ہیں۔

اسی دوران میں چنگیز خاں جو مدبر و عقلمند امیر تھا نظام شاہ کا پیشوا مقرر ہوا اور
 اُس نے ارادہ کیا قطب شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات کر کے ارادہ کیا کہ
 عادل شاہ کی مدد سے تنغال خاں کی اعانت کرے چنگیز خاں اس ارادہ سے
 واقف ہوا اور جس وقت قطب شاہ و عادل شاہ اپنے اپنے مقام سے روانہ
 ہوئے چنگیز خاں نے نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور عادل شاہی ملک میں پہنچ کر
 بادشاہ کو پیغام دیا کہ نظام شاہ کی دوستی پر قطب شاہ و تنغال خاں کے اتحاد کو ترجیح دینا
 مجھے معنی ہے عادل شاہ نے شاہ ابوالحسن کے مشورہ کے مطابق اپنے قطب شاہ کے نظام شاہ

سے ملاقات کی۔ اس جلسہ میں یہ طے پایا کہ نظام شاہ برار اور بیدر کو فتح کر کے اور عادل شاہ کو فاطمہ کے اس حصہ زمین پر جسکا محصول برار و بیدر کے مساوی ہو قبضہ کرے اور قطب شاہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس جانب سے اسے کچھ سروکار نہ ہو۔ قطب شاہ نے ایک لشکر نکال خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا نظام نے براہ کو فتح کر لیا اور بیدر کے محاصرہ میں مشغول ہوا قطب شاہ کو اپنے زوال کا اندیشہ ہوا اور اپنے میر جملہ میرزا اصفہانی کو بطور صاحب نظام شاہ کے حضور میں روانہ کیا اور اس قدر کوشش کی کہ پرتگیزی خاں وکیل سلطنت کا قدم درمیان سے اٹھ گیا۔ ۱۵۹۷ء ہجری میں علی عادل بھی قتل کیا گیا اور مرتضیٰ نظام شاہ نے اس کے بعض شہروں پر قبضہ کر کے کا اردو کیا قطب شاہ نے مجبوراً اپنے چند امیر بھی نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ ہنوز یہ معاملہ طے نہ ہوا تھا کہ ۱۵۹۷ء ہجری میں ابراہیم قطب شاہ نے بھی وفات پائی اس بادشاہ نے بیس سال چند ماہ حکومت کی۔

محمد قلی قطب شاہ | ابراہیم قطب شاہ کی وفات کے بعد اس کے تین فرزند بر قید حیات تھے یعنی محمد قلی۔ خدا بندہ اور سلیمان قلی۔ ان میں سے

فرزندوں میں محمد قلی قطب شاہ اولاد اکبر ہونے کی وجہ سے باپ کا جانشین ہوا (محمد قلی نے نیک ساعت میں بارہ برس کے سن میں تخت حکومت پر جلوس کیا اور شاہ میرزا اصفہانی کی دختر سے جو خاندان طباطبائی کا مستند سید تھا نکاح کیا۔ میرزا اصفہانی عرصہ تک ابراہیم قطب شاہ کی میر جملگی کا کام انجام دے چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے میرزا اصفہانی کی نصیحت اور مشورہ سے نظام شاہی خاندان کے ساتھ اتحاد پیدا کیا اور مرشد احمد نگر سید مرتضیٰ سبزواری کی مدد کے لیے عادل شاہی ملک کو روانہ ہوا اور قلعہ شولا پور شاہ ورک کے قلعوں کو فتح کر کے نظام شاہی امیروں کے سپرد کیا۔ اور اسکے بعد نظام شاہ کے لشکر کی مدد سے آگے بڑھا تاکہ گلبرگہ اور اہتک کے حصاروں پر خود قبضہ کرے۔ بادشاہ نے سفر کی منزل میں طے کیں اور سید مرتضیٰ سے جا ملا۔ بیجا پور میں امرا کی شامت اعمال سے غارتگی ہو رہی تھی قطب شاہ نے نظام شاہی امیروں کے ہمراہ شاہ ورک کا محاصرہ کر لیا۔

اس حصار کے تھاء دار محمد آقا ترکمان نے دشمن کی مدافعت کی اور بیچہ شجاعت و مردانگی سے کام لیا اور قطب شاہیوں اور نظام شاہیوں کی ایک کثیر تعداد کو توپ و تفنگ سے ہلاک کیا۔ حریف اپنے ارادے پر پیشان ہوئے اور انھوں نے مجلس مشورہ منعقد کی جس میں یہ قرار پایا کہ بجائے شاہ درگ میں زحمت اٹھانے کے مناسب یہ ہے کہ ہم بیجا پور کا رخ کریں اور تھنگاہ پر قابض ہو جائیں۔ اس قرار داد کے مطابق قطب شاہی و نظام شاہی فوج بیجا پور پہنچی اور تھنگاہ کا محاصرہ کر لیا اس لشکر نے شہر سر کرنے میں پوری کوشش کی لیکن کچھ کارباری نہ ہوئی اور قطب شاہ طول محاصرہ سے پریشان خاطر ہو گیا۔ جو امیر کے موقع کے منتظر تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ زمانہ قدیم سے دکن کے فرمانرواوں کا یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب کبھی کوئی بادشاہ کسی غنیم پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس ہم میں اسے امداد کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسرا فرمانروا خود سفر کی زحمتیں گھارا کرتا ہے چنانچہ نظام شاہی قطب شاہی و عادل شاہی حکمراں ہمیشہ اس دستور العمل پر کار بند رہے بادشاہ کے وقار و ممکنات کے یہ امر بالکل خلاف تھا کہ شاہ میرزا کی نصیحت پر عمل کر کے محض نظام شاہی امیروں کی امداد کے لیے سفر اختیار کرتے۔ امیر کی اس تقریر نے قطب شاہ پر پورا اثر کیا اور اس نے گو لکنڈہ واپس جانے کا مصمم ارادہ کر لیا سید مرتضیٰ اس ارادے سے مطلع ہو گیا اور اس نے خود تحریک کی ابتدا کی اور قطب شاہ سے عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے ملک کو واپس جائیں۔ میں عادل شاہی سرحدی پر گناہت کو نظام شاہی ملک میں داخل کروں اور حضور حسنا باد گلبرگہ پر اپنا قبضہ کریں۔ قطب شاہ کی عین تمنہا ہی تھی بادشاہ نے سید مرتضیٰ کے ہمراہ بیجا پور کے نواح سے کوچ کیا اور حسنا باد کے قریب پہونچکر سید امیر رسل استر آبادی کو جو مصطفیٰ خا کے خطاب سے مشہور تھا سر لشکر مقرر کیا اور سات ہزار سواروں اور بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ اسے تسخیر کلبرگہ کے لیے اس مقام پر چھوڑا اور خود اپنے مخصوص درباریوں کے ہمراہ جلد سے جلد گو لکنڈہ پہونچ گیا۔ قطب شاہ نے شاہ میرزا کو قید کر کے نظر بند کر دیا لیکن چند روز کے بعد اس کا قصور معاف کیا اور حکم دیا کہ

شاہ میرزا خاں ضروری اسباب کے ہمراہ کشتی میں سوار کرا کے اصفہان روانہ کر دیا جائے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن شاہ میرزانے اصفہان پہنچنے سے قبل راستہ میں وفات پائی (مصطفیٰ خاں نے حوالی حسنا باد میں قیام کر کے اس فوج کے اکثر ہرگنوں پر قبضہ کیا یہ خبر بجا پور پہنچی اور دلاور خاں حبشی ایک جرار لشکر ساتھ لیکر اس کے مقابلہ کے لئے آیا فریقین میں خونریز جنگ ہوئی اور مصطفیٰ خاں پریشان حال معرکہ جنگ سے بھاگا اور بڑی مشقت کے بعد تلنگانہ پہنچا۔ تقریباً ایک سو تیس ہاتھی اور بے شمار مال غنیمت عادل شامیوں کے ہاتھ آیا اس معرکہ کے بعد سے ابھی تاریخ تک جو اٹھائیس سال کا زمانہ ہے عادل شامی و قطب شامی خاندانوں میں رنجش دور ہو گئی اور اخلاص و محبت کے مراسم جاری ہیں۔

۹۵۰ھ ہجری میں خواجہ علی شیرازی المخاطب بہ ملک التجار بجا پور کے امرا کے ایک گروہ کے ہمراہ گولکنڈہ آیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کا قطب شاہ کی حقیقی بہن کے ساتھ پیغام دیا قطب شاہ نے منظور کیا اور جشن شادی منعقد کر کے نیک ساعت میں شاہزادی کا ڈول بجا پور روانہ کر دیا۔ محمد علی قطب شاہ اپنی حکومت کے اوایل زمانہ میں ایک بازاری عورت مسماۃ بھاگ متی پر عاشق ہوا اور ہزار سوار اس کے مکان پر ملازم کر دیئے تاکہ امرا کی طرح دربار میں آمد و رفت کرے۔ اتفاق سے اس زمانہ میں گولکنڈہ کی آب و ہوا سے لوگوں کو نفرت ہو گئی بادشاہ نے تختگاہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک نیا شہر جو اپنے ہر چہار سمت کے اعتبار سے ہندوستان میں بے نظیر ہے بسایا اور اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیکر شہر کو بھاگ نگر کے نام سے موسوم کیا لیکن آخر میں بادشاہ اس نام سے شرمندہ ہوا اور بلدہ تھمد آباد نام رکھا لیکن عام طور پر یہ شہر بھاگ نگر ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے اس شہر کا دور پانچ کوس کا ہے اور اس کے بازار دیگر بلاد ہندوستان کے خلاف بچد صاف و معور ہیں اس شہر کی آب و ہوا اچھی ہے اور مسافر و اہل شہر سب کے مزاج کے موافق ہے۔ بلدہ کے اکثر بازار ہندی کے کنارہ آباد ہیں بازاروں کے دونوں طرف ہندی

اور اس ندی کے کنارے کنارے دورویہ سایہ دار درخت ہیں۔ شہر کے بازار چونہ اور پتھر سے بنجئے گئے ہیں بادشاہی محل اپنی ساخت کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔

اہل ہند کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ تین ملکیتیں ایک دوسرے کے محافظ ہیں واقع ہیں جو باعتبار خواص و آب و ہوا ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہیں ان ملکات کے نام تلنگ و دنگ و بنگ ہیں۔ تلنگا نہ کا ملک یہی حصہ ہے جو جنوبی ہندوستان میں واقع اور قطب شاہیوں کے زیر حکم ہے۔ بنگ سے مراد ملک بنگال ہے۔ اور دنگ اس حصہ ملک کو کہتے ہیں جو ان دونوں ملکوں کے درمیان واقع ہے اس حصہ ملک کو آج تک کوئی مسلمان فرمانروا سر نہیں کر سکا اب یہ بادشاہ اس مملکت کو فتح کرنا چاہتا ہے اور بیشتر ممالک پر اپنا قبضہ کر چکا ہے۔ اس ملک کا حاکم پایا بلند اپنے ملک کے دور دراز حصہ میں پناہ گزین ہو گیا ہے۔

کائناتہ ہجری میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کی نظیر خاندان قطب شاہی میں نہیں ملتی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شہر سے باہر ایک بلند مقام پر جس کو نہات گھاٹ کہتے ہیں شاہی عمارت ہے جب بھی بادشاہ اس قصر میں تشریف لاتا ہے تو قصر کا دروازہ کھلتا ہے در نہ قفل پڑا ہوتا ہے اتفاق سے غریب سودا گروں کا ایک قافلہ چاندنی رات میں ادھر سے گزرا اور مردوں اور عورتوں کا ایک گروہ اس خیال سے کہ قصر میں بیٹھ کر آرام سے بادہ نوشی کریں مکان میں آیا اور قفل توڑ کر ان لوگوں نے مجلس نشاۃ گرم کی۔ شاہی محافظوں اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور انھوں نے نرمی سے ان کو منع کیا قافلہ نے پاسانوں کی بات نہ سنی اور قصر شاہی میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کر لئے آخر کار طرفین نے سختی اور شدت سے کام لیا۔ صبح کو چوکیدار شہر میں آئے اور انھوں نے کچھ اس طرح بادشاہ سے شکایت کی کہ محمد قلی قطب شاہ کو بید غصہ آیا بادشاہ نے حکم دیا کہ حرم فوراً قتل کئے جائیں۔ اہل دکن کو بہانہ ہاتھ آگیا اور انھوں نے احمد نگر کی طرح یہاں بھی تلواریں نیام سے نکالیں اور عام طور پر غریبوں کو قتل اور ان کا مال و اسباب تاراج کرنے لگے قطب شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے کوتوال شہر سے

سخت باز پرس کر کے اپنے مقرب درباریوں کو روانہ کیا جنہوں نے اہل دکن کے فتنہ کو فرو کیا کہتے ہیں کہ نیم ساعت میں تقریباً سو غریب بیگناہ تہ تیغ کر دیئے گئے اور ان کا مکان تاراج کیا گیا۔ بھاگ نگر میں عجیب ہنگامہ برپا تھا اور غریبوں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کے قہر و غضب کا سبب کیا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ میں چند باتیں ایسی جمع تھیں جو بہت کم بادشاہوں کو نصیب ہوئی ہونگی اول یہ کہ اس بادشاہ نے اپنے بھائیوں کو سید عزیز رکھا اور ان کو اپنا مصاحب و ہم نشین بنا کر بے خوف و خطر ان سے ملتا اور باتیں کرتا تھا بادشاہ کے بھائی بھی محمد قلی کی یہ عنایت دیکھ کر بید اخلاص و محبت سے پیش آتے تھے تیس سال کے عہد حکومت میں بادشاہ کبھی اپنے بھائیوں سے ناراض نہیں ہوا یہ امر خدا کا ایک ایسا عطیہ ہے جو ہر فرمانروا کو نصیب نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ میر محمد یمن استر آبادی جن کے اسلاف شاہان ایران کے دربار میں ہمیشہ معزز و کرم رہے اور جو خود ہی شاہ طہاسب کے عہد میں میرزا حیدر کے نام سے موسوم تھے پچیس سال اس بادشاہ کے عہد میں وکیل سلطنت رہے۔ سید موصوف بڑا جید عالم اور دینی و دنیاوی اعزاز کا مجموعہ تھے۔ سید صاحب خوشگلو شاعر بھی تھے جن کے اشعار معروف و مشہور ہیں بادشاہ ان سے بید عقیدت کے ساتھ پیش آتا ہے اور سلطنت کے تمام اہم معاملات کو سید موصوف کے سپرد کر کے خود اپنے بھائیوں اور ندیموں کے ساتھ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اس بادشاہ عالی جاہ کو اہل بیت کی محبت کا پورا صلہ مل گیا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ جس زمانہ سے کہ ہندوستان میں اسلام رائج ہوا ہند کے کس فرمانروا کو شاہان ایران سے قرابت کی عزت نہیں حاصل ہوئی لیکن اس زمانہ میں شاہ عباس والی ایران نے اپنے ایک فرزند کی زوجیت کے لیے قطب شاہ کی دختر کی خواستگاری کی ہے محمد قلی اس نسبت کو سعادت دارین خیال کر کے سامان عقد میں معروف ہے تاکہ شہزادی کو شاہانہ روش کے مطابق ایران روانہ کر سکے۔

پانچواں وضعہ عماد الملک کے حالات میں جس نے برار میں حکومت کی

سلاطین و کن کے حالات کی تفتیش کرنے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فتح اللہ عماد الملک بیجا گئے کسی غیر مسلم کا فرزند ہے یہ شخص بچپن میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر سیر سالار ملک برار خاں جہاں کے غلاموں کے گروہ میں داخل ہو گیا۔ شباب کے زمانہ میں آثار قابلیت اس کے چہرہ سے نمایاں تھے جسکی

وجہ سے خان جہاں کے مقرب درباریوں میں شامل ہوا۔ خان جہاں کی وفات کے بعد سلاطین بھینہ کے گروہ غلاموں میں اپنا نام درج کرایا اور سلطان محمد شاہ بھرنج کے عہد حکومت میں خواجہ کاوان کی مہربانی و نوازش سے عماد الملک کا خطاب حاصل کر کے لشکر برادر مقرر ہوا۔ عماد الملک نے ۹۲۲ھ میں خود مختاری حاصل کر کے خطبہ و سکے اپنے نام کا جاری کیا۔ اس کی وفات کے بعد عماد الملک کا بڑا فرزند علاء الدین اس کا قائم مقام ہو کر فرمانروائے برادر کہلایا۔

علاء الدین عماد الملک یہ شخص بھی مثل اسمعیل عادل اور برہاں نظام کے اس سلسلہ میں پہلا فرمانروا ہے جس نے شاہ کا خطاب اپنے لئے اختیار کیا۔ اور قلعہ کاویل کو اپنا دار الخلافت بنایا۔ سلطان محمود بہمن امیر

کی حکومت کا بیان

برید کے موکل کی قید سے بھاگ کر اس کے پاس پناہ گزین ہوا اور علاء الدین بادشاہ کے ہزارہ محمد آباد پر حملہ آور ہوا تاکہ امیر برید کو تباہ کر کے وارث سلطنت کو تخت حکومت پر بٹھاسے۔ نظام شاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ امیر برید کا ساتھ دے اور جیسا کہ قبل مذکور ہوا سلطان محمود عین معرکہ جنگ میں امیر برید سے جا ملا اور عماد الملک نے ٹیل مرام کاویل واپس آیا۔

۹۲۳ھ میں امیر برید نے قلعہ ماہور پر لشکر کشی کی اور خداوند خاں سمبٹی کو قتل کر کے قلعہ پر قابض ہو گیا عماد الملک نے خداوند خاں کے بیٹوں کی حمایت پر کمر باندھی اور خیل و شتم کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ امیر برید نے مصلحت وقت کا لحاظ کیا اور دونوں قلعے خداوند خاں کے بیٹوں کو واپس دیکر انھیں عماد الملک کا طبع بنایا۔ عماد الملک نے رفتہ رفتہ ان قلعوں پر قبضہ کر کے اپنے مستند امیروں کے سپرد کیا۔ جبشہی کے فرزند برہاں شاہ کے پاس گئے اور طلب داد رسی کی اس وجہ سے برہاں

اور عماد الملک کی دوستی دشمنی سے بدل گئی اور دونوں فریق کے درمیان خون ریز معرکہ آرائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں عماد الملک کو ہر دفعہ شکست ہوئی اور فراری ہو کر اس نے قلعہ کاویل میں پناہ لی۔ اس درمیان میں عماد الملک نے اسمعیل عادل کی خواہش سے عقد کیا چونکہ اس زمانہ میں عادل شاہ راجہ بیجا نگر کے محاربات میں مشغول تھا عماد الملک نے حصار ماہور اور راکر پر قبضہ کر لیا۔

سن ۱۱۹۵ء میں عماد الملک نے میراں محمد شاہ حاکم برہانپور کے ہمراہ نظام سے اپنا انتقام لینے کا ارادہ کیا اور جنگ و جدال کی طرف توجہ کی۔ ایک شدید معرکہ کے بعد نظام شاہ کو پھرتی ہوئی اور برہان نظام دونوں فرماؤں کے اسب و فیل و توپخانہ پر قابض ہو گیا۔ عماد الملک اور حاکم برہانپور دونوں فراری ہوئے۔ عادل شاہ رائے بیجا نگر کے فتنوں میں گرفتار تھا۔ اس لیے یہ اشخیص سلطان بہادر گجراتی کے دامن میں پناہ گزین ہوئے سلطان بہادر اس فکر میں تھا کہ دکن کو فتح کرے وہ موقع پا کر ایک عظیم الشان فوج کے ہمراہ برہانپور کے راستہ سے برار آیا۔ اور عماد شاہ سلطان بہادر کے تیور دیکھ کر اپنے ارادہ سے شرمندہ ہوا لیکن چونکہ چارہ کار نہ تھا اسکی اطاعت کی اور برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھ کر جاری کیا۔ عماد الملک نے حاکم برہانپور کی مدد سے جو کارروائی اس موقع پر کی وہ اپنی جگہ مذکور ہو چکی ہے۔ عماد شاہ نے دولت آباد سے برار کی راہ لی اور سلطان بہادر اپنے ملک کو واپس آیا۔ علاء الدین عماد شاہ نے بھی باپ کی طرح سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اسکا فرزند اکبر دریا عماد الملک بادشاہ ہوا۔

دریا عماد شاہ کی حکومت کا بیان

دولت شاہ کو حسین نظام شاہ کے عقد میں دیکر حکام دکن کے ساتھ دوستی اور محبت کا طریقہ اختیار کیا اس فرمانروا نے بلا کسی دغدغہ اور تکلیف کے حکومت کی اور آخر کار اس جہان سے سفر کیا۔ اس کی وفات کے بعد دریا عماد اکسین فرزند صاحب چتر و حکومت ہو کر فرمانروا کہلایا۔

برہان عماد شاہ ابن انصاری خاں دکنی جو فائدہ مند ہمہنی کا نظام تھا برہان عماد پر غالب دریا عماد شاہ کی حکومت آیا اور ابراہیم قطب شاہ اور برہانپور کے حکام

فاروقیہ کی امداد سے اس نے پوری طاقت شوکت حاصل کر کے برہان عماد کو طبع پر تالہ میں نظر بند کیا اور ملک میں غلبہ اور سکد اپنے نام کا جاری کیا۔ تغال خاں بہادر اور صاحب بخش حاکم تھا۔

عماد الملک تغال خاں تغال خاں برہان عماد کا قدم در میان سے اٹھا کر صاحب استقلال ہوا۔ اس نے مخالفت کو اس حد تک پہنچایا کہ مرتضیٰ نظام برار کے فتح کرنے کے لیے اس کے ملک میں داخل ہوا۔ تغال خاں لاچار ہو کر علی عادل شاہ سے طالب امداد اور مقصد میں کامیاب ہوا۔ نظام شاہ اس واقعہ سے خبردار ہوا۔ اور اپنی والدہ خونزہ بیگم کی رائے کے موافق عماد شاہ کے ہمراہ برار سے واپس آیا لیکن

کاغلبہ اور دولت
عماد شاہی کا نظام
شاہی خاندان میں
مقتل ہونا۔

سنہ ۹۸۰ کے آخر میں نظام شاہ نے برار کو فتح کرنے کا پھر ارادہ کیا اور عماد شاہ کی آزادی کو بہانہ بنا کر تغال خاں پر حملہ آور ہوا۔ تغال خاں نے پریشان ہو کر ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی اور قلعہ گانہ کی فوج سے قوی دل ہو کر نظام شاہی لشکر کے سرگروہ چنگیز خاں کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ تغال خاں نے حریف سے شکست کھائی اور ایک مدت دراز تک جنگوں میں آوارہ پھرنے کے بعد آخر خود قلعہ پر تالہ میں اور اس کا فرزند شمشیر الملک قلعہ کاویل میں پناہ گزین ہوا۔ نظام شاہ نے حصار پر تالہ کا جو پہاڑ پر واقع اور جبکی تنویر و چغنیق خاکریز سے محال ہے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور نظام شاہ نے واپسی کا ارادہ کیا نظام شاہی سیر مل چنگیز خاں نے بادشاہ کو اس ارادہ سے روکا اور اپنی حسن تدبیر اور رمپیہ اور اشرفی کی پوچھ کر اکثر اہل قلعہ کو جو حصار کی محافظت پر مقرر تھے اپنا رازدار بنایا۔ اہل قلعہ محاصرہ کی تکلیفوں سے بچد تنگ آ چکے تھے۔ راتوں کو اپنے کو برج و بارہ سے بذریعہ کمند نیچے گرانے اور چنگیز خاں کے پاس جمع ہونے لگے یہ اشخاص اس طرح بڑے منصوبہ اور عمدہ جاگیروں کے مالک ہو گئے جو لوگ قلعہ میں مقیم تھے انھوں نے اپنے ہمارے حال سن کر ہر ممکن طریقہ سے اپنے کو قلعہ سے باہر نکالا اور چنگیز خاں کے وسیلہ سے نظام شاہی سرکار سے عہدے اور مناصب پا کر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے لگے۔ قلعہ کے اندر باہر توپ انداز اور آتشبازوں میں بارہ آدمیوں سے زیادہ

نہرے نظام شاہی فوج بموقع پایا اور قلعہ کی دیوار کے سامنے مورچل کو بھیج کر بڑی توپوں سے دیوار میں تھوڑا رخسہ پیدا کر دیا چونکہ بخیر کار سپاہی قلعہ میں نہ تھے جنگیز خاں کے خاصہ کے اٹھائیس سپاہی اور ایک نفری قلعہ کے نیچے گئے اور زینہ اٹھا کر قلعہ کے برج پر چڑھ گئے اور نفری سرکیج جو جنگیز خاں کا مخصوص باجہ تھا بجایا تغال خاں سمجھا کہ جنگیز خاں خود قلعہ میں داخل ہو گیا اور پریشان و بدحواس ہو کر قلعہ کے عقب کا دروازہ کھول کر اپنے ایک مخصوص گروہ کے ساتھ ۹۸۲ھ میں کوہ و جنگل کی راہ لی۔ مرتضیٰ نظام قلعہ میں داخل ہوا اور خزانہ اور عمدہ پیش قیمت مال و اسباب پر اس نے قبضہ کر لیا اور بقیہ سامان کو شاہی حکم سے لشکر سے تاراج کیا۔ سید حسن استر آبادی تغال خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا اور تیسرے روز اسے گرفتار کر کے فتح پور سے نظام شاہ کے پاس لے آیا اس دوران میں کاویل کا قلعہ بھی امان دینے کے بعد فتح ہوا اور تغال خاں کا شمشیر الملک بھی گرفتار ہوا نظام شاہ نے تغال خاں شمشیر الملک اور برہان الملک کو مع اسکی اولاد کے جو اس قلعہ میں قید تھے اپنی مملکت کے ایک حصار میں روانہ کرایا ان حمام قیدیوں نے ایک ہی شب کو دنیا سے رحلت کی۔

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ حصار کے محافظوں نے نظام شاہ کے حکم کے موافق قیدیوں کا گلا گھونٹ دیا اور بعضوں کی رائے ہے کہ پاسبان ان قیدیوں کو رات کے وقت ایک تنگ کوٹھڑی میں بند کر کے دروازہ کو متغفل کر دیتے تھے تاکہ یہ لوگ پریشان ہو کر محافظوں کو روپیہ دیکر اپنا ہی خواہ بنالیں قیدی نان شبینہ کو محتاج تھے اور پاسبانوں کی خواہش کے مطابق عمل نہ کر سکتے تھے پاسبان ان پر سختی کا روز بروز اماندہ کرنے لگے چونکہ ہوا میں گرمی زیادہ تھی ایک رات چھوٹے اور بڑے تمام قیدی جو چالیس تھے حجرہ میں بند کر دیے گئے گرمی اور ہوا کی قلت کی وجہ سے ان کا دم گھٹ گیا اور سب کے سب نذر اہل ہوئے صبح کو پاسبانوں نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور قیدیوں کو مردہ پایا۔ غرض کہ اس سال عباد شاہی اور تغال خانی حکومتوں کا خاتمہ ہوا اور دونوں خاندان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہا۔

ایلیخ ہند کی تالیف کے وقت تک اس خاندان کے سات
فرزند ایکے بعد دیگرے حکمرانی کر چکے ہیں اور بیدریں ان
کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو چکا ہے انھیں باقی خاندان جو
بلدہ بیدر کا حکمران تھا قاسم برید کے نام سے مشہور ہے۔

قاسم برید کی حکومت
کا بیان

صاحب بہت بہادر تھا خوشحالی کے علاوہ اکثر ساز بھی بجاتا تھا۔ اس بادشاہ کے عہد
میں گروہ امراء میں شامل ہوا اور ولایت پائیں اور جالند کے درمیانی حصہ ملک کی
آبادی کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے مامور ہوا۔ یہ باغی قوم کے مرہٹہ اور بڑے سرکش
تھے۔ اس ہم میں قاسم کو فتح ہوئی جس نے اسکی شہرت اور نام و نمود کو دہلا کر
دیا مرہٹوں کا سردار سا باجی اس معرکہ میں کام آیا اور قاسم برید نے اس کی دستر کا
نکاح اپنے فرزند امیر برید کے ساتھ کر دیا۔ قاسم برید کو بادشاہ نے سا باجی کے
تمام مقبوضات کا جاگیر دار بنایا اور اسکی بیٹی کے تمام عزیز و اقارب جو تقریباً
چار سو تھے قاسم برید کے ملازم ہوئے جن میں سے اکثر رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے قاسم برید نے
اس گروہ کی اعانت سے سلطان محمود بہمنی کے عہد میں پورا استقلال حاصل کر لیا
اور دوسرے امیروں کی طرح قاسم برید کو بھی خود مختاری کی ہوس پیدا ہوئی آخر کار
عادل شاہ نظام شاہ اور عماد شاہ کی رائے کے موافق قاسم برید نے اوسہ قندھار
اور اودگیر کے قلعوں میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور اصل دارالسلطنت
محمود شاہ بہمنی کے لیے چھوڑ دیا۔ قاسم برید نے بارہ برس حکمرانی کی اور سلطان محمود
کی حیات میں فوت ہوا۔ قاسم برید نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر
امیر برید باپ کا قائم مقام ہوا۔

امیر علی برید کی
حکومت کا ذکر

امیر علی برید اپنے باپ کا جانشین اس کا قائم مقام ہوا اس کے
عہد میں سلطان محمود نے وفات پائی اور سلطان کلیم اللہ
خاندان بہمنی کا آخری فرزند احمد نگر میں پناہ گزین ہوا۔

امیر برید کے عہد میں بیدر پراسمعیل عادل نے قبضہ کر لیا لیکن آخر میں یہ شہر سپہ سالار کے زیر حکومت آگیا۔ جس زمانہ میں کہ سلطان بہادر عماد الملک اور محمد شاہ حاکم برہان پور کی استدعا کے موافق مملکت دکن میں داخل ہوا امیر برید اسمعیل عادل کے حکم سے اپنی جمعیت کے ساتھ بیجاپور وارد ہوا عادل شاہ نے چار ہزار سوار مہاجوش جو تمام تر غریب تھے امیر برید کے ماتحت کئے اور برید کو نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا امیر برید نے اس معرکہ میں جیسا کہ اپنی جگہ شرح و بسط سے مذکور ہے رستم اور اسمندر کے کارناموں کو زندہ کیا۔ اور اس کے بعد عرصہ تک مسند حکومت پر متمکن رہا۔ آخر عہد میں ایک مرتبہ برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے احمد نگر گیا اور حوالی دولت آباد میں فوت ہوا۔

امیر برید کا بھائی اسکا جنازہ احمد آباد بیدریں لایا اور قاسم برید کے مقبرہ میں دفن کیا۔ امیر برید نے چالیس سال حکمرانی کی اور یہی کی چٹکایت کہیں یہ عہد مشہور ہے کہ ایام سرما میں ایک رات باغ کتنا نہ میں سے خوار میں مشغول تھا۔ کہ چراگاہ میں گیدڑوں کا ایک گروہ آیا اور اپنی فطرت کے مطابق شور و غوغا کرنے لگا امیر برید نے پوچھا کہ یہ گیدڑ کیوں شور مچاتے ہیں ایک درباری نے عرض کیا کہ جاڑے کی شدت کی بادشاہ سے فریاد کرتے ہیں۔ صبح کو امیر برید نے حکم دیا کہ چار ہزار لحاف تیار کر کے باغ اور جنگل میں ڈال دیے جائیں تاکہ گیدڑ رات کو ان کے نیچے آرام کریں اور سرما کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔

علی برید شاہ کی شخصیت
یہ شخص خاندان برید شاہیہ کا پہلا فرمانروا ہے جس نے اپنے لئے بادشاہ کا خطاب اختیار کیا۔ شاہ طاہر اس کی تہنیت حکومت کا تذکرہ جلوس میں احمد آباد بیدر گئے اور برید شاہ کی بدسلوکی سے بیدملول واپس ہوئے۔

برہان شاہ اس واقعہ سے برید شاہ سے رنجیدہ ہوا اور اس پر حملہ کر دیا برید شاہ نے کمال پریشانی میں قلعہ کلیان ابراہیم عادل شاہ کے سپرد کر کے اسے مدد کے لئے طلب کیا لیکن اس کا ردوائی سے کامیابی نہ ہوئی اور نظام شاہ نے اس یورش میں اسے اود گیر اور قندھار پر اپنا قبضہ کر لیا اور برید شاہ کے پاس

صرف اس قدر ملک باقی رہا کہ اس کا سالانہ محصول چار لاکھ طلائی ہون کے برابر تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی التماس کے موافق اپنے عہد میں پھر اس طرف توجہ کی اور ۹۸۹ھ میں بیدر پر حملہ آور ہو کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر سختیاں کرنے لگا۔ برید شاہ نے عادل شاہ سے مدد طلب کی علی عادل نے جواب دیا کہ فلاں نام کے دو خواجہ سرا جو تمہاری سرکار میں ہیں انھیں میرے پاس روانہ کرو تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ برید شاہ نے چارہ کار نہ دیکھا اور عادل شاہ کی شرط قبول کی علی عادل نے ایک ہزار سوار برید شاہ کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ مرتضیٰ نظام نے یہ خبر سنی اور چونکہ برہان پور کا فتنہ بھی احمد نگر میں برپا ہوا نظام شاہ نے میرزا یادگار کو تلنگانہ کے محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر روانہ ہو گیا۔

۹۸۹ھ میں برید شاہ نے اپنا وعدہ وفا کیا اور دونوں خواجہ سراؤں کو علی عادل کے پاس روانہ کر دیا۔ ان خواجہ سراؤں نے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کو مد نظر رکھ کر علی عادل کو قتل کیا۔

برید شاہ نے بھی اسی زمانہ میں ۵۴ سال حکومت کرنے کے بعد رحلت کی اور اس کا فرزند اکبر ابراہیم برید باپ کا قائم مقام ہوا۔ ابراہیم نے سات سال حکومت کی اور اسکی وفات کے بعد قاسم برید حکمران ہوا قاسم نے تین سال حکومت کرنے کے بعد دنیا کو خیر باد کہا اور اسکا چار سالہ فرزند باپ کا جانشین ہوا۔ اسی دوران میں امیر برید نام ایک شخص نے جو فرما نروا کا ہم خانہ ان تھا حاکم پر خروج کر کے بادشاہ کو ۱۰ سالہ میں شہر بدر کر دیا فرما نروا نے محمد قلی قطب شاہ کے پائے تخت بھاگ نگر میں پناہ لی تالیف کتاب کے وقت تک جو ۱۰ سالہ رہا زمانہ ہے یہی شخص بیدر کا فرما نروا ہے۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ عماد شاہی اور برید شاہی فرما نرواؤں کے حالات کسی معتبر کتاب میں مرقوم نہیں ہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں لکھا ہے وہ محض سماعت پر مبنی ہے پرانہ سال بزرگوں سے جو ان سلاطین کے ہم عصر یا ان کے قریب العہد تھے جو واقعات معلوم کیے انہیں درج کتاب کر دیا۔ اگر ناظرین کو ان فرما نرواؤں کے سال جلوس روز وفات کے میں معلوم ہو

اور واقعات کا دوسری نوعیت پر انکشاف ہو تو ان خاندانوں کے معذرتہ واقعات کی اصلاح فرما کر مولف کتاب کو اسکی حیات اور حیات دونوں زمانوں میں اپنے کرم و مہربانی سے ممنون فرمائیں۔

چوتھا مقالہ **اسلامین** تاریخ مبارک شاہی وغیرہ کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی نے فرحت الملک جس کو گجرات کے بیان میں

مذکور بھی کہتے ہیں گجرات کا سپہ سالار مقرر کر کے اس ملک کا صاحب اختیار حاکم بنایا۔ سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند سلطان محمد شاہ نے بھی اس تقریر کو بحال رکھا۔ فرحت الملک چونکہ مخالفت کا ارادہ رکھتا تھا اس نوح کے غیر مسلموں اور زمینداروں سے عمدہ سلوک کرتا اور ان کے خوش کرنے کے لئے مخالف اسلام رسوم کو رواج دیتا تھا۔ فرحت الملک کے اس طریقہ سے گجرات کے علماء و فضلاء بید ناراض ہوئے اور ۷۹۳ھ میں انہوں نے ایک عربیہ سلطان محمد شاہ کے حضور میں اس مضمون کا رواد کیس کہ فرحت الملک جو انی خواہشات و نفسانی اغراض کا بندہ ہو رہا ہے اور غیر مسلموں اور ان کے دین و عقائد کا استدر حامی ہے کہ سومات کامندر تمام اصنام پرستوں کا بلجا اور مادی بن گیا ہے اسلامی رسوم اور احکام کی پابندی روز بروز کم ہوتی جاتی ہے ہر مقام پر منبر بے امام اور مسجد بے نمازیوں کے نظر آتی ہے اس پر آشوب زمانہ میں اگر اسلام کی تقویت اور احکام شرعی کے رواج کے لیے کافی انتظام فرمایا جائے تو بہتر ہے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائیگا۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر بیدار ہو گیا۔ ہوا اور شریعت اسلام کی بقا اور احکام دین کی حفاظت کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بیدار کے بعد محمد شاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک نامی امیر عظیم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہ الملک کو عطا کی تیسری ربیع الثانی ۷۹۳ھ کو عظیم ہمایوں کو خلعت خاص عنایت کیا اور اس کی عزت اور توقیر دوبالا کرنے کے لئے چتر سفید و ہار گاہ صرف جو بادشاہوں کے لئے مخصوص تھیں اسے عطا کیں۔

عظیم ہمایوں اسی روز بادشاہ سے اجازت لے کر شہر کے باہر نکلا اور حوض خاص کے کنارہ مقیم ہو کر اپنا سامان سفر درست کرنے لگا۔ دوسرے

روز سلطان محمد شاہ خود اعظم ہمایوں کی مشایعت کے لئے گیا اور اسے عمدہ نصائح کرنے کے بعد دوبارہ خلعت خاص عطا کر کے گجرات روانہ ہونے کی

اجازت دی۔ سلطان مظفر گجراتی ۲۵ محرم ۱۰۲۳ھ کو کیشنبہ کے دن دہلی میں پیدا ہوا اور اس کا باپ سلطان فیروز شاہ کا شرابدار تھا اس عہدہ سے ترقی کرتا ہوا گروہ امرا میں داخل ہوا اور سلطان فیروز شاہ کی اولاد کے زمانہ حکومت میں فرمانراؤوں کا معتمد علیہ رہا۔

ظفر خاں سلطان محمد شاہ کے عہد میں حسن سلوک پر ہمیشہ نگاری اور پابندی شریعت میں سریر آوردہ ہو کر امین و دیانت دار مشہور ہوا۔ علمائے گجرات کا عریضہ محمد شاہ کے حضور میں پیش ہوا اور بادشاہ نے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ظفر خاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا۔ وزیرانے فرمان تقرر لکھا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی سلطان محمد شاہ نے اپنے قلم سے فرمان میں یہ القاب تحریر کئے۔ برادر م مجلس عالی خاں معظم عادل یا ذل مجاہد سعید الملت والدین ظہیر الاسلام والمسلمین عضد السلطنت عین المملکت قاسم الکفۃ والکفا قاطع الخیرۃ والمتردین قطب سماء المعالی نجم فلک الاعالی صفدر وندھا تہمتس قلعہ کشا وکشور گیر و آصف بنیر ضابطہ امور ناظم مصالح جمہور ذی المیامن والسعادات صاحب الرائی والکفایات ناشر العدل والاحسان ومتور صا حبقران افغ قتلغ اعظم ہمایوں ظفر خاں۔

غرض کہ ظفر خاں منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا گجرات روانہ ہوا۔ راہ میں اسے معلوم ہوا کہ اسامہ خاں بن ظفر خاں کے محل میں جو بادشاہ کا وزیر مقرر ہوا تھا فرزند پیدا ہوا ہے ظفر خاں اس خبر کو فال نیک سمجھا اور ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا ظفر خاں نے امیروں اور اہل لشکر کو خلعت عطا کیا۔ یہ امیر ناگور پینچا کپنایت کے باشندے نظام مفرح کے مظالم سے تنگ آکر ظفر خاں کے پاس دادخواہی کے لئے حاضر ہوئے۔ ظفر خاں نے اس گروہ کو دلاسا دیا اور ایک خط ملک نظام مفرح کو اس مضمون کا لکھا کہ سلطان محمد شاہ کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ تم نے چند سال کا سلطانی غسول اپنے مصارف

نہ نہ کر دیا ہے اور ایک دینار بھی خزانہ شاہی میں داخل نہیں کیا اس کے علاوہ رعایا اور ساکنان ملک پر ظلم و ستم کر رہے ہو اور بندگان خدا بار بار بادشاہ سے فریادری کی درخواست کر چکے ہیں۔ اب اس ملک کا انتظام اور یہاں کی حکومت میرے سپرد ہوئی ہے مناسب یہ ہے کہ خالصہ کا حصول جب قدر تمہارے پاس موجود ہے اسے جلد سے جلد دہلی روانہ کر دو اور مظلوموں کی داد خواہی کر کے خود بھی دارالملک کو روانہ ہو جاؤ۔

نظام مفرح نے جواب میں لکھا کہ تم جہاں پہنچ گئے ہو وہاں سے قدم بڑھانے کی تکلیف گوارا نہ کرو میں دہلی آ کر تم کو صاحب سمجھا دوں گا بشرطیکہ تم مجھے شاہی موکلوں کے سپرد کر دو۔ اس جواب سے ظفر خاں کو نظام مفرح کی بغاوت اور سرکشی کا یقین ہو گیا اور وہ باساول کو جو آجکل احمد آباد کے نام سے مشہور ہے چلا گیا۔ نظام مفرح نے گجراتیوں اور اس نواح کے غیر مسلموں سے اتحاد پیدا کر کے دس یا بارہ ہزار کی جمعیت بنیم جو پنجالی تھی اور آمادہ بہ پیکار تھا ظفر خاں نے بیشتر ایک قاصد نظام مفرح کو نہروالہ میں جو آجکل چٹن کہلاتا ہے روانہ کیا اور یہ طریق نصیحت اسے پیغام دیا کہ اپنی حالت پر مغرور ہو کر مالک سے دور نہ ہو اور غیر مسلموں اور گجراتیوں کے بل پر جو بہادران روزگار کے مقابلہ میں میدان جنگ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے ناز کر کے قریب میں مت آؤ اور دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرو یا تو دہلی جاؤ اور بادشاہ کے حضور میں زندگی بسر کرو اور یا میرے پاس آ کر گروہ امرا میں عزت حاصل کرو اس کے علاوہ دوسرا خیال دل میں نہ لاؤ جو دین و دنیا کی تباہی کا باعث ہو۔ نظام الملک کا زمانہ اقبال ختم ہو چکا تھا اور وہ اپنے دل میں خود مختاری حاصل کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا اس بنا پر قاصد کے ساتھ سختی سے پیش آیا اور جواب میں نامز بائیں زبان پر لایا۔

ظفر خاں بھی مجبور ہوا اور اس نے اپنا لشکر درست کیا ۹۴ھ میں چاندنہار تجوہ کار اور بہادر سپاہیوں کے ایک جوار لشکر کے ساتھ رعد و برق کی طرح نہروالہ روانہ ہوا نظام مفرح نے یہ خبر سنی اور دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے نہروالہ سے آگے بڑھا موضع کانٹھویں جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے۔

ظفر خاں سے مقابلہ ہوا۔ شدید معرکہ ادا کی کے بعد ظفر خاں کو فتح ہوئی اور نظام مفرح قلعہ میں پناہ گزین ہونے کے لئے نہروالہ کی طرف فراری ہوا۔ ظفر خاں اپنی فتح فوج کے ہمراہ بڑی عظمت و شان کے ساتھ نہروالہ پہنچا اور اپنے عدل و انصاف سے شہر کو معمور و آباد اور رعایا کو خوش حال بنایا۔

۹۵ء میں ظفر خاں نے کنپٹ کا سفر کیا۔ یہ شہر مسافروں اور تاجروں کا قیام گاہ تھا ظفر خاں نے یہاں کی رعایا کی خبر گیری کی اور حکام اور قاضی مقرر کر کے بسا دل واپس آیا۔

۹۶ء ہجری میں معلوم ہوا کہ غیر مسلم بدینت راجہ جو ہمیشہ سے حکام گجرات کا مطیع اور فرمانبردار تھا اس زمانہ میں سرکشی کر رہا ہے۔ راجہ چونکہ غیر مسلم ہے اس لئے کمزور مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھارہا ہے ظفر خاں نے اس کی تہنید کے لئے ایک جوار لشکر کے ساتھ اس نواح کا رخ کیا اور راجہ کے ملک میں پہونچ کر قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا۔ طرفین میں چند خونریز لڑائیاں ہوئیں اور ہر مرتبہ اہل قلعہ کو شکست ہوئی۔

ظفر خاں نے اہل قلعہ کو اور زیادہ تنگ و پریشان کیا اور ایدر کے اطراف تمام حصہ ملک پر قبضہ کر کے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اس ہنگامہ داروگیر میں بچانے منہدم کر دیے گئے اور غیر مسلموں کے فرزند اور اونکی لڑکیاں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔ اسی دوران میں قلعہ میں ایسا قحط نمودار ہوا کہ کتے بلیوں سے اور انسان ہر دو جانوروں سے شکم سیر ہونے لگے ان واقعات کی بنا پر راجہ نے اپنی رائے بدلی اور اپنی سرکشی پر بچہ شرمندہ ہوا اور سوا اطاعت اور فرمانبرداری کے اسے چارہ کار نظر نہ آیا راجہ نے اپنے فرزند اکبر کو مقرب درباریوں کے ہمراہ پیش قیمت تحفوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر نکالا اور ظفر خاں کے پاس روانہ کر کے جمعد عاجزی کے ساتھ پیغام دیا کہ اگر چند روز مجھ سے خلاف مزنی امور صادر ہو گئے اور کلید حصار کے روانہ کرنے میں میں نے سستی سے کام لیا تو اسکی وجہ محض اپنے ناموس و دولت کی حفاظت ہے تاکہ میں اپنے اعزہ و اقربا کے سامنے شرمندہ نہ ہوں اب خدمت عالی میں حاضر ہوا ہوں اگر میرے

تصور پر نظر ہو تو لائق سزا ہوں اور اگر اپنے کرم پر نظر فرمائے تو میرے جرم قابل عفو ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اب بھی اطاعت و فرمانبرداری سے باہر نہ ہوں گا۔

ظفر خاں نے مصلحت اس میں دیکھی کہ راجہ کی خطا معاف کرے چنانچہ راجہ کے تمام پیش کردہ تحفہ قبول کئے اور قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہوا۔ ظفر خاں کا ارادہ تھا کہ سوزنات پر حملہ آور ہو لیکن اسے معلوم ہوا کہ ملک راجا الخاطب بہ عادل خاں نے جو مسلمانین فاروقیہ برہان پور کا جہد اعلیٰ ہے استقلال تمام بہم پہنچایا ہے اور اپنی جاگیر کے حدود کے باہر تھا لہذا نام قلعہ کو سر کر کے تمام ملک خاندس قریبہ کر لیا ہے۔ ملک عادل نے صرف اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کا ارادہ ہے کہ گجرات کے بعض پرگنوں یعنی سلطان پور و ند بارہ وغیرہ کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کرے۔

ظفر خاں اس فتنہ کو فرو کرنا ضروری سمجھا اور عادل خاں کی جانب روانہ ہوا۔ ملک راجہ عقل مند و صاحب فہم و فراست تھا وہ اپنے کو ظفر خاں کا مرد مقابل نہ سمجھا اور قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔

ملک راجہ نے علما اور فضلا کے ایک گروہ کو واسطہ بنایا اور ظفر خاں کے ساتھ اتحاد و موافقت کرنا اپنے لئے مناسب خیال کیا۔ ملک راجہ علم کو ظفر خاں کے پاس روانہ کر کے صلح کا طلبگار ہوا۔ ظفر خاں خود صاحب علم و فضل تھا اور نیز یہ کہ گجرات پر حکومت کرنیکا بھی خواہاں تھا اس لئے ان علما کی بیحد عزت و وقعت کی اور جو شرائط صلح کہ اس زمانہ میں رائج تھے اس پر آپس میں اتحاد کا عہد نامہ تحریر کیا گیا۔ طرفین سے تحفے اور تحائف ایک دوسرے کو پیش کئے گئے اور ظفر خاں اساول واپس آیا اور گجراتیوں اور اہل برہان پور کے درمیان ابواب دوستی کشادہ ہوئے۔

چونکہ ملک راجہ فاروقی النسل ہونے کا دعویٰ تھا ظفر خاں کتابت و مراسلت میں ملک راجہ سے نیاز مندانه پیش آتا اور معزز و عمدہ القاب سے اسے یاد کرتا تھا۔ عسکری میں ظفر خاں نے جہر کے نواح پر جو غزنی پٹن میں واقع ہے لشکر کشی

کی اور ایک عرصہ تک اس نوح کے غیر مسلموں کے تباہ کرنے میں جو بے حد سرکش و شورہ پشت تھے مشغول رہا اس یورش میں لا تعداد خبر و قیدیوں کے علاوہ بے شمار مال و دولت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

رائے جھند نے عاجز ہو کر امان کی درخواست کی اور بیش قیمت تحفے اور ہدیے پیش کئے ظفر خاں نے جھند سے دست بردار ہو کر مومنات پر لشکر کشی کی اور بت پرستوں کو عاجز کرنے اور اصنام کو منہدم کرنے میں پوری کوشش کی۔ ظفر خاں نے مومنات میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی اور شرعی عہدہ داروں کا تقرر کر دیا تھا۔ مقرر کئے اور پٹن واپس آیا۔ ۱۷۹۷ء ہجری میں اخبار نویسوں نے اطلاع دی کہ مندل گور کے راجپوت مسلمانوں پر غالب آگئے ہیں اور اس نوح کی اسلامی آبادی ان کے ظلم و ستم سے بید پریشان ہے اور اکثر ان میں سے جلاوطن ہو گئے ہیں فرقہ راجپوت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر حکام کی اطاعت اور مانگڑاری ادا کرنے سے منحرف ہو گئے ہیں۔

ظفر خاں بادھصر کے مانند روانہ ہوا اور جلد سے جلد اس نوح میں پہنچ گیا۔ مسلمانوں کے پہنچنے کے بعد راجہ قلعہ بند ہو گیا۔ ظفر خاں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا مسلمان متجینق نصب کر کے روزانہ راجپوتوں کے ایک گروہ کو سنگسار کرتے تھے لیکن قلعہ کا استحکام ایسا تھا کہ متجینق سے کار براری ہو جائے ظفر خاں نے حکم دیا کہ چاروں طرف ساہا طیار کی جائے اس سے بھی مطالب حاصل نہ ہوا اور ظفر خاں محاصرہ کی طوالت سے بیحد رنجیدہ اور مفرور تھا کہ تائید غیبی نے اپنا کام کیا اور قلعہ میں طاعون پھیلنا جس سے گروہ کثیر نذر اجل ہوا رائے درگاہ نے اہل قلعہ کو پریشان و بدحواس دیکھ کر اپنے مقرب درباریوں کے ایک گروہ کی گردن میں تیغ و کفن آویزاں کیا اور ظفر خاں کے پاس انھیں روانہ کیا۔ عورتیں اور بچے سر ہرہنہ و نالال حصار کے اوپر آئے اور وہیں سے عجز و زاری کے ساتھ طالب امان ہوئے۔

ظفر خاں اس واقعہ کو تائید آسمانی سمجھا اور فوراً انکی درخواست قبول کر لی اور پیشکش و معمول کر کے حضرت خواجہ معین الدین سنجر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ

کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے غیر مسلموں پر فتح پانے کی مدد طلب کی۔

ظفر خاں کا مصمم ارادہ یہ تھا کہ غیر مسلموں سے معرکہ اراچی جاری رکھے یہ امیر اجمیر سے جلواریہ اور بلوارہ کی جانب روانہ ہوا ان شہروں میں بھی ہندو آباد تھے اور بت پرستی کا کامل رواج تھا ظفر خاں نے اہالیان شہر کو قتل و غارت اور ان کے گھنے اور تیجانوں کو منہدم کر دیا اور اس نواح کے اکثر قلعے فتح کر کے اپنے معتمد باریوں کے سپرد کئے ظفر خاں نے تین سال اس سفر میں بسر کئے اور اس کے بعد پٹن واپس آیا۔ تاریخ الفی کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر سے واپس ہو کر ظفر خاں نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر کے اپنے کو مظفر شاہ کے نام سے مشہور کیا۔

۹۹ء ہجری میں تاتار خاں ولد مظفر شاہ نے جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے عہد میں جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں مفصل مرقوم ہو چکا ہے سارنگ خاں نے معرکہ اراچی کی اور اسے ملتان کی جانب بھگا دیا۔ تاتار خاں کے تیور سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دہلی پر حکمرانی کر نیکامی ہے ملو اقبال جو محمود شاہ کا مطلق العنان و کیسل تھا اس کے دفعیہ پر متوجہ ہوا اور اس نے پانی پت کا رخ کیا۔

تاتار خاں نے ملو اقبال سے مقابلہ کرنے میں صلاح نہ دیکھی اور جریدہ دوسرے راستہ سے دہلی پہنچا۔ تاتار خاں کا ارادہ تھا کہ شہر کا محاصرہ کرے لیکن اقبال خاں نے پانی پت پر قبضہ کر کے بیدستان و شوکت کے ساتھ دہلی کا رخ کیا۔ تاتار خاں نے بھی اس وقت اس کا مقابلہ نہ کیا اور نشہ ہجری میں گجرات کی راہ لی اور اپنے باب مظفر شاہ کے پاس پہنچ گیا۔

تاتار خاں نے مظفر شاہ کو بھی دہلی پر حکومت کرنے کی ترغیب دی اور مظفر شاہ نے اس امر کو قبول کر کے فوج و لشکر جمع کرنا شروع کیا اسی دوران میں معلوم ہوا کہ میرزا پیر محمد بنیہ صاحب قرآن امیر تیمور ہندوستان کی سرحدیں داخل ہو چکا ہے اور اس نے ملتان پر قبضہ کر لیا ہے مظفر شاہ نے اپنی فہم و فراست سے سمجھ لیا کہ میرزا پیر محمد کا ہندوستان آنا صاحب قرآن کی آمد کا متعہد ہے اور اس

نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

سلسلہ ہجری میں مظفر شاہ نے اپنے فرزند کے ہمراہ قلعہ ایدر پر دھسا واکیا اور قتل و غارتگری سے پورا کام لے کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگا ایدر کا راجہ سسی رنل بجد عاجزی سے پیش آیا اور اس نے قاصد بھیج کر پیشکش ادا کر نیکا وعدہ کیا چونکہ دہلی کا شہر پر آشوب ہو رہا تھا مظفر شاہ نے بھی پیشکش پر اکتفا کیا۔ اور ماہ رمضان سلسلہ ہجری میں واپس آیا۔

اسی دوران میں ایک گروہ کثیر صاحبقران کے داروگیر سے پریشان و آوارہ وطن ہو کر پٹن وارد ہوا مظفر شاہ نے ان کی خبر گیری کو اہم مصلحت سمجھ کر ہر شخص پر اس کے مرتبہ کے موافق نوازش کی ان کی پناہ گیروں کے ورود کے بعد سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ بھی صاحب قرآن کے مقابلہ سے فراری ہو کر گجرات وارد ہوا۔ مظفر شاہ نے سلطان کے ورود کو اپنے مصالح کے خلاف خیال کیا اور اس سے اس بری طرح پیش آیا کہ سلطان محمود تنگ و دل شکستہ ہو کر گجرات سے مالوہ چلا گیا۔

سلسلہ میں مظفر شاہ نے قلعہ ایدر پر دوبارہ حملہ کیا رنل رائے نے فرار ہی اپنی خیریت دیکھی اور اسی شب قلعہ خالی کر کے بیجا نگر روانہ ہو گیا۔ صبح کو مظفر شاہ نعرہ تکبیر لگاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ اور اس فتح کے شکرانہ میں دو گونہ ناز ادا کی مظفر شاہ نے حصار اپنے ایک صاحب اعتبار افسر کے سپرد کیا اور خود پٹن واپس آیا۔

سلسلہ ہجری میں مظفر شاہ کو معلوم ہوا کہ سومنات کی غیر مسلم آبادی نے فساد برپا کر کے مسلمانوں کے گھرانے تباہ کر دیئے ہیں اور مثل سابق کے اپنے عقاید کے موافق بتخانہ میں پرستش شروع کر دی ہے مظفر شاہ نے ایک عظیم الشان لشکر اس جانب روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی عقب میں روانہ ہوا جس روز کہ رائے سومنات اور اس فوج کے ہندوؤں نے ہجوم کر کے دریا کی راہ سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا اور میدان میں صف آرا ہوئے تھے اسی دن مظفر شاہ بھی حریف

کے سر پہ پہنچ گیا اور خون کی ندیاں بہا دیں ہندوؤں میں مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور راجہ کے ہمراہ قلعہ دیب میں پناہ گزین ہو گئے۔ مظفر شاہ نے قلعہ کو گھیر لیا مسلمانوں کے تکبیر و درود کی آواز دماسہ کی گرج و کرنا کے شور نے قلعہ کی بنیاد ہلا دی اور ایک ہی دن میں قلعہ سر ہو گیا مظفر شاہ نے جوانوں کو تہ تیغ کیا اور راجہ اور اس کے بقیہ امیروں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پائمال کرایا ان کے زن و فرزند مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور ہندوؤں کا سارا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

سلطان مظفر شاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور بڑے بیخاندہ کو ڈھا کر اس کے بجائے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی اور اس نواح کا انتظام اپنے ایک نامی امیر کے سپرد کر کے خود ہیشمار بال غنیمت ساتھ لے کر پٹن واپس آیا۔

ایدہ کی فتح نے مظفر شاہ کے استقلال میں ہزار گونہ اضافہ کر دیا اور اب اسے خیال آیا کہ دہلی پر لشکر کشی کر کے دار الحکومت کو بھی سر کرے مظفر شاہ نے اپنے فرزند تانار خاں کو غیاث الدولہ والدین سلطان محمد شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔ تانار خاں نے اساول سے کوچ کیا اور قصبہ سنور پہنچ کر علیل ہوا چونکہ اس کا پیانا عمر بھر نہ ہو چکا تھا علاج نے کچھ فائدہ نہ کیا اور تانار خاں نے وفات پائی مظفر شاہ نے حملہ کا ارادہ ترک کیا اور اساول واپس آیا۔

تانار خاں کے واقعہ موت کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس نے اسی سال اپنے باپ پر خروج کیا اور مظفر شاہ کو جواب بوڑھا اور کمزور ہو گیا تھا اساول کے قلعہ میں قید کر دیا۔ تانار خاں نے اپنے چچا شمس خاں کو وکیل السلطنت مقرر کیا اور اپنے کو سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے خطاب سے مشہور کر کے گجرات میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اور دہلی سر کرنے کے لئے آگے بڑھا سلطان مظفر شاہ نے اپنے ایک معتد امیر کو اپنے بھائی کے پاس روانہ کیا اور فرزند کے ظلم سے فریاد کیا ہو کر اس سے مدد طلب کی اور اپنی رہائی اور محمد شاہ کی ہلاکت میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا شمس خاں نے جواب دیا کہ محمد شاہ تمہارا خلیفہ رشید ہے اور تم اسے بید عزت رکھتے ہو اب اگر میں اس کے ہلاک کرنے میں کوشش کروں اور مقصد میں کامیاب ہو جاؤں

تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اس حرکت سے پشیمان ہو کر مجھے نشانہ ملامت بناؤ
مناسب یہ ہے کہ اس معاملہ میں پوری احتیاط سے کام لو اور غور و فکر کے بعد
اس کا جواب ادا کرو مظفر شاہ نے جواب دیا کہ تمہارے اس خیال کی کوئی حقیقت
نہیں ہے جب ایسا فرزند باپ کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرے تو وہ عاق ہو جاتا
ہے اور فطری جبر و محبت پدری و فرزند کی تمام تعلقات قطع ہو جاتے ہیں اس
لحاظ سے تمہیں چاہیے کہ میرے بڑھاپے پر رحم کرو اور اس عاق کردہ فرزند کو پوری سزا
دو اور میری طرف سے کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ میرا حال ایسا تباہ ہو گیا ہے
کہ اگر فریاد کروں تو شام ہونے سے پہلے شب موت کا منہ دیکھ لوں گا شمس خاں مجبور
ہوا اور اس نے بھائی کے حال زار پر رحم کھا کر سلطان محمد شاہ کو قصبہ سور کہہ میں
جو دہلی کے سر راہ واقع ہے زہر دیکر ہلاک کیا اور جلد سے جلد اپنے بھائی کو غسل شہابی
میں لا کر تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ جو خیل و شتم کہ خود مظفر شاہ کا پروردہ اور محمد شاہ
کے اعمال ناپستہ سے اس سے آزدہ تھا اس نے اپنے قدیم مالک کی رفاقت کر کے
گویا دوبارہ زندگی پائی محمد شاہ کے قدیم ملازم جنہوں نے محمد شاہ کو اس حرکت ناشائستہ
سے روکا تھا اپنے مال کار میں بچہ بریشاں اور اپنی طرف سے بہت خوف زدہ تھے
مظفر شاہ نے رحم و شفقت کی نگاہ کی اور ان اسخاص کا قصور معاف کر دیا اور اس
گروہ کو احمد شاہ کے ملازمین کی فہرست میں شامل کر لیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں حاکم مالوہ فوت ہوا اور ہوشنگ شاہ نے
تخت حکومت پر جلوس کیا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہوئی کہ ہوشنگ نے دنیاوی طمع
میں گرفتار ہو کر اپنے باپ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کر دیا ہے۔ مظفر شاہ اس
خبر کو سن کر شامہ میں بیچہ ساز و سامان کے ساتھ حن آباد اور دھار دواہ ہوا۔
ہوشنگ شاہ چونکہ بے باک نوجوان تھا اس نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا
اور اہل گجرات سے مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہو پیکار ہوا لیکن شکست کھا کر دشمن
کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور
شہر کی حکومت اپنے برادر نصرت خاں کے سپرد کر کے خود اسول واپس آیا۔
مظفر شاہ نے ہوشنگ کو اپنے فرزند زادہ احمد شاہ کے سپرد کیا اور اسے

حکم دیا کہ حریف کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دے احمد شاہ نے مظفر شاہ کے حکم کی تعمیل کی چند ماہ کے بعد احمد شاہ نے ایک عریضہ ہوشنگ کے قلم سے لکھا ہوا مظفر شاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس خط میں ہوشنگ نے بچہ عاجزی اور زبانت کے ساتھ اپنے سابقہ قصور کی معافی طلب کر کے اپنی رہائی کی درخواست کی تھی۔ احمد شاہ نے بھی مجرم کی سفارش کی اور مالوہ سے بغاوت کی خبر آئی اور معلوم ہوا کہ اہل شہر نے نصرت خاں کو دار سے خارج البلد کر دیا ہے احمد شاہ کی سفارش اور مصلحت وقت کا لحاظ کر کے مظفر شاہ نے ہوشنگ کا قصور معاف فرمایا ہوشنگ کو پہلے قید سے رہائی دی اور اس کے بعد اسے چتر سفید اور سراہ روہ سرخ اور نیز دیگر لوازم بادشاہی عنایت فرمائے اور مالوہ اور مندو کے تمام حصے ملک پر حکمراں بنایا مظفر شاہ نے ہوشنگ کو احمد شاہ کے ہمراہ لاہور روانہ کیا اور آخر الذکر ہوشنگ کو مالوہ کے تخت حکومت پر بٹھا کر خود کامیاب و دل شاد گجرات واپس آیا۔ آخر ماہ صفر ۱۱۲۷ھ ہجری میں مظفر شاہ علیل ہوا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ عارضہ مرض الموت ہے بادشاہ وصیت کے تمام مراسم بجالایا اور چونکہ نسبت اپنے صلیبی فرزندوں کے وہ احمد شاہ کو کہیں زیادہ قابل فرمانروائی جانتا تھا اسی کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اپنی بقیہ اولاد کو احمد شاہ کی اطاعت کا حکم دیا۔ مظفر شاہ نے ربیع الثانی ۱۱۲۷ھ میں اکتھار سال کے سن میں دنیا سے رحلت کی اس بادشاہ نے بیس سال سے کچھ زیادہ حکومت کی اور مرنے کے بعد خدا ایگان کبیر کے لقب سے یاد کیا گیا۔

بادشاہ جم جاہ سلطان | بادشاہ جم جاہ سلطان احمد شاہ نے اپنے جد مرحوم کی وصیت کے مطابق گجرات کی عنان حکومت ہاتھ میں لی اور عدل و انصاف کے ساتھ فرمانروائی کر کے رعایا نوازی اور فریاد رسی کا

حق پورے طور پر ادا کیا۔

یہ بادشاہ ۱۱۹۳ھ ہجری میں پیدا ہوا اہل نجوم نے اس کے زائچہ ولادت کو دیکھ کر یہ حکم لگایا تھا کہ یہ لوکا ایک ایسا کار خیر کریگا جس سے اسکا نام نیک ہمیشہ کے لئے دنیا میں زندہ رہیگا۔ من عرض کرتا ہے کہ قرینہ یہ ہے کہ اس کا خیر

مراد شہر احمد آباد گجرات کی بنا ہے جو آج تک احمد شاہ کی یاد دلوں میں تازہ کرتی ہے۔
 ۱۷۵۷ء ہجری میں فیروز خاں سپہر سلطان مظفر شاہ نے احمد شاہ کے جلوس
 کی خبر سنی اور سلم بغاوت بلند کیا حسام الملک و ملک شیر و ملک کریم خسرو و جیون
 و بود بیگداس کھتری جو مظفر شاہی نامی امیر اور شرارت و فتنہ انگیزی میں مشہور
 آفاق ہے فیروز خاں کے بھی خواہ بنے اور لشکر و فوج کی دستی و ترتیب میں مشغول
 ہوئے۔ ان فتنہ پردازوں نے امیر محمود ترک حاکم کنپاٹ کو بھی اپنا رفیق کار بنایا۔
 ان کے علاوہ جیبت خاں بن سلطان مظفر بھی اپنی فوج ہمراہ لے کر فیروز خاں کے
 پاس سورت کے نواح میں آگیا۔ سعادت خاں اور شیر خاں بن سلطان مظفر
 نے جیبت خاں کا حال سنتے ہی جلد سے جلد اپنے کو کنپاٹ پہنچا دیا
 اور پورہ آگرہ دریا کے نزدیک کے کنارے خیمہ زن ہوا اور مشورہ باہمی
 کے تمام رفیق کار سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بروج
 روانہ ہوا۔

فیروز خاں نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور بارگاہ سخی استادہ
 کرائی اور اپنی شان و شوکت میں صد چند اضافہ کر کے سلطان ہوشنگ کو
 اپنی امداد و اعانت کے لئے خط روانہ کیا۔ ہوشنگ نے اس شرط پر امداد کا
 وعدہ کیا کہ کامیابی حاصل ہونے کے بعد فیروز خاں اس کو ہر منزل کے معاوضہ
 میں ایک کروڑ تھکے ادا کرے۔

فیروز خاں نے بیگداس اور جیون دیو کی ہدایت کے موافق زمینداروں
 کے لئے بھی خلعت اور گھوڑے روانہ کئے اور ایک فرمان ان کے نام
 روانہ کر کے ان سب کو اپنی اطاعت پر آمادہ کیا۔

سلطان احمد شاہ نے باوجود جوان اور ناتجربہ کار ہونے کے تعیل
 سے کام نہ لیا اور پیشتر ایک نصیحت آمیز خط فیروز خاں کے نام اپنے ملازمین
 کے ایک گروہ کی معرفت روانہ کیا لیکن جیون دیو اور بیگداس کی شورش پسند
 و فتنہ انگیز طمانع نے اس نامہ کو بیکار ثابت کر دیا۔

ادم بہکرا اس ہم پر نامزد کیا گیا شدید خونریز معرکہ کے بعد

اوم بیکر شکستہ و پریشان حال میدان جنگ سے فراری ہوا۔ یہ فتح سیالکوٹ کے نام ہوئی اور دماغ غرور کے نشہ سے آسمان پر چڑھ گیا۔ دیگر امیر اس کے تسلط سے پریشان ہوئے اور اتفاق کر کے اس کے قتل پر کمر سخت باندھی۔ اکثر امیر فیروز خاں سے جدا ہو کر احمد شاہ سے جا ملے اور بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بروج روانہ ہوا۔ سلطان احمد شاہ حریف کے جوار میں پہنچ گیا اور فیروز خاں نے اپنے سپاہیوں کے قلعہ بروج میں پناہ گزین ہوا۔ بادشاہ نے بارہ گراں قاصد فیروز خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ خدائے گاہکبیر نے حکم خدا ملک کا انتظام میرے سپرد فرمایا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ بنیاد سلطنت مستحکم اور احرار اور رعایا میری تابعدار ہے تم اراذل و اوباش کے مجمع پر فریفتہ نہ ہو اور اپنے اعمال بد پر پریشان ہو کر غفوف و غصیر کی درخواست کرو اور یقین جانو کہ بغاوت کا انجام برا ہوتا ہے جو جاگیریں خدائے گاہکبیر نے تم کو مرحمت کی ہیں ان پر قناعت کر کے دوسرے الطاف سلطانی کے امیدوار نہ ہو فیروز خاں کے بھائی اس خیر انجام پیغام کو سن کر راہ راست پر آئے اور بیت خاں کو جو سلطان احمد شاہ کا حقیقی چچا تھا بادشاہ کے پاس روانہ کر کے اظہارِ ندامت کیا۔ احمد شاہ نے بیت خاں کو طرح طرح کی عنایتوں سے سرفراز کیا اور مجرموں کے قصور پر یک قلم معاف کر دیئے۔ بیت خاں بادشاہ کی عنایتوں سے مطمئن ہو کر قلعہ بروج کے اندر گیا اور فیروز خاں سعادت خاں اور شیر خاں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ احمد شاہ نے ہر ایک پر نوازش فرما کر ان کو جاگیروں پر واپس ہونے کی اجازت دی۔

احمد شاہ کا ارادہ تھا کہ پٹن واپس جائے کہ اسے معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ جو فیروز خاں کی امداد کے لئے روانہ ہوا تھا اپنے ملک سے گجرات کی طرف آ رہا ہے۔ احمد شاہ نے عمار الملک کو حراہ فوج کے ہمراہ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کر کے خود بھی آزمودہ کار لشکر اور ویندار مصاحبوں کے ہمراہ عمار الملک کے عقب میں کوچ کیا اور سلطان ہوشنگ کے جوار میں پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ بیدادام ویشیمان ہوا اور جلد سے جلد کوچ کرتا ہوا اپنے ملک کو واپس گیا۔ سلطان احمد شاہ عمار الملک کے پہنچنے کے بعد راستہ سے واپس ہوا اور اساول پہنچ گیا۔

۱۵۰۰ء ہجری کے آخر میں بادشاہ نے حقایق پناہ شیخ احمد کنہور
 حضرت اللہ علیہ کے مشورہ سے دریائے سہمٹی کے کنارے ایک نئے شہر کی بنیاد
 ڈالی اور اسے احمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔ یہ شہر قلیل مدت میں آباد ہو کر
 سلاطین گجرات کا پائے تخت قرار پایا قصبہ اساول اس شہر کا ایک محلہ بنا
 دیا گیا۔

احمد آباد میں بادشاہوں اور نامور باشندوں کی عمارتیں پختہ ہیں لیکن
 اکثر مکانات سفال پوش ہیں۔ اس شہر کے کنارہ جو حصہ کہ دربار شاہی متصل
 ہے تین بڑے طاق پختہ تیار کئے گئے ہیں اور انھیں گچ اور چونہ سے منجھ کر کے
 حر پولیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ احمد آباد کا بازار استقدرو وسیع ہے کہ دس چھکر کے
 آسانی کے ساتھ پہلو پہلو چل سکتے ہیں۔ دکانیں پختہ اور گچ کردہ ہیں شہر میں ایک
 قلعہ اور مسجد جامع بھی موجود ہے۔ بیرون بلدیہ تین سوسات پورے آباد ہیں
 اور ہر پورے میں دیوار بند مسجد اور بازار واقع ہیں اگر احمد آباد کی آبادی اور
 دوسرے خصوصیات کے لحاظ سے کہا جائے کہ سارے ہندوستان بلکہ تمام دو
 زمین پر ایسا آباد اور خوشنما شہر موجود نہیں ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

۱۵۰۰ء ہجری کے اختتام پر فیروز خاں اور اس کے ہمراہیوں نے
 اپنی جاگیروں پر پہنچنے کے بعد بھر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ ملک علانی بدرجو
 ایک نامی امیر اور سلطان مظفر شاہ کا عزیز قریب تھا اس فتنہ کا سب سے بڑا
 شریک کار تھا۔ ان باغیوں نے رنل راجہ ایدر کو جو پانچ یا چھ ہزار سواروں کا مالک
 تھا قلعہ ایدر کے عطا کرنے کا وعدہ کر کے اپنا رفیق بنایا۔ سید ابراہیم المخاطب
 بہ رکن خان جاگیر دار مہراسہ بھی ان کا ہم خیال بنا اور اس طرح فیروز خاں کے گرد
 ایک خاصی جمعیت ہو گئی۔ سلطان احمد شاہ نے لشکر شاہی جمع کر کے مہراسہ کا رخ
 کیا اثنائے سفر میں فتح خاں بھی رکن خاں کے اغوا سے احمد شاہ سے جدا
 ہو کر فیروز خاں سے جاملے۔ فیروز خاں نے ملک علانی بدر اور رکن خاں کو
 مہراسہ کے قلعہ میں جھوٹا اور خود رائے رنل کے ہمراہ موضع رنگپور میں جو
 مہراسہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے قیام کیا۔

سلطان احمد شاہ نے اپنے قدیم طریقہ پر عمل کیا اور باغیوں کے قریب پہنچ کر علماء کے ایک گروہ کو ملک بدر اور رکن خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ ان بزرگوں کی نصیحت ان کی آنکھوں پر سے عفلت کا پردہ اٹھا کر انھیں انجام کار سے باخبر کرے چونکہ قاصد خلاف امید جواب پا کر رنجیدہ واپس ہوئے احمد شاہ نے اپنی فوجیں درست کیں اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز خاں نے اپنی فوج کے منتخب حصہ کو ملک بدر کی امداد کے لئے روانہ کیا اور اس کو معرکہ اراٹلی کرنے کی ترغیب دی ملک بدر رکن خاں سیف خاں اور انکس خاں نے ظاہر حصار کو اپنی فوجوں سے آراستہ کیا اور سلطان کے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے لیکن ابھی شمشیر و نیزہ کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ شاہی بیست نے اپنا کام کیا اور باغی پریشان ہو کر قلعہ کی جانب بھاگے اور جلد سے جلد پناہ گزین ہو گئے۔

احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر کے چند مرتبہ قاصد روانہ کئے اور ان کو صلح کرنے کی نصیحت کی۔ ملک بدر اور انکس خاں نے ار راہ کریہ جواب دیا کہ اگر فلاں فلاں امیر قلعہ کے قریب آکر عہد و پیمان کریں اور ہم مطمئن ہو جائیں تو ہم لوگ قلعہ سے باہر نکل کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے سلطان احمد نے ان کے حیلہ اور مکر سے غافل ہو کر خان اعظم ازدرخاں ملک اشرف عزیز الملک تور بیگ سیمند اور نظام الملک اور سعد الملک قوی بیگ میسرہ کو جو اسکے حامی امرا تھے قلعہ کے قریب روانہ کیا اور ان امیروں سے کہہ دیا کہ ملک بدر کے حیلہ و مکر سے غافل نہ ہوں اور قلعہ کے اندر قدم نہ رکھیں۔ ملک بدر اور انکس خاں نے بالائے حصار سے فیروز خاں کی وکالت کی اور نرم و شیرین الفاظ میں گفتگو شروع کی لیکن جب دیکھا کہ ان کے گرفتار کرنے سے کار براری نہ ہوگی تو قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور صلح کی گفتگو کرنے کے لئے باہر نکلے احمد شاہی امیر بھی ان کے قریب پہنچے اور اس طرح گھوڑوں پر ہوا صلح کی گفت و شنید میں مشغول ہوئے جو اس شخص خاص کہ خندق کی سکین گاہ میں چھپے ہوئے تھے یکبارگی باہر نکلے اور ان امیروں پر حملہ آور ہوئے ازدرخاں اور عزیز الملک نے گھوڑے کو ہمین دری اور جلد

جلد سے جلد احمد شاہ کے پاس پہنچ گئے لیکن نظام الملک اور سعد الملک دونوں امیر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے ان امیروں نے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے کہاؤں بلند کہا کہ اگرچہ ہم حریف کے گناکار ہو گئے ہیں لیکن بادشاہ ہمارا خیال نہ کرے اور جلد سے جلد قلعہ پر دھاوا کرے۔ یقین ہے کہ اقبال شاہی سے حصار بہ آسانی فتح ہوئے گا۔

سلطان احمد شاہ نے فوراً حملہ کیا اور اختلاف روایات کے مطابق ملک ہی یاتین روز میں حصار فتح کر لیا۔ ملک بدر اور ملک انکس تیج سلطانی کے نذر ہوئے اور نظام الملک اور سعد الملک صبح سلامت بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے فیروز خاں اور رنل جگمگ کوہستان میں آوارہ ہوئے۔ بعض تاریخوں میں اس فتح کا قصہ دوسرے عنوان سے مرقوم ہے لیکن طوالت کے خیال سے اسے نظر انداز کر دیا گیا۔

رنل نے فیروز خاں پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس سے مخالفت کر کے اس پر دھیل اور دیگر لوازم شاہی پر قابض ہو گیا اور اٹھارہ اخلاص کے لئے تمام مال و اسباب احمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ فیروز خاں ناگور فراری ہوا اور حاکم ناگور کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔

سالہ ہجری میں احمد شاہ نے راجہ جلوبارہ پر فوج کشی کی اور راجہ سلطان ہوشنگ سے مدد کا خواستگار ہوا۔ احمد سرگئی اور ملک شہ بن شیخ ملک آدم جو نامی مظفر شاہی امیر تھے ان دیگر اراکین دربار کے حاضری جو صاحب اقتدار ہو کر سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے۔ ان امیروں نے اب موقع پایا اور احمد شاہ کے جلوبارہ پر لشکر کشی کرتے ہی بناوت کردی فتنہ پردازوں اور دشمن پسند اشخاص کا ایک گروہ ان کے گرد جمع ہو گیا اور ان بد مہاشوں نے گجرات کے اکثر شہر تباہ و برباد کر دیے۔

ہوشنگ شاہ نے راجہ جلوبارہ کا معوضہ دیکھا اور احمد شاہی امیروں کی مخالفت کا حال معلوم کر کے احمد شاہ کے تمام سابقہ احسان فراموش کر کے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ایک جزار لشکر کے ہمراہ گجرات روانہ ہوا اور اس فتنہ کے

تالاج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔

سلطان احمد شاہ نے جلوارہ کی ہم کو ملٹوی کیا اور بیحد شان و شوکت کے ساتھ واپس ہوا بادشاہ نے جینا کے حوالی میں قیام کیا اور غاد الملک سرتندی کو جرار لشکر کے ہمراہ ہوشنگ کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا اور اپنے چھوٹے بھائی لطیف خان کو نظام الملک کی تالیقی میں شہ ملک اور احمد سرنگی و دیگر امرا کے فقہ کو فرو کرنے کے لئے اس طرف روانہ کیا۔ ہوشنگ شاہ مظفر شاہ کے عہد میں گجراتیوں کے ہاتھ زخم کھا چکا تھا اس نے اپنا رخ پھیر دیا اور دہار پینچک دم لیا۔ ملک شہ اور احمد سرنگی جو شیطان و دوسروں اور اپنے نفسانی خطرات کی وجہ سے باغی ہوئے تھے معرکہ جنگ سے فراری ہوئے شہزادہ لطیف خان اور نظام الملک نے اکا لتاقب کیا اور پہلی ہی منزل میں ان کے احوال اور اتقال پر قابض ہو گئے آخر کار ملک شاہ اور احمد سرنگی نے لاچار ہو کر اکا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر سامنے سے فراری ہو گئے۔

دوسرے روایت یہ ہے کہ ملک شہ لطیف کے لتاقب سے بیحد پریشان ہوا اور اس نے لشکر مخالف پر بشمون مارا لیکن چونکہ اپنے مقصد میں ناکام رہا اس لئے مقابلہ سے فراری ہو کر راجہ کرنال کے دامن میں پناہ لی۔ احمد شاہ کا میاب بامراد پائے سخت کو واپس آیا۔

بادشاہ نے کوہ کرنال کی بیحد قریب سنی اور چونکہ اس نواح کا راجہ غیر مسلم تھا جو کبھی مسلمان فرمانرواؤں کا مطیع نہ ہوا تھا احمد شاہ نے علاقہ میں سرتفرج کا بہانہ کیا اور کرنال کی جانب روانہ ہوا بادشاہ کوہ کرنال میں داخل ہوا اور راجہ نے چند مرتبہ سر راہ مقابلہ کیا لیکن ہر مرتبہ مسلمانوں سے شکست کھا کر میدان سے فراری ہوا آخر کار قلعہ اول میں جو اس زمانہ میں جو ناکٹھ کے نام سے موسوم ہے پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے نیچے پینچر حصار کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ بیحد پریشان ہوئے اور راجہ نے سالانہ باج و خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے بادشاہ کو اپنے سے راضی کر لیا۔

احمد شاہ نے سید ابو الغیر اور سید ابو القاسم دونوں پر ادران حقیقی کو جو ایک نامی امیر تھے رقم و مول کرنے کے لئے راجہ کے ملک میں چھوڑا اور خود اٹھکاد واپس آیا

بادشاہ نے راستہ میں سید پور کے تھانہ کو جو ہر طرح سے زیورات اور نقوش سے آراستہ تھا۔ منہدم کیا اور کجرات کے اہل حاجت اور غریب کو دولت سے مالا مال کیا۔ بادشاہ نے اسی سال ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے سرخاڑ ہو چکا تھا۔ نواح کجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تاج الملک نے ان باغیوں کی تنبیہ اور سرکشوں کی پامالی اور فتنہ پردازوں کی تباہی میں پوری کوشش کی اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کر کے ایک گروہ کثیر کو اسلام میں داخل کیا۔ سلطانہ جمیری میں سلطان احمد شاہ نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے لئے ناگور تک سفر کیا بادشاہ اثنا عشر میں ان کے معبودوں اور کیمیل کو دریافت کرتا جاتا تھا اور جس مقام پر کہ بادشاہ کو اس عمارت کا علم ہوتا اس مقام پر جاتا اور عمارت کو بالکل منہدم کر دیتا تھا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کرتا تھا۔ بادشاہ ناگور پہنچا اور اس کے شہر کا محاصرہ کر لیا احمد شاہ نے شہر کو فتح کرنے کی کوشش کی نصرت خاں والی دہلی نے بھی ادھر کا رخ کیا اور جس وقت کے ایک تنگ مقام پر پہنچا احمد شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور مانوہ کے نواح سے سفر کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ملک نصیر والی اسیر اور سلطان ہوشنگ حاکم مانوہ دشمنی کی وجہ سے سلطان پور ندر بار کو تباہ کرتے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے سلطان احمد نے اثنا عشر جمیری میں اس جانب توجہ کی کہ۔ بادشاہ ابھی منزل مقصود تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اس نے ایک جزار فوج قلعہ تنبول پر جو کجرات دکن اور خاندیس کی سرحد پر واقع ہے متعین کی۔

احمد شاہ حوالی ندر بار میں پہنچ گیا اور ملک نصیر سے فزاری ہو کر اسیر کی راہ لی۔ جو گروہ کہ قلعہ تنبول کی تسخیر پر متعین ہوا تھا وہ حصار کے راجہ کو دلاسا دیکر شخصوں اور بدیون کے ساتھ احمد شاہ کے پاس لے آیا۔

اس زمانہ میں برسات کا زمانہ بھی آگیا تھا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ احمد آباد واپس جائے کہ اس دوران میں خبر رساؤں نے اطلاع دی کہ راجہ جینانیر متحلی اور نادوت نے یکے بعد دیگرے عرائض بھیج کر سلطان ہوشنگ کو کجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے ابھی سلسلہ ایک شتر سوار تو روزیں راتوں کے ناگور سے ندر بار آیا

اور فیروز خاں بن شمس خاں دندانہ کا ایک عریضہ بادشاہ کے ملاحظہ میں اس مضمون کا پیش کیا کہ سلطان ہوشنگ بادشاہ کو ملک سے دور دیکھ کر گجرات فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے چونکہ اس کا لگان فاسد یہ ہے کہ مجھے بادشاہ کے ساتھ عقیدت نہیں ہے ہوشنگ نے مجھ کو اس مضمون کا خطرہ نہ کیا ہے۔ کہ گجرات کے زمین داروں نے عراقض کے ذریعہ سے مجھے یہاں بلایا ہے میں سفر کے لئے تیار ہوں تم بھی مستعد رہو اور میری مدد کرو میں گجرات کو فتح کر کے نہروالہ کی حکومت تمہیں دوں گا چونکہ بادشاہ میرے قبیلہ و کعبہ میں مجھ پر لازم ہے کہ میں سکی اطلاع حضرت کو دوں۔

سلطان احمد شاہ نے باوجود موسم برسات کے اس نواح کا رخ کیا اور دریا پر زبردہ کوچ ہو کر کے ہندرسی میں مقیم ہوا احمد شاہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو علیحدہ کر اپنے ہمراہ لیا اور دھاوا کر دیا اور ایک ہفتہ کے عرصہ میں مہاراسہ کے نواح میں پہنچ گیا سلطان ہوشنگ بادشاہ کی مستعدی سے پریشان ہوا اور بے سرو پا اپنے ملک کو روانہ ہوا سلطان احمد شاہ نے لشکر کو جمع کرنے کے لئے چند روز مہاراسہ میں قیام کیا۔

سورت کے راجہ نے یہ اخبار سنے اور اطاعت سے انکار کر کے مقررہ مال کے ادا کرنے میں سستی کرنے لگا راجہ نے اپنی بیاطہ سے قدم آگے بڑھایا ملک نصیر نے بھی موقع پا کر ارادہ کیا کہ تحالین کا قلعہ اپنے ہمارے ملک افتخار کے قبضہ سے نکال لے۔ سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزین خاں کو ایک گروہ کے ساتھ ملک نصیر کی مدد کے لئے روانہ کیا اور سلطان پور کے باشندوں کو سخت تکلیف پہنچانے لگا۔

ملک احمد صاحب صوبہ سلطان پور نے قلعہ میں پناہ لی اور شکایت امین خطوط احمد شاہ کو روانہ کئے سلطان احمد شاہ نے مہاراسہ سے ملک محمود ترک کو ایک لشکر جاریہ کے ساتھ سورت کے سرکش راجہ کی مہم پر نامزد کیا تاکہ سورت پہنچ کر قتل خانہ گجری میں کوئی قبیحہ اٹھانہ سکے اور راجہ سے مقررہ مال وصول کرے بادشاہ نے محمود ترک اور مخلص الملک جو اس کے نامور امیر تھے ملک نصیر اور غزین خاں کی تنبیہ اور تادیب کے لئے روانہ کیا ان امیروں نے آٹھ راہ میں نادوت پر حملہ کر کے وہاں کے راجہ سے پیشکش حاصل کیا یہ امیر سلطان پور کے نواح میں پہنچے ملک نصیر نے تحالین میں پناہ لی اور غزین خاں کو اپنا حلیف دیکھ کر ایک گروہ کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا غرض کہ بار بار کی آمد و رفت اور گفت و شنید

عبدالشاہ نے اس کا تصور صاف فرما کر نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

۲۲۲ھ بمطابق ۱۷۹۸ء میں احمد شاہ نے نظام الملک کو گجرات میں اپنا قائم مقام بنایا اور راجہ مندل کی تادیب کی ہم اس کے سپرد کر کے خود مہاراشٹر سے مانوہ روانہ ہوا سلطان ہوشنگ نے بھی قدم آگے بڑھایا ہوشنگ نے کالیانہ میں قیام کیا اور پشت پر دیوار کر کے ایک نشیبی مقام پر اپنے خیمے نصب کئے اور بڑے بڑے درخت کٹوا کر ان کو نصب کرا کے اپنے سامنے کا راستہ خراب کر دیا۔

سلطان احمد شاہ نے ایک کشتادہ جنگ میں قیام کیا اور فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ میمنہ احمد نگر اور میرہ ملک فرید و عباد الملک سمرقندی اور بنگاہ عضد الدولہ کے سپرد کیا۔ احمد شاہ نے میدان جنگ کا راستہ لیا اور ملک فرید کے دائرہ کی طرف سے ہو کر گزرا۔ بادشاہ نے ایک خدمت گار کو دیکھا اور ملازم کو ملک فرید کی طلب میں روانہ کیا بادشاہ نے اس وقت ملک فرید کو اس کے باپ کا خطاب عباد الملک بھی عطا فرمایا احمد شاہ کا ارادہ تھا کہ ملک فرید کو اپنے ہمراہ لے چلے خدمتگار واپس آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ملک فرید اپنے بدن پر تیل کی مالش کر رہا ہے اور چند ساعت میں حاضر ہوگا بادشاہ نے کہا کہ آج کا روز میدان داری کا دن ہے ملک فرید تانچیر کی وجہ سے نادم ہوگا ملک فرید نے بلا توقف میدان کارزار کی راہ لی۔

غرض کہ ہردو بادشاہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں استاد ہوئے اور سپاہیوں میں جوش پیدا ہوا اسی دوران میں ایک ہاتھی سلطان احمد شاہ کی فوج سے سلطان ہوشنگ کے لشکر کی جانب بھاگا اس درمیان میں ملک فرید نے بھی میدان جنگ کا رخ کیا۔ ملک فرید نے ہر چند کوشش کی لیکن چونکہ راستہ تنگ و خار بند تھا اسے دشمن پر حملہ آور ہونے کی راہ نہ ملے آخر کار ایک شخص نے کہا کہ میں راستہ جانتا ہوں اور تمکو دشمن کے عقب سے غنیمت تک پہنچا سکتا ہوں ملک فرید سید خوش ہوا اور بلا تاخیر اس طرف روانہ ہوا جس وقت دو فوجیں ایک دوسرے سے ملے اور غالب و مغلوب میں کچھ تمیز باقی نہ رہی تو ملک فرید نے سلطان ہوشنگ کے عقب سے

حکم کیا سلطان ہوشنگ نے بھی بہت سخت معرکہ آرائی کی لیکن چونکہ تقدیر سے یادری
 نہ کی اور نیز یہ کہ تھیرکمان سے نکل چکا تھا۔ اس نے رخ پھیر دیا اور مندو کی راہ کی۔
 سلطان احمد شاہ نے کامیابی کے ساتھ حریف کا تعاقب کیا اہل کجرات
 نے مندو سے ایک کوس کے فاصلہ تک حریف کا تعاقب کیا چونکہ سلطان ہوشنگ
 بے تحاشا فراری ہو رہا تھا بے شمار مال غنیمت کجراتیوں کے ہاتھ آیا اور کجرات
 کا ہر خرد و بزرگ دولت مند ہو گیا۔ فاتح قوم نے ہر قسم کے دخت جو حوالی مندو میں
 پائے جاتے تھے زمین سے اکھڑ کر پھینک دئے اور تباہی میں کوئی دقیقہ اٹھا
 نہیں رکھا۔

اس زمانہ میں موسم برسات بھی آگیا اور احمد شاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور
 جانیفونا دوت کی ریاستوں کو جو برسرِ راہ واقع تھیں تنبیہ کرتا ہوا احمد آباد پہنچا۔
 بادشاہ نے ایک جشن منعقد کیا اور علماء و فقراء اور سادات کو انعام و اکرام
 سے مالا مال کر کے ہر اس امیر یا فوجی کو جس نے اس معرکہ میں کوئی کارناما کیا تھا اپنی
 نوازش سے دل شاد کیا اور خطاب و القاب سے سرفراز کر کے قدر افزائی کی۔
 اسی سال کے آخر میں احمد شاہ نے حصار سوگجہ کی تعمیر کی اور مسجد کی بنیاد
 ڈالی احمد شاہ اندرو ان کی سمت روانہ ہوا اور ماوہ کوتا راج کرنے کا حکم دیا سلطان
 ہوشنگ کے قاصد حاضر ہوئے اور انھوں نے صلح کی گفتگو شروع کی سلطان احمد نے
 ان کی درخواست قبول کی اور واپسی کے وقت جانیفونا کو دوبارہ تاخت و تاراج
 کیا۔

۲۳ھ ہجری میں بادشاہ نے جانیفونا کی تسخیر کا ارادہ کر کے اپنے ملک
 سے سفر کیا بادشاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور راجہ جانیفونا نے عاجزی کے ساتھ
 ہر سال ہیشکشاں ادا کرنے کا وعدہ کیا بادشاہ نے راجہ پر خراج مقرر کر کے
 اپنے ملک کی راہ کی۔

سلطان ہوشنگ نے اسی دوران میں اپنی ہزیاں سرائی سے بادشاہ کو اپنی
 طرف رنجیدہ کر دیا تھا احمد شاہ نے ۲۴ھ ہجری میں ایک جرار فوج کے ساتھ ماوہ
 پر حملہ کیا اور مندو کے قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ احمد شاہ نے دروازہ سارنگ پور کے رخ پر

تیار کیا اور محاصرہ میں پوری اختیار سے کام لے کر مورچے اپنے امیروں میں تقسیم کر کے سلطان ہوشنگ قلعہ کے استحکام سے مطمئن تھا اس نے ارادہ کیا کہ اس زمانہ میں ایسا کار مردانہ انجام دے جسکی وجہ سے عرصہ دراز تک اسکی یاد دلوں میں تازہ رہے۔

سلطان ہوشنگ نے پائے تخت کو اپنے ایک مدبر عقل مند صاحب ہمت امیر کے سپرد کیا اور خود چھ ہزار آزمودہ کار اور جہی سپاہیوں کی فوج کے ساتھ ٹالوکی دروازہ سے قلعہ سے باہر نکلا اور بہترین ہاتھیوں کے گرفتار کر نیلے لئے باغیگر روانہ ہو گیا۔ ہوشنگ اپنی جوانمردی سے جانکرا ہوا اور جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے قوی ہیکل ہاتھیوں کو گرفتار کر کے چھ ماہ کے بعد اپنے دار الملک مندرہ کو واپس آیا۔ سلطان ہوشنگ نے حصار کے کنکروں پر علم نصب کر کے اور شادیانے بجاوائے۔

سلطان احمد شاہ کو ہوشنگ کے اس سفر کی اطلاع نہ تھی اور اس نے ٹکڑیوں پر علم نصب کرائے اور طبل شادی بجانے کی حقیقت دریافت کی۔ بحراتی ملازم نے واقعہ کی نوعیت دریافت کر کے حقیقت حال سے بادشاہ کو اطلاع دی۔ احمد شاہ سیدہ متعجب ہوا اور اس نے کہا کہ اس حصار کی طرف کون آگیا اٹھا کر دیکھ سکتا ہے ظاہر ہے کہ میری جہاز فوج نے قلعہ کو ہر جہاں طرف سے گھیر لیا ہے لیکن باوجود اس کے مالک حصار کو قلعہ کی طرف سے اس قدر اطمینان ہے کہ محاصرہ کے دوران میں اپنے ملک سے اس قدر دور و دراز مقام پر گیا وہ چھ ماہ کے بعد واپس آیا۔

احمد شاہ نے حصار کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا ولایت مالوہ کے درمیان فی حصہ ملک میں داخل ہو کر ملک کو تباہ و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چند مرتبہ احمد شاہ اور سلطان ہوشنگ کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی لیکن ہر جنگ میں احمد شاہ نے فتح پر فتح پائی اور اس کے بعد احمد آباد واپس آیا۔

چارے استاد بلا احمد تاریخ الفی میں اس حکایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ۲۵۰ ہجری میں سلطان ہوشنگ نے سوداگروں کے لباس میں جانکر کا سفر کیا اور سلطان احمد شاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ عرصہ سے مالوہ میں نہیں ہے اور امیروں اور افسران فوج نے اس کے ملک کو واپس میں تقسیم کر لیا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے ان اخبار کی بنا پر کجرات پر رھا دالیا اور قلعہ نہیر کو جو مالک مالوہ

میں داخل ہے صلح کے ذریعہ سے فتح کر کے حصار مندو کے پائیں مقیم ہوا امیران مندو نے بادشاہ کی مزاحمت کی اور احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کو ماوہ کے اطراف و جوانب میں ملک کو تباہ و تاراج کرنے کے لئے روانہ کیا اور آبادی اور زموری کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔

اس دوران میں برسات کا موسم آگیا اور احمد شاہ نے سمجھ لیا کہ حصار آسانی سے فتح نہیں ہو سکتا بادشاہ فتح حصار سے دست بردار ہوا اور خود اجین روانہ ہو گیا احمد شاہ نے اپنے امیروں کو اپنے لشکر میں تقسیم کیا اور کمرات سے قلعہ کشائی کے اسباب یعنی بنفینق اور راجے وغیرہ طلب کئے۔ ملک محبوب کو وال احمد آباد یہ تمام اشیاء احمد آباد سے اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور احمد شاہ نے دوبارہ قلعہ مندو کا محاصرہ کر لیا اور ملک محبوب کو تارہ پور کے راستہ کے انتظام پر مقرر کیا اور محاصرہ کو بڑی احتیاط سے جاری رکھا۔ اس دوران میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ جاگیر سے مندو واپس آگیا ہے احمد شاہ نے اپنے تمام امیروں کو جمع کیا اور پہلے پایاکہ مثل سابق کے فہیم کے ٹاک میں قیام کر کے راہ کو ہر جہاں طرف سے مسدود کر دیں۔

احمد شاہ نے یہ انتظام کر کے خود سارنگ پور کی راہ لی سلطان ہوشنگ کو احمد شاہ کے ارادہ سے اطلاع ہوئی اور خود بھی دوسری راہ سے سارنگ پور روانہ ہوا ہوشنگ نے احمد شاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کر کے استدعا جزی و ٹیکاری کی کہ سارنگ پور کے قریب پہنچا احمد شاہ قدق و فار بندہ شب بیداری کرنے سے غافل ہو گیا۔ بارہویں محرم ۱۰۲۵ ہجری کی رات کو سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے لشکر پر شہنشاہ مارا ورنہ تعداد گجراتیوں کو جو قطعاً غافل تھے قتل کیا بقیہ سپاہی جا بجا منتشر ہو گئے۔

سلطان احمد شاہ بیدار ہوا اور اس نے دولت خانہ میں سوا ملک جو نارا کا بار کے اور کسی شخص کو موجود نہ پایا۔ چونکہ گھوڑے حاضر تھے بادشاہ انہیں میں سے ایک پر سوار ہوا اور دوسرے گھوڑے پر ملک جو ناکو بٹھایا اور جنگل کی راہ لی۔ احمد شاہ خود جنگل کے ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا اس نے ملک جو ناکو حقیقت حاصل معلوم کرنے

کے لئے اپنے لشکر گاہ کو روانہ کیا۔ ملک جو ناشاہی لشکر گاہ میں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ملک مقرب اور ملک فرید اپنے اپنے دستہ فوج کے ہمراہ دولت خانہ شاہی کی طرف آ رہے ہیں ان امیروں نے ملک جو شاہ سے بادشاہ کا حال دریافت کیا ملک جو شاہ نے حقیقت حال بیان کی اور ہر دو امیروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلحہ پر ہتھیار نہ تھے ملک مقرب نے اپنے اسلحہ بادشاہ کو پہنائے اور اس جنگ کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے جواب دیا سپیدہ صبح ظاہر ہونے تک توقف کرو احمد شاہ نے ملک جو نا کو۔ دوبارہ لشکر گاہ کے طرف روانہ کیا تاکہ یہ معلوم کرے کہ سلطان ہوشنگ کس شغل میں مصروف اور کس جگہ قیام پذیر ہے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل بلوہ ماتحت و تاراج میں مشغول ہیں اور سلطان ہوشنگ قاصدہ کے گھوڑوں اور ہاتھیوں کے ہمراہ مع چند سپاہیوں کے ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تماشہ دیکھ رہا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے طلوع صبح کے قریب جس کو درحقیقت صبح اقبال کہنا چاہئے ایک ہزار سواروں کے ساتھ سلطان ہوشنگ پر حملہ کیا۔ احمد شاہ حریف کے قریب پہنچا قریب سے اسکو پہچان کر اسکی طرف بڑھا دو فوئوں فرزند و اؤں میں عظیم الشان لڑائی ہوئی ہر دو سلاطین نے بذات خاص اسقدر کوشش کی کہ زخمی ہو گئے۔ اس دوران میں گجراتی فیلباں جو ہاتھیوں پر سوار دشمن کے پنجہ میں گرفتار تھے قریب پہنچے انھوں نے اپنے مالک کو پہچانا اور کیا رنگی سلطان ہوشنگ کی فوج پر حملہ کر دیا سلطان ہوشنگ اس حملہ کی تاب نہ لایا اور سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ اہل گجرات سے جقدر مال غنیمت حاصل ہوا اتنا وہ پھر ان کے قبضہ میں آیا اس کے علاوہ سات نامی ہاتھی بھی احمد شاہ کے قبضہ میں آ گئے۔

احمد شاہ سارنگ پور کے محاصرہ سے تنگ آ گیا اور واپسی کے خیال سے اس نے کوچ کیا سلطان ہوشنگ موقع پاکر محاصرہ کے باہر نکلا اور احمد شاہ کا قنابٹ کیا۔ اس مرتبہ بھی احمد شاہ کو فتح ہوئی اور چند جاگیر کے ہاتھی جنگجو ہوشنگ بے مدد عزیز رکھتا تھا اہل گجرات کے ہاتھ آئے احمد شاہ کامیاب اور باہر اد احمد آباد واپس آیا اور حضرت شیخ کینور رحمۃ اللہ علیہ کی جنھوں نے اس فتح کی بشارت دی تھی بے مدد عزت و توقیر کی اہل گجرات پیشتر سے زیادہ حضرت شیخ کے معتقد ہوئے چونکہ اس سفر میں اہل گجرات

نے مدد سے زیادہ محنت برداشت کی تھی احمد شاہ نے چند سال قیام میں بسر کئے۔
 ۱۲۸۰ء ہجری میں احمد شاہ نے قلعہ ایدر کا رخ کیا اور نہر ساہرمتی کے کنارے
 ایک نیا شہر آباد کر کے اسے احمد نگر کے نام سے موسوم کیا بادشاہ نے اس شہر کے پہلو
 میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور اس نواح کے دور دراز شہروں میں جوار فوجیں روانہ کر کے وہاں
 ترہ خشک ہر طرح کے سامان کو تباہ و برباد کیا اور رعایا میں جو ہاتھ آیا اسکو تلوار کے گھاٹ
 اتارا احمد شاہ نے قلعہ احمد نگر سے کوچ کیا اور اسباب شکست کے ساتھ ایدر کے ملک
 میں پہنچ گیا بادشاہ نے اس قلعہ کے علاوہ جسکو سلطان مظفر شاہ نے فتح کیا تھا ایک
 روز میں تین دیگر حصہ اس مملکت کے فتح کئے راجہ ایدر نے بیجا نگر کے کوہستان میں پناہ
 لی اور سلطان احمد کا میاب احمد آباد واپس آیا۔

۱۲۸۰ء ہجری میں شہر قلعہ تعمیر و آباد ہو گئے اور احمد شاہ نے بارگڑ دلایت ایدر
 کا رخ کیا پونجا رائے راجہ ایدر نے اسے آہ اجباد کا اندوختہ صرت کیا اور فوج میں
 بید اضافہ کر کے مدد سے زیادہ لا حاصل کوششیں کیں لیکن آخر کار مجبور ہو کر موروثی ملک
 کے باہر چلا گیا اور ملک کے گرد قیام کر کے روزانہ حرکت نہ ہوجی کرتا تھا یہاں تک
 کہ پانچویں جادسی لاول ۱۲۸۰ء ہجری کو بگراتیوں کا ایک گروہ ان اشخاص کی حمایت
 میں جو چارہ ہم پہنچانے کے لئے گئے ہوئے تھے لشکر سے باہر نکلا اور راجہ نے
 موقع پکڑا اس گروہ پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھا کر واپس ہوا اور بگراتیوں کا ایک نامی ہاتھی
 گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے چلا۔

اہل گجرات کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور انھوں نے راجہ کا تعاقب کیا اور
 پہاڑ کے ایک تنگ مقام پر اس سے جا ملے چونکہ راستہ ایک ہی تھا راجہ نے بھی
 لڑائی کا بازار گرم کیا اور اہل گجرات کا مانع ہوا۔ گرفتار ہاتھی کا خیل بان بید بہادر
 تھا اس نے دیکھا کہ عقب سے فوج آ رہی ہے فیلبان نے موقع پکڑ ہاتھی کو پونجا پر
 دوڑایا راجہ کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار کے پہاڑ سے نیچے گرا۔ اور راکب و مرکب
 دونوں ہلاک ہوئے فیلبان نے بلا حقیقت حال سے کسی کو مطلع کئے ہوئے ہاتھی
 کو لشکر گجرات میں پہنچا دیا۔ ایدر کے سپاہی شکست کھا کر اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے
 اور راجہ کی لاش کے طرف کسی نے توجہ نہ کی۔

ایک روز کسی شخص کا پوجا کے قریب گزر ہوا اور اس نے لاج کو پہچان کر اسکا سترن سے جدا کر دیا اور احمد شاہ کے پاس لے آیا بادشاہ نے تحقیق حال تحقیق کے لئے چند انتماس کو سرحد سے سر کے قریب طلب کیا کسی شخص نے بھی اس کی شناخت نہ کی انوکار ایک نوکر جو بیشتر پونجا کا ملازم تھا اب لشکر گہرات میں خدمتگار تھا ادھر سے گذر اور اس نے راجہ کا سر دیکھا چونکہ یہ شخص مقتول کا تنگ کھا چکا تھا اس نے پہلے سر کو مسجد ہ کیا اور بعد کو بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ سر پونجا کا ہے بادشاہ کو اس شخص کی وفاداری بیحد پسند آئی اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

احمد شاہ دوسرے روز ایدر روانہ ہوا اور ایدر اور بیسل نگر میں ہزار لشکر روانہ کر کے ان شہروں کے قریب اور قصبہ تباہ و ویران کئے۔ پونجا کا فرزند و میراؤ جو اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر قبیلہ کا حاکم ہوا تھا عاجزی کے ساتھ پیش آیا اور طرح ادا کرنے کا وعدہ کیا و میراؤ نے وعدہ کیا کہ ہر سال تین لاکھ نفرتی تنگے خزانہ میں داخل کریگا احمد شاہ نے صفدر الملک کو احمد نگر کا حاکم مقرر کیا اور ولایت انگوارہ کو تاراج کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

۳۲۲ شمیر ہجری میں احمد شاہ نے بارگرا ایدر پر لشکر کشی کی اور چھبیس صفر کو ایدر کا ایک مشہور نلعہ سر کے حصار میں داخل ہوا اور خدا کی بارگاہ میں شکر یہ ادا کیا اور ایک جامع مسجد تعمیر کرائے احمد آباد واپس آیا۔

۳۲۳ شمیر ہجری میں کانہارا کے حاکم جھالودہ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے ایدر کے تمام مراحل طے کر کے دوسرے زمینداروں کی خبر لینی شروع کی ہے اس راجہ نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ جلاوطن ہو جائے راجہ ملل و اسباب ہمراہ لیکر جھالودہ سے روانہ ہوا یہ خبر احمد آباد پہنچی اور احمد شاہ نے ایک فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی راجہ کانہارا کے مجید وقت کے ساتھ برہان پور اسیر پہنچا اور وہ قیل نصیر خاں کو پیش کئے حاکم برہان پور بادشاہان دکن کی قرابت سے مجید منور ہو رہا تھا اس نے بادشاہ کے تمام حقوق احسان فراموش کر دیے اور راجہ کو اپنے ملک میں جگہ دی۔

چند روز کے بعد کانہارا کے نصیر خاں کے مشورہ اور اس کے سفارش نامہ کے ہمراہ سلطان احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادا کی درخواست کی سلطان بہمنی نے

ایک لشکر راجہ کی امانت کے لئے مقرر کیا تاکہ یہ فوج سلطان پور و دربار تک تمام حصہ ملک کو تاج کرے۔

احمد شاہ گجراتی نے اپنے فرزند محمد شاہ کو اس ہم پر نامزد کیا اور مقرب الملک سر لشکر و دیگر افسران فوج مثل سید ابو الغیر سید ابو القاسم سید عالم اور افتخار الملک کو شاہزادہ کے ہمراہ کیا۔ فریقین میں خونریزی لڑائی ہوئی اور اہل ہجرات کے حریف کو شکست دی بے شمار اہل و کین قتل ہوئے اور بقیہ نے میدان جنگ سے فراری ہو کر دولت آباد میں پناہ لی۔

سلطان احمد شاہ ہمہی نے یہ خبر سنی اور اپنے فرزند اکبر شاہزادہ علاء الدین اور اسکے برادر خور و المشہور بہ خان جہاں کو گجراتی شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ کیا۔

بادشاہ نے لشکر فوج کے تمام صوبید کو اپنے ایک متجرب امیر قدرخان دکنی کے سپرد کر کے اس امیر کو بھی شاہزادہ علاء الدین کے ہمراہ روانہ کیا۔

شاہزادہ علاء الدین قدرخان کی رائے کے موافق سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا فوج دولت آباد میں مقیم ہوا۔

اس مقام پر شاہزادہ کا خیر نصیر خاں مالک برہان پور مع کاہنارائے راجہ جاوڑ

کے شاہزادہ سے آ ملا۔ اہل و کین کو اس تازہ امداد سے مزید تقویت حاصل ہوئی اور حریف سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے دکنی فوج نے سفر کی چند منزلیں طے کیں

اور دروہ مانک پنچ پر شاہزادہ محمد خاں سے مقابلہ ہوا۔ فریقین میں خونریزی لڑائی واقع ہوئی اور انشاء جنگ آزمائی میں اتفاق سے ملک مقرب قدرخان ہر دو سپہ سالار ایک دوسرے سے دست گیر ہوا۔

گجراتی امیر اپنے حریف پر غالب آیا اور قدرخان دشمن کے ضرب سے لاپسی عدم ہوا۔

اس کے علاوہ ملک افتخار الملک نے شاہزادہ علاء الدین کے سپاہ خاصہ پر حملہ کر کے حریف کی جماعت کو ہرا گندہ اور چند نامی ہاتھیوں کو گرفتار کیا۔

اس واقعہ کے بعد دکنی شاہزادہ میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔

شاہزادہ علاء الدین نے دولت آباد میں قیام کیا اور کنہارائے اور نصیر خاں فاروقی کو ہستانہ خاندیس میں پناہ گزین ہوئے۔

شاہزادہ محمد خاں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے ملک کو واپس گیا۔

اسی سال قطب نام ایک امیر نے جو سلطنت گجرات کی طرف سے جزیرہ مہاتم کا حاکم تھا وفات پائی۔ احمد شاہ بہمنی سابقہ شکست کی تلافی و تدارک میں مہتمک تھا۔ بادشاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے بہتریں امیر ملک التھار کو مہاتم کی جہم پر روانہ کیا۔ ملک التھار کی حسن تدبیر سے یہ جہم سر ہوئی اور جہاتم پر اہل دکن کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ارادہ کیا کہ جہاتم پر بار دیگر قابض ہو۔ بادشاہ نے اپنے چھوٹے فرزند شاہزادہ ظفر خاں کو افتخار الملک کی انالیقی میں اس جہم پر نافر کیا اور مخلص کو وال بندر دیو کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ ممالک محروسہ کے تمام بندر گاہوں کے جہازوں کو درست و تیار کر کے ظفر خاں کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ مخلص الملک نے جلد سے جلد فرمان کی تعمیل کی اور بندر دیو بندر مکو کہہ و کنپناٹ وغیرہ سے سترہ اہواز جہاز ہم پہنچائے اور ولایت مہاتم کے قریب ظفر خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔

ظفر خاں نے امیران دربار کے مشورہ سے جہازوں کو دریائی راہ سے رمان کیا اور خود خشکی کے راستہ سے آگے بڑھا۔

اہل گجرات نے دکنی جو کی یعنی قصبہ تھانہ کا محاصرہ کیا۔ شاہزادہ نے افتخار الملک سر لشکر کو ملک سہراب سلطانی کے ہمراہ پیشتر روانہ کیا۔

بلدہ تھانہ کا کو وال مقابلہ کی تاب نہ لا کر قطعہ بند ہو گیا۔

گجراتی امیروں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں جہاز بھی پہنچ گئے اور دکنی امیر کے لئے تمام راہیں مسدود ہو گئیں۔

دو یا تین روز جنگ قائم رہی لیکن ظفر خاں کے ورود کے بعد حاکم تھانہ قلعہ سے باہر نکلا اور بی جرات و مردانگی کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں صفت آرا ہوا۔

چونکہ حاکم تھانہ کو کسی جانب سے مدد نہ ملی اس نے مجبور ہو کر راہ قرار اختیار کی۔ شاہزادہ ظفر خاں نے تھانہ پر قبضہ کیا اور ایک دستہ فوج کا تھانہ کی حفاظت کے لئے متعین کر کے خود مہاتم کی طرف روانہ ہوا۔

ملک التھار نے تیار و بزرگ و رختوں کو کلاٹر ساحل کو تھانہ بند کر دیا۔ گجراتی فوج ساحل پر پہنچی اور اہستہ سے مکمل کر میدان میں مصعت اور چوٹی

طرفین میں شدید و خونریز جنگ ہوئی اور صبح سے تا شام معرکہ کاردار جاری رہا۔ ہر فرقہ نے حریف کے سپاہیوں کو خاک و خون میں ڈال دیا اور دشمن پر فتح پانے کے لئے انتہائی کوششیں کرتے ہوئے آخر کار فتح و ظفر نے ظفر خاں کا ساتھ دیا اور ملک التجار شکست خوردہ ایک ہزار بیڑہ میں پناہ گزین ہوا گجراتی جہاز بھی دریائے سندھ سے پہنچ گئے اور دشمن کی طرح تری پر بھی اہل گجرات کا قبضہ ہو گیا۔ ملک التجار نے احمد شاہ بہمنی سے امداد طلب کی۔ بادشاہ نے اپنے فرزند کو ایک محمد خاں کو دس ہزار سواروں اور ساٹھ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خواجہ جہاں وزیر کو مختار کل مقرر کیا۔

دکنی لشکر مہاتم کے قریب پہنچا اور ملک التجار نے محاصرہ کی مصیبت سے نجات پا کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی۔

اہل دکن نے اس عجیب و غریب اتفاق کو دیکھا کہ ہمیشہ تمھارے پر قبضہ کرنا انگریزوں کے دکنی لشکر خاں کی طرف بڑھا اور شاہزادہ ظفر خاں بھی تیار ہو کر اہل تمھارے کی امداد کے لئے پہنچ گیا۔ طرفین کا مقابلہ ہوا اور پہلے ہی روز صبح سے غروب آفتاب تک معرکہ کارزار لڑا گیا۔ بالآخر کار اہل گجرات نے فتح پائی اور ملک التجار نے چاکلہ اور محمد خاں نے دولت آباد کی راہوں کی طرف خاں کامیاب بامداد مہاتم میں داخل ہوا اور حال دکن کو جو مہاتم سے فراہم ہو گئے تھے جہاز کے ذریعہ گرفتار کیا اور بے شمار مال قیمت حاصل کر کے ہمد قسم کے اسباب و زینت و سرخ چندشتیوں میں باہر کے اپنے پر عالی قدر کی خدمت میں روانہ کیا۔

شاہزادہ ظفر خاں نے تمام ولایت مہاتم تمھارے پر قبضہ کر لیا اور ملک کو اپنے امیروں اور افسران فرج میں تقسیم کیا۔

اسی سال یہ معلوم ہوا کہ فتح خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی جو سلطان مبارک شاہ دہلوی کا ملازم تھا آئرشینج علی والی کابل کے معرکہ جنگ میں کام آیا۔

سلطان احمد شاہ لوازم عزا داری کھالایا اور غلامانہ نذالات کی مجلس ترتیب دیکر مہاتم کے نام پر روپے اور اشرافیاء غیرت کہیں۔

۳۳۰ ہجری میں سلطان احمد شاہ گجراتی نے شاہزادہ محمد خاں کو سرحد گجرات کی حفاظت پر کجاں کھا اور خود ملک چینا کا رخ کیا۔

سلطان احمد شاہ دکنی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا لشکر درست

کر کے بجلانہ روانہ ہوا۔ راجہ بجلانہ جو سلطنت گجرات کا باج گزار تھا قلعہ میں پناہ گزین ہوا احمد شاہ نے تمام ملک تاراج و برباد کر دیا۔ شاہزادہ محمد خاں نے سلطان احمد گجراتی کو اس مضمون کا ایک معروضہ روانہ کیا کہ فدوی عرصہ سے سعادت ملازمت سے محروم ہے اور طول سفر کے باعث امراض و آفران فوج اپنی اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ سلطان احمد شاہ ہمیں نے بجلانہ کو تاراج کیا ہے اور اب اسکا ارادہ ہے کہ اس نواح کا رخ کرے۔ فدوی کے پاس اس وقت اسقدر فوج و لشکر موجود نہیں ہے جسکی تعویث سے حریف کا مقابلہ کرے۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس خط کا مضمون معلوم کر کے جینا کے محاصرہ سے فی الحال دست کشی اختیار کی اور زادوت روانہ ہوا بادشاہ نے اس ملک کو تحت تاراج کیا اور جلد سے جلد دربار پہنچ گیا۔

شاہزادہ محمد خاں اور امراء سے حد شرف قدمبوسی سے فیضیاب ہوئے اور بادشاہ کے درو پر شاہ دیا نے بجائے گئے۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ احمد شاہ ہمیں قلعہ متنبول کے نواح میں مقیم تھا لیکن شاہ گجرات کے درو کی خبر سنا اپنے ملک کو واپس گیا۔ احمد شاہ گجراتی اجماع دکن سے معرکہ آرائی کر نیکا دل سے خواہاں نہ تھا اس خبر کو سنکر بید خوش ہوا اور احمد باد واپس ہوا بادشاہ نے دریائے تاپتی کو عبور کیا تھا کہ اسکو معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ ہمیں نے سفر کا رخ بدل دیا اور اپنے دارالحکومت جانے کے بجائے بارو قلعہ متنبول کا محاصرہ کر لیا۔

ملک سعادت سلطانی حاکم قلعہ جاں سپاری میں کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ احمد شاہ گجراتی نے شاہ دکن کے دربار میں ایک قاعدہ سیدی اسماعیل اتچی کو روانہ کیا اور اسکو پیغام دیا کہ اگر بادشاہ اس قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہوں اور اہل حصار کو تکلیف نہ پہنچا کر اپنے ملک کو واپس جائیں تو مناسب ہے ایسی صورت میں قواعد دوستی میں غلط نہ واقع ہوگا اور گجرات اور دکن کے مراسم اتحاد و اتفاق اس طرح قائم و برقرار رہیں گے۔

سلطان احمد شاہ دکنی نے مجلس مشورہ منعقد کی اور امراء دربار سے مشورہ کیا۔ اہل دکن نے اپنی فطری فتنہ انگیزی کے مطابق بادشاہ سے عرض کیا کہ قلعہ میں غلو آؤ قیدیوں کو ہے ملامت پہنچنے کے قبل ہی ہم حصار کو سر کر لیں گے اس حالت میں محاصرہ سے دست بردار ہونا

مصلحت سے بعید ہے۔
 قاصد نے اہل دکن کے مشورہ سے آگاہی حاصل کر کے اپنے مالک کو حقیقت واقف
 آگاہ کیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی نے ساحل دریا سے رخ بدلا اور جلد سے جلد قبول
 ردانہ ہوا۔

احمد شاہ بہمنی نے پابیکوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اگر آج کی شب تم کوئی ایسی
 تدبیر کر دجو جس سے تلو پوری کامیابی ہو جائے تو میں تلو کو دولت دنیا سے بے دیا زکوہ و نکاح
 مات کا ایک حصہ کرنے کے بعد پابیکوں کا ایک گروہ دیوار قلعہ کے قریب گیا اور
 آہستہ آہستہ دیوار قلعہ کے پتھروں کی آڑ میں چھپتا ہوا اور پڑ چکا اور نیچے اتر کر قلعہ کا دروازہ
 کھول دیا۔ اہل دکن قلعہ کے اندر داخل ہو گئے لیکن ملک سعادت سلطان فی ملک قلعہ
 فوراً اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اسے پابیکوں کو قتل کرنا شروع کیا اور وہ دیوار قلعہ سے اندر اتر گیا
 تھا وہ تو تہ تیغ کیا گیا اور جو اشخاص دیوار پر باقی تھے وہ نیچے گر کر
 ہلاک کئے گئے۔

لیکن باوجود اس کے قلعہ کا دروازہ مکمل گیا اور ملک سعادت نے اسی موڑ پر
 پرجہ قلعہ کے محاذ میں واقعہ تھا شبنم مارا اور چونکہ اس موڑ پر کے سپاہی بے خبر تھے
 اکثر اشخاص بھڑ بھڑا کر پریشان ہوئے۔

اسی دوران میں سلطان گجرات بھی قریب پہنچ گیا اور احمد شاہ بہمنی پابیکوں کو قلعہ
 سے آگے بڑھا باوجود دکن نے اپنے امرا و افسران فوج کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ
 چند مرتبہ لشکر گجرات دکن کی فوج پر غالب آچکا ہے اور مہتمم پرجہ و رعیت نے قبضہ کر لیا ہے اگر
 اس مرتبہ بھی شکست ہوئی تو دکن کا ملک ہمارے ہاتھ سے کل جائیگا احمد شاہ نے جنگ کے لئے
 سفید کرنا مستہ نہیں اور سلطان گجرات نے بھی اپنی فوج کو مہرب کیا دکن کا ایک نامی سپہرسمی اتر درخان
 میدان میں آیا اور وہ مقابل کا خواستگار ہوا عقد الملک اس کے مقابل میں آیا ہر دو جوان ایک
 دوسرے سے لڑنے لگے آخر کار اتر درخان مغلوب ہو کر دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوا۔

بعد اسکے جنگ مغلوب ہوئی اور دھنم سے بہادران روڑ گارادھار دھنم دینے لگے صبح
 سے تاغروب آفتاب کارزار قائم رہا اور شام کو طبل باز گشت کی آواز پر ہر فریق اپنے
 قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس معرکہ میں بے شمار اہل دکن ضائع ہوئے اور احمد شاہ بہمنی نے

پریشان ہو کر جنگ آزمائی سے کنارہ کشی کی اور اپنے ملک کو واپس آیا۔
 سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ منول میں داخل ہوا اور حاکم قلعہ ملک سعادت
 پر بھید نوایش فرمائی بادشاہ نے اپنے دربار کے ایک گرو کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا اور
 خود تانیس روانہ ہوا اور یہاں ایک حصہ رقصہ کیا بادشاہ نے تانیس سے نادوت کا رخ کیا
 اور اس ملک کو ماتحت و تاراج کر کے عین الملک کو اس نوح کے انتظام پر مامور کیا اور
 خود سلطان پور بند بار کی راہ سے احمد آباد واپس آیا۔

چند روز کے بعد احمد شاہ گجراتی نے راجہ جہانگیر کی دختر کو شانزادہ فتح خان کے
 حوالہ عقد میں دیا اور اس طرح اس جہم کو پایہ تکمیل پہنچایا۔

سراج التواریخ دکن میں محاصرہ کی روایت مذکورہ بالا بیان سے مختلف
 ہے لیکن مولف کا خیال ہے کہ دکنی موصغ کی روایت ضعیف و صد اقت سے دور ہے مگر
 گجرات نے جو واقعات اس ہم کے درج کئے ہیں وہی صحیح ہیں اور انھیں واقعات کو موصغ
 فرشتہ نے اپنی تاریخ میں ہدیہ ناظرین کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
 سلطان احمد شاہ گجراتی نے میوات و ناگور کا سفر کیا۔ بادشاہ داد گور پور پہنچا اور اس نوح
 کے زمینداروں سے پیش وصول کر کے کیلوارہ و دیوارہ کے مالک میں داخل ہوا کیلوارہ
 و دیوارہ سے مراد کوکھوں اوکھیلوں کے مالک ہیں جو قلعہ چتور کے راجہ سہی راماتوکل کے
 ماتحت تھے احمد شاہ نے ان ریاستوں کو تباہ و ویران کیا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی نے حد و میوات میں قدم آگے بڑھایا اہلکوتہ بوندی اور
 نو لیے کی ریاستوں سے بھی باج و خراج وصول کیا۔

اسی دوران میں برادر زادہ سلطان مظفر شاہ گجراتی مسمی فیروز خاں بن شمس خاں
 دندانی حاکم ناگور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے کئی لاکھ کی رقم بطور پیش کش بادشاہ
 کے ملاحظہ میں گزرائی بادشاہ نے کل رقم فیروز خاں کو عطا فرما کر اس پر بھید نوایش فرمائی اور
 خود گجرات واپس آیا۔

بادشاہ نے احمد آباد و جوچکو ایک کثیر رقم گجرات کے مسکین و محتاج طبقہ میں تقسیم کی۔
 ۸۳۳ ہجری میں سلطان محمود غلجی نے جو سلطان ہونشنگ کا لازم تھا مالوہ
 پر قبضہ کر لیا اور مسعود خاں بن محمود شاہ گجرات میں پناہ گزیں ہوا۔

احمد شاہ گجراتی نے مسعود خان کی امداد پر کمر ہمت باندھی اور مغرور شاہزادہ کو شاہ بنانے کے لئے مالوہ کا رخ کیا۔

بادشاہ نے حوض جلنک پور دیہ مقام اس زمانہ میں باسودہ کے نام سے مشہور ہے متعین پہنچا اور اس نے ایک جہاز لشکر خاں جہاں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خاں جہاں چندیری سے مندو جاہر تھا اس امیر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور جلد سے جلد سفر کی تمزین لے کر آیا ہوا اپنے فرزند محمود شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ احمد شاہ بھی مندو پہنچا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ہر روز ایک گروہ اہل قلعہ کا باہر آکر معرکہ آرائی کرتا اور قلعہ کو واپس جاتا تھا۔ سلطان محمود نے شیون کا ارادہ کیا اور اہل قلعہ نے احمد شاہ کو اس کی خبر دی۔ سلطان محمود کو یہ خبر نہ تھی کہ احمد شاہ اس کے ارادہ سے آگاہ ہو چکا ہے اور اس کے قلعہ سے باہر آتے ہی علوم ہوا کہ گجراتیوں کا لشکر آمادہ ہو چکا ہے۔

غرض کہ فریقین میں خونریز جنگ ہوئی اور بے شمار انسان ضائع ہوئے۔

صبح کو سلطان محمود قلعہ میں پناہ گزیں ہوا اور احمد شاہ نے شاہزادہ محمد خاں کو ایچ ہزار سواروں کے ہمراہ سازنگ پور روانہ کیا شاہزادہ سازنگ پور پہنچا اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

اسی زمانہ میں عمر خاں بن سلطان ہوشنگ نے بھی چندیری میں خروج کیا اور ایک عہد جماعت اپنے گرد فراہم کر لی۔ سلطان محمود نے باوجود ان واقعات کے مردانگی و تجربہ کاری سے کام لیا۔ اوہمطلقاً پریشان نہ ہوا اور ایسا قلعہ کو سمور و آباد کیا کہ اہل حصہ کو غلہ و آذوقہ کی تکلیف نہ ہوئی۔

سلطان احمد شاہ کے لشکر میں قحط نمودار ہوا اور انسان و حیوان پریشان و ضائع ہونے لگے۔ سلطان محمود خلیجی نے خیال کیا کہ حصاری ہونا مطلق کار براری نہیں کر سکتا خلیجی نے اپنے پدر خاں جہاں کو قلعہ میں چھوڑا اور خود دروازہ تاراپور سے نیچے اترا اور سازنگ پور روانہ ہو گیا۔

اثنائے راہ میں حاجی علی گجراتی حاکم حصا کینل محمود خلیجی کا سردار ہوا لیکن حریف سے شکست کھا کر احمد شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا اور بادشاہ کو اطلاع دی کہ محمود خلیجی فلاں راہ سے سازنگ پور جا رہا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے اپنے فرزند کو سازگ پر سے اپنے دربار میں طلب کر لیا اور محمود خلجی نے عمر خاں سے معرکہ آرائی کر کے حریف کو تہ تیغ کیا۔ اسی دوران میں ہندوستان میں دباؤ طاعون نے قدم رکھا۔ یہ مرض گجراتیوں کے لشکر میں اس شدت کے ساتھ نمودار ہوا کہ مردہ اجسام کی بچھیر و تکفین دشوار ہو گئی۔

سلطان احمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ محمود خلجی کا ستارہ اقبال اوج پر ہے اور نوشتہ تقدیر سے جنگ کو ناپاک رہے۔

اس کے علاوہ سلطان احمد شاہ خود ہی مرض الموت کا شکار ہوا اور بادشاہ مین عالم بیماری میں احمد آباد واپس ہوا۔

سلطان احمد شاہ اپنے تخت کا وہ میں پہنچا اور چوتھی ربیع الثانی ۸۵۳ھ ہجری کو اس نے دنیا سے رحلت کی اور وفات کے بعد فدائگان مغفور کے نام سے یاد کیا گیا۔ احمد شاہ نے جمعیتیں ۳۶۶ سال چھ ماہ بیس یوم حکومت کی۔

احمد شاہ تمام عمدہ صفات و خصائل کا مجموعہ تھا اسکا عہد ظالموں کے لئے عہد چنگیزی اور مظلوم رعایا کے لئے عہد نوشیروانی تھا۔

مردم بادشاہ عید بامروت و صاحب ہمت و جرات تھا اور تمام عمر صاحب اخلاق رہا۔

محمد شاہ ابن احمد شاہ سلطان احمد کی وفات کے بعد اسکا بڑا فرزند محمد شاہ بادشاہ گجرات ہوا جو عمر زمانہ ولنے اعام و اکرام سے رعایا کے دلوں کو تسخیر کر لیا محمد شاہ نے سال چوس میں ایدر پر طر کیا۔ راحت الملک نے بادشاہ کی اطاعت

گجراتی

کی اور اپنی بیٹی اسکو بیاہ دی محمد شاہ نے زوج کی سفارش سے ملک کا بقیہ حصہ بھی راحت الملک کو عطا کر لیا۔ بادشاہ نے ایدر سے دو نگر پور کا سفر کیا یہاں کے چوہدری نے اطاعت کا اقرار کیا اور پیش کش گزراں کر اپنے ملک کی حفاظت کی محمد شاہ احمد آباد واپس آیا اور پھر اس نے سندھ ہجری تک کسی طرف رخ نہیں کیا۔

۸۵۳ھ ہجری میں محمد شاہ قلعہ چنیا گیا اس حصار کے راجہ سسی لنگہ اس نے معرکہ آرائی کی اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ محاصرہ نے طوالت پکڑ لی۔ راجہ نے

سلطان محمود خلجی کے پاس قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کی درخواست کر کے ہر منزل پر ایک لاکھ تنگہ دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مال کی طمع اور گجراتیوں سے انتقام لینے کے جذبہ سے متاثر ہو کر اس کی اتناس کو قبول کیا اور سال مذکور کے آخری حصہ میں اس نواح کا سفر کیا۔ سلطان محمود شاہ کے لشکر کے اکثر جانوران بار برداری تلف ہوئے احمد خلجی کے درود کی خبر سن کر اس باختہ ہو گیا اور اپنے خیمے اور اسباب جلا کر جنگ سے کنارہ کش ہوا ہر چند امیران دربار نے اس کو معرکہ آرائی کرنے کی ترغیب دی لیکن اس نے قبول نہ کیا اور جلد سے جلد احمد آباد روانہ ہو گیا۔

جب دوبارہ سلطان مالوہ نے ایک لاکھ مالوی اور مندوی سپاہیوں کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا تو تمام امیروں نے بالاتفاق بادشاہ سے کہا کہ سلطان محمود ہمیشہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچاتا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم بھی اپنی فوجیں درست کر کے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوں لیکن محمد بادشاہ نے یہ درخواست قبول نہ کی اور دیب کی طرف فرار ہو گیا۔

اُمرا اور وزرا پریشان ہو کر سلطان محمود شاہ کی زوجہ کے پاس گئے یہہ بیگم اپنے زمانہ کی بہترین عورت تھی امیروں نے اس سے کہا کہ تم اپنے شوہر کو عزیز رکھتی ہو یا یہ چاہتی ہو کہ بادشاہت اس خاندان میں باقی نہ رہے بیگم نے امیروں سے پوچھا کہ تمہاری تقریر کا مطلب کیا ہے۔ ارکان دولت نے جواب دیا کہ تمہارا شوہر سلطان محمود سے معرکہ آرائی کرنا قبول نہیں کرتا اور گجرات کا ملک مفت ہاتھ سے جاتا ہے تمہیں چاہئے کہ اس امر پر راضی ہو جاؤ کہ ہم جس طرح مناسب سمجھیں اسکا قدم درمیان سے اٹھا دیں اور تمہارے بڑے فرزند قطب خاں کو جو بیس سال کا جوان ہے تحت حکومت پر بٹھائیں۔

بیگم نے مجبوراً امیروں سے اتفاق کیا اور اس گروہ نے ساتویں محرم ۷۵۵ھ کو دہر کے ذریعہ سے محمد شاہ کو ہلاک کیا اور اس بادشاہ نے آٹھ برس نو مہینے چودہ دن حکومت کی اور مرنے کے بعد خدائیگان کریم کے لقب سے مشہور ہوا۔

قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی

قطب الدین اٹھویں جمادی الثانی شب دوشنبہ ۷۸۵ھ بمطابق ۱۳۸۳ء میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد فوراً تخت حکومت پر بیٹھا سلطان محمود خلجی نے ملک غلام بہار تک کو جس سے حال ہی میں قلعہ سلطان پور مان کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا مقدمہ لشکر نکلیا اور جلد سے جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد روانہ ہوا۔

سلطان قطب الدین حاکم مالوہ کی شوکت و حشمت کا دل میں اندازہ کر کے ایک بقال سے جو اس کا بار سوخ درباری تھا جنگ کے معاملہ میں مشورہ کیا بقال نے جواب دیا کہ مناسب یہ ہے کہ بادشاہ سورت میں پناہ گزیں ہو جائیں اور جب سلطان محمود تھا نہ اور لشکر گجرات میں چھوڑ کر مند واپس جائے اس وقت بادشاہ اپنے ملک کو واپس آکر حریف کے گماشتوں کو اس ملک سے باہر کر دیں۔

بادشاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور قریب تھا کہ اس پر عمل کرے لیکن امرا اور وزرا بادشاہ کی نیت سے واقف ہو گئے اور انھوں نے قطب الدین کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اس کو ملامت کی۔

قطب الدین کو غیرت آئی اور اس نے حریف سے مقابلہ کرنے اور صف آرائی کرنے میں کوشش کی اور ایک لشکر آراستہ کر کے سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

ملک علانی سہراب نے موقع پایا اور اپنے لشکر کے ساتھ مانویوں کے گروہ سے نکل کر اپنے مالک کے پاس حاضر ہو گیا ملک علانی کو ایک ہی مجلس میں سات خلعت عطا ہوئے اور علار الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ گجرات کا ہر معزیر و کبیر ملک علانی کے آنے سے بے حد خوش ہوا اور ہر شخص نے خوشی کے نقارہ بجائے۔ ہردو فریق میں تین تین کوس کا فاصلہ رہ گیا اور سلطان محمود نے ایک شعر لکھ کر قطب شاہ کے پاس روانہ کیا جس کا مطلب یہ تھا اگر مرد ہے تو میدان جنگ میں نمودار ہو قطب الدین نے صدر چہاں سے کہا کہ اس کا جواب لکھو صدر چہاں نے دوسرا شعر موزوں کر کے سلطان محمود کے پاس روانہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہم مرد میدان ہیں اور دشمن کے سروں سے چوگان بازی کرتے ہیں لیکن اپنے قیدی سے ہم کو سلوک کرنے میں

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلطان ہوننگ کو سلطان محمود کبیر نے نظر بند کر لیا تھا اور پھر امیر ہربانی کر کے آزاد کیا اور مالوہ کی حکومت اسے عطا کی۔

مختصر یہ کہ مغر کی پہلی تاریخ سلطان محمود نے شیون کا ارادہ کیا لیکن راستہ بھول گیا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جو چاروں طرف سے زقوم کے درختوں سے گھری ہوئی تھی صبح تک منزل مقصود کو نہ پہنچا اور اسی طرح گھوڑے پر سوار رہا۔

سلطان قطب الدین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس روز صبح کو اپنی صفیں آراستہ کر کے حریف کے مقابلہ میں آیا اہل گجرات کا میسرہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور اس نے احمد آباد کی راہ لی لیکن ان کا میمنہ اہل مالوہ کے میسرہ پہ غالب آیا۔ اہل مالوہ نے اپنے ملک کی راہ لی لیکن دونوں فرماؤز انہایت استقلال کے ساتھ جنگ آزمائی میں مشغول۔ ہے اہل مالوہ کی غالب فوج نے اپنے کو فتح مند خیال کر کے اہل گجرات کے لشکر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ سلطان قطب الدین کے قول کے سپاہی جو قلب لشکر میں ثابت قدم تھے سلطان محمود کے قلب لشکر پہ حملہ آور ہوئے اور دشمن کو پریشان کر دیا سلطان محمود نے اپنی بے انتہا بہادری سے اس قدر جنگ کی کہ نہ کوئی سپاہی اس کے پاس باقی رہا اور نہ اس کے ترکش میں تیر رہ گیا لیکن مجبور ہو کر میدان جنگ سے فراری ہوا اور سلطان قطب الدین کے لشکر میں پہنچ کر سر پر وہ چٹ شاہی کے گرد گھومنے لگا آخر کار وہ تاج مرصع و کمر بند اور بے شمار گران بہا جو اہر ساتھ لیکر اپنے لشکر سے جو عقب میں تھا جامل اس کے فراری سپاہی بھی بادشاہ سے آئے۔

سلطان محمود نے اسی جگہ قیام کیا اور یہ خبر مشہور کرائی کہ اسی شب اہل گجرات پر شیون مارے گا۔ حریف اس خبر کو لشکر بید پریشان ہوئے اور اہل لشکر اپنے گھوڑوں پہ سوار ہو کر اپنی محافظت کرنے لگے۔ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور سلطان محمود نے زمین کے ساتھ مالوہ کی راہ لی اور صبح تک اپنی مسافت طے کرنی کہ دشمن سے بے خوف ہو گیا۔

سلطان قطب الدین اس فتح کو خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھا اور اسی ہاتھوں اور دیگر نفیس مال عنیمت کے ہمراہ اپنے ملک واپس آکر ایک بزم عشرت آراستہ کی بادشاہ نے ایک جبار لشکر سلطان پور روانہ کیا اور قلعہ دشمن کے قبضہ سے نکال لیا اس واقعہ کے بعد طرفین کے بھی خواہان ملک کے توسط سے دونوں فرماؤز واپس آئے اس

شرط پر صلح ہو گئی کہ غیر مسلموں سے جو حصہ ملک جو بادشاہ فتح کرے وہ اس کا حق ہے اور نیز یہ کہ ہندوؤں کی حمایت میں دونوں فرمانروا ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں اس کے ساتھ یہ بھی طے پایا کہ راجہ رانا کا دفع کرنا جو سرکش کافر ہے وہ دونوں بادشاہوں کا فرض منصبی ہے۔

سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں یہہ معلوم ہوا کہ فیروز خاں دندانی حاکم ناگور نے وفات پائی اور مرحوم فرمانروا کے بھائی مجاہد خاں نے فیروز خاں کے فرزند سہل خاں پر غلبہ حاصل کر کے ناگور کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور سہل خاں اپنے چچا کے خوف سے بھاگ کر چیتور کے یہودھری سیمپرا ناگپور کے واس میں پناہ گزین ہو گیا ہے۔ راجہ کنبھو اور ناگور کے زمینداروں میں قدیمی دشمنی ہے اور اسی خیال سے رانا نے سہل خاں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اسکی مدد کر کے اسکو باپ کی جگہ ناگور کا حاکم بنا دیگا لیکن شرط یہ ہے کہ فتح کے بعد سہل خاں حصار ناگور کے تین کنٹھ سے تباہ اور ویران کر دے اس شرط کی وجہ یہ تھی کہ رانا بہو کے آباؤ اجداد عرصہ سے ناگور کی تسخیر کے خواہاں تھے لیکن یہ امر انھیں میسر نہ آیا تھا چنانچہ رانا کے پدر سیمپرا راجہ موہل نے فیروز خاں دندانی کے مقابلہ میں یصف آرائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور عین حالت فرار میں عین ہزار آدمی اس کے لشکر کے کام آئے۔

مختصر یہ کہ شمس خاں نے رانا کی شرط قبول کر لی اور اس کے ہمراہ ناگور پر حملہ آور ہوا مجاہد خاں مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے گجرات میں پناہ لی شمس خاں قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ شرط کے موافق حصار کو ویران کرے کہ اہل ناگور نے یہ کہنا شروع کیا کہ کاش ایسے فرزند کے بجائے فیروز خاں کے محل میں دختر پیدا ہوتی اور وہ بچی اپنی عزت کا خیال کر کے اس حصار کو دشمنوں کے ہاتھ سے تباہ نہ ہونے دیتی۔

شمس خاں پر اس طعنہ زنی نے پورا اثر کیا اور اس نے اسی وقت حصار کو مضبوط کر کے رانا سے کہلا بھیجا کہ تم نے مجھے پوری طرح پر مدد دی اور میں اسکا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اس حصار کو ویران کرنا میرے امکاں سے خارج ہے کیونکہ اگر ایسا کروں تو اس شہر کے باشندے خود میرے ہی خون کے پیاسے ہو جائیں گے میں اب مناسب ہے کہ اپنے ملک کو واپس

جاڈیا جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو رانا اپنی حرکت پر نام ہو اور افسوس کرتا ہوا چتور واپس گیا۔

رانانے بارو کو فوج و لشکر جمع کر کے ناگور پر دھاوا کیا اور شمس خاں غصہ صاری ہمت کر کے عقیقہ افسران فوج کے سپرد کیا اور خود امداد طلب کرنے کیلئے احمد آباد پہنچا۔
سلطان قطب الدین نے شمس خاں کی عید خاطر واری کی اور اس کی دختر کو اپنے

جلائے عقد میں لے آیا۔ شمس خاں کو اپنے دربار میں روک لیا اور رائے رام چند و ملک گدا بادشاہ نے شمس خاں کو اپنے دربار میں روک لیا۔
دو غیرہ امر کو اہل ناگور کی امداد کے لئے روانہ کیا۔
ان امیروں نے رانا سے جنگ کی لیکن گجراتیوں کا ایک گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا اور امرا فراری ہوئے۔

سلطان قطب الدین ان واقعات کو سنبھلی غضبناک ہوا اور خود ناگور کا رخ کیا لیکن قلعہ ایوراکے نواح میں پہونچکر بادشاہ نے عماد الملک کو حریف کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود راہ میں قیام پذیر ہوا۔

عماد الملک بھی دشمن سے شکست کھا کر کثیر نقصان کے بعد پس پاہوا۔ عماد الملک کی شکست کے بعد بادشاہ نے اپنے سفر کا رخ بدل دیا اور بجائے قلعہ چتور کے سروہی پر حملہ آور ہوا۔

سروہی کا راجہ رانا چتور کا عزیز قریب تھا بادشاہ نے سروہی کے راجپوتوں سے معرکہ آرائی کی اور ان کو پس پا کرنے کو مجبور ہو گیا۔
سلطان قطب الدین نے کوئلیس کو تاخت و تاراج کیا اور بے شمار قیدی گرفتار کئے اور قلعہ کے قریب پہونچکر حصار کا محاصرہ کر لیا۔

متعدد بار جنگ آزمائی ہوئی اور ہر مرتبہ رانا کو شکست ہوئی اور اس کی فوج کا ایک گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا آخر کار رانا نے قلعہ سے نکل کر خود جنگ آزمائی کی اور شکست کھا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔

رانانے قطب الدین سے صلح کی درخواست کی اور بادشاہ رانا سے پیش بہار قم و جواہرات و سامان وصول کر کے احمد آباد واپس آیا۔

اسی زمانہ میں تاج خاں سلطان محمود غلجی کا سفیر گجرات و لدہ ہوا اور اس نے طبعی نوازہ کی جانب سے قطب الدین کو پیغام دیا کہ زمانہ ناخوشی میں جو واقعات پیش آئے نظر انداز کرنا چاہئے اور اب جدید صلح و عقد کر کے جس طرح ممکن ہو رانا کا قدم در میان سے اٹھایا جائے۔ اس قرار و اد کی صورت یہ ہے کہ رانا کا جو حصہ ملک گجرات سے ملتی ہے وہ عساکر قطبی کا تاراج گاہ ہوا اور بیعت و اہیر وادہ کے شہر لشکر مند و فتح کرے اور اگر ضرورت ہو تو طرفین ایک دوسرے کی اعانت و مدد میں کوتاہی نہ کریں۔ غرض کہ جنیانہر میں طرفین سے علماء و فضلاء جمع ہوئے اور عقد و پیمان کے بعد شرائط صلح کی تکمیل کی گئی۔

سال ۶۰۰ ہجری میں سلطان قطب الدین ایک جرار لشکر کے ہمراہ رانا کے ملک کو روانہ ہوا اثنائے راہ میں بادشاہ نے قلعہ دیو پر قبضہ کر کے حصار اپنے ایک متعہ امیر کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ اسی زمانہ میں سلطان محمود غلجی نے دوسری جانب سے رانا کے ملک پر حملہ کیا۔ رانا نے ارادہ کیا کہ محمود غلجی کا مقابلہ کرے لیکن چونکہ سلطان قطب الدین نے سرحدی سے گزر کر یہ تعمیل تمام کنہیات کی راہ لی رانا نے بھی مصلحت وقت کے لحاظ سے اہل ماوہ سے معرکہ آرائی ملتوی کی اور گجراتیوں کے مقابل میں صف آرا ہوا لیکن فاجش شکست کھا کر اپنے ملک کے درمیانی حصہ میں جو چیتور سے قریب واقع تھا قیام پذیر ہوا۔

اس سلطان قطب الدین رانا کے فرو و گاہ پر پہنچا اور بارہ گز فرغین میں جنگ آزمائی ہوئی لیکن غروب آفتاب کے بعد طرفین بغیر کسی نتیجہ کے اپنے اپنے خیموں کو واپس آئے۔

دوسرے روز صبح کو پھر معرکہ آرائی ہوئی اور سلطان قطب الدین نے بذات خود انتہائی مردانگی کے جوہر دکھائے۔ اس معرکہ میں بھی رانا کو شکست ہوئی اور ضرور راجہ پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا۔

رانا نے اپنے قاصد صلح کے لئے قطب الدین کی بارگاہ میں روانہ کئے اور چوڑوہ من سونا و فیل بزرگ و دیگر بیش قیمت تحائف پیش کر کے صلح نامہ کی تکمیل کرائی اور یہ عقد کیا کہ اب بارہ گز ناگور پر حملہ نہ کریگا۔

چونکہ سلطان محمود اہل گجرات سے بیشتر سہی رانا کے ملک میں پہنچ چکا تھا سلطان قطب الدین نے اپنے خلیفہ کی اس حرکت پر اظہارِ رنج کیا اور احمد آباد واپس آیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان قطب الدین و سلطان محمود کے درمیان جو تباہ و بربادہ سلطان محمود کے حالات میں بیان کیا جائیگا سترہ بجری میں رانا نے نقصِ عہد کر کے پچاس ہزار سواروں کے ہمراہ ناگور پر حملہ کیا حاکم ناگور نے ایک عرصہ جس میں مفصل حالات مرقوم تھے سلطان قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔

جس رات قاصد عریضہ لے کر حاضر ہوا اسی شب سلطان قطب الدین مجلسِ نشاۃِ ترتیب دیکر باوجود عوارسی میں مشغول تھا قاصد نامہ لے کر عہدِ الملک وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا وزیر اسی وقت عریضہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کو شہزاد میں بدھوش پایا لیکن اسکے ہوشیار کرنے کا انتظار نہ کیا اور اسی عالم میں بادشاہ کو محافذ میں سوار کر کے شہر کے باہر لے گیا۔ دوسرے روز ایک منزلِ راہ طے کی اور ایک ماہ تک شکر کے جمع ہونے کے لئے اسی مقام پر قیام کیا۔

جاسوئوں نے بادشاہ کی روانگی کی خبر رانا کو پہنچائی رانا یہ خبر سنکر ناگور سے اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔ رانا کے فرار کی خبر سنکر سلطان قطب الدین شہر کو واپس آیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

اسی سال سلطان قطب الدین نے سر دہی پر حملہ کیا۔ سر دہی کا راجہ جو رانا سے قربتِ قریب رکھتا تھا بھاگ کر کوہستانِ گنیل میں پناہ گزیں ہوا اور اہل گجرات نے ملک کو تاراج و تباہ کیا۔

اسی زمانہ میں سلطان محمود کی فوج نے بھی قلعہ چتوڑ پر حملہ کیا تھا سلطان قطب الدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور رانا کا تعاقب کر کے اسکو جابجا بھگاتا رہا یہاں تک کہ رانا قلعہ گنیل میں آکر پناہ گزیں ہوا بادشاہ نے چند روز قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن یہ معلوم کر کے کہ محاصرہ سے فائدہ نہ ہوگا حصار سے دست کش ہوا اور چتوڑ و دیگر ممالک کو خراب و ویران کر کے بے قیاس مالِ غنیمت لے کر اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

بادشاہ چند ماہ کے بعد حضرت سید قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ سید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہی تھا کہ اس کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ کیا چھسا ہوتا کہ حضرت قطب عالم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ انکو فرزند عطا فرماتا ہو؟ بادشاہ کے بعد اسکا جانشین ہوتا۔

حضرت سید اپنے صفائے باطن سے بادشاہ کے خطروں سے واقف ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ تمہارا برا دور و منزلہ تمہارا سے فرزند کے ہے اور یہی شخص خاندان منظر شاہی کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے گا۔

بادشاہ حضرت سید کے جواب سے مایوس ہوا اور آپ کی خدمت سے اٹھ کر واپس آیا۔

اسی دوران میں بادشاہ طلیل ہوا اور تیسری رجب سترہم ہجری کو اس نے وفات پائی اور سلطان محمود کے خطیر میں دفن کیا گیا۔

یہ بادشاہ وفات کے بعد سلطان غازی کے نام سے یاد کیا گیا۔

شمس خاں بن فیروز خاں جن کی دختر بادشاہ کے جہاں عقد میں دی گئی تھی اس جرم میں مانوڑ ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کیا۔ دولت خانہ شاہی کے تمام اراکین نے اتفاق کر کے شمس خاں کو قتل کیا۔ حرم سرا کے اندر سلطان غازی کی والدہ نے شمس خاں کی دختر پر زہر غور و فی کے الزام میں شدید ترین سختیاں کیں اور آخر کار اسے بادشاہ کی بیگمات و کینزوں کے سپرد کیا۔ ان سب نے جو اس تسلیم سے بے حد بد دل تھے اپنی سو کن کوڑوں سے کر ڈالا۔ مورخین کہتے ہیں کہ قبر و غضب بادشاہ کی مرثیت میں داخل تھے خصوصاً نشہ شراب سے تھا لاہو یا تھوہاب خون کی طرح انکی رگوں میں دورہ کرتے تھے غور و حرم اس کے گرد ہی نہ آسکتے تھے۔ اور مجرم و داعی افراد شیر و خنجر کے حوالے کئے جاتے تھے۔

سلطان قطب الدین نے سات سال سات ماہ حکومت کی اور تمام عہد حکومتی و نزاع میں گزارا اور شراب کھیا کہ کسی وقت بھی اس کے لبوں سے دور نہ ہوا۔

سلطان داود شاہ بن احمد شاہ گجراتی سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد

اس کا چچا داؤد خاں عماد الملک وزیر و بقیہ امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھکے ہوئے۔

اس شخص نے بد معاشی کا پیشہ اختیار کیا اور ایک فراش کو جو اس کا ہمسایہ تھا عماد الملک کا خطاب دیکر اس کو اپنا مقرب امیر و درباری مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اس بادشاہ کی بدوش ایسی ناپسندیدہ تھی جو کسی طرح بھی شایان فرمانروائی نہ سمجھی گئی۔

اراکین دولت نے عماد الملک وزیر کے اتفاق سے سلطان قطب الدین کو حکومت سے معزول کیا اور وزیر مذکور کی رائے کے مطابق شاہزادہ محمود خاں برادر کوچک سلطان قطب الدین کو چودہ برس کے سن میں تخت حکومت پر بٹھادیا۔

بادشاہ کے جلوس کے روز خلائی کو ان کے مراتب کے مطابق انعام و اکرام تقسیم کئے گئے۔

اسپاہ تازی و عراقی و ترکی نیز بیش قیمت خلعت و کمر بند و شیر مرغ و زرشاں خنجر کے علاوہ ایک کڑوڑ تنگ نقد سادات و علما و صلحا کو تقسیم کیے گئے۔

سلطان محمود شاہ مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود شاہ کے جلوس کے بعد ہمارے گرجائی مشہور یہ سلطنت کی باگ عماد الملک وزیر کے ہاتھ آئی اور کارخانہ شاہی میں رونق پیدا ہوئی کہ تمام خلائق شریف و رذیل ہر طبقے کے اشخاص نے سلطان محمود کو اپنا فرمانروا تسلیم کیا اور ملک میں کسی قسم کا ہنگامہ و فساد برپا نہ ہوا۔

ملک کے نامی امیر عضد الملک و صفی الملک و حسام الملک جو بچہ مقتدر سردار اور گجرات کے بہترین حصہ ملک کے جاگیر دار تھے عماد الملک کے غلبہ سے رنجیدہ ہوئے اور وزیر مذکور کے تباہ کرنے پر آمادہ و تیار ہو گئے۔

ان چند پیشہ امیروں نے جلوس کے چند ماہ بعد باہم اتفاق کر کے یہ طے کیا کہ اگر بادشاہ عماد الملک کو عہدہ وزارت سے معزول نہ کرے تو ہم خود بادشاہ کو پایہ زنجیر کر کے اس کے برادر خور و حسن خاں کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں۔

نظام الدین حسن کی روایت کے مطابق ان امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ عماد الملک کا ارادہ ہے کہ اپنے فرزند شہاب الدین کو بادشاہ بنائے اور ملک مغیث

کی تقلید کر کے مالوہ کی طرح گجرات میں بھی خاندان شاہی حکومت سے محروم ہوا اور مظفر شاہی اراکین کے بجائے عماد الملک کا خاندان فرماں روا بادشاہ ہو۔ عماد الملک کے اس دور از کار منصوبہ کے عمل میں آنے کے قبل اس بے وفا امیر کا قدم در میان سے انھادینا ضروری و ناگزیر ہے سلطان محمود شاہ نے باوجودیکہ کم سن و نشیب و فراز زمانہ سے آگاہ نہ تھا لیکن اپنے خداداد فہم و فراست سے دریافت کر لیا کہ یہ تمام تقریر سر اسر کذب و بہتان ہے جو ان حسد پیشہ امیروں نے اپنے دماغ سے پیدا کی۔ بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ اس مجلس میں ان امیروں کے خیال کے مطابق عماد الملک پر عتاب نہیں کرتا تو خود اس کو تخت حکومت سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے۔

سلطان محمود شاہ نے ان امیروں کو جواب دیا کہ میں خود اس امر کو محسوس کر رہا ہوں کہ عماد الملک کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور اس کے قول و فعل سے بغاوت و فتنہ کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں لیکن محض اس خیال پر کہ اگر میں اس امیر کو سزا دوں گا تو تم جیسے ہی خواہاں ملک مجھ کو بے مروت و بے وفا سمجھو گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ تمھارے ایسے دولت خواہ بھی حقیقت واقعی سے آگاہ ہو گئے اب اگر میں عماد الملک کو مقید کر دوں گا تو خاص و عام کے نزدیک ناحق شناس و بے وفانہ سمجھا جاوے گا۔

اب تم صاحبوں کی رائے میں جو مناسب ہو اس پر عمل کرو ان امیروں کی رائے کے مطابق عماد الملک پایہ زنجیر کیا گیا اور پانچ سو معتبر افراد کے سپرد کر کے قلعہ احمد آباد میں نظر بند کیا گیا۔

بادشاہ نے اس طرح اس روز غدار امیروں سے اپنی جان بچائی اور اس کے بعد عماد الملک کی رہائی اور ان امیروں کے دفعیہ کی تدابیر سوختا رہا۔

بادشاہ کو معلوم تھا کہ تمام سرداران فوج دارا کین ان امر کے تابع ہیں محض شاہ نے اس سے کسی شخص کو بھی آگاہ نہ کیا۔ خلوت و جلوت کے ہر موقع پر یہی کہتا تھا کہ عماد الملک میرا دشمن چاہتی ہے ایسے شخص کو زندہ رکھنا احتیاط سے دور ہے اس غدار امیر کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا دیگر امر اس کی سفارش کریں گے تو مجھ کو سخت رنج ہو گا بادشاہ کی یہ تقریر امرائے غدار نے سنی اور بچہ خوش ہوئے اور یہ طے کیا کہ اگر بادشاہ عماد الملک کے قتل کا ارادہ کرے تو ہم کو قطعاً سفارش نہ کرنی چاہئے۔

سلطان محمود ایک شب انھیں خیالات کی بنا پر نہ سویا اور صبح کے وقت جب کہ نوبت سلطانی بجائی گئی بادشاہ جانہ فیہ میں کلفت و غم کرنے کے لئے قصر پر برآمد ہوا اور درجہ میں بیٹھ گیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

سلطان محمود واپسی کے خیال میں تھا کہ ناگاہ اس کی نظر ملک عبداللہ گماشتہ فیل خانہ پر پڑی جو قصر کے نیچے موڑ بکھڑا ہوا تھا۔ ملک عبداللہ کچھ عرض کرنا چاہتا تھا لیکن جرات نہ ہوتی تھی کہ زبان ہلائے بادشاہ اس امر کو سمجھ گیا اور اس نے کہا کہ جو کچھ تم کو کہنا ہے بلا کسی خوف کے عرض کرو۔

ملک عبداللہ نے یہ معلوم کر کے کہ اس وقت صحبت اغیار سے خالی ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ عماد الملک کا ایسا بھی خواہ امیر اس ملک میں نہیں ہے۔ امرانے اس کے خلاف جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے سر امیر بہتان افترار و اڑی ہے یہ حدیثیں امیر خود بادشاہ کے بدخواہ ہیں اور انکا ارادہ ہے کہ شاہزادہ حسن خاں کو فرمانروائے مہجرات تسلیم کریں بادشاہ نے ملک عبداللہ کی جید تعریف کی اور کہا کہ تم نے خوب کہا جو بھکوں واقعہ سے آگاہ کر دیا اور نہ میرا وہیہ ارادہ تھا کہ آج صبح کو میں عماد الملک کا کام تمام کر دوں۔ بہر نوع اب اس راز سے کسی غیر کو آگاہ نہ کرو صبح صادق ہوتے ہی تمام ہاتھ پیرا دستہ و مکمل کر کے آستانہ دربار پر حاضر کر دینا

غرض کہ آفتاب بلند ہوا اور ملک شرف و ملک حاجی و ملک بہاء الدین و ملک کا اور ملک عین الدین جو بادشاہ کے مقتدا میرے حضور میں حاضر ہوئے۔

بادشاہ نے ملک شرف سے کہا کہ عماد الملک کے واقعہ نے ایسا بھکھو مضطرب کیا ہے کہ آج کی رات میں قطعاً نہیں سویا اسکو جلد میرے حضور میں حاضر کرو تاکہ میں خود اسکو ہتھ پیچ کر دوں۔

ملک شرف عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں لانے کے لئے گیا لیکن نگہبانوں نے کہا کہ تم مجرم کو بغیر عرصہ الملک کی اجازت کے تمھارے سپرد نہیں کر سکتے۔

ملک شرف واپس آیا اور اس نے حقیقت حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔

بادشاہ خود برج کے اوپر آیا اور اس نے بہ آواز بلند کہا کہ عماد الملک کو جلد میرے حضور میں حاضر کرو تاکہ میں اس مجرم کو ہاتھ پیچ کر پاؤں کے نیچے پال کر دوں۔

درباروں نے بادشاہ کی آواز سنی اور انکو جہاں تاج آیا اور مجبوراً عہد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا بادشاہ نے عہد الملک کو دیکھا اور سلطان محمود کے حکم سے یہ امیر قید سے آزاد کر دیا۔

امراء حاسد کے متعلق جو عہد الملک کے نگہبان تھے یہ واقعہ دیکھ کر عجب خوف زدہ ہوئے بعض اشخاص نے اپنے کو کوٹھے سے نیچے کرایا اور بعض نے فریاد و اللہ مان کی آواز سے قعر کو سر پر اٹھالیا۔

بادشاہ صبح صادق کے بعد جھروک میں نمودار ہوا اور امراء ہم چھری بجائے سلطان محمود نے اپنا رومال عہد الملک کو دیا اور اسکو کس رانی کے لئے اپنے پہلو میں لٹھرا کیا۔

امراء غدار نے یہ خبر سنی اور حاجی محمد قنذ ہاری کی روایت کے مطابق تیس ہزار سواروں اور پیادوں کے ہمراہ جنگ آزمائی کے ارادہ سے دارالامارہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

ان امیروں نے بلبل و کرنائی آوازوں سے آسمان کو ہلادیا اور بیہوشان شوکت کے ساتھ جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو گئے۔

غلام و آواز دہر و دو قسم کے افراد میں صرف تین سو اشخاص بادشاہ کے قریب موجود تھے۔ شاہی جماعت حریف کے غلبہ سے بید پریشان ہوئی ان میں سے بعض اشخاص نے کہا کہ جو غلام قصر میں پیدا کریں ہو کر دروازوں کو مضبوط و مستحکم بند کر دینا چاہئے اور بعض کی یہ رائے ہوئی کہ نقد و جواہر جقدر ہم اپنے ہمراہ لے جائیں اٹھالیں اور اس وقت اس قعر کو چھوڑ کر کسی طرف نکل جائیں۔

سلطان محمود نے انہیں سے کسی رائے کو پسند نہ کیا اور ہتھیار لگا کر کشمکش سے باندھا اور تین سو سواروں اور دو سو ہاتھیوں کے ہمراہ باغیوں سے جنگ کرنے کے لئے نیچے اترا۔

ظاہر ہے کہ جو افراد دولت فرمانروائی کے مستحق ہوتے ہیں اور جنگ و دست قضا و قدرت محکومت پر شکن کرتا ہے وہ مخالفین و اعدا کی قلت و کثرت کو دلیل و قیاس سے نہیں خیال کرتے۔

غرضکہ بادشاہ کے سوار و عہدالملک کے ہر کابوہ نے کی خبر منتشر ہوتے ہی تمام افسران ملک و اراکین دولت و امراء خاصہ کل نے باغیوں کی رفاقت ترک کی اور بعض تو فوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بعض نے گوشہ عافیت میں پناہ گزین ہو کر اپنی جان بچائی۔

غرضکہ ہنگامہ دار و گیر نمونہ قیامت بن گیا اور احمد آباد کے اکثر محلات تباہ و برباد ہو گئے۔

بادشاہ کی ہیبت و وقار سے بلا شمشیر و خنجر شہر کے کوچہ و بازار میں خوش و مغرور اسباب و مشروبات کاؤ کے استعدا رانبار لگ گئے کہ آمد و شد کی راہیں بند ہو گئیں۔ امراء اربعہ نے اپنے شمشیر ازہ قوت کو پریشان و کچھ کر خاک مذلت سے اپنے کو غبار آلودہ کیا اور شہر سے فراری ہو گئے۔

برہان الملک کا جسم چونکہ کمزور و فریب تھا اس کی سانس بھولنے لگی اور قدم آٹھ نہ بٹھاسکا قصہ سرج کے قریب ٹوٹے پلوں اور نہر جاری کے گندہ نالوں میں چلا ہو گیا۔ ایک خواجہ سر حضرت شیخ کنہودرحۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جا رہا تھا اس نے برہان الملک کو پہچانا اور گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں لے آیا سلطان محمود کے حکم سے ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پاال کر آیا گیا۔

عہد الملک اپنے ایک ملازم کے کراسیاں لے کر وہ میں پہنچا چونکہ اپنی امارت کے زمانہ میں انہیں سے اکثر کو قتل کیا تھا۔ مقتول افراد کے وارثوں نے اسکو پہچانا اور سر کا ٹکڑا بریدہ سر تحفہ کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں لے آئے حسام الملک اپنے برادر رکن الدین کو توال کے پاس پیش روانہ ہو گیا اور پٹن سے ہرد و برادر مالوہ کو فراری ہو گئے۔ صفی الملک گرفتار ہوا چونکہ اسکا گناہ زائد تھا سزائے موت سے بری کیا گیا اور تمام عمر کے لئے قلعہ دیب میں قید کر دیا گیا۔

اس فتح و نصرت کے بعد علاء الملک نے زمانہ فتنہ منہجار کی بے وفائی پر غور کر کے خود اپنی خواہش سے ترک خدمت کا ارادہ کیا اور بقیہ عمر طاعت الہی میں بسر کرنے کے لئے خلوت نشینی اختیار کی۔

سلطان محمود نے بھی اس کے حقوق و خدمات سابقہ کا لحاظ کر کے عہدالملک

کی درخواست قبول کی اور اُس کو بار وزارت سے سبکدوش کر کے عداد الملک کے فرزند کلان شہاب الدین احمد کو ملک الشرف کا خطاب عطا کیا اور امرائے کبار میں داخل کر کے خود حکمرانی میں مشغول ہوا۔

۸۶۶ھ ہجری میں نظام شاہ پہلی والی محمد آباد بیدر کا ایک خط اس مضمون کا پہنچا کہ سلطان محمود غلجی نے ظلم و ستم سے دکن و اہل دکن کو پامال و تباہ کر رکھا ہے بادشاہ کی ہمت شاہانہ سے امید ہے کہ اہل مالوہ کے مقابلہ میں دکن کے باشندوں کی امداد و اعانت فرمائیں گے۔

سلطان محمود غلجی نے اُسی وقت حکم دیا کہ سراب دہ سرخ و بارگاہ سفر کے لئے باہر نکالے جائیں۔ اعیان ملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ داؤد خان جو ایک ہفتہ محنت کر چکا ہے وقت و موقع کا منتظر ہے اور ہنوز ممالک محروسہ کے تمام اضلاع و بلاد حقیقی مضمون میں زیر نگین نہیں ہوئے ایسے نازک وقت میں بادشاہ کا اغیار کی امداد کے لئے پائے تخت کو چھوڑ کر دور دراز ممالک کا سفر کرنا مصلحت سے بعید ہے۔

نوجوان بادشاہ نے باوجود عنفوان شباب کے جواب دیا کہ اگر افلاک و عناصر باہم ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط و موافقت نہ کریں تو عالم کون و فساد کے انتظام میں اخل واقع ہو جاتا ہے اسی طرح اگر بنی نوع انسان سلسلہ ارتباط و محبت کو قطع کر دیں تو قانون طبعی دنیا سے نیست و نابود ہو جائیگا میں محض خیر کے ارادہ سے مسلمانان دکن کی اعانت کے لئے سفر کرتا ہوں مجھ کو یقین کامل ہے کہ خدا کی ہر بانی و بندہ پروری سے مجھ کو خود اس مہم میں ضرر نہ پہنچے گا۔

ارکان دولت نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ کو نظام شاہ کی امداد کرنے پر اصرار ہے تو مناسب یہ ہے کہ جراتشکر مالوہ کو روانہ کیا جائے یقین ہے کہ اس حملہ سے سلطان محمود غلجی پریشان و بدحواس ہو کر دکن سے دست کش ہو کر اپنے ملک کو روانہ ہو جائیگا۔

بادشاہ نے اس رائے سے بھی اتفاق نہ کیا اور اپنے لشکر و پانچ سو فیضان کو ہیکر کے ہمراہ روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دو گنی مسافت طے کر کئی شروع کی اور نذر بار پہنچا خواجہ جہان کا وال دکن کا بہترین امیر جلد سے جلد تہا بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور

اُس سے امداد حاصل کر کے سلطان محمود غلجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان محمود غلجی نے خوف زدہ ہو کر میدر سے کوچ کیا اور ارادہ کیا کہ دولت آباد کی راہ سے اپنے ملک کو روانہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ راہ اہل گجرات نے مسدود کر رکھی تھی سلطان محمود برار کی سمت روانہ ہوا اور ایچ پور ہوتا ہوا جنگل و بیابان کی راہ سے مالوہ پہنچا۔

نظام شاہ بہمنی کا حاجب بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور امداد کا شکریہ و تکلیف دہی کی معافی کا خواستگار ہوا۔ بادشاہ کامیاب و باہر امداد مالوہ واپس آیا۔
۶۷۷ھ ہجری میں سلطان محمود غلجی نے بار دیگر دکن پر حملہ کیا اور بہمنی فرمانروا کی درخواست کے مطابق سلطان محمود نے بار دیگر دکن کا رخ کیا سلطان محمود نے یہ خبر سنکر دولت آباد تک تاراج و تباہ کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس گیا۔

بادشاہ گجرات نے بھی نظام شاہ بہمنی کے تحائف و ہدیے قبول کرنے کے بعد اپنے ملک کی راہ لی محمود شاہ گجراتی نے اپنے وطن پہنچ کر فرمانروائے مالوہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ بلا وجہ مسلمانوں کے ممالک و بلاد کو تباہ و تاراج کرنا آئین اسلام و حرمت سے بعید ہے لیکن اگر مذہب و اخلاق کو نظر انداز کر کے ایسی ہمت کی بھی جائے تو بلا جنگ و جدال کئے ہوئے معرکہ کارزار سے واپس آنا مردانگی و جرأت سے خارج ہے۔
سلطان غلجی نے اس نامہ کا یہ جواب دیا کہ اگر بادشاہ نے اہل دکن کی امداد کا ارادہ کر لیا ہے تو میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ سے دکن کا رخ نہ کروں گا۔

۶۷۹ھ ہجری میں سلطان محمود نے ایک جراتشکر کے ہمراہ قلعہ باد و بندر دوں پر جو گجرات و مالوہ کے درمیان واقع ہیں دھاوا کیا۔
ماہم قلعہ نے چند مرتبہ جنگ آزمائی کی لیکن ہر معرکہ میں شکست کھا کر مغلوب و لاچار ہوا اور بادشاہ سے امان طلب کی۔

سلطان نے حریف کا قصور معاف کیا اور راجہ نے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔

قلعہ مذکور ہندوستان کی نادر الوجود غارت ہے جو بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے اور استحکام میں سد سکندری کے مثل ہے۔

حصار مذکور اس تاریخ تک مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آیا تھا اور دلایت دون کا راجہ جو ایک ہزار مواضع کا مالک تھا اس حصار کے استحکام و محل وقوع پر ایسا نازاں تھا کہ زبردست حریف کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ راجہ نے قزاقوں کی ایک دلیر و جان باز گروہ کو مختلف راستوں پر متعین کر دیا تھا اور یہ سرفروش جماعت مسافروں کو جانی و مالی نقصان پہنچا کر فی کفی تھی۔

غرض کہ سلطان محمود نے قلعہ کے تمام اسباب و ذخائرین پر قبضہ کیا۔ راجہ کو ظلمت عطا فرمایا اور اس کے ملک کی حکومت رانا کو بار دیگر عنایت کر کے بے شمار مال غنیمت اپنے ہمراہ لے کر ہجرات واپس آیا اور رعایا کی خبر گیری اور آبادی ملک کے بڑھانے و عمارت تعمیر کرنے میں مشغول ہوا۔

سنتھہ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے لئے احمد نگر کا رخ کیا۔ اتناے راہ میں بہاء الملک بن الف خاں نے ایک سلیدار کو بلا تصور قتل کیا اور قصاص کے خوف سے ایدر کی طرف فراری ہوا۔

بادشاہ نے اس واقعہ سے اطلاع پاتے ہی ملک حاجی و عہدہ الملک کو قاتل کے قاتل میں روانہ کیا ان امیروں نے بہاء الملک کی رعایت کی اور اس کی جان بچانے کے لئے مکر کا یہ جال بچھایا کہ قاتل کے دو ملازموں کو مال و زر دیکر ان کو اس امر پر راضی کیا کہ بادشاہ کے حضور میں بجائے بہاء الملک کے وہ اپنے کو سلیدار کا قاتل بیان کریں۔

ان امیروں نے قاتل کے ملازمین کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ بادشاہ کے مزاج میں رحم غالب ہے وہ خود گناہ معاف کر دیکر اور نیز یہ کہ مشورہ کے وقت امراء بھی جان بخشی کی سفارش کرینگے اور ان کا بال بیگانہ ہوگا۔

اہل گرفتہ ملازمین نے امیروں کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ نے علما کے فتویٰ کے مطابق خود ساختہ ملزمین کو قتل کیا۔

بادشاہ شکار سے اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو اس واقعہ کے پوست کندہ حالات سے اطلاع ہوئی سلطان محمود بیحد غضبناک ہوا اور باوجودیکہ ماد الملک و عہدہ الملک دولت ہجرات کے بہترین امیر تھے بادشاہ نے خلیق کی عبرت کے لئے

ان ہر دو امر کی کھال کھینچ کر اس میں پھنس بھر دیا۔
 سترہ ہجری میں بادشاہ خواب میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
 سے مشرف ہوا اور سردار دو جہاں رومی فداہ نے بادشاہ کو اپنے خوان کرم سے دو طبق
 رحمت فرمائیے اس میں مبارک خواب کی یہ تعبیر بھی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم نشان
 نصیب حاصل ہوں گی چنانچہ فتح ولایت دونوں کے خیر ملک کرنا ل نے اس تعبیر کو عملی
 جام پہنایا۔

واقع ہو کہ حصار کرنا ل ایک پہاڑ پر واقع ہے جو بلندی میں آسمان کے برابر ہے
 تمام سلاطین دہلی و راجا جان ہندوستان نے اس حصار کے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن
 ناکام رہے پروردگار نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ نعمت سلطان محمود شاہ گجراتی کو
 عطا فرمائی اس پہاڑ کو بطور محیط دوسرے سر پہ افلاک پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ پہاڑ میں
 بے شمار درے ہیں اور ہر درہ کسی نہ کسی نام سے مشہور ہے۔
 ان دروں میں ایک کا نام در موزری ہے جس کے مقابلہ کا مضبوط و مستحکم
 حصار اس زمانہ میں جو ناگڑھو کے نام سے مشہور ہے۔

ایک دوسرا درہ بھی بیحد مشہور و معروف ہے جس کو درہ مہا بلہ کہتے ہیں اس
 ملک پر رائے سند لک اور اس کے آباد اجداد قابض تھے اور سو سلطان محمد تغلق اور سلطان
 احمد شاہ گجراتی کے کسی حکمران نے ولایت کرنا ل پر حملہ نہ کیا تھا۔

سلطان محمود شاہ نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کیا اور حضرت سرور کائنات
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ کی تعمیر سے مطمئن و قوی دل ہو کر کرنا ل کا رخ کیا۔
 بادشاہ ملک کرنا ل سے چالیس کوس کے فاصلہ پر پہنچا اور اس نے تغلق خان

اس نے خالو کے مشورہ سے جو ملک کا ایک نامی امیر تھا سترہ سو جوان آزمودہ کار
 اپنے لشکر سے منتخب کئے اور اسی قدر عربی عراقی و ترکی گھوڑے اور ساتھ سوطا فی
 و نفر فی خلاف فخر اس جماعت کو تقسیم کر کے دھاوا کیا اور درہ مہا بلہ پر پہنچ گیا۔

راجپوتوں کی ایک جماعت جو درہ کی محافظ اور برادران کے نام سے مشہور تھی
 برسر مقابلہ آئی۔ ان راجپوتوں نے حفاظت میں بیحد کوشش کی لیکن چونکہ حریف کے
 ارادہ سے غافل تھے اور محبت میں سامان جنگ سے مسلح نہ ہو سکے تھے باوجود

شدید جانیازی کے میدان جنگ میں کام آئے سلطان محمود اور اس کے اہل لشکر تکمیر کرتے ہوئے درہ میں داخل ہوئے۔

رائے کرناٹ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ شکار کے بہانہ سے تلوکرناٹ سے سپاہ و لشکر کے ہمراہ نیچے اترا اور درہ جہاں کی طرف روانہ ہوا۔

راجپوتوں نے مسلمان سپاہیوں کی کمی تعداد سے دھوکا کھایا اور جنگ و جدال میں مشغول ہوئے لیکن مسلمانوں کو پے در پے امداد ملتی گئی اور بے شمار غیر مسلم معرکہ کارزار میں کام آئے۔

رائے سندلک تباہ و پریشان حال میدان جنگ سے فزاری ہو کر قلعہ کرناٹ میں پناہ گزین ہوا۔ مسلمانوں نے درہ جہاں سے بے شمار قیدی گرفتار کر کے حوالی کرناٹ کے تھانوں کا رخ کیا۔ برہمنوں اور راجپوتوں کے وہ جماعت جو تھانوں کی محافظ تھی برسرِ مقابلہ ہوئی۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی جانیازی سے اس گروہ کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

بادشاہ نے اس روز اپنے ہاتھ سے دو تین غیر مسلموں کو ہتھ تیغ کیا۔
بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اطراف کرناٹ کی طرف لشکر روانہ کرے لیکن رائے سندلک نے اپنے اعزہ کی ایک جماعت کو بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے امان طلب کی۔

بادشاہ نے یہ خیال کر کے کہ بے شمار قیدی اور مال غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا ہے اور نیز یہ کہ موسم گرما کی حدت کی وجہ سے اس ملک میں زیادہ قیام کرنا مناسب نہیں ہے اس سال صرف پیش کش کو کافی سمجھا اور احمد آباد واپس آیا۔
لشکر ہجری میں محمود شاہ نے جو سندلک پر حملہ آور ہونے کا بہانہ ڈھونڈھا کرتا تھا سنا کہ راجہ جتو دور باش و غیرہ لوازم بادشاہی کے ہمراہ سواری کرتا ہے اور نیز یہ کہ مانج مریم سر پر رکھ کر ٹٹل فرما کر داکے تخت حکومت پر جلو س کرتا ہے۔

بادشاہ کو راجہ کی یہ اوابجہ ناگوار ہوئی اور اس نے چالیس ہزار سواروں کا ایک لشکر نامزد کیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر راجہ تمام لوازم سلطنت سے دست بردار ہو کر

یہ ایشیا تھا جسے سپرد کر دئے تو اس سے باز پرس نہ کرنا اور نہ ملک کے فتح کرنے میں سعی و کوشش کا کوئی پہلو فرد گزاشت نہ ہو۔

راجہ مسلمانوں کے مقابلہ میں معرکہ آرائی نہ کر سکا اور حریف نے جو سامان طلب کیا وہ اس کے حوالہ کر کے اپنی عزت و ناموس کو محفوظ رکھا۔

نظام الدین احمد کی تاریخ میں مرقوم ہے کہ سلطان محمود نے جس قدر مال غنیمت رائے مندرک سے حاصل کیا تھا وہ تمام دکنال ایک ہی مجلس عشرت میں ارباب نشاط کو بطور انعام عطا کیا۔

سکندریہ بحری میں سلطان محمود شاہ غازی نے رسم شکار کو بہانہ بنایا اور سفر کر کے اپنے ملک کے اکثر شہروں کا خود مہمانہ کیا۔

بادشاہ نے اس سال جنگل و غیر آباد حصہ ملک کی آبادی و مہوری میں بے انتہا کوشش کی اور ملک کے کسی حصہ کو بھی غیر آباد و تباہ نہ رہنے دیا۔

سکندریہ بحری کا عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ ایک روز سلطان محمود ایک ہاتھی پر سوار ہو کر باغ ارم جا رہا تھا اثنائے راہ میں ایک دوسرا ہاتھی مست ہوا اور زنجیر ترا کر فوج کی جانب دوڑا اس مست ہاتھی کی دوڑ سے فوج کے دوسرے ہاتھی بھی قابو سے جاتے رہے۔

یہ مست قیل بادشاہ کے ہاتھی کے سامنے آیا اور اس کو دو یا تین ٹکڑیں دیکر بھگا دیا اور فرور جانور کے تعاقب میں خود بھی دوڑا۔

قیل مست نے بادشاہ کے ہاتھی کے قریب پہنچ کر اس کو ایک ٹکڑا لسی ماری کہ بادشاہ کے پاؤں میں ضرب آئی اور خون جاری ہو گیا۔

سلطان نے اپنی شجاعت فطری کے لحاظ سے اس ضرب پر مطلق توجہ نہ کی اور ایک نیزہ ایسا قیل مست کی پیشانی پر مارا کہ زخم سے خون جاری ہو گیا۔

قیل مست نے دوسری ٹکڑی اور اس مرتبہ بھی ایک نیزہ کھایا۔

جانور اب بھی باز نہ آیا اور تیسری ٹکڑی کو لگائی بادشاہ نے اس مرتبہ ایسی شدید ضرب نیزہ کی لگائی کہ جانور بیتاب ہو کر فراری ہوا اور بادشاہ بغیر عافیت مکان پہنچا اور صدقات و خیرات کے مراسم بجالایا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد بادشاہ نے امرائے دربار کو طلب کیا اور قلعہ جونا گڑھ و کرنال کی ہمہ کی تیاریاں شروع ہوئیں۔

سلطان محمود شاہ نے ایک شانہ روز میں پانچ کلوڈر دیہ سپاہ کو تقسیم کیا ان کے علاوہ دو ہزار پانچ سو عربی و ترکی گھوڑے بھی لشکر کو عطا کئے ان گھوڑوں میں بعض کی قیمت دس ہزار تک تک ان کی گئی۔

بادشاہ نے اسب دزر کے علاوہ پانچ ہزار تلواریں سات سو مرصع کمر بند اور ایک ہزار سات سو طلائی دستہ کے خنجر بھی فوج کو مرحمت فرمائے۔

ان عطیات کے بعد بادشاہ ہمہ پروانہ ہوا اور کرنال سے ملحق ملک یعنی ولایت سورت میں پہنچا۔

رائے مندلک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ سبندہ نے تمام عمر اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اور کبھی کوئی امر خلاف مرضی عمل میں نہیں لایا اس وقت بھی جس قدر پیش کش کی ضرورت ہو بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ چار مضمم ارادہ یہ ہے کہ اس ملک کو فتح کر کے اسلام آباد کریں اس لئے ہم پیش کش و باج و خراج وغیرہ مرہم ملامت پر توجہ نہ فرمائیں گے۔

رائے مندلک نے بادشاہ کی رائے اور نیز مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کر کے شب کو راہ فرار اختیار کی اور قلعہ جونا گڑھ میں جو سر راہ واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔

بادشاہ نے دوسرے روز اس مقام سے کوچ کر کے حصار جونا گڑھ کے نواح میں قیام کیا دوسرے روز مسلمانوں کی ایک جماعت قلعہ کے قریب پہنچی اور راجپوتوں نے حصار سے کل کر جنگ آزمائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ دوسرے روز پھر معرکہ آزمائی ہوئی اور اس جنگ میں سبھی مسلمان غالب آئے۔

تیسرے روز خود بادشاہ نے حملہ کیا اور صبح سے شام تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ چوتھے روز بادشاہ کی بارگاہ دروازہ قلعہ کے قریب استادہ کرائی گئی

اور مسلمانوں نے اسباب قلعہ کشائی بخوبی درست کئے۔
 راجپوت قلعہ سے نکل کر جنگ آزمائی کرتے اور عاجز ہو کر پھر حصار میں پناہ
 گزین ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک روز اہل حصار نے عالم خاں فاروقی کے مورچہ
 پر حملہ کر کے اس امیر کو شہید کیا۔

محاصرہ آخر سال تک برابر جاری رہا اور رائے مندلک نے پریشان ہو کر
 قاصد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور صلح کا خواستگار ہوا لیکن راجہ کی درخواست
 منظور نہ ہوئی شہید بھری کے ادیل میں رانا نے عاجز ہو کر امان طلب کی اور قلعہ
 جو ناگڑھ بادشاہ کے سپرد کر کے خود حصار کرناں میں پناہ گزین ہوا۔

اس واقعہ کے بعد راجپوتوں نے جوری اور راہ زنی اختیار کی اور بادشاہ
 نے غضبناک ہو کر ایک جہاز شکر جو ناگڑھ میں متعین کیا اور خود کرناں روانہ ہوا۔

سلطان محمود نے جنگ آزمائی شروع کی اور اس مرتبہ بھی رائے مندلک
 کو عاجز و پریشان کر کے کرناں بھی قبضہ کر لیا۔

مختصر یہ کہ حصار کرناں جو ایک ہزار نو سو سال سے مندلک کے خاندان
 کے زیر حکومت تھا محمود شاہ کے قلمرو میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے بھی اپنے ہم نام بادشاہ بت سنگھ کی تقلید کی اور محمود غزنوی
 کی طرح بے شمار بت و تھانہ توڑ کر غازی و مجاہد کے نام سے مشہور ہوا۔

رائے مندلک ان واقعات کے بعد حکمرانی سے ہزار ہو گیا اور اپنی اور
 اپنے متعلقین کی جان کی امان طلب کر کے ملازمت کے قصد سے بادشاہ کی خدمت
 میں حاضر ہوا۔

رائے مندلک نے سلطان محمود کے عمدہ و بہترین خصائل کا معائنہ کر کے
 بادشاہ سے عرض کیا کہ پنجاب کے مشہور و معروف دلی کمال حضرت شمس الدین درویش

رحمۃ اللہ علیہ کی برکت محبت سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی ہے اب
 میرا بے اختیار مجی چاہتا ہے کہ حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ بادشاہ راجہ

کی اس تقریر سے بے حد خوش ہوا اور اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کر کے راجہ کو
 زمرہ اسلام میں داخل کیا۔

سلطان محمود نے نو مسلم راجہ کو خاں جہاں کا خطاب عطا کر کے اس کو اپنے نامی امر کے گروہ میں شامل کیا رائے مندلک کی اولاد حکومت ہجرات کے اختتام تک معزز و مکرم و صاحب منصب و جاگیر رہی۔

شیخ سکندر مصنف تاریخ ہجرات رقم طراز ہے کہ بعض اشخاص نے رائے مندلک کے اسلام کی اس طرح روایت کی ہے کہ سلطان رائے مندلک کو اپنے ملازمین کے گروہ میں داخل کر کے احمد آباد روانہ ہوا بادشاہ کا حضرت شاہ عالم کے وطن و خوابگاہ رسول آباد سے گزر ہوا۔

رائے مندلک نے دیکھا کہ حضرت شاہ عالم قدس سرہ کے آستانہ پر اسب و فیل و خلقت خدا کا ہجوم ہے راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بارگاہ کس امیر کی ہے۔ اہل اسلام نے جواب دیا کہ یہ حضرت شاہ عالم کا آستانہ ہے راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرمانروا کے حلقہ گوش ہیں۔

اہل خطاب نے جواب دیا کہ ان کو کسی دنیاوی حکمرانی سے تعلق نہیں ہے یہ بزرگ خدا کے مقرب بندہ اور اسی کے نوکر و اطاعت گزار ہیں۔

رائے مندلک نے کہا کہ میں ان بزرگ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ راجہ سواری سے اتر اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت شاہ عالم کے مبارک و مقدس چہرہ پر نظر پڑے ہی اس راجہ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور حضرت شیخ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو کر حضرت کے مرید دل میں داخل ہوا۔

بادشاہ دیں پناہ نے اس خیال سے کہ اس نواح میں اسلام کا بول بالا ہو۔ بلکہ مصطفیٰ آباد کی بنیاد ڈالی اور بلند عمارات و مساجد تعمیر کرا کے امر کو بھی حکم دیا کہ اپنے محل و مکانات اسی شہر میں بنائیں۔

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور شہر جلد سے جلد آباد و معمور ہو گیا۔ سلطان دامر کے ترک سکونت سے احمد آباد کے نواح میں رہنوں اور چوروں نے سہاٹھایا اور مسافروں کو راہ سفر طے کرنا دشوار ہو گیا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے کو تال لشکر و محافظہ سلاح خانہ

یعنی ملک جلال الدین شیخ ملک کو محافظ خاں کا خطاب و علم و کونا عطا کر کے احمد آباد کا کو تو ال مقرر کیا۔

محافظ خاں نے قلیل زمانہ میں اس نواح کے تمام راہزنیوں اور چوروں کا قلع قمع کر کے ملک کو ان کے بھجنے و جود سے پاک و صاف کر دیا۔

محافظ خاں کی یہ خدمت بادشاہ کو بحد بیستہ آئی امدیہ امیر علاوہ کو تو ال کے شہر کا صدر محاسب بھی مقرر کیا گیا اس امیر کے مرتبہ میں دن دو گنی اور رات چو گنی ترقی ہوتی تھی یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا کہ اس کے اصطبل میں سترہ سو گھوڑے بندھے گئے اور اس کے فرزند ملک خضر نے راجہ سردہی وغیرہ دیگر ایال نواح سے پیش کش وصول کئے۔

جس زمانہ میں کہ بادشاہ مصطفیٰ آباد میں مقیم تھا اسے معلوم ہوا کہ ماہی گیروں کا ایک گروہ جو سرحد سندھ یعنی ملک کچھ میں آباد ہے علاوہ محمد ہونے کے راہزنی کا پیشہ اختیار کر کے خلعت خدا کو تکلیف دہا رہا ہے۔

بادشاہ نے اس قوم پر حملہ کیا اور ایک مقام موسوم شور پر پہنچا جہاں بادشاہ نے ایک شانہ روز میں ساٹھ کو کس کی مسافت طے کی اور چھ سو سواروں کے ہمراہ بے خبران کے سر پر پہنچا۔ حریف چار ہزار کس کمانداروں کی ایک جماعت کے ہمراہ مقابلہ میں آیا۔

حریف کے گروہ کے آثار نمودار ہوئے اور مسلمانوں نے ہتھیار بند ہو کر طلقہ باندھا اور جنگ آزمائی کے لئے روانہ ہوئے محمدین شور پر باد و جود قلت کے بادشاہ اور اس کے سپاہ کا ایسا رعب غالب ہوا کہ اس جماعت کے سردار گروں میں تیغ و کفن آویزاں کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی راہزنی پر نادم و پشیمان ہو کر بادشاہ سے معافی کے طلبگار ہوئے اور عہد کیا کہ آئندہ اس جرم کے مرتکب نہ ہوں گے۔

بادشاہ نے اس گروہ کا قصور معاف کر کے ان سے ان کے دین و عقائد کے بابت سوال کیا اس جماعت کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم محراثین دیبا بان نورد قوم کے اشخاص ہیں ہماری جماعت میں کوئی دانشمند و عالم نہیں ہے اس وقت تک ہم صرف آسمان و عناصر ربوہ کو پہچانتے ہیں اور ہم کو سوا خود و نوش کے اور کبھی مرے سر و کا

نہیں ہے لیکن اب جو کچھ ہم کو بادشاہ کی قدوسی کا شرف حاصل ہوا ہے امید ہے کہ مالک مجازی کے طفیل اور اس کی توجہ سے خداوند حقیقی تک بھی رسائی ہو جائیگی۔

بادشاہ نے اس قوم کا قصور معاف کیا اور ان کے سرداروں میں سے بعض اشخاص کو اپنے ہمراہ احمد آباد لے آیا۔

بادشاہ نے سرداراں شور کو مسلمانوں کے سپرد کر کے حکم دیا کہ ان کو حنفی مذہب کے مطابق عقاید و احکام اسلام کی تعلیم دی جائے۔

ان سرداروں کی سکونت کی وجہ سے اس قوم کے اکثر افراد کی آمد و رفت مصطفیٰ آباد میں ہونے لگی اور انھیں کے ذریعہ سے سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ ولایت شور کے عقب میں ایک دوسرا ملک بھی آباد ہے جو سندھ کے نام سے مشہور اور ایک فرمانروا کے تحت میں ہے جو عام طور پر بادشاہ سندھ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلطان محمود کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سندھ میں چار ہزار بلوچیوں کے گھر آباد ہیں اور اس قبیلہ کے چار ہزار مرد جو کمانداری میں یہ طوے رکھتے ہیں تیر اندازی کی وجہ سے خلقت خدا کو نقصان دہ رہتے ہیں۔

اہل شور نے یہ بھی بیان کیا بلوچی امامیہ مذہب کے پابند ہیں اور انھیں کے وجہ سے ماہی گیروں نے بھی اتنا ہمشہری مذہب اختیار کر لیا ہے۔

یہ گروہ جنگل میں راہ زنی کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔

مشہد ہجری میں بادشاہ نے اس قوم کے تباہ کرنے کے ارادہ سے سندھ کا سفر کیا۔ محمود شاہ ولایت شور میں پہنچا اور حکم دیا کہ ایک ہزار سوار دوا سپہ ہمراہ لے جائیں اور ایک ہفتہ کا سامان خوراک ساتھ رہے اور ایک شبانہ روز میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کر کے حریف کے سپر پہنچ جائیں بادشاہ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کا لشکر سندھ پہنچا اور ایک جنگل میں مقیم ہوا تاکہ انسان و جانور آرام کر کے دوسرے روز اہل سندھ پر حملہ کریں۔

اتفاق سے بلوچیوں کی ایک جماعت اپنے اونٹوں کو چرانے کے لئے جنگل میں آئی تھی۔ یہ گروہ مسلمانوں کے ارادہ سے واقف ہو گیا اور ایک شتر سوار کے ذریعہ سے اپنی قوم کو حقیقت حال سے مطلع کر دیا۔

اس گروہ نے بادشاہ کا نام سنتے ہی اپنے مکانوں کو خیر باد کہا اور ہر شخص غاروں اور پہاڑوں کے گھوہ میں پناہ لگزیں ہو گیا۔
اس واقعہ کے دوسرے روز بادشاہ نے اس قوم کے مکانوں پر دھوا دیا کیا لیکن کسی انسان کا نشان نظر نہ آیا۔

اتفاق سے چند سوار بوجیوں کے گرفتار ہوئے اور سلطان نے ان سے حقیقت حال دریافت کر کے بوجیوں کے جائے پناہ کا نشان معلوم کیا اور پناہ لگزیوں کو گرفتار کر کے ان کو تہ تیغ کیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے واپسی کا ارادہ کیا۔

بادشاہ بابہ رکاب تھا کہ چند اعیان ملک نے اس سے عرض کیا ہم نے بیحد مشقت کے بعد اس ملک میں پہنچ کر دشمن پر غلبہ حاصل کیا ہے مناسب یہ ہے کہ اس ملک میں اپنی جانب سے حاکم و دار و نہ مقرر کر کے وطن کی راہ لیں۔
بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ محذومہ جہاں سلاطین منہ حصہ کی نسل سے ہے اس لئے مجھ پر صلہ رحم کی رعایت واجب ہے میں سرگز اس ملک پر قبضہ نہ کر دنگا۔
غرض کہ بادشاہ بوجیوں سے جنگ آزمائی کر کے مصطفیٰ آباد واپس آیا۔
قلیل عرصہ کے بعد سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ بندر بگت میں بت پرست آباد ہیں اور اس ملک کے تمام باشندے اور خاص کر برہمن یہی متعصب ہیں۔

بادشاہ کا ارادہ یہی تھا کہ اس ملک پر حملہ آور ہوں کہ اسی زمانہ میں مولانا محمد سمرقندی جو اپنے زمانہ کے عالم فاضل اور سلاطین ہمنیہ کے دربار میں ایک عرصہ تک مقرب و کرم رہ چکے تھے ضعیفی کے عالم میں متعلقین و اسباب و زردکن سے اپنے وطن ہرمونسر روانہ ہوئے۔

مولانا کی کشتی بندر بگت کے ساحل پر پہنچی اہل جگت نے برہمنوں کے حکم سے اس کشتی پر حملہ کیا اور تمام مال و اسباب پر قابض ہو گئے۔

مولانا محمد بعد و دس ہفتہ و سال کے یہ حال تھا کہ تباہ مصطفیٰ آباد پہنچے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا مختصر مال ہمراہ لے کر اپنے وطن سمرقند جا رہا تھا اور میرے ہمراہ میرے متعلقین و اہل اسلام کی ایک جماعت تھی۔ میری کشتی بندر بگت پر پہنچی

اور اس مقام کے ہندو راجہ مسمی بہم نے برہمنوں کی ہدایت کے موافق ہم مسلمانوں کی عداوت پر کمر ہمت باندھی اور چند انشتیوں پر غیر مسلم سواروں کو ہمارے تباہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

ہندوؤں نے ہم پر حملہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے تمام مال و اسباب پر قابض ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں بچوں کی والدہ بھی انھیں کے قید میں نظر بند ہے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت سلطان ایسے دیندار متقی فرمانروا کے جوار میں کلمہ گو افراد پر اس قسم کے مظالم ہوں اور بادشاہ دین پناہ ان کے انتقام پر توجہ نہ فرمائیں بادشاہ نے مولانا کو احمد آباد روانہ کر دیا اور انہی وقت دربار منعقد کیا اور اپنے وزرا و امراء سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ امر نہ ہبہ جائیز ہے کہ سنگدل غیر مسلم سلاطین اسلام کے عہد و جوار میں مسلمانوں پر اس طرح کے مظالم روا رکھیں اگر قیامت کے روز خدا ہم سے یہ سوال کرے گا کہ باوجود علم کے تم نے اس طرح کے ظلم و ستم کے دفعیہ پر کیوں توجہ نہ کی تو ہم کیا جواب دیں گے۔

امرا اگرچہ سفر کی تکالیف سے بچہ پریشان ہو چکے تھے لیکن بادشاہ کا ارادہ دیکھ کر مجبوراً تمام امیروں نے عرض کیا کہ تم تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اسکو بجالائیں ظاہر ہے کہ صورت موجودہ میں ایسے سنگدل گروہ کو دفع کرنا ہمارا فریضہ ہے مناسب یہی ہے کہ ہم کمر ہمت باندھیں اور دشمنان اسلام کو تباہ و برباد کر کے سعادت و ایں حاصل کریں۔

بادشاہ نے اس تقریر کے بعد سفر کی تیاریاں کیں اور قلعہ جگت پنچکیر کی آواز سے برہمنوں کو پریشان و حواس باختہ کر دیا۔ ہندوؤں نے خوف زدہ ہو کر جگت کو خیر باد کہا اور جزیرہ تبت روانہ ہو گئے۔ سلطان محمود نے جگت میں قیام کیا اور ہندوؤں سے انتقام لینے پر متوجہ ہوا۔

چونکہ اس جزیرہ میں جانور اں موزیہ بکثرت پائے جاتے تھے بادشاہ نے بے شمار ورنہ وں اور گزندہ جانوروں کو ہلاک و تباہ کیا چنانچہ صرف بادشاہ کے مزاحم دہ کے قریب ایک پہر میں سات سو سانپ ہلاک کئے گئے انہی طرح دوسرے

جانور بھی لا تعداد مارے گئے۔
بادشاہ نے جزیرہ جگت کے بتخانہ کو سمار کر کے وہاں مسجد تعمیر کرائی اور

اس نواح میں قیام پذیر رہا۔
اس دوران میں بے شمار کشتیاں تیار ہوئیں اور بادشاہ ان پر سوار ہوئے
اور نیز سامان جنگ کو لاد کر جزیرہ تبت روانہ ہوا۔

اہل گجرات وغیر مسلم افراد میں بانیس معرکہ ہوئے لیکن آخر کار مسلمانوں
نے جہازوں کو بندر گاہ پر لنگر انداز کیا اور جزیرہ میں داخل ہو کر بے شمار
ہندوؤں کو قتل کیا۔

راجہ جیم موقعہ پا کر ایک کشتی میں سوار ہوا اور کسی طرف آوارہ وطن ہو گیا۔
بادشاہ نے مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا اور ایک جماعت کو راجہ کے
تقاہب میں روانہ کیا اور شہر تبت میں داخل ہوا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔
سلطان محمود نے اپنے ایک نامی امیر فرحت الملک کو تبت کا حاکم مقرر
کیا اس درمیان میں مسلمانوں کی جماعت راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور
میں لے آئے۔

سلطان محمود نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور مصطفیٰ آباد
واپس آیا۔

بادشاہ نے فرمان کے ذریعہ سے لاما محمد کو احمد آباد سے طلب کیا۔ مولانا
بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور سلطان محمود نے ان بچوں کی مان اور راجہ کو
ان کے سپرد کر کے حکم دیا کہ مجرم کو جس طرح مناسب خیال کریں سزا دیں۔
مولانا چونکہ راجہ سے بے حد آزدہ خاطر تھے انھوں نے یہ تجویز کیا کہ

راجہ محافظ خاں کے پاس روانہ کر دیا جائے اور وہ اس مجرم کو تمام شہر میں
گشت کر کے قتل کرے بادشاہ نے راجہ کو محافظ خاں کے پاس روانہ کیا اور
حکم دیا کہ اس کو اس طرح قتل کرے کہ دوسروں کو عبرت ہو۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں کہ سلطان محمود مصطفیٰ آباد کی تعمیر میں مصروف
تھا اہل گجرات ہر سال کی کشمکش اور احمد آباد سے علیحدہ ہونے کے پرغ و غم میں اپنی

زندگی سے بیزار ہو گئے اور ہر شریف و ذلیل صغیر و کبیر نے فریاد و فغاں سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا سلطان محمود اس واقعہ سے آگاہ ہو گیا اور اس نے مالک محمد دوسہ کا انتظام امراتے سپرد کیا اور خود ملک کرنال کے ضبط و استحکام میں مصروف ہوا۔ بادشاہ نے بہاء الدین عماد الملک کو حاکم سونکھر اور فرحت الملک کو حاکم تبت و جغت اور نظام الملک کو والی مایہ مقرر کیا۔

سلطان محمود نے خداوند خان کو جو وزیر انما لک تھا ستا ہزارہ منظر کا اتالیق مقرر کر کے اس کو احمد آباد میں چھوڑا اور خود امراتے کے ایک گروہ کے ہمراہ مصطفیٰ آباد پہنچا اور باغات کے نصب کرنے و عمارت کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

چند ہی روز گزرے تھے کہ امراتے احمد آباد نے سازش شروع کی اور خداوند خان اور رائے ریاں وغیرہ نے ارادہ کیا کہ سلطان محمود کو تخت حکومت سے معزول کر کے شاہزادہ احمد کو اس کا جانشین بنائیں۔ ان سازشی امراتے عید الفطر کے بہانہ سے عماد الملک و دیگر اعیان ملک کو احمد آباد میں طلب کیا اور غلوت میں عماد الملک سے راز افشانہ کرنے کے بابت شدید قسم لی اور اس کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔

چونکہ اس زمانہ میں عماد الملک کا لشکر تھانہ میں تھا اس نے انکی درخواست قبول کی اور جلوس کی تاریخ کو عید الفطر کے روز تک ملتوی کر کے اپنے لشکر کو احمد آباد میں طلب کیا۔

عماد الملک کے تمام ہمراہی عید سے پیشتر ہی حاضر ہو گئے۔ عماد الملک نے عید کے روز اپنی فوج آراستہ کی اور شاہزادہ کے دربار میں حاضر ہوا اور منظر شاہ کو رسم قدیم کے موافق نماز کے لئے محل سے باہر لایا اور فراغت نماز کے بعد پھر قصر شاہی میں واپس لے آیا۔

خداوند خان اور اس کے ہمراہی عماد الملک کی رائے سے آگاہ ہو گئے اور ایک حرف بھی اپنے ارادہ کے اظہار میں زبان پر نہ لائے۔

قیصر خان بادشاہ کے ایک مقرب امیر نے ان کیمنہ طبیعت امراتے کے ارادہ سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمود نے دوست و دشمن کے امتحان کے لئے

امرا سے کہا کہ میرا ارادہ ہے حج بیت اللہ کے لئے سفر کروں بادشاہ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ جو شخص اس امر کی تصدیق کرے اس کی دشمنی کا حال کھل جائے گا۔ بادشاہ نے چند لاکھ تنکے عامل کو مرحمت کئے اور حکم دیا کہ اس رقم سے سامان سفر کی ضروری اشیاء خرید کی جائیں خود مصطفیٰ آباد سے کبواکبہ روانہ ہوا اور شتی میں سوار ہو کر بندرگاہ کنیات میں وارد ہوا۔

بادشاہ کے درود سے اہل احمد آباد آگاہ ہوئے اور تمام اُمراء شاہزادہ کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ سلطان محمود نے ایک روز جب کہ تمام امرا حاضر تھے دربار میں فرمایا کہ اب شاہزادہ افضل خدا جوان و تجربہ کار ہو چکا ہے اور امرا شاہزادہ کی مرضی کے مطابق اس کی خدمت کیلئے تیار ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ہما تملکی شاہزادہ اور اس کے تربیت کردہ امیروں کے سپرد کروں اور خود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں۔ عدا الملک نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ اور بادشاہ احمد آباد تشریف لے چلیں اس کے بعد سفر و حضر کا اختیار ہے جب مناسب خیال فرمائیں حج کی سعادت سے فیضیاب ہوں۔

سلطان محمود سمجھ گیا کہ امر کی سازش کی ضرور کچھ نہ کچھ اصلیت ہے بادشاہ احمد آباد روانہ ہوا اور شہر میں پہنچ کر اس نے ایک روز امر کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے کہا کہ جب تک تم مجھے کوچ کی اجازت نہ دو گئے میں کھانا نہ کھاؤں گا۔

امرا چونکہ یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ کی یہ تقریر محض امتحان کے لئے ہے تمام امیر علی خانکوش رہے عدا الملک نے عرض کیا کہ بندہ زادہ اب جوان ہو گیا ہے میرے عہدہ پر اس کا تقرر فرمایا جائے مجھ کو سہرا کی کی عزت مرحمت ہو۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہو تو بچہ مناسب و مبارک ہے لیکن ہما تملکی تہا دی عدم موجودگی میں طے فیصل نہ ہو سکتے۔

آفتاب وسط سما یہ ہنچا اور نظام الملک نے جو امر اکا سرگروہ تھا عدا الملک کی تحقیق کے مطابق بادشاہ سے عرض کیا کہ ادلا جہاں پناہ

اہل حرم و خزانہ کی حفاظت کے لئے جناں کا قلعہ فتح فرمائیں اس کے بعد سعادت سچ سے فیضیاب ہوں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس تقریر کے بعد سلطان محمود نے کھانا طلب کیا اور خاصہ تناول فرمایا۔

بادشاہ نے دیدہ و دانستہ چند روز تک عماد الملک سے مخاطب نہ کیا۔ عماد الملک نے خلوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ بے گناہ بر قباب و عہد کی کیا وجہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ جب تک تم حقیقت حال سے مجھ کو مطلع نہ کرو گے میں تم سے صاف نہ ہو سکتا۔

عماد الملک نے عرض کیا کہ اگرچہ انشاء راز کی بابت میں نے شدید قسم کھائی ہے لیکن جو کچھ اب چارہ کار نہیں ہے جو ام ہے اس کو صاف صاف عرض کرنا ہوں حقیقت واقعی وہی ہے جو بادشاہ نے معطلے آباد میں سنی ہے۔

سلطان محمود نے اس خبر کو سن کر غل و مضط سے کام لیا اور خداوند خاں کو صرف یہ ایک اذیت پہنچائی کہ اپنے خاصہ کے ایک کبوتر کو اس نام سے موسوم کیا۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ ایک عرصے کے بعد پیش روانہ ہوا اور دہلی سے عماد الملک و قیصر خاں کو جالور و ساہیوالی کی طرف روانہ فرمایا۔

یہ امر بادشاہ سے رخصت ہو کر شیخ حاجی کی تربت کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ چونکہ خداوند خاں کے اہل کا وقت قریب آچکا تھا اس کا فرزند مجاہد خاں اپنے خالہ زاد برادر صاحب خاں کی موافقت میں شکو قیصر خاں کے سراپرہ کے قریب آیا اور غلط فہمی کے انتہا میں اس کو قتل کر دیا۔

بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ قیصر خاں کو اس کے قدیم دشمن اورد خاں نے تہ تیغ کیا ہے اور اس کو پابہ زنجیر کر کے قید خانہ میں داخل کر دیا۔

اتفاق سے مجاہد خاں صاحب خاں خود بہ خود خوف زدہ ہو کر فراری ہوئے اور اورد خاں کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ بادشاہ نے اورد خاں کو رہا کر کے اس کے بھائی خداوند خاں کو قید کیا اور خود احمد آباد واپس آ گیا۔

اسی دوران میں عماد الملک نے غیل ہو کر وفات پائی اور اس کا فرزند

اختیار الملک باپ کا جانشین ہو کر وزیر مقرر کیا گیا۔ اختیار الملک اس قدر صاحب اقتدار ہوا کہ قلیل زمانہ میں مرجع خاص و عام بن گیا۔ بادشاہ ان واقعات کے بعد مصطفیٰ آباد واپس آیا اور ایک مدت تک یہیں مقیم رہا۔

ماہ رجب سنہ ہجری میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ امر کے ایک گروہ کو احمد آباد میں چھوڑ کر خود جنائیر کی تسخیر کے لئے سفر کرے بادشاہ پایہ رسکاب ہی تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ ابالی لاہار نے بے شمار کشتیاں فراہم کی ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ مسافریں دریا کو آزار و نقصان پہنچائیں بادشاہ جنائیر کی ہم کو ملوثی کیا اور جہاز میں سوار ہو کر اس جماعت کو قتل گات کرنے کیلئے روانہ ہوا سلطان محمود نے چند جہاز آراستہ اور چند جہاز جنگ جو سپاہیوں اور تیر و تنگ و دیگر آلات حرب سے بھرے ہوئے بھیائے اور اہل لاہار کے قناب میں داخل ہو کر بادشاہ حریف کے جہازوں کے قریب پہنچا اور اہل لاہار مقابلے سے عاجز ہو کر فراری ہوئے۔ اہل ہجرات نے حریف کا قناب کیا اور ان کی چند کشتیاں گرفتار کر کے بندر کنہایت کو واپس آئے۔ بادشاہ ہجرات واپس آیا اور اسی سال ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے عظیم الشان قحط نمودار ہوا بے شمار مخلوق قحط کی وجہ سے ہلاک ہوئی اور ر مایا بحد پریشان و تباہ ہوئی۔

غزوہ ذی قعدہ کو بادشاہ نے جنائیر پر حملہ کی تیاری کی۔ یہ حصار بالائے کوہ واقع ہے قلعہ بحد مستحکم و بلند ہے جو آسمان سے باتیں کرتا ہے اس کے علاوہ اسی پہاڑ کی سطح پر ایک دوسرا پہاڑ واقع ہے جو بلند ی میں فلک ہنرم سے بھی بلند ہے اس دوسرے پہاڑ پر بھی جو نہ اور پتھر کی ایک دیوار بطور تفصیل کھینچی ہوئی ہے اور اس دیوار میں مطلوبہ خوبصورت برج تعمیر کئے گئے ہیں۔

اس زمانہ میں حصار کا حاکم رائے بنا ہی نام ایک راجپوت راجہ تھا جس کے آبا و اجداد عرصہ دراز سے اس حصار پر حکمرانی کر رہے تھے۔ چونکہ ساتھ ہزار راجپوت سوار و پیادے اس نواح کے راجاؤں کے لازم تھے یہ ہنید و حکمران کسی بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے اور ہجرو غزوہ کیساتھ ملک پر فرار وانی کرتے تھے

ایک عرصہ کے بعد راجہ نباہی اپنے اسلاف کا جانشین ہوا اور اس راجہ نے اپنی رسول آباد کو جو گجرات کے لمحات میں داخل ہے آزار و نقصان پہنچانا شروع کیا اور بے شمار مسلمانوں کو ظلم و جور سے تہ تیغ کیا۔

بادشاہ قصبہ برودہ میں پہنچا اور راجہ نے اپنے افعال پر نادم ہو کر بادشاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کئے اور سید علی غنی ذری کے ساتھ صلح کے بعد پیشکش حاضر کرنے کا وعدہ کیا۔

بادشاہ نے راجہ کی درخواست قبول نہ کی۔ عہد الملک و تاج خاں پیشتر روانہ ہوئے اور ہر صفر ۸۸۸ کو پہاڑ کے دامن میں فروکش ہوئے۔ ہر روز راجہ جوتوں کا ایک گروہ قلعہ سے باہر نکل کر سحر آرائی کیا کرتا اور پھر حصار میں پناہ گزین ہو جاتا تھا۔ اسی دوران میں بادشاہ خود بھی قصبہ برودہ سے روانہ ہو کر جلد سے جلد جتا پناہ اور دہاں سے موضع کیریاری میں جو مالوہ کے سر راہ واقع ہے فروکش ہوا۔

راجے نباہی نے بارہ گروہ قاصد یا دشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور ذیل طلا و دیگر قیمتی تحائف و ہدیئیں پیش کر کے اپنے تصور کی معافی کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس درخواست کو بھی قبول نہ کیا اور راجہ نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور دیگر راجا یاں اطراف سے مدد لے کر قلعہ سے نیچے اتر اساتھ ہزار سواروں اور بہادروں کے ہمراہ بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ شدید خونریزی لڑائی کے بعد راجہ کو شکست ہوئی اور دس یا بارہ ہزار جنگجو راجپوتوں کے ہمراہ قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان محمود قلعہ کے پاس فروکش ہوا بادشاہ نے حصار کی نوعیت و دیگر لوازم جنگ کو بخور معائنہ کر کے ہر سردار کو مناسب مقام پر متعین کیا اور خود مثل سابق کے موضع کیریاری واپس آیا۔

سلطان محمود نے سید بدر کو حفاظت راہ اور رسد رسانی کے لئے بھیج دیا۔

ایک روز سید بدر رسد لئے جا رہا تھا راجپوتوں نے حاکم کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کیا اور رسد چھین کر لے گئے بادشاہ کو ان واقعہ

سے اطلاع ہوئی اور اب اور زیادہ حصار کو فتح کرنے پر مصر ہوا۔
 چونکہ تمام مورچے تیار ہو چکے تھے اب محاصرہ یہ خوبی کیا گیا بادشاہ نے
 خود قلعہ کے پاس میں قیام کیا اور حکم دیا کہ ہر چہار جانب سا با تیار کی جائیں۔
 راجہ بنا ہی نے عاجز ہو کر اپنے وزیر جنگ کو سلطان غیاث الدین خلجی کی
 بارگاہ میں روانہ کر کے امداد کی درخواست کی اور ہر منزل کے اخراجات
 کے لئے ایک لاکھ تنگہ سفید ادا کرنے قبول کئے سلطان غیاث الدین لشکر کو
 جمع کر کے قصبہ فتلچہ میں فروکش ہوا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔
 اور اس نے امر کو جا بجا مقرر کر کے خود خلجی سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے قصبہ
 دہلوی تک سفر کیا۔ پور پتھیکر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان غیاث الدین نے
 ایک روز علما سے دریافت کیا کہ اگر کوئی اسلامی فرمانروا کسی غیر مسلم حکمران پر
 حملہ کرے تو ہیکو حملہ آور کے مقابلہ میں ہندو کی امداد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔
 علما نے جواب دیا کہ اس قسم کی امداد ہبانا جائز ہے۔ سلطان غیاث الدین
 نے علما کے احکام کے مطابق حملہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کو واپس گیا۔
 سلطان محمود اس واقعہ کو سنکر بید خوش ہوا اور جنانیر واپس آیا ابھی قلعہ
 فتح بھی نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ نے جنانیر میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی بادشاہ کے
 اس فعل سے ہر فرد و بزرگ کو اس امر کا یقین آ گیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہوگا بادشاہ
 اس ملک سے واپسی کا ارادہ نہ کرے گا اہل لشکر نے سا با ط کے درست کرنے اور
 اہل قلعہ کو نکالیف پہنچانے میں کوشش شروع کی۔
 سب سے پیشتر بادشاہ اور اس کے غلام خاص آیا ز سلطانی کی سا با طیں
 تیار ہو گئیں۔

ایک روز لاز میں شاہی نے ان سا با طوں سے دیکھا کہ صبح کے وقت
 اکثر ہندو مسواک و غسل کرنے کے لئے باہر چلے جاتے ہیں اور مورچوں میں قلیل تعداد
 سپاہیوں کی رہ جاتی ہے

بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ صبح کے وقت
 اسلامی فوج کا ایک حصہ سا با ط کے ذریعہ سے قلعہ میں داخل ہو جائے شاید کہ یہ تدبیر کارگر ہو

اور حصار فتح ہو جائے۔

اہل لشکر نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور توام الملک سرماندار کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو کر ہندوؤں کے ایک گروہ کو قتل کیا۔

راجپوت اس واقعہ سے آگاہ ہو گئے اور انھوں نے بھی ہجوم کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمان غالب آئے اور ہندوؤں کو حصار کے دروازہ دوم تک پسپا کر دیا۔

اتفاق سے اس واقعہ کے چند روز قبل ہندوؤں نے مغرب کی جانب ایک بہت بڑی توپ قلعہ کی دیوار پر نصب کی تھی اس دیوار میں شگاف ہو گیا اور ملک ایاز سلطانی موقعہ پاکر سواروں کے ایک گروہ کے ہمراہ اس رخنہ کے قریب آیا اور وہاں سے رخنہ دیوار تک پہنچ گیا اور رخنہ سے حصار بزرگ تک پہنچ کر برج و بارہ کی راہ سے بام حصار پر پہنچا۔

بادشاہ نے نہایت عاجزی و آزادی کے ساتھ فتح و نصرت کی خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی اور سواروں کو ایاز اور اسکے ہمراہیوں کی امداد کیلئے ابھارا۔

راجپوتوں نے یہی حیران و پریشان ہو کر حقہ باردت حصار کے بام پر بھینکا اتفاق سے توفیق و تائید الہی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور دست قہبی نے وہی حقد رائے بنا ہی کے صحن سرا میں بھینک دیا۔

راجہ اور راجپوتوں نے صورت واقعہ کو اس طرح دیکھ کر سمجھ لیا کہ دوبارہ ان کے سر پر سوار ہو گیا ہندوؤں نے آگ روشن کی اور اپنی قدیم رسم کے مطابق اپنے جو رو بچوں کو آگ کی نذر کیا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو کر آلات حرب اٹھائے اور مسلمانوں سے جنگ آزمائی کے لئے تیار ہوئے۔

ششہ جری دویم ذیقعدہ کی صبح کو ہندوؤں کو شکست ہوئی اور مسلمان حصار بزرگ کا دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہوئے اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

سلطان محمود بھی اس دروازہ کے قریب پہنچ گیا اور شاہی علم بلند ہوا۔

تمام راجپوت بالائے حصار حوض کے کنارہ جمع ہوئے اور اہل کر کے شمشیر و نیزہ کو ہاتھ میں لیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔

مسلمانوں کا ایک گروہ ان کے مقابلہ میں آیا اور شدید خونریز معرکہ آرائی ہوئی طرفین سے بے شمار انسان قتل ہوئے اور ہندوؤں کو کابل شکست ہوئی۔

مائے بناہی اور اس کا وزیر کسی دوکھو سی زندہ ذرچی گرفتار ہوئے اور بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر کیا اور راجہ سے سوال کیا کہ تو نے ہمارے مقابلہ میں اس قدر جان بازی و معرکہ آرائی کیوں کی۔

راجہ نے جواب دیا کہ اسے بادشاہ یہ سلطنت میرا موروثی ملک ہے میری غیرت نے تقاضہ نہ کیا کہ میں آبا و اجداد کی میراث کو مفت فاسخ کروں اور اپنے کو دنیا میں بے غیرت و بے ہمت مشہور کروں بادشاہ نے راجہ کی غیرتمندی کی تعریف کی اور اس کی تعظیم و تحکیم بجالایا۔

سلطان محمود نے پانچ ملک ایک شہر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر آباد کیا اور مصلیٰ آباد کی حکومت اپنے پسر خروخیل خاں سے سپرد کر کے خود بلدہ محل آباد کی تعمیر و معموری میں مصروف ہوا۔

بادشاہ نے ایک جامع مسجد کی جس میں بے شمار ستون تھے فتح حصار سے قبل بنا ڈالی اور اس کے اتمام میں جان و دل سے کوشاں ہوا۔

بادشاہ نے سلاطین میں ایک منبر نہایت تکلف کے ساتھ اس مسجد کی محراب کے سامنے تعمیر کیا۔

فتح جنائیر کے بعد راجہ بناہی کے زخم اچھے ہو گئے اور بادشاہ نے راجہ اور دوکھو سی کو جو اس کا وزیر تھا قبول اسلام کی دعوت دی ان دونوں نے اس کو قبول نہ کیا علمائے اسلام کے فتویٰ کے مطابق پانچ ماہ تک دونوں مقید رہے ہر روز ان کو قتل کی دھمکی دی جاتی تھی کہ شاید مسلمان ہو جائیں لیکن راجہ وزیر کسی نے بھی نصیحت نہ کی اور علمائے شریعت کے قول کی بنا پر بناہی اور دوکھو سی کو پھانسی دیدی گئی۔

اسی سال بادشاہ نے ایک معتبر امیر کو احمد آباد روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس شہر میں حصار اور قلعہ اور برج تعمیر کئے جائیں تمام اراکین سلطنت نے حصار اور قلعہ اس شہر میں تعمیر کرائے ایک فاضل شخص نے آئہ کریمہ من و غلہ کان امنائے

اس تعمیر کی تیاری نکالی جو بھو سلطان محمود گجراتی کے اعمال خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو چکے تھے۔ ششہ میں سوداگروں کی ایک جماعت نے دارالملک محمد آباد میں قلعہ ابو کے راجہ کی شکایت پیش کی کہ چار سو گھوڑے ہم لوگ اپنے ہمراہ لارہے تھے راجہ نے تمام جانور ظلم سے چھین لئے اور جو اسباب ہمارے ساتھ تھا وہ بھی لوٹ لیا بادشاہ اس خبر سے سجدہ مستانہ ہوا اور فرمایا کہ گھوڑوں اور اسباب کی قیمت ان سوداگروں کو ہمارے خزانہ سے یہ بھجائے اور خود سامان سفر درست کر کے قلعہ ابو کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسری منزل میں مقام کو کے ایک فرمان راجہ ابو کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے سوداگروں کا اسباب لوانے گھوڑوں کو جو ہمارے سرکار کے خاصہ کے لئے لارہے تھے جبر کے ساتھ لوٹ لیا ہے تم پر لازم ہے کہ جلد سے یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے اسی وقت جس قدر اسباب تم نے سوداگروں سے لیا ہے مجھ سے نام و کمال اس کو واپس کر دو و الا توہر سلطان کی غم کیلئے جو خدا کے تہر کا نونہ ہے آمادہ ہو جاؤ۔ بادشاہ نے اس فرمان کو سوداگروں کی ایک جماعت کو دیکر راجہ کے پاس بھیجا راجہ حقیقت حال سے مطلع ہوا اور سوداگروں کی تعلیم کی تین سو ستر گھوڑے اور تمام اسباب جو مجھ سے موجود تھا سوداگروں کے حوالے کیا باقی تو تلف ہو گیا تھا اعلیٰ قیمت پر اسباب کے بدلے میں سوداگروں کو روپیہ دیا اور سوداگروں کے ہمراہ اپنی اور پیشکش بھیج کر خود بادشاہ کے اطاعت گزاروں میں داخل ہو گیا بادشاہ نے اپنی اور پیشکش جو سوداگروں کے ہمراہ آئے تھے اور نیز راجہ کے عریضہ پر غور کیا اور محمد آباد جنانیر واپس آکر اس شہر کے گرد و روج و قلعہ کی ہنایت استحکام کے ساتھ بنا ڈالی اور اس کو اتنام کو پہنچایا۔

ششہ میں بہادر گیلانی نے جو سلطان محمود بہمنی کا امیر تھا بغاوت کی اور بندر گوہ و دوالی و نیز دوسرے دکن کے ملکوں پر قبضہ کر لیا بہادر گیلانی کے گرد بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے دریا کے راستے سے کشیتوں میں بشار فوج گجرات کی طرف بھیجی اور شہید نقصان پہنچایا بہادر گیلانی سلطان محمود گجراتی کے چند خاصہ کے جہازوں پر قابض ہو گیا اور بندر مہام کو جلا کر لوٹ لیا اور اسکی

فتح کے درپے ہوا سلطان محمود نے صفدر الملک کو ایک جہاز لشکر کے ہمراہ اس مہم پر مامور فرمایا اور قوام الملک سرکردہ فاضل کو بھی ایک لشکر کے ساتھ خشکی کی راہ سے مہایم روانہ کیا جہاز جو صفدر جنگ کے ہمراہ تھے وہ مہایم کے نواح میں پہنچ گئے اُس درمیان میں باد مخالف چلی اور جہاز متفرق ہو گئے اہل جہاز نے دریا کے طوفان سے مضطرب ہو کر بہا در گیلانی کے طاقین سے جو دریا کے کنارے مقیم تھے امان طلب کی اور نجات کے لئے ساحل دریا کی طرف متوجہ ہوئے دریا کے کنارے پہنچ کر انھوں نے بہا در گیلانی کے طاقین کے چہرہ پر کردغا کے آثار نمایاں پائے اور لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے فریقین میں شدید خونریز مسرکہ آرائی ہوئی لیکن آخر کار ہجرات کا لشکر مغلوب ہو گیا اور صفدر الملک کو چند معتبر اشخاص کے ہمراہ دشمنوں نے گرفتار کر لیا اور تمام کشتیاں حریف کے قبضہ میں آ گئیں قوام الملک اس وقت مہایم پہنچا جبکہ بہادر کے مہاجرین اپنا کام تمام کر کے اپنے آقا کے پاس چلے گئے تھے۔

قوام الملک اس مقام پر ٹھہر گئے اور سلطان محمود کو عریفہ لکھا کہ جان نثار کی رائے ہے کہ بہادر سے انتقام لے لیکن بلا اسکے کہ جب تک کچھ ملک بادشاہ دکن کے خواب ہوں۔ میں بہادر کے مسکن تک نہیں پہنچ سکتا اب اس بار میں حکم عالی کیا ہے۔

سلطان محمود نے بعینہ ایسی اور نامہ کو بادشاہ دکن کے پاس بھیجا بادشاہ دکن نے حق جوار کو مد نظر رکھ کر باوجود امرادارکان سلطنت کے تسلط کے خود لشکر کشی کی اور بہادر کو قتل کیا دکنی فرمانروائے صفدر الملک اور جہازوں کو مع بیشمار تحائف و ہدایا کے بادشاہ ہجرات کے پاس بھیجا افراد دکن کی آزدیہ تھی کہ اس مہم کے صلہ میں سلطان ہجرات اس کو ان کیسے افراد بھی جو اس پر مسلط ہو گئے ہیں نجات دلائیگا لیکن چونکہ معاملہ حد اصلاح سے گند چکا تھا بادشاہ ہجرات غفلت کے عالم میں اس کو مال گیا۔

اس وقت میں جب سلطان محمود باکری سے رائے ایدری کی طرف گیا بادشاہ اس ملک کے قریب پہنچا اور رائے ایدر بلا تامل اس کی خدمت میں حاضر ہوا راجہ نے چار سو گھوڑے چار لاکھ روپیہ نقدیں تحفے اور بیشمار اسلحہ بادشاہ کے نذر کر کے

جنوبیہ دنیا قبول کیا اور اس طرح یحییٰ خود شام کے ساتھ اپنا ملک بچا لیا
سلطان محمود و یحییٰ و سالم مع مال ضیعت محمد آباد واپس آیا۔

سلسلہ ہجری میں سلطان محمود اپنی رعایا و ملک کے حالات کی جستجو
کی غرض سے سیاحت میں مصروف ہوا اور اکثر حصہ ملک کو کافی طور پر ضبط کر کے
عدل و انصاف میں نوشیرواں پر سبقت لے گیا بادشاہ اس کے بعد وراثت
واپس آیا۔

سلسلہ ہجری میں الف خاں بن الف خاں جو اس خاندان کا غلام زادہ
تھا باغی ہوا قاضی میر جوہنی امیر اور گجرات میں مقیم و برسر اقتدار تھا الف خاں کی
مداخلت کیلئے مامور کیا گیا قاضی الف خاں کا لقب کر کے اس کو جنگل جنگل
بھگاتا پھرتا تھا یہاں تک کہ الف خاں سلطان پور کے راستہ سے مالوہ کی طرف
بھاگا اور اسی اثنا ویں زہریا محل طبعی سے اس نے وفات پائی۔ اسی دوران
میں عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی خراج ادا کرنے میں سستی و غفلت سے
کام لینے لگا۔ قاضی میر جوہنی امیروں کے ہمراہ عادل خاں کی تادیب کیلئے
روانہ ہوا اور خاندیس میں داخل ہو کر غارتگری میں مشغول ہوا عادل خاں نے اپنے
میں مقابلہ کی طاقت بنائی اور عادل الملک حاکم بارہ سے مدد طلب کی عادل خاں کو
مدد ملی اور اس نے مجبور ہو کر چند سال کا مال اپنے ہمراہ لیا اور محمد آباد و جناح پہنچ کر
سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ سلطان محمود خود عادل خاں کی تاویب پر متوجہ ہوا
اور اپنے ملک سے روانہ ہو کر اب پٹنی کے قریب پہنچا عادل خاں نے پیشکش روانہ کیا اور
معذرت چاہی سلطان محمود نے حقوق و امانی کو مدنظر رکھ کر اس کا قصور معاف
فرمایا۔ اسی زمانہ میں تختانہ دار کو توال دولت آباد ملک اشرف اور ملک مجیہ نے
فرصت پا کر اس مضمون کا ایک عمرانیہ سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا کہ یہ قلعہ ہم
بندگان دولت کے قبضہ میں ہے جو کچھ سلطان بیدر پر امیر پر تسلط ہے۔ احمد نظام الملک
پر وقت اس قلعہ کے فتح کرنے کی فکر میں ہے اور ہر سال لشکر کشی کرتا ہے اب اس
نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ ہماری امداد فرما کر قلعہ اپنے تصرف میں

لے لیں تو ہم مخلصان ہمارے کا ہلاکت والا میں پہنچا رہی حیثیت کے مطابق بے شمار تحائف نذر کریں گے۔

سلطان محمود نے پیشخانہ دکن کی جانب روانہ کیا اور دو تین منزل آگے ہو کر راہ میں مقیم ہو گیا۔ احمد نظام الملک بھری نے کوئی صورت اپنے قیام کی نہ دیکھی اور مضطرب و بدحواس جینر واپس گیا۔ اہالیان دولت آبا و شکر گاہ میں حاضر ہوئے اور پیشکش گزارا نا۔ سلطان محمود گجراتی نے ایک جنبش میں دو کام کئے اور محمد آبا و جنیر واپس آیا اسی دوران میں رفیع الدین محمد بن مرشد الدین صفوی نے جو زہد و تقویٰ سے منصف تھے اپنے والد کی سنت پر عمل کر کے گجرات میں تشریف لائے اور محمد آبا میں مقیم ہوئے۔

جو نیک بہمنی خاندان کے ہر مقدّر امیر و غلام نے دکن میں اپنے ولی نعمت سے مخالفت کر کے حکومت حاصل کر لی تھی سلطان محمود کے دل میں بھی شبہی امر کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا۔

سلسلہ ہجری میں سلطان محمود نے احمد آبا کا سفر کیا اور اپنی تدبیر و حکمت سے اکثر امرا کو جو صاحب اقتدار تھے معزول و قتل کر کے ایک دو مہتری جماعت کو بجائے ان کے مامور کیا اس تغیر و تبدل کا منشا یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امرا خود بادشاہ یا اس کی اولاد کے ساتھ سرکشی کریں ۱۳۱۹ھ ہجری میں سلطان محمود کے قلب میں بچہ محمد آبا و کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور محمد آبا و کے طرف روانہ ہوا دو تین مہینے ابھی نہ گزرے تھے کہ خبر آئی کہ اس سال کفار فرنگ نے ساحل پر هجوم کیا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ قلعہ بنا کر سکونت اختیار کریں سلطان روم نے جوان کاوشمن ہے اس خبر کو سکر بے شمار جہازوں کو ساحل بند کی جانب جنگ آزمائی و مانعت کے لئے روانہ کئے ہیں سلطان محمود نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا اور ویسی دمن و مہایم کی طرف روانہ ہوا۔

جب سلطان محمود خطہ دمن میں پہنچا اپنے غلام خاص ایاز سلطان کو جو امیر الامرا اور سپہ سالار تھا بندر دیب سے چند خاص کشتیوں کے ہمراہ جو دلیر و شجاع افراد و آلات جنگ سے مہمور تھیں فرنگیوں کے اخراج کیلئے نامزد فرمایا اور

دس بڑے رومی جہاز بھی جو سلطان روم کی جانب سے جنگ کے لئے آئے تھے
ایاز کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ایاز بندر چیول تک عیسائیوں سے مقابلہ کرتا رہا اور ایک بڑا جہاز
فرنگیوں کا جو ایک کروڑ کی مالیت رکھتا تھا مسلمانوں کے توپ کی ضرب سے
ٹوٹ کر دریا میں غرق ہو گیا ایاز نے فتح پائی اور بیشمار فرنگیوں کو قتل کر کے
واپس آیا اگرچہ ان معرکہ آرائیوں میں رومیوں کے چار سو آدمی مارے گئے لیکن
انہوں نے کفار فرنگ کو بھی جو قریب دو تین ہزار تھے قتل کیا۔

سلطان محمود گجراتی ضبط انتظام بنا در کی طرف سے مطمئن ہو کر محمد آباد
میں آیا اس دوران میں داؤد شاہ فاروقی اسیر میں فوت ہوا اور ملک میں بہت
فساد برپا ہوا۔ عادل خاں ولد حسن خاں نے جو سلطان محمود گجراتی کا نواسہ تھا
چند اشخاص کو سلطان محمود گجراتی کے دربار میں جو اسکا جد ماری بخارا نے لایا اور ادا طلب کیا
سلطان محمود شعبان ۷۸۱ھ میں قلیل لشکر کیساتھ اسیر آیا اور ماہ صیام کو
نبردہ کے کنارے موضع سیلے میں تمام کیا اور شوال میں ندر بار روانہ ہوا سلطان
ندر بار پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغلزادہ نے عالم خاں کو احمد
نظام الملک بخری اور عماد الملک کاویلی کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھلا دیا ہے
اور نظام الملک اب بھی برہانپور میں موجود ہے۔

سلطان محمود نے اس خبر کو سنا اور تختانیر چلا گیا اس زمانہ میں بادشاہ کو
ضعف جسمانی محسوس ہوا اور اس نے چند روز کے لئے قیام اختیار کیا سلطان
محمود نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ایک جہاز لشکر کے ساتھ نظام الملک اور
حسام الملک اور عالم خاں کی تاویب کے لئے روانہ کیا نظام الملک نے قلیل
لشکر سے عالم خاں کی مدد کی اور خود کاویل چلا گیا ملک لاؤن نے آصف خاں
کا استقبال کیا اور اس سے ملاقات کی آصف خاں نے ملک لاؤن کو سلطان
محمود گجراتی کی خدمت میں حاضر کیا ملک حسام الدین بھی چند روز کے بعد
اپنے فعل پر نادم ہوا اور سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان
محمود نے ملک لاؤن اور ملک حسام پر بیحد التفات و نوازش فرمائی۔

عید الفصحی کے بعد سلطان محمود گجراتی نے ساعت سعید میں عادل خاں کو اعظم ہمالوں کا خطاب دیا اور چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیے بطور مدد خرچ کے عطا کر کے اس کو اسیر و برہانپور کی حکومت عنایت کی بادشاہ نے ملک لاون کو خطاب اور موضع نباس بطور جاگیر مرحمت کیا اور ملک ماہبا ولد عا وال ملک خاندن سیسی کو غازی خاں اور عالم شہ تختانہ دارنختا نیر کو قطب خاں ملک حافظ کو محافظ خاں اور اسکے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطابات عطا کئے اور ان امیروں کو اعظم ہمالیوں کی ہمراہی کیلئے مقرر فرمایا ان کے علاوہ اپنے امرا میں سے ملک نصرۃ الملک اور مجاہدۃ الملک گجراتی کو داؤد خاں فاروقی النخاطب بہ اعظم ہمالیوں کی اطاعت کا حکم دیا اور مسترخصوں ذاکچہ کو خود اپنے دارالسلطنت کی جانب روانہ ہوا بادشاہ نے منزل اول میں ملک حسام الدین کو شہر یار کا خطاب و یکم موضع دہورہ میں جو سلطان پور کے مصافات میں ہے اور دو ہاتھی عنایت فرما کر اسکو واپس جانیکی اجازت دی اور خود بہ تعیل روانہ ہوا اسی زمانہ میں شہزادہ مظفر ولد شہزادہ بہادر کو جو اس یورش میں سلطان کے ہمراہ تھا عہدہ ہاتھیوں اور عربی اور عراقی تھوڑے مع دیگر تحائف کے خلاف عادت عطا فرمائے۔ سلطان محمد آباد کے اطراف میں پہنچا اور اپنے پوتے سلطان بہادر کو اپنے ہمراہ لیا اور سلطان مظفر کو برودرہ جو اس کی جاگیر میں تھا جانیکا حکم دیا سلطان کی عدم موجودگی میں اعظم ہمالیوں نے ملک حسام الدین شہر یار کو تسبیح کیا اور اور اس کے اعوان اور انصار کے قتل عام کا حکم دیا۔

ربیع الاول ۹۱۳ھ میں یہ خبر سلطان محمود گجراتی تک پہنچی بادشاہ نے فرمایا کہ جو شخص حق تک کا کاظ نہیں رکھتا آخر کار و نحو ہلاک ہوتا ہے اسی دوران میں امیر اور برہانپور سے اعظم ہمالیوں کا ایک خط آیا کہ شیر خاں اور سیف خاں نے جو قلعہ اسیر پر قابض ہیں باہم متفق ہو کر ایک خطا نظام الملک کے نام روانہ کیا اور نظام الملک جسکے ہمراہ عالم خاں اور راجہ کالینہ بھی ہیں اپنی سرحد کے قریب اگر قیام پذیر ہے اگر وہ قدم اگے بڑھائیگا تو میں بھی اس سے سرکر آرائی کرونگا سلطان محمود نے پانچ لاکھ تنگہ سفید اسکے پاس بھیجے اور دلاور خاں قدر خاں اور صفدر خاں و دیگر امرا کو اسکی مدد

کینے روانہ کیا بادشاہ نے اعظم ہمایوں کو عریضہ کے جواب میں لکھا کہ اسے فرزند خاں جن
 رکھو اگر ضرورت ہوئی تو میں بذات خود اس جانب متوجہ ہو چکا نظام الملک کو چھوڑا ملین
 دکن کا غلام ہے یہ طاقت کہاں کہ تمہاری مملکت کو نقصان پہنچا سکے یہ امیر ہنوز شہر
 کے باہر مقیم تھے کہ شہزادہ مظفر خاں جسکے حالات عنقریب لکھ جائینگے اپنے والد
 بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا اور سات لاکھ تنگہ اور طلب کئے اور انکو اپنے بہائی اعظم
 ہمایوں کے پاس روانہ کیا چند دنوں کے بعد نظام الملک بحری کا حاجب محمد آباد
 آیا اور ایک خط اس نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ خانزادہ
 عالم خاں نے انجاناب سے التجا کی ہے اور متوقع ہے کہ کچھ حصہ ولایت اسیر اور رہبانپور
 کا آپ اسکو مرحمت فرمائیں سلطان کو خط کا مضمون معلوم ہوتے ہی غصہ آگیا اور اسی
 عالم غیظ میں اس نے جواب دیا کہ ایک غلام کو یہ قدرت اور منزلت حاصل ہوئی کہ
 وہ بادشاہوں کو بجائے عریضہ کے خط لکھے اور یہ لازم ہے کہ اپنی حد سے قدم آگے
 نہ بڑھائے اور اپنی جگہ پر قائم رہے والا کامل گونہ غلامی نہ جائیگی۔

نظام الملک نے اس خبر کو سنا اور اچھٹو واپس گیا مگر قاتی امیر رقبہ ندر بار
 میں پہنچے اور شیر خاں و سیف خاں نے انماں طلب کی اور وکن چلے گئے عالم خاں کو بھٹی شہر ہجرات کے
 آنے کا حال معلوم ہوا اور ولایت کا لول کوتا سخت و تاراج کرنے میں مصروف ہوا عالم خاں
 نے چند مواضعات و قریات کو لوٹا ہو گا کہ یہاں کے راجہ نے پیشکش بھیجا اور سہرت
 چاہی عالم خاں اسیر میں گیا اور دلاور خاں کو نہایت تعلیم کیساتھ ہجرات رخصت کیا۔
 شہر میں سلطان سکندر لودھی نے محبت و خصوصیت و اخلاص کی بناء
 پر تحفے سلطان محمود کے لئے روانہ کئے بل اس کے کسی بادشاہ دہلی نے فرمانروائے
 ہجرات کو تحائف نہ بھیجے تھے۔

اسی سال ذالحجہ کے مہینہ میں سلطان محمود دہراد گیا اور اہالی ہنردالہ کو جو
 سب علما و اکابر تھے انعام و التفات سے خوشدل فرمایا اور ان سے کہا کہ میرے یہاں
 آنے کی غرض یہ تھی کہ میں آپ حضرات سے رخصت ہوں مگر ہے کہ اب اجل
 ہمت نہ ہے اور دوبارہ آپ صاحبوں کو نہ دیکھ سکوں علما و اکابر نے سلطان کے
 حق میں دعا کی۔

سلطان محمود اس مجلس سے اٹھ کر سوار ہوا اور وزارت مشائخ میں حمتہ اللہ علیہم کی زیارت کیلئے روانہ ہوا اور وہاں سے احمد آباد آیا اور شیخ احمد کھٹو قدس سرہ کے روضہ مقدسہ کے طواف سے فراغت حاصل کی اور محمد آباد جناب واپس ہوا۔

اسی زمانے میں جب سلطان محمود کو اپنے جسم میں ضعف و بیماری محسوس ہونے لگی بادشاہ نے شاہزادہ مظفر کو برودرہ سے طلب کر لیا اور اعلیٰ ترین نصیحتیں کیں چار دن گزر جانے کے بعد جب سلطان محمود نے آثار صحت کے دیکھے اور شاہزادہ کو برودرہ کی جانب رخصت فرمایا چند روز کے بعد مرض نے عود کیا اور سلطان محمود بیحد ضعیف و لاغر ہو گیا بادشاہ نے شاہزادہ مظفر خاں کو دوبارہ طلب کیا اسی اثنا میں فرحت الملک نے مصر و ضعیف کیا کہ شاہ اسماعیل بادشاہ ایران نے یادگار بیگ کو قزلباشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بطریق رسالت بادشاہ کے حضور میں بھیجا ہے اور تحائف نفیس انکے ہمراہ روانہ کئے ہیں سلطان نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ قزلباش کی صورت جو اصحاب ثلاثہ کے دشمن اور بانی ظلم ہیں مجھے نہ دکھلائے چنانچہ ایسا ہی اتفاق پیش آیا کہ یادگار بیگ قزلباش ہنزو پہنچے بھی نہ پایا تھا کہ عصر کے وقت دو شنبہ کے دن دوسری رمضان المبارک کو بادشاہ نے رحلت کی

سلطان محمود کا زمانہ حیات ساٹھ سال گیارہ مہینہ تھے بخمبہ انکے پچیس سال ایک مہینہ اس نے حکومت کی فرامین میں اسکو خدائیں گاہ حلیم کے لقب سے یاد کرتے ہیں سلطان محمود کو بیکرا بھی کہتے ہیں بیکرا اس گائے سے مراد ہے جسکی شگلیں اوپر کے جانب گھمی ہوئی اور حلقہ دار ہوتی ہیں چونکہ سلطان محمود کی مونچھ کے بالوں کی ہی شکل تھی اس لئے اسکو بیکرا کہتے ہیں شاہ جمال الدین حسین انجو اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ سلطان محمود نے دو نامی و گرامی قلعے ایک کرناں دوسرا جناب فتح کئے اس لئے خواص و عوام اسکو بیکرا کہنے لگے یعنی صاحب دو قلعہ اور یہ امر زیادہ قریں صحت ہے سلطان محمود گجراتی شجاعت سخاوت مہربانی بردباری حیا ادب عقل راست گوئی و فراست سے متصف تھا کبھی کوئی جملہ خلاف اسکی زبان سے نہیں نکلا بادشاہ سید پابند شروع و خداترس مختار اندازی خوب کرتا اور شکار سے اسکو سید رغبت تھی اپنی انہنسے شرم کیوجہ سے خلوت میں بھی اپنے پاؤں کو نامحرمون سے چھپاتا تھا اور گلی کبھی زبان پر نہ لاتا تھا۔

صاحب طبقات محمود شاہی لکھتا ہے کہ سلطان محمود باد وجود ضعیف ظاہری اور جسمانی کمزوری کے سن طفولیت سے تازمان وفات ایام سفر اور جنگ کے سرکوں میں جوش آزمی جسکو پیل تن شخص بھی ہزار وقت اٹھا سکتا ہے پہنٹا تھا اور رکش ایک سو ساٹھ تیر کا کر میں لگاتا اور تلوار و نیزہ بھی ہمیشہ اسکے جسم سے لگا رہتا تھا۔

ذکر سلطنت سلطان | سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ کی رحلت کے بعد شاہزادہ مظفر شاہ بن سلطان مظفر نے سہ شنبہ کے دن دو ساعت گزرنے کے بعد سری مضفر المبارک کو بروورہ سے محمد آباد پہنچ کر تخت آبائی پر جلوس کیا امرا اور اکابر شریک تھے و بجالائے سلطان مظفر نے اسی شب اپنے

باپ کی لاش کو ہزار فاض الاوار قد وۃ السالکین والمشاغین شیخ کبشوقدس سرہ کوروانہ کیا اور دس لاکھ تنگہ عزیز الملک کے حوالہ فرما کر حکم دیا کہ قصبہ سرک کے اہل استحقاق کو تقسم کر دئے امرا اور اراکین دولت کو خلعت مرحمت فرما کر بعض افراد کو خطاب مناسب بھی عطا فرمائے اسی دن مبرزوں سلطان مظفر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا پنجشنبہ بیسویں شوال ۸۷۷ء کو مظفر شاہ پیدا ہوا سلطان مظفر نے اپنے ابتدائے عہد حکومت میں اپنے گروہ خاصہ خیل سے ملک خوش قدم کو عہد الملک اور ملک رشید الملک کو خداوند خال کا خطاب و دگر وزارت کی باگدور انکے قبضہ اقتدار میں دیدی اسی سال شوال کے مہینہ میں یادگار بیگ لہجی بادشاہ ایران شاہ اسماعیل نواح محمد آباد میں آیا سلطان مظفر نے تمام امرا کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا سلطان مظفر اس سے بے انتہا لطف و احسان سے پیش آیا یادگار بیگ نے وہ تحائف جو محمود شاہ کیلئے لایا تھا بجد سلیقہ کے ساتھ سلطان مظفر کے حضور میں پیش کئے سلطان مظفر نے اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو خلعت انعامات مناسب مرحمت فرمائے اور ایک مناسب مقام اس کی سکونت کے غرض سے معین فرمایا اور ان کی تعلیم اور تکریم میں کوئی دقیقہ اوٹھانہ رکھا۔

چند روز کے بعد سلطان مظفر قصبہ بروورہ میں گیا اور اس مقام کو دولت آباد اسکے نام سے موسوم کیا اسی دن صاحب خاں فرزند بادشاہ شادی آباد مند و اپنے بھائی کے خوف سے بھاگ کر بروورہ میں آیا بادشاہ نے مظفر خاں کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا تاکہ اسکو بجد عزت کیساتھ شہر میں لے آئے سلطان مظفر صاحب خاں کی ملاقات کے بعد

چند روز لوازم ضیافت ادا کر تکی غرض سے بروہ میں ٹھہر کر محمد آباد واپس آیا۔
 بادشاہ نے قیصر خاں کو قصبہ دہود میں اس غرض سے بھیجا تاکہ مجمع خیریں
 سلطان محمود غزنوی کی اور احوال مملکت مالوہ اور امرائے ملک کی مفصل کیفیت کو دریافت
 کر کے بادشاہ کے حضور میں عرض کرے جو حکم برصاات کا موسم آگیا تھا اسلئے لوگ
 جا بجا مشیم ہو گئے ایک دن صاحب خاں نے سلطان مظفر کے پاس حکم لکھا: بھگوان
 فقیر کو آئے ہوئے ایک مدت گزر گئی اور اب تک میں اپنی مہم کو رو بہ راہ نہیں پاتا
 سلطان مظفر نے جواب دیا کہ انشاء اللہ برسات کے بعد میں نصف مملکت مالوہ کو
 سلطان محمود غزنوی کے تصرف سے بکھل کر تمھارے سپرد کر دوں گا لیکن جو بھو صاحب خاں
 کے طالع کی خوشست ہنوز زایل نہ ہوئی تھی اتفاق سے یادگار بیگ و دیگر قزلباش جو
 گجراتیوں میں سرخ کلاہ کے لقب سے مشہور تھے اور اہل ہجرات کے قریب آباد ہوئے
 ایک روز ان کے ملازمین کے درمیان نزاع واقع ہوئی اور اس میں جنگ آزمائی
 ہوئی یا دگار بیگ کا مکان لوٹ لیا گیا قزلباشوں نے بھی تیر و کان کو ہاتھیں

اٹھالیا اور چند ملازمین مجروح ہو سکے۔
 لشکر ہجرات میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قزلباشوں نے صاحب خاں
 کو متعید کر لیا شہزادہ مالوہ نے حقارت آمیز طعنہ کو سنا اور بغیر سلطان مظفر
 کی اجازت و اطلاع کے اس پر چلا گیا اور بظاہر حاکم برہاں پور اور ضاد الملک
 کی تحریک کے بنا پر طلب امداد کی غرض سے کاویل آیا جسکی تفصیل سلطان مالوہ
 کے حالات میں ہدیہ ناظرین کی جائے گی تفصیل حالات میں صاحب خاں
 کے جانے کے بعد جب راجپوتوں کے غلبہ اور سلطان محمود غزنوی کے ابتر
 حالات کی خبریں سلطان مظفر تک پہنچیں سلطان مظفر کو غیرت نے اس
 امر پر آمادہ کیا کہ اس گروہ کی تادیب کے لئے متوجہ ہو۔
 سلطان مظفر نے احمد آباد کا ارادہ کیا تاکہ ٹھکانہ جات کی طرف سے مطمئن
 ہو جائے بادشاہ نے برہگان زندہ و مردہ سے امداد طلب کر کے مالوہ کا رخ
 کیا مظفر شاہ احمد آباد پہنچا اور ایک ہفتہ اس جگہ قیام کر کے کو دھرہ
 کے طرف روانہ ہوا کہ دھرہ میں افواج جمع کرنے کی غرض سے چند روز

چلا تھا کہ راستہ میں اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ رائے مجیم ایدر کا راجہ فرصت کو عنایت جان کر حدود سانبہر متی تک حملہ آور ہوا ہے اس خبر کو سنکر مین الملک از رو دولت خواہی ان حدود کی طرف گیا تاکہ راجہ کو گوشمالی دے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو لیکن راجہ مع اپنی تمام فوج کے مقابلہ میں آیا اور دونوں لشکروں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔

اسی حالت میں ایک سردار جس کا نام عبد الملک تھا مع دو سو آدمیوں کے قتل ہوا اور ہاتھی جو مین الملک کے ہمراہ تھا پارہ پارہ ہو گیا مین الملک نے یہ حالت دیکھی اور بے اختیار معرکہ سے بھاگا۔ سلطان مظفر ایدر کی طرف چلا جب بادشاہ قصبہ ہراسہ پہنچا اور ایک جمعیت کو ایدر پر حملہ آور ہونے اور غارتگری کے لئے بھیجا راجہ ایدر نے قلعہ خالی کر دیا اور خود بیجا نگر کی پہاڑیوں میں مخفی ہو گیا۔

سلطان مظفر ایدر پہنچا اور دس راجپوت جو قصد اپنی جان دینے کے ارادہ سے یہاں کھڑے تھے بے انتہا ذلت و خواری کے ساتھ مارے گئے عمارات و باغ و تہخانہ کی کوئی علامت و اثر تک ایدر میں باقی نہ رہا راجہ ایدر نے عاجز ہو کر ملک گوپال زنہدار کو سلطان کی خدمت میں بھیجا اور معذرت چاہی اور یہ پیام دیا کہ مین الملک بندہ درگاہ کا قوی دشمن تھا اس نے میری مملکت کو غارت کیا لہذا بوجہ اضطراب و پریشانی کے مجھ سے یہ حرکت سخت وقوع میں آئی اگر ابتدا میں قصیر اس بندہ کی حاجت سے ہوتی تو البتہ میں سلطانی قہر و غضب کا مستحق تھا اب میں مبلغ بیس لاکھ تنگے جو دو ہزار تومان کے برابر ہے اور ایک سو گھوڑے بطریق پیشکش و کلام سلطنت کے حوالہ کر کے اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوتا ہوں۔

سلطان مظفر کا ارادہ ماوہ فتح کرنے کا تھا راجہ کا عذر قبول کر کے بادشاہ کو دہرہ میں آیا اور بیس لاکھ تنگے اور سو گھوڑے مین الملک کو مرحمت فرمائے تاکہ لشکر و سامان کی فراہمی کا انتظام کرے اور موضع کو دہرہ میں شاہزادہ سکندر خاں کو محمد آباد کی حکومت پر مامور فرما کر وہاں جا نیکی اجادت عنایت فرمائی سلطان مظفر قصبہ دہورہ میں پہنچا اور قیصر خاں کو حکم دیا کہ موضع دیولہ پر جو سلطان محمود غزنوی کے

ملازمین کے تصرف میں ہے قابض ہو بادشاہ دھار کی جانب متوجہ ہوا ہالی دھار سلطان کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور امان طلب کی سلطان نے ان کو امان دیکر قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو رعایا دھار کی حفاظت کی غرض سے بھیتر روانہ فرمایا۔

اسی دوران میں یہ خبر آئی کہ سلطان محمود چندیری کے باغی امر کی گوشمالی کے لئے حملہ آور ہوا ہے سلطان مظفر نے اپنے امیروں کو واپسی کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے اس سفر کی اصل غرض یہ تھی کہ پور یہ کے غیر مسلم افراد کو تادیب و تنبیہ کروں اور مملکت بالوہ سلطان محمود خلجی اور صاحب خاں دلد سلطان ناصر الدین کے درمیان میں تقسیم کردوں اب چونکہ سلطان محمود خلجی امرائے چندیری کی مداخت کے لئے ظالم راجپوتوں کو اپنے ہمراہ لے گیا ہے اس وقت اس کی مملکت میں مداخلت کرنا آئین مروءت و مردانگی سے بعید جانتا ہوں۔

اسی زمانہ میں قوام الملک سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دھار کے آہو خانہ کی بے انتہا تعریف کی سلطان مظفر ان حدود کے سیر و شکار پر مائل ہوا اور قوام الملک کو شکر کی حفاظت کے لئے مقرر فرما کر خود دہزار سوار اور ایک سو پچاس ہاتھیوں کی جمعیت سے دھار کی جانب روانہ ہوا سلطان دھار پہنچا اور اسی دن عصر کے وقت میرزا شیخ عبد اللہ چنگال اور شیخ کمال الدین مالوی کے مزارات کی زیارت کے لئے گیا۔

منقول ہے کہ شیخ عبد اللہ راجہ بھوج پانڈی کے زمانہ میں وزیر تھے ایک خاص تقریب کی وجہ سے آپ اسلام لائے اور ریاضت و مجاہدہ کر کے کمالات نفسانی حاصل کئے انقصہ فواح و لاوہ میں شکار باقی نہ رہ گیا اور نظام الملک و لاوہ سے نکل کر قصبہ نعلچہ میں آیا واپسی کے وقت راجپوتان پور بیہ کی ایک جماعت نے آکر پسماندگان شکر کو نقصان پہنچایا۔

سلطان مظفر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نظام الملک پر بیحد عتاب فرما کر جنائز واپس آیا۔

اسی زمانہ میں ایدر کا راجہ فوت ہوا اور اس کا بیٹا راجہ بہار مل گدی نشین ہوا

اور رانا سنگا نے اپنے داماد رائے مل بن سوجل کی حمایت کی اور ولایت ایدرو قلعہ بہار مل کے قبضہ سے نکال کر رائے مل کے سپرد کر دیا بہار مل نے سلطان مظفر سے امداد طلب کی سلطان مظفر نے غزہ شوال ۹۲۱ھ کو نظام الملک کو متعین فرمایا تاکہ ولایت ایدرو قلعہ کو رائے مل کے قبضہ سے نکال کر بہار مل کے حوالہ کر دے اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اثناء راہ میں سلطان مظفر نے خداوند خاں کو شکر کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور خود پٹن کی سیر کیلئے روانہ ہوا۔ مظفر شاہ نے اہالی پٹن پر عموماً اور علما و فضلاء پر خصوصاً نوازشات فرمائیں اور واپس آ کر اپنے لشکر گاہ میں داخل ہو گیا نظام الملک نے ایدر پر قبضہ کر کے بہار مل کے حوالہ کیا چونکہ رائے مل نے بیجا نگر میں پناہ لی تھی نظام الملک بیجا نگر پہنچا اور فیصلہ معرکہ کارزار پر ٹھہرا فریقین کی بے انتہا فوج اس لڑائی میں کام آئی۔

یہ خبر سلطان مظفر تک پہنچی اور بادشاہ مظفر نے حکم دیا کہ جب ولایت ایدر بہار مل کے قبضہ میں آچکی ہے تو بیجا نگر جانا اور لڑائی کرنا بلا وجہ سپاہ کو ضائع کرنا ہے مناسب ہے کہ بہت جلد واپس آ جاؤ نظام الملک حسب الحکم احمد نگر میں حاضر ہوا سلطان مظفر نے نظام الملک کو احمد نگر میں معین فرمایا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

احمد آباد پہنچ کر سلطان مظفر نے ایک جشن عظیم برپا کر کے شاہزادہ سکندر کی شادی کی اور امرا و اراکین شہر کو خلعت واسپ مرحمت فرمائے۔ موسم برسات کے ختم ہونے کے بعد سلطان مظفر سیر و شکار کی غرض سے ایدر کی طرف روانہ ہوا چونکہ نظام الملک حاکم احمد نگر طویل ہو گیا تھا اس لئے سلطان مظفر نے اطبا کو اس کے معالجہ کے لئے مقرر فرمایا۔

بادشاہ اوایل ۹۲۲ھ میں محمد آباد جینا نیر کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے نصرت الملک کو ایدر کی طرف روانہ کیا اور نظام الملک کو جواب صحت پاچکا تھا اپنے حضور میں طلب فرمایا لیکن قبل اس کے کہ نصرت الملک ایدر میں آئے نظام الملک نے تعیل کی اور ظہیر الملک کو سواروں کے ساتھ ایدر میں چھوڑ دیا اور خود تعیل احمد نگر کی طرف روانہ ہوا نصرت الملک ہنوز نواح احمد نگر میں تھا کہ

رائے مل نے موقع پا کر ایدر پر حملہ کر دیا ظہیر الملک باوجود دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے رائے مل سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور مع ستائیس سپاہیوں کے مارا گیا سلطان مظفر نے یہ خبر سنی اور نصرت الملک کے نام فرمان بھیجا کہ بیجا نگر تک جو مفسدوں اور سرکشوں کا ماوٹے دلجا ہے حملہ آور ہو۔

اسی زمانہ میں شیخ حامد جو مقتدائے عصر تھے اور صیب خاں مقطع کفار پورہ کے غلبہ سے پریشان ہو کر مندو سے سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ورود کی وجہ بیان کی چند روز گزر نیکے بعد دھور کا دلروغہ سلطان مظفر کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی کفار پورہ کے تسلط سے متوہم ہوا اور مندو سے بھاگ کر جلد سے جلد گجرات کی سرحدیں داخل ہو گیا ہے۔ سلطان محمود خلجی موضع بھکور پہنچا تو یہ خدمت گزار بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور حتی الامکان اس کی خدمت گزاری میں کمی نہ کی سلطان مظفر ان واقعات کو سنکر بیحد مسرور ہوا اور سراپردہ و بارگاہ سرخ اور جس قدر اسباب بادشاہوں کیلئے مخصوص تھے مع کل کارخانہ و تحائف ہدایائے بے شمار قیصر خاں کے ہمراہ روانہ کیے۔

قیصر خاں کے روانہ ہونے کے بعد سلطان مظفر بھی استقبال کیلئے چلا دھونے بادشاہ نواح دیوال میں باہم ملے سلطان مظفر نے بادشاہ مندو کی مجدد لجونی کی اور کہا کہ مفارقت اولاد سلطنت کا رنج نہ فرمائے عنقریب خدا کی مدد سے میں ان کفار پورہ کو ہلاک اور مملکت مالوہ کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے آپ کے ملازمین کے سپرد کئے دیتا ہوں۔

سلطان مظفر نے اسی منزل میں قیام کر کے افواج کی فراہمی کا حکم دیا اور تھوڑی مدت میں ایک جوار لشکر کے ساتھ مالوہ کا رخ کیا۔

رائے مندلی کو سلطان مظفر کی آمد کی اطلاع ہوئی راجہ نے رائے نھتو کو راجپوتوں کی ایک جماعت کیساتھ قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود دس ہزار سوار راجپوت اور فیلیان محمودی کے ساتھ دھار کی طرف چلا اور وہاں سے رائے سنگا کے

پاس گیا تاکہ اس کو اپنی امداد پر آمادہ کرے۔ سلطان مظفر موجودہ افواج کیساتھ مندو کی طرف چلا بادشاہ شہر کے قریب پہنچا اور راجپوتوں نے قلعہ سے نکل کر جانبداری کی داد دی لیکن آخر کار پسپا ہو کر پھر قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے دوسرے دن پھر حصار کے باہر آئے فریقین میں سخت لڑائی ہوئی تو ام الملک نے سپاہ کو ابھار کر بے شمار راجپوت قتل کئے اسی دن سلطان مظفر نے اطراف قلعہ کو تقسیم کر کے اپنے امیروں کے سپرد کر دیا اور سختی سے محاصرہ کیا۔

اسی درمیان میں مندلی رائے نے ایک خط رائے نتھو کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ میں رانا کے پاس گیا تھا اور اس کو مع تمام راجپوتوں اور فوج ماٹواڑ کے اپنے ساتھ لیکر مدد کے لئے آتا ہوں تو ایک ہفتہ تک سلطان مظفر کو حرف و حکایات اور حیلہ و مکر سے روک دیکھ رائے نتھو نے مکر کا حال سمجھایا اور قاصدوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ چونکہ ایک مدت گزر گئی کہ مندو کا قلعہ راجپوتوں کے قبضہ میں آ گیا ہے اور ان کے اہل و عیال اسی قلعہ میں ہیں اگر سلطان ایک منزل قلعہ سے ہٹ کر قیام کریں تو ہم لوگ اپنے اہل و عیال کو قلعہ سے باہر نکال کر حصار خالی کر کے اس کو آپ کے سپرد کر دیں اور میں خود بہت جلد حاضر ہو کر آپ کے دولت خواہوں میں داخل ہو جاؤں۔

سلطان مظفر اگرچہ واقف تھا کہ حریف ملک کا منتظر ہے لیکن چونکہ سلطان محمود خلجی کے اہل و عیال اسی قلعہ میں تھے لہذا بضرورت ان کی التماس کو قبول کر لیا اور تین کوس پیچھے فروکش ہوا۔ بادشاہ کو گمان تھا کہ قلعہ حصار سے نکل کر حاضر ہو گا اور بلا لڑے ہوئے کام نکل جائے گا۔

قریب بیس دن کے گزر گئے اور سلطان مظفر کو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ تمام کاروائی فریب دہی کے لئے تھی مندلی رائے نے بھی چند ہاتھی اور بے شمار روپے رانا سنگا کو دے کر اپنی امداد کے لئے فوج اجین کی طرف بلایا۔

سلطان مظفر کی ملک حسیمت حرکت میں آئی اور عادل خاں فاروقی حاکم اسیرور ہانپور کو جو دین دن گزرے تھے کہ ایک جہاز لشکر کے ساتھ یہاں آچکا تھا سپہ سالار بنا کر قوام الملک سلطانی کے ہمراہ رانا سنگا سے جنگ کرنے کی فوج سے

روانہ فرمایا بعد اس کے امر اور سرداران لشکر کو جا بھی مقرر کر کے اسی جانب سے قلعہ پر
 ہجوم کیا اور لڑائی شروع کر دی اور چار روز تک اہل قلعہ کو آرام نہ لینے دیا اور پے
 در پے حملہ کرتا رہا پانچویں شب کو پہلے سلطان مظفر نے اپنے ہاتھیوں کو لڑائی سے
 روک کر راجپوتوں کو غافل کر دیا جب دو پہر رات گزر گئی ایک جماعت حصار کے
 نیچے پہنچی اور اہل حصار کو سوتا ہوا پایا اس وقت سیڑھیاں لگا کر یہ لوگ قلعہ کے اوپر
 چڑھ گئے اور دروازہ کے نگہبانوں کو قتل کر ڈالا بعد اس کے قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا
 اور بیشتر لشکر قلعہ کے اندر داخل ہو گیا راجپوت امیر اس وقت ہوشیار ہوئے جب
 کام اختیار سے باہر ہو چکا تھا مجبوراً ان لوگوں نے اپنی رسوم و قواعد پر عمل کیا اور
 قسم کھائی اور اپنے زن و فرزند اور اشیائے نفیس کو جلا کر لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے
 سلطان مظفر نے علی الصباح چودہ صفر ۹۲۳ء کو انیس ہزار راجپوت قتل
 کئے اور ان کی اولاد کو گرفتار کر لیا۔

سلطان مظفر راجپوتان پور یہیہ کے قتل سے فارغ ہو گیا اور سلطان محمود نے
 اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارکباد و تہنیت ادا کی اور عرض کیا کہ اب میرے حق میں
 کیا ارشاد ہوتا ہے سلطان مظفر نے اپنی اس خلقی مروت سے جو دوسرے بادشاہوں سے
 بہت کم وقوع میں آئی تھی سلطان محمود کو دلاسا دیا اور کہا کہ میری خواہش اس مشقت سے
 یہ تھی کہ تجھ کو تخت حکومت پر بٹھاؤں اب مندو کی حکومت و ولایت مالوہ خدا تجھ کو
 مبارک کرے اور وہاں سے اپنی لشکر گاہ میں آیا بادشاہ دوسرے دن رانا سنگا سے
 مصرعہ آرائی کرنے کے لئے روانہ ہوا اسی دوران میں ایک نامی راجپوت قلعہ مندو
 سے بھاگ کر رانا سنگا کے پاس پہنچا اور سلطان مظفر کے قتل عام کی خوفناک حالت
 کا اظہار کر کے اسی مجلس میں اس نے اپنی جان دے دی یہ حال سن کر رانا کے
 کے خیرے کا رنگ زرد ہو گیا اور اس کا کلیجہ دہل گیا اسی دوران میں رانا نے
 سلطان مظفر کے آنے کی خبر سنی اور بدحواس ہو کر جے پور بھاگا عادل خان فداقی
 نے اس کا تعقب کیا اور پسماندگان کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی
 سلطان مظفر نے ایک شخص کو بھیج کر عادل خان فداقی کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔
 اسی روز سلطان محمود خلجی نے مندو سے دھار آکر سلطان مظفر سے استدعا کی

کہ سلطان بجائے میرے باپ اور چچا کے ہیں امیدوار ہوں کہ بادشاہ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مجھ کو عزت بخشیں گے۔ سلطان مظفر نے اس کی استدعا قبول کی اور شاہنواز بہادر خاں اور لطیف خاں اور عادل خاں حاکم اسیر اور برہانپور کو اپنے ہمراہ لیکر مندوروانہ ہوا بادشاہ نے رات کے وقت قصبہ نعلچہ میں قیام کیا صبح کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ میں داخل ہوا اور سلطان محمود کی مجلس میں فروکش ہوا۔

سلطان محمود نے لوازم بہانداری کے ادا کرنے میں ہنایت جانفشانی کی اور ایک پاؤں سے استادہ ہو کر تمام خدمات بجا لایا طعام سے فارغ ہونے کے بعد سلطان محمود نے پیشکش مناسب جس میں حملہ اقسام کی اشیاء شامل تھیں سلطان اور شاہنواز کے تذکر کے معذرت چاہی سلطان مظفر نے سلاطین سابق کی عمارات و منازل کی سیر کی اور دھار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے دھار میں سلطان محمود خلجی کو رخصت کر کے اصفہان کو دو ہزار سواروں کی جمیعت سے اسکی مدد کے لئے مقرر فرمایا اور خود گجرات کے طرف روانہ ہوا سلطان محمود اپنے ہنایت خلوص اور محبت کی وجہ سے باوجود اس کے کہ رخصت ہو چکا تھا لیکن بطریق شہانیت موضع دیولہ تک سلطان مظفر کے ہمراہ آیا اور دیولہ سے دوبارہ رخصت حاصل کر کے مندو واپس ہوا۔

سلطان مظفر نے چند روز محمد آباد جینا میں قیام کیا اکابر و اشراف گجرات تہنیت و مبارکباد کی غرض سے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور الطاف و انعام سے کامیاب و دل شاد ہوئے۔

اسی اثنا میں ایک ندیم نے سلطان مظفر کی خدمت میں معروض پیش کیا کہ جن ایام میں بادشاہ نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا رائے مل راجہ ایدر نے کوہ بیانگر سے باہر آکر ولایت پٹن کو مع اس کے قصبات حدود کے تباہ ویران کیا اس خبر کو سن کر نصرت الملک ایدر سے لڑائی کے ارادہ سے چلا لیکن رائے مل بھاگ کر بیانگر کے فاروں میں جا چھپا سلطان مظفر نے فرمایا کہ انشا اللہ برسات کے بعد اس معاملہ میں کاروائی کی جائیگی۔

سلطان مظفر شہر میں رائے مل اور دیگر فساد پیشہ افراد کی تادیب و

گوشتالی کے ارادہ سے ایدر کی طرف روانہ ہوا چونکہ راجہ مل رائے مل کا جائے پناہ تھا سلطان مظفر نے اس کی تادیب و گوشتالی کو مقدم سمجھ کر اس کی مملکت کو خاک کے برابر کر دیا اور چند روز ایدر میں توقف کر کے محمد آباد میں قیام اختیار کیا۔

اس واقعہ کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان محمود غلجی نے باتفاق آصف خاں راناسنگا اور مندی رائے کے ساتھ سخت معرکہ آرائی کی اور اکثر امرا مالوہ کے مارے گئے آصف خاں کا بیٹا بھی معہ دیگر بہادروں سے کام آیا اور سلطان محمود غلجی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا اور راناسنگا نے اس کے حال پر مہربانی کر کے کچھ فوج اس کے ہمراہ کی اور اس کو مند و بھج دیا۔

سلطان مظفر اس خبر کو سن کر بیحد رنجیدہ ہوا اور دیگر سرداروں کو اس کی مدد کے لئے بھیج کر محبت آمیز مکتوب سے اس کو مطمئن کیا اور خود بھی بعد روانہ ہو کے ملک کے سیر و شکار کے ارادہ سے ایدر وارد ہوا اور عمارات کے بنا ڈالی بادشاہ نے نصرت الملک کو اپنے ہمراہ لیا اور احمد آباد واپس آیا سلطان مظفر نے ایدر کی حکومت ملک مبارز الملک کے سپرد کی اور قوام الملک کو اپنے ہمراہ لیکر جینا تیر کا سفر کیا۔

اتفاق سے ایک دن ایک بھاٹ نے ملک مبارز الملک سے راناسنگا کی مروانگی و بہادری کا تذکرہ کیا ملک مبارز الملک نے اپنی نخوت اور غرور کی وجہ سے کلمات نامناسب کہے اور ایک کتے کو راجہ کے نام پر ہوسوم کر کے ایدر کے دروازہ کے سامنے بندھوا دیا اس باد فروش نے رانا کے پاس جا کر راجہ سے اس تمام قصہ کو بیان کیا راناسنگا اپنی حمیت و جہالت کی وجہ سے ایدر کی طرف چلا اور تمام ملک ایدر و جاگیرات کو لوٹ کر برباد کر دیا اور باکرو میں آیا۔

راجہ باکر و اگرچہ سلطان مظفر کا مطیع و فرمانبردار تھا لیکن اپنے اضطراب و پریشانی کی وجہ سے راناسنگا سے مل گیا اور باکر و سے ڈونگر پور وارد ہوا ملک مبارز الملک نے تمام واقعات سے سلطان مظفر کو اطلاع دی۔

سلطان مظفر کے وزیر مبارز الملک سے صاف نہ تھے ان امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مبارز الملک کو مناسب نہ تھا کہ ایک کتے کو راجہ کے نام سے موسوم کر کے راجہ کو جوش وغیرت میں لاتا اس امیر نے خود ہی نادانی کی اپنا خون ہو کر بادشاہ سے مدد طلب کرتا ہے۔

سلطان مظفر نے مدد کے بھیجنے میں سستی سے کام لیا اور جو لشکر ایدر کی ملک کے لئے فراہم ہوا تھا اس کے اکثر سوار اور پیادے برسات کی وجہ سے اچھا ہار اور نیز اپنے مکانات کو اچلے گئے تھے اور چند سپاہی ان میں سے مبارز الملک کے پاس رہ گئے تھے مدد کے نہ پہنچنے سے مبارز الملک کو تشویش ہوئی ادھر رانا سنگا کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایدر کا رخ کیا راجہ ایدر کے نزدیک پہنچا اور مبارز الملک بھی دیگر سرداروں کے اتفاق سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور جنگ کا سامان کر کے رانا سنگا سے معرکہ آرائی کے لئے آگے بڑھا لیکن بلاں امر کے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوں واپس ہو کر ایدر میں چلا آیا سرداران لشکر نے کہا کہ دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کا اظہار ہو چکا ہے اب ہماری صلاح یہ ہے کہ جب تک مدد نہ پہنچے ہم لوگ احمد نگر چل کر قلعہ میں ٹھہر جائیں اس قرار و اد کی بنا پر سرداران لشکر مبارز الملک کو بھی جبراً و قہراً اپنے ہمراہ لیکر احمد نگر پہنچے دوسرے دن صبح کو رانا سنگا ایدر میں آیا اور مبارز الملک کے حالات کی جستجو کی اہل گجرات نے جو قوام الملک کے پاس سے بھاگ کر رانا سنگا سے مل گئے تھے راجہ نے کہا کہ مبارز الملک ایسا آدمی نہیں ہے جو معرکہ جنگ سے منہ موڑے لیکن امر اس کو بھی اپنے ہمراہ قلعہ احمد نگر میں لے گئے ہیں اور ملک کا انتظار کر رہے ہیں۔

رانا سنگا جلد سے جلد ایدر سے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے وہی بھاٹ جس نے مبارز الملک کے سامنے رانا کی تعریف کی تھی پھر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رانا بشمار لشکر لیکر آ گیا ہے افسوس کی بات ہے کہ آپ ایسے اشخاص بلا وجہ مارے جائیں مناسب یہ ہے کہ آپ حضرات قلعہ احمد نگر میں محصور ہو جائیں رانا اپنے گھوڑے کو قلعہ کے نیچے بانی پلا کر واپس ہو جائیگا اور اسی امیر کا لشکر لیکر مبارز الملک

نے جواب دیا کہ محال ہے کہ راجہ اس دریا سے اپنے گھوڑے کو پانی پلائے اور اسی وقت بوجہ اپنی شجاعت کے قلیل فوج کے ساتھ جو رانا کے لشکر کا دسواں حصہ بھی نہ تھی میدان میں آکر کھڑا ہو گیا رانا بھی یہاں پہنچا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی ایک ایمر مسمیٰ اسد خاں مع دیگر امرا کے کام آیا مبارز الملک اور صفدر خاں نے کئی مرتبہ رانا کی فوج پر حملہ کیا اور زخمی ہوئے گجراتی فوج بہت زیادہ قتل ہوئی اور یہ دونوں ایمر میدان سے نکل کر احمد آباد روانہ ہو گئے رانا نے احمد نگر کو لوٹ کر برباد کر دیا اور ایک روز شہر میں میام کر کے دوسرے دن صبح کو کوچ کر کے ید نگر روانہ ہوا۔

رانا ید نگر پہنچا اور یہاں کے عام باشندوں نے آکر راجہ سے کہا کہ ہم لوگ زناہ دار ہیں تمہارے آباؤ اجداد ہمیشہ ہماری عزت کرتے تھے رانا نے ید نگر کی طاقت و تاراج سے ہاتھ اٹھایا اور بیل نگر وارد ہوا ملک حاتم تھانہ دار حصول شہادت کے ارادہ سے باہر آیا اور جنگ کر کے اپنے مقصد کو حاصل کیا۔ اس واقعہ کے بعد رانا بیل نگر کی راہ سے اپنی ملکیت میں واپس آیا۔

ملک قوام الدین نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو ایک لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ کیا ان ایمروں نے احمد نگر پہنچ کر اپنے مقتولین لشکر کو دفن کیا اسی اثناء میں کوئی اور کر اس جو فوج ایدر میں آباد تھے مبارز الملک کو قلیل لشکر کے ساتھ دیکھ کر احمد نگر پر حملہ آور ہوئے مبارز الملک نے قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کی اور اکٹھے نفر کر اس کو قتل کر کے مظفر منصور احمد نگر واپس آیا چونکہ احمد نگر ویران ہو چکا تھا لہذا غلہ اور مایحتاج کے لئے بجد و قیاس پیش آئیں اور اہل گجرات یہاں سے کوچ کر کے قصبہ پیچ میں قیام پذیر ہوئے۔

یہ خبریں سلطان مظفرنگ بہمنی اور بادشاہ نے عہد الملک اور قیصر خاں کو ایک جہاز لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ رانا سنگا کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا عہد الملک اور قیصر خاں احمد آباد پہنچے اور قوام الملک کے ہمراہ قصبہ سرکچ میں آئے ان ایمروں نے سلطان مظفر کو رانا سنگا کی واپسی سے اطلاع دی اور سپور جاٹکے لئے اجازت طلب کی سلطان مظفر نے جواب میں لکھا کہ برسات گذرنے پر سپور جانے کا ارادہ کریں

امرا حسب الحکم احمد نگر میں ٹھہر گئے سلطان مظفر نے چند روز کے بعد شکر میں ایک سال کی تنخواہ نقد اپنے خزانہ سے تقسیم کر کے احمد آباد آیا اور اناننگا کی گوشمالی کے لئے صیور جانے کا ارادہ کیا۔

اسی دوران میں ایاز خاص سلطانی جو سلطان مظفر کے باپ کا غلام اور بلا بند رسورت اور کنارہ دریا کے تمام مقامات کا جاگیردار تھا بیس ہزار سوار و پیادہ اور بے شمار سامان آتشبازی ہمراہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ایاز سلطانی نے عرض کیا کہ جلال سلطانی اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ دافع ہے کہ حضرت خود رانا سنگا کی گوشمالی کے لئے توجہ فرمائیں ہم بندگان دولت کی پرورش و تربیت اسی دن کے لئے کیجاتی ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی ضرورت پیش آئے تو بادشاہ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

سلطان مظفر نے کچھ جواب نہ دیا اور محرم ۷۲۹ء کو بادشاہ احمد نگر آیا۔

تمام لشکر جمع ہو گیا اور ملک ایاز نے دوبارہ رانا سنگا کی گوشمالی کے لئے عرض کیا سلطان مظفر نے ایک لاکھ سوار اور ایک سو ہاتھی اس کے ہمراہ کر کے رانا سنگا کی ہم پر روانہ ہوئی اجازت دی ملک ایاز اور قوام الملک ہراس کی منزل میں فروکش ہوئے اور سلطان مظفر نے اپنی بیدار مغزی و دور اندیشی سے تاج خاں و نظام الملک شاہی کو بھی بیس ہزار سواروں کی جمیعت سے اسی جانب روانہ کیا۔

ملک ایاز نے عریضہ سلطان کی خدمت میں بھیجا کہ رانا سنگا کی تادیب کے لئے بادشاہ کا استقدرا مراء مقبرہ کو بھیجا اس کے افتخار و اعتبار کا باعث ہے بلکہ استقدرا ہاتھیوں کی بھی ضرورت نہیں ہے فدوی اس ہم کے جملہ امور کو پسندیدہ طریق سے بجالائیکا ملک ایاز نے لاکھ ہاتھیوں کو واپس کر کے صفدر خاں کو لکھا کرت کے راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔

صفدر خاں نے یہاں پہنچ کر لکھا کرت پر جو ایک تنگ جگہ تھی حملہ کر کے شہر راجپوتوں کو قتل کیا اور بقیہ کو مثل نونڈی غلاموں کے گرفتار کر کے ملک ایاز کے پاس واپس آیا ملک ایاز نے اس مقام سے کوچ کیا اور ڈنگر پور و بانسوالہ کو جلاؤ خاک کے برابر کر دیا۔

ایاز سلطانی اب جیسور کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے اس منزل میں ایک شخص جسے آکر اشع الملک اور صفدر خاں کو خبر دی کہ اودینگھ راجہ مال رانا سنگا کے راجپوتوں اور لکھن پور میں کے ہمراہ ایک پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا بیٹھا ہے ان اشخاص کا ارادہ ہے کہ آپ کے لشکر پر بیٹھوں ماریں اشع الملک اور صفدر خاں بلا لحاظ اس امر کے کہ ملک ایاز کو اس خبر کی اطلاع دیں قریب دو سو سواروں کی اپنے ہمراہ لے کر بہ تعیل اس طرف روانہ ہوئے فریقین میں سخت لڑائی ہوئی آکر سین مجروح ہوا اور اسکی راجپوت قتل ہوئے اور باقی میدان جنگ سے فرار ہوئے۔

ہنوز فتح کی خبر بھی نہ آئی تھی کہ ملک ایاز سلطانی ایک جوار لشکر کے ساتھ اشع الملک اور صفدر خاں کی امداد کے لئے چلا آیا زبیدان پہنچا اوصالات سے واقف ہو کر اشع الملک اور صفدر خاں کی شجاعت سے متحیر رہ گیا اور ان کے ساتھ بالنگناست بیٹھ گیا۔

دوسرے دن صبح کو ملک قوام الملک سلطانی اس گروہ کی جستجو میں کوہ بانوالہ میں داخل ہوا اور اس امیر نے اس نواح میں آبادی کا کوئی اثر و علامت باقی نہ چھوڑا آکر سین زخمی ہو کر رانا کے پاس گیا اور اس سے تمام حال بیان کیا اسی زمانے میں ملک ایاز سلطانی نے مند سور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا رانا سنگا اپنے تھانہ دار کی امداد کے لئے آیا اور بارہ کوس مند سور سے ہٹ کر فروکش ہوا راجہ نے ملک ایاز کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ میں ایلچیوں کو سلطان کے حضور میں روانہ کر کے دولت خواہوں کے گروہ میں داخل ہوا جاتا ہوں تم قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لو ملک ایاز نے چند شرائط ایسے کئے جن کا نظور میں آنا محال تھا ملک ایاز نے یہ شرائط راجہ کے قاصدوں سے بیان کئے اور قلعہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا اور نقب ایسی جگہ پر پہنچا دی کہ گویا آج ہی کل میں قلعہ فتح ہوا چاہتا ہے۔

اسی دوران میں شہزادہ خاں شروانی سلطان محمود غلجی کے پاس سے آیا اور ملک ایاز کو سلطان محمود غلجی کا یہ پیام دیا کہ اگر مدد کی ضرورت ہو تو ایجاب بھی تمہارے پاس پہنچ جائیں ملک ایاز نے سلطان غلجی کو آنے کی دعوت دی اور ان کی آمد کا منتظر رہا۔

سلطان محمود غلجی سلطان مظفر کا ممنون احسان تھا سہمدی پور بیہ کو اپنے ہمراہ لے کر مند سوراوانہ ہو۔

رانا سنگا سلطان محمود غلجی کے آنے سے پریشان ہوا اور منڈلی رائے کو سہمدی کے پاس بھیجا کہ تمہارے اخلاق دوستانہ سے امید ہے کہ قدیم حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو گے بالفعل تم اپنی ذاتی توجہ سے صلح کے لئے کوشاں ہو سہمدی نے ہر چند کوشش کی مگر صلح کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی۔

چند روز کے بعد قوام الملک اپنے مورچال کو آگے بڑھا کر لے گیا قریب تھا کہ یہ امیر قلعہ میں داخل ہو جائے لیکن ملک ایاز نے اس رشک و حسد کو نہیں ایسا نہ ہو کہ فتح کا سپرہ قوام الملک کے سر ہو قوام الملک کو اس روز جنگ سے باز رکھا۔ امرائے گجرات ملک ایاز کے اس ارادہ سے واقف ہو کر اس سے آزر دہ خاطر ہو گئے۔

دوسرے دن صبح کو مبارک الملک اور چند دیگر امرا بلا اجازت ملک ایاز کے رانا سنگا سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے ملک تغلق شہ فولادی اشنائے راہ سے مبارک الملک کو واپس لایا غرض کہ اصل مقصد ملک ایاز کا یہ تھا کہ سب سے پیشتر اس کے نقب و مورچال تیار ہو کر قلعہ میں آگ لگائیں اور اس طرح قلعہ پر قابض ہوتا کہ فتح اس قلعہ کی اسی کے نام سے ہو۔

ان وجوہ سے ایاز اور امرا کے درمیان نفاق پیدا ہو گیا لیکن سلطانی سیاست کے لحاظ سے بلا اجازت ملک ایاز کے کوئی امیر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ملک ایاز نے باوجود امر کی مخالفت کے اپنے لشکر کو آمادہ کر کے نقب میں آگ دیدی جس سے برج اڑ گیا اور اس وقت ظاہر ہوا کہ راجپوتوں نے اصل واقعات سے مطلع ہو کر ایک دوسری دیوار برج کے مقابل میں تیار کر دی تھی۔

دوسرے روز راجہ کے اچھیوں نے ملک ایاز کی خدمت میں حاضر ہو کر راماکا یہ پیام دیا کہ میرا منشا صرف اس قدر ہے کہ آئندہ سے میں بندگان سلطانی کے گروہ میں داخل ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہاتھیوں کو جن پر میں نے احمد نگر کی لڑائی میں قبضہ کر لیا ہے ان کو اپنے فرزند کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود میری اطاعت کے آپ کی سخت گیری کا کیا سبب ہے ملک ایاز نے قوام الملک کی مخالفت کی وجہ سے صلح کی گفت و شنید شروع کی۔

ان واقعات کو سن کر دوسرے امرا نے صلح سے اپنی ناخوشی ظاہر کی اور سلطان محمود خلجی کے دربار میں حاضر ہوئے ان امروں نے بادشاہ کو جنگ کی ترغیب دی آخر کاریہ طے پایا کہ چہار شنبہ کے روز لڑائی شروع کی جائے ایک شخص اس مجلس سے اٹھ کر ایاز خاص کی خدمت میں آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ ملک ایاز نے اسی وقت ایک قاصد سلطان محمود خلجی کی بارگاہ میں روانہ کر کے اس سے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس لشکر کے حملہ اختیارات اس بندہ کو عطا فرمائے ہیں تاکہ ہر امر میں جو امر مناسب خیال کرے اس کو فوراً عمل میں لائے بادشاہ کا نشانہ امرا و عجم کی ترغیب سے جنگ آزمانی کا ہے لیکن یہ بندہ اس مسئلہ سے متفق نہیں ہو سکتا کیونکہ گمان غالب یہ ہے کہ شومی نفاق کی وجہ سے ہماری آرزو پوری نہ ہوگی۔

ملک ایاز چار شنبہ کی صبح کو جس کو امرا نے جنگ کے لئے مقرر کیا تھا اس منزل سے کوچ کر کے موضع خلجی پور میں فروکش ہوا اور رانا سنگا کے ایچیوں کو خلعت دیکر رخصت کیا سلطان محمود خلجی نے بھی کوچ کر کے مندوکار رخ کیا ملک ایاز جانیانیر میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس کو مخاطب فرما کر ہند دیو جانے کی اجازت دی تاکہ از سر نو سپاہ کا انتظام کر کے برسات کے بعد خدمت میں حاضر ہو سار بادشاہ کے باین یہ قرار پایا کہ برسات کے بعد سلطان بنفس نفیس رانا کی گوشمالی کے لئے متوجہ ہو ملک ایاز نے اپنے ایک مستعد کو رانا سنگا کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ چونکہ جانیانیر میں محبت پیدا ہو چکی ہے اس لحاظ سے ایک کو دوسرے کی ٹیک اندیشی و خیر خواہی میں کوشاں ہونا لازمی ہے چونکہ امرا کا بلا حصول مقصد واپس جانا بادشاہ کی گراتی خاطر کا باعث ہو رہا ہے اور بادشاہ کا ارادہ ہے کہ خود تمھارے ملک میں پہنچ کر سرکشوں کی تادیب فرمائے لہذا مناسب یہ ہے کہ اپنے فرزند کو پیشکش و تحائف کے ہمراہ جلد سے جلد روانہ

تاکہ سلطانی غضب سے تمھاری رعایا محفوظ رہے سلطان مظفر محرم سنہ ۹۲۲ میں جاپنا نیر سے احمد آباد آیا تاکہ لشکر کو فراہم کر کے چلیتور کا سفر کرے بادشاہ نے چند روز احمد آباد میں توقف کر کے سامان سفر درست فرمایا اور کانگڑہ میں فروکش ہوا اور تین دن تک اجتماع لشکر کے غرض سے اسی جگہ مقیم رہا اور اس عرصہ میں علوم ہوا کہ رانا سنگا نے اپنے فرزند کو لانا ہتھاپیشکش کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا راجہ کا فرزند قصبہ ہراسہ تک پہنچ چکا ہے اس واقعہ کے چند روز کے بعد رانا کا فرزند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جملہ تحائف بادشاہ کے حضور میں پیش کئے سلطان مظفر نے اس کے باپ کی خطامحافت کی اور فرزند کو خلعت شاہانہ مرحمت فرما کر لشکر کشی کا ارادہ ملتوی فرمایا ان واقعات کے بعد بادشاہ سیر و شکار میں مصروف ہوا اور احمد آباد وارد ہوا بادشاہ نے احمد آباد میں رانا کے فرزند کو دوبارہ خلعت عطا فرما کے اس کو وطن جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور خود سرنگھ کے جانب روانہ ہوا۔

اسی سال ایاز خاص سلطانی نے جو مظفر شاہ کا ہمراہ تھا وفات پائی بادشاہ اس خبر کو سن کر سید علی گین ہوا اور اس کی جاگیر پر اس کے فرزند کو مقبرہ فرمایا۔

سنہ ۹۲۳ میں سلطان مظفر مغد اور سرکش افراد کی گوشملی کے لئے جنائیر سے روانہ ہوا اور قصبہ ہراسہ اور ہر رسول کے درمیان چند روز قیام فرمایا اور حصہ ہراسہ کی از سر نو تعمیر کر کے احمد آباد روانہ ہوا اثناء راہ میں بادشاہ کی محبوبہ نے وفات پائی شاہ و شاہزادہ ہر دو پیرہنہ فرزند ملکہ کی وفات سے بیدر نہجیدہ ہوئے اس کی قبر پر گئے اور مر اسم تعزیت بجالائے زمانہ تعزیت گزرنے کے بعد بادشاہ بادل علی گین احمد آباد واپس آیا اس رنج کے عالم میں بادشاہ کثرت اوقات صبر کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا خداوند خاں جو عقل و علم میں تمام امر و ذرا میں ممتاز تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صبر کے فوائد بادشاہ کے سامنے عرض کئے اس امیر کی تقریر سے بادشاہ کی کلفت و کدورت خدر سے زائل ہو گئی۔

چونکہ برسات کا موسم تھا خداوند خاں نے بادشاہ کو محمد آباد جینا نیر کی سیر پر

ماہل کیا اور بادشاہ محمد آباد کی سیر و تفریح کے لئے روانہ ہوا ایک دن عالم خاں بن سکندر خاں دودھی فرمانروائے دہلی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ابراہیم شاہ بن سلطان سکندر یا بادشاہ دہلی نے بلا کسی جنگ و جدال کے اپنی خون آشام تلوار سے اکثر مقتدر امرا کو قتل کر ڈالا ہے بقیہ امیر جو قتل سے محفوظ ہیں انھوں نے مکر و خطوط و عرائض میرے نام لکھے ہیں اور محکو بلار ہے ہیں چونکہ خاکسار نے ایک مدت تک محض اس امید پر کہ اس خاندان عالی شان کے ذریعہ سے قدر و منزلت حاصل کرے خدمت کی ہے اب وہ وقت آگیا ہے کہ میری قسمت کا ستارہ ادبار کی پستی سے نکل کر بلند ہو لہذا امیدوار ہوں کہ میرے حال پر کرم عنایت کر کے ایسی توجہ فرمائیں کہ ملک موروثی میرے قبضہ میں آجائے۔

سلطان مظفر نے ایک جماعت کو عالم خاں کے ساتھ روانہ کیا اور زر نقد دیکر اسے رخصت فرمایا عالم خاں ابراہیم شاہ سے ملنے کے لئے دہلی کی طرف روانہ ہوا عالم خاں کے واقعات شاہان دہلی کے حالات میں معرض تحریر میں آچکے ہیں۔

۱۳۹۳ھ میں سلطان مظفر جنائیر سے ایدر آیا اثنا راہ میں شاہزادہ بہادر خاں نے اپنی قلت آمدنی و کثرت مصارف کی شکایت کی جس کا یہ منشا تھا کہ اس کا ماہانہ مواجب اس کے برابر اور اکبر شاہزادہ سکندر کے برابر ہو جائے سلطان مظفر نے اس کی امتحان کو تاخیر میں ڈال کر وعدہ فردا پر ٹال دیا شاہزادہ بہادر خاں بے حد رنجیدہ ہوا اور بغیر اپنے باپ کی اجازت کے احمد آباد آیا اور یہاں سے راجہ مال کی مملکت میں داخل ہوا راجہ مال شاہزادہ کے ورود کو یحید غنیمت سمجھا اور انواع و اقسام کی خدمات بجالایا شاہزادہ وہاں سے ولایت چیتور میں آیا رانا سنگا نے اس کا استقبال کیا اور بے حد ندر پیش کر کے عرض کیا کہ یہ مملکت شاہزادہ کے خدمت گزاروں سے متعلق ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں شاہزادہ نے عالی ہمتی سے راجہ کی بہت دلجوئی کی اور اس کے معروضہ کو قبول نفرما کر خواجہ معین الدین جن سنجری کے مزار کی زیارت کے لئے روانہ ہوا حضرت خواجہ کے آستانہ سے فیضیاب ہو کر شاہزادہ بہادر خاں میوات میں آیا حسن میواتی چند منزل اس کا استقبال کر کے لوازم ضیافت اور ہمانداری بکالایا میوات سے شاہزادہ بہادر خاں دہلی پہنچا اتفاق سے اس زمانہ میں

حضرت فردوس مسکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ بغرض تسخیر ہندوستان دہلی کے نواح میں فروکش تھے ابراہیم شاہ شاہزادہ بہادر خاں کے آنے سے مطلع ہوا اور کمال غزا و اخترام سے پیش آیا ایک دن شاہزادہ بہادر خاں نے جو اتان گجرات کو اپنے ہمراہ لیا اور سوار ہو کر میدان میں آیا اور اسلحہ بہادر وں کی لڑائی میں سجد شجاعت کے ساتھ لڑا تا رہا افغانی امیروں نے جو سلطان ابراہیم سے متفرق تھے ارادہ کیا کہ سلطان ابراہیم کو معزول کر کے شاہزادہ بہادر خاں کو تخت حکومت پر بٹھائیں اس واقعہ کی سلطان ابراہیم کو بھی کو خبر ہوئی اس وقت غلامان خیالات نے اس کے قلب و دماغ میں جگلی لودھی نے شاہزادہ بہادر خاں کو امراء کے روبرو پیش کیا اور خود جو نیور رجنہ ہوا۔

یہ خبر سلطان مظفر نے بھی سنی کہ شاہزادہ بہادر خاں دہلی میں ہے اور فردوس مسکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ مع فوج کے دہلی کے نواح میں فروکش ہیں بادشاہ اپنے خزانہ کی سفارت سے سید رحیمہ ہوا اور خداوند خاں کو حکم دیا کہ خطوط و دعا لکھ کر بھیج کر شاہزادہ بہادر خاں کو گجرات بلائے۔

اسی زمانہ میں گجرات میں انسان قحط پڑا سلطان مظفر نے اپنی کمال شفقت سے حق قرآن مجید کو شروع کر دیا اور حق تعالیٰ نے اس کی نیت صادق کی برکت سے ان بلیات کو انسانی گردہ سے دفع فرمایا اسی دوران میں سلطان مظفر غلیل ہوا اور روز بروز اس کا مرض ترقی کرنے لگا ایک دن سلطان مظفر بہت رونا رونا بہادر خاں کو یاد کیا ایک شخص نے وقت پا کر عرض کیا کہ شکر و حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے ایک فوجی شاہزادہ سکندر کو چاہتا ہے اور دوسرا شاہزادہ لطیف خاں پر مائل ہے سلطان مظفر نے دریافت فرمایا کہ شاہزادہ بہادر خاں کے پاس سے کوئی خبر آئی یا نہیں انہیں بار سمجھ گئے کہ سلطان بہادر خاں کو اپنا ولی عہد کرنا چاہتا ہے چونکہ بہادر خاں وجود نہ تھا اور شد بھرت پیش ہی بادشاہ نے جو طے دن دوسری جمادی الاول ۹۷۷ء میں شاہزادہ سکندر کو اپنے حضور میں طلب فرما کر اس کے بھائیوں کے حق میں شاہزادہ کو وصیت فرمائی مگر نہ نصرت کر کے خود حرم سرا میں داخل ہوا اور پھر بابر آکر تھوڑی دیر کھینچ بیٹھ گیا ایک لمحہ کے بعد غار جمعہ کی اذان کی آواز آئی بادشاہ نے اذان

سنگھار شاہ فرمایا کہ میں اپنے جسم میں مسجد جانی کے لئے طاقت نہیں پاتا سلطان مظفر نے دیگر حاضرین کو مسجد جانے کی اجازت دیکر خود نماز ظہر ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر آرام لیا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا اس کی مدت حکومت چودہ سال نو ماہ ہے اور بیالیس سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔

کہتے ہیں کہ سلطان مظفر نہایت پابند شرع و پارسا تھا حادثہ نبوی کی پیردی کرنا اور خط نسخ و ثلث و رفاع خوب لکھتا تھا اور ہمیشہ کتابت قرآن مجید کیا کرتا تھا جب ایک قرآن ختم ہو جاتا تو حرمین شریفین میں بھیج دیا کرتا تھا ایران و توران روم و عربستان کے اشرف و اکابر اس کے عہد حکومت میں گجرات آئے اور سلطان نے ان پر اعلیٰ قدر مراتب و انعام فرمائی ماحمود سیاح و سیاح جو عہد مظفری کے تمام خوشنویسوں میں ممتاز تھا اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں شیراز سے گجرات آیا اور بھیرت پانی۔

ذکر سلطنت سلطان سکندر سلطان مظفر کی علالت کو عرصہ گزر گیا اور اس کے بیٹوں یعنی بن سلطان مظفر شاہ گجراتی اسکندر خاں اور لطیف خاں کے درمیان باہم مخالفت پیدا ہوئی بعض امراء نے سکندر خاں کا ساتھ دیا اور بعض لطیف خاں پر مائل ہوئے چونکہ سلطان مظفر سکندر خاں کے حق میں وصیت کر چکا تھا اس لئے اکثر متقدم امراء یعنی عماد الملک خداوند خاں اور فتح خاں سکندر خاں کے ہی خواہ بنے اور لطیف خاں مجبوراً اپنی جاگیر یعنی ندر بار سلطان پور چلا گیا۔

سلطان مظفر نے وفات پائی اور شاہزادہ سکندر خاں نے تخت حکومت پر چڑھ کر سکندر خاں اپنے باپ کی لاش سرکج بھیج کر خود لوازمات تعزیت بجالایا۔

بادشاہ تیسرے دن تعزیت سے فارغ ہوا اور محمد آبا و جینائیر کی طرف روانہ ہوا سکندر خاں قصہ ستوہ پہنچا اور بزرگان دین کی زیارت کی یہاں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شیخ چمنو جو قطب عالم سید برہان الدین کے فرزندوں میں ہیں ان کا منقولہ ہے کہ سلطنت بہادر خاں کو طیگی بادشاہ نے شیخ کو برا بھلا کہا اور ان کی مذمت کی اس واقعہ کے بعد بادشاہ جینائیر واپس آیا اور اپنے خاص خدمت گزاروں کی جو

ایام شاہزادگی سے اسکے ملازم تھے بیچارے نہیں کر کے ان کو بڑے بڑے ممالک
جاگیریں دینے بادشاہ ان لوگوں کے حال پر جو اسکے باپ اور دادا کے وقت سے
ملازم و غمک بنائے کسی قسم کی کوئی شفقت و رعایت نہ کی ان وجوہ کی بنا پر امراء
دل گیر اور شکستہ خاطر ہو گئے اور احکام تقنا و قدر کے منتظر رہے۔

عماد الملک جیشی جو سلطان مظفر کا دست گرفتہ اور بادشاہ کی والدہ کا غلام
تھا خاص کر بادشاہ سے پیدا زدہ خاطر ہوا اور ان اشخاص بھی جو سلطان سکندر
کے رعایت یافتہ تھے حرکات بیسودہ لہور میں آئے ان اسباب و حالات کی وجہ
سے سپاہ اور رعیت کے قلوب یک بارگی بادشاہ کی طرف سے جھٹت ہو گئے اور خدا کی بارگاہ
میں بادشاہ کے زوال و دولت کی دعا کرنے لگے۔ ایک دن بادشاہ نے مجلس آراستہ
کی اور امراء و اعیان دولت کو خلعت اور ایک ہزار سات سو گھوڑے انعام
میں دئے جو کہ یہ فعل بادشاہ کا عطا بے محل تھا خلائق کو بادشاہ کے اس فعل سے
بہت زیادہ رنج پہنچا اور شاہزادہ ہمایوں درخاں کی آمد کا انتظار کرنی
لگی۔

سلطان سکندر اپنے افعال سے پشیمان ہو کر اپنے مال کد سے خوف زدہ
ہوا اسی دوران میں معلوم ہوا کہ شاہزادہ لطیف خاں جو دربار سلطان پور میں ہے
سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے اور وقت فرصت کا منتظر ہے ان وجوہات
کی بنا پر سلطان سکندر نے ملک لطیف بار بار گوشہ زدہ خانی کا خطاب دیکر
شاہزادہ لطیف خاں کی مدافعت کیلئے روانہ کیا ملک لطیف ندر بار آیا
یہاں پہونچ کر اسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ لطیف خاں کو ہستان میں لگائے ہوئے
جیوڑے جھل میں ہے مقیم ہے ملک لطیف بلا توقف جیوڑے کے جھل میں گیا
راجہ جیوڑے نے جھل اور راستہ کی تنگی پر اعتماد کر کے جھل آسانی شروع
کی اور ملک لطیف کو بیچ پامی امرا کی ایک جماعت کے اسی جاہ قتل کر ڈالا
چونکہ راہ فریبند ہو چکی تھی راجہ جیوڑے نے عقب سے آکر ایک ہزار سات سو
آدیوں کو قتل کر ڈالا اور اس محکمت کو سلطان کے خفیہ اس کے زوال کیلئے فال
ہل کجرات اس محکمت کو سلطان کے خفیہ اس کے زوال کیلئے فال

سمجھے اور نتیجہ کے مظہر ہوئے سلطان سکندر نے قیصر خان کو ایک جراثشکر کے ساتھ اس گروہ کی تادیب کے لئے نامزد فرمایا اسی درمیان میں امرائے مظفری کی ایک فتنہ انگیز جماعت نے عہد الملک شاہی سے گہما گہما کہ سلطان سکندر کا ارادہ ہے کہ تمکو قتل کرے چو کہ ہم تمہارے خالص ہی خواہ ہیں اس لئے ہم تم کو آگاہ کرتے ہیں۔

عہد الملک نے اس گروہ کے اقوال پر اعتماد کر کے یہ قرار دیا کہ جس صورت سے ممکن ہو سلطان سکندر کو قتل کر کے مظفر شاہ کے کسی اور فرزند کو بادشاہ بنائے اور جہات ملکی و مالی کو خود انجام دے ایک دن سلطان سکندر سیر کے لئے سوار ہوا تھا کہ عہد الملک اپنی فوج کو مکمل کر کے سلطان سکندر کے قتل کے ارادہ سے اس کے عقب میں روانہ ہوا لیکن وقت اور موقع نہ ملا اثناء راہ میں ایک شخص نے سلطان سکندر سے تمام واقعہ بیان کیا سلطان سکندر نے اپنی سادہ لوحی سے جواب دیا کہ بدخواہ چاہتے ہیں کہ میں امراد غلامان مظفر شاہی کو مصرت پہنچاؤں عہد الملک میرا موروثی نمکھوڑ ہے وہ کیونکر ایسے جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن اس خبر سے متاثر ورنجیدہ ہو کر سلطان سکندر نے اپنے ایک خاص محرم راز سے کہا کہ کبھی کبھی جب عوام میں یہ بات شہور ہوتی ہے کہ شاہزادہ بہادر خاں گجرات کو فتح کرنے کے لئے دہلی آئے آ رہا ہے یہ امر میری پریشانی خاطر کا باعث بنتا ہے اتفاق سے اسی شب کو سلطان سکندر نے سید جلال بخاری اور شاہ عالم اور شیخ جنو کو مع شاہین کی ایک جماعت کے خواب میں دیکھا سلطان مظفر بھی ان لوگوں کی خدمت میں حاضر تھا سلطان مظفر نے کہا کہ میرا بیٹا سکندر تخت سے معزول کیا جائے شیخ جنو نے سکند خاں سے بھی کہا کہ اٹھو یہ تمہاری جگہ نہیں وارث تخت کا بہادر شاہ ہے بادشاہ صبح خواب سے بیدار ہوا اور ایک شخص کو بلا کر اس سے اپنا خواب بیان کیا سلطان سکندر اس خواب سے پریشان خاطر ہوا اور اپنی طبیعت کو پہلانے کے لئے چو کاں بازی میں مشغول ہوا۔

سلطان سکندر کے اس خواب کی بعض اشخاص کو اطلاع ہو گئی جو تھائی حصہ دن گزار اور بادشاہ مجلس میں آیا اور کھانا کھا کر آرام کرنے لگا امراد مقررین

اپنے مکان چلے گئے۔ انتس شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک بہاء الملک اور ذوالملک اور سیف خان اور دو ترک مظفر شاہی اور ایک حبشی غلام کے اتفاق سے سلطان سکندر کی مجلس میں آیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ اس محل کی عمارت کی سیر کر دیجائب روزگار سے ہے۔

عماد الملک اور اس کے ہمراہی حوض کے قریب پہنچے نفرت الملک اور ابراہیم بن جوہر وہاں موجود تھے عماد الملک وغیرہ نے تلواروں کو نیام سے نکالا اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دوڑے نفرت الملک اور ابراہیم بھی دست بقبضہ ہوئے لیکن ان دونوں کی ضرب کارگر نہ ہوئی اور مارے گئے۔

عماد الملک وغیرہ سلطان سکندر کی خواب گاہ میں آئے سید علیم الدین جو سلطان کے یلنگ کے سامنے بیٹھا ہوا بادشاہ کی حفاظت کر رہا تھا اس حالت کو دیکھ کر بہ جو اس ہو علیم الدین نے تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر دو آدمیوں کو زخمی کیا اور خود بھی مارا گیا عماد الملک وغیرہ نے عین یلنگ پر سلطان کے جسم کو دو تین جگہ زخمی کیا مظلوم سلطان یلنگ سے جست کر کے قرین پر آیا اسی درمیان میں ایک شخص نے تلوار مار کر بادشاہ کو قتل کر دیا اس بادشاہ نے تین ماہ سترہ یوم حکومت کی۔

سکندر شاہ شہید ہوا عماد الملک نے بہاء الملک کے اتفاق و کر شاہی سلطان محمد سے فی الحال بغیر خاں کو حرم سرا سے لاکر محمود شاہ کے لقب سے تخت شاہی پر بٹھلا دیا سلطان سکندر کے امرا خوف محسوس کرتے تھے کیونکہ اس سے بھاگ کر اطراف میں آوارہ وطن ہوئے اور ان کے گھر لوٹ کر تباہ و برباد کر دیے گئے اور سکندر شاہ کی لاشیں ہوضہ ہالول میں جو جینا نیر کا ایک ضلع ہے پیوند خاک کی گئی امرا اور کابرجرات نے بغض و نفرت کا مظاہرہ کیا وہی۔

عماد الملک آئین قدیم کے مطابق امر کو خلعت دیکر ان کی تسلی کرتا اور ان کو خطابات دیتا تھا۔ عماد الملک نے ایک نوابی امیروں کو خطابات دے لیکن تنخواہ و

مواجب میں اضافہ نہ کیا اکثر امیر سلطان بہادر کی اہل کے منتظر اور اس کے بلانے کیلئے خطوط روانہ کر کے سلطان بہادر کے آنے کی کوشش کر رہے تھے خصوصاً تاج خان اور خداوند خاں اس بارے میں دوسرے امیروں سے کہیں زیادہ کوشاں ہے۔

شاہزادہ بہادر نے جانی پور میں سلطان مظفر کے فوت ہونے کی خبر سنی تھی اور یہ تعبیل گجرات کی طرف روانہ ہو چکا تھا عماد الملک نے مضطرب ہو کر بہان نظام الملک بھری کو خط لکھا اور بے شمار روپیہ دے کر اس کو سرحد سلطان پور اور نڈر بار کی طرف بلایا اسی طریقہ سے عماد الملک نے راجہ پالپور کو بھی خط بھیجا کہ اس کو سرحد محمود آباد جینا نہیں طلب کیا۔

عماد الملک نے اپنی ہوشیاری و دور اندیشی سے حضرت فردوس مہکاتی پھر الدین محمد بابر کو اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھی کہ اگر بابر می فوج کا ایک حصہ بنڈر دیو میں آئے تو میں حضرت کے ملازمین کے مدد و خرچ میں ایک گروہ تنگہ نقد پیش کر دوں گا بہان نظام شاہ بھری نے عماد الملک کے تنہا ایف اور اشیاء مرصوہ کو قبول کیا اور غفلت کے ساتھ ٹال گیا راجہ پالپور بھی قرب جوار کے آباد ہوا اور نواح جینا تیر میں آیا تھا نہ دار و درگ پور عماد الملک کے اس عریضہ سے جسکو اس نے بابر بادشاہ کے نام لکھا تھا واقف ہوا اور تاج خان اور خداوند خاں کو لکھ کر بھیجا کہ عماد الملک نے ایک عریضہ بابر بادشاہ کے نام لکھ کر ان کو گجرات آنے کی دعوت دی ہے۔

امراء گجرات نے ایک شخص کو شاہزادہ بہادر خاں کے پاس بھیجا کہ اس کو یہ تعبیل بلایا املئے گجرات کا قاصد مہلی کے فوج میں شاہزادہ بہادر خاں کے پاس پہنچا اور امیروں کے عریضہ پیش کئے یاہند خاں بھی اس وقت افغانان جو نیور کی طرف سے بہادر شاہ کی طلب میں آیا تھا تا کہ اس کو واپس لیا جائے جو نیور کا بادشاہ بنائے چونکہ بہادر شاہ کا میلان خاطر گجرات کی جانب زیادہ تھا شاہزادہ بہادر خاں نے یاہند خاں کو رخصت کر دیا اور خود داجہ آباد کی طرف چلا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت گجرات اور جوئیور کے قاصد شاہزادہ بہادر خاں کسی طلب میں آئے اور ہر ایک نے شاہزادہ کو اپنے ہمراہ بچانے کی کوشش کی شاہزادہ بہادر خاں نے کہا کہ میں جنگل میں جا کر گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں اور گھوڑے کی بالادھ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ جس طرف جانور کا جی چاہے چلا جائے بہادر خاں نے ایسے ہی کیا اور گھوڑا گجرات کی طرف چلا۔

غرض کہ شاہزادہ بہادر خاں دہلی سے گجرات روانہ ہوا شاہزادہ جیتور میں آیا اور گجرات سے متواتر سیما ہی آئے اور شاہ سکندر کے قتل کی خبر دی شاہزادہ چاند خاں اور شاہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ جو رانا کے پاس تھے شاہزادہ بہادر خاں کی ملاقات سے بے حد مسرور ہوئے شاہزادہ چاند خاں رخصت ہو کر اپنی مقام پر سکونت پذیر ہوا اور شاہزادہ ابراہیم بن سلطان مظفر نے رفاقت اختیار کی۔

شاہزادہ بہادر خاں تھوڑی مدت میں جیتور سے گزر گیا اور اوڈیسنگھ پورہ مالپور اور سلطان سکندر کے دیگر دست گرفتہ اشخاص سلطان بہادر سے مل گئے سلطان نے بہادر الملک اور تاج الدین کو مع ایک فرمان استمالت تاج خاں اور دوسرے امر کے پاس روانہ کیا اور اپنے آئینگی اطلاع دی تاج خاں جو عماد الملک سے خائف تھا مع افواج اور قوم اور قبیلہ کے سربراہ سلطان بہادر کا منتظر دندو قو میں مقیم تھا تاج خاں دندو قو سے بچتا مان و انتظام کیساتھ سلطان بہادر کی طرف چلا شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر تاج خاں کے ہمراہ تھا تاج خاں نے کچھ اس کو روپیہ مدد خرچ کیلئے دیکر اپنے پاس سے رخصت کیا اور شاہزادہ لطیف خاں سے کہا کہ اب وارث مظفری اور محمودی آئیںجا اسوقت تمہارا میرے ساتھ رہنا قرین مصلحت نہیں ہے لطیف خاں ابدل سوختہ شاہزادہ فتح خاں کے پاس جو سلطان بہادر خاں کا چچا زاد بھائی تھا بیاہ گزین ہوا۔

شاہزادہ بہادر خاں کوونکر میں پہنچا خرم خاں و دیگر اقیان ملک استقبال کے لئے آئے امر او سر وار ہر جانب سے شاہزادہ بہادر خاں کی طرف متوجہ ہوئے عماد الملک کی روح جسم سے نکل گئی اور لشکر کے جمع کرنے میں مصروف ہوا

اور خزانوں کو خالی کرنے لگا۔
 عماد الملک نے سرواڑ کی ایک کثیر جماعت کو مع ایک جوارشکر اور بھاس
 ہاتھیوں کے عقد الملک کے ہمراہ قصبہ مہرایہ روانہ کیا تاکہ مخلوق کی گزر گاہ
 کو روک لیا جائے اور کسی شخص کی سلطان بہادر خاں کی خدمت میں
 رسائی نہ ہو۔

سلطان بہادر خاں قصبہ محمود پور میں آیا بعض امراءے سکندری
 جو جان کے خوف سے بھاگے ہوئے تھے سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر
 ہوئے عقد الملک نے جب یہ حالات دیکھے تو محمد آباد میں عماد الملک کے
 پاس گیا سلطان بہادر خاں قصبہ مہرایہ میں آیا اور تاج خاں مع چتر و امارت
 بادشاہی شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا شاہزادہ بہادر خاں قوی دل
 ہو کر بتاریخ ۲۶ رمضان المبارک ۹۳۲ھ شہر نہروالہ پٹن میں فوج کش
 ہوا اور نہروالہ سے احمد آباد روانہ ہوا شاہزادہ بہادر خاں نے قصبہ
 سرچ میں مشائخین عظام و آبائے کرام کے مزارات کی زیارت کی اور احمد آباد
 میں داخل ہوا عماد الملک نے اپنی پریشانی کی وجہ سے سپاہیوں کو ایکال
 کی تنخواہ ادا کی اور ایک شخص کو شاہزادہ لطیف خاں کی طلب میں اس
 خیال سے بھیجا کہ ممکن ہے کہ لطیف خاں کی مدد پا کر وہ شاہزادہ
 بہادر سے جنگ کر سکے لیکن شاہزادہ لطیف خاں کے آتے تک سلطان
 بہادر خاں کوچ پر کوچ کر کے محمد آباد پہنچا امراء عماد الملک سے رنجیدہ
 اور شاہزادہ بہادر خاں سے لڑنے کے لئے جارہے تھے راہ میں شاہزادہ
 بہادر خاں سے مل گئے بہاء الملک اور داؤد الملک جو سلطان سکندری
 کے قاتل تھے یہ لوگ بھی عماد الملک سے مخالفت کر کے شاہزادہ بہادر خاں
 کی خدمت میں حاضر ہوئے شاہزادہ بہادر خاں مصلحت وقت کے
 اعتبار سے ان کی دیکھائی اور تالیف قلوب کرنے لگا سلطان بہادر نے
 عماد الملک پر غلبہ پاکر محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس بادشاہ
 نے صرف چار ماہ حکومت کی۔

ذکر شاہی سلطان بہادر بن مظفر شاہ گجراتی

عید الفطر ۹۳۲ھ کا روزِ منجمین کی تجویز سے ساعتِ جلوس قرار پایا تھا چنانچہ سلطان بہادر نے اُسی تاریخ امر اوامیانِ مملکت کی سعی سے بلدۂ احمد آباد میں تختِ شاہی پر جلوس کیا لوازمِ ایثار و نثار عمل میں بادشاہ نے امر و سردارانِ لشکر کو معاش کی زیادتی و انعام و اسپ و خلعت سے خوش دل کیا۔

سلطان بہادر نے اوائلِ شوال میں محمد آباد جینا نہر کا ارادہ کیا اول منزل میں منظم خاں مع سرداروں کی ایک جماعت کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس کے حال پر عنایت و نوازش فرمائی بادشاہ نے جب اس منزل سے کوچ کیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اب بارتک میں طغیانی اٹھئی ہے اس وجہ سے لشکر کا عبور کرنا محال ہے بادشاہ نے قصبہ سوچ میں منزل کی اور تاج خاں کو دریا کے کنارے پر متعین فرمایا تاکہ لشکر کو پہنچائی دریا کے پار اتار دے دوسرے دن تمام امراء محمد آباد جنھوں نے خزانے سے مال چھوڑا تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے مروت و دولت ساروں کو بخش دی۔

بادشاہ جب اب مھذری کے کنارے چاند پور کے سر راہ پہنچا اور اس کی فوجیں گذرنا شروع ہوئیں عماد الملک اور عہد الملک نے ایک جماعت کو بردہ و دیگر اطراف میں آمادہ کر رکھا تھا کہ فساد کر کے بادشاہ کو اپنی جانب مشغول کر لیں بادشاہ اس جماعت کی طرف متوجہ نہ ہوا اور دریا سے گذر گیا اور یہ قبیل تمام محمد آباد جینا نہر کی طرف روانہ ہوا بادشاہ جب شہر کے قریب پہنچا ضیاء الملک بن نصیر خاں حاضر ہوا بادشاہ نے ضیاء الملک کو حکم دیا کہ آگے جا کر اپنے باپ سے کہہ کہ عماد الملک کے گھر کو محصور کر کے اس کو گرفتار کرے بعد اس کے بادشاہ

خود بھی روانہ ہوا۔

تاج خاں نے بسرعت پہنچکر عماد الملک کے مکان کو گھیر لیا عماد الملک اپنے گھر کی دیوار سے نیچے اترا اور شاہ چنوصدیقی کے گھر میں پناہ لی شیخ چنوکا تمام گھر لوٹ لیا گیا اور ان کے فرزند گرفتار کئے گئے اتفاق سے پادشاہ خداوند خاں کے مکان کے سامنے سے گذرا خداوند خاں اس زمانہ میں گوشہ نشین ہو چکا تھا لیکن مکان سے باہر اس نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی ایک لمحہ کے بعد خداوند خاں کے غلام عماد الملک کو شیخ چنوصدیقی کے مکان سے گرفتار کر کے لے آئے بادشاہ نے حکم دیا کہ عماد الملک اور سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو دارپر لٹکائیں۔

بادشاہ نے رفیع الملک بن توکل کو جو سلطان مظفر کا غلام تھا عماد الملک کا خطاب دیکر عارض الممالک کے عہدہ پر مامور فرمایا عہدہ الملک نے ان اخبارات کو سنا اور بروہہ سے ایک طرف فراری ہوا لیکن کو لیان نے راہ میں اس کو غارت و تباہ کیا۔

سلطان بہادر نے شمشیر الملک کو عہدہ الملک اور نظام الملک کو محافظ خاں کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا مجرم فراری ہو کر آئے سنگھ کے دامن میں پناہ گزین ہوئے لشکر بہادر شاہی نے اس کے مال و اسباب کو مال غنیمت سمجھکر تباہ کیا اور واپس آئے اسی زمانہ میں عہدہ الملک کا فرزند اور شاہ چنوصدیقی شاہ سکندر کے قاتلوں کی ایک جماعت کے ہمراہ قدر خاں کے مکان میں قتل کئے گئے بہادر الملک باوجود بادشاہ کے اعماض کے متوہم ہو کر محمد آبا و جینا نیر سے بھاگا لیکن وہی کوتوال اس کو راہ میں گرفتار کر کے لے آیا۔

چونکہ اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور خود سید علیم الدین کے ہاتھ سے زخمی ہوا تھا زخم اب تک تازہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اس کی کھال کھینچکر اس کو دارپر لٹکا دو تین دیگر اشخاص

جو سلطان سکندر کے قاتل تھے اور دکن کی جانب جا رہے تھے راہ میں
مگر قتل ہوئے اور بادشاہ کے حکم سے توپ پر اڑا دیئے گئے بادشاہ نے
قلیل مدت میں سلطان سکندر کے تمام قاتلوں کو بڑے عذاب کے ساتھ
قتل کر دیا۔

کہتے ہیں کہ سلطان بہادر محمد آباد جینا میں آیا اور شاہزادہ لطیف خان
بن سلطان مظفر اسی دن عہد الملک اور دیگر امرا کے بلانے سے شہر میں
وارد ہو کر ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا تھا قیصر خاں اور ایف خاں دو دیگر
امرا نے لطیف خاں کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اب اس سے زیادہ توقف
مناسب نہیں ہے اب گوشہ نقیض ہو جاؤ لطیف خاں مایوس ہو گیا اور
بہانہ کر کے پالن پور چلا گیا عہد الملک اور محافظ خاں بھی ولایت مونگا
کو راہی ہوئے سلطان بہادر اطمینان کیساتھ رحمت پروری و انتظام
شکر کی طرف مشغول ہوا تاہم رعایا کو اس نے انعامات عطا فرمائے
اور سپاہ کی تنخواہ علی العموم دو گنی و ستر گنی و چار گنی مقرر فرمائی اور
ایک سال کی تنخواہ حزانہ سے دلو کر ان کو خوش دل کیا فقراے قصبہ سرچی
اور نتوہ اور رسول آباد کو وافر وظائف عطا فرما کر ان کو بھی راضی و
موسرور فرمایا۔

چونکہ اس زمانہ میں گجرات کا دار السلطنت قلعہ محمد آباد جینا میں
تھا اور شاہان گجرات اسی مقام میں تخت حکومت پر جلوس کیا کرتے
تھے گیارہ ذیقعد کو منجمین کی ساعت کے مطابق دوبارہ دریائے شریقی
کے قریب تخت مرتفع و جاہر نگار کو رکھ کر آئین سلاطین ملت کے
مطابق جشن منعقد کیا گیا تاریخ مذکورہ ۱۳۲۹ھ میں اسلام کی رسم کے
مطابق تخت حکومت پر جلوس کیا اکلبر و مشائخ و امرائیت گویان
لوازم شہاد و ایشار بجالائے اس روز ایک ہزار اہل و دربار کو خلعت
مرحمت ہوئے اور تمام امیروں کو خطابات عطا کئے گئے غازی خاں کی
ساحش میں بروز جلوس احمد آباد درہ بیت کا اضافہ ہوا تھا بیت

دیگر کا جدید اضافہ مرمت ہوا اور یہ امیر حکومت نذر بار سلطانپور پر
 فایز ہوا اسی دوران میں عصہ الملک محافظ خاں کے اغوا سے کوہ
 اواسن نواح نذر بار سلطانپور میں جا کر فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتا
 ہے سلطان بہادر نے ایک فوج غازی خاں کی ماتحتی میں مقرر فرمائی تاکہ
 شاہزادہ لطیف خاں کی مدافعت کے لئے کوہ اواسن میں قیام کرے
 چونکہ اسی زمانہ میں عہدہ الضحیٰ کے جلوس کا وقت آگیا تھا سلطان بہادر
 نے جشن عظیم ترتیب دیکر اکثر امرا کو بار دگر خلعت و کمر بند و خنجر و شمشیر منیع
 عطا فرما کر خوشدل فرمایا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں قحط واقع ہوا اور بادشاہ نے ہشیار الملک
 کو جو خازن رکاب تھا حکم دیا کہ سواری کے وقت جو شخص سوال کرے اس کو
 ایک مظفری عطا کرے سلطان بہادر اس مدت میں دو مرتبہ چوگان بازی
 کے لئے سوار ہوتا تھا بادشاہ نے ہر شہر میں فقرا و مساکین کے لئے
 ستمہ و لنگر خانے مقرر فرمائے بادشاہ نے اپنی رعایا کی رفاہ کے لئے
 بے انتہا توجہ و کوشش فرمائی یہاں تک کہ اسی زمانہ میں بلا و بھرت
 نے تازہ رونق پائی اور شہر آباد و معمور ہوئے ہنوز تھوڑی مدت
 نہ گزری تھی کہ ارباب فتنہ و فساد نے سراٹھایا شجاع الملک بھاگ کر
 لطیف خاں سے مل گیا امرا اس حال سے واقف ہوئے اور بادشاہ
 سے عرض کیا سلطان بہادر نے بالغ خاں کو بھی خواہ سمجھ کر اس کو لطیف خاں
 کی مدافعت کے لئے متعین فرمایا لیکن واقعہ یہ ہے کہ قیصر خاں و بالغ خاں
 سلطان سکندر کے قتل میں عماد الملک سے متفق تھے اور اب بھی لطیف خاں
 کو ہر قسم کی مدد پہنچاتے تھے سلطان بہادر اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ
 تاج خاں نے بے حلف عرض کیا کہ قیصر خاں و بالغ خاں نے راہ غیر معروف
 سے لطیف خاں کو نادر و ت میں بلایا ہے دوسرے دن امرا اسلام کو
 حاضر ہوئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ قیصر خاں و بالغ خاں قید کئے جائیں اسی زمانہ
 میں داور الملک کسی بہانہ سے شہر کے باہر گیا اور گرفتار کیا گیا

ضیاء الملک اور خواجہ بابو اس جماعت کی ہم نشینی کے متہم تھے ہاتھ باندھ کر
پابہ ہنہ دربار عام میں لائے گئے اہل شہر نے هجوم کر کے ان کے مکانات لوٹ
لئے ضیاء الملک رسی گھلے میں ڈالکر عاجزی سے رویا اور بابو نے پچاس لاکھ تنگہ
خون بہا دیکر معافی چاہی سلطان بہادر نے ان کی خطا معاف فرمائی اور
ان کی ربائی کا حکم دیا غرض کہ ملک فتنہ و فساد سے پاک ہوا اور کسی
قسم کا دغہ نہ رہ گیا۔

۹۳۳ھ میں سلاطداراں خاصہ کی ایک جماعت جن کی تعداد دو ہزار
تھی جامعہ مسجد میں دادخواہ ہوئی کہ ہم کو ہماری وجہ معاش نہیں ملی اور
خطیب کو خطبہ پڑھنے سے مانع ہوئے سلطان بہادر باوجود اس کے کہ یہ
جانتا تھا کہ ان اشخاص کا ارادہ لطیف خاں کے پاس جانے کا ہے ان کے
علوفہ کو جاری کرنے کا حکم دیا۔

اسی دوران میں غازی خاں کی عرضداشت اسی مضمون کی پہنچی کہ لطیف خاں
ایک جرار لشکر کیساتھ سلطانپور میں وارد ہوا اور مخالفت شروع کر دی
غازی خاں نے مقابلہ کیا معرکہ کارزار برپا ہوا اور عہد الملک و
محافظ خاں فراری ہوئے اور رائے بھیم مع اپنے بھائیوں کے مارا گیا
شہزادہ لطیف خاں زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔

سلطان بہادر نے جس وقت اس خبر کو سنا اور محب الملک کو مع
امرا کی ایک جماعت کے بھیجا تا کہ لطیف خاں کے حال پر جیسی کہ ہونی چاہئے
مہربانی کر کے اس کے زخموں کا علاج کریں اور بعزت تمام بادشاہ
کی حضور میں آئیں چونکہ لطیف خاں کے زخم کاری لگ چکے تھے
شاہزادہ نے راہ میں وفات پائی اور موضع ہالول توابع جینا نیر میں
سلطان سکندر کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اسی سال بادشاہ کے دوسرے بھائی نصیر خاں المدعو بہ سلطان محمود
نے بھی وفات پائی بادشاہ نے ان کے مزارات پر ایک جماعت کو وظیفہ
دیکر معین فرمایا اور طعام پنچہ و خام خیرات کے لئے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

اسی سال یہ بھی خبر آئی کہ رائے سنگھ راجہ سال قیصر خاں کے قتل سے واقف ہوا اور اس نے فرصت و موقع دیکھ کر قصبہ دہور کو برباد کر دیا اور بے شمار مال ضیاء الملک قیصر خاں کے فرزند سے جبراً لے کر ملک کے خراب کرنے کے درپے ہے۔

سلطان بہادر اس خبر سے مضطرب ہوا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ خود اس نواح کا سفر کرے لیکن تاج خاں نے عرض کیا کہ ابتدائے سلطنت میں اس قسم کے امور پیش آتے ہیں بادشاہ کو ملوک و مکر نہ ہونا چاہئے اگر جاننا اس خدمت پر مامور ہو تو امید ہے کہ خدا کی عنایت و حضور کے اقبال سے مفسدوں کو قرار واقعی گوشتالی و سزا دے گا۔

سلطان بہادر نے فوراً اس کو خلعت عطا کیا اور ایک لاکھ سوار کے ہمراہ رائے سنگھ کی تادیب پر مامور فرمایا تاج خان ولایت بال میں داخل ہوا اور غارتگری شروع کی رائے سنگھ نے عجز و انکسار کے ساتھ ایک نامہ شرف الملک کے پاس جو مظفری امیر تھا روانہ کیا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی راجہ کے قصور معاف نہ ہوئے اور تاج خاں نے اس کی مملکت کی خرابی میں زیادہ کوشش کی راجہ رائے سنگھ نے تنگ مقام میدان واری کے لئے اختیار کیا اور تاج خاں سے معرکہ آرائی کی ایک کثیر جماعت رائے سنگھ کی کام آئی اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی قتل ہوا تاج خاں تھوڑے عرصہ تک ولایت بال میں مقیم رہا آخر کار حسب الحکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

سلطان بہادر ربیع الاول سنہ مذکور میں شکار کی غرض سے دارالسلطنت سے باہر نکلا اور بندر کنیایت کی رعایا کی ایک جماعت عامل کے حکم کی داد خواہ ہوئی سلطان بہادر نے تاج خاں کو اس خدمت پر نامزد فرمایا اور دار و دروغہ کنیایت کے عزل کا حکم دیا اور خود محمد آباد جینا نزد ایں آیا۔ رانا سنگا کا فرزند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند روز کے بعد بخوشی رخصت کی اجازت پائی۔

۹۳۷ء میں بادشاہ ولایت ایدر اور باکر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور قلیل مدت میں فتح کر کے پھر جینا نیر واپس آیا سلطان بہادر نے چند ماہ کے بعد قلعہ بہروج کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کو فتح کر کے کنپایت وارد ہوا اتفاق سے بادشاہ ایکدن دریا کی سیر کر رہا تھا کہ دفعۃً ایک جہاز بندر دیب سے آیا اور اہل جہاز نے یہ خبر بیان کی کہ فرنگیوں کا باد مخالف سے ایک جہاز تباہ ہو کہ بندر دیب میں آگیا تھا تو ام المملک نے جہاز کو گرفتار کر کے فرنگیوں کو حلقہ غلامی میں داخل کر لیا بادشاہ اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوا اور خشکی کے راستہ سے بندر دیب کا سفر کیا تو ام المملک استقبال کے لئے آیا اور فرنگیوں کو بادشاہ کی حضور میں حاضر کیا بادشاہ نے فرنگیوں کی ایک کثیر جماعت کو مسلمان کیا اور واپس ہوا۔

اسی سال میران محمد شاہ حاکم آسیر کا جو سلطان بہادر کا بھائی تھا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ چنانکہ علاء الدین عماد شاہ نے عاجزی کے ساتھ اس امر کی درخواست کی تھی کہ برہان نظام شاہ بحری اور قحط ترک بیدری کے مقابلہ میں جو ملک برابر میں زبردستی مداخلت کر رہے ہیں آپ میری امداد فرمائیں اس لئے خاکسار عماد شاہ کی امداد کے لئے گیا فریقین میں سخت لڑائی ہوئی خاکسار نے ایک جماعت کو جو میرے مقابلہ میں تھی شکست دی۔ اسی دوران میں نظام شاہ بحری ایک مقام پر پوشیدہ تھا علاء الدین عماد پر حملہ آور ہوا اور اس کو شکست دیکر خاکسار کے چند ہاتھی بھی بطور مال غنیمت لے گیا نظام المملک حصار ماہور پر جو مملکت برابر کا بہتر سر قلم ہے بہ جبر قابض ہو گیا ہے اس صورت میں جو حکم عالی صادر ہو اس پر عمل کیا جائے بادشاہ نے اس عریضہ کے جواب میں اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ سال گذشتہ ایک عریضہ علاء الدین عماد کا اسی مضمون کا آیا تھا اور حسب الحکم ملک عین المملک حاکم نہروالہ نے جا کر فریقین میں صلح کرادی تھی چونکہ ابتدا میں پیشدستی نظام المملک کی جانب سے ہوئی ہے اس لئے مظلوم کی امانت نہ کرنا اخلاق کریمانہ سے بعید ہے۔

محمد ۹۳۵ھ میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ نظام شاہ کا ملک فتح
اور ایک جبار لشکر کو ہمراہ لے کر دکن روانہ ہوا بادشاہ کچھ عرصہ تک
برودہ میں سامان و اسباب سپاہ کی فراہمی و انتظام کی غرض سے فرسٹ
اسی سال جام فیروز حاکم بھنڈہ مغلوں کے غلبہ سے پریشان ہو کر جلاوطن
ہوا اور سلطان بہادر کے دامن میں پناہ لی سلطان نے جام فیروز کے حال پر
مہربانی کی اور بارہ لاکھ تنگہ اس کو مدد و خرچ کے لئے عطا کئے سلطان بہادر
نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ اس کا ملک موروثی مغلوں کے قبضہ سے نکال کر
جام فیروز کو عنایت کرے گا سلطان بہادر کے جلال اور شوکت کا آواز
تمام عالم میں پھیل چکا تھا اس سفر میں رایان نزدیک و دور بادشاہ
کی حضور میں حاضر ہوئے۔

راجہ گوالیار کا بھتیجا مع اپنی جماعت کے پوربہ سے آیا اور
بادشاہ کے ملازمان خاص میں داخل ہو گیا بہرون بن پرستھی راج رانا
کا بھتیجا بھی چند راجپوتوں کیساتھ آکر بادشاہ کا ملازم ہوا اور بعض سردار
دکن نے بھی آکر ملازمت حاصل کی اور تمام جدید ہندوگان درگاہ اپنی
حالت کے مناسب انعامات شایانہ سے سرفراز ہوئے۔

بادشاہ کو ایک عرصہ دراز تک محمد آباد جہانگیر میں توقف کرنا
پڑا اور عہد شاہ نے بیتاب ہو کر اپنے فرزند خضر خاں کو بادشاہ کی خدمت
میں روانہ کر کے عرض کیا برہان نظام شاہ بھری غرور و تکبر کی وجہ سے
صلح کا خیال ہی نہیں کرتا اگر بادشاہ ایک مرتبہ دکن تشریف لے آئیں
خاکسار کا مقصد حاصل ہو جائے سلطان بہادر نے اس کی التماس کو
قبول فرمایا اور دکن کی طرف روانہ ہوا

سلطان اب زبیرہ کے کنارے پرہنچا اور میران محمد فاروقی استقبال
کے لئے آیا اور بادشاہ کو ضیافت کے لئے برہان پور میں لے گیا میران محمد
فاروقی بادشاہ کی ضیافت سے فارغ ہوا اور عہد الملک بھی جریدہ کاویل سے بادشاہ
کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس قدر گھوڑے اور تحائف بادشاہ کی حضور میں پیش کئے

کہ سلطان بہادر جو برہان نظام شاہ بھری کی تادیب کے ارادہ سے جوئیر اور ماہور میں مقیم تھا اب برار کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر جاننے پور پہنچا اور چند روز کے قیام میں شہر پر قابض ہونے کی تمنا کی عماد الملک مضطرب ہوا اور برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اس واقعہ کے بعد عماد الملک نے میراں محمد فاروقی کو اپنا وسیلہ بنایا اور ایسی کوشش کی کہ سلطان بہادر برار سے کوچ کر کے آگے روانہ ہوا جیسا کہ وقایع نظام شاہیہ میں معروض تحریر میں آچکا ہے بادشاہ احمد نگر پہنچا اور ایک مہینہ خواب دیکھ کر دولت آباد آیا اور حوض قتلو کے کنارے فروکش ہوا بادشاہ نے عماد الملک کو امر کے ایک گروہ کے ساتھ اس قلعہ کے محاصرہ پر نامزد فرمایا لیکن چند روز کے بعد عماد الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے سازش کر لی اور سلطان بہادر کو دعوت دیکر تیشیان ہوا عماد شاہ رات کے وقت خیمہ و خرگاہ سے قطع نظر کر کے فرار ہی ہوا۔

چونکہ دکنیوں نے گجرات کا راستہ روک کر غلہ و آذوقہ کا راستہ بند کر دیا تھا برہان نظام شاہ بھی مقابلہ میں آیا اور تھوڑے فاصلہ پر مقیم ہوا اور کسی قدر آثار قحط کے شکر میں پیدا ہوئے اس وقت برہان نظام شاہ نے سلطان بہادر سے وعدہ کیا کہ میراں محمد فاروقی کے ہاتھیوں کو واپس کروں گا اور احمد نگر میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا بائے گا۔

سلطان بہادر نے ان شرائط کو قبول کیا اور ۹۳۶ھ میں گجرات واپس آیا اور برسات کا موسم محمد آباد میں بسر کیا۔

۹۳۷ھ میں بادشاہ ایدر روانہ ہوا بادشاہ نے موضع جانپور میں خداوند خاں اور رفیع الملک الخطاب بہ عماد الملک کو ایک جہاز لشکر دے بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ پاکر کی مہم پر روانہ کیا اور خود سندھ کنپایت میں آیا بادشاہ نے ایک روز یہاں قیام کیا اور جہاز پر بیٹھ کر

بندر ویب کا ارادہ کیا چونکہ چند جہاز مختلف بندرگاہوں سے روانہ ہوئیں
بندر ویب میں لشکر انداز ہوئے تھے بادشاہ نے جملہ اقسام کی اشیاء و جان ہوا
میں موجود تھیں خرید فرما کر ان کو اپنے کارخانوں میں داخل کرنے کا حکم
صادر فرمایا منجملہ ان اشیاء کے ایک ہزار چھ سو سن پستہ اور موغہ بھی تھے
بادشاہ نے رومیوں کی جماعت پر جو مصطفیٰ خاں رومی کے ہمراہ آئی
تھی بے حد نوازش فرما کر ایک مکان مناسب اس کے قیام کے لئے تجویز
فرمایا ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ملک ایاز سے غربا کی سفارش فرمائی
اور خود ولایت بامالہ دوونگر پور روانہ ہوا اور ان ممالک کو تباہ کر کے
رایان اطراف سے شیش لیا اور محمد آباد جینا نیر واپس آیا اسی دوران میں
عمر خاں اور قطب خاں جو سلطان ابراہیم لودھی کے امیر مع دیگر امرا کے
فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر گجرات
میں پناہ گزیں ہوئے سلطان بہادر نے روز اول تین سو قبائے زریقت
اور پچاس گھوڑے اور چند لاکھ تنگہ نقد ان کو مرحمت فرمائے بادشاہ
ان کی دلجوئی سے فارغ ہوا اور مہاراجہ کا ارادہ کیا بادشاہ مہاراجہ پنچا اور
خداوند خاں و دیگر امرا بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوئے سلطان بہادر
مہاراجہ سے کوچ کر کے پا کر آیا اور اس ملک کا بہ خوبی انتظام کر کے
ہر جگہ تھانہ دار مقرر فرمائے۔

پیرسرام راجہ پا کر مجبور ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
اُس کے فرزند نے بادشاہ کی حضور میں اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو کر
بادشاہ کے مقربین میں داخل ہوا پیرسرام کا بڑا اور جو بیٹا اور جھنگول ہیں
مارا مارا پھرتا تھا اپنی جان کے خوف سے برہمنی بن رانا سنگا کی خدمت میں حاضر
ہوا اور اس کو اپنی حصول ملازمت کا وسیلہ بنایا اتفاق سے سلطان بہادر
شکار کے ارادہ سے بامالہ آیا برہمنی بن رانا سنگا نے نرمی اور عاجزی کے
ساتھ بادشاہ کی باگاہ میں قاصد بھیج چکا کہ لئے عنو تقصیر کی درخواست کی سلطان بہادر نے
اس کی التماس کو قبول فرمایا اور چکا کو اپنی حضور میں طلب کر کے اس کا

قصور معاف فرمایا۔
بادشاہ نے موضع گھاٹ کرجی میں عالی شان مسجد تعمیر کی اور اس موضع کو پرتھی راج کی جاگیر میں دیکر بقیہ مملکت پاگر کو پرتھی راج وچکا کے درمیان بے حصہ مساوی تقسیم فرمایا۔

سلطان بہادر نے چند روز بغرض شکار اس مقام پر قیام فرمایا جا سوس خیر لائے کہ سلطان محمود غلجی نے جو سلطان منظر کا مرہون احسان و ممنون منت ہے شہزہ خاں حاکم سند و کو بھیجکر جیتور کے بعض قصبات تباہ و برباد کر دیئے لیکن اب شہزہ خاں اچین میں مقیم اور خود سلطان محمود غلجی سے برسر مقابلہ ہے اسی زمانہ میں ترسنی بن رانا سنگا کے قاصد بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اسلئے عالی کہ بادشاہ سلطان محمود غلجی کو منع فرمائیں کہ بیوجہ آپس میں عداوت نہ پیدا کرے۔ قاصدوں کے دروید کے بعد یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمود غلجی اچین سے سارنگپور سلہدی پور بیہ کو قتل کرنے روانہ ہوا تھا سلہدی جو محمود غلجی کے ہمراہ تھا بادشاہ کے ارادہ سے واقف ہو گیا سکندر خان میواتی کے فرزند کے ہمراہ ولایت جیتور وارد ہوا اور ترسنی بن رانا سنگا پر حملہ آور ہوا ہے چند روز نہ گزرے تھے کہ سکندر خاں اور بھوپت بن سلہدی سلطان بہادر کے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی بادشاہ نے سات سو خلعت زر بفت اور ستر گھوڑے ان کو انعام میں عطا فرمائے اور ان کی دلجوئی کی اسی زمانہ میں ایک تحریر سلطان محمود غلجی کی بھی آئی جس میں مذکور تھا کہ نیا دہند بھی میرے شرف حضور کی کارادہ رکھتا ہے لیکن موافقات کے پیش آجانے سے اب تک ایسے تاخیر ہوئی انشاء اللہ جلد جناب کی ملاقات سے مسرت حاصل کرنے کا سلطان بہادر نے دریاخاں سے کہا کہ چند مرتبہ ایسا اتفاق ہو چکا ہے کہ سلطان محمود غلجی کی ملاقات کا شہزہ میرے گوش زد ہوا ہے اگر ایسا ہو تو میں اس کے فراری متعلقین کو اپنے دامن میں پناہ نہ دوں گا۔ بادشاہ نے سلطان محمود غلجی کے قاصدوں پر مہربانیاں فرمائیں اور ان کو واپس جانے کی

اجازت دی اور خود پانسوالہ کی طرف روانہ ہو۔

بادشاہ اب گرجی کے کنارے پہنچا اور برہنسی رانا اور سلہدی بارگاہ شاہی میں حاضر ہوئے سلطان بہادر نے روز اول اس کو قیام دیا اور شام گھوڑے اور ایک ہزار پانسو خلعت زر بفت مرحمت فرمائے چند روز کے بعد برہنسی رانا نے جیتور جانے کی اجازت پائی اور سلہدی پور بہیہ بادشاہ کا ملازم ہو کر شکرگاہ میں رہ گیا۔

سلطان بہادر محمود خلجی کے وعدہ کی بنا پر سنبلہ کی طرف روانہ ہوا اور یہ طے کیا کہ اگر محمود خلجی اس کی ملاقات کو آئے تو اس کی ضیانت مہماندار سے فارغ ہو کر خود بھی گھاٹ دیولہ تک جائے اور ہمان کو رخصت کر کے اپنے وار الملک واپس آئے۔

اسی منزل میں محمد خاں اسیری بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان موضع سنبلہ میں پہنچا اور دس روز تک سلطان محمود خلجی کے آنے کا منتظر رہا لیکن دریا خاں سلطان محمود خلجی کا قاصد حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی شکار گاہ میں گھوڑے سے گر پڑا ہے اور اس کا دھنسا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے ایسی حالت و وضع سے اس کا اتنا مناسب نہیں ہے سلطان بہادر نے جواب دیا کہ سلطان محمود خلجی چند بار وعدہ خلافی کر چکا ہے اور میری ملاقات کو نہیں آیا اگر اس کی مرضی ہو تو میں خود اس کے ملک میں آؤں دریا خاں نے بار دیگر بادشاہ سے عرض کیا کہ محمود خلجی کی عدم حاضری کی وجہ یہ ہے کہ چاند خاں بن سلطان مظفر شاہ مرحوم اس کے دربار میں پناہ گزیں ہے اگر بادشاہ یہاں آئے اور اعلیٰ حضرت چاند خاں کو سلطان محمود خلجی سے طلب فرمائیں تو چاند خاں کو حضور کے حوالہ کرنا بے حد مشکل اور اس کو حضرت سے بچالینا دشوار ہو جائے گا سلطان بہادر نے جواب دیا کہ میں نے چاند خاں کی طلب سے ہاتھ اٹھایا تو سلطان محمود خلجی سے جا کر کہہ دے کہ جلد میری ملاقات کو آئے۔

محمود خلجی کا قاصد رخصت ہوا اور سلطان بہادر پے در پے منازل

طے کرتا ہوا سلطان محمود خلجی کے ورود کا منتظر رہا بادشاہ دیبال پور پنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی کا ارادہ ہے کہ فرزند اکبر کو سلطان غیاث الدین کا خطا دیکر قلعہ مند میں مقیم رکھے اور خود حصار سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور بادشاہ کی ملاقات کو نہ آئے۔

اسی اثنا میں بعض امرائے جو سلطان محمود خلجی کی سلوکی سے آزر و خاطر تھے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی وعدہ ملاقات کو حیلہ اور بہانہ سے ٹال رہا ہے اور جب تک مجبور نہ کیا جائے گا کبھی حاضر نہ ہو گا سلطان بہادر کوچ پر کوچ کرتا ہوا شادی آباد مند کی طرف چلا بادشاہ نے لعلچہ پنچا اور لشکر کو شادی آباد مند کے محاصرہ کے لئے متعین فرمایا محمد خاں آسیری کو بجانب غرب مورچل شاہ پول پر اور لقمان کو بھل پول اور جماعت پور بیہ کو سہلو انہ پر مقرر فرما کر خود بادشاہ محمود پول میں قیام فرما ہوا۔

سلطان بہادر انتیس شعبان ۹۳۷ھ کی رات کو بہادر وں کی ایک جماعت کیساتھ دو مندوی جاسوسوں کی راہ نمائی سے قلعہ میں داخل ہوا اور قیصل پر اتنا توقف کیا کہ فوج کا کثیر حصہ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ نماز صبح کے وقت سلطان محمود خلجی کے محاصرہ کی طرف چلا اور سلطان محمود خلجی کے لشکر کے آدمیوں کو پیام دیا جو کہ مالوہ کے لوگ قلعہ کے اس جانب سے جو بے حد بلند تھا مطمئن تھے غنیمت کی آمد سے اس وقت واقف ہوئے جب قلعہ بیگانہ اشخاص سے معمور ہو گیا اہل قلعہ مجبوراً بہر طرف بھاگنے لگے اسی حال میں چاند خاں بن سلطان مظفر بھی قلعہ سے نیچے اتر کر فزاری ہوا سلطان محمود خلجی قلیل لشکر کے ہمراہ مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے آیا لیکن اپنے میں لڑنے کی طاقت نہ پائی اور شہر کے باہر چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان محمود خلجی اپنے اراکین و ربار کی صلاح سے

اہل و عیال کی حفاظت کی غرض سے پھر راہ سے واپس ہو کر محل کی طرف چلا سلطان بہادر کی فوجیں اطراف محل کو محصور کر کے کھڑی ہو گئیں اور سپاہیوں سے

کہا کہ شاہی محل و حرم و تہنیر امر اکو امان حاصل ہے کوئی شخص ان کے مال و ناموس سے معترض نہ ہو گا اس بنا پر سلطان محمود غلجی کے بعض ہواخواہوں نے کہا کہ بادشاہ گجرات اتنی ہی بیخروئی کیوں نہ کرے لیکن اس کی مدت دوسرے کی بدسلوکی سے بہتر ہو گی ہم کو بہر حال ناموس سلطان کی حفاظت میں گوشش کرنا ضروری ہے۔ ہمارا اگمان یہ ہے کہ بادشاہ گجرات اپنے پدر کے طریقہ پر عمل کرے گا اور ولایت مالوہ حضرت کے سپرد کر دے گا۔ اسی اشار میں سلطان بہادر محل کے بام پر داخل ہوا اور ایک شخص کو سلطان محمود غلجی کے پاس بھیج کر اس کو اپنے پاس طلب کیا سلطان محمود غلجی سات امیروں کو ہمراہ لے کر آیا سلطان بہادر محمود غلجی کا قصور صاف کرنے پر مائل تھا۔ بادشاہ گجرات نے محمود غلجی سے دریافت کیا کہ تمہارے نہ آنے کا کیا سبب تھا لیکن بدبخت محمود غلجی نے سخت جواب دیا سلطان بہادر اس کے جواب سے بے حد مکرر ہوا اور تمام وقت خاموشی میں گذر گیا۔

سلطان بہادر نے انتہائی غضب کے عالم میں سلطان محمود غلجی کو مع اس کے بیٹوں کے قید کر کے آصف خاں کے ہمراہ آبا وجینا نیر روانہ کیا اور خود منڈو میں قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ نے امراء مالوہ کو گجرات میں اور امراء گجرات کو مالوہ میں جاگیر عطا فرمائیں اور میراں محمد شاہ فاروقی کو معزز و مکرم برہانپور کی طرف روانہ فرمایا۔

برسات کے بعد ۹۳۵ھ میں سلطان بہادر آسیر اور برہانپور کی سرکے لئے گیا چونکہ برہان نظام شاہ بھری نے خلافت اسمعیل عادل شاہ لفظ شاہی کو اپنے اسم کا جزو بنالیا تھا اس لئے نظام شاہ فاروقی کی رہنمائی سے برہانپور آیا اور شاہ ظاہر ضنیہ کی سخی و کوشش سے سلطان بہادر نے برہان نظام شاہ کو چتر سفید و آفتاب گیر اور سراپردہ سنہرے سلطان محمود غلجی سے ضبط کیا تھا عطا فرمایا اور کہا کہ میں نے نظام شاہ بھری کا خطاب دیا یعنی دشمنوں کو

بادشاہی سے معزول اور دستوں کو مرتبہ شاہی پر نایہ کیا سلطان بہادر نے جن نظام شاہ بھری کی تربیت کی اس کی غرض یہ تھی کہ والی احمد نگر و برہانپور بادشاہ دہلی کی جنگ میں جس کا بہادر شاہ نے اندازہ کر لیا تھا اس کی موافقت کریں لیکن واقعہ یہ ہے کہ معاملہ اس کے خلاف وقوع میں آیا اور برہان نظام شاہ بھری نے نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کا ساتھ دیا بلکہ چنہ سال پہلے اپنے حاجب کو ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور گجرات فتح کرنے کی تاکید ترغیب دی۔ کہتے ہیں کہ سلطان بہادر شاہ طاہر جنیدی کی جن کو علمائے گجرات و برہانپور و مندو و دہلی نے علم و فضل میں مقتدی تسلیم کر لیا تھا بے حد عزت کرتا تھا یہاں تک کہ شاہ طاہر جنیدی کے روبرو تخت پر نہیں بیٹھتا تھا اور اگر بیٹھتا تو شاہ طاہر کو کرسی مرصع پر بٹھلاتا تھا سلطان بہادر نے اپنے قیام برہانپور میں سجدہ گوشیشیں کیں کہ شاہ طاہر کو نظام شاہ سے لیکر اپنا دلیل السلطنت بنائے لیکن شاہ طاہر نے اس بہانہ سے کہ میں مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس خدمت کو قبول نہ کیا اور احمد نگر پہنچ کر قلیل مدت میں برہان نظام شاہ کو شیعہ بنا کر اس مذہب کی بنیاد ڈالی اور چتر و سرپر و دھرم سرخ کو بارہ اماموں کے نشان یعنی رنگ بنبر سے تبدیل کر دیا جس کے مفصل جزئی و کلی حالات تذکرہ نظام شاہیہ میں معرض تحریر میں آچکے ہیں ناظرین ان واقعات کا اس جگہ مطالعہ فرمائیں۔

سلطان بہادر نظام شاہ بھری کی ملاقات اور اس کی مراجعت احمد نگر کے بعد کامیاب و خوشدل شادی آباد مندو سے دھار آیا بادشاہ کو اسی زمانہ میں معلوم ہوا کہ سلہدی پور بیہ نے سلطان محمود خلجی کے دلوں میں اکثر مسلم عورات و نیز سلطان ناصر الدین کے بعض حرم کو اپنے محل میں داخل کر لیا تھا چنانچہ یہ عواتین پور بیہ کے حرم میں داخل ہیں یہی وجہ ہے کہ سلہدی اب بھی اس وجہ سے بادشاہ کی حضور میں حاضر نہیں ہوتا سلطان بہادر نے کہا کہ خواہ سلہدی میرے دربار میں آئے یا نہ آئے اب یہ امر میرے ذمہ فرض عین ہو چکا کہ عورات مسلمہ کو ذلت کفر و غلامی سے نجات دلوں اگر

پوریہ کی کامل تادیب کروں۔

سلطان بہادر نے متبل خاں کو محمد آباد جہانگیر جانے کی اجازت دی کہ وہاں جا کر قلعہ کی نگہبانی کرے اور اختیار خاں کو مع لشکر و توپخانہ و خزانہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے قبل خاں نے صبا الحکم اختیار خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کر دیا اختیار خاں بے شمار لشکر کے ساتھ اکیس ربیع الآخر سنہ مذکور میں قصبہ دھار میں پہنچ کر سلطان بہادر کے لشکر سے آملا سلطان بہادر اپنے گجرات جانے کی خبر مشہور کر کے شادی آباد مندو میں گیا اور اختیار خاں کو یہاں کی حکومت پر نامزد فرمایا۔

بادشاہ خود پچیس جادی الاولیٰ کو قصبہ نعلیچ میں فرودکش ہوا اسی اثناء میں بھوپت ولد سلہدی پوریہ نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھا عرض کیا کہ جب بادشاہ دارالملک گجرات کی طرف توجہ فرمائیں اس وقت اگر منہ کو اجین جانے کی اجازت عنایت فرمائیں تو سلہدی کو خوشدل اور مطمئن بادشاہ کے حضور میں حاضر کروں سلطان بہادر نے اپنی انتہائی ہوشیاری کی وجہ سے پوریہ کے فرزند کو سفر کی اجازت دی اور خود بھی متواتر کوچ کر کے اجین روانہ ہوا سلطان بہادر پندرہ ماہ مذکور کو قصبہ دھار میں آیا اور لشکر کو یہاں چھوڑ کے خود برہم شکار دیبا لیور اور سعد لیور کی طرف روانہ ہوا۔

سلہدی پوریہ نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی اور اپنے فرزند بھوپت کو اجین میں چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا امیر نصیر نے جب سلہدی کو بلانے کے لئے گیا تھا مملکت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ سلہدی کا ارادہ بادشاہ کی اطاعت کا نہیں ہے کنیایت اور ایک کروڑ تنگ نقد دینے کے وعدہ سے فریب دیکر اس کو یہاں لایا ہوں ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ قلعہ کو چھوڑ کر میوات چلا جائے اب اگر اس نے فرصت پائی تو دوبارہ اس کا دستنیاب ہونا دشوار ہو جائے گا۔

سلطان بہادر سعد لیور سے دھار کی جانب چلا اور امرائے دربار سے سلہدی کی گرفتاری کے لئے گفتگو کرنے لگا بادشاہ لشکر گاہ کے قریب پہنچا

شکر کو باہر چھوڑ کر خود قلعہ دھار میں قیام فرما ہوا لیکن سلہدی پور بیہ کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا۔

سلطان بہادر جس وقت قلعہ کے اندر داخل ہوا موکلوں نے سلہدی پور بیہ کو مع دو شخصوں کے گرفتار کر لیا اسی اثناء میں سلہدی پور بیہ کے ایک خادم خاص نے فریاد کی اور خبر ہاتھ میں لیا سلہدی پور بیہ نے اس شخص سے سوال کیا کہ تو چاہتا ہے کہ میں مارا جاؤں گا اس شخص نے جواب دیا کہ میں تمہاری ہی خاطر ایسا کرنا چاہتا ہوں اگر تم کو میرے اس فعل سے ہرقت پہنچتی ہے تو میں خود اپنے ہاتھ سے خنجر اپنے جسم پر مارتا ہوں تاکہ میں تم کو مقتول نہ دیکھوں ملازم نے یہ کہا اور خنجر کو شکم پر مار کے مر گئے۔

سلہدی پور بیہ کی گرفتاری کی خبر تمام شہر میں منتشر ہوئی اور ساکنان شہر نے کسی قدر مال سلہدی کا لوٹ لیا اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا باقی لوگ بھاگ کر سلہدی کے فرزند بھوپت کے پاس چلے گئے سلہدی کا تمام اسباب اور باقی سہ کار بادشاہی میں ضبط ہو گئے۔

بادشاہ نے رفیع الملک الخاٹک بہادر الملک کو بھوپت کی مہم پر نامزد فرمایا سلطان بہادر نے خداوند خاں کو شکر کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا اور خود دوسرے دن صبح کو اجین کا ارادہ کیا اجین پہنچکر بادشاہ نے شہر کی حکومت دریا خاں مالوہی کو عطا کی اور خود سارنگپور کی طرف چلا سلطان سارنگپور پنچا اور اس شہر کی حکومت ملو خاں بن ملو خاں کے حوالہ کی یہ شخص سلطان مظفر کے زمانہ میں منذر سے آکر بادشاہ کا ملازم ہوا تھا اور نیز اس نے شیر شاہ سمر کے عہد حکومت میں قادر شاہ کے خطاب سے سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا تھا ملو خاں کے مختصر حالات بعد کو معرض بیان میں آئیں گے۔

سلطان بہادر نے حبیب خاں والی آشتیہ کو اُس کے وطن رخصت کیا اور خود بھیلہ اور رائسین کا ارادہ کیا حبیب خان نے آشتیہ پہنچکر

پوربیہ کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور آشتیہ پر قابض ہو گیا سلطان بہادر
 پھیلے پنجا اور اس کو معلوم ہوا کہ اٹھارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ اسلام کے
 آثار اس مقام سے ناپید ہو چکے ہیں اور بے دینی کے علامات شائع ہو رہے ہیں
 اسی منزل میں جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر پنپائی کہ سلہدی کا فرزند
 اپنے باپ کی گرفتاری اور رنج الملک کے تعین کی خبر شکر راجہ کو اپنی ملک
 پر لانے کے لئے جیتور گیا ہے اور لہسن برادر سلہدی قلعہ رائسین کو مستحکم کر کے
 جنگ کے لئے کوشان اور جیتوری ملک کا منتظر ہے سلطان بہادر دو تین
 روز قلعہ مساجد و عمارات کی غرض سے اس قلعہ میں قیام فرما ہاں ساتویں
 جمادی الاول سنہ مذکور کو نکارڈ کوچ بجا کر رائسین پنپنا ہنوز سلطانی لشکر
 پنپنا بھی نہ تھا کہ راجپوت دو حصوں میں تقسیم ہو کر قلعہ کے نیچے اتر آئے
 سلطان بہادر نے معدودے چند افراد کے ساتھ حملہ کر کے دو تین آدمیوں
 کو قتل کیا۔

اسی اثناء میں سپاہ گجرات پلے در پلے عقب سے پہنچے اور لشکر کفار
 کو ہلاک کر ڈالا راجپوتان پوربیہ نے سلطان بہادر کی ہستی و شجاعت کی وجہ
 سے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی سلطان بہادر نے اس دن معرکہ آرائی موقوف
 کی اور جنگ کو روز فردا پر ملتوی فرمایا۔

بادشاہ نے دوسرے دن اس منزل سے کوچ کر کے قلعہ کو سرگودہ
 گھیر لیا اور مورچے تقسیم کر کے سا باط کی بناؤالی قلیل مدت میں سا باط تیار
 ہو کر قلعہ کے برابر پہنچ گئی بادشاہ رومی خاں کو مع توپخانہ کے سا باط پر تقرر
 کر کے خود لشکر گاہ کو واپس آیا رومی خاں نے توپ کی ضرب سے قلعہ کے
 دو برج گرا دیے اور دوسری جانب سے نقب میں آگ لگا دی جس کی
 وجہ سے قلعہ کی دیوار چند گز گر گئی۔

سلہدی نے قلعہ کی حالت اور راجپوتان پوربیہ کی ابتری اور
 دشمن کے اصرار پر لحاظ کیا اور بادشاہ کے پاس پیام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں
 کہ اول مسلمان ہو جاؤں اور بعد اس کے اگر اجازت ہو تو قلعہ کو خالی کر کے

ملا زمان شاہی کے حوالہ کروں۔

سلطان بہادر اس خبر سے سجدہ سرور ہوا اور سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کر کے کلمہ توحید کی تلقین کی پوربہ کو کلمہ اسلام میں داخل کر کے بادشاہ نے اس کو خلعت خاص عطا کیا اور اپنے مطبخ سے گوشت گوں طعام طلب کر کے اس کو کھانا کھلایا اور قلعہ کے نیچے لے گیا۔

سلہدی نے اپنے بھائی لکھن کو طلب کر کے اس سے کہا کہ چون کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں سلطان بہادر اپنی عالی ہمتی سے مجھ کو اعلیٰ ترین مراتب پر پہنچائے گا مناسب یہ ہے کہ میں اس قلعہ کو ملازمان بادشاہی کے سپرد کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہوں لکھن نے پوشیدہ سلہدی سے کہا کہ اب تیرا خون بہانا ان کے مذہب میں جائز نہیں ہے تیرا فرزند محبوبیت راجہ چیتور کو مع چالیس ہزار فوج کے اپنے ہمراہ لے کر مدد کے لئے یہاں آتا ہے ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ چند روز قلعہ کے بیچ ہونے سے کچھ توقف واقع ہو جائے۔

سلہدی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آج کی ہمت عطا ہوگی میں دوپہر کے بعد قلعہ خانی کر کے ملازمان بادشاہ کے سپرد کر دوں گا سلطان بہادر قلعہ سے اپنی فرودگاہ کو واپس آیا۔

بادشاہ دس روز دوپہر تک منتظر راجہ ایک گھڑی میعاد سے زیادہ گزر گئی تو سلہدی نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں خود قلعہ کے نزدیک جاؤں اور واقعات کا انکشاف کر کے کمورت حالات بادشاہ کی حضور میں عرض کروں سلطان بہادر نے سلہدی کو اپنے معتمد و امیروں کے سپرد کر کے قلعہ کے قریب روانہ کیا سلہدی شکستہ و افتادہ برج کے قریب آیا اور اپنی قوم کو نصیحت شروع کی کہ اے غافل و جاہل راجہ تو مسلمانوں سے ڈر وادریہ سمجھ لو کہ سلطان بہادر اسی مورچے سے قلعہ میں داخل ہو کر تم کو قتل کر ڈالے گا۔

اس نصیحت سے سلہدی کی یہ عرض تھی کہ اہل قلعہ حقیقت و احمی

آگاہ ہو کر فوراً برج کو تیار کر لیں لکھن نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سلہدی کا مطلب بخوبی سمجھ گیا۔ سلہدی بظاہر واپس آیا اور لکھن نے قلعہ کو مضبوط کرنے کی کوشش کی اور رات کے وقت دو ہزار پوربیہ کو سلہدی کے پسر کو چک کے ہمراہ کر کے بھوپت کو بلانے کے لئے روانہ کیا پسر سلہدی باہر گیا اور چونکہ اس کی موت آگئی تھی شاہی فوج سے اس کا مقابلہ ہو گیا اور یہ ان سے لڑنے لگا سپاہ گجرات نے حریف کو زیر کرنے میں انتہائی کوشش کی اور بے شمار راجپوت قتل کئے سلہدی کا فرزند بھی کام آیا اور اہل گجرات نے ان کے اور دوسرے راجپوتوں کے سر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیئے سلہدی کو اپنے فرزند کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی اور اس کے حواس جاتے رہے سلطان بہادر اس راز سے آگاہ ہوا اور سلہدی کو برہان الملک کے حوالہ فرمایا تاکہ قلعہ شادی آباد مندو میں قید کر دے۔

اسی اثناء میں خبر آئی کہ بھوپت چونکہ جانتا ہے کہ سلطان تنہا ہے اس لئے رانا کو ہمراہ لے کر جرات کے ساتھ متواتر کوچ کر کے اس جانب آ رہا ہے سلطان بہادر اس خبر کو سن کر بے حد غضبناک ہوا اور بادشاہ سے کہا کہ اگرچہ میں تنہا ہوں لیکن آیات قرآنی کے مطابق ایک سلطان دس کافروں کے لئے کافی ہے بادشاہ نے فی الفور میراں محمد شاہ و رفیع الملک مخاطب بعماد الملک کو ان کی تادیب کے لئے روانگی کی اجازت دی میراں محمد شاہ اور رفیع الملک مخاطب بہ عماد الملک استعداد جنگ کے لئے فوج کو ترتیب دیکر روانہ ہوئے ہر دو امیر کھارہ قریب پہنچے اور پورنل پسر سلہدی مع دو ہزار راجپوتوں کے یہاں آیا میراں محمد فاروقی و عماد الملک نے بادشاہ کو اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھی کہ پورنل سلہدی کا فرزند راجہ سے مل گیا ہے اور راجہ بھی قریب آ پہنچا ہے اگرچہ اس کی جمعیت اندازہ سے باہر ہے لیکن تائید خدا و اقبال سلطانی پر اعتماد کر کے کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں

بادشاہ نے عرضداشت پڑھ کر اختیار خاں اور دیگر امرا کو محاصرہ پر چھوڑا خود شبانہ روز کوچ کر کے ستر کو س راہ طے کی اور برقی کی طرح کھینچا رہا پہنچ گیا میراں محمد فاروقی والی برہانپور استقبال کے لئے آیا اور بادشاہ کو اپنی منزل میں لے گیا۔

اسی اثناء میں راجہ اور بھوپت کے جاسوس خبر لائے کہ رات کو بادشاہ لشکر میں آگیا اور عقب سے فوجیں مور و بلخ کے مانند آرہی ہیں راجہ اس خبر کو سن کر ایک منزل پیچھے ہٹ کر فرار ہو اور سلطان بہاؤ کھیرار سے کوچ کر کے ایک منزل آگے گیا اس منزل میں دو راجپوت بہ طور قاصد تحقیق حالات کے لئے لشکر بادشاہ کے پاس آئے اور راجہ کی طرف سے زبانی یہ پیام دیا کہ راجہ بارگاہ سلطانی کا ایک ملازم ہے اس کی غرض یہاں آنے سے صرف اسی قدر ہے کہ وہ شفا کر کے سلطنت کے عفو تقصیر کی درخواست کرے سلطان نے جواب دیا کہ چونکہ اس وقت اس کی شوکت و قوت ہم سے زیادہ ہے اگر بیشتر سے نرٹائی کا ارادہ نہ کر کے معروضہ روانہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی التجا قبول فرمائی جاتی اب یہ امر دشوار ہے۔ ہر دو راجپوت قاصد راجہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے اپنا عینی مشاہدہ بیان کیا راجہ اور بھوپت باوجود اس شوکت و جمعیت کے تین چار منزل کو ایک کر کے میدان سے فرار ہوئے اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ انج خاں مع تیس ہزار سوار و توپخانہ گجرات کے قریب آ پہنچا ہے سلطان بہادر نے اپنی غایت شجاعت سے انج خاں کے ورود کا انتظار نہ کیا اور اپنے ہوجوہ لشکر کے ہمراہ ستر کو س راجہ کا تعقب کیا راجہ نے جیتور میں پناہ لی اور بادشاہ نے اس کے تادیب و گوشمالی کو دوسرے سال پر محمول کر کے خود قلعہ رانسین واپس آیا اور محاصرہ میں سختی کی۔

لکھن اپنی کمک سے مایوس ہو گیا اور آخر کار آخر ماہ رمضان سنہ مذکور میں اپنی صورت ہلاکت کا سائنہ کر کے ازراہ عجز و انکسار بادشاہ کی

خدمت میں ایک عرضداشت اس مضمون کی روانہ کی کہ اگر بادشاہ سلہدی کو طلب کر کے اس کی تقصیرات کو معاف فرمائیں تو میں قلعہ راشین کو خالی کر کے ملازمان سلطانی کے سپرد کروں بادشاہ نے خیال کیا کہ غرض اس پورس سے یہ تھی کہ عورات سلہد کو دلت گھر سے نجات دلائی جائے اگر میں ان کی التماس کو قبول نہیں کرتا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ جبر کر میں اور یہ تمام ضعیفہ ہلاک ہجائیں اس خیال کی بنا پر اس لئے اس نے لکھن کی التماس کو قبول کیا اور سلہدی پور بیہ کو شادی آباد مندو سے اپنے حصہ میں طلب کیا برہان الملک سلہدی پور بیہ کو اپنے ہمراہ لے کر حاضر ہوا سلہدی نے فرمان امان حاصل کیا اور قلعہ پر گیا لکھن تمام راجپوتوں کو مع اہل و عیال کے قلعہ کے نیچے لایا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ تقریباً چار سو عورتیں سلہدی پور بیہ کے متعلقین میں داخل ہیں۔

رانی ورگاؤتی مادر بھوپت یہ عرض کرتی ہے کہ سلہدی پور بیہ بادشاہ کے بندگان خاص میں داخل ہو چکا ہے اگر وہ خود قلعہ میں آکر اپنے اہل و عیال کو نہ اتارے گا تو اس صورت میں طعنہ اغیار سے محفوظ نہ رہے گا سلطان بہادر نے ملک علی شیر کے ہمراہ سلہدی کو قلعہ میں بھیجا سلہدی پور بیہ حصار میں پہنچا اور لکھن اور تاج خاں نے سلہدی سے دریافت کیا کہ بادشاہ کی غرض قلعہ راشین پر قبضہ کرنے سے کیا ہے سلہدی نے جواب دیا کہ بااھل قصبہ برودرہ مع مضافات کے میری جاگیر میں مقرر ہوا ہے غرض یہ سلطان اپنی علو ہمتی سے اور نعمتیں بھی مجھ کو مرحمت فرمائے گا۔

رانی ورگاؤتی و لکھن و تاج خاں نے کہا اگرچہ سلطان ہمارے حال پر مہربانی کرے گا لیکن ایک مدت گزری کہ ہم نے اس سرزمین پر فرمانروائی کرنے کے فیش و عشرت کی ہے اور اب گر بکس روزگار سے ہم سب ایک جگہ پر فراہم ہو گئے ہیں طریق مردانگی یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کو ہر کر کے جلا دیں اور خود لڑ کر مارے جائیں۔

انقصہ سلہدی پور بیہ رانی ورگاؤتی کے اغوا سے باغی ہو گیا

ملک علی شیر نے ہر چند دوستانہ نصیحتیں کیں لیکن اصلاً مفید نہ ہوئیں
ملک علی شیر کے جواب میں سلہدی نے کہا کہ ہر روز ایک گروہ پان اور
چند میر کا فور میرے حرم میں صرف ہوتا ہے اور تین سو عورتیں ہر روز نئے
کپڑے بدلتی ہیں کیا خبر کہ دوبارہ یہ عیش و سامان نشاط میسر ہو یا نہیں اگر میں
اپنے اہل و عیال کے ساتھ مارا جاؤں اور عزت کے ساتھ مروں تو رہے
عزت و شرف۔

غرض کہ اس تقریر کے بعد سلہدی پور بیہ نے جو ہر کیا اور لانی ورگاؤ
و خزانہ نگاہوں کو ہمراہ لے کر جوہر میں آئی اور سات سو پری پیکر عورتوں
کے ساتھ جل کر خاک ہو گئی سلہدی پور بیہ اور تاج خاں اور دوسرے
اعزاج سب مجبوراً ایک سو افراد تھے ہتھیار لیکر باہر نکل آئے اور کچھ پیادہ
مسلمان جو قلعہ کے اوپر گئے تھے ان سے جنگ لڑائی کرنے لگے۔
یہ خبر لشکر میں پہنچی سپاہ گجرات نے بہرحیل قلعہ پر چڑھ کر حریف کو
قتل کیا سلطان بہادر کے چند سپاہی بھی شہید ہوئے۔

اسی زمانہ میں سلطان عالم حاکم کاپی جنت آشیانی محمد جالو
بادشاہ کی افواج سے شکست پاکر سلطان بہادر کے پاس پناہ گزین ہوا اور
سلطان بہادر نے سلطان عالم حاکم کاپی کو قلعہ رائیں اور چند بری مع
ان کے مصافحات کے جاگیر میں عطا کئے سلطان بہادر شاہ نے میرا محمد فاروق
کو قلعہ کا کروں کی فتح کے لئے جو سلطان محمد دجلجی کے زمانہ سے راجہ کے
قبضہ میں تھا متعین فرمایا اور بادشاہ خود رہا تھیلوں کے شکار میں مشغول
ہوا سلطان بہادر نے سرکشان کوہ کالو کو گوثالی کی سزا دیکر انج خاں کے
پہرہ فرمایا۔

بادشاہ اسلام آباد و ہوشنگ آباد و تمام بلاد مالوہ پر جو زمینداروں
کے قبضہ میں جا چکے تھے خود قابض ہوا اور ان مالک کو اپنے املا و معتدات
کی جاگیر میں دیا میرا محمد شاہ فاروقی کا کروں کی طرف روانہ ہی ہوا تھا کہ
بادشاہ خود بھی بہتھیل کسی نواح میں آیا کا کروں کے راجہ کی جانب سے ایک شخص

سمی رام جی نام اس قلعہ کا حاکم تھا بادشاہ کے پہنچتے ہی رام جی قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا سلطان بہادر نے چار روز تک اس قلعہ میں جتنی عسرت منعقد کیا اور اپنے تمام مقررین کو خلعت و انعام سے خوشدل فرمایا۔ سلطان بہادر نے رفیع الملک المخاطب بعد الملک اور اختیارخانہ کو جو مقتدر امیر تھے قلعہ رسور کی فتح کے لئے نامزد فرمایا اور بادشاہ خود شادی آباد مند روانہ ہوا۔

حاکم رسور بھی راجہ کا گماشتہ تھا یہ شخص بھی قلعہ خالی کر کے فراری ہوا اور اس طرح صرف ایک ماہ میں قلعہ کا کروں و رسور سلطان بہادر کے قبضہ میں آ گئے سلطان بہادر شادی آباد مند و سے فرنگیوں کی مدافعت کے لئے متوجہ ہوا بادشاہ بندر دیب کے قریب پہنچا فرنگی بادشاہ کی آمد سے بھاگ گئے اہل فرنگ کی ایک عظیم الجثہ توپ جس کے برابر کوئی توپ ہندوستان میں نہ تھی بادشاہ کے قبضہ میں آئی اور بادشاہ نے جرنیل سے اس کو محمد آباد جینا نیر روانہ کیا۔

بادشاہ جیتور کی فتح کے ارادہ سے بندر دیب سے کنپایت وارد ہوا اور اپنے اسلات و مشایخ کرام کے مضاربات کی زیارت سے فیض یاب ہوا اس واقعہ کے بعد سلطان بہادر نے لشکروں کو فرسٹم کیا اور مع توپوں کے بندر دیب و گجرات کی راہ سے جیتور روانہ ہوا۔ سلطانہ میں محمد زماں میرزا جو اب تک قلعہ بیانیہ میں مقید تھا جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس پناہ گزیں ہوا جنت آشیانی نے ایک قاصد سلطان بہادر کے پاس بھیج کر محمد زماں میرزا کو طلب کیا سلطان بہادر نے اپنے غور کی وجہ سے جواب ندیا ہمایوں بادشاہ نے بار و گراہیک نامہ اس مضمون کا بہادر کے نام روانہ کیا کہ اگر تم محمد زماں میرزا کو میرے پاس نہیں بھیجتے تو اس کو اپنی ملکیت سے باہر نکالو سلطان نے جس پر ادا بار آچکا تھا اپنی بے توجہی سے کوئی توجہ ادا اے جواب کی طرف

نے کی اور وہ کلمات جو اس کے شایان شان نہ تھے زبان پر لایا۔

الغرض سلطان بہادر جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہایلوں بادشاہ کے برعکس محمد زمان مرزا کی بیحد تعظیم کرتا تھا اور یہی اس کا فعل اس کی نسبت ہی و بربادی کا باعث ہوا۔ اسی دوران میں سلطان بہادر جو پورہ پینچا اور رانا قلعہ میں محصور ہو گیا اور محاصرہ میں تین ماہ کی مدت گزر گئی اس درمیان میں طرفین سے بہادر میدان میں آتے اور شجاعت کا حق ادا کرتے تھے ان معرکوں میں اکثر اوقات گجراتیوں کو فتح ہوتی تھی آخر الامر اجد نے مجبور ہو کر عساجزی وانکاری کے ساتھ پیشکش قبول کیا اور تاج و کم بہت مدد مع جو اس نے سلطان محمود غلجی حاکم مالوہ سے لیا تھا مع چند اسب و قیل و دھجیر پیش قیامت تحائف کے شاہ گجرات کو دیکر بادشاہ کو اپنے ملک سے واپس کر دیا فتح جیپور و محمد زمان میرزا کی آمد اور بھلول لودھی کی اولاد کا اس کی خدمت میں جمع ہو جانا سلطان بہادر کے غرور کا باعث ہوا سلطان بہادر نے غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہایلوں بادشاہ سے جنگ کی سلسلہ جنبا کی اور دہلی پر قابض ہونے کا آرزو مند ہوا۔

سلطان بہادر نے بھلول لودھی کے ایک فرزند مسی علاء الدین کی بیحد عزت کی اور اس کے پسر تانا خاں کو گردہ امیرا میں داخل کیا اور ہنوز دہلی فتح بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کو اپنے امیرا میں تقسیم کر دیا سلطان بہادر نے اپنے اس ارادہ پر عمل کرنے کی غرض سے تانا خاں کی جو شجاعت کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا اس طرح امداد کی کہ تین کروڑ مظفری برہان الملک حاکم اسیر کو عنایت کیں تاکہ برہان الملک تانا خاں کے اتفاق رائے سے لشکر جمع کرے چند روز میں چالیس ہزار سوار تانا خاں کے گرد جمع ہو گئے اور تانا خاں جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہایلوں بادشاہ کے اطراف سلطنت میں دخل دراندازی کرنے لگا اور تانا خاں قلعہ بسا نہ پر جوا گری کے نواح میں ہے ۹۴۱ء میں قابض ہو گیا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی ہندال مسیہ زکوٹا رخاں کی مدافعت کے لئے روانہ کیا ہندال میرزا حدود بیانہ کے قریب پہنچا اور یمنی باز افغان جو تانا رخاں کے گرد جمع ہو گئے تھے پر اگندہ ہوئے اور دو ہزار سوار سے زیادہ کی جمیعت اس کے پاس زندہ گئی۔

تانارخاں بیشمار روپیہ ان افغانوں کے لشکر پر صرف کر چکا تھا۔ ان بے وفاؤں کی اس حرکت پر اس قدر نادام ہوا کہ نہ تو سلطان بہادر کی خدمت میں حاکم اور نہ اس سے مدد طلب کر سکا یہ امیر مجبوراً جنگ کے لئے آمادہ ہوا دونوں لشکر باہم ملے اور تانارخاں نے ہندال میرزا کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور معہیں سو نامی افغانوں کے میدان جنگ میں کام آیا اور قلعہ بیانہ پر ہندال میرزا قابض ہو گیا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے اس کو فال نیک سمجھا اور بہادر شاہ کی مدافعت کے لئے متوجہ ہو کر لشکر کشی کی سلطان بہادر نے اس وقت راجہ پیر لشکر کشی کی تھی اور قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا تانارخاں کے مارے جانے اور جنت آشیانی کی لشکر کشی سے مضطرب ہوا اور امر اسے مشورت کرنے لگا اکثر امر کی رائے اس پر قرار پائی کہ محاصرہ کو ترک کر کے بادشاہ کو دہلی کے مقابلہ کے لئے جانا چاہئے حیدر خاں نے جو مقتدر امیر تھا عرض کیا کہ ہم نے کفار کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر اس وقت کوئی مسلمان بادشاہ ہماری لڑائی کے لئے آیا تو گویا اس نے کافروں کی امداد کی اور یہ کلمہ قیامت تک اہل اسلام کے گردہ میں کہا جائے گا مناسب دقت یہ ہے کہ ہم محاصرہ سے ہاتھ نہ اٹھائیں اور زنیال غالب ہے کہ جنت آشیانی بھی ہمارے مقابلہ کے لئے نہ آئیں گے۔

کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ سارنگ پور تک آئے اور یہ صلاح آپ کے کانوں تک پہنچی جنت آشیانی نے اپنی کمال مردت اور مردانگی سے سلطان بہادر کی ملکیت میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی اور چند روز تک سارنگپور میں قیام فرمایا سلطان بہادر نے سا باط تیار کر کے جبراً دقہرا

قلعہ کو فتح کیا اور بیشمار راجپوت قتل کئے اور ان مہمات سے مطمئن ہو کر دفعتاً جنت آشیانی سے مقابلہ کے لئے متوجہ ہوا اور بیشمار روپیہ لشکریوں پر تقسیم کیا جنت آشیانی نے بھی سلطان بہادر کے استیصال کا ارادہ کیا اور مملکت سندسور کے نواح میں فریقین میں مقابلہ ہوا سلطان بہادر کا ہراول سید علی خراسانی گجرات کے لشکر سے بھاگ کر جنت آشیانی کے لشکر سے مل گیا گجراتی اس واقعہ کو دیکھ کر شکستہ خاطر ہو گئے۔

بادشاہ نے اپنے امرا اور تجربہ کار سرداروں سے جنگ کے لئے مشورہ کیا حیدر خاں نے کہا کہ ہم کو کل جنگ کرنا چاہئے کیونکہ ہمارا لشکر میپور کی فتح سے قوی دل ہو گیا ہے اور ہنوز ہماری فوج سپاہ مغل کے رعب سے خوفزدہ نہیں ہوئی رومی خاں انسر تو بجانہ نے سلطان بہادر سے عرض کیا کہ اس قدر بیشمار توپ و تفنگ کا ذخیرہ سرکار شاہی میں جمع ہو گیا ہے کہ شاید قیصر روم کے علاوہ کسی فرمانروا کے پاس نہ ہو صلاح یہ ہے کہ لشکر کے گرد خندق کھود کے روزانہ جنگ آزمائی کریں تاکہ مغل سپاہی توپ و تفنگ کی ضرب سے ہلاک ہوں۔

سلطان بہادر نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکر کے گرد خندق کھدوا دی انھیں ایام میں سلطان عالم کا پی کہ جس کو سلطان بہادر نے رائسین و چندیری کے صوبے جاگیر میں دئے تھے لشکر جبار کے ساتھ شاہی لشکریں آلا دواہ تک ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں جمے رہے اکثر اوقات بہادر سپاہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے لیکن سپاہ مغل اپنے بادشاہ کے حکم سے توپ و تفنگ کے مقابلہ میں بہت کم جاتی تھی۔ تین چار ہزار مغل میرانہ از لشکر گاہ کے اطراف پر حملہ آور ہوئے جس کی وجہ سے غلہ و رسد کی راہ بالکل مسدود ہو گئی تھی چند روز اسی طریقہ سے گزرے گجراتیوں کے لشکر میں قحط نمودار ہوا اور قرب و جوار میں جس قدر غلہ تھا ختم ہو گیا مغل تیراندازوں کے غلبہ کی وجہ سے کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ لشکر سے دور جا کر غلہ اور گھاس کاٹ سکے۔

سلطان بہادر نے دیکھا کہ اب توقف کرنا اگر فتاری کا باعث ہے
شب کو اپنے پانچ معتبر امیروں کے ہمراہ جن میں سے حاکم بہان پور حاکم مالوہ
بھی شامل تھے سرپردہ شاہی کے عقب سے باہر آکر شادی آباد مندو
کی طرف بھاگا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے قلعہ شادی آباد مندو
تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راہ میں بیشمار سپاہیوں کو قتل کیا حیدر خاں
بے شمار لشکر کے ساتھ عقب میں جا رہا تھا اس سے اور سپاہ منسل
سے بے بھیر ہو گئی اور سخت جنگ آزمائی کے بعد یہ بھی زخمی ہو کر
فراری ہوا۔

سلطان بہادر شادی آباد مندو میں محصور ہو گیا لیکن قلیل مدت کے
بعد بندوبست و دیگر منسل امیر سات سو سپاہیوں کے ہمراہ قلعہ میں داخل
ہوئے سلطان بہادر سورہا تختہ جو اس اٹھا گجراتیوں کو مضطرب اور
بھاگتا ہوا پایا سلطان بہادر خود بھی فراری ہوا اور پانچ یا چھ سواروں کے
ساتھ محمد آباد جینانیر روانہ ہوا حیدر خاں اور سلطان عالم حاکم رائسین نے
قلعہ سوگرم میں پناہ لی اور دو روز کے بعد امان طلب کر کے جنت آشیانی
کی خدمت میں حاضر ہوئے حیدر خاں بھی زخم خوردہ جنت آشیانی کے
ملازمین میں داخل ہو گیا سلطان عالم حاکم رائسین سے چونکہ افعال ناشائستہ
ظہور میں آئے جنت آشیانی کے حکم سے قتل کیا گیا سلطان بہادر کو یہ
اخبارات معلوم ہوئے اور اُس نے خزانہ اور جواہرات کو جو قلعہ محمد آباد
جینانیر میں سے بند روہب میں روانہ کر کے خود کنپیت کی راہ لی جنت آشیانی
نے مندو کو اپنے معتبر آدمیوں کے سپرد کیا اور قلعہ محمد آباد جینانیر کے
کی طرف روانہ ہوئے بلکہ محمد آباد لوٹ لیا گیا اور بیشمار غنیمت سپاہ منسل
کے ہاتھ آئی جنت آشیانی نے یہاں سے بہ تعجیل کنپیت کا رخ کیا سلطان
بہادر نے تازہ دم گھوڑے ساتھ لئے اور بند روہب روانہ ہوا۔

جنت آشیانی کنپیت پہنچے اور سلطان بہادر کو وہاں نہ پا کر

محمد آباد جینا نیر واپس آئے جنت آشیانی نے محمد آباد کا محاصرہ کیا اور اسی تدبیر و طریق سے جیسا کہ مفصل جنت آشیانی کے حالات میں یہ نہ ناظرین کی کئی قلعہ پر قابض ہوئے اختیار خاں گجراتی حاکم محمد آباد جینا نیر نے فرار ہو کر قلعہ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے پناہ لی لیکن آخر کار امان طلب کر کے جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

چونکہ اختیار خاں اپنے مزید فضائل و کمالات کی وجہ سے گجرات کے امیروں میں ممتاز تھا جنت آشیانی نے اس کو اپنے خاص امر کے گردہ میں داخل فرمایا سلاطین گجرات کے خزانہ جن کو ان فرمانرواؤں نے ایک عرصہ دراز میں جمع کیا تھا جنت آشیانی کے قبضہ میں آئے اور روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

۳۳۳ء میں باوجودیکہ جنت آشیانی محمد آباد جینا نیر میں قیام فرما تھے رعایائے گجرات کے خطوط متواتر سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچے کہ اگر بادشاہ اپنے کسی لازم کو تحصیل مالگزاری کے لئے متین فرمائیں تو مالگزاری بطریق مناسب خزانہ میں داخل ہو جائے گی۔

سلطان بہادر نے اپنے ایک غلام موسوم بہ عماد الملک کو جو مزید شجاعت و حسن تدبیر سے متصف تھا جزار لشکر کے ساتھ تحصیل مالگزاری کے لئے روانہ فرمایا عماد الملک نے فوجین فراہم کرنا شروع کیں اور پچاس ہزار سپاہ سے احمد آباد میں آیا اور احمد آباد سے اپنے عامل کو اطراف و نواح میں بھیج کر تحصیل مالگزاری شروع کر دی۔

یہ خبر جنت آشیانی تک پہنچی اور جنت آشیانی نے خزانہ کی محافظت اپنے ایک مقتدر مستعد امیر نیر وئے بیگ خاں کے سپرد کی اور محمد آباد جینا نیر سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے ہمایوں بادشاہ نے عسکری میرزا کو مع یادگار ناصر میرزا اور میرزا بندوبیگ کے ایک منزل پیشتر روانہ کیا عسکری میرزا اور عماد الملک کے درمیان محمود آباد میں جو احمد آباد سے بارہ کوس کی مسافت پر ہے سخت جنگ ہوئی عماد الملک کو

شکست ہوئی اور بیشمار لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا
اس واقعہ کے بعد جنت آشیانی احمد آباد میں تشریف لائے اور
یہاں کی حکومت عسکری میرزا کو اور ٹین مہجرات کی حکومت یادگار ناصر میرزا
کو اور بہروج کی قاسم حسین میرزا کو اور فوجیوں و محسوسہ آباد جینا نیر کی نیروئے
بیگ خاں کو عطا فرما کر خود دہران پور تشریف لائے جنت آشیانی کے
مصلحت یہاں توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور شاہی آباد سندھ کی طرف
رخ کیا۔

اسی اثناء میں سلطان بہادر کا ایک امیر خان جہاں شیرازی نے ایک
لشکر جمع کر کے قصبہ فوساری پر قابض ہو گیا رومی خاں بندہ سورت
سے آکر خان جہاں سے لڑ گیا۔ ہردو امیر باہم بہروج کی طرف متوجہ
ہوئے قاسم حسین میرزا نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور محمد آباد
جینا نیر میں نیروئے بیگ خاں کے پاس آیا اور تمام مملکت بھراستہ میں
غل و غفل و خفا ہو گیا اس صوبہ سے مغلیہ تختہ اٹھ گئے اور عسکری میرزا
کا ایک امیر موسوم بہ غضنفر بیگ فراری ہو کر سلطان بہادر کے پاس
پہنچا اور اس کو احمد آباد آنے کی ترغیب دی جیسا کہ اپنے مقام پر موصوف
تحریر میں آچکا ہے۔

تمام غل امیر بھرنیروئے بیگ کے احمد آباد میں بچا ہوئے اور
سلطان بہادر نے مہجرات کا رخ کیا عسکری میرزا اور تمام امرا نے باہم یہ
صلاح کی کہ چونکہ سلطان بہادر سے مقابلہ کرنا دشوار ہے اور جنت آشیانی
شاہی آباد سندھ میں مقیم ہیں اور شیر خاں افغان نے جنگا میں بغاوت
پرا کر دی ہے مناسب ہے کہ محمد آباد جینا نیر کا خزانہ اپنے ہمراہ لے کر
اگرہ کا سفر کیا جائے اور ان حدود پر قابض ہو کر خطبہ میرزا عسکری کے
نام کا پڑھا جائے۔ اور وزارت بندوبست کو دی جائے۔

ان باغی امیروں میں پانچ بندہ لیٹے پایاک وزارت بندہ و بیگ
کو دیجائے اور دیگر مغل امرا میں بھی اپنی مرضی کے مطابق جاگیروں پر

قبضہ کریں۔ اس قرارداد کے مطابق عسکری خاں کے یہی خواہ موید گجرات کو جو اس قدر مشقت کو کشش سے فتح ہوا تھا مفت اپنے ہاتھوں سے برباد کر کے محمد آباد جینا نیر میں آئے۔ نیر وے بیگ خاں ان کے ارادہ سے مطلع ہوا اور قلعہ کو مستحکم کرنے لگا اور نعل امیر مجبوراً ذلت و بے عزتی کے ساتھ اگرہ کی جانب روانہ ہوئے سلطان بہادر نے گجرات کو خالی پایا اور نیر وے بیگ خاں کی مدافعت کے لئے محمد آباد جینا نیر کا رخ کیا نیر وے بیگ خاں جس قدر خزانہ اپنے ہمراہ لے جاسکا اسکی اگرہ کی طرف روانہ ہوا سلطان بہادر نے چند روز محمد آباد جینا نیر میں قیام کیا اور انتظامات سلطنت میں مشغول ہوا۔

جنت آشتیانی کے غلبہ کے زمانہ میں سلطان بہادر نے حاجری بیچارگی کے ساتھ فرنگیاں بند رکھ کر اور بندر چول اور بیگ اور بندہ سے امداد طلب کی تھی لیکن اب اس کو یقین ہو گیا کہ فرنگی گجرات پر جو حریف کی فوج سے خالی ہو چکا ہے قابض ہو جائیں گے اس بناء پر سلطان بہادر نے محمد آباد جینا نیر سے بہ تعبیل ولایت سورت و جونا گڑھ کا رخ کیا تاکہ فرنگیوں کے آنے کے بعد جس طرح پر ممکن ہو سکے ان کو واپس کر دے سلطان بہادر چند روز ان حدود میں سیر و شکار میں مشغول تھا کہ پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں میں سوار بندر دیب میں وارد ہوئے۔

فرنگیوں نے سلطان بہادر کے استقلال و غلبہ اور جنت آشتیانی کی مراجعت کی خبر سنی اور اپنے ورد پر نادم و پشیمان ہوئے اور باہم یہ صلاح قرار پائی کہ جس حیلہ سے بھی ممکن ہو بندر دیب پر قبضہ کریں اہل فرنگ کے سردار نے مصلحت و وقت کے لحاظ سے اپنے کو بیمار بنا کر اپنی علالت کی خبر مشہور کر دی سلطان بہادر نے مکرر قاصد اس کی طلب میں روانہ کیا لیکن سردار فرنگ سے یہی جواب سنا کہ بیمار ہوں اور قوت رفت از نہیں ہے جو حاضر و بار ہوں سلطان بہادر نے محض اس خیال سے کہ فرنگی اس کا لحاظ و ادب کرتے ہیں خود چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر ان کی تسلی کے لئے کشتی پر سوار ہوا اور اس مقام پر جہاں کہ فرنگیوں کی

کشتیاں لنگر انداز تھیں پہنچا۔
 بادشاہ فرنگیوں کی ایک بڑی کشتی میں داخل ہو گیا چونکہ بادشاہ
 کو آثارِ کمر کے معلوم ہوئے اس نے ارادہ کیا کہ واپس ہو بادشاہ فرنگیوں
 کی کشتی سے اپنی کشتی میں جانے کا ارادہ رکھتا ہی تھا کہ اہل فرنگ نے
 بجالاکا اپنی کشتی بٹالی بادشاہ اپنی کشتی میں نہ آسکا اور دریا میں گرا اور ایک
 غوطہ کھا کر پھر ابھر ایک فرنگی نے جہاں پر سے ایک نیزہ مار کر اس کے
 سر کو زخمی کر دیا اور اس مرتبہ بادشاہ ایسا ڈوبا کہ پھر نہ ابھر سکا گجراتی لشکر
 یہ حالت دیکھ کر احمدا آباد واپس آیا اور بہن در دیب ماہ رمضان المبارک
 ۹۴۳ھ میں فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

سلطان بہادر کی مدتِ حکومت پندرہ سال تین ماہ ہیں مؤلف
 تاریخ بہادر شاہی نے اپنی کتاب کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے چونکہ
 مؤلف کو کتاب کی اصلاح کا موقع نہ ملا اس لئے بیشاغلطیان کتاب مذکور میں موجود
 ہیں جن کی وجہ سے کتاب پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

عزیز حکومت | سلطان بہادر فوت ہوا امیران گجرات معتمد و مہجہاں
 والدہ سلطان بہادر کے بہن در دیب سے احمد آباد میں
 محمد شاہ فاروقی | آئے اثناء راہ میں معتمد و مہجہاں کو معلوم ہوا کہ محمد زمان میرزا
 جس کو سلطان بہادر نے ضعف و انتشارِ سلطنت کے عالم میں دہلی والا ہوا
 کی جانب روانہ کیا تھا ماکہ سلطنت ہندوستان میں خلل پیدا کر کے
 مغلوں کو پریشان خاطر کرے اب لاہور سے واپس ہو کر احمد آباد میں
 وارد ہوا ہے محمد زمان میرزا کو سلطان بہادر کے فوت کی خبر معلوم ہوئی
 اور بجد گریہ و زاری کی اور اظہارِ افسوس کے بعد لباس ماتم پہن کر اب
 بغرض اداے تعزیت آتا ہے۔

چند روز کے بعد محمد زمان میرزا لشکر گاہ میں آیا معتمد و مہجہاں نے
 جو کچھ کہ اس وقت ممکن ہو سکتا تھا اسبابِ بہانی محمد زمان میرزا کے پاس
 بھیجا اور لباس تعزیت کو تبدیل کر دیا محمد زمان میرزا نے اپنی سعادت مندی

مخدومہ جہاں کی یہ فرانبرداری کی کہ کوچ کے وقت مع اپنے ملازمین کی جمعیت کے گجرات کے خزانہ پر حملہ آور ہو، ہوصات سو صدوق طلا خزانہ سے بھال کر خود ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا اس کے بعد بارہ ہزار مغل و ہندوستانی سپاہ اس نے جمع کی۔

گجراتی امیر اس جدید فتنہ سے مضطرب ہوئے اور شاہ کے معین کرنے میں باہم مشورت کرنے لگے میراں محمد شاہ فاروقی سلطان بہادر کا بھانجہ تھا اور سلطان بہادر نے اپنی مدت حیات میں بارہا اس کی ولیعہدی کی جانب اشارہ بھی کیا تھا تمام امیروں نے حسب تجویز مخدومہ جہاں اس کی فرمانروائی کے لئے اپنی رضا مندی ظاہر کی اور غائبانہ ملک میں اس کے نام کا سکھ و خطبہ جاری ہوا امیران گجرات نے ایک شخص کو میراں محمد شاہ فاروقی کی طلب میں قاصد روانہ کیا اور علاء الملک کو بیشمار لشکر کے ساتھ محمد زماں میرزا کی مدافعت کے لئے نافر دیکھا محمد زماں میرزا جو عیش و دست و فراغت طلب تھا قدرے جنگ کے بعد میدان جنگ سے فراری ہو کر ولایت سندھ میں داخل ہو گیا اس واقعہ کے بعد محمد زماں میرزا نے کوئی حصہ جنگ و جدال میں نہیں لیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی جس کو سلطان بہادر نے لشکر چغتائی کے تعاقب میں مالوہ بھیجا تھا خطبہ سلطنت کے ڈیرہ ماہ گذرنے کے بعد مالوہ میں اہل طبعی سے فوت ہوا۔

ذکر سلطنت سلطان محمود بن لطیف خاں بن سلطان مظفر گجراتی میراں محمد شاہ فوت ہوا اور کوئی وارث تخت و تاج بجز محمود خاں بن شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر کے باقی نہ رہ گیا محمود خاں چونکہ مدعی سلطنت تھا اس لئے حسب الحکم سلطان بہادر وطن سے دور برہانپور میں میراں محمد شاہ کے پاس مقید تھا امرائے اختیار خاں کو محمود خاں کی طلب میں روانہ کیا میراں مبارک برادر میراں محمد شاہ نے محمود خاں کے روانہ کرنے میں تامل کیا امیران گجرات نے لشکر ترتیب دیکر برہانپور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا میراں مبارک شاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور

اس نے محمود خاں کو گجرات روانہ کیا چنانچہ ارکان دولت نے دس ذی الحجہ ۹۲۴ھ میں محمود خاں کو تخت سلطنت پر بٹھا کر سلطان محمود کے خطاب سے مشہور کیا اختیار خاں صاحب اقتدار ہوا اور مہات مملکت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔

چند ماہ گزرنے کے بعد ۹۲۵ھ میں امرا میں باہم خانہ جنگی ہوئی دریا خاں و عماد الملک نے اتفاق کر کے اختیار خاں کو قتل کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عماد الملک امیر الامرا در دریا خاں وزیر مقرر ہوئے آخر سال ان ہر دو امرا میں خود بھی مخالفت پیدا ہو گئی دریا خاں سلطان محمود کو فکار کے بہانہ سے شہر کے باہر لے گیا اور محمد آباد جینانیر کی طرف روانہ ہوا عماد الملک نے بیشمار لشکر جمع کیا اور محمد آباد و جینانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ دو تین منزل کوچ کرنے کے بعد سپاہیان گجرات پاؤں اس کے کہ عماد الملک سے معقول قیمتیں حاصل کر چکے تھے اس سے علاحدہ ہو کر بادشاہ سے مل گئے عماد الملک اضطراب کے عالم میں صلح پر راضی ہو گیا اور یہ امر قرار پایا کہ عماد الملک اپنی جاگیر سرم گاؤں اور سورت جائے اور بادشاہ احمد آباد کی طرف مراجعت کرے۔

۹۲۷ھ میں دریا خاں نے عماد الملک کے استیصال کی غرض سے سلطان محمود کو مع ایک جہاز لشکر کے اپنے ہمراہ لیا اور سورت روانہ ہوا عماد الملک جنگ کے بعد میدان سے فراری ہوا اور میراں مبارک حاکم امیر کے پاس پناہ لی میراں مبارک از روئے حمیت اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور لشکر گجرات سے جنگ کرنے کے بعد شکست پاکر امیر واپس آیا عماد الملک نے اب ملو خاں الخطاب قادر شاہ حاکم مالوہ کے دامن میں پناہ لی سلطان محمود شاہ نے خاندیس میں قیام کیا اور خارتگری میں مشغول ہوا میراں مبارک شاہ نے اکابر وقت کو درمیان میں ڈالا اور صلح کے بعد سلطان محمود کی ملازمت حاصل کی۔

دریا خاں عماد الملک کے جانے کے بعد قوت پاکر قومی دل ہوا اور تمام مہات ملکی دامالی کو اپنے قبضہ میں لیکر کسی امیر کو امور سلطنت

میں مداخلت نہ کرنے دیتا تھا۔ دریا کا اقتدار رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ اس نے سلطان محمود شاہ کو شاہ شطرنج بنادیا اور خود حکمرانی کرنے لگا۔ سلطان محمود ایک شب کو جرجیو کبوتر باز کے ہمراہ تلوار کا احمد آباد سے باہر آکر عالم خاں لودھی جس کی جاگیر میں دولقہ اور دنہ و فہتسا پاس آیا عالم خاں لودھی نے بادشاہ کی بے حد تعظیم کی اور اپنے لشکر کو جمع کیا چار ہزار سوار اس کے گرد فراہم ہو گئے دریا خاں غوری نے محافظاں اور دیگر اعزاء کے اغوا سے ایک طفل مجہول نسب کو نظر ثناء کے نام سے موسوم کر کے بادشاہ بنادیا اور تمام امر کو جاگیر و خطاب کے اضافہ سے مطمئن کر کے اپنا ہم خیال بنایا عالم خاں لودھی نے سلطان محمود کو ایک جرات لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں چھوڑا اور خود حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔

لودھی امیر نے حملہ اول ہی میں دریا خاں غوری کو شکست دیکر اس کی فوج خاصہ پر دھاوا کیا اور اس حملہ میں بھی جرات و مردانگی سے کام لیکر سحر کے جنگ سے صحیح و سالم نکل آیا۔

عالم خاں کے ہمراہ پانچ سوار باقی رہ گئے اور وہ اپنے مال کار میں پریشان تھا لیکن وقتاً اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ حملہ اول میں دریا خاں غوری کے مقدمہ لشکر کے سپاہی احمد آباد فراری ہو گئے ہیں گمان غالب یہ ہے کہ دریا خاں کی شکست کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی ہوگی جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد شہر پہنچنا چاہئے۔

عالم خاں شہر میں داخل ہوا اور قعر شاہی میں پہنچ کر اس نے اپنے کو تختہ ظاہر کیا۔ ابالی احمد آباد اس واقعہ سے ایک لحظہ پیشتر ہی دریا خاں کے مقدمہ لشکر کو پریشان و فراری دیکھ چکے تھے اس کو غوری امیر کی شکست کا یقین آگیا اور گجراتیوں کی ایک جماعت عالم خاں کے گرد جمع ہو گئی۔ لودھی امیر نے حکم دیا کہ دریا خاں غوری کا مکان لوٹ لیں اور شہر کے دروازوں کو مستحکم کر دیں۔ عالم خاں نے قاصد

سلطان محمود کی خدمت میں روانہ کر کے اس کو طلب کیا۔
 دریا خاں غوری فتح کے بعد اپنی منزل ہی میں مقیم تھا کہ قاصدوں
 نے احمد آباد سے آکر دریا خاں کو ان واقعات سے مطلع کیا دریا خاں نے
 یہ سچاں احمد آباد کا رخ کیا چونکہ امیروں کے اہل و عیال شہر میں تھے
 اکثر امیر دریا خاں سے جدا ہو کر عالم خاں لودھی کے گرد جمع ہو گئے اور
 اس وقت سلطان محمود بھی شہر میں داخل ہوا دریا خاں غوری نے اس
 خبر کو سنا اور فرامی ہو کر برہانپور کی راہ لی دریا خاں غوری برہانپور میں
 بھی قیام نہ کر سکا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔

شیر شاہ نے اس کے ساتھ بچہ رعیت کی دریا خاں غوری کے
 جانے کے بعد عالم خاں خدمت وزارت پر فائز ہوا عالم خاں بھی اپنے کمال
 غرور کی وجہ سے چاہتا تھا کہ دریا خاں غوری کی طرح بادشاہ کے ساتھ
 سلوک کرے سلطان محمود نے امیروں کو اپنا ہم خیال بنالیا اور عالم خاں
 کی گرفتاری کا ارادہ کیا عالم خاں بھی ہوشیار ہو گیا اور شیر شاہ کے پاس
 چلا گیا شیر شاہ نے اس پر بچہ ہی نوازش و عنایت کی۔

سلطان محمود باغی امیروں کی طرف سے مطمئن ہوا اور بادشاہ نے
 انتظام سلطنت اور کثرت زراعت اور تربیت و تسلی سپاہ کی جانب توجہ
 فرمائی بادشاہ کی توجہ سے قلیل مدت میں ولایت گجرات دوبارہ اپنی
 اصلی حالت پر آگئی بادشاہ نے امرا و اکابر و اعیان شہر کے ساتھ عمدہ
 سلوک کئے اور احمد آباد سے بارہ کوس کی مسافت پر ایک شہر محمود آباد
 کے نام سے آباد کیا لیکن یہ شہر اتنا کم کو نہ پہنچا تھا کہ بادشاہ نے وفات
 پائی۔

سلطان محمود کے عہد میں ساحل بحر عمان پر ۹۴۹ء میں زیر انتظام خضفہ
 آقا غلام ترک الخاں طلب یہ خداوند خاں کے اہتمام میں ایک قلعہ تعمیر
 کیا گیا۔ قبل اس کے کہ قلعہ تیار نہ ہوا تھا فرنگی ہر طرح کی
 تکلیف سورت کے مسلمانوں کو پہنچاتے تھے سلطان محمود نے

خداوند خاں کو یہاں کی حکومت عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ سورت میں قلعہ تیار کیا جائے خداوند خاں حسب احکم قلعہ سے تعمیر کرائے میں مشغول ہو گیا اس زمانہ میں چند مرتبہ فرنگی کشتیوں پر سوار ہو کر بقصد مانعیت سورت میں آئے اور سخت جنگ کے بعد ہر مرتبہ فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ قلعہ سورت ایک مستحکم حصار ہے جو دو طرف خشکی سے متصل ہے جہاں خندق بنی ہوئی ہے خندق کا عرض بیس گز ہے خندق ہر وقت پانی سے ہر دو جانب بھری رہتی ہے خندق کی دیواروں کو پتھر اور چونہ سے بنایا گیا ہے عرض ان دیواروں کا پچیس گز اور بلندی بیس زرع ہے سب سے زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ پتھروں کو فولادی کڑوں سے مستحکم کر کے سیسہ گھلا کر اس کے سوراخوں اور درزوں میں بھردیا ہے سنگ اندازی اس طریقہ سے کی ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا جب لڑائی سے مقصد حاصل نہ ہوا نرمی اور صلح سے پیش آنے لگے اور خداوند خاں کو ایک رتم ادا کرنے لگے تاکہ رشوت ستانی سے حصار کی تعمیر میں خلل اندازی کریں یہ کاروائی بھی موثر نہ ہوئی اور فرنگیوں نے کہا کہ اگر تم اس امر کو قبول نہیں کرتے ہو تو چنکندی کو بطریق پرہنگل نہ تعمیر کرو جو رتم ہم نے قلعہ نہ تعمیر کرنے کے لئے تم کو دی تھی وہی رتم اس التماس کے قبول کرنے کے بعد بھی تمہاری خدمت میں پیش کریں گے خداوند خاں نے جواب دیا کہ بادشاہ کی عنایت سے مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے میرا یہ عین منشا ہے کہ میں تمہاری خواہش کے برعکس جو کنہی بنا کر اپنے لئے ثواب جمیل حاصل کروں خداوند خاں نے بیشمار توپ و ضرب زن جو روسیوں کا اندوختہ جو ناگدھ میں تھیں اور جن کو سلیمانی کہتے تھے طلب کیا اور قلعہ سورت میں جا بجا نصب کر کے قلعہ کو مستحکم کر دیا۔

۹۹۱ء کے ابتدائی زمانہ تک سلطان محمود استھلال کے ساتھ حکومت کرتا رہا اور کسی جانب اس کا کوئی مخالف دشمن نہ رہا اسی سال سلطان محمود کا

ایک خادم برہان نام جس نے اپنے کو صفات حسنہ سے متصف کر کے مخلوقات پر ظاہر کر دیا تھا اور اکثر اوقات عبادات میں مشغول رہتا تھا اور شکار کے وقت سلطان کے ہمراہ نماز میں امامت بھی کرتا تھا سلطان کے قتل پر مستعد ہوا۔

تفصیل اس اجال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود ثانی نے ایک تقصیر کی بنا پر اس کو دیواریں چنوا دیا تھا لیکن اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا قیل مدت کے بعد بادشاہ اس طرف سے گذر رہا ہوا ہنوز زندہ تھا بادشاہ کی جانب اس نے نگاہ کی اور حشیم دابر کی حرکت سے سلام کیا بادشاہ کو اس پر رحم آگیا اور اس کی تقصیر معاف کر دی اور اس عذاب سے نجات دلوائی چونکہ اس کے اعضاء نے زخموں سے بید نہ کیے پانی تھی ایک عرصہ تک اس کے جسم پر صرہ لگا کر اس کو روئی کے گائے میں با احتیاط رکھتے تھے برہان نے صحت پائی اور بادشاہ کا بار دگر مقرب ہو گیا لیکن بادشاہ کی جانب سے کہیں اس کے دل میں باقی رہا اتفاق سے شکار گاہ میں اس سے دوبارہ گناہ و غلطی سرزد ہوئی

سلطان محمود نے اس دفعہ بھی اس کو گالیاں دیں اور نہایت شدت سے تہدید کی بادشاہ شکار گاہ سے واپس ہوا اور قریب شام غسل کر کے مسکرات کا استعمال اپنی خواہش سے زیادہ کیا اور پلنگ پر استراحت کے لئے دراز ہوا سلطان محمود نے بیس آدمیوں کو جو شیر سے جنگ کر کے اس پر غالب آئے تھے اور شیر کش کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے برہان کے سپرد کر دیا تھا تاکہ شکار گاہ و نازک مقامات پر بادشاہ کے ہمراہ رہیں برہان نے ان کو امارت و مناصب بزرگ کے وعدے پر اپنے ساتھ متفق کر لیا اور دقت فرصت کا منتظر رہا برہان اس روز بادشاہ کی بے اعتدالی سے واقف ہوا اور اپنے بھانجہ دولت نام کو جو بادشاہ کے قریب خدمت پر مامور تھا اس سے بادشاہ کے قتل کے بارے میں شورہ کیا دولت راضی ہو گیا اور بادشاہ کے سر کے بالوں کو

خشب کرنے کے بہانہ سے جو بے انتہا بڑے تختے آگے بڑھا اور بادشاہ کے بالوں کو ہاتھ سے پکڑ کر نیچا دولت نے بادشاہ کو کمال بے نیبری کے عالم میں پایا دولت نے اس کے سر کے بالوں کو پلنگ کی لکڑی سے خوب مضبوط باندھ دیا اور بلو شاہ کی شیشیر خاصہ کو خلاف سے بھا لکر اس کے حلقوم پر رکھا بادشاہ ہوشیار ہوا اور اٹھنے کا قصد کیا چونکہ بادشاہ کے سر کے بال پلنگ کی لکڑی سے مضبوط بندھے ہوئے تھے اس لئے بادشاہ اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکا بادشاہ نے دفع معصرت کے لحاظ سے اپنے دونوں ہاتھوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ دیا بادشاہ کے دونوں ہاتھ بھی گلے کے ساتھ کٹ گئے جس وقت دولت اپنے کام سے فارغ ہو گیا برہان جو دروازہ کے قریب کھڑا ہوا تھا شعبہ بازی و مکاری کے ساتھ اندر داخل ہوا برہان نے خیال کیا کہ اگر بعض امیروں کو بھی قتل کر ڈالے گا تو یقیناً سلطنت اس کے ہاتھ آ جائے گی برہان کھلم بکھلم باہر آکر بادشاہ کا حکم پہنچانے لگا اول حکم جو اس نے بادشاہ کی جانب سے دیا یہ تھا کہ مغنیان باوا زبند کاٹیں دو سر اٹھم یہ تھا کہ دس آدمی شیر کشش بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔

برہان نے شیر کشش جو کیداروں کو اس بہانہ سے اندر بلا لیا اور ہتیاران کو دیگر مناسب مقام پر کھڑا کر دیا چنانچہ نصف شب گزری تھی کہ غضنفر آقا ترک الما طلب بچد اوند خاں اور آصف خاں وزیر حاضر ہوئے برہان ہر دو کو خلوت میں لے گیا اور قتل کر ڈالا اور اسی طرح دو دیگر مقتدر امرا کو بھی طلب کر کے ان کو بھی قتل کر ڈالا برہان نے اپنے قاصدوں کو اعتماد خاں کے پاس بھیج کر اس کو طلب کیا اعتماد خاں نے دل میں سوچا کہ بادشاہ ہرگز ایسے وقت میں ہمارے ایسے ارکین سلطنت کو نہیں طلب کرتا ہے اس میں شاید کوئی راز نہ ہو اسی اثناء میں ایک دوسرا آدمی اعتماد خاں کو بلانے کے لئے آیا اعتماد خاں کا خدشہ اور زیادہ بڑھ گیا اعتماد خاں نہ گیا۔

برہان نے عبد الصمد شیرازی الما طلب برافضل خاں کو بلا کر کہا کہ بادشاہ غضنفر آقا ترک الما طلب برافضل خاں سے رنجیدہ ہو گیا ہے

اور تجھ کو طلب کیا ہے تاکہ تجھ کو خداوند خاں کا قائم مقام بنائے یہ خلعت وزارت تیرے لئے بادشاہ نے بھیجا ہے عبدالصمد شیرازی الخاطب یہ افضل خاں نے کہا کہ جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھ لوں گا خلعت ایسے جلیل القدر عہدے کا نہ پہنوں گا برہان نے بے حد مبالغہ کے ساتھ اصرار کیا عبدالصمد شیرازی الخاطب بہ افضل خاں نے ایک ہاتھ آستین میں ڈالا اور بادشاہ کے سر کی قسم کھا کر کہا کہ دوسرا ہاتھ آستین میں نہ ڈالوں گا جب تک کہ بادشاہ کی صورت نہ دیکھ لوں گا عبدالصمد کو اس مقام پر جہاں بادشاہ کی لاش پڑی ہوئی تھی لے آیا اور کہا کہ بادشاہ و وزیر و امیر سب کا میں نے کام تمام کیا اور تجھ کو وزیر کر کے اختیارات کلی و جزوی تیرے سپرد کرتا ہوں عبدالصمد نے گالیاں دینی شروع کیں اور آواز بلند کی اس ناپاک نے عبدالصمد کو بھی جو پیر ہفتا دس سالہ تھا شہید کر ڈالا برہان نے سرکش سپاہی اور اوباشوں کو جو اس شب میں وہاں حاضر تھے خطاب دیکر امارت کا امیدوار کیا اور تخت پر بیٹھ کر صبح تک زرخشنی میں مشغول رہا برہان شاہی طویلہ کے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو اوباش لوگوں پر تقسیم کر کے قوی دل ہو گیا۔

لیکن بادشاہ کی شہادت کی خبر منتشر ہو گئی حماد الملک ترک پدر چنگیز خاں اور لغ خاں حبشی اور دیگر امیرہ اتفاق کے ساتھ اکٹھا ہو کر برہان پر حملہ آور ہوئے اور برہان کا فرہمت چتر سر پر رکھ کر مع اپنی جمعیت کے ان امیروں کے مقابلہ میں آیا اور پہلے ہی حملہ میں تباہ ہو گیا برہان کو شیردان خاں نے قتل کیا اس کے بعد رسمی اس کے پاؤں میں باندھ کر محلات اور بازار میں تشہیر کرایا گیا مدت سلطنت سلطان محمود شاہ ثانی کی اٹھارہ سال دو ماہ چاند روز ہیں اتفاق سے اسی زمانہ میں سلیم شاہ بن خیر شاہ حاکم دہلی و نظام الملک بھری حاکم احمد نگر بھی ۹۶۱ھ میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہوئے۔

سلطان محمود ثانی نیک نیت و پندیدہ اطوار فرمانروا تھا۔

اکثر اوقات علما و فضلا کی صحبت میں بسر کرتا تھا اور قبرک ایام مانند روز مہمود و وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے آپا و جداد کے ایام وفات اور دوسرے تبرک ایام میں فسترا و مساکین و مستحقین کو کھانا تقسیم کرتا تھا اور خود طشت و آفتابہ ہاتھ میں لیکر تمام حاضرین کے ہاتھ دھلاتا تھا اور پارچہ وغیرہ جو اس کے لباس کے لئے مقرر تھا پہلے ان اشیا میں سے فقرا کے لئے دتار و جامہ بنا دیتا تھا۔

سلطان محمود ثانی نے اب کہا رندی کے کنارے ایک آہو خانہ بنایا جس کی دیوار طول میں سات کوس تھی اس آہو خانہ کے عمارات عمدہ و خوب اور فرحت افزا باغات نصب کرائے اور باغبانی کی خدمت پر صاحب جلال عورتیں مقرر کی گئیں بادشاہ نے جملہ اقسام کے جانور اس آہو خانہ میں چھوڑ دیئے تھے جو توالد اور تناسل کیوجہ سے بکثرت ہو گئے تھے۔

سلطان محمود ثانی صحبت عورات کا بے حد حریص تھا اکثر اوقات اپنے تمام حرم کے ساتھ اس شکار گاہ میں شکار کھیلتا اور چوگان بازی کرتا تھا اور رخت جو اس چہار دیواری کے اندر تھے ان کو سبز اور سرخ مخمل سے لپیٹا دیتا تھا کہتے ہیں کہ سلطان محمود ثانی کے کوئی فرزند نہ تھا اگر اس کی حرم میں کوئی عورت حاملہ ہوتی تو بادشاہ اس کے اسقاط حمل کا حکم دیتا تھا اعتماد خاں سلطان محمود ثانی کا ہندی غلام تھا اور سلطان کو اس پر پورا اعتماد تھا اعتماد خاں کو اپنے حرم ہر میں داخل ہونے کی اجازت دیکر آرایش عملات کے انتظام کو اس کے حوالہ فرما دیا تھا اعتماد خاں نے بنظر احتیاط کا فور کھا کر اپنی قوت رجوت کو زائل کر دیا تھا چونکہ گجرات میں عورات کا مزارات پر جانا اور ہر بہانہ سے لوگوں کے گھروں پر جمع ہونے کا بہت رواج ہو گیا تھا اور فسق و فجور بہمنزلہ رسم و عادت کے ہو گیا جس کی قباحت معترض بیان میں نہیں لائی جا سکتی سلطان محمود نے ان مراسم کو ادا کرنے کی طاقت کی اداران اشخاص کے امتحان کی غرض سے بادشاہ مہمبول لوگوں کو ان کے

بلانے کے لئے روانہ کرتا تھا جس وقت یہ لوگ آتے تھے اس وقت ان کو سزا دیتا تھا بادشاہ کی اس سیاست سے ان امور کا قطعی سدباب ہو گیا۔

ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ ثانی نے وفات پائی اس کا کوئی فرزند موجود نہ تھا اعتماد خاں نے آتش فساد کی تسکین کی غرض سے سلطان شاہ کی اولاد میں سے ایک کمسن لڑکے کو جس کا

رضی الملک نام تھا میراں سید مبارک بخاری اور دیگر امرا کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھا دیا اور سلطان احمد شاہ کے خطاب سے موسوم کیا۔

اعتماد خاں نے بہت سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور احمد شاہ شاہ طرغ بنا دیا۔ پانچ سال اسی حالت میں گزر گئے احمد شاہ کو تاب نہ رہی اور احمد آباد سے سید مبارک بخاری کے پاس جو ایک مقتدر امیر تھا گیا اسی بنا پر موسلی خاں فولادی اور سادات خاں اور عالم خاں لودھی و دیگر امرا اس کے گرد جمع ہو گئے۔

اعتماد خاں عماد الملک پر جنگ خاں والے خاں و جہاز خاں حبشی اور اختیار الملک اور دیگر امیران ہجرات کے اتفاق سے مع توپخانہ سید مبارک خاں کی طرف چلا سید مبارک کے پاس یہ نسبت اعتماد خاں کے فوج بہت کم تھی لیکن سید مبارک خاں جنگ کے لئے میدان میں آیا اسی اثناء میں توپ کا ایک گولہ سید مبارک خاں کے لگا جس کی وجہ سے یہ فوت ہو گیا سلطان احمد ثانی شکست کھا کر بھاگا اور چند روز جنگ میں سرگرداں پھرتا رہا آخر کار اعتماد خاں کے پاس آیا اور اعتماد خاں نے وہی قدیم سلوک اس کے ساتھ کیا اور کئی شخص کو اس کے پاس جانے نہیں دیتا تھا۔

اسی دوران میں عماد الملک اور تاتار خاں غوری اعتماد خاں کے گھر پر آئے اور توپیں لگا کر سر کرنا شروع کر دیں اعتماد خاں

تاب نہ لایا اور پال کی طرف جو محمد آباد جینا نیر کے نواح میں ہے
 فرار ہی ہو گیا اعتماد خاں نے لشکر فراہم کیا اور قریب تھا کہ فریقین
 میں جنگ ہو جائے لیکن بعض اشخاص نے درمیان میں آکر صلح کرادی
 اور امر و کالت کو بدستور قدیم اعتماد خاں پر بحال رکھا ولایت بہروج
 اور محمد آباد جینا نیر اور نادوت اور دیگر پرگنات کو جواب جہند رخی اور
 تربد کے درمیان میں واقع ہیں عماد الملک کی جاگیر میں دئے گئے
 اور ایک ہزار پانچ سو سوار کے مقابل جاگیر خاصہ سلطان احمد شاہ ثانی
 کے لئے مقرر کی گئی سلطان احمد اس مرتبہ بھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے علانیہ اپنے
 ہم نشینوں سے اعتماد خاں کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا کرتا تھا اور
 اپنی کم سخی کی وجہ سے درخت کیلہ کو تلوار سے دو ٹکڑے کرتا اور کہتا تھا
 کہ اعتماد خاں کو اسی صورت سے دو پارہ کروں گا اعتماد خاں ان حالات
 سے واقف ہو گیا اور پیشہ سنی کر کے ایک دن شب میں سلطان احمد شاہ
 ثانی کو قتل کر ڈالا اور اس کے جسم کو قلعہ کی دیوار سے وجیہ الملک کے
 گھر کے مقابل دریا کی جانب پھینک دیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ سلطان
 احمد ایک لونڈی کے لئے وجیہ الملک کے گھر گھس گیا تھا نادانانہ قتل ہو گیا
 بدست حکومت اس کی آٹھ سال ہے۔

ذکر شاہی سلطان محمد شاہ کے آخر میں اعتماد خاں ایک لڑکے کو لے کر
 مظفر شاہ ثانی بن امراء گجرات کی مجلس میں آیا اور تقسیم کہنے لگا کہ یہ لڑکا
 محمود شاہ ثانی گجراتی سلطان محمود ثانی کا فرزند ہے جس وقت اس کی ماں حاملہ
 تھی بادشاہ نے میرے سپرد کر دیا تاکہ اسقاط حمل کرادوں
 چوں کہ زمانہ حمل کو پانچ ماہ گزر چکے تھے میں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی
 امرامجبور ہو چکے تھے انھوں نے اس لڑکے کو بادشاہ تسلیم کیا اور تمام ملک
 کو اپنے گروہ میں تقسیم کر کے کمال استقلال پیدا کر لیا ولایت پٹن تا پرگنات
 گدنی موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے قبضہ میں آئی اور رادھن پور
 اور تروارہ اور مورچپور اور دوسرے پرگنوں پر فتح خاں بلوچ قابض ہو گیا

اور وہ پر گئے جواب سا برمتی اور مہندری کے درمیان میں ہیں۔ یہ اعتماد خاں کی جاگیر میں آئے بندر سورت اور نادوت اور محمد آباد جینا نیر پر ترکی غلام چنگیز خاں بن عماد الملک قابض ہو گیا چنگیز خاں کے بھانجے و تھم خاں کو بہر و ج جاگیر میں ملا اور وہ اور وند و قدید میراں ولد سید بخاری کی جاگیر میں مقرر ہوئے اور سورت امین خاں غوری کی جاگیر میں دیا گیا امین خاں غوری گجراتی امیروں کے اتفاق سے کنارہ کش ہو گیا اعتماد خاں سلطان مظفر کو اپنا قیدی جانتا تھا اور اس کو دربار کے روز محض برائے بیت تخت پر بٹھلا کر خود اس کے عقب میں بیٹھتا تھا امر اسلام کو حاضر ہوتے تھے چند روز اسی طریق سے گذر گئے چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی تہنیت و مبارک باد سلطنت کے لئے احمد آباد آئے اس واقعہ کے ایک سال کے بعد فتح خاں شیر خاں فولادی میں جن کی جاگیر کی سرحدیں ملی ہوئی تھیں باہم مخالفت پیدا ہوئی فتح خاں شکست کھانکر اعتماد خاں کے پاس آیا اعتماد خاں اس امر سے بیحد غصہ ہوا اور لشکر جمع کر کے غلبہ کے ساتھ فولادیوں پر حملہ آور ہوا فولادیوں نے قلعہ پٹن میں محصور ہو کر عجز و ندامت کا اظہار کیا اعتماد خاں نے قبول نہ کیا اور محاصرہ میں کو تش کرنے لگا چونکہ افغانان فولادی بیحد عاجز اور تنگ آ گئے تھے کس نوجوانوں کی ایک جماعت موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ جب حریف ہمارے عجز و انگار کو قبول نہیں کرتے تو اب بجز جنگ کرنے اور جان دینے کے اور کیا چارہ کار ہے پس تقریباً پانچ سو اشخاص یکبارگی قلعہ کے باہر نکل آئے موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ جو تعداد میں تین ہزار سوار تھے مجبوراً قلعہ کے باہر نکل آئے اعتماد خاں مع لشکر گجرات کے جو تیس ہزار سے زیادہ تھا مقابلہ میں آیا اور صفیں درست کیں فولادیوں نے اعتماد خاں کی فوج خاصہ پر حملہ کر کے ان کو شکست دی سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام حاجی خاں جو اعتماد خاں کے لشکر کا بہترین فرد تھا فراری ہو کر فولادیوں کے پاس چلا گیا فولادیوں نے اعتماد خاں کو پیام دیا

حاجی خاں ہمارے پاس چلا آیا ہے مناسب یہ ہے اس کی جاگیر اس کو
 دید و اعتماد خاں نے اس پیام کو قبول نہ کیا اور کہا کہ وہ میرا نوکر تھا جب
 میرے پاس سے بھاگ کر چلا گیا تو میں اس کی جاگیر کیونکر دے سکتا ہوں
 موسیٰ خاں اور شیر خاں نے جمعیت فراہم کی اور حاجی خاں کی جاگیر میں
 داخل ہو کر قصبہ جو تھانہ میں مقیم ہوئے اعتماد خاں نے بھی لشکر فراہم
 کیا اور مقابلہ میں آیا فریقین چار ماہ تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقیم
 رہے آخر کار مورخہ آرائی ہوئی اعتماد خاں اس مرتبہ بھی شکست کھا کر
 بہروج میں چنگیز خاں کے پاس چلا گیا اور اس کو اپنی امداد کے لئے لے کر
 میدان میں آیا لیکن جنگ آذربائی کو بے کار سمجھ کر خلع کر لی اعتماد خاں
 حاجی خاں کی جاگیر کو واپس دیکر احمد آباد میں آیا ۔

چنگیز خاں نے بھی منتقل ہو کر اعتماد خاں کو پیام دیا کہ میں بھی خانہ
 اس خاندان کا ہوں اور حرم سلطانی کے جمیع امور سے واقف ہوں
 محمود شاہ ثالث کے کوئی فرزند نہ تھا اب اسی لڑکے کو تو نے مرحوم
 بادشاہ کا فرزند کہہ کر تخت نشینی کی کارروائی کی ہے اس کے کیا معنی ہیں
 کہ تو اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے ملازمین اس کی نگہبانی کرتے
 ہیں اور جب تک تو حاضر نہیں ہوتا کوئی شخص اس کے سلام کے لئے
 جاتا نہیں سکتا اگر وہ فی الحقیقت سلطان محمود کا فرزند ہے تو تجھ کو بھی لازم ہے
 کہ مثل تمام امرا و خاصہ بھیل تو ہی اس کی خدمت کرے اور جس وقت
 تمام امرا دربار میں بیٹھیں اس وقت تو بھی ان کی اتباع کرے ۔

اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میں نے جلوس کے دن امرا و اکابر
 شہر کے روبرو قسم کھائی ہے کہ یہ لڑکا سلطان محمود کا فرزند ہے اور
 اکابر نے میرے قول پر اعتماد کر کے تاج شاہی اس کے سر پر رکھا اور
 بیعت کی تو بھی عوام کی طرح مجھ سے لایینی سوالات کرتا ہے تجھ کو یہ خبر
 معلوم ہے کہ یہ نسبت دیگر امرا کے میری عزت و وقعت جنت آشیانی
 کی حضور میں زائد تھی تو اس زمانہ میں بچہ تھا ہاں اگر تیرا باپ عار الملک شاہی

دندہ ہوتا تو میرے قول کی تصدیق کرتا یہ جوان جس نے حال میں تخت سلطنت پر جلوس کیا ہے میرا اور تیرا ولی نعمت ہے تیری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کرو اور جس طرح سے کہ تیرا باپ اس کے باپ کی خدمت کرتا تھا تو بھی اس کی خدمت کرتا کہ دین و دنیا میں سرخرو ہو۔

شیر خاں فولادی اس سوال و جواب سے واقف ہوا اور چنگیز خاں کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم چند روز تک صبر کرو اور طریق صلح کو ہاتھ سے نہ دوسند عالی سے بلا وجہ اظہار مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے چونکہ چنگیز خاں قصبہ برودرہ کو اپنی جاگیر میں لینے کا خواہاں تھا اس نے شیر خاں کے خط کے مضمون پر عمل نہ کیا اور اعتماد خاں کو یہ پیام دیا کہ اگرچہ میرے پاس سپاہی بچہ ہو گئے ہیں لیکن حقیر و مختصر گروہ جو میرے قبضہ میں ہے حریف کی جماعت کے لئے کافی نہیں ہے چونکہ امور سلطنت کی منتظم سند عالی کی رائے کے سپرد ہے لہذا آپ اس بارے میں غور و فکر فرمائیں کہ کیا کارروائی کی جائے اعتماد خاں کا یہ نشانہ تھا کہ چنگیز خاں اور حکام میں مخالفت پیدا کر دی تاکہ برہانپور کی فرمانروائی کے خیال سے ان حدود کا ارادہ نہ کرے اس بناء پر اعتماد خاں نے جواب میں چنگیز خاں کو لکھا کہ قصبہ ندر بار عیشہ گجراتی امیروں کے قبضہ میں رہا جس زمانہ میں سلطان محمود ثانی میراں مبارک کے زیر نگرانی قلعہ آلیہ میں مقیم تھا سلطان مرحوم نے میراں مبارک شاہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خداوند گجرات کی عنان حکومت میرے حوالہ فرمادے تو میں قصبہ ندر بار تجھ کو انعام میں دوں گا سلطان شہید نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا اور ایسائے وعدہ کے لحاظ سے قصبہ ندر بار میراں مبارک شاہ کو دیدیا تھا اب سلطان شہید ہو گیا اور میراں مبارک شاہ بھی فوت ہو چکا صلاح یہ ہے کہ تم مع اپنے لشکر کے ندر بار جاؤ اور قصبہ ندر بار پر اضافہ علف و کھل کے لحاظ سے قابض ہوتا کہ ان امور کے

بارے میں آئندہ اصل واقعات پر فکر کی جاسکے۔
 چنگیز خاں اعتماد خاں کے فریب میں مبتلا ہو گیا اور لشکر کی فراہمی و
 تیاری شروع کر دی ۹۷۷ء میں چنگیز خاں کوچ کر کے قصبہ نذر بار کی
 طرف روانہ ہوا اور قصبہ نذر بار پر قبضہ کر کے قدم کو آگے بڑھایا اور
 تھانیسر تک چلا گیا اتفاق سے اسی زمانہ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ محمد بن شاہ
 تغال خاں حاکم برار کے ہمراہ جنگ کے لئے آتا ہے چنگیز خاں مع اپنے لشکر
 کے ایک قطبہ زمین پر جو خراب و ناہموار تھا فروکش ہوا اور جس جانب
 زمین ہموار تھی اسی طرف اراہوں کو زنجیر سے باندھ دیا محمد شاہ اور
 تغال خاں مقابلہ میں آئے اور غروب آفتاب تک مع اپنے لشکر کے
 کھڑے رہے چنگیز خاں اپنے دائرہ سے باہر نہ آیا لیکن غرور و نخوت
 کی شامت نے اس کو ذلیل کیا اور رات کے وقت مع اپنے تمام لشکر
 کے فراری ہوا اور بہر وجہ وارد ہوا محمد شاہ فاروقی کو بے انتہا مال
 غنیمت ہاتھ آیا اور چنگیز خاں کا نذر بار تک تعاقب کر کے قصبہ نذر بار
 پر قابض ہوا

اسی اشار میں سلطان محمد میرزا کے چھ فرزند یعنی محمد حسین میرزا، الف
 میرزا، حسین میرزا، مسعود حسین میرزا، شاہ میرزا، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
 کے خوف سے فراری ہو کر سنبھل سے مالوے میں پناہ گزیں ہوئے ۹۷۷ء
 میں جلال الدین محمد اکبر کے لشکر نے مالوہ کی سرزمین پر قدم رکھا فراری شاہزادے کو علاج
 ہوئے اور چنگیز خاں سے مل گئے چنگیز خاں نے اپنی تقویت کے لئے غائبانہ میرزاؤں کو
 سلطان مظفر کے امرا میں داخل کر لیا اور چند برگئے اپنی جاگیر سے ان کو عنایت کئے چنگیز خاں
 نے اسی سال میرزاؤں کے اتفاق سے اعتماد خاں پر لشکر کشی کی اور قصبہ درودہ پر بیخبرگ کے قابض ہو گیا
 چنگیز خاں محمود آباد پہنچا اور اعتماد خاں کے پاس یہ پیام پہنچا
 کہ تمام عالم پر ظاہر ہے کہ شکست تھانیسر کا اصلی سبب تمہارا اتفاق ہے
 اگر تم خود میری مدد کے لئے اپنے لشکر کو روانہ کرتے تو ہرگز فراری ہونے
 کا محبوب دھبہ میرے دامن پر نہ آتا اب میں تمہیں دھماک باد

کے لئے احمد آباد آنا چاہتا ہوں اور یقین ہے کہ اگر تم شہر میں مقیم ہو گئے تو مخالفت و دشمنی پیدا ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ شہر سے باہر جا کر تمام امیروں کے مانند اپنی جاگیر میں سکونت اختیار کرو اور سلطان کو اپنی بابائی سے آزاد کرو تاکہ وہ اپنے مالک موروثی میں اپنی مرضی کے مطابق عمل و انتظام کرے۔

اعتماد خاں قبل پیام پہنچنے کے لشکر کا انتظام کر چکا تھا جب یہ پیام پہنچا تو سمجھ گیا کہ اس پیام آرائی سے کیا مقصد ہے اعتماد خاں مظفر شاہ کو مع چند اور سادات خاں بخاری اور اختیار الملک اور ملک شہرہ اور الغ خاں اور جہاز خاں اور سیف الملک کے ہمراہ شہر سے باہر لایا محوڈ آنا سے چھ کوس کی مسافت پر موضع کاوری میں فریقین کا مقابلہ ہوا اعتماد خاں کی نگاہ جنگیہ خاں کے لشکر پر پڑی چونکہ اس سے پیشتر میرزاؤں کی شجاعت و بہادری کا حال معلوم کر چکا تھا لہذا تمام سپاہ کو قابض ارواح سمجھ کر قبل اس کے کہ تلوار نبیالم سے باہر نکلے دو نگر پور کی طرف فراری ہوا اس حال کو دیکھ کر دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں پر آفریں کی اور ہر ایک کسی نہ کسی جانب فراری ہوا سادات خاں بخاری دندو قہ اور اختیار الملک معمور آباد چلے گئے اور الغ خاں اور جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیا اور احمد آباد آئے۔ جنگیہ خاں اپنی اس غیبی فتح کو دیکھ کر بہت خوش اور میوہ میں مقیم ہوا دوسرے دن صبح کو الغ خاں اور جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیا اور دروازہ کاپور سے نکل کر بیرپور اور معمور آباد کی طرف روانہ ہوئے جس وقت سلطان مظفر شہر کے باہر آیا جنگیہ خاں احمد آباد میں داخل ہوا اور اعتماد خاں کے مکان میں مقیم ہوا شیر خاں فولادی نے تصدیق کر لی کہ نواح میں یہ خبر سنی اور جنگیہ خاں کو پیام دیا کہ یہ تمام جاگیر اعتماد خاں کو مصارف سلطانی کی غرض سے دیکھنی تھی اب تو تنہا اس جاگیر پر قابض ہو گیا ہے یہ حرکت آئین ہرودت

درواہنگی خلاف ہے اور خود بشمار لشکر کے ساتھ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

چنگیز خاں نے دیکھا کہ اس وقت شیر خاں کی مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے۔ فریقین میں باہم یہ طے پایا کہ اب سا برہتی کے اس طرف جس قدر علاقہ ہے وہ تمھارا ہے اس وجہ سے بعض قریات احمد آباد کے یعنی عثمان پور اور خان پور وغیرہ شیر خاں سے متعلق ہوئے چنگیز خاں بلحاظ حسن خدمت کے میرزاؤں کی بھد عزت کرتا تھا۔

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ چونکہ اپنی اول نفع کے سبب سے دلیر ہو چکا تھا کجرات کے ممالک کو بادشاہ سے خالی پا کر اور امر کی باہمی مخالفت و دشمنی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اس مملکت کے ہمراہ جنگ کے ارادہ سے شہر کے باہر آیا میراں محمد شاہ کو شکست ہوئی اور پریشان دے سر و سامان الیہ پہنچا چونکہ یہ فتح میرزاؤں کے حسن سعی سے ہوئی تھی چنگیز خاں نے ان کی یہ عمدہ لجائی کی اور چند پر گئے مہموں آباد سرکار بہروج سے ان کی جاگیر میں دئے اور بلحاظ اس امر کے کہ یہ امیر سامان و اسباب ضروری بہم پہنچائیں ان کو ان کی جاگیر کی طرف نصبت کیا میرزا اپنی جاگیر میں آئے اور اوپاش و مفسدہ اشخاص ان کے گرد جمع ہو گئے شرف الدین حسین میرزا جو خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد اور جنت انشیا فی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کا داماد تھا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ سے منحرف ہو کر میرزاؤں سے اکرل گیا لہذا ان کے اخراجات کے لئے موجودہ جاگیر کافی نہ ہو سکی اور میرزا دیگر محالات پر بلا اجازت چنگیز خاں کے قابض ہو گئے یہ خبر چنگیز خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے تین ہزار جشی اور پانچ چھ ہزار کچراتیوں کو میرزاؤں کی جنگ پر معین کیا میرزاؤں نے چنگیز خاں کی فوج کو شکست دیکر کچھ سپاہی چنگیز خاں کے قتل کئے اور فراریوں کا تعاقب کیا میرزاؤں نے کجراتیوں اور جشیوں کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا

اس جماعت میں جو اشخاص کسن و بے ریش و بروت تھے ان کو اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا اور جن افراد کے ڈاڑھیاں تھیں ان کی ناک میں تیر پہنا کر اور ان کے ہاتھوں کو پشت سے باندھ کر ایک مدور لکڑی ان کی گردن میں ڈالی اور بذلت تمام ان کو رہا کر دیا مینرا اپنے اس فعل کی وجہ سے اس امر کو بخوبی جانتے تھے کہ چنگیز خاں خود ان سے لڑنے کے لئے آئے گا میرزاؤں نے علاج و تدبیر پیش از وقوع عمل کیا اور ہنوز چنگیز خاں نے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کی تھی کہ برادران حقیقی برہانپور کی طرف چلے گئے اور اس مملکت میں بھی دست اندازی شروع کی میرزا برہان پور سے ولایت مالوہ میں وارد ہوئے اور اس مملکت میں جو واقعات پیش آئے وہ تمام و کمال اکبر بادشاہ کے حالات میں ضمناً مرقوم ہو چکے ہیں۔

چونکہ الغ خاں اور جہاز خاں سلطان مظفر کے ہمراہ ولایت کانتہ میں جواب ہندری کے ٹوٹے ہوئے کناروں سے عبارت ہے ہمیشہ اس امر کے منتظر تھے کہ شاید اعتماد خاں خود آئے یا شیر خاں اپنے فرزند کو بھیج کر سلطان مظفر کو اپنے پاس بلا لے لیکن جب کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی تو سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لے کر دو نگر پور میں آئے اور اعتماد خاں کے سپرد کر دیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد الغ خاں وغیرہ نے اعتماد خاں سے اپنی فوج کے اخراجات کے لئے روپیہ طلب کیا اعتماد خاں نے جواب دیا کہ رقم جاگیر سے وصول ہوتی ہے وہ تم سب پر ظاہر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ سالانہ لکنا صرف ہوتا ہے یہ شہر بھی نہیں ہے کہ دوسرے اشخاص سے قرض لیکر دیا جائے اس جواب سے الغ خاں و دیگر حبشی امیر آزر رہے ہوئے چنگیز خاں اس امر سے واقف ہوا اور خطوط استمات ہر ایک کے نام بھیج کر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

الغ خاں و جہاز خاں اور سیف الملک و دیگر حبشی بلا اجازت

اعتماد خاں کے معمور آباد کی طرف روانہ ہوئے اور معمور آباد میں اختیار الملک
 گجراتی سے ملاقات کر کے تمام افراد نے بالاتفاق احمد آباد کا رخ کیا
 انغ خاں وغیرہ عرض کا کریہ پر جو احمد آباد کے قریب ہے پہنچے اور تمام
 افراد تبدیل لباس کی غرض سے سلطان محمود کے باغ میں مقیم ہوئے
 چنگیز خاں اسی وقت استقبال کے لئے گیا اور انغ خاں اور اختیار الملک
 اور دوسرے حبشی امیروں سے باغ میں ملاقات کی اور ان کی دلجوئی کی
 انغ خاں اور جہاز خاں سے کہا کہ تمام عالم پر ظاہر ہے کہ ہم سب سلطان
 محمود ثانی کے غلام و خانہ زاد ہیں اگر حکومت ہم میں سے کسی ایک کے
 پاس منتقل ہو جائے تو ہماری اس نسبت میں کوئی فرق واقع نہیں
 ہو سکتا اور ملاقات کی حالت میں اس نسبت کی رعایت مد نظر رکھنا
 لازمی ہے مناسب یہ ہے کہ بندہ ہائے سلطانی میں سے وہ افراد جو اپنی
 مزید خدمت کے اعتبار سے ممتاز ہیں اور اس وقت سب اس مجلس میں
 حاضر ہیں موجودہ وقت کے بعد جب کبھی ایک دوسرے کی ملاقات و
 سلام کی غرض سے آئیں تو حاجیان دروازہ ان کے مانع نہ ہوں۔
 چنگیز خاں نے ان کی تواضع کر کے اس امر کو قبول کیا اور تمام
 امیروں کو اپنے ہمراہ لیکر شہر میں آیا اور مکانات خالی کر کے ان کے
 حوالے کئے ایک مدت کے بعد ایک جاسوس انغ خاں کے پاس آیا اور
 خبر دی کہ چنگیز خاں تمہارا اور جہاز خاں کا دشمن ہے اور یہ امر قرار
 پایا ہے کہ ضعیف کو ستم کو اور جہاز خاں کو چوگان بازی کے میدان میں بلا کر
 غفلت کے عالم میں قتل کر ڈالے پس اگر چنگیز خاں گل کا کریہ کے
 سلاب پر چوگان بازی کے لئے گیا تو کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اس
 مقام پر جنگل بہت وسیع ہے اور انسان ہر طرف بھاگ سکتا ہے اور
 اگر بہرہ کے میدان میں جو قلعہ کے اندر ہے گیا تو البتہ اس کے لئے جان
 سمانا دشوار ہے مہوز جاسوس اس گفتگو سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ایک
 شخص چنگیز خاں کے پاس سے یہ پیام لے کر آیا کہ چنگیز خاں بعد دعا کے

کہتا ہے کہ کل میں چوگان بازی کے لئے میدان بہدر میں جاؤں گا آپ لوگ علی الصباح حاضر ہو جائیں ۔

الغ خاں اس خبر کو شکر متردد ہوا اور سوار ہو کر سیف الملک حبشی کے مکان پر گیا الغ خاں نے جہاز خاں اور رشیدی بدر شاہی اور محمد ارخاں اور خورشید خاں کو طلب کر کے ان اشخاص سے اس معاملہ میں مشورہ کیا بے حد قیل وقال کے بعد یہ امر قرار پایا کہ پیشدستی کر کے خود چنگیز خاں کو قتل کرنا چاہئے دوسرے روز صبح کو الغ خاں اور جہاز خاں حبشی مع اپنے دوستوں کے سوار ہو کر چنگیز خاں کے دیوار میں گئے چونکہ اس وقت تک چنگیز خاں کے لشکر کی اور اس کے بھی خواہ جمع نہیں ہوئے تھے ایک شخص کو بھیج کر دعا کہلا بھیجی اور یہ پیام دیا کہ ہم لوگ حسب احکم حاضر ہیں اگر آپ بہ تعمیل چوگان بازی کے لئے جلسے تو بہتر ہو گا چنگیز خاں سے نوشی کر چکا تھا اور نشہ کی حالت سے بالکل مدہوش نہ ہوا تھا صرف ایک لباس پہنے تنگے سے تنہا گھر سے باہر نکل آیا اور دعا باز حریفوں کے ہمراہ میدان بہدر کی طرف چلا الغ خاں چنگیز خاں کے داہنی جانب تھا اور جہاز خاں بائیں جانب اس کے ہمراہ چلے جا رہے تھے ۔

ان امیروں نے کچھ راہ طے کی تھی کہ ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا کہ وقت فرصت غنیمت ہے جہاز خاں نے فوراً ایسی ضرب چنگیز خاں کے لگائی کہ سر مع ایک ہاتھ کے جدا ہو گیا اس کے بعد ہر دو امیر اپنے مکانات پر آئے اور جنگ کے لئے مستعد ہوئے اختیار الملک بھی ان لوگوں کی موافقت کے لئے آمادہ ہوا چنگیز خاں کا بھانجا رستم خاں جو عقب میں مع فوج کے آتا تھا اپنے خالو کی لاش فیل پر ڈال کر اس کے قیام گاہ کو جائے بھروج روانہ ہو گیا اور اوباش شہر چنگیز خاں کے ملازمین کا مال و اسباب غارت و تباہ کرنے لگے جس وقت یہ بات متحقق ہو گئی کہ رستم خاں بھروج کو گیا الغ خاں حبشی و

جہاز خاں اور دوسرے امیر قلعہ ارک میں جو بہدر کے نام سے مشہور ہے داخل ہوئے اور ایک خطا اعتماد خاں کے نام لکھ کر اس کو ان واقعات سے مطلع کر کے احمد آباد میں طلب کیا بدرا خاں اور محمد خاں پسران شیر خاں فولادی بھی اسی دن ادائے تہنیت و مبارک باد کی عرض سے شہر میں داخل ہوئے اور تمام امراء نے لشکر کے لئے ایک ایک اسب بطور پیشکش کے لئے آئے انج خاں اور جہاز خاں حبشی نے مع تمہائی امراء کے اسی روز جاگیریں از سر نو تقسیم کیں اور تمام امراء اپنے مکانات کی طرف واپس ہوئے۔

دوسرے روز شیر خاں فولادی کو جاسوسوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ امراء کے ملازمین سے کوئی شخص بہدر کی حفاظت کے لئے شہر میں موجود نہیں ہے چنگیز خاں کے قتل کے تیسرے روز بوقت شب شیر خاں نے اپنے ایک امیر کو جس کا سادات خاں نام تھا مع تین سو آدمیوں کے روانہ کیا سادات خاں نے قلعہ کی دیوار کو خانپور کے جانب سے توڑ ڈالا اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد اعتماد خاں سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیکر احمد آباد آیا چونکہ قلعہ بہدر سادات خاں کے قبضہ میں تھا اعتماد خاں نے مظفر شاہ کو بھی اپنے مکان میں مقیم کیا اور قلعہ بہدر کو خالی کرانے کے عرض سے ایک خط اس مضمون کا شیر خاں کے نام لکھا کہ قلعہ بہدر سلاطین کا قیام گاہ ہے جب سلطان نہ ہو اس وقت اس کے ملازمین اور بھی غلا ہواں پر لازم ہے کہ اپنے مالک کے گھر کی محافظت کریں نہ یہ کہ خود اس میں قیام کریں اور قابض ہو جائیں اب سلطان شہر میں داخل ہو گیا ہے تم سادات خاں سے کہو کہ قلعہ خانی کر کے سلطان کے سپرد کرے۔

شیر خاں نے اعتماد خاں کے ان حقوق کی رعایت سے اعتماد خاں کے قول کو منظور کیا اور بہدر کو خالی کر دیا سلطان مظفر اپنے محل میں

مقیم ہوا اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ میرزا فاری ہو کہ ولایت ماہوہ سے باہر نکل گئے لیکن جب راہ میں ان کو چنگیز خاں کے قتل کا واقعہ معلوم ہوا تو بیحد خوش ہو کر ان امیروں نے بہروج و سورت کارخ کیا ہے تاکہ اس صوبہ پر قابض ہو جائیں ۔

اختیار الملک اور الغ خاں اعتماد خاں کے مکان پر آئے اور اعتماد خاں سے کہنے لگے کہ ولایت بہروج حکام کے وجود سے خالی ہے اور میرزاؤں نے بہروج کارخ کیا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم سب امرا ہم ہو کر بہروج کا ارادہ کریں اور اس ارادہ کو عمل میں لانے کے لئے تاریخ و تعویذ سے کام نہ لیں کیونکہ اگر بہروج پر میرزا قابض ہو گئے تو بیحد خون جگر پی کر ولایت مذکورہ کو ان کے قبضہ سے نکالنا پڑے گا اعتماد خاں نے ایک قاصد کو شیر خاں کے پاس بھیجا کہ اس سے مشورت طلب کی تو شیر خاں نے جواب دیا بہترین صورت یہی ہے کہ روانگی قرار دی جائے ۔ اس واقعہ کے بعد یہ امر قرار پایا کہ تمام لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے اول الغ خاں مع حبشی امیروں کے پیشتر روانہ ہو جب یہ حصہ اس منزل سے کوچ کرے تو اعتماد خاں اور اختیار الملک اور دوسرے امیر مع دوسرے حصہ کے منزل میں قیام کریں جس وقت دوسری فوج اس منزل سے کوچ کرے تیسری فوج جو شیر خاں و دیگر امرا کے ماتحت ہے دوسرے حصہ کی منزل میں قیام کرے غرض کہ یہی امر طے پایا اور الغ خاں و جہاز خاں و سیف الملک و دیگر حبشی امیر محمود آباد پہنچے اعتماد خاں متوہم ہوا اور شہر سے باہر جا کہ اُس نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا الغ خاں اور اس کے بھی خواہوں نے اعتماد خاں کی اس حرکت پر مزاح کرنا شروع کیا اور باہم کہنے لگے کہ ہم نے چنگیز خاں کے مانند اس کے دشمن کو قتل کیا اور وہ ہمارے ساتھ انفاق سے کام لیتا ہے اب صلاح یہ ہے کہ ہم اس کی جاگیر کو باہم تقسیم کر کے اعتماد خاں کے پرگنات پر قابض ہو جائیں اس قرار پر

یہ امر مستقل ہو گئے اور پرگنہ کنپایت اور پرگنہ جلاوہ بعض دیگر پرگنات پر قبضہ کر لیا میرزاؤں کو موقع ہاتھ آیا اور یہ امر اقلعہ جیناگیر اور قلعہ بندر سورت اور دیگر مقامات پر قابض ہو گئے رستم خاں نے قلعہ ہسروج میں محصور ہو کر میرزاؤں سے جنگ کی لیکن آخر کار امان طلب کی اور قلعہ حریف کے سپرد کر دیا

اہالی گجرات بے جاگیر ہو کر شہر سے نکلے اور انغ خاں سے مل گئے انغ خاں نے جہاز خاں سے کہا کہ چونکہ سپاہی شہر سے باہر نکل آئے ہیں لہذا اعتماد خاں کے پرگنات میں سے ایک پرگنہ کو ان کی جاگیر میں دیدینا چاہیے جہاز خاں نے جواب دیا کہ جو جگہ تم اس جماعت کو دینا چاہتے ہو اس کو مجھے دید و تم اس گروہ سے جو توقع رکھتے ہو اس کو میں پورا کر دوں گا اس مسئلہ میں انغ خاں و جہاز خاں کے درمیان بھی مخالفت پیدا ہو گئی اعتماد خاں نے فرصت و موقع پایا اور جہاز خاں کو ملکہ و قریب کے ساتھ دھوکہ دیکر اپنے پاس طلب کر لیا اس طرح حبشیوں کی شرکت میں فتور عظیم پیدا ہو گیا چنانچہ انغ خاں حبشی اور سادات خاں بخاری شیر خاں فولادی سے مل گئے۔

شیر خاں کا یہ اب غالب ہو گیا تھا سلطان مظفر بھی فرصت کا مظہر ہوا ایک دن قبل از مغرب بادشاہ کھڑکی کی راہ سے باہر نکلا اور اور عنایت پور میں جو سرسبز کے قریب واقع ہے انغ خاں کے دائرہ میں داخل ہوا انغ خاں نے اس سے ملاقات نہ کی اور شیر خاں کے پاس گیا اور کہا کہ سلطان مظفر بلا اس کے کہ مجھے قبل سے اطلاع دے میرے مکان میں آیا لیکن میں نے اب اس سے ملاقات نہیں کی شیر خاں فولادی نے کہا چونکہ سلطان مظفر تھرا راہمان ہے لہذا تم جاؤ اور حقوق خدمت بجالاؤ دوسرے دن صبح کو اعتماد خاں کا ایک خط اس مضمون کا شیر خاں فولادی کے نام آیا کہ سلطان مظفر سلطان محمود کا کافر زند نہیں ہے لہذا میں نے اس کو ملک باہر نکال کر مغلوں کو طلب کیا

تاکہ ان کو بادشاہ بنا کر ملک گجرات انکے سپرد کر دوں۔
 شیر خاں فولادی یہ خط پڑھ کر اپنے مکان سے سید حامد کے مکان
 پر گیا اور اس سے دریافت کیا کہ جلوس کے وقت اعتماد خاں نے سلطان
 مظفر کے نسبت کیا کہا تھا سید حامد اور دوسرے سادات نے جواب دیا کہ
 اعتماد خاں نے قرآن ہاتھ میں لیکر قسم کھائی تھی کہ بچہ سلطان محمد ثالث
 کا فرزند ہے اب جو کچھ اس کے خلاف کہتا ہے وہ عداوت پر مبنی ہے
 شیر خاں فولادی سید حامد کے مکان سے سوار ہو کر انغ خاں کے مکان پر
 آیا اور کہاں ہاتھ میں لیکر اسی طریقہ سے جس طرح کہ لازم اپنے آقا کی
 ملازمت حاصل کرتا ہے سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور انغ خاں
 حبشی کے مکان سے سلطان کو سوار کر کے اپنے مکان میں لے آیا اور
 سلطان کی خدمت گزاری کے لئے آمادہ ہو گیا۔

اعتماد خاں نے منلوں کو مدد و بہرہ سے طلب کیا منغل امیر پانچ چھ
 ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچے اور اعتماد خاں ہر روز منغل
 سپاہیوں کو مع سیف الملک کی فوج کے حبشیوں سے جنگ کے لئے
 بھیجتا تھا چنانچہ رفتہ رفتہ مخالفت اور دشمنی میں طول ہو گیا اور اعتماد خاں
 نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس وقت اس نے
 ایک عرضداشت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو لکھی اور گجرات کے فتح
 کی ترغیب دی اتفاق سے اس وقت یعنی ۱۵۸۵ء جلال الدین محمد اکبر
 بادشاہ ناگور تشریف لے گئے تھے اور بادشاہ نے پیر محمد خاں المشہور
 خان کلاں کو امرائے مقتدر کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ سروہی فتح
 کرنے کے غرض سے بھیجا تھا جب اتفاق سے پیر محمد خاں راجہ سروہی
 کے ایلی کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ خود بنفس
 لشکر گاہ میں تشریف لائے اور اس وقت عرض خواہین گجرات
 کے پہنچے سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ناگور سے گجرات کا
 عزم فرمایا یہ تمام واقعات اسی تفصیل کے ساتھ سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

کے حالات میں مرقوم ہو چکے ہیں اکبری لشکر پٹن گجرات میں داخل ہوا شیر خاں فولادی جو اس وقت احمد آباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھا بدحواس ہو کر ایک جانب بھاگا اور ابراہیم حسین میرزا اور اس کے بھائی برودرہ اور بہروچ کی جانب چلے گئے اعتماد خاں اور میرزا ابوتراب شیرازی اور انغ خاں حبشی اور جہاز خاں اور اختیار الملک احرام باندھ کر در دولت سلطانی پر حاضر ہوئے اور بادشاہ کے بھی خواہوں میں داخل ہو گئے سلطان مظفر بھی شیر خاں فولادی سے علیحدہ ہو کر سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو رشاہان گجرات کی حکومت کا چودھویں رجب ۹۷۷ھ میں خاتمہ ہو گیا اور کھو بہ اکبر بادشاہ کے مالک محروسہ میں داخل ہو گیا اکبر بادشاہ نے اسی یورش میں قلعہ بندر سورت کو بھی محمد حسین میرزا کے آدمیوں کے قبضے سے نکال کر اپنی قلعہ و میں شامل کیا اکبر بادشاہ بوقت مراجعت جس وقت نواح بہروچ میں تشریف لائے چنگیز خاں کی والدہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داد خواہ ہوئی کہ میرے فرزند کو جہاز خاں نے بلا قصور قتل کیا ہے سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے جہاز خاں پر جو بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھا حکم قصاص صادر فرمایا اور سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ آگرہ لے گئے منعم خاں نے بنگالہ کا سفر کیا اور بادشاہ نے سلطان مظفر کو اس کے سپرد کر دیا منعم خاں نے سلطان مظفر کے ساتھ اپنی دختر شہزادی خانم کا عقد کر دیا منعم خاں چند روز کے بعد سلطان مظفر سے بدگمان ہو گیا اور اس کو قید کر دیا سلطان مظفر موقع پا کر قید خانہ سے فرار می ہوا۔

۹۷۸ھ میں سلطان مظفر گجرات میں آیا یہاں پہنچ کر اس نے بیشمار لشکر فراہم کیا اور قطب الدین خاں عالم گجرات سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا سلطان مظفر نو سال کے بعد دوبارہ احمد آباد گجرات پر قابض ہو گیا اور سکھ و خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے چند وزبک اس نے

فرمانروائی کی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ۹۹۱ھ میں عبدالرحیم ولد
 بسرام خاں ترکمان القاطب بہ خان خانان کو سلطان مظفر کی مداخلت
 سے لے کر متعین فرمایا عبدالرحیم خاں قلیل لشکر کے ساتھ کجرات پہنچا اور
 سلطان مظفر جو ناگدھ کی طرف فراری ہو گیا اس واقعہ کے بعد کجرات
 بار دیگر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اب تک اسی
 دو دمان عالی شان کے قبضہ میں ہے سلطان مظفر نے تخت نشینی سے
 لے کر عزل حکومت تک سترہ سال چند ماہ فرمانروائی کی ۔

مقالہ پنجم

فرمانروایان مملکت مالوہ و مندو کے بیان میں

ناظرین پر یہ امر محض نہیں ہے کہ بلاد مالوہ ایک وسیع مملکت ہے اور اس مملکت میں ہر وقت حکام و نیشان کا قیام رہا اور راجائے کبار اور رایان نامدار مثل بکرماجیت جس کا آغاز سلطنت تاریخ مہنود کی ابتدا ہے اور راجہ بھوج وغیرہ جو عظیم الشان راجہائے ہندوستان میں مالوہ کے فرمانروائے تھے سلطان محمود غزنوی کے بعد اسلام ہندوستان میں شائع ہوا اور سلاطین دہلی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کے عہد حکومت تک مالوہ بادشاہان دہلی کے تصرف میں رہا دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین ہے اور سلطان شہاب الدین سام غوری کی اولاد میں ہے سلطان محمد بن فیروز شاہ کے قتل ہونے کے بعد اس مملکت کی حکومت پر فائز ہوا اور مستقل بادشاہ بن گیا اسی زمانہ سے فرمانروایان مالوہ سلاطین دہلی کی اطاعت سے آزاد ہوئے اور گیارہ سلاطین نے یکے بعد دیگرے ۹۷۹ء تک اس مملکت پر حکومت کی ہے اگرچہ اس زمانہ میں چند روز کے لئے باغی ان گیارہ شخصوں کے سلطان بہادر جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ

نے بھی اس مملکت پر فرمانروائی کی ہے۔

کہتے ہیں کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے جلوس کے بعد اپنے امرا کی ایک جماعت پر جس نے ایام فراری میں بادشاہ کے ساتھ وفاداری و حقیقی تک حلائی سے کام لیا تھا نوازش و عنایت فرمائی چنانچہ خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر وزیر کل بنایا اور ظفر خاں بن وجیہ الملک کو حاکم گجرات اور خضر خاں کو حاکم ملتان اور دلاور خاں کو حاکم مالوہ مقرر فرمایا آخر الامریہ چاروں امیر مرتبہ بادشاہی تک پہنچے۔ دلاور خاں غوری نے دھار میں قیام کیا اور اپنی شجاعت و قوت رائے صائب سے ولایت مالوہ کا معقول انتظام کر کے ملک کو اغیا کے دست برد سے محفوظ کیا۔ دلاور خاں، غوری ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ شادی آباد مند و کو اپنا دار الحکومت بنائے دلاور خاں بذات خود کبھی کبھی جا کر اس شہر کی تہیہ بھی کرتا تھا اور پھر دھار واپس آتا تھا۔ سنہ ۱۰۱۱ میں سلطان محمود بادشاہ دہلی امیر تیمور صاحبقران کے خوف سے فراری ہو کر گجرات وارو ہوا اور منظر شاہ فرمانروائے گجرات نے اس کے ساتھ عمدہ سلوک نہ کیا اور سلطان محمود اس سے رنجیدہ ہو کر دھار کی طرف متوجہ ہوا دلاور خاں نے اپنے عزیزوں اور امیروں کو استقبال کے لئے روانہ کر کے حکم دیا کہ منزل بمنزل جشن شاہانہ کر کے لو ازم ضیافت، سوخو بی بجالائیں۔

سلطان محمود آٹھ کوس دھار کے قریب پہنچا اور دلاور خاں نے خود بھی بادشاہ کے استقبال کا ارادہ کیا لیکن ہوشنگ ان وجہ کی بناء پر اپنے باپ سے خوش نہ تھا لہذا لشکر مالوہ کا ایک بڑا حصہ اپنے ہمراہ لے کر شادی آباد مند و چلا گیا۔ دلاور خاں نے ناصر الدین محمود بادشاہ دہلی کا استقبال کیا اور اعزاز کے ساتھ اس کو شہر میں لے آیا اور جس قدر تقویٰ و جواہر سکے پاس تھے سب بادشاہ کی حضور میں پیش کئے۔ دلاور خاں غوری نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ آپ کا غلام اور تمام اہل حرم حضور کی کنیزیں ہیں۔ سلطان محمود نے دلاور خاں کو دے لے خیروی اور نقود و

جواہرات میں سے جس قدر اس کو احتیاج تھی وہ لیکر بقیہ قسم دلا ورخاں کو واپس کر دی۔

سنہ ۱۰۱۵ میں محمود شاہ نے دلا ورخاں کو رخصت کر دیا اور خود حسب التماس امر دہلی دہلی کی طرف متوجہ ہوا ہوشنگ اس خبر کو شکر اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہوشنگ نے تین سال کی مدت میں منہ و میں پاک قلعہ سد سکندر سے زیادہ مستحکم بنھرا اور چونہ کا تعمیر کرایا چنانچہ اس شہر کی عزت و عنقریب معرض بیان میں آئے گی۔

سلطان ناصر الدین فوت ہوا اور سلطنت دہلی کے انتظامات میں خلل واقع ہوا دلا ورخاں مستقل بادشاہ بن گیا اور مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے چتر و سہار پر وہ سرخ تیار کرایا کہتے ہیں کہ دلا ورخاں کے اجداد میں سے ایک شخص غور سے آیا تھا اور سلاطین دہلی کا ملازم ہو کر صاحب ثروت ہوا اس کا فرزند مرتبہ امارت پر پہنچا اور اس کا پوتا یعنی دلا ورخاں غوری فیروز شاہ کے عہد میں مقتدر امیر ہوا دلا ورخاں غوری سلطان محمود بادشاہ دہلی کے عہد حکومت میں مالوہ کا جاگیردار ہوا اور اس نے آداب ملک داری میں سلاطین کی روش اختیار کی اور سالہا سال تک کامیابی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

دلا ورخاں سنہ ۱۰۱۵ میں فوت ہوا بعض تاریخوں میں یہ عبارت میری نظر سے گزری ہے کہ ہوشنگ کی کوشش سے اس کو زہر دیا گیا دلا ورخاں غوری نے بیس سال حکومت کی منجملہ ان کے چار سال اس نے

سلطنت کی ہوئی
 ذکر سلطنت ہوشنگ اپ خاں نے اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد بن دلا ورخاں غوری کی سند حکومت پر جلوس کیا اور اپنا خطاب سلطان ہوشنگ قرار دیا امرا و اکابر مملکت نے اس کی بیعت کی اور اس کے مطیع ہوئے لیکن ہنوز اس کی سلطنت مستحکم نہ ہونے پائی تھی کہ جاسوس خبر لائے کہ شاہ مظفر گجراتی اپ خاں نے اپنے باپ دلا ورخاں غوری کو

قلیل مال دنیا کے عوض میں زہر دیکر سلطان ہوشنگ کے لقب سے تخت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ چونکہ دلاور خاں غوری اور شاہ مظفر گجراتی میں بھائی چارہ تھا سلطان مظفر گجراتی لشکر کا انتظام کر کے حدود مالوہ میں وارد ہوا ہے سلطان ہوشنگ نے یہ خبر سنی اور خود بھی جنگ کے ارادہ سے قلعہ دھار کے باہر آیا۔

ساتھ میں فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور شدید معرکہ آرائی ہوئی سلطان مظفر اس معرکہ میں زخمی ہوا اور سلطان ہوشنگ اپنے گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر پڑا باوجود اس کے بھی فریقین شانت قدم رہے اور جنگ کو جاری رکھا یہاں تک کہ فتح و شکست جو اپنی کوشش پر منحصر نہیں ہے عالم غیب سے مظفر شاہ گجراتی کے نامزد ہوئی اور سلطان ہوشنگ نے فراری ہو کر قلعہ میں پناہ لی۔

سلطان ہوشنگ نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور امان طلب کر کے مظفر شاہ گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا مظفر شاہ گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو مع اس کے امیروں کے مقید کر کے اپنے موکلوں کے سپرد کر دیا سلطان مظفر گجراتی نے اپنے بھائی خان اعظم نصرت خاں کو مع جہاز لشکر کے دھار کے قلعہ میں چھوڑا اور سپاہ مالوہ کو اپنا مطیع کر کے خود کامیاب و بامراد گجرات کی طرف روانہ ہوا نصرت خاں ناٹھ پور نے اول ہی سال اس قدر زیادہ محصول جس کو رعایا برداشت نہ کر سکتی تھی طلب کیا اور مخلوق کے ساتھ بد سلوکیاں کرنے لگا لشکر مالوہ نے بادشاہ کی واپسی کے بعد موقع پا کر نصرت خاں کو دھار کے باہر نکال دیا اور اس بنا پر کہ نصرت خاں نے نواح مالوہ میں توقف کیا اور ولایت مالوہ کے باہر نہ جاسکا لشکر مالوہ نے اس کا تعاقب کر کے پسماندگان کو سخت نقصان پہنچایا لیکن نصرت خاں نے مظفر شاہ کے خوف سے دھار کو چھوڑ دیا اور قلعہ شادی آباد مندو میں جس کے برج سجد مضبوط و مستحکم تھے مقیم ہوا رعایا نے سلطان ہوشنگ کے چچا زاد بھائی موسلی خاں

کو اپنی سرداری کے لئے منتخب کیا سلطان ہوشنگ نے یہ اخبار سنے اور ایک عریضہ اپنے قلم سے لکھ کر مظفر شاہ گجراتی کی خدمت میں بھیجا جس کا یہ مضمون تھا کہ سلطان بجائے میرے عم و پد کے ہیں جو امور کہ نصیب اہل غرض نے سلطان کے حضور میں عرض کئے ہیں خدا واقف ہے کہ بالکل خلاف واقعہ ہیں اس زمانہ میں سا گیا ہے کہ امراء مالوہ نے خان اعظم کے ساتھ بغاوت کی ہے اور موسیٰ خاں کو اپنی سرداری کے لئے منتخب کیا اور موسیٰ خاں ولایت مالوہ پر قابض ہو کر استقلال کا دعویٰ کر رہا ہے اگر سلطان مجھ کو قید سے رہا فرما کر ممنون احسان فرمائیں تو ممکن ہے کہ اس مملکت پر میں بار و گر قابض ہو جاؤں۔

سلطان مظفر نے ایک سال کے بعد ہوشنگ کو قید سے رہا کیا اور اس سے عہد لیکر اس کے معاملات کا انتظام فرما کر اس میں احمد شاہ کو سلطان ہوشنگ کی امداد کے لئے روانہ فرمایا احمد شاہ نے وہاں و نواح دہار کو امرائے قبضہ سے نکال کر سلطان ہوشنگ کے سپرد کر دیا اور خود گجرات کی طرف واپس ہوا سلطان ہوشنگ نے چند روز دہار میں قیام کیا تمام خاصہ خیل بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور ہوشنگ نے ایک قاصد کو قلعہ شادی آباد سندھ میں بھیج کر امیروں کو اپنی جانب مائل اور امر کو اپنے پاس طلب کیا تمام امیر مسرور و خوشحال سلطان ہوشنگ کے ہی خواہ ہو گئے چونکہ تمام امرائے اہل و عیال قلعہ میں تھے لہذا امر سلطان ہوشنگ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے تھے سلطان ہوشنگ مجبوراً رنجیدہ ہی خواہوں کے ہمراہ قصبہ دہار سے قصبہ مہر میں آیا اور جنگ کی بنیاد ڈالی سلطان ہوشنگ کے ملازم ہر روز مجروح ہوتے تھے اور کوئی کارروائی پیش نہیں جاتی تھی ہوشنگ نے صلاح اسی میں دیکھی کہ یہاں سے کوچ کر کے وسط مملکت میں قیام کرے اور اپنے امر کو قصبہات و پرگنات میں روانہ کیا تاکہ ان پر قابض ہو جائے اسی اشارہ میں سلطان ہوشنگ کے چوبی ناد بھائی ملک منیٹ نے ملک خضر المشہور بیان خاں سے مشورت کی کہ اگرچہ موسیٰ خاں شایستہ جوان اور میرزا چاند بھائی ہے

لیکن سلطان ہوشنگ بہادری و عقلتندی و بروباری میں اپنے زمانہ میں بے مثل اور اس ملک کا وارث حقیقی ہے اور اس نے میری ماں کے کنارِ شفقت میں پرورش پائی ہے بہتر یہی ہے کہ عنانِ فرمانروائی اس کے دستِ اقتدار میں دیدنی جائے ملکِ خضر المشہور بہیاں آٹھائے اس رائے پر ملکِ مغیث کو تحسین کی اور ہرد و امیر متفق ہو کر شب کو قلعہ سے نیچے اترے اور سلطان ہوشنگ سے جا ملے۔

سلطان ہوشنگ نے ملکِ مغیث کو اپنی نیابت کے وعدہ سے خوشحال کیا موسیٰ خاں نے جس وقت یہ خبر سنی اپنی امیدوں سے باپوس ہو کر اپنے مالِ کار میں متفکر ہوا اور آخر کار قلعہ کو خالی کر کے باہر چلا گیا سلطان ہوشنگ قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہوا دردارِ الامارت میں قیام فرمایا سلطان ہوشنگ نے ملکِ مغیث کو ملک شرف کا خطاب دیکر اس کو وزارت پر نامزد فرمایا اور تمامی امور میں اس کو اپنا نائب و قائم مقام بنا دیا۔

سالہ میں سلطان مظفر فوت ہو گیا اور سلطنت پر احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کا بیٹا ہوا فیروز خاں اور ہیبت خاں پسرانِ مظفر شاہ گجراتی نے بہر و بیج میں مخالفت و بغاوت شروع کر دی اور سلطان ہوشنگ سے طالبِ امداد ہوئے سلطان ہوشنگ نے مظفر شاہی حقوقِ تربیت و احمد شاہی اعانت کو نافرمانی سے مبدل کیا اور ارادہ کیا کہ ملکِ گجرات میں داخل ہو کر ملک کے انتظام و قواعد کو مختل کرے سلطان احمد شاہ نے یہ خبر سنی اور جراتِ شکر کے ساتھ بہر و بیج میں وارد ہوا سلطان احمد نے قلعہ بہر و بیج کا محاصرہ کیا فیروز خاں اور ہیبت خاں نے خوف و غلبہ و کثرتِ سپاہ و حملہ آوری سے خوف زدہ ہو کر امان طلب کی اور احمد شاہ سے مل گئے سلطان ہوشنگ راہ سے واپس ہو کر دھار پور پہنچا اور ہنوز ایک جرم کی تہ امت باقی تھی کہ دوبارہ دوسری غلطی کا مرتکب ہوا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۸۲۲ء میں سلطان ہوشنگ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی راجہ جالوارہ پر حملہ آور ہو کر جالوارہ میں مقید ہے اسی زمانہ میں راجہ جالوارہ کا خط بھی طلب امداد میں آیا اور راجہ کے ایچی نے بھی بیدار کیا سلطان ہوشنگ نے معاملات سابق کو بالکل فراموش کر دیا اور لشکر تیار کر کے گجرات کی طرف چلا اور اس مملکت کو بیدار نقصان پہنچا یا سلطان احمد شاہ گجراتی نے جس وقت اس خبر کو سنا فوراً سلطان ہوشنگ کی مداخلت پر آمادہ ہوا۔ فریقین ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور راجہ جالوارہ کی مدد سلطان ہوشنگ تک نہ پہنچی اور ہوشنگ بے اختیار اپنے ممالک کی جانب واپس ہوا اسی زمانہ میں نصیر خاں فاروقی نے ارادہ کیا کہ قلعہ تھالینز کو جو اس کے باپ نے اپنے چھوٹے فرزند ملک افشار کو دیا تھا اس کے قبضہ سے نکال لے نصیر خاں سلطان ہوشنگ سے مدد طلب کی اور سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزنین خاں کو بندہ ہزار سواروں کی جمیعت سے اس کی مدد کے لئے روانہ کر دیا نصیر خاں فاروقی نے غزنین خاں کی اعانت سے قلعہ تھالینز پر قبضہ کیا اور نواح سلطان یوہر میں چلا آیا سلطان احمد شاہ گجراتی نصیر خاں کی تادیب کے لئے روانہ ہوا میندار گجرات خصوصاً راجہ جالوارہ راجہ محمد آباد جینانیر اور راجہ نادوت اور ایدر نے موقع یا کمر کر عراض سلطان ہوشنگ کی خدمت میں روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ اگر اول مرتبہ خدمتگذاروں میں تجاہل و تساہل واقع ہوا تو اس مرتبہ جان نشاری میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ ہوگا اگر آئینہ گجرات کی طرف توجہ فرمائیں تو ہم چند راہبروں کو آپ کی خدمت میں روانہ کریں تاکہ لشکر کو ایسی راہ سے لے جائیں کہ جب تک فوج گجرات میں نہ پہنچے سلطان احمد شاہ اس حال سے واقف نہ ہو سکے چونکہ سلطان ہوشنگ کو سابقہ عداوت کے علاوہ اب غیالت بھی حاصل ہو چکی تھی اپنے اس ارادہ کو مکمل کرنے کے غرض سے لشکر کی تساہلی میں مصروف ہوا اور ۸۲۳ء میں بشوکت تمام مہراسہ کی راہ سے گجرات کا

رخ کیا اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان احمد نواح سلطان پور ندر بار میں آیا
 غزنین خاں مالوہ کی جانب فراری ہوا اور نصیر خاں آسیر چلا گیا۔
 سلطان احمد شاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان ہوشنگ مہراسہ
 میں آگیا سلطان احمد اس کی مدافعت کو جمیع امور پر مقدم سمجھکر بہنجیل مہراسہ
 کی طرف متوجہ ہوا اور بادجو و کثرت بارش قلیل مدت میں جلد سے جلد
 مہراسہ پہنچا جاسوسوں نے سلطان ہوشنگ کو سلطان احمد شاہ کی آمد سے
 مطلع کیا سلطان ہوشنگ مضطرب ہوا اور اُن زمینداروں کو جنہوں نے
 عریض بھیج کر فتنہ و فساد برپا کیا تھا اپنے حضور میں طلب کیا سلطان
 ہوشنگ کو اس بدینتی کا حال معلوم ہوا اور اس نے تمام زمینداروں کو
 بیحد ملامت کی اور برا بھلا کہا اور جس راہ سے آیا تھا اُسی سمت سے
 منہ موڑ و متفکر واپس ہوا۔

سلطان احمد گجراتی نے چند روز مہراسہ میں توقف کیا تاکہ لشکر
 اس سے آکر مل جائے سلطان احمد شاہ گجراتی نے اجتماع لشکر کے بعد ماہ
 صفر ۸۱۲ھ میں مالوہ کا ارادہ کیا اور متواتر کوچ کر کے کالیادہ کے
 نواح میں فروکش ہوا سلطان ہوشنگ نے جنگ کا ارادہ کیا اور چند منزل
 آگے بڑھا لیکن آخر کار شکست کھا کر فراری ہوا اور قلعہ شادی آباد منڈ
 میں محصور ہو گیا سلطان احمد شاہ گجراتی کی سپاہ نے قلعہ شادی آباد منڈ
 کے دروازے تک ان کا تعاقب کیا اور بیشمار مال غنیمت ان کے
 ہاتھ آیا سلطان احمد بھی عقب سے طفر آباد غلجہ تک گیا اور چند روز یہاں
 توقف کر کے لشکر کو اطراف ولایت مالوہ میں بھیجا چونکہ شادی آباد منڈ
 کا قلعہ بیحد مستحکم تھا مجبوراً واپس ہو کر دھار میں آیا سلطان احمد کا ارادہ
 تھا کہ اب اچین روانہ ہو لیکن چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا امرا اور
 وزرا نے عرض کیا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ اس سال جہاں پتہ اپنے
 دار الملک کو مراجعت فرمائیں اور ان مفسدوں کی جو اس فتنہ و فساد کے
 باعث ہیں معقول گوشمالی دیکر سال آئندہ بخاطر جمع مملکت مالوہ کی فتح کا

قصہ فرہانیس سلطان احمد شاہ گجراتی اس قرارداد کے مطابق دھار سے روانہ ہوا اور گجرات میں آیا۔

اسی سال سلطان ہوشنگ نے ملک منیٹ کے فرزند ملک محمود کو جس کی پیشانی سے شرافت اور کاروانی ظاہر ہوتی تھی محمود خاں کا خطاب دیکر اس کو اس کے باپ کے ہمراہ مہات ملکی میں شریک کر دیا سلطان ہوشنگ جس وقت کہیں جاتا تھا ملک منیٹ کو قلعہ میں چھوڑ دیتا تھا تاکہ مہات ملکی کو فیصلہ کرے اور محمود خاں کو اپنے ہمراہ لے جاتا تھا اسی سال کے آخر سلطان احمد شاہ گجراتی نے ارادہ کیا کہ ولایت مالوہ میں داخل ہو کر جو کچھ اس سے ہو سکے اوس میں کوتاہی نہ کرے سلطان ہوشنگ احمد شاہ گجراتی کے ارادہ سے مطلع ہوا اور اس قاصدوں کو مع تحائف و ہدایا کے روانہ کر کے صلح کا طالب ہوا سلطان احمد گجراتی نے پیشکش قبول کیا اور اسی وقت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔
۱۲۳۱ھ میں سلطان ہوشنگ نے قلعہ کھیرلہ پر جہ برار کی سرحد ہے لشکر کشی کی حاکم کھیرلہ نرسنگ رائے پچاس ہزار سوار اور پیادہ سے سلطان ہوشنگ کے مقابلہ کے لئے آیا سخت لڑائی کے بعد سلطان ہوشنگ نے فتح پائی اور نرسنگ رائے مارا گیا سلطان ہوشنگ نے قلعہ سارنگ گڑھ کا جو نرسنگ رائے سے متعلق تھا محاصرہ کر کے فتح کر لیا اور خزانہ اور چوراسی ہاتھی اس کے ہاتھ آئے سلطان ہوشنگ نے نرسنگ رائے کے فرزند کو جو قلعہ کھیرلہ میں تھا اپنا مطیع و جاگزار کیا اور خود محفوظ اور سالم شادی آباد مندو واپس آیا۔

۱۲۳۲ھ میں سلطان ہوشنگ نے ایک ہزار سوار اپنے لشکر سے منتخب کئے اور سوداگروں کے لباس میں ولایت جاجنگرہ کا جو ایک ماہ کی راہ ہے رخ کیا اور اسپان نقرہ رنگ جس کو یہاں کاراجہ بجد غزنوی رکھتا تھا اور چند دیگر اشیاء و جن کو اس مملکت میں لوگ بغیر خریدتے تھے اپنے ہمراہ لیا اس سفر سے سلطان کی یہ غرض تھی کہ اس

و متاع کے معاوضہ میں ہاتھیوں کا انتخاب کر کے ان کو ہمراہ لیجائے اور اس قوت سے سلطان احمد شاہ گجراتی سے اپنا انتقام لے۔

سنان ہوننگ جاج بنگ پہنچا اور ایک شخص کو جاج بنگ کے راجہ کے پاس بھیج کر اس کو اطلاع دی کہ ایک سوداگر ہاتھیوں کو خرید کرنے کے لئے آیا ہے اور اپنا نقرہ رنگ اور سبزہ رنگ اور کبود و قماش و دیگر سامان بھی اپنے ہمراہ لایا ہے رائے جاج بنگ نے کہا کہ سوداگر شہر سے اس قدر فاصلہ پر کیوں فروش ہے قاصد نے جواب دیا کہ اس کے ہمراہ ہمیشہ سوداگر ہیں اسی بنا پر اس نے اب صبح کو دیکھ کر اس جگہ قیام کیا ہے اس شہر کی رسم یہ تھی کہ اگر کوئی سوداگر معتبر آتا اور اسباب واسطہ لانا تو راجہ پہلے اپنے ایک ملازم کو بھیج کر یہ پیام دیتا تھا کہ گھوڑوں پر زین رکھے اور اسباب کو زمین پر بچھا دے اور اس کے بعد راجہ سوار ہو کر وہاں آتا اور اسب و اشیا کو ملاحظہ کرتا تھا جو چیز کہ اس کو پسند ہوتی اس کے معاوضہ میں ہاتھی دیتا یا نقد روپیہ ادا کرتا تھا۔ اسی قاعدہ کے بنا پر رائے جاج بنگ نے ہوننگ کو پیام دیا کہ میں فلاں روز قافلہ میں آؤں گا سوداگروں کو لازم ہے کہ گھوڑوں کو تیار رکھیں اور اشیا کو زمین پر بچھا دیں تاکہ میں ان کو دیکھوں اور اگر وہ انکے معاوضہ میں ہاتھی طلب کریں تو بہتر ہے ورنہ میں نقد قیمت ادا کروں گا قاصد واپس آیا اور سلطان ہوننگ نے اپنے ہمراہیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ راجہ کہے اس کے خلاف نہ کریں اور مقررہ روز کا منتظر رہا جب روز سوموار آیا راجہ نے چالیس ہاتھی اپنے آنے سے قبل قافلہ میں روانہ کر دئے تاکہ سوداگران کو دیکھیں اور اپنے آنے سے اطلاع دیکر یہ پیام دیا کہ آنا کو زمین پر بچھا دیں اور گھوڑوں کو تیار رکھیں سلطان ہوننگ نے عذر کیا کہ آج ابرو باد ہے ایسا نہ ہو کہ پانی برسے اور ہمارا اسباب ضائع ہو جائے لیکن راجہ کے ملازمین نے بجز اسباب کھاوا دیا اسی اثنا میں راجہ مع پانسو ہمراہیوں کے قافلہ میں آیا اور اشیا کے دیکھنے میں

مشتعل ہوا پانی شدت سے برسنے لگا اور رعد و برق کی آواز سے ہاتھی بھاگنے لگے اسباب جو زمین پر بچھا دیا گیا تھا ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہونے لگا لشکری جو سوداگروں کے لباس میں تھے شور و غل مچانے لگے سلطان ہوشنگ نے سوداگروں کی رسم کے مطابق کچھ بال اپنی ڈاکڑی کے اکھڑ ڈالے اور کہا کہ جب میرا اسباب تباہ و برباد ہو گیا تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گا سلطان ہوشنگ اسی جماعت کے ہمراہ لکھوڑوں پر سوار ہو کر راجہ کی طرف متوجہ ہوا راجہ مضطرب ہوا اور مجبوراً لڑنے لگا لیکن اول ہی حملہ میں شکست پائی اور چند سپاہی اس کے مارے گئے اور بقیہ شہر میں فراری ہوئے اور راجہ زندہ سلطان ہوشنگ کے ہاتھ گرفتار ہو گیا سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا کہ میں سلطان مالوہ ہوں اور ہاتھیوں کو خرید کرنے کی غرض سے آیا ہوں جب اسباب میرا تباہ ہو گیا اس وقت میں نے مجبوراً تجھ کو گرفتار کر لیا راجہ سلطان ہوشنگ کی اس جرات سے متعجب ہوا اور ایک شخص کو اپنے اراکین و بار کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ تمام بہترین ہاتھیوں کو روانہ کر دیں راجہ کے وزیروں نے پچھتر ہاتھی سلطان ہوشنگ کی خدمت میں بھیجے اور معذرت چاہی سلطان ہوشنگ نے راجہ کو اپنے ہمراہ لیا اور واپس ہونے کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ راجہ کی سرحد کے باہر آیا اور راجہ کو خدمت کر دیا راجہ اپنے شہر میں پہنچا لیکن اس کو سلطان ہوشنگ کی جرات ہیچند پسند آئی اور راجہ نے چند عمدہ ہاتھی دوبارہ سلطان ہوشنگ کے لئے روانہ کئے اور معذرت خواہ ہوا۔

سلطان ہوشنگ نے راہ میں سنا کہ سلطان احمد شاہ مالوہ کو خالی پاکر ملک پر حملہ آور ہو رہے اور بالفعل شادی آباد مند و کے محاصرہ میں مصروف ہے سلطان ہوشنگ ولایت کبیر لہ پہنچا اور اپنی احتیاط و دوراندیشی کے لحاظ سے اس مملکت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ نے کبیر لہ کے راجہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور قلعہ کبیر لہ پر

قابل ہو کر حصار کو اپنے سمیت امرا کے سپرد کیا اور خود اس لشکر کے ہمراہ جو مالوہ سے آیا تھا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان ہوننگ شادی آباد مندو کے قریب پہنچا اور سلطان احمد شاہ گجراتی نے امرا کو مورچل سے طلب کر لیا اور جنگ کے لئے مستعد ہوا سلطان ہوننگ نے جنگ کی طرف توجہ نہ کی اور تاراپور دروازہ سے قلعہ میں داخل ہو گیا چونکہ قلعہ شادی آباد مشہور روزگار حصار ہے مورخ فرشتہ اپنی واقفیت کے مطابق قلعہ کے مختصر حالات معرض بیان میں لاتا ہے واضح ہو۔

قلعہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے جس کا دورانیس کوں سے بھی زاید ہے اس کے دور پر خندق کے بجائے ایک عظیم الشان غار ہے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے جنگ آزمائی کرنا بیحد مشکل ہے قلعہ کے اندر آب و اذوقہ بکثرت ہے اور زراعت کے قابل زمین بھی موجود ہے بعد مسافت کی وجہ سے اس قلعہ کا محاصرہ کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس کے تمام دور کو محصور کر لینا انسانی طاقت سے خارج ہے اس حصار کے اکثر مقامات قابل سکونت نہیں ہیں اور اکثر مقامات اس کے نواح اور دروازہ کی راہ دکن کی جانب اور تاراپور کے نام سے مشہور بے حد دشوار گزار ہے چنانچہ ایک سوار شکل سے آسکتا ہے اگر ہر طرف سے لوگ اس قلعہ میں آنا چاہیں تو ان کو نہایت دشواری کے ساتھ بلند بشتہ لے کر ناپڑے گا اگر لشکر محافظت راہ کی غرض سے مقرر کیا جائے تو راہ کے دور ہونے اور پہاڑیوں کے حایل ہونے کی وجہ سے سپاہی ایک دو سرے کے حال سے خبردار نہیں ہو سکتے اور اس دروازہ کی راہ دہلی کی جانب ہے دیگر تمام راہوں سے آسان نہ ہے۔

غرض کہ احمد شاہ گجراتی نے محاصرہ میں کوئی نفاذ نہ دیکھا مجبوراً محاصرہ اٹھا کر دلائی کو غارت و تباہ کرنے میں مشغول ہوا اور اجین سے

گذر کر سارنگپور میں آیا سلطان ہوشنگ اس واقعہ سے مطلع ہوا اور دودھری
 راہ سے یہ تعمیل قلعہ سارنگپور میں پہنچ گیا سلطان ہوشنگ نے ازراہ قریب
 سلطان احمد شاہ کے پاس پیام بھیجا کہ حق اسلام ہمارے درمیان میں ہے
 ہم کو ایک دوسرے کے ممالک کو تباہ کرنا اور رعایا کی خون ریزی کرنا
 اپنے سروبال آخرت لینا ہے مناسب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ اس قسم
 کی تباہی و خرابی واقع ہو آپ اپنے دارالملک کو تشریف لے جائیں آگے
 تشریف لے جانے کے بعد اچھی معیشیت کے خدمت مبادک میں پہنچ جائیگا
 سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس کے اقوال پر اعتماد کیا اور اس شب
 کو محافظت لشکر و ہوشیاری و احتیاط میں کستنی سے کام لیا سلطان
 ہوشنگ وقت و موقع کا منتظر تھا اس نے شب دو روز دہم ماہ محرم
 ۹۲۷ھ میں لشکر گجرات پر شجوں مارا چونکہ گجراتی لشکر غافل تھا ہشمار
 اہل گجرات مارے گئے منجملہ ان کے سلطان احمد شاہ گجراتی کی بارگاہ کے
 قریب رائے سامت راجہ ولایت دندہ جس کو فی الحال عوام کے مہاور
 میں گری کہتے ہیں مع پانسو راجپوت کے کام آیا سلطان احمد شاہ گجراتی
 اپنے سر پر وہ خاص سے باہر نکلا اور اس نے حالات و گروہوں دیکھے
 بادشاہ صرف ایک آدمی کے ہمراہ جنگل میں آکر کھڑا ہوا قریب صبح کے
 تمام لشکر گجرات سلطان احمد شاہ کے گرد جمع ہو گیا اور سلطان احمد شاہ
 گجراتی نے قریب صبح صادق کے سلطان ہوشنگ کے لشکر پر حملہ کیا
 اور معرکہ کا رزار ایسا گرم ہوا کہ ہر دو بادشاہ بذات خاص جنگ کے لئے
 مستعد ہو کر زخمی ہوئے آخر کار سلطان ہوشنگ کو شکست ہوئی اور
 اس نے فراری ہو کر قلعہ سارنگ پور میں پناہ لی ثلث ہفتے اور ہشمار
 مال غنیمت گجراتیوں کے ہاتھ آیا ۔
 چودھویں ربیع الثانی کو سلطان احمد گجراتی نے کوچی کا ارادہ کیا
 اور بفتح و فیروزی گجرات کی جانب روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کو اس وقت
 کی اطلاع ہوئی اور یہ بے انتہا غور و دلیری کے ساتھ قلعہ سارنگپور کے

باہر آیا اور گجراتیوں کا تقاب کیا سلطان ہوشنگ نے اس حصہ لشکر کے جو عقب میں رہ گیا تھا بے شمار سپاہیوں کو ہلاک کیا سلطان احمد شاہ گجراتی مجبوراً لوٹ پڑا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی اول حملوں میں سلطان ہوشنگ نے خریف کے مقدمہ لشکر کے اکثر سپاہیوں کو قتل کر ڈالا سلطان احمد نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور خود میدان جنگ میں آکر اس قدر کوشش کی کہ اس کی فتح کے آثار نمایاں ہونے لگے سلطان ہوشنگ کے بازوئے شجاعت تھک گئے اور اس نے دوبارہ سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ لی سلطان ہوشنگ کے چار ہزار سپاہی اس روز میدان جنگ اور حالت فزاری میں مارے گئے اور ہوشنگ کے اسباب شاہانہ پر گجراتیوں کا قبضہ ہو گیا سلطان احمد شاہ گجراتی اپنی سرحد میں پہنچا اور سلطان ہوشنگ شادی آباد مندویں داخل ہوا سلطان ہوشنگ کے جان نگر جانے اور اس کی شادی آباد مندو کی واپسی کے مفصل واقعات کے بارے میں ایک دوسری روایت بھی موجود ہے چونکہ یہ روایت ضعیف سے خالی نہیں ہے لہذا اس روایت کو مولف نے وقائع گجرات میں لکھ کر اسی پرکتفا کی اور اس مقام پر دوبارہ اسے بیان نہیں کیا سلطان ہوشنگ نے اسی سال قلعہ کاروں کی فتح کے لئے تیاری کی اور قلیل مدت میں اس پر قابض ہو گیا بادشاہ نے اسی زمانہ میں دوبارہ قلعہ گوالیار کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور پے درپے کوچ کر کے قلعہ کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اس واقعہ سے چند روز بعد سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں نے بیانہ کی راہ سے راجہ گوالیار کی امداد کی غرض سے لشکر کشی کی جس وقت یہ خبر منتشر ہوئی سلطان ہوشنگ نے قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور دہلی پور کے تالاب تک کوچ کر گیا اس واقعہ کے چند روز کے بعد ہر دو بادشاہوں کے درمیان صلح کے بیانات جاری ہوئے اور ایک نے دوسرے کو تحائف دئے اور اپنے دارالملک واپس آئے۔ ۳۳۰ میں سلطان احمد شاہ بہمنی والی دکن نے قلعہ کمپیرہ کی فتح کے ارادہ سے روانگی کا قصد کیا

سلطان احمد شاہ بہمنی کھیرلہ پہنچا اور قلعہ کھیرلہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا حاکم حصار یعنی زنگہ رائے مقتول کے فرزند نے جو سلطان ہوشنگ کے حکم سے کہاں کا حاکم تھا ایلی بھیج کر سلطان ہوشنگ سے امداد طلب کی سلطان ہوشنگ قلعہ کھیرلہ کی جانب روانہ ہوا سلطان ہوشنگ قلعہ کھیرلہ کے قریب پہنچا اور دکنیوں نے اسی وقت کوچ کیا اور اپنی مملکت کی طرف واپس ہوئے سلطان ہوشنگ نے اس امر کو دکنیوں کی کمزوری و عاجزی پر محمول کیا اور رائے کھیرلہ کے اغوا سے ان کے تعاقب میں مشغول ہو گیا سلطان احمد شاہ بہمنی مع اپنے امرا و خاصہ خیل کے کہیں گاہ میں پوشیدہ ہو گیا اور بقیہ لشکر کو سلطان ہوشنگ کے مقابلہ میں جنگ کے لئے حکم دیا سلطان ہوشنگ سرگرم تعاقب مسافت طے کر رہا تھا کہ اثنائے راہ میں اس نے دکنیوں کی فوج کو جنگ کے لئے مستعد پایا اور ان کے مقابلہ میں گھڑا ہو گیا سلطان ہوشنگ نے دکنیوں کی قلیل فوج کو دیکھا اور عقب کے لشکر کا انتظار نہ کر کے لڑائی میں مشغول ہو گیا سلطان احمد شاہ بہمنی نے تدبیر کو تقدیر کے موافق پایا اور کہیں گاہ سے باہر نکل کر سلطان ہوشنگ کے عقب میں آیا اور حریف پر حملہ آور ہوا سلطان ہوشنگ جو اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھا بے حد مضطرب ہوا اور اپنی عادت کے مطابق دکنیوں سے بھی شکست فاش پائی سلطان ہوشنگ نے اپنے احوال و احوال کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود فاری ہوا سلطان ہوشنگ کے اہل و عیال دکنیوں کی ہاتھ میں اسیر ہو گئے سلطان احمد شاہ بہمنی اس جماعت کی گرفتاری سے واقف ہوا اور ازراہ مروت خواجہ سرا اور امیروں کی ایک جماعت کو متعین فرما کر ہوشنگ کے دن و فرزند کے لوازم ضیافت و مہمانداری کو ادا کر کے ہر فرد کو جاہلے زریں جواہر و وزعطا فرمائے اور اپنے مستدامین امرا اور پانسو سپاہ کے ہمراہ سلطان ہوشنگ کے پاس روانہ کر دیا۔

ششماہ میں سلطان ہوشنگ کا لہی کوچ کر کے اتر رہا ہے

جو سلطان مبارک شاہ بادشاہ دہلی کے ملازم عبدالقادر کے زیر حکومت تھی مندو سے روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کا لہی آئے نواح میں پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان ابراہیم شہر قتی بھی بیشمار لشکر کے ہمراہ اپنے دارالملک جوینور سے کا لہی کو فتح کرنے کے غرض سے پہنچیل آ رہا ہے سلطان ہوشنگ نے سلطان ابراہیم کی مدافعت کو کا لہی کی فتح پر مقدم خیال کیا اور اس سے جنگ کے لئے متوجہ ہوا ہر دو لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور جنگ امر وز و فر واپر ملتوی ہونے لگی شاہ ابراہیم شہر قتی کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان مبارک شاہ فرماؤ ائے دہلی نے مواقع پاکر جوینور کا ارادہ کیا ہے سلطان ابراہیم نے اس خبر کو سنا اور بے اختیار جوینور کی طرف راہی ہوا سلطان ہوشنگ بلا نزاع کا لہی پر قابض ہوا اور شہر میں خطبہ سلطان ہوشنگ کے نام کا پڑھا گیا سلطان ہوشنگ نے چند روز کا لہی میں قیام کیا اور اس کے بعد شہر کی حکومت عبدالقادر سابق حاکم کا لہی کے سپرد کر کے خود مالوہ روانہ ہوا۔

اٹھائے راہ میں بادشاہ کو تھانہ داروں کے عراض موصول ہوئے کہ چند سرکشوں نے کوہ بابیہ سے ولایت مالوہ میں داخل ہو کر بعض مواضع اور قریات پر حملہ کیا ہے اور عرض بھیج کر اپنا ملجا بنا رکھا ہے اس عرض کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ رائے بھیج نے اپنے عید میں اس فاصلہ راہ میں جو پہاڑوں کے درمیان اس کی مملکت میں واقع ہوا تھا پتھروں کو تراش کر بند باندھ دیا تھا عرض و طول اس بند کا اس حد تک ہے کہ دوسری سمت اس کی نہیں نظر آتی اور اس کی گہرائی کی تھا نہیں ہے اسی زمانہ میں جب کہ تھانہ داروں کے عراض موصول ہوئے سلطان ہوشنگ کی اولاد کے درمیان بھی نزاع پیدا ہوئی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان ہوشنگ کے سات فرزند اور تین دختر تھیں تین فرزند اس کے دختر عالم خاں حاکم اسیر کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جن کے اسماء یہ ہیں عثمان خاں فتح خاں اور سلیمیت خا

اور دوسرے فرزند اس کے احمد خاں عمر خاں اور ابواسحاق کے نام سے موسوم تھے آخر الذکر شاہزادوں کو سلطان ہوشنگ کے دلدار اکبر غزنین خاں سے خلوص و اتحاد حاصل تھا لیکن عثمان خاں اور غزنین خاں میں ہمیشہ سے نزاع چلی آتی تھی ایک جماعت امرا و سپاہ کی عثمان خاں کی ہی خواہ تھی اور دوسری جماعت غزنین خاں کی ہو خواہی کا دم بھرتی تھی سلطان ہوشنگ کو اپنے فرزندوں کی باہمی مخالفت سے بید کلفت پیدا ہوئی۔ ملک مغیت اور اس کا فرزند محمود خاں بید عاقل اور دبی قہم اور بکیر کا رتھے سلطان ہوشنگ کی خوشنودی طبع کی کوشش کرتے تھے اور محاملات پسندیدہ و خوشگوار پیش نظر کر کے غبار کلفت اس کے دل سے دور کرتے تھے چنانچہ مکر سلطان ہوشنگ نے اپنی زبان سے کہا کہ محمود خاں اس قابل ہے کہ میں اس کو اپنا ولیعهد کر دوں ملک مغیت عاجزانہ عرض کرتا تھا کہ شاہزادوں کی عمر کی بقا ہو ہم بندگان دولت ہیں ہمارے قلوب میں کوئی اور خیال بجز جاں نثاری و خدمتگذاری کے نہیں ہے عین کالپی کی راہ میں ایک دن عثمان خاں نے اپنے برادر بزرگ غزنین خاں کے ساتھ بڑی بے ادبی کی یعنی اپنے ایک ملازم کو سلطان زادہ غزنین خاں کے حرم میں بھیجا ملازم غزنین خاں کے حرم میں گیا اور غزنین خاں کو گالیاں دیں ہر چند نگہبانوں اور خواجہ سراؤں نے منع کیا لیکن عثمان خاں کا ملازم اپنی حرکت سے باز نہ آیا آخر کار عثمان خاں کے ملازم اور غزنین خاں کے ملازموں میں مارپیٹ کی نوبت آگئی شہزادہ عثمان خاں اپنی بد افغانی سے مطلع ہوا اور اپنے باپ کے غصہ سے ڈر کر لشکر گاہ کے باہر چلا گیا اور وہاں دیگر امور بد کا بھی مرتکب ہوا۔

شاہزادہ امراٹے ناما قبت اندیش کو وعدہ ہائے دل خوش کن سے فریفتہ کر کے بادشاہ سے بیوفائی کرنے لگا۔ سلطان ہوشنگ ان حرکات سے مطلع ہو کر بید غضبناک ہوا اور ملک مغیت سے

اس بارے میں مشورہ کیا ملک منیث نے عرض کیا کہ چونکہ اس قسم کے حرکات اکثر شہزادہ سے بطور میں آئے ہیں اور معاف فرمائے گئے ہیں اس مرتبہ بھی حضور شہنشاہی فرمائیں تاکہ شہزادہ اگر لشکر سے ملحق ہو جائے سلطان ہوشنگ نے فاضل سے کام فرمایا اور شہزادہ عثمان خان مقدمات کی تہدید کے لشکر گاہ میں آیا سلطان ہوشنگ زمین پہنچا اور بادشاہ نے ایک روز دربار عام کا حکم دیا اور اس مجلس میں عثمان خان اور فتح خاں اور ہیت خاں پر عتاب کر کے ان کو موکلوں کے سپرد کر دیا اس واقعہ کے تین روز بعد سلطان ہوشنگ نے ان تینوں بھائیوں کو پاب زنجیر کر کے ملک منیث کے حوالہ کیا اور قلعہ شادی آباد مندو میں مقید کر دیا۔

سلطان ہوشنگ خود کوہ جابیہ کے سرکشوں کی تادیب و گوشمالی کی طرف متوجہ ہوا اور بہت عین کوہ جابیہ پہنچ کر عرض بھیجی کہ بند کو توڑ ڈالا سلطان ہوشنگ نے بھیجی عرض سے بھی بہت عین مسافت کو طے کر کے اس نواح کے سرکشوں کو پایاں و تباہ کیا۔ کوہ جابیہ کا راجہ پیادہ جنگل میں بھاگ گیا اور مغرور راجہ کا تمام مال اور اس کے زن و غریزہ سلطان ہوشنگ کے ہاتھ آئے اور شہر برباد کر دیا گیا رعایا کے لڑکے اور لڑکیاں بھی نظر بند ہوئیں۔ سلطان ہوشنگ واپس آیا اور قلعہ ہوشنگ آباد میں موسم برسات کو ختم کیا۔ سلطان ہوشنگ عین برسات کے موسم میں ایک دن شکار کے قصد سے سوار ہوا اثناء میں سر میں لعل بدخشانی تاج سلطانی سے نکل کر گر پڑا اور تین روز گزر جانے کے بعد ایک پیادہ نے بادشاہ کے نذر کیا اور پانچو تنگلے انعام پائے سلطان ہوشنگ نے اس تقریب پر ایک حکایت بیان کی کہ ایک دن ایک لعل سلطان فیروز شاہ کے تاج سے جدا ہو کر گر پڑا اور ایک پیادہ اس کو لے آیا فیروز شاہ نے پانچو تنگلے اس کو انعام دیا اور فرمایا کہ یہ آفتاب عمر کے غروب ہونے کی تشبیہ ہے اس

واقعہ کے چند روز کے بعد سلطان فیروز شاہ نے دہلی سے کوچ کیا میرا خیال ہے کہ میری عمر کا یہاں بھی لبریز ہو چکا ہے اور چند نفس سے زیادہ باقی نہیں ہیں۔

حضار مجلس نے دعا و ثنا کے بعد عرض کیا کہ سلطان فیروز شاہ نے یہ بات کہی تھی اس وقت اس کی عمر نو سال کی ہو چکی تھی اور بادشاہ ابھی جوان و قابل فرمانروائی ہیں سلطان ہوشنگ نے جواب دیا کہ انھیں اس عمر کے لئے کم دیش کی قید لازمی نہیں ہے اتفاق سے چند روز کے بعد سلطان ہوشنگ مرض سلسلہ ہولی میں مبتلا ہوا بادشاہ نے موت کے آثار مشاہدہ کئے اس وقت ہوشنگ آباد سے شادی آباد مسند کی طرف متوجہ ہوا ایک روز اثنائے راہ میں سلطان ہوشنگ نے دربار عام کیا اور امرا اور سرداران لشکر کی موجودگی میں مہر سلطنت فرزند غزنین خاں کو عنایت کی۔

سلطان ہوشنگ نے غزنین خاں کا ہاتھ ملک محمود النخاطب محمود خاں کے ہاتھ میں دیا محمود خاں نے نوازم آداب بجا لا کر عرض کیا کہ جب تک رمتے جان میرے جسم میں باقی ہے میں خدمتگداری و جان نثاری میں کوتاہی نہ کروں گا سلطان ہوشنگ نے امرا و وزرا سے عموماً وصیت فرمائی کہ تمام افراد باہمی مخالفت و دشمنی کی وجہ سے مملکت کو تباہ نہ کریں سلطان ہوشنگ چونکہ یہ امر بفراسست دریافت کر چکا تھا کہ محمود خاں اس امر کا مدعی ہے کہ سلطنت اس کی جانب منتقل ہو جائے لہذا مکر و نفاق اس کے گوش گزار کر دئے اور اپنے حقوق تربیت اسے یاد دلا کر کہا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی صاحب شمشیر و باشوکت فرمانروا ہے اور ہر وقت تسخیر مالوہ کا ارادہ اپنے قلب و دماغ میں رکھتا ہے اور وقت فرصت کا منتظر ہے اگر بہات مملکت کی انجام دہی اور سپاہ و رعیت کی تربیت اور پرورش میں سستی و غفلت واقع ہوئی اور شہزادہ کی مراعات کا لحاظ نہ کیا گیا تو یقیناً جانو کہ سلطان احمد گجراتی مصمم ارادہ تسخیر مالوہ کا

کر کے تمھارے شیرازہ جمعیت کو منتشر کر دے گا۔
 دوسری منترک میں شاہزادہ غزنین خاں نے اپنے ایک امیر
 محمود خاں المخاطب بہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور پیام
 دیا کہ اگر حضرت وزارت پناہ اپنی بیعت کو ایمان و قسم سے موکد کر دے
 تو مجھے اطمینان خاطر حاصل ہو جائے محمود خاں نے شاہزادہ کے التماس
 کو قبول کیا اور اپنے عہد و پیمان کو ایمان و قسم سے مستحکم کر دیا بعض امرا
 نے جو شاہزادہ عثمان خاں کے بھی خواہ تھے خواجہ نصر اللہ کے وسیلہ
 سے عرض کیا کہ شاہزادہ عثمان بھی جو ان شایستہ و سعادت مند ہے اگر وہ
 قید سے رہا کر دیا جائے اور ایک حصہ بلا دمانوہ کا اس کی جاگیر میں مقیم
 کر دیا جائے تو بہتر و مناسب ہے سلطان ہوشنگ نے جواب دیا کہ اس
 امر کا خیال میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا لیکن اگر میں عثمان خاں کو
 رہا کئے دیتا ہوں تو امور سلطنت میں خلل پیدا ہو کر فساد عظیم برپا
 ہو جائے گا۔

یہ خبر غزنین خاں کو معلوم ہوئی کہ بعض امرا عثمان خاں کی رہائی
 کے لئے سامعی ہیں غزنین خاں نے دوبارہ محمود خاں المخاطب بہ عمدۃ الملک
 کو محمود خاں کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ اگر تم میرے حضور میں عہد سابق کو
 ایمان و قسم سے دوبارہ مستحکم کر دو تو مجھے از سر نو اطمینان حاصل ہو جائے
 ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں راہ میں سر سواری شاہزادہ غزنین خاں
 سے ملا اور دوبارہ قسم کھا کر کہا کہ جب تک رمتے جان بھی میرے جسم
 میں باقی ہے میں شاہزادہ کی بھی خواہی سے دست بردار نہ ہوں گا
 امر ارجس وقت ان حالات سے واقف ہوئے انھوں نے ملک عثمان خاں
 جلال کو جو ایک مقتدر و معتمد امیر تھا ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں
 کی خدمت میں بھیجا اتفاق سے محمود خاں المخاطب بہ عمدۃ الملک بھی اس
 وقت محمود خاں کی خدمت میں حاضر تھا۔

ملک عثمان خاں جلال اور ملک مبارک غازی محمود خاں کے

پاس آئے محمود خاں عمدۃ الملک کو نیمہ گاہ میں چھوڑ کر خود باہر آیا اور اپنی بارگاہ میں بیٹھا تاکہ جو گفتگو درمیان میں آئے اس کو خود عمدۃ الملک ہی سے ملکہ مبارک غازی نے شہزادہ عثمان اور امرا کی جانب سے بعد دعا کے یہ پیام دیا کہ جب سے امر حکومت و وزارت کا دنیا میں وجود ہے آپ کے مثل کوئی وزیر مسند وزارت پر نہیں بیٹھا لیکن ہم سب کو اس امر کا پیچہ تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ عثمان خاں شجاعت و سخاوت و ادب و کثرتی و رعیت نوازی کے صفات سے متصف ہے آپ نے ولیعہدی کے معاملہ میں عثمان خاں پر غزنین کو ترجیح دی ہے۔ ماسوا اس کے شہزادہ عثمان خاں ملک مغیث المخاطب بہ ملک شہرف کا داماد بھی ہے اور اس اعتبار سے شاہزادہ عثمان خاں کے فرزند ملک مغیث کے بھی فرزند ہیں اگر سلطان پر ضعف طاری نہ ہوتا اور اس کے قوت میں فرق نہ پیدا ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز اس امر کا ارادہ نہ کرتا اب تمام اکابر و امرا اس امر کی آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ اپنی توجہ شہزادہ عثمان خاں کے شامی حال رکھیں اور اپنے دست شفقت کو اس کے سر پر سے نہ اٹھائیں۔

چونکہ ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں کا یہ منشاء تھا کہ شہزادہ عثمان خاں کا جونی الحقیقت شائیت سلطنت ہے وجود درمیان میں نہ آنے پائے لہذا محمود خاں نے جواب دیا کہ بندہ کو بندگی سے کام ہے خواہ اعلیٰ و خداوندی کو وہ جانے جو اس کا مستحق ہے میں نے مدت العمر میں کبھی ان لا حاصل امور سے تعلق نہیں رکھا۔

ملکہ مبارک غازی خاں رخصت ہوا اور محمود خاں نے عمدۃ الملک کو باہر بلا لیا اور کہا کہ جو کچھ تم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اس کو شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں عرض کر دو عمدۃ الملک شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا شہزادہ سے بیان کیا غزنین خاں کو محمود خاں کی جانب سے اطمینان حاصل ہو گیا اور

شہزادہ بھی خوش ہوا اور سلطان ہوشنگ کی زلیست سے باپوں پہ گئے اور ملک عثمان جلای کے وکیل مظفر خاں نے ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان کے محافظوں کو متفق کر کے شہزادہ کو قید خانہ سے نکال لے جائے مظفر خاں اپنے اسی ارادہ کی بنا پر لشکر گاہ سے فراری ہوا۔

یہ خبر ملک محمود خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے فوراً شہزادہ غزنین خاں کو مطلع کیا غزنین خاں نے ان واقعات کے تدارک کی کوشش کی اور ملک احسن و ملک بر خودار کو متعین کیا کہ صہیل سے چپاس گھر لے گیا کریں میرا شہزادہ عثمان کا ہوا خواہ تھا اس نے جواب دیا کہ مہنوز سلطان زندہ ہے میں بلا حکم شاہی ایک گھوڑا بھی نہ لوں گا میرا خوراسی وقت روانہ ہوا اور ایک معتبر خواجہ میرا سے کہ وہ بھی شہزادہ عثمان خاں کا پہی خواہ تھا اس واقعہ کو بیان کیا خواجہ میرا نے اس امر کو غضب شاہانہ اور اعتراض سلطانی کا باعث تصور کر کے میرا خور کو یہ تعلیم دی کہ بادشاہ کے پلنگ کے قریب جا کر باواز بلند کہوتا کہ بادشاہ سنے اور اس کے قلب میں خطرہ پیدا ہو کہ مہنوز میں زندہ ہوں اور شہزادہ غزنین خاں میرے اسباب میں تصرف کرتا ہے میرا خور نے خواجہ میرا کی نصیحت پر عمل کیا۔

سلطان ہوشنگ قدرے ہوش میں آ گیا اور کہا کہ میرا ترکش کہاں ہے بادشاہ نے اسی وقت تمام امر کو طلب فرمایا امرامضی اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ قوت ہو چکا ہو اور غزنین خاں اس بیان سے ہلا کہ ہم کو قید و قتل کر لے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ خبر غزنین خاں کو معلوم ہوئی اور خوف و رعب طاری ہو گیا چونکہ شاہزادہ خفیف العقل تھا ملاقات کو بخوبی ذہن نشین نہ کر سکا اور لا کروں میں جتین منزل لشکر سے دور تھا بھاگ کر چلا گیا۔

غزنین خاں نے عمدۃ الملک کو محمود خاں کی خدمت میں بھیج کر پیام دیا کہ تمام امر شہزادہ عثمان خاں کی حکومت پر متفق ہیں اور میں بجز

تمہارے کوئی دوسرا ہی خواہ نہیں رکھتا آپ کو معلوم ہے کہ سلطان نے ترکش کو طلب کیا تھا میں محض تو ہم پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ جھکو گرفتار کر کے میرے بھائیوں کے ہمراہ قید کر دے لشکر گاہ سے باہر چلا گیا ہوں محمود خاں نے جواب دیا کہ ہرگز تم سے کوئی امر خلاف مرضی سلطان ظہور میں نہیں آیا اور پچاس گھوڑوں کے طلب کرنے کا قصہ میں بوقت مناسب بادشاہ سے عرض کر دوں گا۔

غزنین خاں نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا کہ اگرچہ وزارت پناہ نے میری دستگیری کی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ خواجہ سراؤں نے بادشاہ کی حضور میں میری یہاں شکایتیں کی ہیں لہذا مجھ پر خوف غالب آگیا ہے محمود خاں نے جواب دیا کہ ان شکایات سے کوئی اندیشہ نہیں شہزادہ غزنین خاں کو چاہئے کہ بہت جلد لشکر گاہ میں داخل ہو جائے اس لئے کہ وقت تنگ ہو چکا ہے اور آفتاب قریب غروب ہے۔

محمود خاں نے ایک خط عمدۃ الملک کے سامنے ملک مغیث کے نام روانہ کیا جس کا یہ مضمون تھا کہ بادشاہ شہزادہ غزنین خاں کو اپنا ولیعهد و قائم مقام مقرر کر چکا ہے اور اب مرض نے بادشاہ کی حالت ابتر کر دی ہے اور مقرین بادشاہی، حیات سے مایوس ہو چکے ہیں آپ پر لازم ہے کہ شاہزادہ عثمان خاں کی محافظت میں کوشش فرمائیں جس وقت عمدۃ الملک نے شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر محمود خاں کا پیغام ادا کیا اور خط کا مضمون بیان کیا شہزادہ غزنین خاں مسرور و شادان ہو گئے اور میں داخل ہو گیا۔

خاں جہاں عارض مالک اور خواجہ سراؤں نے جو شاہزادہ عثمان خاں کے بھی خواہ تھے اس امر کا اندازہ کر کے کہ اب بادشاہ چند لمحے کا عہد ہے باہم یہ صلاح کی کہ دوسرے روز صبح کو بلا اس کے کہ محمود خاں کو اطلاع ہو سلطان کو پالکی میں سوار کر کے بہنجیل مندو کی طرف

روانہ ہوں تاکہ شہزادہ عثمان خاں کو قید سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھلا دیں خاں جہاں اور خواجہ سراؤں سے دن صبح کو اپنے مشورہ کے موافق بادشاہ کو پالکی میں سوار کر کے بہنجیل روانہ ہوئے لیکن قلیل مسافت طے کی تھی کہ بادشاہ نے وفات پائی۔

محمود خاں اس واقعہ سے مطلع ہوا اور کچھ ملازمین کو بھیجا تاکہ خواجہ سراؤں اور امرا کو ملامت کر کے پالکی کو روک لیں شہزادہ غزنین خاں اور محمود خاں اس مقام پر پہنچے اور یہیں فروکش ہو کر خواجہ سراؤں پر بوجہ ان کی اس بےجیل کے غصہ کیا۔

خواجہ سراؤں نے جواب دیا کہ بادشاہ اپنی حیات میں ردانگی کے لئے بےجیل فرما رہے تھے ہم لوگ حسب الحکم روانہ ہوئے ہیں شہزادہ غزنین خاں اور محمود خاں نے یہ شکہ سکوت کیا محمود خاں نے بارگاہ سلطانی نصب کی اور بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے نقیہ تمام امر گوشہ نشین ہو گئے محمود خاں نے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر باؤاز بلند کہا کہ سلطان ہوشنگ بحکم خدا فوت ہو گیا اور شہزادہ غزنین خاں کو جو اس کا خلف الصدق ہے اپنا قائم مقام اور ولیعہد مقرر کر چکا ہے جو شخص اس کے موافق ہو شہزادہ سے بیعت کرے اور جو شخص اس امر کا مخالف ہو وہ لشکر سے علیحدہ ہو کر اپنی فکر کرے۔

محمود خاں نے یہ کہہ کر غزنین خاں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بیعت کر کے بہت رویا اس کے بعد امرا فردا فردا شہزادہ غزنین خاں کے قدموں کو بوسہ دینے لگے اور سب بے اختیار روتے تھے شہزادہ غزنین خاں کی سلطنت امر اور اکابر کی بیعت سے مستحکم ہو گئی اور سلطان ہوشنگ کی لاش کو اٹھا کر شادی آباد مند و کے مدرسہ میں لے گئے اور عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ کو پیوند خاک کیا۔

بادشاہ کے دفن کے بعد قصر شاہی میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور ملک منیث المخاطب بہ ملک شرف اور خان جہاں وغیرہ تمام امرانے

بیعت کی اور لوازمات تیار و ایثار بجالائے سلطان ہوشنگ نے تیس سال حکومت کی مندو میں بادشاہ ایک خطیرہ کے اندر دفن ہے جو چوہ اور پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے خطیرہ کے اندر چشمہ پانی ٹپکتا ہے مولف نے بھی اس خطیرہ کو دیکھا ہے باسباب ظاہر ہوا پتھر کے سوراخوں میں داخل ہو جاتی ہے اور یہی ہوا پانی کے قطرات بن کر ٹپکتی ہے لیکن اہل ہند اس کو سلطان ہوشنگ کی کرامت خیال کرتے ہیں۔

ذکر سلطنت سلطان سلطان ہوشنگ فوت ہوا اس کے فرزند غزنین خاں غزنین المخاطب گیارہویں الحجۃ ۸۳۵ھ میں ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف بہ محمد شاہ بن سلطان اور اہتمام الملک المخاطب بہ محمود خاں کی سعی سے ہوشنگ غوری۔ تاج فرمانروائی سر پر رکھا اور سلطان محمد شاہ کا لقب اختیار کیا امرائے طوعاً و کرہاً اس کی بیعت کی ہر امیر کی جاگیر اور اس کا وظیفہ بدستور قدیم بحال رہا اور کسی قسم کا تبدل واقع نہ ہوا۔

ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف اور محمود خاں کی حن تہبیر سے رواج و رونق تازہ پیدا ہوئی اور تمام رعایا نے محمد شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی محبت رعایا کے قلوب میں پیدا ہو گئی سلطان غزنین نے ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف کو مسند عالی کا خطاب دیکر عہدہ وزارت اس کے سپرد کر دیا اور ملک مغیث کے فرزند ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں کو امیر الامرا کے عہدہ پر نامزد فرمایا سلطان غزنین نے اپنے جلوس سلطنت کے چند روز بعد اپنے بھائیوں کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کا خون ناحق بہا ڈالا اور اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں کی آنکھ میں مع اس کے تینوں فرزندوں کے سلاخی پھردی ان مظالم سے خلافت کے قلوب اس سے متنفر ہو گئے اور ان کے دلوں میں بجائے محبت کے عداوت پیدا ہو گئی برادران مظلوم کی خونریزی اس کے حق میں مبارک ثابت نہ ہوئی اور قلیل عرصہ میں فساد برپا ہو گیا

ملک کے ہر گوشہ میں فتنہ کی آگ بھڑکی اور ولایت نادونی کے راجپوتوں نے بناوت کی اور ایک حصہ ملک پر حملہ آور ہوئے یہ خبر سلطان محمد شاہ کو معلوم ہوئی اور بادشاہ نے خان جہاں کو پندرہ ربیع الاول ۱۰۳۸ء کو دس ہاتھی اور خلعت خاص دیکر اس گروہ کی تادیب کے لئے مبین فرمایا محمد شاہ نے مملکت کے انتظام کو فراموش کیا اور مے نوشی کا عادی ہوا اور اس کثرت سے عادی ہوا کہ سوا ساقی و شراب کے اور کچھ اسے یاد نہ رہا۔ چونکہ خان جہاں محمود خاں کے ملازمین نے عمدہ جاگیریں پائی تھیں اور ان کی ثروت و مقدرت اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکی تھی لشکر و اکابر شہر اور اراکین مملکت جن سے محمود خاں کو خدشہ تھا خان جہاں کے ہمراہ چلے گئے اور کسی شخص کو اس جات کی جانب سے اندیشہ ہمسری کرنے کا نہ باقی رہ گیا پیران سال خوردہ کا ایک گروہ جو دولت غوریہ کا بھی خواہ تھا انتقال سلطنت اور دولت غوریہ کے زوال سے متاثر ہوا اور بادشاہ کی ایک حرم کے وسیلہ سے یہ پیام دیا کہ محمود خاں کے دماغ میں حرص سلطنت اپنے غرور پیدا کر دیا ہے اور وہ اس خیال میں ہے کہ سلطان کو معزول کرے خود تخت حکومت پر جلوس کرے۔

سلطان محمد نے ان اشخاص کے اتفاق سے اس امر کا ارادہ کیا کہ قبل اس کے کہ محمود خاں سے یہ امر وقوع میں آئے اس کو خود قتل کر ڈالنا چاہئے یہ خبر محمود خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے کہا کہ خدا کا شکر کہ عہد شکنی میری جانب سے وقوع میں نہیں آئی پس محمود خاں اپنے مقصد کی فکر میں سرگرم ہوا اور ہر وقت لشکر کی تیاری کی فکر میں کرنے لگا محمود خاں اپنی ہوشیاری و احتیاط کی وجہ سے ہر وقت سلطان محمد کے حضور میں آمد و رفت رکھتا تھا سلطان محمد محمود خاں کے طریقہ ہوشیاری کو دیکھتا تھا اور اس پر اور زیادہ خوف غالب آتا جاتا تھا یہاں تک کہ سلطان محمد ایک دن محمود خاں کا ہاتھ پکڑ کر اس کو

اپنی حرم سرا کے اندر لے گیا اور اپنی بیگم کو بھی جو محمود خاں کی ہمسر تھی اسی مقام پر بلایا بادشاہ نے محمدی بیگم کو مخاطب کر کے کہا کہ میں محمود خاں سے کہتا ہوں کہ تو میرا قصور معاف کر دے اور مجھے امید ہے کہ تو مجھے معذرت جانی نہ پہنچائے گا پس امورات سلطنت بے نزاع و مخالفت تجھ کو مبارک ہوں محمود خاں نے کہا کہ شاید میرا عہد قسم سلطان کے دل سے فراموش ہو گیا ہے جو اس قسم کی گفتگو زبان پر لاتے ہیں اگر کسی منافق نے اغراض ذاتی کے اعتبار سے ان امور کو بادشاہ کی حضور میں عرض کیا ہے تو یقین ہے کہ آخر کار وہ نادم و شرمندہ ہوگا اگر میری جانب سے کسی قسم کا خدشہ بادشاہ کے دل میں پیدا ہو گیا ہے تو میں فی الحال تنہا ہوں اور کوئی شخص یہاں اس وقت موجود نہیں ہے کہ میری حمایت میں بادشاہ کی مزاحمت کر سکے۔

محمود خاں کی تقریر سنکر سلطان محمد نے معذرت طلب کی اور فریقین ایک دوسرے کے ساتھ نرمی و چالپوسی سے پیش آئے چونکہ سلطان محمد خفیف العقل تھا اور واہمہ اس پر غالب آگیا تھا ہر لحظہ اس سے ایسے حرکات جو بے اعتمادی پر مبنی ہوں ظہور میں آتے تھے محمود خاں نے مجبوراً اپنے حصول مطلب کے لئے انتہائی کوششیں کرنی شروع کیں اور سلطان محمد کے ساتھی کو بیشمار روپیہ دیکر اس امر پر آمادہ کیا کہ شراب میں زہر ملا کر سلطان محمد کا کام تمام کرے اور ساتھی نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا۔

امرا جو اس واقعہ سے مطلع ہوئے خواجہ نصر اللہ وزیر مشیر المملک اور لطیف ذکر یا اور بعض سرداروں نے اتفاق کر کے سلطان محمد کی وفات کی خبر کو مخفی رکھا اور شہزادہ مسعود خاں بن سلطان محمد شاہ کو جس کی عمر تیرہ سال کی تھی حرم سرا کے باہر لے آئے اور تخت سلطنت پر بٹھلا دیا اس کے بعد امرا نے باہم یہ قرار داد کی کہ جس جیلہ و بہانہ سے ممکن ہو سکے محمود خاں کا قدم در میان سے اُٹھا دیا جائے امرا نے باہم اتفاق کر لیا کہ محمود خاں کو ملک محمد و الخاں بہ محمود خاں کے پاس روانہ کیا اور یہ پیام دیا کہ

سلطان محمد تم کو بہ تعیل طلب کرتا ہے تاکہ بصفیہ رسالت گجرات کی جانب روانہ کرے۔

محمود خاں چونکہ سلطان محمد کی وفات سے آگاہ ہو چکا تھا اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے تمام مشاغل کو ترک کر دیا ہے اور اب یہ ارادہ ہے کہ بقیہ عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی حادب کشی میں صرف کروں لیکن بادجو اس ارادہ کے چونکہ میرے گوشت و پوست نے سلطان ہوشنگ کے نمک سے پرورش پائی ہے اگر امرا میرے مکان پر آئیں اور باہمی مشورہ کے بعد جو امر طے ہو اس کو بادشاہ کی حضور میں عرض کریں تو مناسب و بہتر ہو گا ملک بایزید شہانے امرا کو محمود خاں کی گفتگو سے مطلع کر کے بیان کیا کہ محمود خاں کو اب تک سلطان محمد کے فوت ہو جانے کی اطلاع نہیں ہے اگر آپ حضرات بالاتفاق اس کے مکان پر جائیں تو یقین ہے کہ وہ آپ کے ہمراہ دو لشکر سلطانی میں حاضر ہو جائے گا اس وقت آپ اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

امرا بایزید شہانے قول کے مطابق محمود خاں کے پاس گئے اور محمود خاں نے اپنے ملازمین کو گوشوں میں غفی کر رکھا تھا جس وقت امرا اس کے مکان میں داخل ہوئے محمود خاں نے سوال کیا کہ سلطان ہشیار ہے یا مست پڑا ہوا ہے امرا سمجھ گئے کہ یہ کیا کہتا ہے اسی وقت فوراً محمود خاں کے ملازم حجروں سے نکل کر امرا پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قید کر کے موکلوں کے سر دکر دیا چونکہ اس خبر کے مشہور ہونے کے بعد شہزادہ مسعود خاں کے بھی خواہ امرا کے دماغ نشہ غیرت سے سرشار ہو چکے تھے ان امرائے اپنی افواج کو فراہم کر کے لشکر سلطانی کو بھی تیار کر لیا اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر اتار کر شہزادہ مسعود خاں کے سر پر سایہ نکلن کیا۔ محمود خاں نے اس خبر کو سنا اور سوار ہو کر شاہی مجلس رگی طرف روانہ ہوا تاکہ شاہزادہ مسعود کو گرفتار کر کے اپنا کام کرے محمود خاں

دولت خانہ شاہی کے قریب پہنچا اور طرفین نے تیسروں نیزہ سے ایک دوسرے پر حملہ کرنا شروع کیا شب تک ہنگامہ کارزار گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد شہزادہ محمد خان قلعہ سے نیچے اتر کر فراری ہوا اور مسعود خان نے خلیج جابلہہ کے دامن میں پناہ لی بقیہ امرانے بھی گوشہ عاقبت میں چھپ کر اپنی جان بچائی محمود خان صبح تک مستعد و مسلح دولت خانہ شاہی کے قریب کھڑا رہا اور سپیدہ صبح کے نمودار ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ قصر شاہی خالی ہے اور مخالفین گوشوں میں پنہاں ہیں محمود خان نے قصر شاہی میں داخل ہو کر جلد سے جلد ایک خط اپنے باپ خان جہاں کے نام روانہ کیا کہ منصب فرمانروائی آپ ہی کا حق ہے جلد آئے اور تخت سلطنت پر جلوس فرمائے محمود خان نے خان جہاں کو یہ پیام بھی دیا کہ تخت سلطنت کا بادشاہ کے وجود سے خالی رہنا فتنہ و فساد کا باعث ہے ظاہر ہے کہ مملکت مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے جس میں فتنہ و فساد کا پیدا ہونا ہر وقت ممکن ہے لیکن غنیمت یہی ہے کہ ہمنور سرکش اور فتنہ انگیز اشخاص خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوئے خان جہاں نے جواب دیا کہ جب تک فرمانروا عالمی نسب سخی شجاع اور صاحب فہم و فراست نہ ہو اور سلطنت میں رونق نہیں پیدا ہوتی خدا کا شکر ہے کہ تمام صفات فرمانروائی فرزند غریبہ کی ذات میں جمع ہیں چاہئے کہ فوراً تخت حکومت پر قدم رکھ کر فرمانروائی کا ڈنک بجائے قاصد یہ جواب لے کر واپس آیا اور تمام امر اور اعیان سلطنت نے خان جہاں کی اس رائے کی تعریف اور اسل کے قول کی تصدیق کی محمود خان نے بخومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور تمام امر و اکابر نے اسے ہاتھ کو بوسہ دیکر تهنیت و مبارکباد عرض کی۔ سلطان محمد شاہ غوری نے ایک سال چند ماہ حکومت کی۔

ذکر سلطنت سلطان ایہ امر ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتب تواریخ ہند محمود خلجی۔ میں عموماً اور تاریخ الفی مولفہ استاذی ملا احمد تنوی میں

خصوصاً مرقوم ہے کہ سلاطین غوریہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد سلطان محمود خلجی نے دوشنبہ کے روز انیسویں شوال ۸۳۴ھ کو اردنگ حکومت مالوہ پر جلوس فرما کر تاج فرماز دائی کو سر پر رکھا اور اپنی ہمت سے مقام میں کامیاب ہوا جلوس کے وقت سلطان محمود خلجی کی عمر اس وقت چونتیس سال کی تھی۔

بلاد مالوہ میں سکھ و خطبہ اس کے نام کا جاری ہو گیا اور سلطان محمود خلجی نے تمام امرا کو انواع عنایات سے کوشل کر کے ہر فرد کے منصب و جاگیر میں اضافہ کیا اور ایک گروہ کو منتخب کر کے ان کو خطاب عطا فرمائے۔ منجملہ ان کے مشیر الملک کو نظام الملک کا خطاب دیا اور عہدہ وزارت پر نامزد فرمایا ملک برخوردار کو عارض مالک کے عہدہ پر معین فرمائے تاج خاں کا خطاب اس کو رحمت فرمایا خان جہاں کو تہذیب امیر الامرائی پر فائز کر کے حکومت مالوہ کے بہترین حصے اس کے سپرد کئے اور خطاب اعظم ہمایوں و چتر و ترکش سفید جو اس وقت سلاطین کی شان تھی مرحمت فرمائے۔

غیر الشان خصوصیت خان جہاں کے لئے یہ بھی قرار پائی کہ نقیب و بساؤل طلائئ و نقری اعصابا تھیں لے کر جس وقت اعظم ہمایوں سوار ہو بیسہم اللہ الرحمن الرحیم جو خاص طریقہ سلاطین کا ہے یہ آواز بلند کہیں۔

سلطان محمود خلجی کی سلطنت قائم ہو گئی اور اس نے اپنی ہمت و فضل کی پرورش پر مبذول کی جس مقام سے کسی اہل کمال کی خبر اس کے گوش زد ہوتی بادشاہ فوراً روپیہ ارسال کر کے اس کو طلب کر لیتا تھا سلطان محمود نے اپنی ملکیت میں مدرسے قائم کر کے علماء و فضلا و طلبہ کے وظائف مقرر کئے اور درس و تدریس کے جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا سلطان محمود خلجی کے ایام حکومت میں بلاد مالوہ ترک شیراز و سمرقند بن گیا۔

جس وقت مہات سلطنت کے انتظامات مستحکم ہو گئے ملک قطب الدین
سمنائی اور ملک نصیر الدین دبیر جو جانی اور سلطان ہوشنگ کے امرا
کی ایک جماعت نے حد کی وجہ سے ملک یوسف قوام الملک کے
اتفاق سے بغاوت کا ارادہ کیا اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل کی غرض
سے ایک روزان لوگوں نے بام مسجد پر جو شاہی دولتخانہ کے متصل تھا
سیڑھیاں لگائیں اور ان پر چڑھ گئے امرا اس جگہ سے مجلس کے صحن
میں اتر آئے اور متروک رہے کہ اب کیا کریں کہ اسی اثنا میں محمود شاہ
خلجی وہاں آگیا محمود شاہ خلجی جو اپنی کمال شجاعت کی وجہ سے صرف
ترکس کمر سے لگائے ہوئے تھا مجلس کے باہر نکل آیا اور خانہ کمان میں
تیروں کو رکھ کر چند آدمیوں کو زخمی کیا اسی درمیان میں مشیر الملک
الغیاث بہ نظام الملک اور ملک محمد خضر اس حال سے آگاہ ہوئے
اور سلاحدارانِ نوبتی کی ایک مسلح جماعت کے ہمراہ یہاں پہنچے باغی
امرا کی جماعت جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے بھاگ کر باہر نکل گئی
لیکن ایک شخص اس جماعت کا جو تیر کی ضرب سے زخمی ہو چکا تھا نہ فرار
ہو سکا شاہی ملازم اس کو پکڑ کر لے آئے اور اس شخص نے تمام افراد
کے اسماء اس بغاوت میں شریک تھے قلمبند کرا دیئے۔

سلطان محمود خلجی نے علی الصباح باغیوں کو طلب کر کے سب
کو سزا دی سلطان زادہ احمد خاں بن سلطان ہوشنگ اور ملک یوسف
قوام الملک اور ملک نصیر دبیر نے اگرچہ اس غدر میں کامل شرکت کی
تھی لیکن اعظم ہمایوں نے سفارش کر کے ان کی تقصیرات معاف کرا دی
اور شاہزادہ احمد خاں کو جو بہ تعمیل برہان پور سے آیا تھا ملعہ اسلام آباد
کی حکومت پر متعین کرا دیا اور ملک یوسف قوام الملک کے لئے
خطاب قوام خانی اور جاگیر بھینہ اور ملک جہاد کے لئے آطلع ہوشنگ
اور ملک نصیر الدین کو خطاب نصرت خانی اور جاگیر حیدیری کی محنت
ہوئی اور ان کو ان کی جاگیرات پر جانے کی اجازت عطا کی گئی۔

شہزادہ احمد خاں نے اسلام آباد آکر مبادت شروع کی اور یوٹائیوٹا اس کی طاقت و لشکر میں ترقی ہونے لگی اور فساد نے طول کھینچا اعظم ہمایوں نے پیشتر سلطان محمود کے حسب الحکم شہزادہ احمد خاں کو نصیحت کی اعظم ہمایوں کی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور سلطان محمود نے تاج خاں کو شہزادہ احمد خاں کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا تاج خاں ایک مدت تک قلعہ اسلام آباد کو محصور کر کے یہاں مقیم رہا لیکن کوئی تدبیر موثر نہ ہوئی اور تاج خاں نے ایک عریفانہ سلطان محمود کی خدمت میں ارسال کر کے بادشاہ سے مدد و طلب کی اسی زمانہ میں جاسوس خبر لائے کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد اور نصرت خاں نے چندیری میں بغاوت کی ہے سلطان محمود غلیجی نے ملک منیث الخاں بھ اعظم ہمایوں خان جہاں کو اسس باہلی اگر وہ کی تادیب کے لئے روانہ فرمایا اعظم ہمایوں اسلام آباد سے دو گوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا تاج خاں اور دیگر امرا اس کی طاقت کے لئے آئے اور تمام حالات بیان کئے اعظم ہمایوں نے دوسرے دن اس مقام سے کوچ کیا اور اسلام آباد کے اطراف کا محاصرہ کر کے مورچوں کو تقسیم کیا اس واقعہ کے بعد اعظم ہمایوں نے علماء و مشائخ کے ایک گروہ کو شہزادہ احمد خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ اس کو نصیحت کریں اور عاقبت کی بربادی ہمدشکنی سے باز رکھ کر جدید قول و عہد پر اس کو قائم کریں علماء و مشائخ نے ہر چند نصیحت کی لیکن وہ منکدل نہ ہوئے اور تمام نصیحتوں کے مقابلہ میں عجیب و غریب جوابات ادا کئے احمد خاں نے اپنے شفیق ناصحوں کو زحمت کر کے ان کو قلعہ کے باہر کر دیا۔

تو ام خاں نے بھی جو ایک مقتدر امیر تھا اعظم ہمایوں کی مخالفت کے سبب اسے اپنے مورچوں سے کچھ اسباب و اسلحہ شہزادہ احمد خاں کے پاس روانہ کئے اور اپنے خلوص گوہر و پیمان سے مستحکم کیا محاصرہ طول کھینچ چکا تھا لیکن ایک روز ایک مطرب نے اعظم ہمایوں کے اثر یا بوجہ بات دیگر شہزادہ احمد خاں کو شراب میں زہر دیکر ہلاک کیا اور

نہ خود حصار سے نیچے اتر کر اعظم ہمایوں کے لشکر گاہ میں چلا آیا اور قلعہ اسی روز فتح ہو گیا اعظم ہمایوں بھی اسی دن کوچ کر کے ہوشنگ آباد روانہ ہوا تو امراں جو اپنے تصور سے بخوبی واقف تھے مدین راہ میں اعظم ہمایوں کے لشکر گاہ سے فرار ہو کر بھینسہ کی جانب چلا گیا اعظم ہمایوں نے ملک اجماد کی مدافعت کو مقدم سمجھ کر ہوشنگ آباد کا رخ کیا ملک اجماد نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور اپنے تمام اسباب و اموال کو چھوڑ کر گڑھ پایہ گونڈ واڑہ کی جانب راہی ہوا چونکہ اہالی گونڈ واڑہ کو معلوم تھا کہ یہ شخص اپنے مالک سے منحرف ہو کر یہاں آیا ہے رعایا نے هجوم عام کر کے فراری امیر کی راہ روک لی اور ملک اجماد کو مقید کر کے اس کے اسباب و اموال کو غارت اور خود اس کو قتل کر ڈالا۔

اعظم ہمایوں اس خبر کو نگرہ بچد مسرور ہوا اور قلعہ ہوشنگ آباد میں داخل ہوا اور اٹھہر کا انتظام کر کے اپنے ایک معتمد کے سپرد کیا اس واقعہ کے بعد اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کی گوشمالی کے لئے چندیری کے قریب پہنچا نصرت خاں عاجز ہوا اور استقبال کے لئے آیا نصرت خاں ازراہ چالوئی چاہتا تھا کہ اپنی بدکرداری کو مخفی رکھے لیکن اعظم ہمایوں نے سادات و علماء و اکابر شہر کو طلب کر کے محضر تیار کیا اور ہر شخص سے نصرت خاں کے حالات دریافت کئے ہر فرد نے ایک مختلف روایت بیان کی لیکن قدر مشترک ہر روایت کی یہی تھی کہ نصرت خاں نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے بغاوت و مخالفت برپا کر رکھی تھی اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کو چندیری کی حکومت سے معزول کر کے ملک الامر اجماد کی حکومت سپرد کر دی اعظم ہمایوں بھینسہ روانہ ہوا اور بہر چند اپنے مقبرہ ملازموں کو قوام خاں کے پاس بھیجا اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن فائدہ نہ ہوا آخر کار قوام الملک عاجز آگیا اور بھینسہ سے نکل کر فراری ہوا اعظم ہمایوں نے چند روز بھینسہ میں قیام کیا اور یہاں کے انتظامات سے مطمئن و فارغ ہو کر دار الملک شادی آباد مندا روانہ ہوا۔

اعظم ہمایوں کو اثناء راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان احمد گجراتی مالوہ فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے اور شاہزادہ مسعود خاں بھی جو سلطان محمود خلجی سے امان حاصل کر کے گجرات چلا گیا تھا لشکر جلد اور بیس ہاتھیوں کے ہمراہ سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لئے قریب پہنچ گیا ہے اعظم ہمایوں نے اس روانہ ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر سے چھ کو س کا فائدہ دیکھ کر دروازہ تاراپور سے قلعہ مندو میں داخل ہو گیا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ مندو کے پیچے آیا اور حصار کا محاصرہ کر لیا محمود شاہ خلجی اپنے باپ کی آمد سے بید مسرور ہوا اور لوازم لشکر بجالایا سلطان محمود خلجی ہر روز لشکر کو قلعہ سے باہر بھیج کر معرکہ کارزار گرم رکھتا تھا بادشاہ کا اپنی شجاعت و بہادری کی وجہ سے ارادہ تھا کہ قلعہ سے باہر نکل کر لشکر گجرات کا مقابلہ کرے لیکن امرائے ہوشنگ شاہی کا اتفاق اس امر کی اجازت نہ دیتا تھا ان واقعات سے بادشاہ کے قلب میں ایسا وہم و خطرہ پیدا ہو گیا کہ اپنے اعزاء تربیت یافتہ افراد کو بھی اپنا دشمن سمجھنے لگا۔

سلطان محمود خلجی چونکہ صاحب بخش و سخی تھا اس محاصرہ کے عالم میں بھی تمام رعایا کو مطمئن و فارغ البال رکھتا اور انبار خانہ سلطانی سے فقرا کو غزیا کو غلہ تقسیم کراتا اور لنگر خانے قائم کر کے فقرا کو طعام بخشتہ و دوام بھی عطا کرتا تھا اس وجہ سے رعایا اس کی جاں نثار ہو گئی تھی سلطان محمود کی سخاوت کی برکت سے قلعہ مندو میں بہ نسبت احمد شاہ گجراتی کے لشکر گجرات کے غلہ ارزاں تھا سلطان محمود خلجی نے بعض امراء گجرات مانند سید احمد و صوفی خاں و لہ عداد الملک و ملک شرف اور ملک محمود بن احمد سلاحدار اور ملک قاسم اور ملک قیام الملک کو جو سلطان احمد شاہ گجراتی کے مخالف و بدخواہ تھے بید و اتائی و تدبیر کے ساتھ نقد و مالگیر کے وعدہ سے اپنی خدمت میں بلایا اس واقعہ سے سلطان احمد شاہ گجراتی کی کارروائیوں میں قدرے خلل پڑ گیا ایک گروہ کی صلاح سے جو سلطان احمد شاہ گجراتی

کے ملازم تھے شیخون کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ کے دو اب و ارمسی نصیر خاں اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے حقیقت حال سے سلطان احمد شاہ گجراتی کو مطلع کیا۔

سلطان محمود خلجی کی فوجیں قلعہ سے نیچے اتریں اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر کو سامنے موجود نہ پایا اور راہوں کو بند پایا لیکن باوجود اس کے بھی فریقین مقابلہ میں آکر جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور صبح صادق کے نمودار ہونے تک ہر دو لشکر کشت و خون کرتے رہے ایک گروہ کثیر کام آیا اور بے شمار سپاہی زخمی ہوئے سلطان محمود خلجی صبح کے وقت قلعہ میں داخل ہوا۔

چند روز کے بعد جاسوس خبر لائے کہ شہزادہ عمر خاں جو مندر سے گجرات اور وہاں سے راجہ کی مملکت میں پہنچکر مقیم اور فرصت کا منتظر تھا مالوہ کے اختلال کی خبر سنکر چندیری میں وارد ہوا اور رعایا و لشکر چندیری نے ملک الامرا حاجی کالو سے بغاوت کر کے عمر خاں کو اپنی حکومت کے لئے منتخب کیا ہے شہزادہ محمود خاں بن سلطان احمد شاہ گجراتی بھی پانچھزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کی جماعت سے سارنگ پور میں مقیم ہوا اور پہلی ہی جنگ میں حاکم شہر کو قتل کر ڈالا سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور مشورت کے بعد یہ طے پایا کہ ملک مغیشٹ الما طلب بہ اعظم ہمایوں قلعہ شادی آباد مند و میں قیام کر کے شہر کی حفاظت کرے اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر آکر درمیانی حصہ مملکت میں قیام اور مملکت کی محافظت کرے۔

سلطان محمود خلجی اپنے ارادہ کے موافق سارنگپور کی طرف روانہ ہوا اور تاج خاں اور منصور خاں کو اپنی روانگی سے پیشتر بھیج دیا چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک حاجی علی کو محافظت راہ کے غرض سے اس مقام پر متعین کر دیا تھا تاج خاں اور منصور خاں نے سلطان محمود خلجی کے پہنچنے سے قبل اس مقام پر پہنچکر ملک حاجی سے جنگ کی ملک حاجی

فراری ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کو یہ خبر دی کہ سلطان محمود دہلی قلعہ مندوسے سارنگپور روانہ ہوا ہے سلطان احمد شاہ گجراتی نے ایک قاصد شہزادہ محمد خاں کے پاس سارنگپور میں بھیجا تاکہ شہزادہ قبل پہنچنے سلطان محمود دہلی کے اجین آجائے شہزادہ محمد خاں نے قاصد کے ہاتھ کے بعد بے انتہا ہوشیاری کیا تاکہ سارنگپور سے کوچ کیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں اجین پہنچ گیا۔

ملک اسحاق بن قطب الملک حاکم سارنگپور نے ایک عریفہ سلطان محمود دہلی کی خدمت میں ارسال کر کے اپنے کتاہوں سے توبہ کی اس عریفہ میں یہ بھی مرقوم تھا کہ شہزادہ محمد خاں سلطان محمود دہلی کے آنے کی خبر سن کر سارنگپور سے اجین چلا گیا ہے لیکن شہزادہ عمر خاں نے سارنگپور کی فتح کے ارادہ سے لشکر کو قبل ہی روانہ کر دیا ہے اور خود بھی عقب میں عنقیب وارد ہوا چاہتا ہے سلطان محمود دہلی کے مضمون سے واقف ہو کر بے حد مسرور ہوا اور ملک اسحاق کی تقصیرات معاف کیں اور تاج خاں کو اپنے پیشتر ملک اسحاق کی استالت کی غرض سے سارنگپور روانہ کیا ملک اسحاق نے معتبر امرا کے ہمراہ سلطان محمود دہلی کا استقبال کیا سلطان محمود دہلی نے ملک اسحاق کو اس کی حصول ملازمت کے بعد دولت خاں کا خطاب اور علم و مورچل و زر و وزی قبائیں اور دس ہزار تنکے نقد مرحمت فرمائے اور اس کا علوفہ وہ میت مقرر فرمایا۔ سلطان محمود دہلی نے ملک اسحاق کے علاوہ اکابرین شہر کو بھی چند گھوڑے اور چاس ہزار تنکے انعام مرحمت فرمایا تاکہ سب باہم تقسیم کر لیں سلطان محمود دہلی سارنگپور پہنچا اور جاسوسوں نے یہ خبر بیان کی کہ شہزادہ عمر خاں قصبہ بعینہ کو جلا کر سارنگپور پہنچ چکا ہے اور سلطان احمد شاہ گجراتی مع بیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کی جمعیت سے اجین سے نکل کر سارنگپور کی طرف روانہ ہوا سلطان محمود دہلی نے عمر خاں کی مدافعت کو مقدم خیال کیا اور آخر حصہ شب میں روانہ ہوا ہر دو لشکر میں چھ کو س کا فاصلہ باقی رہ گیا اور سلطان

محمود غلجی نے ایک جماعت کو برسم قراولی روانہ کیا تاکہ دشمن سے وقت جنگ کا تقرر کر کے واپس ہوں اور نیز عمر خاں کے لشکر کی تعداد اور طاقت کا اندازہ بھی کریں۔

اس واقعہ کے بعد سلطان محمود غلجی نے نظام الملک و ملک احمد سلاطین و دیگر امر کی ایک جماعت کو مقام جنگ کے انتخاب و معائنہ کے لئے روانہ کیا اور علی الصباح چار فوجوں کو ترتیب دیکر شہزادہ عمر خاں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ شہزادہ عمر خاں نے بھی سلطان محمود غلجی کی روانگی کی خبر سنی اور مقابلہ کے لئے آگے بڑھا اور افواج کو آراستہ کر کے سلطان محمود غلجی کے لشکر کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود مع ایک جماعت کے پہاڑ کے عقب کین گاہ میں قیام کر کے سلطان محمود غلجی کی افواج کی آمد کا منتظر رہا اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود غلجی کو خبر دی کہ شہزادہ عمر خاں مع ایک فوج کے پس کوہ کین گاہ میں غفی ہے سلطان محمود غلجی فوج تیار کر کے شہزادہ عمر خاں کی جانب چلا اور شہزادہ عمر خاں نے اپنی فوج سے کہا کہ ملازم کے سامنے سے فرار ہونا کسر شان و عزت کا باعث ہے اور قتل ہونا فرار ہونے سے بہتر ہے شہزادہ عمر خاں مع اپنے ہمراہیوں کے سلطان محمود غلجی کے قلب لشکر پر حملہ آور ہو کر گرفتار ہو گیا سلطان محمود غلجی کے حکم سے عمر خاں قتل کیا گیا اور اس کا سر نیزے پر آویزاں کر کے عمر خاں کے لشکر کو دکھایا گیا سرداران لشکر چندیری اس واقعہ کے شاہد سے متحرم و مدہوش ہو گئے اور سلطان محمود غلجی کے پاس پیام بھیجا کہ آج آپ جنگ متوقف رکھیں کل ہم حاضر خدمت ہو کر آپ کو اپنا یاد شاہ تسلیم کر لیں گے اس قرار داد کے مطابق ہر دو لشکر اپنے قیام گاہ پر فروکش ہوئے شب کے وقت لشکر چندیری اپنی ملک کو روانہ ہوا اور ملک سلیمان بن مشیر الملک غوری کو جو شہزادہ عمر خاں کا قرابت دار تھا سلطان شہاب الدین کے خطاب سے اپنی حکومت کے لئے منتخب کیا۔

سلطان محمود غلجی نے ایک لشکر ان کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا

اور خود سلطان احمد شاہ گجراتی سے جنگ کرنے کے لئے عازم ہوا مہنوز رفتین
یکجا و مقابل نہ ہوئے تھے کہ سلطان احمد شاہ گجراتی کے بعض صالحین لشکر
نے حضرت خاتونِ انبیا صلوٰۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس
ارشاد فرماتے ہیں کہ بلائے آسمانی نازل ہو چکی ہے سلطان احمد سے کہو کہ
محفوظ و سلامت اس ملک سے کوچ کرے یہ خواب سلطان احمد شاہ گجراتی
سے بیان کیا گیا لیکن بادشاہ نے توبہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا اور تین روز کے
بعد امراض و بانیہ اس کے لشکر میں پیدا ہو گئے اور مرض کا ایسا غلبہ ہوا کہ
لشکر کو قبر کھودنے کی فرصت نہ ملتی تھی سلطان احمد شاہ گجراتی لا علاج ہوا
اور تمکین ہو کر اسشتہ کی راہ سے گجرات روانہ ہوا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی نے شاہراہِ سعود خاں سے وعدہ کیا کہ سال
آئندہ اس دیار پر قابض ہو کے ہیں اس کو تمہارے حوالہ کر دوں گا سلطان
خجندی مند و کی جانب روانہ ہوا مند و میں پہنچ کر سلطان محمود غلجی نے سات یوم کے
عرصہ میں لشکر کا انتظام درست کیا اور بغاوتِ چندیری کو فرو کرنے کے
لئے روانہ ہوا بادشاہ چندیری پہنچا اور ملک سلیمان القاطب بسلطان
شہاب الدین اپنے امرا کے اتفاق رائے سے قلعہ کے باہر آیا اور مردانہ وار
جنگ کی لیکن اپنے میں مقابلہ کی طاقت نپائی اور فرار ہو کر قلعہ میں
پناہ لی اور تین دن کے عرصہ میں اپنی اہل طبعی سے فوت ہو گیا امرائے
چندیری نے دوبارہ ایک شخص کو سلطان شہاب الدین کا خطاب دیکر
اپنا بادشاہ بنایا اور جنگ کے لئے مستعد ہوئے امراے چندیری قلعہ کے
باہر آئے اور جنگ کے بعد فراری ہو کر پھر قلعہ میں داخل ہو گئے۔

قلعہ کے محاصرہ میں آٹھ ماہ کی مدت گزر گئی اور سلطان محمود غلجی وقتِ فرصت کا
انتظار کرتا رہا آخر کار ایک شب موقع پا کر قلعہ میں داخل ہو گیا سلطان محمود غلجی کے عقب میں
دیگر دلاوران لشکر بھی حصار میں داخل ہو گئے قلعہ فتح ہوا اور ایک گروہ کثیر قتل کیا گیا اہالی قلعہ کا
ایک گروہ سار کے حصار میں پناہ گزیں ہوا لیکن چند روز کے بعد پناہ گزینوں نے امان طلب
کی سلطان محمود غلجی نے اس شرط پر ان کی درخواست قبول کی کہ تمام افراد

اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو اپنے ہمراہ لے کر اردو کے بازار سے گذریں تاکہ دنیا پر بادشاہ کی خوش کرداری و پابندی عہد کا حال منکشف ہو جائے محمد رین نے اس شرط پر عمل کیا اور محفوظ و سلامت قلعہ کے باہر نکل گئے سلطان محمود خلجی نے ان حدود کا کامل انتظام کیا اور سندھ واپس ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ دو ننگر سین نے راجہ گوالیار کے ہمراہ اگر شہر نو کا محاصرہ کر لیا ہے سلطان محمود خلجی باوجود اس کے کوشش برسات اور محاصرہ چندیری کے طول سے پریشان ہو گیا تھا متواتر کوچ کر کے گوالیار کی جانب روانہ ہو گیا سلطان محمود خلجی گوالیار پہنچا اور اس لئے ملک کو تاراج و تباہ کرنا شروع کر دیا ایک جماعت راجپوتوں کی قلعہ سے باہر آئی اور جنگ میں مشغول ہوئی چونکہ راجپوتوں میں لشکر محمود شاہی سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی فرار ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئے دو ننگر سین نے اس خبر کو سنا اور اطراف شہر سے اٹھ کر فرار ہوا اور گوالیار چلا گیا چونکہ سلطان محمود کی غرض یہ تھی کہ شہر نو کو آزاد کرائے اس لئے اس نے گوالیار کی تسخیر پر توجہ نہ کی اور شادی آباد منہ و کار رخ کیا۔

لشکر یہ میں سلطان محمود نے سلطان ہوشنگ کے روضہ کی عمارت و مسجد جامع کا جو قریب دروازہ راسوی واقع اور اٹھائیس ستونوں پر مشتمل ہے تعمیر کا ارادہ کیا قلیل مدت میں یہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

سلطنت میں امرائے میوات و اکابر و معارف دہلی کے عیاض متواتر سلطان محمود خلجی کے حضور میں آئے کہ سلطان محمد شاہ (مبارک) امور سلطنت کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا اور دغا باز و ظالم ظلم و جور کر رہے ہیں ملک میں امن و امان کا وجود نہیں ہے چوں کہ یہ لوگ کار نے بادشاہ کو صفات فرمانروائی تمام و کمال عطا فرمائے ہیں اس ملک کی رعایا حضرت شاہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے جان و دل سے آمادہ ہے سلطان محمود آخر سال مذکور میں مع ایک جبار لشکر کے دہلی مستح

کرنے کے لئے روانہ ہوا یوسف خاں ہند و فی قصبہ ہند دس کئے نواح میں سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی ہند دس سے کوچ کر کے پیشتر روانہ ہوا اور سلطان محمد مبارک شاہ بھی مقابلہ میں آیا لیکن جب ہر دو لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے تو سلطان محمد مبارک شاہ باوجود لشکر کی کثرت کے خوف زدہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ سلطان محمود غلجی کی جنگ سے کنارہ کش ہو کر دہلی کو خیر باد کہے اور پنجاب روانہ ہو جائے لیکن امرا کی شرم حضوری کی وجہ سے اپنے پریشان حواس کو جمع کر کے حکم دیا کہ خود بادشاہ کو مقابلہ کرنے کی حاجت نہیں ہے امرا لشکر کو تیار کر کے شاہزادہ کے ہمراہ جائیں اور جنگ آزمائی کریں۔

امرا بادشاہ کے حسب الحکم دہلی سے جنگ کے لئے باہر نکلے اور ملک ہلہول لودھی جو اس وقت سلطان محمد مبارک شاہ کا ملازم اور تیراندازوں کی بہترین فوج کا حاکم تھا مقدمہ لشکر کے ہمراہ چلا سلطان محمود غلجی نے جس وقت یہ سنا کہ بادشاہ دہلی سے باہر نہیں آیا اس نے بھی چند سوار اپنے لئے منتخب کر لئے اور تمام لشکر کو اپنے ہر دو فرزند سلطان غیاث الدین اور قدیخاں کی ماتحتی میں جنگ کے لئے روانہ کیا جیسا سچہ ظہر کے وقت سے شب تک فریقین کے لشکر کے بہادر میدان میں آشکر معرکہ آزمائی کرتے رہے آخر کار جانبین سے طبل باز گشت بجوائے گئے اور فریقین اپنے مقامات پر فروکش ہوئے اتفاق سے اسی شب کو سلطان محمود غلجی نے خواب میں دیکھا کہ چندیری کے چندادباش و بیباک افسرانہ قلعہ شادی آباد مسند و پر حملہ کیا ہے اور سلطان ہوشنگ کے منار چتر اتار کر ایک جھول النسب شخص کے سر پر سایہ فلک کر دیا ہے سلطان محمود غلجی صبح کو بیدار ہوا اور اس کے چہرہ سے تردد و فکر کے آثار نمایاں تھے سلطان محمود غلجی اس خیال میں متفرق ہوا کہ کیا تدبیر کرے کہ اس کی واپسی کی صورت پیدا ہو سکے اور یہ محفوظ و سلامت مالوہ پہنچ سکے کہ دفعۃً سلطان محمد مبارک شاہ نے جو بزدل و خفیف العقل تھا پریشانی

کا اظہار کیا اور صلحا و علما کی ایک جماعت کو صلح کے لئے سلطان محمود غلجی کے پاس روانہ کیا سلطان محمود غلجی نے باسباب ظاہر حریف کو دیر باہمت کیا اور خود مالوہ روانہ ہو گیا۔

سلطان محمود غلجی کو راہ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ اتفاق سے اسی شب کو اوباشوں کی ایک جماعت نے شادی آباد مندو میں فساد و بغاوت برپا کی تھی لیکن اعظم جمایوں کی کوشش سے یہ بغاوت فرو ہو گئی بعض کتب تواریخ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ سلطان محمود غلجی نے اس خبر کی بنا پر کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے مالوہ کا رخ کیا ہے مراجعت کی اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ القصہ سلطان محمود غلجی شادی آباد مندو میں آیا اور اہل استحقاق کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ سلطان محمود غلجی اسی سال ظفر آباد نعلیہ میں آیا اور ایک باغ کی بنیاد ڈالکر اس باغ میں گنبد عظیم الشان اور چند مقامات پر عالی شان مکانات تعمیر فرمائے سلطان محمود غلجی نے قلیل مدت گزرنے کے بعد از سر نو لشکر کو درست کیا اور لشکر میں راجپوتوں کی گوشمالی کی غرض سے چیتور روانہ ہوا بادشاہ کو نصیر ولد عبدالقادر ضابطہ کاپی کی بے اعتدالیوں کی جو اپنے کو نصیر شاہ کے لقب سے موسوم کر کے مستقل بادشاہ بن گیا تھا خبر ہوئی اور اہالی و اکابر ولایت کے متواتر خطوط بھی آئے کہ نصیر شاہ نے صراط مستقیم سے باہر قدم رکھا ہے اور راہ زندہ والحاد اختیار کی ہے ہم سب اہالی مملکت اس کے ظلم وعدی کی آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔

سلطان محمود غلجی نصیر شاہ کی مدافعت کو مقدم سمجھا اور کاپلی کا رخ کیا نصیر شاہ سلطان محمود غلجی کے ارادہ سے مطلع ہوا اور اپنے معلم علی خاں کو مع تحائف و ہدایا اور انولع پیشکش کے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں بھیجا اور عرضداشت روانہ کی کہ جو امر کہ ان لوگوں کے میرے بارے میں بیان کیا ہے سرسریہ بے وفاترا ہے بادشاہ پر لازم

ہے کہ اس امر کی تحقیق کے لئے کسی معتمد اور صادق القول امیر کو بھیج کر لیں اگر ذرہ برابر بھی صحیح ہو تو مجھ کو مناسب سزا دی جائے سلطان محمود غلجی نے چند روز تک علی خاں کو باریابی سے محروم رکھا کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا گیا۔

سلطان محمود غلجی سارنگپور کے نواح میں پہنچا اور اعظم جہاویں اور ایمان دولت کے التماس سے اس کی تقصیرات معاف کیں اور نصیر شاہ کے ایلی کو باریابی کا حکم دیکر اس پیشکش کو قبول فرمایا اور نامہائے نصیت آمیز روانہ کر کے نوح سارنگپور سے جیتور کے سمت روانہ ہوا بادشاہ نے اب بہیم سے عبور کیا اور ہر روز اپنی افواج کو اطراف ولایت جیتور میں بھیج کر اس کو تباہ اور رعایا کو متعبد کرتا اور بتخانوں کو تڑوا کر مساجد تعمیر کرتا تھا اور ہر منزل میں تین چار روز توقف کرتا تھا سلطان محمود غلجی جیتور کے سب سے بڑے حصار نوح کو تلبیشیں فروکش ہوا راجہ کو نیہا وکیل دیا کا محصور ہو کر لڑنے لگا اتفاق سے راجہو توں نے قلعہ کے سامنے ایک بتخانہ تعمیر کرایا تھا اور بتخانہ سے دور ایک حصار بھی تھا جس کو راجہو توں نے ذخائر آلات حرب سے مملو کر رکھا تھا سلطان محمود غلجی نے پیشتر اس بتخانہ کو فتح کرنے کے لئے توجہ کی اور ایک مہینہ میں اس کو فتح کر لیا اور بیشمار راجپوت مارے گئے اور ایک گروہ کثیر گرفتار و تباہ ہوا۔

سلطان محمود غلجی نے حکم دیا کہ بتخانہ میں لکڑیوں کا انبار کر کے نہیں آگ لگا دیں اور ٹھنڈا پانی اس کی دیواروں پر ڈالیں بادشاہ نے حکم کی تعمیل کی گئی اور ایسی عظیم الشان عمارت جس کی راجہو توں نے سالہا سال میں تعمیر کی تھی طرۃ العین میں اکوٹ کر برباد ہو گئی بت توڑ کر قصاؤں کو تقسیم کر لئے تاکہ منگ ترازو بنائیں اور بڑا بت جس کو راجہو توں نے منگ مہر تراش کر گو سفند کی صورت بنایا تھا چونہ بنا کر پان کے ساتھ راجہو توں کو دیا گیا تاکہ اپنے سبب و کوشش کر لیں اس بتخانہ کے مسمار کرنے کے بعد جس کا سلاطین گجرات کو باوجود طول مدت کے محاصرہ بھی میسر نہ ہوا تھا سلطان محمود غلجی خدا کا شکر

بجایا اور جیتور کی جانب راہی ہوا۔

سلطان محمود غلجی نواح جیتور میں آیا اور قلعہ کو جو جیتور کے دامن کوہ میں واقع تھا جنگ کر کے سر کر لیا اور بیشمار راجپوت قتل کئے سلطان محمود غلجی جیتور کے محاصرہ کے لئے آمادہ ہو ہی رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ راجہ کوینہا قلعہ میں موجود نہیں ہے اور آج ہی قلعہ سے نکل کر کوہ پابہ کی جانب جو اسی نواح میں ہے فراری ہو گیا ہے سلطان محمود غلجی نے اس کا تعاقب کیا اور کچھ فوج جدا کر کے راجہ کوینہا کے عقب میں روانہ کی اتفاق سے ایک شاہی فوج سے راجہ کا مقابلہ ہو گیا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی راجہ شکست کھا کر قلعہ جیتور میں واپس آیا سلطان محمود غلجی نے ایک دستہ فوج کو قلعہ کے محاصرہ پر نامزد فرمایا اور خود ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا اور ہر روز افواج کو تاخت و تاراج کے لئے روانہ کرنے لگا سلطان محمود غلجی نے اعظم ہمایوں کو طلب فرمایا تاکہ اعظم ہمایوں ولایت جیتو نا پر جو اطراف مند سوریں واقع ہے قابض ہو خان جہاں اعظم ہمایوں مند سوری پہنچ کر پیار ہوا اور اس نے وفات پائی سلطان محمود غلجی اس خبر کو سنا کہ بے حد ملول و غمین ہوا اور بے حد گریہ و زاری دسینہ کوبی کی اور قلعہ مند سوری پہنچ کر اپنے باپ کی لاش کو مالوہ روانہ کیا۔

سلطان محمود غلجی نے تلج خاں کو جو اس کا داماد اور عارض لشکر تھا اعظم ہمایوں کا خطاب دے کر اس لشکر کو جو اس کے مرحوم باپ کے ہمراہ مند سوری میں آیا تھا اس کی ماتحتی میں متعین کر کے خود اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا محمود غلجی نے ارادہ کیا کہ اگر کسی مقام پر کوئی حصہ بلند زمین کا مل جائے تو اس مقام پر قیام اختیار کر لے اور برسات کا موسم گزر جانے کے بعد دوبارہ جیتور کا محاصرہ کرے۔

راجہ کوینہا نے شب جمعہ ۱۲۷۵ء میں سلطان محمود کے لشکر پر بارہ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کی جمعیت سے شیخون مارا سلطان محمود نے ایسی ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ لشکر کی حفاظت کی کہ راجہ اپنے مقصد

کامیاب نہ ہو سکا اور بلا وجہ بیشمار راجپوت کھلم کھلا اس واقعہ کے دوسرے دن شب میں سلطان محمود غزنوی نے ایک جبار لشکر کے ہمراہ راجہ کوینہا کے لشکر پر یخوں مار مارا راجہ کوینہا زخمی ہو کر فراری ہو گیا اور بیشمار راجپوت قتل ہوئے سلطان محمود غزنوی کے لشکر سی مال غنیمت پر قابض ہو گئے اور بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور جیتور کی فتح کو سال آیندہ پر ملتوی کر کے خود محفوظ و سلامت شادی آباد مندو میں واپس آیا سلطان محمود غزنوی نے آخر ذی الحجہ سال مذکور میں مدرسہ اور ایک منارہ ہفت منظری ہوشنگ شاہی کی مسجد جامع کے محاذ میں تعمیر کرایا۔

۵۴۳ھ میں سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شہر قتی کا ایلچی مع بہترین ستایف و ہدایا کے سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ستایف کو پیش کر کے زبانی یہ پیام ادا کیا کہ نصیر المومنین نصیر شاہ بن عبدالقادر نے مذہب سے منحرف ہو گئے زندہ قتلہ والکاؤ کو اختیار کر لیا ہے اور غار و روزہ کو ترک کر دیا ہے نصیر شاہ عورات مسلمہ کو ہند و سازندگان کے حوالہ کرتا ہے تاکہ رقاصی کی تعلیم دیں چونکہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ میں حکام کا یہی شاہان مالوہ کے مطیع اور بالکندار رہے ہیں میں نے مناسب خیال کیا کہ پہلے اس کے حالات آپ پر ظاہر کر دوں اور درخواست کروں کہ اگر آپ کو اس کی تادیب و گونہ گمانی کی فرصت نہ ہو تو مجھ کو مطلع فرمائے تاکہ نصیر خان پر گشتہ کی گونہ گمانی اس طریقہ سے کی جائے جو دوسروں کے لئے بھی عبرت کا باعث ہو سلطان محمود غزنوی نے جواب دیا کہ میرے لشکر کا سب سے بڑا حصہ مفدان مذکور کی تادیب کے لئے گیا ہے چونکہ آپ نے امداد دین کی جانب توجہ فرمائی ہے آپ کو یہ کار خیر مبارک ہو۔

سلطان محمود غزنوی نے رسم سلاطین کے موافق محمود بن ابراہیم شاہ شہر قتی کے قاصد کو اسی مجلس میں خلعت و زر عطا فرمائے اس کو واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اس واقعہ کے قلیل مدت کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے فرزندوں کا جشن عروسی مقرر فرمایا اور اس جشن میں بارہ ہزار قبائش کو

بشیران میں زر و وزی تمیس امراء لشکر کو عنایت فرمائیں سلطان شرقی کا قاصد جو نیورہنچا اور جواب بادشاہ سے عرض کیا سلطان شرقی بے حد مسرور ہوا اور بیس ہاتھی و گرجا کثرت سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کر کے خود ایک جہاز لشکر لے کر کاپی روانہ ہوا۔

سلطان شرقی نے نصیر بن عبد القادر کو کاپی سے خارج کیا اور نصیر بن عبد القادر نے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں سلطان ہوتنگ کے زمانہ سے اس وقت تک مطیع و باجگزار اور بھی خواہ رہا اب سلطان محمود شرقی نے اپنے غلبہ کی وجہ سے تمام بلاد پر قابض ہو گیا ہے میں اب اسے اسی آستانہ کا نیاز مند ہوں اور اب ابھی اسی درگاہ کو اپنا بلجی و ماویٰ سمجھتا ہوں حد و چندیری میں حاضر ہوا ہوں جو حکم عالی ہو اس پر کار بند ہوں سلطان محمود غلجی نے علی خاں کو تمنا و ہدایا کے ساتھ سلطان محمود بن براہیم شاہ شرقی کی خدمت میں روانہ کیا اور استدعا کی کہ نصیر خاں بن عبد القادر آپ کی بہترین سعی و کوشش سے اپنے افعال ذمہ سے تائب ہو گیا ہے اور راہ شریعت کو اختیار کر کے شعار اسلام کی پابندی کو اپنا فرض سمجھتا ہے ظاہر ہے کہ یہ امیر سلطان سعید ہوتنگ شاہ کے زمانہ سے حکومت مالوہ کا مطیع ہے مجھ کو امید ہے کہ آپ اس مقولہ پر کہ جو گناہ سے تائب ہو جاتا ہے اس سے گناہوں کی بخشش نہیں کی جاتی عمل کر کے نصیر خاں کی تقصیرات کو معاف فرمائیں گے اور اس کے ممالک اسے واپس کر دیں گے علی خاں جو نیورہنچا اور بعد میں محمود شاہ شرقی نے جواب باصواب ادا کرنے میں لیت و نعل سے کام لیا سلطان محمود غلجی از روئے حمیت و بہادری نصیر خاں کی امداد کو مقدم سمجھا اور دوسری سوال شدہ میں چندیری روانہ ہوا۔ نصیر شاہ نے حد و چندیری میں سلطان محمود غلجی کی ملازمت حاصل کی سلطان محمود غلجی نے بلا توقف ایرجہ اور تھانڈیر کا رخ کیا سلطان محمود شاہ شرقی اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور شہر سے باہر نکل کر ایرجہ میں فروکش ہوا اور مبارک خاں

ولد جنید خاں کو جو اس صوبہ کا پشتینی حاکم تھا مقید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا سلطان محمود شاہ مشرقی اس جگہ سے اٹھ کر جوں جس کی راہ تنگ تھی اور دشمن کو اس میں داخل ہونے کی مجال نہ تھی مقیم ہوا اور اپنے لشکر کے اطراف کو مستحکم کیا سلطان محمود غلجی نے سلطان شرقی سے کوئی تعرض نہ کیا اور کاپی کر وانہ ہو گیا محمود غلجی کی روانگی کے بعد محمود شرقی بھی تعاقب میں کاپی کر وانہ ہوا اسی اثناء میں غلجی بہادر وں نے محمود شاہ شرقی کے خزانہ و اسباب پر حملہ آور ہوئے لوٹ لیا اور بیشمار مال غنیمت سپاہ ماود کے ہاتھ آیا ۔

سلطان محمود شرقی بھی اپنے ملازمین کی امداد کے لئے واپس ہو کر جنگ میں مشغول ہوا شام تک معرکہ قتال گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد ہر دو لشکر اپنے فرو د گاہ پر مقیم ہوئے اس واقعہ کے دو تین روز بعد چونکہ برسات کا موسم قریب آ گیا تھا سلطان محمود غلجی نے کوئی فائدہ و جنگ میں نہ دیکھا اور کاپی کے بعض مواضع کو تباہ کر کے فتح آباد کی جانب واپس آیا اور قصر ہفت طبقہ کی بنیاد ڈالی ۔

اسی زمانہ میں رعایا و اہالی قصبہ ایرجہ نے مبارک خاں حاکم قصبہ کے ظلم و تعدی کی شکایت کی اور داد خواہ ہوئے سلطان محمود غلجی نے ملک الشرف مظفر ابراہیم حاکم چندیری کو مع بیشمار لشکر کے ایرجہ روانہ کیا ملک الشرف مظفر ابراہیم ایرجہ پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شرقی نے ملک کالو کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا مظفر ابراہیم نے آگے بڑھ کر حریف سے مقابلہ کیا قصبہ راتہ میں ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہوئے لیکن ملک کالو نے شکست کھائی اور میدان سے فراری ہوا ملک مظفر ابراہیم ولایت کی محافظت کو ایرجہ کی فتح غنیمت سمجھا اور ان حدود کا رخ کیا سلطان شرقی کے لشکر نے اس خبر کو سنا اور واپس ہو کر راتہ میں مقیم ہوا چونکہ ہر دو لشکر کی معرکہ آرائی نے طول کھینچا اور طرفین کے بیشمار مسلمان کام آئے شیخ جالبد نے جو کابروقت

اور کشف و کرات میں شہور تھے سلطان شرقی کے استصواب سے ایک نامہ صلح کے بارے میں سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کی کوشش سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ باغعلی سلطان شرقی قصبہ راتہ اور ہوبہ کو نصیرخان کے حوالہ کرے اور سلطان محمود گجراتی کی معاودت کے بعد جس وقت چار ماہ گزر جائیں خطہ کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے شرائط صلح میں چار ماہ کی مبعیہ اس لئے مقرر کی گئی کہ اس مدت میں نصیرخان کی حقیقت دین و ملت بخوبی ظاہر ہو جائے فی اس قرارداد کی بنا پر سلطان محمود غلجی نے اپنے دارالملک شادی آباد کی طرف مراجعت کی۔

۵۴۹ھ میں سلطان محمود نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور چند مواضعات اس کے خرچ ادویہ اور مایحتاج کے لئے وقف کئے اور حکیم احمد مولانا فضل اللہ مریموں اور دیوانوں کے معالجہ کے لئے مستعین فرمایا۔

۵۵۰ھ میں سلطان محمود غلجی ایک جہاز لشکر کے ہمراہ قلعہ مندل گڑھ کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے اب بیاس کے کنارے فروکش ہوا راجہ کو نیہا میں چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہذا قلعہ مندل گڑھ میں محصور ہو گیا راجہ کی محصور کی دو یا تین روز بعد راجہ جوتوں نے قلعہ سے نکل کر حق شجاعت بہادری ادا کیا لیکن آخر کار مجبور ہو کر پیشکش ادا کرنا قبول کیا سلطان محمود غلجی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے صلح کی اجازت دی اور اپنے دارالملک کو واپس ہوا سلطان محمود غلجی نے قلیل مدت گزرنے کے بعد از سر نو لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو مسخر کرنے کے لئے روانہ ہوا بابا شاہ دو کوس کے فاصلہ پر قلعہ کے قریب پہنچا محمد خاں حاکم قلعہ بیانہ نے اپنے فرزند واحد خاں کو مع ایک سوار سپ اور ایک لاکھ تنگہ نقد برسم پیشکش سلطان محمود غلجی کی خدمت میں بھیجا سلطان محمود غلجی نے واحد خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور اس کو واپسی کی اجازت عنایت فرمائی سلطان محمود غلجی نے محمد خاں کے لئے قبائے زر و وزی و تلج مکمل بجاہر اور کمر بند زریں اور گھوڑے عربی نژاد مع زین و پجام زریں واحد خاں کے ہمراہ روانہ کئے محمد خاں

ولد جنید خاں کو جو اس صوبہ کا پشتینی حاکم تھا مقید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا سلطان محمود شاہ شرقتی اس جگہ سے اٹھ کر جوں جس کی راہ تنگ تھی اور دشمن کو اس میں داخل ہونے کی مجال نہ تھی مقیم ہوا اور اپنے لشکر کے اطراف کو مستحکم کیا سلطان محمود غلجی نے سلطان شرقتی سے کوئی تعرض نہ کیا اور کاپی کر وانہ ہو گیا محمود غلجی کی روانگی کے بعد محمود شرقتی بھی تعاقب میں کاپی کر وانہ ہوا اسی اثنا میں غلجی بہادر وں نے محمود شاہ شرقتی کے خزانہ و اسباب پر حملہ آور ہوئے لوٹ لیا اور بیشمار مال غنیمت سپاہ مالود کے ہاتھ آیا۔

سلطان محمود شرقتی بھی اپنے ملازمین کی امداد کے لئے واپس ہو کر جنگ میں مشغول ہوا شام تک معرکہ قتال گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد ہر دو لشکر اپنے فرو د گاہ پر مقیم ہوئے اس واقعہ کے دو تین روز بعد چونکہ برسات کا موسم قریب آ گیا تھا سلطان محمود غلجی نے کوئی فائدہ و جنگ میں نہ دیکھا اور کاپی کے بعض مواضعات کو تباہ کر کے فتح آباد کی جانب واپس آیا اور قصر ہفت طبقہ کی بنیاد ڈالی۔

اسی زمانہ میں رعایا و اہالی قصبہ ایرجہ نے مبارک خاں حاکم قصبہ کے ظلم و تعدی کی شکایت کی اور داد خواہ ہوئے سلطان محمود غلجی نے ملک الشرف مظفر ابراہیم حاکم چندیری کو مع بیشمار لشکر کے ایرجہ روانہ کیا ملک الشرف مظفر ابراہیم ایرجہ پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شرقتی نے ملک کالو کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا مظفر ابراہیم نے آگے بڑھ کر حریف سے مقابلہ کیا قصبہ راقبہ میں ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے لیکن ملک کالو نے شکست کھائی اور میدان سے فراری ہوا ملک مظفر ابراہیم ولایت کی محافظت کو ایرجہ کی فتح غنیمت سمجھا اور ان حدود کا رخ کیا سلطان شرقتی کے لشکر نے اس خبر کو سنا اور واپس ہو کر راقبہ میں مقیم ہوا چونکہ ہر دو لشکر کی سرکرہ آرائی نے طول کھینچا اور طرفین کے بیشمار مسلمان کام آئے شیخ جالبد نے جو کابل و وقت

اور کشف و کرات میں شہور تھے سلطان شرقی کے استصواب سے ایک نامہ صلح کے بارے میں سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور غلجی کی کوشش سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ باغعلی سلطان شرقی قصبہ راتہ اور ہوبہ کو نصرخان کے حوالہ کرے اور سلطان محمود گجراتی کی معاودت کے بعد جس وقت چار ماہ گزر جائیں خطہ کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے شرائط صلح میں چار ماہ کی میعاد اس لئے مقرر کی گئی کہ اس مدت میں نصیرخان کی حقیقت دین و ملت بخوبی ظاہر ہو جائے فی اس قرارداد کی بنا پر سلطان محمود غلجی نے اپنے دارالملک شادی آباد کی طرف مراجعت کی۔

۵۴۶ء میں سلطان محمود نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور چند مواضعات اس کے خرچ ادویہ اور مایحتاج کے لئے وقف کئے اور حکیم اکمل مولانا فضل اللہ کو مریضوں اور دیوانوں کے معالجہ کے لئے مستعین فرمایا۔

۵۴۷ء میں سلطان محمود غلجی ایک جہاز لشکر کے ہمراہ قلعہ مندل گڑھ کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے اب بیاس کے کنارے فروکش ہوا راجہ کو نیہا میں چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہذا قلعہ مندل گڑھ میں محصور ہو گیا راجہ کی محصور کی دو یا تین روز بعد راجہ جوتوں نے قلعہ سے نکل کر حق شجاعت بہادری ادا کیا لیکن آخر کار مجبور ہو کر پیشکش ادا کرنا قبول کیا سلطان محمود غلجی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے صلح کی اجازت دی اور اپنے دارالملک کو واپس ہوا سلطان محمود غلجی نے قلیل مدت گزرنے کے بعد از سر نو لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو مسخر کرنے کے لئے روانہ ہوا بادشاہ دو کوس کے فاصلہ پر قلعہ کے قریب پہنچا محمد خاں حاکم قلعہ بیانہ نے اپنے فرزند واحد خاں کو مع ایک سوار سپ اور ایک لاکھ تنگہ نقد برسم پیشکش سلطان محمود غلجی کی خدمت میں بھیجا سلطان محمود غلجی نے واحد خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور اس کو واپسی کی اجازت عنایت فرمائی سلطان محمود غلجی نے محمد خاں کے لئے قبائے زر و وزی و تلج مکمل بجاہر اور کمر بند زریں اور گھوڑے عربی مزاد مع زمین و لجام زریں واحد خاں کے ہمراہ روانہ کئے محمد خاں نے

قلعت زیب جسم کیا اور سلطان محمود غلجی کی صفت و ثنا میں سرگرم ہوا احمد خاں نے خطبہ و سکے جو پیشتر شاہان دہلی کے نام کا پر طعاجا تھا فرماندے واسے مند و کے نام تبدیل کر کے اس کا مطبع و باجگزار ہو گیا۔

سلطان محمود غلجی نے اس خبر کو شکر اپنا ارادہ ملتوی کیا اور اٹنا سے راہ میں قصبہ بنور کو جو رختنبور کے قریب واقع ہے فتح کر کے تاج خاں سپہ سالار کو مع آٹھ ہزار سوار اور پچیس ہاتھیوں کے قلعہ جیتور کو سر کرنے کے لئے روانہ کیا سلطان محمود غلجی نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنگہ پیشکش لے کر شادی آباد مند و کا ارادہ کیا۔

۸۴۶ء میں راجہ گنگ داس والی قلعہ جینانیر نے پیشکش ارسال کر کے عرضداشت کی کہ سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی نے قلعہ جینانیر کا محاصرہ کیا ہے چونکہ میں ہمیشہ اسی بارگاہ سے امداد طلب کرتا ہوں لہذا اب بھی دستگیری کا امیدوار ہوں سلطان محمود غلجی گنگ داس کی امداد پر متوجہ ہوا لیکن راہ میں خبر ملی کہ سلطان محمود شاہ گجراتی پیشکش وصول کرنے کے غرض سے ایدر روانہ ہوا سلطان محمود غلجی اس واقعہ سے مطلع ہوا اور عین راہ سے واپس ہو کر اب ہندری کے کنارے خود کش ہو گنگ داس تیرہ لاکھ تنگہ نقد اور چند گھوڑے بطریق پیشکش کے لایا اور اب ہندری کے کنارے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی نے اس کو قبائے زردوزی دیکر رخصت کیا اور خود دار الملک شادی آباد مند و واپس آیا سلطان محمود غلجی نے اٹنا سے راہ میں راجہ ایدر کو پانچ سو تھپتھی اور انیس گھوڑے اور تین لاکھ تنگہ نقد انعام دیکر واپسی کی اجازت دی اور عرصہ تنگہ شادی آباد مند و میں قیام کر کے لشکر و ملک کے انتظام میں مشغول رہا۔

۸۵۰ء میں سلطان محمود غلجی ایک لاکھ سے زائد لشکر ہمراہ لے کر گجرات کے فتح کرنے پر مستعد ہوا اور قصبہ کا قی نو الے سے گذر کر سلطان پور کا محاصرہ کیا سلطان محمد شاہ گجراتی کا گھماشتہ ملک علاء الدین سہراب چند و تنگہ متواتر قلعہ کے باہر آیا اور معرکہ کارزار گرم کیا لیکن جب لنگھنے سے مایوس

ہوا تو امان طلب کی اور سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہو گیا سلطان محمود غلجی نے اس کے اہل و عیال کو قلعہ شادی آباد مند و روانہ کیا اور اس قسم لی کہ وہ کبھی اپنے مالک سے منحرف نہ ہو گا سلطان محمود غلجی نے اس کو مبارز خانی کا خطاب دیا اور مقدمہ لشکر پر نامزد فرمایا اور متواتر کوچ کر کے احمد آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شاہ گجراتی فوت ہو گیا اور اس کا فرزند سلطان قطب الدین اپنے باب کا قائم مقام ہو سلطان محمود غلجی کا اگرچہ ارادہ تھا کہ وہ دارالملک گجرات کو فتح کر لے لیکن کمال مروت کی وجہ سے ایک نامہ سلطان قطب الدین کے نام لکھ کر رسم تعزیت و تہنیت جلوس ادا کی لیکن اس کا روانائی کے باوجود بھی قصبہ برودہ کو خراب کر کے غارتگری میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو قید کر کے چند روز تک قصبہ مذکور میں قیام کر کے احمد آباد کی جانب روانہ ہوا بادشاہ پتھیل راہ طے کر رہا تھا کہ ملک علاء الدین سہراب جو وقت کا منتظر تھا فرار ہو کر سلطان قطب الدین کے پاس چلا گیا اس نے قسم لینے کے وقت عہد کیا تھا کہ اپنے مالک کی نمک حرامی نہ کرے گا پس وہی قدیم خیال اس کے دل میں تھا اور اپنی کامل نمک حلالی سے اپنے اہل و عیال کو بھی خدا پر چھوڑ دیا۔

سلطان محمود غلجی سرسبز میں جو احمد آباد سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے فروکش ہوا اور قطب الدین گجراتی نے قصبہ جان پور میں جو سرسبز سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے قیام کیا چند روز تک ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں قیام پذیر رہے اور یکم صفر سنہ مذکور کو سلطان محمود غلجی نے شبنون کا ارادہ کیا اور اپنے لشکر گاہ سے باہر نکلا لیکن راہ میں گیارہ فراموش کر دی سلطان محمود تمام شب ایک وسیع جنگل میں گھمراہ گیا سلطان محمود غلجی نے علی الصباح میمنہ کو لشکر یا رنگپور سے ترتیب دیکر اس کو اپنے فرزند اکبر سلطان غیاث الدین کی ماتحتی میں دیا اور امر اچنڈیری کو میسرہ پر مقرر کر کے اس کو اپنے فرزند خرد شہزادہ فدائی خاں کے سپرد کیا

اور جو دقلب لشکر میں قیام کر کے جنگ آزمائی کے لئے مستعد سلطان قطب الدین نے بھی لشکر گجرات کی صفوں کو ترتیب دیا اور جنگ کے لئے میدان کی طرف روانہ ہوا سلطان گجرات کے لشکر کا مقدمہ لشکر سلطان مالوہ کے مقدمہ کے مقابلہ میں فراری ہوا اور سلطان قطب الدین گجراتی کے لشکر سے مل گیا ملک شرف مظفر ابراہیم جو چندیری کا مقتدر امیر تھا میسرہ مالوہ سے جدا ہو کر گجرات کے میسرہ لشکر پر حملہ آور ہوا گجراتی میسرہ اس کے حملہ کی تاب نہ لاسکا اور پسپا ہوا ملک شرف مظفر ابراہیم نے سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ تک اس کا تعاقب کیا اور تاراج و برباد کرتا رہا اور سلطان قطب الدین کے خزانہ پر قابض ہو گیا ملک شرف مظفر ابراہیم جس قدر خزانہ کہ اپنے ہمراہی ہاتھیوں پر بار کر سکا لے گیا اس کے ہاتھی تمام خزانہ کو لشکر گاہ میں پہنچا کر واپس آ گئے اور مظفر ابراہیم نے ارادہ کیا کہ دوبارہ ہاتھیوں کو لاد کر خزانہ اپنے لشکر میں روانہ کر دے لیکن اسے یہ معلوم ہوا کہ سلطان قطب الدین گجراتی کی ایک فوج نے شہزادہ فدائی خاں کو عاجزا و بد حال پا کر اس پر حملہ کیا شہزادہ فدائی خاں اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور فراری ہو کر اپنی جان بچائی مظفر ابراہیم نے بھی اپنے ہاتھیوں کو غارتگری سے روکا اور جو جمع فوج اور ہاتھیوں کے ایک گوشہ میں پناہ گزین ہو گیا سلطان محمود غلجی اپنے لشکر کے پر اگندہ اور لشکر میسرہ کی شکست پر متحیر ہوا اور چالیس سواروں کے ساتھ نہایت ثابت قدمی کیساتھ بہادری سے کام لیتا رہا جب تک تیر اس کے ترکش میں باقی رہے سلطان محمود غلجی کما زار کرتا رہا۔

سلطان قطب الدین گجراتی جاب تک مع جبار لشکر کے ایک گوشہ میں مخفی تھا نکل کر سلطان محمود غلجی کی طرف بڑھا سلطان محمود غلجی نے بہادری کا حق ادا کیا اور مع تیرہ سواروں کے میدان جنگ کے باہر نکل گیا اور سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ میں جو میدان جنگ کے سمجھے تھے پہنچا اور حریف کے سر پر وہ خاص میں داخل ہوا اور تاج و کمر بند مرصع جو کرسی پر

رکھا ہوا تھا اٹھا کر جلد سے جلد اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا سلطان محمود غلجی کے گرد پانچ چھ ہزار سوار جمع ہو گئے اور بادشاہ نے یہ مشہور کیا کہ آج شب کو لشکر گجرات پر شجوں مارے گا لیکن ایک حصہ شب گزرنے کے بعد سلطان محمود غلجی شب خون کے ہانے سے مستعد ہوا اور براہ راست مند و روانہ ہوا لیکن راہ میں کوئی اونٹیل نے لشکر کو بے حد نقصان پہنچایا۔

سلطان محمود غلجی کو اپنی حکومت کی ابتدا سے تا اختتام سلطنت بجز اس شکست کے اور کوئی شکست نہیں ہوئی سلطان محمود غلجی شادی آباد مند و پہنچا اور انتظام و تربیت سپاہ سے فراغت حاصل کی اسی دوران میں شہزادہ غیاث الدین بند رسورت کے چند مقامات پر حملہ آور ہو کر واپس آیا اتفاقات زمانہ سے مشیر الملک النماطب بہ نظام الملک وزیر اور اس کے فرزندان کے بارے میں مکر و بغاوت کی خبر سلطان محمود غلجی کے گوش زد ہوئی اور بادشاہ کے حکم سے ان کو سزائیں دی گئیں۔

عشرہ میں سلطان محمود غلجی نے مار و وار کے فتح کرنے کا ارادہ کیا چونکہ بادشاہ سلطان قطب الدین گجراتی کی جانب سے مطمئن نہ تھا اس کو بہتر سمجھا کہ اول سلطان قطب الدین گجراتی سے صلح کرے بعد اس کے راجہ کو بنہا کے ملک کو فتح کرنے میں مشغول ہو سلطان محمود غلجی نے اپنا ارادہ دل میں مخفی رکھا اور لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور شادی آباد مند و سے قصبہ دھار پہنچا سلطان محمود غلجی نے قصبہ دھار سے تاج خاں کو جہاز لشکر کے ساتھ سرحد گجرات کی جانب روانہ کیا تاکہ صلح کی تمہید کرے تاج خاں نے قطب الدین کے وزیر کے نام خطوط لکھ کر ایچیوں کے ہمراہ روانہ کر کے یہ پیام دیا کہ جانبین کے فساد و عداوت خالق کی پریشانی کا باعث ہیں اور فریقین کی صلح و اتحاد ان کے امن و فوائد پر مبنی ہیں سلطان قطب الدین گجراتی نے گفتگو کے بعد صلح کی اجازت دی اور فریقین سے اکابر و معارف نے درمیان میں اگر عہد و قسم کے ساتھ مصالحت کی بنیاد کو مستحکم کر کے یہ قرار دیا کہ راجہ کو بنہا کے ان شہروں کو جو ممالک گجرات سے متصل ہیں عساکر قطبی تباہ کر کے میوات و اجیر اور ان کے

نواح پر قابض ہوں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کریں۔
 حشہ میں سلطان محمود غلجی ان سرکش راجپوتوں کی تادیب کے لئے
 کہ جنہوں نے ہارونی کے نواح میں بغاوت برپا کر رکھی تھی روانہ ہوا اور قصبہ بھونی
 میں بے شمار راجپوتوں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو مقید کر کے مندر و روٹ
 کیا سلطان محمود غلجی گوالیار سے ہوتا ہوا بیانہ روانہ ہوا بادشاہ بیانہ کے قریب پہنچا
 اور داؤد خاں حاکم بیانہ نے بیشمار پیشکش روانہ کر کے اپنے خلوص و اطاعت کا اظہار
 کیا محمود غلجی نے بیانہ کی حکومت پر داؤد خاں کو بحال رکھا اور بادشاہ کی کوشش سے
 یوسف خاں ہندونی اور حاکم بیانہ کی مخالفت اتفاق و محبت سے بدل گئی سلطان
 محمود غلجی نے شہر نوا اور ہارونی اور اجمیر کی حکومت پر فدائی کو نامزد فرمایا اور خود
 دار الملک شادی آباد مند و واپس آیا۔

اسی سال سلطان علاء الدین بہمنی کے دو مقتدر امیر سکندر خاں اور طلال خاں
 بخاری نے عراق میں سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کئے اور قلعہ ماہور کے فتح کی
 جو براہ کراہترین حصار ہے ترغیب دی سلطان محمود ایک جرار لشکر کے ہمراہ
 ہوشنگ آباد کی راہ سے ماہور روانہ ہوا اور محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں
 نے بادشاہ خمی خدمت میں حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی سلطان محمود غلجی نے ماہور کا
 محاصرہ کیا سلطان علاء الدین بہمنی بیشمار لشکر کے ساتھ اہل قلعہ کی مدد کے لئے آیا
 سلطان محمود غلجی نے جب اپنی ذات میں مقابلہ کی طاقت ندیکھی اور ملک عالیخان
 اور تاج خاں اور سکندر خاں بخاری کو محاصرہ پر نامزد کیا اور خود واپس ہوا و انشع
 ہو کہ مولف اس واقعہ کو مفصل سلاطین بہمنیہ کے حالات میں ہدیہ ناظرین کو چکا
 ہے سلطان محمود غلجی کو اثنار راہ میں معلوم ہوا کہ مبارک خاں حاکم اسیر ولایت
 بگلانہ پر جو گجرات اور دکن کے درمیان میں واقع ہے حملہ آور ہوا ہے راجہ بگلانہ
 سلطان محمود غلجی کا مہلج و باجگزار تھا سلطان محمود غلجی نے اس کی امداد کو واجب
 و لازم سمجھ کر اثنار راہ سے بگلانہ کی جانب روانہ ہوا اور اپنی روانگی کے قبل اقبال خاں
 اور یوسف خاں کو روانہ کیا میراں محمد فاروقی بیشمار لشکر لے کر مقابلہ میں آیا اور
 جنگ کے بعد فرار ہو کر اسیر ہوا سلطان محمود غلجی نے بلاد اسیر کے بعض مواضع

و قریات کو غارت و تباہ کیا اور شاہ دی تباہ مندو میں واپس آیا۔

اسی سال سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ راجہ بکلا نے میراٹھ یا لوکا فرزند حاضری کا ارادہ رکھتا ہے اور میراٹھ مبارک خاں فاروقی حاکم اسیراس کی ولایت میں داخل ہو گیا ہے اور راجہ کے فرزند کو آنے سے مانع ہے سلطان محمود غلجی نے شہزادہ غیاث الدین کو بہ تعجیل میراٹھ مبارک خاں فاروقی کی مدانت کے لئے نامزد کیا یہ خبر میراٹھ مبارک کو ہوئی اور وہ فوراً واپس ہو کر اپنی مملکت کو چلا گیا رائے بالور راجہ بکلا نے کا فرزند پیشکش لے کر خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی نے اسپر نازش فرمائی اور نہایت فخر و اعزاز کے ساتھ اس کو واپس کی اجازت دی شہزادہ غیاث الدین ریتور میں آیا اور انھیں ایام میں سلطان محمود غلجی ولایت چیتور میں وارد ہوا راجہ کو بیٹھا مصالحت و نرمی کے ساتھ پیش آیا اور قلیل تعداد میں روپیہ اور اثرفنی پیشکش کے لئے بھیجا چونکہ یہ راجہ کو بیٹھا کے لئے تھے یہ امر سلطان محمود غلجی کے ازدیاد غصہ کا باعث ہوا بادشاہ نے اس لئے پیشکش کو واپس کر دیا اور شاہی لشکر سے اس کی مملکت کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آبادی کا اثر تک باقی نہ رکھا۔

سلطان محمود غلجی نے منصور الملک کو ولایت مندو سور پر حملہ کرنے مامور فرمایا اور اس غرض سے کہ تھانہ داروں کو اس مملکت میں مستقر کرے سلطان محمود غلجی نے ارادہ کیا کہ وسط ولایت میں ایک قصبہ غلجی پور کے نام سے آباد کرے راجہ کو بیٹھانے کے بعد عجز و انکار کے ساتھ سلطان محمود غلجی کی خدمت میں پیام دیا کہ جس قدر پیشکش کے لئے حکم ہو مجھے منظور ہے اس کے بعد کبھی میں آپ کی یہی خواہی سے دست بردار نہ ہوں گا لیکن شرط صرف اس قدر ہے کہ بادشاہ قصبہ جدید آباد کرنے کا ارادہ ملتوی فرمادیں چونکہ برسات کا موسم قریب تھا سلطان محمود غلجی نے خاطر خواہ پیشکش وصول کیا اور شادی آبلو مندو میں واپس آیا اور ایک عرصہ تک دار الحکومت میں مقیم رہا۔

۱۱۵۵ء میں پھر سلطان محمود غلجی مندو سور کو فتح کی غرض سے روانہ ہوا اور افواج کو اطراف و جانب میں روانہ کیا اور خود وسط ولایت میں مقیم ہوا ہر روز

تازہ خبریں فتح کی بادشاہ کے گوش زد ہوتی تھیں اور بادشاہ خدا کا شکر بجالاتا تھا اتفاق سے ایک روز ایک عرضیہ اس جماعت کا جو ہارونی کے نواح میں متعین تھی بادشاہ کی نظر سے گزرا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسلام کی ابتدا مالک ہندوستان میں اجمیر سے ہوئی ہے جو مرشد الطوائف خواجہ معین الدین حسن سنجر رحمۃ اللہ علیہ کا خواب تھا اب چونکہ یہ مقام کفار کے قبضہ میں آگیا ہے لہذا کوئی اثر اسلام و شہداء اسلام کا اس مقام پر باقی نہیں رہ گیا ہے سلطان محمود غلجی عرضیہ کے مضمون سے مطلع ہوا اور اسی روز اجمیر روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے روضہ شہر کے مقابلہ میں فروکش ہوا اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے امداد طلب کر کے لشکر کے امرا کو حکم دیا کہ بالاتفاق قلعہ کو دیکھ کر مورچل تقسیم کر لیں اسی اشار میں اہالی قلعہ کا سر اور سبھی گجا دھرم راجپوتوں کے قلعہ سے باہر نکلا اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا لیکن افواج محمودی کے حملہ کی تاب نہ لا کر پھر قلعہ میں داخل ہو گیا طریق میں چار روز تک معرکہ قتالی گرم رہا پانچویں روز گجا دھرم اپنی تمام فوج کے باہر نکلا اور جنگ میں مشغول ہو گیا اور اس جنگ منلوہ میں مارا گیا لشکر محمودی کی ایک جماعت فراری راجپوتوں کے گروہ میں مل کر قلعہ کے دروازہ میں داخل ہو گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

سلطان محمود غلجی خدا کا شکر بجالایا اور خواجہ صاحب کے روضہ کا طواف کر کے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی سلطان محمود غلجی نے خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دیا اور اجمیر کی حکومت پر مامور فرمایا اور مزار شریف کے مجاوروں کو انعام و نطائف سے مسرور کر کے منڈل گڑھ کی جانب روانہ ہوا سلطان محمود غلجی اب بیاس کے کنارے مقیم ہوا اور امرا کو اطراف قلعہ پر متعین فرمایا راجہ کوینہا نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے قلعہ کے باہر روانہ کر دیا ہر دو لشکر میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور کثیر جماعت لشکر محمودی کی کام آئی اور بیشمار راجپوت بھی مارے گئے جب رات ہو گئی دونوں لشکر اپنے مقام پر اترے دوسرے دن صبح کے وقت امرا و دوزار سلطان محمود غلجی کی بارگاہ میں جمع ہوئے اور بادشاہ سے عرض کیا چونکہ اس سال مکرر لشکر کشی

ظہور میں آئی ہے اور برسات کا موسم بھی قریب آگیا اگر بادشاہ چند روز کے لئے دارالملک شادی آباد مند و میں قیام فرمائیں اور امور ضروری کی درستی کا انتظام فرمائیں اور ختم برسات کے بعد اپنے غلام شاہانہ سے اس قلعہ کو فتح فرمائیں تو مناسب ہو گا سلطان محمود غلجی امراء کے معروضہ کے مطابق سند و واپس آیا اور چند روز وایکو مت میں مقیم رہا۔

چھبیس محرم ۶۸۳ھ میں سلطان محمود نے قلعہ منڈل گڈھ کے محاصرہ کا ارادہ کیا اور ملک کے ہر بٹخانہ کو دھا کے خاک کے برابر کر دیا منڈل گڈھ پہنچ کر بادشاہ کا حکم تھا کہ درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالیں اور عمارتوں کو دھا دیں اور آبادی کا اثر تک باقی نہ چھوڑیں بعد اس کے لشکر محمودی نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور چل کو خندق سے پار کر کے قلعہ کے متصل کر دیا سلطان محمود غلجی نے قلیل مدت میں قلعہ فتح کر لیا اور ایک کثیر گروہ کو قتل کیا۔ راجپوت ایک دوسرے قلعہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا محصور ہوئے اور غور کرنے لگے پانی کے حوض جو قلعہ کے اوپر تھے تو پ کی آواز سے زمین میں اتر گئے اور جو پانی اول قلعہ میں تھا وہ لشکر محمودی کے قبضہ میں آگیا راجپوت بے آبی کی وجہ سے گئے اور انتہائے پریشانی میں امان طلب کی اور دس لاکھ روپیہ پیش قبول کر کے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا اور یہ عظیم الشان فتح چھبیسویں فی الحجہ ۶۸۳ھ میں واقع ہوئی سلطان محمود غلجی نے خدا کا شکر ادا کیا اور دوسرے دن قلعہ میں داخل ہو گیا اور جس قدر بٹخانے تھے ان کو خراب کر کے ان کے سلمان و اسباب سے مساجد تیار کرائیں اور قاضی اور محتسب خطیب اور موذن متعین فرمائے۔ سلطان محمود غلجی نے پندرہ محرم ۶۸۳ھ میں چیتور کا ارادہ کیا بادشاہ نے نواح چیتور میں پہنچ کر شہزادہ عیاش الدین کو ولایت جمیلوارہ کو تباہ و فساد کرنے کے غرض سے روانہ کیا شہزادہ نے اس مملکت کو تباہ کیا اور ہتھیار قیدی اپنے ہمراہ لے کر واپس آیا سلطان محمود غلجی نے چند روز کے بعد فدائی خاں اور تاج خاں کو قلعہ کوندی کو سر کرنے کی غرض سے معین فرمایا شہزادہ فدائی خاں قلعہ کوندی کے نواح میں پہنچا اور راجپوت بھی قلعہ سے باہر نکلے فریقین میں

سمت جنگ ہوئی آخر راجپوتوں کو شکست ہوئی اکثر سپاہی مارے گئے اور ایک جماعت جس نے اپنے کو خندق میں گرا دیا تھا گرفتار ہو گئی شہزادہ غذائی خاں نے روز اول ہی قلعہ کو اپنے زور بازو و شجاعت سے فتح کیا شہزادہ اس عطیہ عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے معتمد امیر کے سپرد کر کے خود کامیاب و بامراد دارالملک شادی آباد میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان محمود غلجی ۶۶۷ھ میں دوبارہ راجپوتوں کی تادیب و گوشمالی کی غرض سے روانہ ہو کر موضع اہار میں فروکش ہوا شہزادہ غیاث الدین کو ان بلاؤں کے تاخت و تاراج کے لئے نامزد فرمایا شہزادہ نے اس ولایت کو خاک کے برابر کر کے نواح کو تلمیر پر بھی حملہ کیا شہزادہ غیاث الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ کو تلمیر کی بے حد تعریف کی سلطان محمود غلجی دوسرے روز کو تلمیر کی جانب روانہ ہوا اور راہ میں جس قدر تہانے تھے ان کو سہار کر تا ہوا سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور جلد سے جلد قلعہ کے نواح میں پہنچ کر فروکش ہوا ایک روز بادشاہ قلعہ سے ایک کوس کی مسافت پر مشرق کی جانب سوار ہو کر آیا اور شہر کو دیکھا اور فرمایا کہ اس قلعہ کو فتح کرنا بلا چند سال محاصرہ کئے ممکن نہیں ہے سلطان محمود غلجی دوسرے روز کوچ کر کے دو ٹکڑی پور وارہوا اور شام دس راجہ و ننگ پور نے فراری ہو کر کونہ بشارت میں پناہ لی راجہ نے عاجزی کے ساتھ دو لاکھ تنگہ اور بیس گھوڑے پیشکش ارسال کئے بادشاہ نے پیشکش قبول کیا اور دارالملک شادی آباد واپس آیا۔

محمد ۶۶۸ھ میں دکن میں ایک طفل خرد سال نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا امرائے نظام شاہی جیسی کہ چاہئے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے سلطان محمود غلجی نظام الملک غوری کے اغوا سے متواتر کوچ کر کے بلاد دکن میں آیا بادشاہ نے دریائے نربدہ کو عبور کیا اور اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ مبارک شاہ حاکم اسیر فوت ہوا اور اس کا فرزند غازی خاں الملقب بعاول خاں اپنے باپ کا جانشین ہوا عادل خاں نے عمان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی جو روئے تعدی کو اپنا شعار بنایا اور سید کمال الدین و سید سلطان کو ناحق قتل کر کے ان مظلوموں کے مکان تباہ و برباد کر دیے اس خبر کے چند روز بعد سید جلال برادر سید کمال الدین

وسید سلطان وادخوی کے لئے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی نے ازراہ حجت ارادہ کیا کہ عادل خاں کو سزا دے بادشاہ اسیر کی جانب روانہ ہوا اور عادل خاں نے اپنی عاجزی و بیچارگی کا اظہار کر کے سیرۂ قطب عالم فرید الحق والدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان محمود غلجی کی خدمت میں پیشکش روانہ کیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کی سلطان محمود غلجی خود واقف تھا کہ قلعہ اسیر کا کسی تدبیر سے فتح ہونا ممکن نہیں ہے علاوہ اس کے اس سفر کا اصل مقصد دکن کی تسخیر تھا بادشاہ نے عادل خاں کا قصور معاف کیا اور آئندہ کے لئے اس کو نصیحت کرتے خود ولایت برار و الیچور کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان محمود غلجی مالاپور پہنچا اور جاسوس خبر لائے کہ وزرائے نظام شاہ سرحدوں سے لشکر کو طلب کر کے فوج کو ایک جا فراہم کر رہے ہیں اور دو کروڑ تنگہ خزانہ سے نکال کر برسم مد و خرچ امرا اور لشکریوں کے حوالہ کر دیا ہے اور ایک سو چالیس عظیم الجثہ ہاتھیوں کو ہمراہ لے کر شہر کے باہر فرود کش ہیں سلطان محمود غلجی نے اس خبر کو سنا اور افواج کو ترتیب دیکر متواتر کوچ کرتا ہوا نظام شاہ جہمی کے مقابلہ میں فرود کش ہوا وزرائے دکن نے نظام شاہ کے سر پر جس کی عمر آٹھ سال کی تھی چتر کو سایہ فلک کیا اور خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو بادشاہ کا مشیر مقرر کر کے سیرہ کا انتظام ملک نظام الملک ترک اور مہمنہ خواجہ محمود گیلانی ملک التبار کے حوالہ کیا اسی دوران میں ملک التبار نے پیشدستی کر کے مہمنہ محمودی پر حملہ کیا اور مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر جیسرہ محمودی کے سردار تھے مارے گئے مہمنہ محمودی بھی منتشر ہو گیا اور لشکر مند و کو عظیم الشان شکست ہوئی حریف نے دس کوس تک ان کا تعاقب کیا اور سلطان محمود غلجی کے لشکر کا کو غارت و تباہ کر دیا سلطان محمود غلجی ایک گوثیں خفی ہو گیا تھا اور وقت فرصت کا انتظار کر رہا تھا بادشاہ نے دیکھا کہ کثیر تعداد سپاہوں کی غارتگری میں مشغول ہے اور نظام شاہ چند سواروں کے ہمراہ میدان میں کھڑا ہے سلطان محمود غلجی دو ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہ کے عقب سے نمودار ہوا اور شہور روایت کے موافق خواجہ جہاں ترک نے جو قطب لشکر کا سردار تھا بے حد کوشش کی

اور نظام شاہ بہمنی کو ہمراہ لے کر احمد آباد و سدر روانہ ہوا اور معاملہ برعکس ہو گیا۔ بہمنی سپاہی جو غارتگری میں مشغول تھے مارے گئے اور بلکہ جہاں والدہ نظام شاہ نے امرا کے کمراندیشہ سے شہر بید رنی حفاظت کے لئے ملوہاں کو مقرر کیا اور خود نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیکر شہر فیروز آباد میں قیام پذیر ہوئی۔

ملکہ جہاں نے فیروز آباد سے ایک خط سلطان محمود گجراتی کے نام لکھا اور امداد طلب کی سلطان محمود غلجی نے تعاقب کیا اور شہر بیدر کا محاصرہ کر لیا جس و فراری لشکر فیروز آباد میں نظام شاہ کے گرد جمع ہو گیا اور سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ ملک التجار سر لشکر نظام شاہ مع بے شمار فوج کے نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ ہوا ہے اور امید ہے کہ جلد بادشاہ تک پہنچ جائے گا بادشاہ نے امرا سے مشورہ کیا اور آخر کار یہ قرار پایا کہ چونکہ موسم گرما شروع ہو چکا ہے اور نیز یہ کہ ماہ صیام بھی آگئے ہیں انصب یہ ہے کہ اس مملکت کی فتح کو آئندہ سال پر موقوف رکھ کر مراجعت کی جائے سلطان محمود غلجی اپنی مملکت کی جانب روانہ ہوا اور راہ میں جو واقعات اس کو پیش آئے اس سے ناظرین واقف و آگاہ ہیں سلطان محمود غلجی چونکہ دکن فتح کرنے کے خیال میں منہمک تھا اور ملک کے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر گزری تھی چاہتا تھا کہ ان تکالیف گذشتہ کا بھی بدلہ لے بادشاہ نے حلہ میں دوبارہ لشکر کشی کا سامان کیا اور ظفر آباد تعلیم میں فروکش ہوا بادشاہ ہمنو ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ سراج الملک تھانہ واکا عریضہ آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو بشمار لشکر کے ساتھ کھیر لہ پرنامہ و کیا ہے اور چند روز میں وہ یہاں پہنچا چاہتا ہے محمود غلجی اس خبر کو سنکر تعجب و حیرت کا شکار ہوا اور امداد کے لئے عازم ہوا اثنائے راہ میں سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ سراج الملک تھانہ دار لے نوشی میں مشغول و بے خبر تھا کہ نظام الملک نے کھیر لہ پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا سراج الملک کا فرزند قلعہ سے باہر آیا اور جنگ کے بعد فراری ہوا نظام الملک نے ان کا تعاقب کیا اور شکست خوردہ جماعت کے ساتھ خود بھی حصار میں داخل

ہوا اور قلعہ پر قابض ہو گیا لیکن قابض ہونے کے بعد اسی روز نظام الملک بھی
 پیادہ گال راجپوت کے ہاتھ سے مارا گیا۔
 سلطان محمود غلجی نے اس خبر کو سن کر مقبول خاں کو چار ہزار فوج کے ساتھ
 کھیرلہ روانہ کیا اور خود انتقام لےنے کی غرض سے دولت آباد روانہ ہوا۔
 راہ میں راجہ سرکچ کے ملازمین اور راجہ جاجنگر کے وکلا پانسو تیس ہاتھیوں
 کا پیشکش لے کر حاضر ہوئے۔ سلطان محمود غلجی نے وکلا کو خلعت و انعام دیکر
 رخصت کیا اسی زمانہ میں جبکہ سلطان محمود غلجی موضع خلیفہ آباد میں فوج کش تھا
 ایک قاصد امیر المومنین یوسف بن محمد عباسی کا فرمان سلطنت اور خلعت حکومت
 مصر سے لے کر سلطان محمود غلجی کی بارگاہ میں حاضر ہوا بادشاہ نے کمال مسرت
 کے ساتھ فرمان و خلعت کا استقبال کیا اور خلیفہ کے خادم کی بے حد عزت و
 توقیر کی اور قاصدوں کو خلعت زر و دوزی اور گھوڑے مع زین و لجام مرصع
 مرحمت فرمائے۔

سلطان محمود غلجی دولت آباد کے قریب پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان
 محمود گجراتی بادشاہ دکن کی مدد کے لئے آ رہا ہے سلطان محمود غلجی نے بالکل نہ کارادہ
 کیا اور چند مواضع پر حملہ آور ہو کر کوٹہ وارہ کی راہ سے اپنے
 دارالملک شادی آباد مند کو واپس آیا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سلطان محمد شاہ
 بہمنی نے نظام الملک ترک کو شکستہ میں روانہ کیا اور نظام الملک قلعہ پر قابض
 ہو گیا ناظرین اس اجمال کی تفصیل شاہان بہمنیہ کے حالات میں ملاحظہ کریں۔
 سلطان محمود غلجی نے چند روز انتظار کیا اور ربیع الاول ۷۸۳ھ میں مقبول خاں
 کو ایک فوج کے ہمراہ ایچی پور پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا مقبول خاں
 نواح اچی پور پر قابض ہوا اور شہر کو تباہ کر دیا ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد
 ایچی پور کا حاکم اپنے چھسالیہ حکام یعنی قاضی خاں و خلیفہ کو بیجا کر کے ڈیڑھ ہزار سوار
 اور بے شمار پیادوں کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے آیا یہ خبر مقبول خاں کو ہوئی
 مقبول خاں نے مال عنیت و اسباب کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کر دیا اور عمدہ
 و خیر کار سپاہیوں کو متعجب کر کے اپنے ساتھ لیا مقبول خاں نے اس ختم فوج سے

ایک جماعت کو جنگ کے لئے متعین کیا اور خود ایک قلیل گروہ کے ہمراہ کمین گاہ میں مخفی ہو گیا فریقین معرکہ آزمائی میں مشغول ہو گئے اور مقبول خاں کمین گاہ سے باہر نکل کر حملہ آور ہوا۔ قاضی خاں شکست کھا کر الچپور فراری ہوا۔

مقبول خاں نے الچپور تک اس کا تعاقب کیا اور راہ میں بیس معتبر سردار قاضی خاں کے تہ تیغ اور تیس سردار گرفتار کئے مقبول خاں نے الچپور سے مراجعت کی اور کامیاب و بامراد محمود آباد واپس آیا۔

جمادی الاول ۱۰۸۳ء میں والی دکن اور مالوہ نے ایک دوسرے کی بارگاہ میں قاصد روانہ کئے بے حد گفتگو کے بعد اس شرط پر صلح قرار پائی کہ والی دکن الچپور اور ولایت کونڈوارہ یا بقول دیگر قلعہ کھیرلہ تک سلطان محمود غلٹی کے حوالہ کر دے اور سلطان محمود غلٹی اس شرط کے ایفا ہونے کے بعد پھر کبھی سلطنت دکن کو مضرت نہ پہنچائے۔

محمود غلٹی نے یہ شرط بھی قرار دی کہ دفتر کے حساب تاریخ قمری کے اعتبار سے مندرجہ ذیل جائیں اور تاریخ شمسی کا رواج و قوف کیا جائے ربیع الاول سنہ مذکور میں ایک مہینہ و مشہور عالم شیخ علار الدین نواح شادی آباد میں وارد ہوئے اور محمود غلٹی نے حوض رانی تک ان کا استقبال کیا ہر دو حضرات نے اس سوارہ ایکدوسرے کے ملاقات کی اور بغل گیر ہو کر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آئے۔

۱۰۸۳ء ماہ ذی الحجہ میں مولانا عماد الدین سید محمد نور بخش کے قاصد سلطان محمود غلٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کا خرقہ تبرکات بادشاہ کے لئے اپنے ہمراہ لائے بادشاہ نے خرقہ کے ورہ کو نعمت غیر مترقبہ خیال کیا اور مولانا عماد الدین کے ساتھ بطریق احسن پیش آیا محمود غلٹی نے کمال مسرت کے ساتھ خرقہ کو زیب جسم کیا اور تہامی علماء و مشائخین مملکت کو جو اس وقت بارگاہ میں حاضر تھے اپنی سخاوت اور بخشش سے بہرہ مند کیا۔

محرم ۱۰۸۳ء میں جاسوسوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقبول خاں برگشتہ تخت محمود آباد کو جو اس وقت تک کھیرلہ کے نام سے مشہور ہے غارت کر کے والی دکن سے پناہ و امداد کا ملتی ہوا ہے مقبول خاں نے چند ہاتھی بھرتی

ملکی کی وجہ سے اس کے ہمراہ تھے راجہ کھیر کے فرزند کے حوا کہ کر دیا ہے اور راجہ قصبہ محمود آباد پر قابض ہو گیا ہے اور اس نے ان تمام مسلمانوں کو جو ملک میں متوطن تھے قتل کر ڈالا اور گروہ کوندان کو اپنے سے متفق کر کے راہ کو مسدود کر دیا ہے سلطان محمود غلجی نے اس خبر کو سنا اور تاج خاں اور احمد خاں کو اس فساد کی مدافعت کے لئے روانہ کیا اور خود بھی آٹھ رجب الآخر کو سندھ کوڑیں ظفر آباد الغلجہ میں مقیم ہوا۔

سلطان محمود غلجی بھی چند روز کے بعد محمود آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ تاج خاں دسہرہ کے دن جبر ہمنوں کا نہایت مقدس روز ہے ستر کوں یکدم کوچ کر کے وہاں پہنچا تاج خاں کو معلوم ہوا کہ رائے زادہ اس وقت کھانا کھانے میں مشغول ہے تاج خاں نے کہا کہ غفلت کے عالم میں دشمن پر حملہ آور ہونا طریق مردانگی سے بعید ہے اور ایک شخص کو رائے زادہ کے پاس بھیج کر اس کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا راجہ زادہ نے اپنا ہاتھ کھانے پر سے اٹھالیا اور اپنے ملازمین کے ہمراہ مسلح ہو کر جنگ کے لئے آیا اور فریقین نے ایسی جانبازیوں کے ساتھ کوشش کی کہ اس سے زیادہ کوشش متصور نہیں ہو سکتی تھی آخر الامر راجہ زادہ کے اکثر ملازمین مارے گئے اور راجہ زادہ سرور پابہ ہند فرار ہو کر گروہ کوندان کے واس میں پناہ گزیں ہوا تاج خاں مقبول خاں کے ہاتھوں اور دیگر مال غنیمت و محمود آباد پر قابض ہو گیا ہے۔

اسی اثناء میں عریضہ تاج خاں کا پہنچا محمود غلجی نہایت غصہ و سرور ہوا اور ملک الامر ملک داور کو گروہ کوندان کی تادیب کے لئے روانہ کیا جس وقت یہ خبر طائفہ کوندان کو معلوم ہوئی گروہ کوندان نے راجہ زادہ کو متعید کر کے تاج خاں کے پاس روانہ کر دیا محمود غلجی نے اس فتح کے چند روز کے بعد محمود آباد کا ارادہ کیا اور چھ رجب کو قصبہ سارنگپور میں فروکش ہو چند روز کے بعد خواجہ جمال الدین اسفند آبادی برسمہ ایلمچی گری میرزا سلطان ابوسعید کی جانب سے منع تحفہ و سوغات کے ہندوستان وارد ہوئے محمود غلجی خواجہ جمال الدین کی ملاقات سے بے حد مسرور ہوا اور خواجہ جمال الدین کو عنایت خسرانہ سے خوشدل کر کے

ان کو واپس جانے کی اجازت دی بادشاہ نے اقسام کے سوغات ہند یعنی پارچہ و دیگر اسباب و چند کینیزان رقاہ اور چند ہاتھیوں کو روپیہ سے بارگرا کے اور عربی گھوڑے اور قصیدہ جو اس نے سلطان ایران کی مدح میں زبان ہندی لکھا تھا شیخ علاء الدین کی ہمراہی میں خواجہ جمال الدین کے ذریعہ سے ایران روانہ کیا اور خود دار الملک شادی آباد میں مقیم ہوا۔

شہنشاہ ایران اس قصیدہ سے جو بادشاہ مالوہ کی طبع زاد نظم تھی اس قدر خوش ہوا کہ دوسرے تحائف سے اس کو اس قدر صرت حاصل نہ ہوئی ہوگی اسی سال راج گوالیار کو معلوم ہوا کہ میرزا ابوسعید بادشاہ ایران کو فن موسیقی و سکیٹ سے کمال رغبت ہے راجہ نے فن مذکور کی دو تین معتبر کتابوں کو مع چند علماء کے فن کے بادشاہ ایران کی خدمت میں بھیجا راجہ کے فوت ہونے کے بعد اس کے فرزند راجہ کوپ نے بھی اپنے باپ کے طرز عمل کو مد نظر رکھا اور ہمیشہ تحائف بادشاہ ایران کی خدمت میں ارسال کرتا رہا۔

تیسرے میں غازی خاں نے ایک عرضداشت اس مضمون کی سلطان محمود غلجی کی خدمت میں ارسال کی کہ زمینداران کچھوارہ منحرف ہو کر باغی ہو گئے ہیں اس عرضداشت کے پہنچنے ہی محمود غلجی نے اس جماعت کی تادیب کا ارادہ کیا اور بیشمار لشکر کچھوارہ کی جانب روانہ کیا اور خود بھی اس مملکت کی آمدنی اور اس کے اخراجات کی مشکلات کو مد نظر رکھ کر وسط ولایت میں مقیم ہوا محمود غلجی نے اس مقام پر ایک حصار کی بنیاد ڈالی جو چھ روز کے عرصہ میں تیار ہو کر مکمل ہو گیا بادشاہ نے اس کو جلال پور کے نام سے موسوم کیا اور میرزا خاں کو حصار کی حکومت پر معین فرمایا۔

سات شبان سند مذکور میں شیخ محمد حرلی اور کپور چند راج گوالیار کا فرزند سلطان بہلول لودھی فرمانروائے دہلی کے سفیرین کو محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے قاصدوں نے تمام تحائف بادشاہ کے نذر کر کے یہ پیام دیا کہ سلطان محمود شرتی ہماری ایذا رسانی سے باز نہیں آنا ہے اگر بادشاہ چاہی امداد و اعانت کی غرض سے نواح دہلی میں تشریف لائیں اور اس کے فائدہ

اہیں محفوظ رکھیں تو ہم اس کے معاوضہ میں قلعہ بیانہ مع اس کے مضانات کے
 بطور پیش پیش آپ کے نذر کریں گے اور جس وقت آپ اپنے دارالملک سے روانہ
 ہوں گے چھ ہزار گھوڑے فراہم کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کریں گے محمد
 غلجی نے جواب دیا کہ جس وقت سلطان حسین دہلی کی طرف روانہ ہو گا میں بھی
 جلد سے جلد تمھاری مدد کے لئے دہلی پہنچ جاؤں گا محمد غلجی نے اپنی اس قرار دہ
 کے مطابق ایلمپوں کے حال پر مہربانیاں فرمائیں اور دارالملک شادی بلامتہ و
 کی جانب روانہ ہوا چونکہ ہوا نہایت گرم تھی راہ میں کثرت حرارت کی وجہ سے
 اس کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو گیا اور روز بروز مرض میں ترقی ہونے لگی
 بادشاہ نے انیسویں ذیقعدہ ۸۸۷ھ ولایت کچھوار میں وفات پائی محمد غلجی نے
 چوبیس سال فرمانروائی کی بادشاہ کی عمر جلوس اور اس کی مدت فرمانروائی کا برابر ہوا ایک حیرت انگیز واقعہ
 ہے امیر تیمور صاحب قراں گورکان نے بھی چھتیس سال کی عمر میں تخت سلطنت
 پر جلوس فرمایا تھا اور نیز یہ کہ چھتیس ہی سال حکومت کی یہ واضح ہو کہ سلطان
 محمود غلجی کے دیگر فتوحات بھی بیشمار ہیں جن کو مولف نے بہ خوف طوالت قلم انداز
 کر دیا ہے سلطان محمود غلجی عادل و قسباج و نیکو اخلاق سخی فرمانروا تھا بادشاہ
 کے تمام عہد فرمانروائی میں رعایا کا ہر طبقہ کیا ہمد اور کیا مسلمان روز بروز
 اس کے انگریز ہوئے جاتے تھے محمود غلجی نے آغاز حکومت سے تا یوم وفات
 کتر ایسا سال گزر رہا ہو گا جس میں لشکر کشی نہ کی ہو بلکہ اپنی راحت و آسائش کو
 لشکر کشی و جنگ و جدل ہی پر مبنی سمجھتا تھا محمد غلجی ہمیشہ تجربہ کار سیاحوں اور
 جہانگیر و مورخین سے سلاطین سابق کے کارناموں کو معلوم کر کے قواعد
 جہانگیری وضع کرتا تھا شاہان ماضیہ کے حالات میں ساجو واقعات اس کے
 پسند خاطر ہوتے تھے اس کو اپنے قلب و دماغ میں محفوظ رکھتا تھا اور اپنی
 مجالس میں امرا سے ان کا تذکرہ کرتا تھا محمود غلجی ان امور سے جو سلاطین
 کے زوال و دولت اور خاندان کی تباہی کا باعث ہوئے ہیں پر ہنس کر مانتا تھا
 اس کی تمام مملکت میں کوئی شخص چور کے نام سے بھی واقف نہ تھا اگر اتفاق
 سے کسی تاجر یا فقیر کا مال چوری ہوتا تو ثبوت کے بعد اس رقم کو اپنے خزانہ سے

ادا کرتا اور بعد اس کے اس مال کو مقامی حکام سے وصول کر لیتا تھا اسی سبب سے ہر محتاج و دولت مند جو اس کی مملکت میں آتا جنگل میں بھی مقیم ہو کر اپنے جان و مال کی حفاظت نہ کرتا تھا اتفاق سے ایک دن ایک شیر ماہر نے کسی مسافر کو پھاڑ ڈالا اس کی زوجہ اور فرزند بادشاہ سے دادخواہ ہوئے سلطان محمود غلجی نے ہر چار جانب فرامین روانہ کئے کہ شیر ماہر بیکو درند قتل کرادے جائیں بادشاہ کا حکم تھا کہ اگر اس فرمان کے بعد کسی جگہ شیر نظر آجائے تو بجائے شیر کے مقامی حکام قتل کئے جائیں اس روش سے اس نے مبارک عہد میں بلکہ اس کے عہد حکومت کے بعد بھی ایک مدت تک کسی شخص نے ولایت مالوہ میں شیر یا دوسرے درندوں کو نہیں دیکھا۔

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود فوت ہوا اور اس کے فرزند اکبر سلطان غیاث الدین بن نے حسب وصیت اپنے والد کے تخت سلطنت پر جلوس کر کے تمام رعایا و عوام کو خوشدل کیا جو رقم کثیر کہ اس کے چتر پر شمار کی گئی تھی بادشاہ نے اس کو مستحقین پر تقسیم کر دیا سلطان غیاث الدین غلجی نے اپنے برادر خرد فدائی خاں کو شہر نوا اور دیگر گونا گونا گویاں کی حکومت پر جن پر وہ سلطان محمود غلجی کے زمانہ سے قابض تھا بجالا و برقرار رکھا بادشاہ نے اپنے فرزند اکبر عبدالقادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد مقرر کیا اور مصلحتاً جلد سے جلد اس کو عہدہ وزارت عطا فرما کے چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

جن جلوس سلطنت ختم ہوا اور بادشاہ نے جمیع مناصب اپنے معتاد و تجربہ کار امیروں کے سپرد کر کے فرمایا کہ سلطان مرحوم کے زمانہ میں نے چوبیس سال لشکر کشی کی ہے اب میری آسائش کا وقت ہے یہ مملکت جو سلطان مرحوم سے ترکہ میں مجھے ملی ہے اس کی حفاظت میں کوشاں ہو اور اسی پر قانع رہوں گا اس تقریر کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو اور حکم دیا کہ مملکت میں جس قدر اسباب عیش و عشرت مہیا ہو سکیں فراہم کئے جائیں اور جو سامان نشاط و دوسرے ممالک یعنی ایران و توران و روم میں

میسر اسکیں معتبر افراد کے ذریعہ سے جس طرح ممکن ہو سکے یکجا کئے جائیں۔ غرضکہ بادشاہ کی حرم سرا میں کنیزان سازندہ و رقاص و صاحب جمال بشمار جمع ہو گئیں چونکہ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا تھا لہذا قلیل مدت میں قریب دس ہزار کے کنیزیں اور دختران راجہ اس کے محل میں یکجا ہو گئیں دختران راجہ و امرا کو مناصب مرحمت کر کے بیرون حرم کے مطابق قصر شاہی میں بھی عہدے و مدارج مقرر کئے۔ بادشاہ نے ان مستورات میں سے بعض کو وکیل و وزیر و دبیر و مشرف خبردار نویندہ و منجم مقرر فرمایا اور بعض صدر و مدرس و حکم و ندیم و محتسب و مفتی و مؤذن و حافظ کے عہدوں پر مامور کی گئیں اسی طریق سے کنیزوں کو ہنر اور صنعت رائج الوقت کی تعلیم دلوائی اور ایک جماعت گوزرگری و آہنگری و محل بافی و تبرگری و کمان گری و کوزہ گری و جامہ بافی و ترکش دوزی و کفش دوزی و زرگری و بخاری و کشتی گیری و شعبہ بازی اور دوسرے اقسام کے ہنروں کی جن کی طوالت عبرت ہے تعلیم دلا کر ان کو چند جماعتوں میں تقسیم کیا اور ایک کو ان پر حاکم مقرر فرمایا۔

غیاث الدین نے پانچسو ترک کی کنیزوں کو لباس مردانہ پہنا کر تیراندازی و نیزہ بازی کی تعلیم دی اور ان کو سپاہ ترک کے لقب سے مہمہ میں داخل فرمایا ہے تاکہ کنیزوں کو ہاتھ میں لے کر اور ترکش کو کمر سے لگا کر استاد ہوں اور پانچسو حبشی کنیزوں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر تفنگ اندازی و شمشیر بازی سکھائی اور میسرہ ان کے حوالہ فرمایا بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار قایم کیا اور حکم دیا کہ یہاں بھی جملہ اشیاء اسی نرخ سے فروخت ہوں جس قیمت پر کہ شہر کے بازار میں فروخت ہوتی ہیں بوڑھی اور بد شکل مستورات ان خدمتگذاروں میں شامل نہ تھیں اگر کسی وجہ سے کوئی ایسی بوڑھی عورت حرم سرا میں تھی تو وہ بادشاہ کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتی تھی اور سب سے عجیب ترین امر یہ تھا علو نہ تمامی کنیزوں اور مستورات غیر سردار و منصبدار کا یکساں مقرر تھا بادشاہ ہر ایک کو

دو تنگہ اور دو من غلہ بوزن شرعی عطا کرتا تھا اور ہر ایک جاندار کو جو محل سرا میں موجود تھا اسی طرح دو تنگہ اور دو من غلہ دیا جاتا تھا چنانچہ طوطی مینا اور کبوتر کار وزینہ اسی مقدار میں مقرر کیا گیا تھا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ محل سرا میں بادشاہ کو ایک چوہا نظر آیا بادشاہ نے اس کے لئے بھی دو تنگہ اور دو من غلہ مقرر کر دیا اس خدمت کو ایک کنیز کے سپرد کر کے اس کو حکم دیا کہ ہر روز غلہ چوسے گی بل کے قریب رکھا کرے بادشاہ جن مستورات اور کنیزوں پر زیادہ مائل تھا ان کو اگرچہ طلانی آلات و مرصع آلات بشمار عطا کرتا تھا لیکن علوفہ ان کا بھی سب کے برابر تھا۔

بادشاہ نے یہ بھی ایک معمول مقرر کر دیا تھا کہ ہر روز سوا شرفیاء اس کے سرخانے تکبہ کے نیچے رکھی جاتی تھیں اور علی الصباح محتاجوں اور فقرا کو تقسیم کی جاتی تھیں ایک مقررہ یہ بھی امر تھا کہ جس وقت بادشاہ کی نظر زن اور فرزند اور مال و اسباب پر پڑے اور بادشاہ خدا کا شکر ادا کرے تو جس وقت لفظ شکر بادشاہ کی زبان پر آئے اسی وقت سپاس تنگہ محتاجوں کو دے جائیں بادشاہ کا بہترین معمول یہ تھا کہ جس روز دربار کرتا یا سوار ہوتا تو جس شخص سے گفتگو کرتا خواہ وہ بڑا ہوا چھوٹا ہلکا تنگہ اس کو عطا کرتا۔

بادشاہ کے محل میں ایک ہزار کنیز حافظ قرآن موجود تھیں سلطان غیاث الدین کا حکم تھا کہ جس وقت بادشاہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام حافظ قرآن کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے لباس پر دم کریں جس وقت ایک گھڑی رات باقی رہتی بادشاہ اٹھ کر عبادت الہی میں مصروف ہوتا اور جین نیاز کو عجز و انکسار کے ساتھ زمین پر رکھ کر حصول مطالب و مقاصد کی بارگاہ خدا میں دعا کرتا تھا سلطان غیاث الدین نے اہل حرم کو بتا کر یہ حکم دیا تھا کہ جس وقت نماز تہجد کے لئے بادشاہ کو بیدار کریں تو اگر ضرورت ہو تو پانی بادشاہ کے منہ پر چھڑکیں بلکہ بادشاہ بیخبر نہ ہوتا ہو تو

بزور اس کو جگائیں اور اگر اس پر بھی بیدار نہ ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اٹھاویں۔
 بادشاہ نے اپنے مقربین کو یہ حکم دیا تھا کہ بوقت عشرت یا کار دنیاوی
 کی مشغولی کی حالت میں ہر ایسی چیز کو جس پر گفتن کا اطلاق ہو سکے بادشاہ کے
 سامنے لائیں تاکہ وہ متنبہ ہو کہ عبرت حاصل کرے اور مجلس سے اٹھ کر وضو کرے
 بعد تو یہ واستغفار کرے اس کی مجلس میں نامشروع اور جو باعث رنج امور
 ان کے ذکر کرنے کی اجازت نہ تھی سلطان غیاث الدین کو مسکرات سے مطلق جنت
 نہ تھی ایک مرتبہ ایک لاکھ تنگ خرچ کر کے ایک معجون بادشاہ کے لئے تیار کی گئی
 اور بادشاہ کے سامنے پیش کی گئی اور سلطان غیاث الدین نے فرمایا کہ اس کے
 اجزاء پڑھ کر سنائے جائیں اس معجون میں تین سو سے زائد ادویات شامل تھیں
 منجملہ ان کے ایک درم جوڑ بوا بھی داخل تھا بادشاہ نے فرمایا کہ معجون میرے
 کام کی نہیں ہے اور حکیم دیا کہ اس کو آگ میں ڈال دیں ایک شخص نے عرض کیا
 کہ یہ معجون کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیجائے سلطان غیاث الدین نے جواب دیا
 کہ جس چیز کو میں اپنے لئے جائز نہیں رکھتا دوسرے شخص کے لئے کیونکر تجویز کر سکتا ہوں
 سلطان غیاث الدین کی مروت اور جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص
 اس کے حاجب یعنی شیخ لقمان کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ کی عام بخشش کی خبر سن کر
 میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تمہارے وسیلہ سے میں اپنی دختر کے کار خیر کے لئے
 روپیہ حاصل کروں شیخ لقمان نے جواب دیا کہ تیری ضرورت کو میں خود اپنے
 ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں اس شخص نے جواب دیا کہ میں تم سے ادا نہیں
 لینا چاہتا میرا منشا یہ ہے کہ سلطانی عطیہ سے میری عزت افزائی ہو شیخ لقمان
 نے ہر چند اصرار کیا لیکن اس شخص نے نہ مانا شیخ لقمان نے کہا کہ میں دوسرے شخص
 کی نیات ان کے آبائی یا ذاتی فضائل کی وجہ سے کرتا ہوں تو ان ہر دو صفات سے عاری ہے
 میں تیرا کس بنا پر بادشاہ سے ذکر کروں اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اپنے کو تم تک
 پہنچا دیا ہے اب تم خود اپنی عقل و دانش سے کلام کرو۔
 شیخ لقمان اس شخص کو بادشاہ کے دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت
 کی کہ گہروں کے ذخیرہ سے جو فقرہ کے لئے وزن کیا جا رہا تھا ایک مشت گندم

اٹھائے اور اپنے پاس محفوظ رکھے شیخ لقمان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ شخص بھی حاجب کے عقب میں حاضر ہوا بادشاہ نے سوال کیا کہ یہ شخص کون ہے شیخ لقمان نے عرض کیا کہ اہل استحقاق میں سے ہے اور فلاں ہدیہ بادشاہ کے لئے لایا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اس کو تو یہاں کیوں لے آیا مناسب تھا کہ مجھ کو اس کے پاس لے جاتا شیخ لقمان نے عرض کیا کہ اس کو اس قدر قابلیت و لیاقت حاصل نہ تھی کہ بادشاہ اس کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتا بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو منور قابلِ غرت تھا بادشاہ نے ہدیہ کے پیش کرنے میں اصرار کیا اور حاجب نے عرض کیا کہ یہ شخص اپنا ہدیہ جمعہ کے دن مسجد میں پیش کرے گا جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھ کر گہروں بادشاہ کے دامن میں ڈال دئے بادشاہ نے اس کے حال پر مہربانی فرمائی اور اس کو ہر قسم کے انعام سے سرفراز فرمایا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا کہ میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں صاحب جمال موجود ہیں لیکن وہ حسن و صورت جس کو میرا دل چاہتا ہے اب تک دستیاب نہ ہوا ایک درباری نے عرض کیا کہ جو ملازم اس خدمت پر مامور ہیں ان کو حسن و صورت کے شناخت میں کامل تمیز نہیں ہے اگر نمکھوار اس خدمت پر مامور فرمایا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی عورت بادشاہ کی پسند کے موافق لجاوے بادشاہ نے فرمایا کہ تمہاری رائے میں خوبصورتی کا معیار کیا ہے اس مقرب نے عرض کیا کہ فدوی کے خیال میں کمال حسن یہ ہے کہ اگر حسین کا ایک عضو نظر آجائے تو اس عضو کا حسن و جمال دیکھنے والے کو دوسرے عضو کی تمنائے دیدار سے بے نیاز کر دے مثلاً اگر کوئی شخص اس کے قامت کو دیکھے تو ایسا فریفتہ ہو جائے کہ پھر اس کا چہرہ دیکھنے کی آرزو نہ کرے بادشاہ نے اس کے حسن تمیز کو پسند فرمایا اور اس مقرب نے بادشاہ کی اجازت سے تمام ممالک محروسہ و دیگر مقامات کا سفر کیا درباری امیر نے ہر چند تمام مقامات پر جستجو کی لیکن کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہو سکی یہ درباری امیر

باؤس ہو کر بادشاہ کی مملکت کو واپس آیا لیکن حسن اتفاق سے ایک مقام پر ایک
 لڑکی اس کی نگاہ سے گزری جو خرا مال خرا مال جاری تھی لڑکی کی حالت زنتار
 و حسن قامت نے اس شخص کو فریفتہ کر لیا لڑکی اور امیر مذکور کا سامنا ہوا اور امیر
 کو معلوم ہوا کہ جس شے کا وہ خواہاں تھا اس سے یہ تحفہ ہزار درجہ بہتر ہے مقرب
 نے چند روز اس موضع میں قیام کیا اور جس حیلہ سے ممکن ہو سکا لڑکی کو وہاں سے
 لے جا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور بادشاہ بے حد خوش ہوا مقرب نے
 عرض کیا کہ میں نے اس کو کئی ہزار تنگہ کے معاوضہ میں خریدا ہے لڑکی کے
 اعزاء و متوجہ کے بعد واقف ہو گئے کہ جو شخص اس موضع میں چند روز کے لئے مقیم ہوا
 تھا وہی شخص لڑکی کو لے گیا ہے لڑکی کے والدین دادخواہی کی غرض سے ملنے
 آئے اور سر راہ جس مقام سے بادشاہ کی سواری گزرتی تھی کھڑے ہو گئے اور
 بادشاہ سے فریاد کی بادشاہ اس واقعہ سے آگاہ ہو گیا اور اپنی سواری
 روک کر اسی مقام پر بیٹھ گیا غیاث الدین نے علماء کو طلب کر کے حکم دیا کہ بادشاہ
 پر شرعی حکم جاری کریں دادخواہ حقیقت حال سے مطلع ہوئے اور عرض کیا کہ
 دادخواہی اس غرض سے کی گئی تھی کہ لڑکی کو شخص مذکور اپنے لئے لے گیا ہے جبکہ
 یہ معلوم ہوا کہ لڑکی بادشاہ کے حرم میں داخل ہو گئی ہے تو ہم کو کوئی گلہ نہیں
 ہے بلکہ یہ امر حارے لئے باعث شرف و سعادت ہے بادشاہ نے علماء سے کہا
 کہ اگرچہ اب وہ میرے لئے مہیج ہے لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم
 شرع ہو اس کو بجالاؤ اگرچہ وہ قتل ہی کا حکم کیوں نہ ہو علماء نے جواب دیا کہ
 جو امر نادانستہ وقوع میں آئے وہ شریعت میں قابل عفو ہے اور کفارہ سے
 اس کی تلافی ہو سکتی ہے سلطان باوجود اس حال کے اس امر سے بے حد شرمندہ
 ہوا اور حکم دیا کہ آئندہ سے جملہ اشخاص عورات کے مہیا کرنے سے باز آئیں۔
 بادشاہ کی سادہ لوحی اور اس کے حسن اعتقاد کے متعلق یہ روایت
 بھی مشہور ہے کہ ایک دن ایک شخص گدھے کا سہم لے کر آیا اور کہنے لگا کہ یہ سہم
 خد عیسیٰ علیہ السلام کا ہے سلطان غیاث الدین نے حکم دیا کہ پچاس ہزار تنگہ سیاہ
 اس کے معاوضہ میں دیکر اس کو خرید کر لیں بعد اس کے دو تین اشخاص دوسرے

سم خرمیسی علیہ السلام کا ملے کر آئے اور بادشاہ نے اسی قیمت پر ان کو بھی خرید لیا اتفاق سے ایک شخص اور بھی سم لیکر آیا اور اس نے بھی دعویٰ کیا کہ یہ سم خرمیسی علیہ السلام کا ہے بادشاہ اس کی خریداری کے لئے بھی مستعد ہوا اور حکم دیا کہ اس کو بھی پچاس ہزار تنگہ دے جائیں ایک مقرب نے عرض کیا کہ شاید عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے پانچ پاؤں تھے جو پانچویں سم کی قیمت بھی اسی قدر ادا کی جاتی ہے سلطان نے جواب دیا کہ شاید یہ راست گو ہو اور پیشتر کسی شخص نے غلط بیانی کی ہو۔

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بے حد شوق تھا بادشاہ نے شہا آہو خانے بنوائے تھے اور جملہ اقسام کے جانور اور طیور ان میں بچا کر لئے تھے بادشاہ مستورات کو ہمراہ لیکر سوار ہوتا اور آہو خانہ میں شکار کھیلتا تھا چونکہ بادشاہ زنانہ صاحب جمال کی صحبت اور ان کے نغمہ و رقص پر بیحد مائل تھا اکثر ایسا ہوتا کہ بادشاہ صرف ایک لمحہ کے لئے برآمد ہو کر تخت پر جلوس کرتا اور امر کا سلام لیکر عظیم الشان و ضروری امور کا تصفیہ فرماتا اور بقیہ مہمات کو وکلاء و وزراء کے سپرد کر دیتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ ایک یا دو ہفتہ تک برآمد نہ ہوتا لیکن ارکان دولت کو علم تھا کہ عظیم الشان احکام جو مملکت میں جاری کئے جائیں یا کوئی عرضداشت جو سرحد سے آئے اس کو حرم سرا کے اندر فلاں شخص کے پاس بھیج دیا کریں تاکہ بادشاہ ان کا جواب باصواب تحریر کرے اور اس طرح عیش و عشرت کا انہماک لوازم جہان بینی کے ادا کرنے میں مانع نہ ہو۔

سلطان غیاث الدین کے عہد حکومت میں کسی قسم کا خلل اس کی مملکت میں ظہور پذیر نہیں ہوا صرف ایک واقعہ جو مندرج ذیل ہے پیش آیا۔ ۵۸۹ھ میں سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی نے بالندور مضائقہ رتھنپور یعنی شہر نو میں بد نظمی پیدا کر دی یہ خبر منند و بھٹی اور کسی شخص میں یہ خبر نہ تھی کہ اس کی بابت بادشاہ سے کچھ عرض کر سکے لیکن آخر کار احسن خان نے ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان بہلول لودھی سلطان سعید محمد دہلی

محمد حکومت میں ایک رقم کشیر پیشکش کی اور سال کرتا تھا لیکن اس زمانہ میں مسلمان گیارہ کے اس نے جرات کو کے قصبہ پالنپور پر دست درازی کی سلطان غیاث الدین نے اس خبر کو سنکر فوراً شیر خاں بن مظفر خاں حاکم چندیری کو لکھا کہ لشکر بھیلہ اور سارنگپور کو ہمراہ لیکر سلطان بھلول نو دھی کی گواہی کے لئے روانہ ہو فرمان کے پہنچتے ہی شیر خاں نے افواج کو یکجا کیا اور بیانہ روانہ ہوا سلطان بھلول نو دھی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ کیگی اور بیانہ کو چھوڑ کر دہلی چلا گیا شیر خاں نے اس کا تعاقب کیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوا سلطان بھلول نو دھی نے مصلحت کے ساتھ ہدیہ دیکر شیر خاں کو واپس کر دیا شیر خاں نے از سر نو قصبہ پالنپور کی تعمیر کی اور چندیری واپس آیا۔

سلطان غیاث الدین خلجی نے راجہ جینا نے کی التجا کے مطابق سرپردہ سررخ کو غلچہ روانہ کیا اور نو دھی شہر سے باہر آکر قصر جہاں نما میں فروکش ہوا سلطان غیاث الدین نے علما کو طلب کیا اور اسباب سفر کے متعلق ان سے سوال کیا علما نے بالاتفاق جواب دیا کہ کافر کی حمایت ناجائز ہے بادشاہ شرمندہ ہوا اور واپس آیا۔

نظام الدین احمد بدخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شمسہ بہ میں زلزلہ و مشتری برج عقرب میں ایک متحد درجہ و دقیقہ میں یکجا ہوئے اور کوکب پرچگانہ بھی ایک ہی برج میں جمع ہو گئے اس درجہ سے نحوست کا اثر اکثر ممالک میں ظہور پذیر ہوا خصوصاً ممالک بلخیمہ میں کوکب کے اثرات سے اختلال عظیم واقع ہوا چنانچہ سلطان بھلول نو دھی کی آمد اور پالنپور کی تباہی سب انھیں اثرات کے نتائج ہیں۔

گیارہ جمادی الآخر ۷۲۹ھ میں شیخ الحدیث و المفسرین قدوہ المحققین شیخ سعد اللہ لاری المشہور بمندوی نے وفات پائی اور سلطان محمود غلی کے تئیں مدفون ہوئے اس واقعہ کے بعد شمسہ بہ میں جبکہ سلطان غیاث الدین غلی کمزور و ضعیف ہو چکا تھا اس کے فرزندوں یعنی ناصر الدین اور شجاع الدین المعروف بجلال الدین میں مخالفت پیدا ہو گئی ان کی والدہ رانی خورشید جہاں بیگم

کی دختر تھی اپنے فرزند کو چاک کی بھی خواہ ہو گئی اور امر کو بھی شجاعت خاں سے متفق کر دیا ملکہ نے بادشاہ کو ناصر الدین کی طرف سے بدظن کر کے ایک جماعت کو اس کی گرفتاری کے لئے معین کیا ناصر الدین اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور شہر میں مندو سے فراری ہوا اور اس کا مال و متاع شجاعت خاں المعروف ببلار الدین کے قبضہ میں آگیا علاء الدین ناصر الدین کے قتل کے درپے ہو گیا ناصر الدین اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور وسط مملکت میں قیام پذیر ہوا امرائے اطراف و جوانب اس کے گمہ جمع ہو گئے اور اس نے تقویت حاصل کی اور ناصر الدین کی طاقت اس دور بڑھ گئی کہ اس نے چتر کو سر پر سایہ نگیں کیا اور قلعہ مندو کے نیچے آکر شہر کا محاصرہ کر لیا ناصر الدین نے چونکہ ایک مدت تک وزارت کی تھی اکثر اشخاص اس کے ہم زبان ہو گئے دفعۃً قلعہ کا دروازہ کھول دیا ناصر الدین بیخبر شہر میں داخل ہوا اور شجاعت خاں المعروف ببلار الدین جو حفاظت قلعہ کی غرض سے قیام پذیر تھا فراری ہوا اور اپنے باپ کے گھر میں پناہ لی ناصر الدین نے بے اتہاب جارت و بے ادبی سے کام لیا اور ایک جماعت کو مامور کیا کہ رانی خورشید اور علاء الدین کو بادشاہ کے قیام گاہ سے بنظم و سختی باہر نکال لائیں ناصر الدین کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اس کے حکم سے علاء الدین اور اس کے فرزند ابکیوں کی طرح ذبح کر دیے گئے ناصر الدین نے تاج جہان بانی سر پر چکر حکمرانی شروع کی سلطان غیاث الدین جو امور سلطنت سپرد کر کے گوشہ نشین ہو چکا تھا انھیں چند دنوں میں فوت ہوا اور سلطان ناصر الدین اپنے باپ کو زہر دینے کی علت میں تمام عالم میں رسوا و بدنام ہوا سلطان غیاث الدین نے تینتیس سال حکومت کی۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین کی ولادت سلطان محمود غلجی کے حیات میں ناصر الدین بن واقع ہوئی محمود غلجی نے مسرت کے عالم میں ایک ماہ سلطان غیاث الدین تک جشن عشرت منعقد رکھا اور اپنے پوتے کو دیکھ کر بچہ خلجی خوش ہوا اور اس نعمت کے شکر یہ تیس تمام رعایا کو عموماً اور علما و فضلا کو خاص کر اپنے انعامات سے بہرہ مند کیا۔

اختر شناس گروہ نے اس کے طالع مسعود پر حکم لگا کر تمام آئندہ واقعات
 بوضاحت بیان کئے محمد غلجی نے ساتویں روز اس کو گود میں لیا اور بزرگان دین
 کی خدمت میں لے آیا اور مولود عبد القادر کے نام سے موسوم کیا گیا ناصر الدین
 سن بلوغ کو پہنچا اور سلطان غیاث الدین نے اس کو ولی عہد کیا عہدہ وزارت
 اس کے سپرد کر دیا ناصر الدین کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں المشہور بلاء الدین
 اگرچہ باسباب ظاہر اپنے بڑے بھائی سے متفق تھا لیکن نفاق باطنی میں
 کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتا تھا سلطان غیاث الدین غلجی کے آخر عہد حکومت
 میں شجاعت خاں نے ایک وزخوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک جماعت
 اوباشوں کی سلطان ناصر الدین سے متفق ہو گئی ہے اور یہ افراد ناصر الدین
 کو مخالفت ملک گیری کے متعلق ترغیب دیتے رہتے ہیں واقعہ کا علاج جس
 وقوع کر ناصر وری سے سلطان غیاث الدین غلجی نے اول فرزند کو گرفتار و
 مقید کرنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ آثار سجاہت اس کی پشانی سے ظاہر تھے
 سلطان غیاث الدین غلجی نے یہ ارادہ ترک کیا اور فرزند کو بندہ لطف و
 احسان بنانے کا تہیہ کیا بادشاہ نے ناصر الدین کے منصب و جاگیر میں اضافہ
 کر کے عارض ممالک کو حکم دیا کہ وہ مع تمامی امرا اور سرداران فوج کے
 ہر صبح کو سلطان ناصر الدین غلجی کے دولتکدہ پر جا کر اس کے ہمراہ بارگاہ شہنشاہی
 میں حاضر ہوا کریں۔

الغرض ناصر الدین استقلال کے ساتھ مہمات ملکی و مالی کا تصفیہ کرنے
 لگا اور ہر مقام پر اپنے گماشتے مقرر کر دے عمال پر گنات خالصہ مولیٰ خاں
 و مکھن خاں کو برطرف کر کے ان کی خدمات پر شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل
 کو نامزد کیا مولیٰ خاں اور مکھن خاں رانی خورشید سے دادخواہ ہوئے
 بلکہ اپنی چھوٹے فرزند شجاعت خاں المشہور بلاء الدین سے زیادہ محبت
 رکھتی تھی اور فرزند اکبر سے اس کی طبیعت صاف نہ تھی رانی خورشید نے
 شجاعت خاں مشہور بلاء الدین کے مشورہ سے بادشاہ سے عرض کیا کہ
 ملک محمود کو توال اور سونداس بقال مکاتر وغدار ہیں ناصر الدین سے لگے

ہیں اور فساد برپا کرنے پر آمادہ ہیں۔

چونکہ سلطان کی صحبت کا مدار مستورات پر تھا لہذا بادشاہ نے بے پریش و تحقیق ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کے گھروں کو برباد کر دیا اس واقعہ کے بعد سلطان ناصر الدین نے اپنی آمد و رفت کم کر دی اور دربار میں سلام کے لئے بھی حاضر نہ ہوا رانی خورشید اور شجاعت خاں مشہور بعلما مال دین نے مکھن خاں اور موئی خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کے کان بھر دیئے اور استقلال کے ساتھ جہات ملکی کے انجام دینے میں مشغول ہو گئے اور خزانہ پر متصرف ہوئے۔

شیخ حبیب اللہ اور خواجہ بہلول خواجہ سرانے موقع پاکر موئی خاں بقا کو جو فتنہ و فساد کا باعث تھا قتل کر ڈالا اور شاہی حرم سرا میں داخل ہو گئے رانی خورشید نے اس واقعہ کو مبالغہ کے ساتھ سلطان غیاث الدین ظہبی سے بیان کیا اسی بنا پر بادشاہ نے مکھن خاں کو حکم دیا کہ قاتلوں کو سلطان ناصر الدین کے مکان سے گرفتار کر کے لے آئے لیکن رخصت کرتے وقت اہستہ سے کہہ دیا کہ ناصر الدین کی عزت و حرمت کا کامل لحاظ رکھے شیخ حبیب اللہ اور خواجہ بہلول اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور سلطان ناصر الدین کے مکان سے نکل کر جنگل کو چلے گئے یہ اشخاص راہ میں یہ کہتے جا رہے تھے کہ ہم قاضی کے مکان پر جاتے ہیں جس شخص کو موئی خاں کے خون کا دعویٰ ہو قاضی کے گھر پر آئے۔

مکھن خاں ناصر الدین کے مکان پر آیا اور یہ پیام دیا کہ موئی خاں کے قاتلوں کو میرے حوالہ کر دو ناصر الدین نے جواب دیا کہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ بہلول نے میرے حکم سے موئی خاں کو قتل نہیں کیا ہے اور میں اس امر سے بھی واقف نہیں کہ یہ ہر دو شخص کہاں فراری ہو گئے ہیں مکھن خاں بقال نے باوجود بادشاہ کے حکم کے جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا رانی خورشید کی تحریک سے تین روز تک ناصر الدین کے مکان کو محصور رکھا سلطان غیاث الدین چونکہ مجبور و لاعلاج ہو چکا تھا ناصر الدین کو یہ پیام دیا کہ اگر تمہارے دل کو کوئی

حمد مر وریخ نہ پہنچا ہو تو بدستور قدیم تم میرے پاس آؤ کیونکہ مجھ میں اب اس سے زیادہ مفارقت کی طاقت نہیں ہے ناصر الدین نے باجوہ واس کے قید کے خطرہ سے مامون نہ تھا ولی نعمت کی قدمبوسی حاصل کی اور پدرو پسر نے ہر قسم کی گفتگو کر کے غبار کلفت کو دلوں سے دور کیا ناصر الدین از سر نو اپنی خدمات کی بجآوری میں مشغول ہوا اور ہر روز جدید الطاف و عنایات شاہانہ سے سرفراز ہونے لگا۔

ناصر الدین نے شاہی محسرا کے قریب ایک عمارت بنوائی تاکہ جہو اس کا ارادہ ہو بادشاہ کی ملازمت حاصل کر سکے رانی خورشید نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا کہ ناصر الدین نے اپنے مکان کی چھت کو شک جہاں غا کی چھت سے متصل کر دیا ہے باسباب ظاہر اس کا ارادہ غداری کرنے کا ہے سلطان غیاث الدین نے جو بوجہ پیرانہ سالی عقل و حواس کھو چکا تھا ۹۰۵ء میں غالب خاں کو توال کو مامور کیا کہ ناصر الدین کے مکان کو منہدم کر دے ناصر الدین غلیجی اس امر سے آزرہ خاطر ہوا اور مع اپنے اعوان و انصار کے دھار کو جو جنگل میں واقع ہے روانہ ہو گیا شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل نے دھار میں آکر اس کی ملازمت حاصل کی۔

رانی خورشید اور شجاعت خاں نے سلطان غیاث الدین کی لاعلی میں تاتار خاں کو اس خدمت پر مامور کیا کہ ناصر الدین کو دلجوئی کر کے شہر میں لے آئے تاتار خاں نے اپنی فوج کو کمین گاہ میں مخفی کیا اور ملک فضل اللہ سر لشکار کے ہمراہ ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا ناصر الدین نے بادشاہ کو ایک عریضہ لکھ کر تاتار خاں کو دیا تاکہ خود جا کر عریضہ کو سنائے اور جواب لے آئے تاتار خاں فوج کے ہمراہ بہ تعیل شادی آباد مند و روانہ ہوا اور عریضہ کے مضمون سے بادشاہ کو مطلع کیا لیکن تاتار خاں کو ہنوز جواب نہ ملا تھا کہ رانی خورشید نے جو سلطان غیاث الدین کے مزاج میں کامل و خیل ہو گئی تھی عارض مالک کے پاس حکم صادر کر دیا کہ تاتار خاں کو سلطان ناصر الدین کی مدافعت کے لئے متعین کرے۔

ساتار خاں کے اس امر کا کوئی علاج نہ تھا قلعہ سے نیچے اتر کر کبیا پور میں آیا اور مال کار میں متفکر ہوا کہ کیا کرے کیونکہ اگر جنگ پیش آتا ہے تو ناصر الدین کی فرمانروائی کے عالم میں اس کی کیا حالت ہوگی اور اگر بلا جنگ کے واپس جاتا ہے تو رانی خورشید کو کیا جواب دے گا ساتار خاں ان خیالات میں مبتلا تھا کہ ملک مہنتہ اور ملک ہمیت سلطان غیاث الدین کے مقتدر امیر ناصر الدین سے مل گئے اور ناصر الدین کی قوت و شوکت اور زاید ہو گئی۔

سلطان ناصر الدین کوچ کرتے قصبہ حاویہ میں آیا مولانا عسک الدین افضل خاں اور بعض زمیندار اس سے متفق ہو گئے اور عید کا دن ناصر الدین نے اس مقام پر مسرت و اطمینان کے ساتھ بسر کیا ناصر الدین نے حاویہ میں خیر کو اپنے سر پر سایہ چھگن کیا اور امر کو خلعت فاخرہ عنایت فرمائے اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ شجاعت خاں کی فوج جنگ کے ارادہ سے کنکانوے سے آگے بڑھ کر قصبہ کند و برتک آگئی ہے سلطان ناصر الدین نے ملک محمود کو ایک بہادر فوج کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا چونکہ اس کی حکمرانی کا دار قریب آ رہا تھا جنگ آزمائی کے بعد ناصر الدین کی فوج کامیاب ہوئی اور ملک محمود و بیشمار غنیمت لیکر قصبہ حاویہ میں ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان ناصر الدین سولہ سوال مشہور ہجری میں اس مقام سے کوچ کر کے اجین روانہ ہوا اور منزل بمنزل امر و حکام مع افواج کے اس کے لشکر میں شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ اجین میں ناصر الدین کے گرد و بیشمار لشکر جمع ہو گیا شجاعت خاں اور رانی خورشید نے تمام واقعات کو سلطان غیاث الدین خلجی سے بیان کیا اور یہ کہا کہ عنقریب سلطان ناصر الدین مندرہ آکر قلعہ کا محاصرہ کر لے گا سلطان غیاث الدین نے شیخ اولیا اور شیخ برہان کو جو رعایا کے طبقہ میں بید مقبول تھے برسم رسالت ناصر الدین کے پاس روانہ کر کے یہ پیام دیا کہ عرصہ سے ہمارے سلطنت کی باگ میں نے تمہارے ہاتھ میں دیدی ہے اگر اخلاص و یگانگت سے کام لو اور مجمع اوباش کو جو تمہارے گرد و جمع ہو گیا ہے رخصت کر کے میرے پاس چلے آؤ تو میں دوبارہ اختیار

سلطنت تھارے سپرد کر دوں گا۔

سلطان ناصر الدین نے اداۓ جواب پر توجہ نہ کی اور فیقعدہ سے مذکور میں اچین سے قصہ و معاریں آیا اور چند روز یہاں قیام کیا سلطان ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ مکھن خاں جو فساد و مخالفت کا باعث ہے افسر لشکر ہو کر تین ہزار سواروں کی جمیعت سے جنگ کے لئے آتا ہے ناصر الدین نے ملک عطا کو پانچ سو سواروں کی جمیعت سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا فریقین میں موضع ہانپور میں جنگ آزمائی ہوئی مکھن خاں کے ایک سو سپاہی مارے گئے اور ملک عطا کا بیاب ہوا مکھن خاں فراری ہو کر مند واپس گیا لیکن بارہ گہرائی خورشید کی ترغیب سے ایک فوج کو ہمراہ لیکر قلعہ کے باہر آیا اور اس مرتبہ بھی ناصر شاہی فوج سے شکست کھا کر فراری ہوا اور مندو میں داخل ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین بائیسویں ذی الحجہ سنہ مذکور کو شک جہاں نما میں فروکش ہوا جاسوس یہ خبر لائے کہ سلطان غیاث الدین بدات خود و فرزند کی تسلی کے لئے یہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہے ناصر الدین سجد خوش ہوا اور اپنے والد کے ورود کا منتظر ہا شجاعت خاں اور رانی خورشید سلطانی محافظہ اٹھا کر ظفر آباد پہنچے روانہ ہوئے تاکہ سلطان ناصر الدین کو بادشاہ کی ملاقات کے بہانہ سے قلعہ میں داخل کرنے سے اس کا کام تمام کریں سلطان غیاث الدین دہلی دروازہ کے قریب پہنچا چونکہ بادشاہ سجد ضعیف و کمزور ہو چکا تھا اس نے اپنے مقربین سے سوال کیا کہ اس کو کہاں لئے جاتے ہیں بعض افراد نے اصل واقعہ بادشاہ سے بیان کیا سلطان غیاث الدین نے کہا کہ میں گل چلوں گا آج واپس چلو خود شکار مجبور ہو کر اس سے مراد ہوا ہے رانی نے اس جماعت کو طلب کر کے کلمات سخت و تلخ کہے اور بادشاہ کی مراجعت کا سبب دریافت کیا سبھوں نے بالاتفاق کہا کہ بادشاہ خود اپنی رائے سے واپس ہوئے ہیں اور کسی دوسرے

شخص کو اس میں غل نہیں ہے شجاعت خاں مشہور بہ علاء الدین نے رانی خورشید کی رائے سے شکستہ قلعہ کی مرمت کرائی اور مورچل تقسیم کر دیئے ناصر الدین نے بھی آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع ہوئی طرفین سے ہر روز ایک جماعت کام آنے لگی سلطان غیاث الدین نے مصلحت وقت کے لحاظ سے قاضی القضاۃ آشیر الملک کو ناظر الدین کے پاس روانہ کیا آشیر الملک نے اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا اور وہیں پھنس گیا۔ محاصرہ نے طول پکڑا اور غلہ دیا محتاج کے نہ ملنے سے اہل قلعہ مضطرب ہوئے بعضے امرایوں موافق خاں اور ملک فضل اللہ میر شکار بوت فرصت موقع پا کر سلطان ناصر الدین سے مل گئے رانی خورشید اس واقعہ سے مطلع ہوئی اور علی خاں کو قلعہ کی حکومت سے معزول کر کے ملک بیارہ کو علی خانی کے خطاب سے قلعہ اور شہر کی حفاظت سپرد کر دی رانی خورشید نے محافظ خاں اور سوز جمل جس کو سلطان ناصر الدین کا موافق اور بھی خواہ جانتی تھی قتل کر ڈالا امر اور اہالی شہر اس سیاست کو دیکھ کر شکستہ خاطر ہو گئے اور انھوں نے عرایض سلطان ناصر الدین کی خدمت میں روانہ کئے ناظر الدین نے ان امیروں کو تسلی آمیزہ خطوط روانہ کئے اور یہ امر سلطان ناصر الدین سے مل گئے اور شہر کی رودنی بالکل جاتی رہی۔

سلطان ناصر الدین سترہ صفر ۷۹۶ ہجری کو قلعہ فتح کرنے کے ارادہ سے سوار ہوا اہالیان قلعہ مستعد ہو گئے اور تیر و تفنگ ان پر بھینکے جس کی وجہ سے بے شمار کار آزمودہ سوار سلطان ناصر الدین کے زخمی ہوئے سلطان ناصر الدین باوجود اس حال کے سات سوزینے مورچل کی جانب آگے بڑھا کر قلعہ میں داخل ہو گیا اسی اثناء میں شجاعت خاں واقف ہو گیا اور ایک معتبر آدمیوں کی جماعت ہمراہ لیکر قلعہ کے برج پر آیا اور جنگ میں مشغول ہوا سلطان ناصر الدین بھی ثابت قدم رہا اور بذات خود تیر و تفنگ میں مشغول ہوا اس کے تیروں کی ضرب سے بہترین افسران فوج مارے چونکہ شجاعت خاں کو خطہ بمحظہ ملک پہنچ رہی تھی سلطان ناصر الدین نے

مصلحتاً محبت میں صلاح دہتری دیکھی اور قلعہ سے اتر کر اپنے لشکر گاہ میں چلا آیا اور جن افراد سے کوشش بجالانکاری ظہور میں آئی تھی ہر ایک پر تازہ نوازش و عنایت کی اور ان کو تسلی دی۔

خیزد وز کے بعد اولاد شیر خاں بن مظفر خاں حاکم چندیری ہزار سوار اور گیارہ ہاتھیوں کی جمعیت سے سلطان ناصر الدین سے آغا سلطان ناصر الدین نے مجلس اول میں پسر بزرگ کو جسے شیر خاں کہتے تھے مظفر خاں اور دوسرے فرزند کو سعید خاں کا خطاب دیا چندیری کی فوج کے آجانے سے لشکر کو تقویت ہوئی اور بعض اہالی قلعہ جنہوں نے سلطان ناصر الدین سے استمال نامے نہیں لئے تھے اس وقت ناصر شاہ کی بھی خواہی میں کوشاں و سرگرم ہوئے اور محافظان دروازہ بالا پور نے جو اسی گروہ کے افراد تھے سلطان ناصر الدین کو پیام دیکر اسی دروازہ پر طلب کیا سلطان ناصر الدین نے جو پس ربیع الثانی کو شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل اور نواق خاں کو بالا پور کے دروازہ کی جانب روانہ کیا اور شیخ حبیب اللہ سے یہ قرار دوا کی کہ جس وقت محافط خاں کی فوج دروازہ پر پہنچے زبردست خاں بن ہر خاں قلعہ کے دروازہ کو کھول کر امراء ناصر شاہی کو قلعہ میں داخل کر دے شجاعت خاں اس واقعہ سے واقف ہو گیا اور قلیل جمعیت کے ساتھ اس جانب گیا اور جنگ کر کے فراری ہوا اور سلطان غیاث الدین کے دولت خانہ میں پناہ لی۔

شیخ حبیب اللہ نے انگھڑی بھیج کر سلطان ناصر الدین کو طلب کیا اور سلطان ناصر الدین فوراً اگر ان کی جماعت میں شامل ہو گیا اس واقعہ کے بعد قلعہ کے امراء مبارکباد کے لئے حاضر ہوئے اور ہجوم علم لگایا اس ہنگامہ میں شہر تباہ ہونے لگا یہاں تک کہ بعض عمارات شاہی بھی جلا دی گئیں۔

ناصر الدین کے حکم سے رانی خورشید اور شجاعت خاں سلطانی مجلس سے باہر لائے گئے اور سلطان غیاث الدین صفہ عمر من مالک سے محل سرسی میں جس کو اس نے میش و عشرت کے لئے بنایا تھا قیام پذیر ہوا۔

سلطان ناصر الدین نے ستائیسویں ربیع الثانی کو جمعہ کے دن تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا جس قدر جواہر و دروازہ

ونقہ و بادشاہ کے سپرد سے نثار کیا گیا فقر اور اہل استحقاق کو تقسیم کیا گیا سلطان ناصر الدین نے کھن خاں بقال اور محافظ خاں اور مفرح حبشی اور دیگر امرا کو جو اس کے مخالف تھے قتل کیا۔ ہی زمانہ میں شجاعت خاں مشہور علاء الدین بھی قتل کیا گیا سلطان ناصر الدین نے رانی خورشید کو موکلوں کے سپرد کر دیا بادشاہ کو ان اشخاص کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا اور اس نے اپنے منجملے بیٹے کو جو منجملے میاں کے نام سے مشہور تھا اپنا ولی عہد کر کے سلطان شہاب الدین کا خطاب عطا کیا سلطان ناصر الدین نے شیخ حبیب اللہ کو عالم خاں کا خطاب عطا فرما کے اس کو امرا کے گروہ میں داخل فرمایا اور خواجہ ہسیل خواجہ مسرا کو سپہ سالار کے عہدے پر مقرر کیا بادشاہ نے اپنے دیگر بہتی خواہوں کو بھی ان کی جاگیرات قدیم مرحمت فرما کر معزز و مکرم فرمایا۔

سلطان ناصر الدین تیسرہ جمادی الثانی کو اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان غیاث الدین نے اس کو اپنے آغوش میں لیا اور بہت رویا اور اس کے سرور و پرہوس دیکر سید محمد نور بخش صاحب کی علیہ قبائے مؤیدیہ جو دربار عام و دیگر اہم ایام میں پہنچ جاتی تھی سلطان ناصر الدین کو مرحمت فرمائی سلطان غیاث الدین نے تاج سلطنت فرزند کے سر پر رکھا اور خزانے کی کتبیاں اس کے سپرد کر دیں اور تہنیت و مبارکباد سلطنت دیکر اس کو رخصت کیا اور محل مسرا میں جانے کی اجازت دی سلطان ناصر الدین نے سولہ رجب سنہ مذکور کو قبائے مؤیدیہ اور کلاہ دولت اور بیس ہاتھی اور سو گھوڑے اور گیارہ چتر اور دو پالکی اور نقارہ اور سرپر دہ سرخ اور بیس لاکھ تنگہ نقد مصارف کے لئے سلطان شہاب الدین کو بھی عطا فرمائے۔ چونکہ اسی سال مقبل خاں حاکم مندسور نے سرکشی اختیار کی سلطان ناصر الدین نے ہایت خاں کو اس کے حاضر کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ ہایت خاں کی کوشش بے اثر ثابت ہوئی اور مقبل خاں سلطان ناصر الدین کے غصہ سے مخالف ہو کر شیر خاں حاکم چندیری کے دامن میں پناہ گزیں ہوا علی خاں اور دیگر شوریدہ بخت افراد جو اپنی سابق بد اعمالیوں کی وجہ سے

موتو ہم تھے یہ بھی جاگر شیر خاں سے لی گئے شیر خاں چونکہ واقف تھا کہ سلطان ناصر الدین نشہ شراب سے مخمور و لاعقل ہو کر اپنے والد کے امرا اور اکابر کو قتل کرتا ہے اور ہر روز اس سے ظالمانہ افعال ظہور میں آتے ہیں یہ امیر بھی بادشاہ سے خائف ہوا اور اس نے اپنی مخالفت کا اظہار کر کے چند یری کاری کر دیں کیا اور سلطان ناصر الدین کی مخالفت میں کوشاں ہوا سلطان ناصر الدین نے مبارک خاں کو شیر خاں کی تسلی کی غرض سے روانہ کیا لیکن شیر خاں مطمئن نہ ہوا بلکہ مبارک خاں کی گرفتاری کی فکر میں کرنے لگا عالم خاں اپنے گھوڑے تک پہنچ سکا اور فرار ہو کر باہر نکل گیا مبارک خاں گرفتار ہو گیا اور اس کے دو ہمراہی مارے گئے۔

شیخ حبیب اللہ المخاطب بہ عالم خاں سلطان ناصر الدین کی خدمت میں آیا اور تمام واقعہ عرض کیا سلطان ناصر الدین غضبناک ہوا اور اسی سال ماہ شعبان میں کوشک جہاں غامیں فروکش ہوا اس دوران میں شیر خاں اجین وارہ ہوا اور جہاں خاں کے اغوا سے واپس ہو کر دیبا لپور پہنچا اور اور قصبہ بدہ کو تباہ و غارت کیا سلطان ناصر الدین نے اس خبر کو سنا اور فوراً کوچ کر کے کوشک دھار میں مقیم ہوا اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ سلطان غیاث الدین نے رطلت کی چونکہ مقتدر امیر سلطان غیاث الدین کے بھی خواہ اور سلطان ناصر الدین کے مخالف تھے تمام امرا کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ سلطان ناصر الدین غلبی نے باپ کو زہر کے ذریعہ سے آغوشِ محمد میں سلا یا خاکسارِ مومن عرض کرتا ہے کہ یہ امر بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ پدرش ایک سال کے بعد نہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ کامیاب ہوتا ہے برخلاف اس کے سلطان ناصر الدین نے ایک مدت دراز تک فرمانروائی کی اس لئے ممکن ہے کہ باپ کے قتل کا الزام ناصر الدین پر صریح تہمت ہو آئندہ خدا کو علم ہے۔ سلطان ناصر الدین غلبی اپنے باپ کی وفات پر بہت رویا اور تین دنوں تک رسم تعزیت ادا کر کے چوتھے روز شیر خاں کی مدافعت کے لئے چند یری راوانہ ہوا امین الملک اور دیگر سرداروں نے شیر خاں

رفاعت ترک کر دی اور سلطان ناصر الدین غلی سے جا ملے سلطان نے شیر خاں کا تعاقب کیا اور شیر خاں سارنگپور گئے نواح میں واپس آیا شیر خاں نے بادشاہ سے جنگ کی اور شکست کھا کر ایرج چلا آیا سلطان ناصر الدین چندیری میں وارد ہوا اور چندر گڑھ تک اسی شہر میں مقیم رہا۔

چندیری کے شیخ زادوں نے ایک خط شیر خاں کے نام اس مضمون کا لکھا کہ اکثر سپاہی اور امرا اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں اور برسات کی وجہ سے لشکر کی فراہمی جلد ممکن نہیں ہے اگر تم ایرج سے چندیری چلے آؤ تو ہم اپنی شہر کو اپنے سے متفق کر کے بادشاہ کو قید کر لیں سلطان ناصر الدین غلی شیخ زادگان چندیری کی سازش سے واقف ہو گیا اور اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک جنگجو لشکر اور مست ہاتھیوں کے ساتھ شیر خاں کی مدافعت کے لئے روانہ کیا اقبال خاں اور ملو خاں نے چندیری سے دو کوس کے فاصلہ پر شیر خاں سے معرکہ آرائی کی اتنا جنگ میں شیر خاں زخمی ہو گیا اور اس کا بہترین ہم قوم سکندر خاں مارا گیا اس واقعہ کے بعد مہابت خاں شیر خاں کو ہاتھی کی حماری میں ڈال کر فراری ہوا۔ اتنا راہ میں شیر خاں فوت ہو گیا اور مہابت خاں اس کی لاش کو دفن کر کے خود اطراف مالک میں فراری ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین غلی جنگ گاہ میں آیا اور شیر خاں کے جسم کو خاک سے نکلوا کر چندیری روانہ کیا تاکہ دار پر لٹکا دیں سلطان ناصر الدین نے چندیری کی حکومت پر مہبت خاں کو نافذ کیا اور خود متواتر کوچ کر کے سعد پور میں وارد ہوا سلطان ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ شیخ حبیب اللہ المہملب بہ عالم خاں ارادہ بنادت پر تلا ہوا ہے بادشاہ نے عالم خاں کو مقید کر کے اپنی روانگی سے قبل شادی آباد مند و بھیجا اور خود بھی متعاقب دارالحکومت کو واپس آیا سلطان ناصر الدین غلی اپنے باپ کے قدیم اراکین دولت سے تو ہم نفاق کی وجہ سے رنجیدہ ہوا اور اپنے خاص ملازمین کی پرورش شروع کی اور سلطان ناصر الدین اپنی والدہ رانی خورشید کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا اور اپنے باپ کا خزانہ جو رانی کے پاس تھا

یہ ظلم و سختی لے لیا اس واقعہ کے بعد ہمیشہ اس کا وقت میخواری اور خوں ریزی میں گزرتا تھا اور ملازمان قدیم کو نشہ شراب میں حیلہ و بہانہ سے قتل کرتا تھا بادشاہ کی ظلم پسند طبیعت نے رعایا کے مکانات تباہ کئے اور روزانہ ظلم و جور کی گرم بازاری ہونے لگی۔

ایک دن حرم سرا کے اندر عرض کا لیا وہ کے کنارے مستی کے عالم میں بادشاہ ہو گیا بادشاہ نے کروٹ بدلی اور پانی میں گر گیا چار کینیز جو حاضر تھیں انھوں نے بادشاہ کا ہاتھ اور سر کے بال پکڑ کر اس کو بے حد مشقت و کوشش کے ساتھ عرض سے نکالا اور اس کا لباس بھی اتار کر دوسرے لباس تبدیل کر دیا بادشاہ ہوشیار ہوا اور دوسرے کی شکایت کی کینیزوں نے اپنی خدمت کا اظہار کیا اور دعا و ثنا کے بعد اصل واقعہ کو بادشاہ سے عرض کیا بادشاہ کے خیالات دوسری جانب منتقل ہو گئے اور یحییٰ غصہ ہوا اور بلاتیا مل تلوار کھینچ کر فوراً ان چاروں نامراد عاجز و دلسوز و ہرجا کینیزوں کو بہ ظلم قتل کر ڈالا۔

سلطان ناصر الدین شہ ۹۰۹ء میں ولایت کچھوارہ پر حملہ آور ہونے کے لئے قصبہ نعلیچہ میں وارد ہوا بادشاہ متواتر کوچ کر کے قصبہ اگرہ پہنچا اور یہاں کی آب و ہوا اس کو پسند آئی بادشاہ نے ایک قصر و عمارت عالیشان جو عجائب روزگار ہے اس مقام پر تعمیر کرائی اور ولایت کچھوارہ کو تباہ و برباد کر کے مراجعت کی۔

سلطان ناصر الدین غلجی شہ ۹۰۹ء میں چیتوری کی طرف روانہ ہوا اور راجہ رنل اور تمام زمینداروں سے پیشکش وصول کیا جیو نہ اس جو راجہ رنل کا قرابت دار تھا اس نے اپنی دختر کو بادشاہ کی نذر کیا سلطان ناصر الدین نے رانی چیتوری اس کا نام رکھا اور واپس ہوا اثناء راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ احمد نظام شاہ بھری بعض واقعات کی بنا پر غضبناک ہوا اور اب ولایت برہان پور پر حملہ کر کے اس کو تباہ کر رہا ہے اور داؤ و خال خالی تلواریں اسیر میں محصور ہے احمد نظام شاہ بھری کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے

عاجز ہے چونکہ حاکم اسیر ہمیشہ سلطان ناصر الدین سے طالب امداد ہوتا تھا بادشاہ نے اس کی اعانت کو ضروری سمجھ کر اقبال خاں اور خواجہ جہاں کو مع جہاز لشکر کے اس جانب روانہ فرمایا احمد نظام شاہ بھری کو لشکر مالوہ کی روانگی کی خبر معلوم ہوئی اور اپنے دار الملک احمد انگو کو واپس چلا گیا اور اقبال خاں سلطان ناصر الدین کا خطبہ برہان پور میں جاری کر کے واپس آیا۔ چونکہ سلطان ناصر الدین غلجی نے اپنے باپ سے بے حد سرکشی تھی تھی بادشاہ بھی اپنے فرزند سلطان شہاب الدین سے ہمیشہ خائف رہتا تھا سلطان شہاب الدین بھی اس امر کو بخوبی سمجھ گیا تھا سلطان شہاب الدین اپنے باپ کی مہیا کی و ظلم سے بوسے طور پر واقف تھا لہذا تامل و احتیاط کے ساتھ آمد و رفت کرتا تھا۔ سلطان ناصر الدین کے مقربین اگرچہ واقف ہو گئے تھے کہ ملازمین بارگاہ اس سے عاجز آگئے ہیں اور اس کی موت کے لئے خدا سے دعا کرتے ہیں لیکن اس امر کی طاقت نہ تھی کہ بادشاہ سے کچھ عرض کر سکیں۔

۹۱۶ء میں بعض امراء مالوہ سلطان شہاب الدین سے متفق ہو گئے اور اس کو اپنے باپ کی مخالفت کی تحریک و ترغیب دلائی سلطان شہاب الدین شب میں اپنے پی خواہوں اور مددگاروں کے زار ہو کر وسط مملکت میں چلا آیا اور بشمار مخلوق جو اس کے باپ کے ظلم کی وجہ سے اپنی زندگی سے بے زار تھی اس کے گرد جمع ہو گئی سلطان ناصر الدین غلجی نے موجودہ لشکر کو ہمراہ لیا اور اپنے فرزند سے معرکہ آرائی کے لئے باہر آیا باوجود اس کے کہ سلطان ناصر الدین کی فوج بہت کم تھی لیکن بادشاہ ایک خوں ریز معرکہ کے بعد اپنے فرزند پر غالب آیا اور سلطان شہاب الدین فرار ہو کر دہلی روانہ ہو گیا اگرچہ ہزیمت کے موقع پر سلطان ناصر الدین کو اپنے فرزند کے استیصال پر قدرت حاصل تھی لیکن شفقت پوری مانع آئی اور بادشاہ واپس آیا۔

بادشاہ نے ایک جماعت کو اپنے فرزند کے پاس روانہ کیا تاکہ اس کو نصیحت کر کے واپس لائیں سلطان شہاب الدین نے اپنے باپ پر اعتماد نہ کر کے حاضر ہونے سے انکار کیا اور بہ تعمیل دہلی روانہ ہو گیا۔

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور اس کی زبان پر یہ مصرعہ جاری ہوا
 مصرعہ - تخمیکہ در ہوائے تو کشتم خاک خورو - بادشاہ دارالملك شادی آباد مند
 کی جانب روانہ ہو گیا سلطان ناصر الدین کثرت سے خواری و گندگی و خرابی آب و ہوا
 کی وجہ سے تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا ناصر الدین بخار کی شدت سے ایسا
 پریشان ہوا کہ باجوہ جاڑے کی فصل کے ٹھنڈے پانی میں بیٹھا اور قلیل مدت
 تک اسی عالم میں رہا اس بے احتیاطی سے مرض نے شدت اختیار کی
 اور بادشاہ مختلف امراض کا شکار ہوا حکما و اطباء کے معالجہ سے کوئی فائدہ
 نہ ہوسکا -

بادشاہ نے اپنی حالت دگرگوں پائی اور تمام امرا و اراکین سلطنت
 کے حضور میں اپنے تیسرے فرزند سلطان محمود کو موضع بہشت پور میں اپنا
 ولی عہد کیا اور لوازم و نصیحت بجالایا اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے
 اپنے گناہوں سے توبہ کی اور ایک ساعت کے بعد فوت ہوا سلطان
 ناصر الدین خلجی نے گیارہ سال چار ماہ تین یوم حکومت کی -

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین کے فوت ہونے کی خبر منتشر ہوئی اور
 محمود تائی بن سلطان سلطان شہاب الدین نے دہلی جانے کا ارادہ ملتوی
 کیا اور واپس ہوا سلطان شہاب الدین دوسری راہ
 قلعہ مندور روانہ ہوا اور قبل پہنچنے سلطان محمود خلجی کے

نصرت آباد نعلیچ میں پہنچ گیا محافظ خاں خواجہ سہرا اور خواص خاں نے
 قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا اور غیاث الدین کو راہ ندی اسی دوران
 میں سلطان محمود بھی قریب پہنچ گیا اور سلطان شہاب الدین بلا واسطہ
 کی جانب فراری ہوا سلطان محمود بلا مزاحمت کسی کے قلعہ میں داخل ہوا اور
 اس نے تخت زریں پر جو احبار و یاقوت رمانی سے مرصع و مکمل تھا اور
 صفہ عمر من ممالک میں بٹھایا گیا تھا جلوس کیا -

سات سو بائیس تین پر تجھ لوں نعل و زربعت کی پڑی تھیں دربار میں
 حاضر کئے گئے تمام اکابر و اعیان مملکت دربار میں حاضر ہوئے اور بے شمار

جواہر و مروارید اور روپیہ اور اشرفی اس کے چہرے سے نثار کیا گیا یہ تمام رقم تمام فقرا و مستحقین کو تقسیم کر دی گئی تمام امرا اور سرداران لشکر نے اتفاق کر کے بکنت رائے کو جو خرد سالی کے اذمانہ سے سلطان محمود کی خدمت میں تھا اس و ہم پر کہ ایسا نہ ہو یہ شخص تقرب و تسلط حاصل کر کے قتل کر ڈالا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ رائے مذکور کا ارادہ تھا کہ امرا و سپاہ کو بدظن کر کے انتظام سلطنت کو درہم و برہم کرے بندگان شاہی نے بھی خواہی کو مد نظر رکھ کر اس کو قتل کر ڈالا امرا نے بادشاہ سے یہ بھی عرض کیا نقد الملک بھی جو مقتول کا پیر و بے نہایت مکار ہے اگر بادشاہ مملکت کو اس کے وجہ سے بھی پاک کریں تو مناسب ہے ۔

سلطان محمود نے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے نقد الملک کو امر کے پاس بھیج دیا اور فرمایا کہ اس کو بجائے قتل کرنے کے شہر سے باہر نکال دیں اور امرا نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور نقد الملک خارج البلد کر دیا گیا سلطان محمود امر کے اس طرز عمل سے آزرده ہوا ۔

محافظ خاں خواجہ سرانے جو حاکم شہر اور نفاق پسند واقع ہوا تھا مہمات سلطنت کو اس حالت میں دیکھا اور اس کے دماغ میں بھی استقلال کا دعویٰ پیدا ہو گیا ایک دن محافظ خاں نے نادانستگی کے عالم میں سلطان محمود غلیبی سے کہا کہ بادشاہ کے دو برا و حقیقی قلعہ میں مقید اور وقت فرصت کے منتظر ہیں ان کا ارادہ ہے کہ بادشاہ کو درمیان سے اٹھا دیں اگر بادشاہ کو سلطنت کرنا مقصود ہے تو ان کو قتل کر دیں ورنہ خود اس کا خیارہ بھگتنا پڑے گا سلطان محمود کو محافظ خاں کے یہ کلمات اور اس کا طرز تکلم موافق و پسند مزاج نہ ہوا اور بادشاہ نے جواب دیا کہ تمہارے ایسے افراد کی یہ وقت نہیں ہے کہ بادشاہوں کی خوں ریزی کی کوشش کریں اور مجلس شاہی میں بے اذبانہ و گستاخانہ گفتگو کریں محافظ خاں خواجہ سرا بیچد مغرور تھا وہ پھر کلمات بیہودہ زبان پر لایا اور سلطان محمود غضبناک ہو کر شمشیر جو اس کے ہاتھ میں تھی مع غلاف کے محافظ خاں خواجہ سرا

کے سر پر ماری اس ضرب سے خواجہ سرکا سر ٹوٹ گیا اور خون جاری ہوا
محافظ خاں اسی حالت میں مجلس سے باہر چلا گیا اور اپنے بھی خواہوں اور
دوستوں اور ملازمان خاص کو جمع کر کے اسی روز بادشاہ کے قتل کے قصد
سے دربار میں آیا۔

مقتدر امرانے جو خود بھی اسی قسم کے امور کے خواہاں تھے غفلت سے
کام لیا اور اپنے گھروں سے باہر نکلے سلطان محمود بھی اپنے مقبرہ میں اور
خاصہ قتل کی ایک جماعت کے ہمراہ جس میں عراقی و خراسانی و حبشی شامل تھے
جنگ کے لئے آمادہ ہوا محافظ خاں بد ذات دولت خانہ شاہی سے فرار ہو کر
باہر نکل گیا اور یکبارگی بغاوت پر آمادہ ہو گیا سلطان محمود نے بعد محنت
و مشقت کے ساتھ وہ دن سپر کیا چونکہ اس حرام خور کی جمعیت لحظہ بلحظہ
زائد ہوتی جاتی تھی اور ایک شخص بھی بادشاہ کی مدد کے لئے نہ آتا تھا سلطان
محمود نے توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی شب کو ایک جماعت کے ہمراہ
قلعہ سے باہر چلا گیا۔

محافظ خاں خواجہ سر نے سلطان محمود کے بھائی صاحب خاں کو
قید سے باہر نکالا اور اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا سلطان محمود غلی نے
وسط مملکت میں قیام کیا اور لشکر کے فراہم کرنے میں مشغول ہوا اول شخص
امرا میں سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا امید فی رامے تھا جو مع اپنی قوم
اور اعزائے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد بہت خاں حاکم خندہ پری
کا فرزند شہزادہ خاں بادشاہ کی خدمت میں آیا اور اب فوج فوج لشکر آف
و جواب سے اس کے گرد جمع ہونے لگا سلطان محمود کو تقویت ہوئی اور
بادشاہ نے اکثر ائمے پائے تخت کو بھی اپنے شاہانہ وعدوں کی امید دلا کر
صاحب خاں سے برگشتہ کر کے اپنے پاس بلا لیا۔

صاحب خاں و محافظ خاں نے خزانہ کو صرف کر کے بشمار لشکر جمع
کیا سلطان محمود غلی بشوکت و قوت تمام دارالملک شادی آباد مند و روانہ
ہوا اور فریقین میں سرکرہ آزمائی ہوئی صاحب خاں نے ہجرات تمام سلطان محمود

کی فوج پر بیشمار حملے کئے اسی اثناء میں ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف چلا سلطان محمود نے ایک تیر فیلبان کے سینہ پر مارا جو فیلبان اور ہاتھی دونوں کی پشت سے گزر گیا اسی دوران میں میدانی رائے نے راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ جو بریچھا اور جھنڈے کے ضرب سے صاحب خاں کی فوج کو پامال کر رہا تھا شدید حملہ کیا صاحب خاں اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور ایک جماعت کے ساتھ قلعہ مندو میں پناہ گزیں ہو کر محصور ہو گیا۔

سلطان محمود نے حوض حسین تک ان کا تعاقب کیا اور اسی مقام پر فروکش ہوا سلطان محمود نے اپنے بھائی کو یہ پیام دیا کہ صلہ رحم کا لحاظ ضروری ہے جس قدر مال کہ تو چاہتا ہے مجھ سے لے لے اور جو مقابلہ کو پسند ہو میں تجھ کو دینے کے لئے مستعد ہوں میری نصیحت پر عمل کر اور قلعہ دازی کے خیال کو ترک کر دے صاحب خاں قلعہ کے استحکام پر مغرور تھا اس نے اس پیام کو قبول نہ کیا سلطان محمود محاصرہ میں مشغول ہوا اور اس قلعہ پر سختیاں کرنے لگا بعضے امرائے جو قلعہ کے اندر تھے صاحب خاں محافظان کی مخالفت کی اور سلطان محمود کو پیام دیا کہ ہم لوگ فلاں مقام سے بادشاہ کو قلعہ کے اندر داخل کر لیں گے محافظان اس خبر کو سنکر بتاب ہو گئے اور بیش قیمت جواہر اور بیشمار نقد و ہمارا لیکر صاحب خاں کو چھوڑ کر غارت میں گجرات چلا گیا۔

گجرات میں محافظان اور شاہ اسماعیل بادشاہ ایران کے ایچی کے درمیان فساد پیدا ہوا یہ نزاع فساد محافظان کی ندامت کا باعث ہوئی اور اس کا قیام گجرات میں بھی دشوار ہو گیا اور محافظان بلا اجازت سلطان مظفر کے اسیر چلا گیا محافظان اسیر سے تین سو سواروں کے ہمراہ عماد الملک کے پاس کاویل پہنچا اور اس سے مدد طلب کی چونکہ سلطان محمود اور عماد الملک میں باہم محبت و موافقت تھی عماد الملک نے چند قریہ اس کی مدد و خرچ کے لئے مقرر کئے اور امداد کا وعدہ کیا۔

کہتے ہیں کہ صاحب خاں کے شادی آباو مندو سے فرار ہونے کے بعد

سلطان محمود قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہوا اور امور سلطنت میں شغول ہوا اقبال خاں اور مخصوص خاں جو اس واقعہ کے قبل کسی وجہ سے بہاگ کر سیر ہلے گئے تھے صاحب خاں کے فساد کی خبر سنی اور چتر سلطان شہاب الدین کے سر پر سایہ فگن کر کے عین موسم گرما میں جس کی شدت کی کوئی انتہاء تھی برہانپور سے شادی آباد مندو روانہ ہوئے اور ایک دن اور رات میں تیس کو س مسافت طے کی چونکہ ان کو صاحب خاں اور محافظ خاں کے فرار کی خبر معلوم نہ تھی لہذا اقبال خاں اور صاحب خاں نے کسی جگہ قیام نہ کیا یہ قیام تمام راہ طے کرنے سے تمازت آفتاب و تکان سفر کی وجہ سے سلطان شہاب الدین کا مزاج اعتدال سے منحرف ہوا اور اس نے وفات پائی اقبال خاں اور مخصوص خاں نے سلطان شہاب الدین کے فرزند کے سر پر چتر کو سایہ فگن کیا اور سلطان ہوشنگ کا خطاب دیکر اس کو اپنے ہمراہ لیا اور ولایت مالوہ میں داخل ہوئے اقبال خاں اور مخصوص خاں نے سلطان محمود سے شکست کھائی اور فراری ہو کر بیاروں میں پناہ گزیں ہوئے ۔

چند روز کے بعد اقبال خاں اور مخصوص خاں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلعت اور جاگیر ات قدیم ان کو مرحمت ہوئیں میدنی رائے چونکہ اپنے استقلال کا خواہاں تھا اس لئے بادشاہ سے عرض کیا کہ افضل خاں اور اقبال خاں نے صاحب خاں کے پاس خطوط روانہ کئے ہیں اور اس سے سازش کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فتح خواہیدہ کو بار دیگر بیدار کریں سلطان محمود میدنی رائے کو سچا سمجھا اور حکم دیا کہ جس وقت افضل خاں وغیرہ سلام کے لئے آئیں فوراً قتل کر دئے جائیں دوسرے دن افضل خاں وغیرہ بدستور قدیم سلام کے لئے حاضر ہوئے اور ہردو امیروں کو گرفتار کر کے ان کے جسم پارہ پارہ کر دئے گئے۔ سلطان محمود نے میدنی رائے کی تحریک سے بہت خاں حاکم چندری اور دیگر امر اکو طلب کیلئے بہت خاں تے باوجود نمک خواری کے میدنی رائے کے استقلال سے خائف ہو کر موسم برسات کی آمد کا عہد کیا سلطان محمود نے اس وقت چشم پوشی کی اور منصور خاں حاکم حیل کو

سکندر خاں کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا سکندر خاں دار السلطنت سے فراری ہو کر ملک میں بغاوت برپا کر رہا تھا اور گند و بر سے قصبہ شہاب آباد تک قابض ہو گیا تھا۔

چونکہ راجگان کو ندوانہ و نیز بشمار لشکر اطراف سے اس کے مقابلہ کے لئے یکجا ہو گئے تھے منصور خاں مقابلہ سے عاجز ہوا اور اس نے اصل حقیقت سے بادشاہ کو مطلع کیا میدانی رائے چونکہ ملازمان قدیم کی تباہی کے درپے ہو گیا تھا منصور خاں کو جواب میں لکھا کہ بادشاہ کا اقبال دشمن کی مدافعت کے لئے کافی ہے تم کو قدم آگے بڑھانا چاہئے منصور خاں اپنے مال کار میں حیران ہوا اور مجبور ہو کر جہاز خاں کے اتفاق سے جو ایک مقتدر امیر تھا بہت خاں کے پاس چلا گیا سلطان محمود اس خبر کو سن کر دھار رواندہ ہوا اور میدانی رائے کو مع بشمار لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے سکندر خاں کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا میدانی رائے کے ہمراہ تقریباً دس ہزار راجپوت تھے اس نے سکندر خاں کو پریشان کیا اور سکندر خاں نے مجبور ہو کر ضلع کی اورمان نامہ حاصل کر کے میدانی رائے کے پاس چلا آیا اور اپنی قدیم جاگیر پر مامور ہوا۔

میدانی رائے کا استقلال حد سے گزر گیا اسی زمانہ میں جب کہ سلطان محمود دار الملک سے باہر تھا شادی آباد مندو کے قلعہ انکیز گروہ نے ایک مجہول النسب شخص کو اپنا بادشاہ بنایا اور پھر سلطان غیاث الدین کی قبر سے آثار کر اس کے سر پر سایہ فکن کر دیا داروغہ نے اپنی بہادری سے سرکشوں کی مدافعت کی بہت خاں نے میدانی رائے کے استقلال اور سلطان محمود کی عاجزی کی خبر سنی اور جید خائف ہوا بہت خاں نے ایک جماعت کو کاہل روانہ کر کے صاحب خاں کو طلب کیا اور ایک دفعہ سلطان سکندر نو دھی بادشاہ دہلی کی خدمت میں اس مضمون کا ارسال کیا کہ کفایت راجپوت نے مسلمانوں پر کامل غلبہ حاصل کر لیا ہے میدانی رائے اس جماعت کا سرگروہ ہے جید صاحب اختیار ہو گیا ہے اس شخص نے

بیشمار ملازمان قدیم کو قتل کرادو جو جماعت کہ اس وقت تک محفوظ ہے وہ فرار ہو کر اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئی ہے سلطان محمود میدنی رائے کو صاحب اختیار کر کے اپنی حرکت پر نادم ہے لیکن واہمہ میں ایسا مبتلا ہے کہ نہ ہم جان نثاروں پر اعتبار کرتا ہے اور نہ ہمارے پاس آتا ہے بلکہ میدنی رائے کے قول پر عمل کر کے بقیہ امر کو بھی تباہ کرنے کی فکر میں مصروف ہے احکام مذہبی کی توہین ہو رہی ہے اور مساجد و مدارس بیدنیوں کے گھر ہو گئے ہیں قریب ہے کہ رائے ریاں ولد میدنی رائے سلطان کو درمیان سے اٹھا کر خود اس ملک پر فرمانروائی کرے اگر بادشاہ اپنی فوج اس جانب روانہ فرمائیں جو صاحب خاں کو تخت حکومت پر بٹھلائے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ چندیری وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ جاری ہو جائے گا۔

صاحب خاں محافظ خاں کے ہمراہ گجرات سے دکن جا رہا تھا راہ میں محافظ خاں صاحب خاں سے جدا ہو کر دہلی چلا آیا تھا اس امیر کی کوشش سے بارہ ہزار سوار عماد الملک اور سعید خاں لودھی کی ماتحتی میں اس ہم پر نامزد ہوئے اور سلطان محمد کا لقب و خطاب بھی صاحب خاں کو مرحمت ہوا اس وقت اسی زمانہ میں سلطان مظفر گجراتی بھی مع لشکر اور بیشمار ہاتھیوں کے دھاریں آیا اور سکندرخاں نے بھی دوبارہ بغاوت برپا کی جس کی وجہ سے ملک میں بد امنی پھیلی اور عجیب ہنگامہ بے تمیزی برپا ہوا میدنی رائے مخالفین کی مدافعت پر مستعد ہوا اور سلطان محمود کو قلعہ سے باہر لایا اور راجپوتوں کی ایک فوج لشکر گجرات کے مقابلہ میں روانہ کی اور حاکم کھنڈی اور ملک لودہ کو سکندرخاں کی مدافعت پر مقرر کیا اتفاق سے لشکر گجرات کے ایک دستہ کو جو دار الملک کے نواح میں آیا ہوا تھا شکست ہوئی اور سلطان مظفر اس کو فال بد سمجھا اور اہل مالوہ پر احسان رکھ کر خود اپنے ملک کو واپس ہوا ملک لودہ نے سکندرخاں کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر حریف کو شکست دی لیکن لشکر کو تباہ کرنے کے وقت سکندرخاں کے لشکر کا ایک سپاہی جس کے زن و فرزند گرفتار ہو گئے تھے اپنے اہل و عیال کی گرفتاری کی خبر سنکر واپس ہوا اور

ملک لودہ کے پاس آیا اور قد مبوسی کے بہانہ سے آگے بڑھا سپاہی نے خنجر ابدار اس کے پہلو پر مارا اور ملک لودہ کو ہلاک کر ڈالا سکندر خاں نے ان واقعات کو لشکر مراجعت کی اور شاہی لشکر کو پراگندہ کر دیا اور چھ عظیم کتبہ و نامی ہاتھیوں کو بہ طور مال غنیمت لیکر سوا سن چلا گیا۔

سلطان محمود غلجی نے میدنی رائے کے استصواب سے اس ہم کو دوسرے وقت پر ملتوی کیا اور خود ہجرت خاں کی مدافعت کے لئے چندیری روانہ ہوا سلطان محمود غلجی نے اثنائے راہ میں سنا کہ صاحب خاں نزدیک آپہنچا اور منصور خاں نے اس کا استقبال کر کے چتراس کے سر پر سایہ لگن کیا اور نیزہ کہ لشکر دہلی عماد الملک لودھی اور سعید خاں اور محافظ خاں خواجہ سرکی ہمارے ہیں صاحب خاں کی امداد کے لئے قریب آچکا ہے سلطان محمود اس خبر کو لشکر پریشان خاطر ہوا کہ دفعۃً صدر خاں اور مخصوص خاں اس کے لشکر سے جدا ہو کر صاحب خاں سے مل گئے صاحب خاں نے محمود کو افسر لشکر کے ساتھ گپور روانہ کیا محمود سلطان لشکر سے مغلوب ہوا اور بدترین طریقہ پر فراری ہوا۔

اسی درمیان میں عماد الملک لودھی اور سعید خاں نے محافظ خاں خواجہ سر کے مشورہ سے ہجرت خاں کو یہ پیام دیا کہ تم ملک میں سلطان سکندر کے نام کا سکھ خطبہ جاری کرو ہجرت خاں نے مقصد کے موافق جواب نہ دیا اور عماد الملک وغیرہ نے اس امر کو بہانہ بنا کر کوچ کر دیا اور چودہ کوس سمجھے لشکر مقیم ہوئے اس واقعہ کے بعد سلطان سکندر کا فرمان آیا اور عماد الملک وغیرہ دہلی روانہ ہو گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ چندیری میں خطبہ سلطان سکندر کے نام کی پڑھا گیا چونکہ تقریباً چالیس ہزار راجپوت سلطان محمود کے لشکر میں بکراچہ تھے سلطان سکندر اس امر سے اندیشہ ناک ہوا اور فرمان طلب اپنے امرا کے نام روانہ کیا بہر تقدیر سلطان محمود غلجی پر خدا کی عنایت نازل ہوئی اور بادشاہ خدا کا لشکر بجالایا اور شکار میں مشغول ہوا چند روز باہر شاہکوشکار کے مشغلہ میں گزرے تھے کہ اسی درمیان میں جھڑپ کی کہ محافظ خاں خواجہ سر

صاحب خاں اور بہت خاں کے قول کے مطابق بیشمار لشکر لیکر دہلی سے شادی آباد مند و آ رہا ہے سلطان محمود نے حبیب خاں اور فخر الملک کو مع امر کی ایک کثیر جماعت کے جو سب راجپوت تھے محافظ خاں کی مدافعت کے لئے متعین فرمایا ظفر آباد کے نواح میں ہر دو لشکر میں جنگ آزمائی ہوئی اور محمودی لشکر غالب آیا محافظ خاں اپنی کفران نعمت کی شامت کی وجہ سے مار گیا اور بہت خاں اور مخصوص خاں لشکر دہلی کی واپسی اور محافظ خاں کے مارتے جانے کے بعد اپنے افعال پر پشیمان ہوئے اور صاحب خاں سے صلح کے طالب ہوئے۔

صاحب خاں نے صلح کو قبول کر لیا اور شیخ اولیانام ایک فاضل کے توسط سے صلح کی بابت بادشاہ سے عرض کیا سلطان محمود نے اس امر کو خدا کا لطف و کرم خیال کیا اور قلعہ راسین اور قصبہ بھلسا اور ہاموتی اور وقتی تعمیل کے لحاظ سے دس لاکھ تنگہ مصارف کے لئے اور بارہ ہاتھی محنت فرمائے اور فرمان امان بہت خاں وغیرہ کے نام روانہ کیا بہت خاں نے بارہ ہاتھی اور دو لاکھ تنگہ خود لے لئے اور باقی سلابان صاحب خاں کے حوالہ کر دیا فتنہ انگیز افراد نے صاحب خاں تک یہ خبر پہنچائی کہ بہت خاں کا نشاء ہے کہ تجھ کو مقید کر لے صاحب خاں خوف زدہ ہو کر سکندر لودھی کی خدمت میں جوہنوز سرحد میں تھا چلا گیا بہت خاں اور دیگر امرا نے امان نامے حاصل کئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے ان کو خلعت اور جاگیر بہا م حمت فرمائیں اور سلطان محمود نے کامیاب و بامراد اپنے دار الملک کی جانب مراجعت کی۔

بادشاہ میدنی رائے کے استصواب سے امر و سرداران لشکر کو قتل کرنے لگا روزانہ ایک شخص بے گناہ کسی ناکوہ جرم میں یا خود ہو کر تیغ ہونے لگا رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ سلطان محمد دہلی کا مزاج جمیع امرا بلکہ تمام مسلمانوں سے برگشتہ ہو گیا اور عمال قدیم جو حصہ و مراثت سرکار غیانی و ناصر شاہی میں اپنی مذات دیوانی بحال رہے تھے خدمات

معزول کئے گئے اور میدنی رائے کے احوان و انصار ان کی جگہ پر مقرر ہوئے بادشاہ کے اس عمل سے اکثر امرا و سردار و ملازمین شکستہ خاطر ہو گئے اور اپنے زن و فرزند کو ہمراہ لیکر ترک وطن کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے قلعہ شادی آباد مندو جو اس ملک میں دارالعلم اور علم و فضلا و مشائخین کا مسکن تھا غیر مسلم افراد کا وطن بن گیا۔ ہندوؤں کے اقتدار کا یہ عالم ہوا کہ درباری و ذیلیانی بھی راجپوتوں کے حوالہ کر دی گئی اور راجپوت ملازمین مسلمان و وٹھنرہ لڑکیوں کی عصمت دری کرنے لگے۔

علی خاں جو قدیم امیر اور حاکم شہر تھا کفار کے غلبہ سے رنجیدہ ہوا اور اُس نے مخالفت شروع کر دی ایک روز بادشاہ شکار کی غرض سے باہر گیا ہوا تھا علی خاں قلعہ مندو پر قابض ہو گیا اور اہالی مندو بھی جو راجپوتوں کے غلبہ سے آزر دہ خاطر تھے علی خاں کے ہم نوا ہوئے سلطان محمود غزنوی نے اس خبر کو سنا اور بہجیل واپس ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا بادشاہ نے محصور کو تنگ و عاجز کرنا شروع کر دیا علی خاں مع اپنے معاونین کے قلعہ سے بچے اتر اور فراری ہو گیا سلطان محمود قلعہ میں داخل ہوا اور راجپوتوں کی ایک جماعت کو علی خاں کے تعاقب میں روانہ کیا علی خاں ہندوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

ان واقعات کے بعد میدنی رائے اور زیادہ مطلق العنان ہو گیا اور میدنی رائے نے تمام امرا و منصبداران مالوہ کو اپنا ہی خواہ بنا لیا وڈاہی ملازمان خاصہ میں سے بجز دو سواروں کے اور کوئی مسلمان باقی نہ رہ گیا سلطان محمود راجپوتوں کے تسلط سے متفکر ہو گیا چونکہ اہل ہند کی رسم ہے کہ جب اپنے ملازمین یا مہمان کو رخصت کرتے ہیں تو اس کو اس وقت سے پان دیتے ہیں بادشاہ نے ایک ظرف بیڑہ اور پان سے بھر کر آرایش خاں کے ہاتھ میں دیا اور میدنی رائے کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ آئندہ سے تمہیں رخصت دی جاتی ہے تم میری ولایت کے باہر چلے جاؤ راجپوتوں نے جواب دیا کہ ہم چالیس ہزار سواروں نے اب تک یہی خواہی

اور جان نثاری میں کمی نہیں کی اور ہمیشہ عمدہ خدمات بجالائے۔ ہم کو خبر نہیں کہ کس جرم کی بنا پر بادشاہ ہم پر عتاب فرما رہا ہے اس واقعہ کے بعد راجپوتوں نے سلطان محمود کے قتل کا ارادہ کیا لیکن رائے ریاہاں میدنی رائے نے اپنے بھی خواہوں سے کہا کہ ہمارا غلبہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب مالوہ کی حکومت فی الحقیقت ہماری ہے یا درگھو کہ اگر بادشاہ کا قدم در میان میں نہ ہو گا تو سلطان مظفر انجراتی فوراً ولایت مالوہ پر قبضہ کر لیگا لہذا اپنی اور اپنے تسلط کی بقا کے لئے جس صورت سے ممکن ہو سکے اپنے ولی نعمت کے رضا جوئی کی کوشش کرنا چاہئے۔

میدنی رائے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے قصصات کی معافی مانگی اور گناہوں سے توبہ کی سلطان محمود غلی نے چونکہ مجبور ہو چکا تھا اس لئے ان شرائط پر رائے ریاہاں کے حضور معاف کئے کہ اول تمام کارخانوں کا اشتیاع قدیم مسلمان غلامین کے سپرد کر دے دوسرے یہ کہ کہات ملکی میں قطعاً مداخلت نہ کرے تیسرے یہ کہ غیر مسلم افراد مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دیں اور مظالم سے باز آئیں میدنی رائے نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا اور سلطان محمود کی بیحد مسرت و مساجت کی لیکن سالباہن پوریہ جو ایک مقتدر راجپوت امیر تھا اطاعت سے منحرف ہو گیا اور کسی صورت سے اپنے اعمال بد سے باز نہ آیا سلطان محمود نے اپنی کمال شجاعت سے باوجود اس کے کہ دو سو سواروں سے زیادہ مسلمان اس کے پاس موجود نہ تھے اپنے بعض مخصوص افراد سے یہ قرار دوا دی کہ جس وقت بادشاہ شکار سے واپس آئے اور میدنی رائے اور سالباہن رخصت ہو کر اپنے مکانات کی راہ لیں تو واپسی کے وقت ان ہر دو ہندو امیروں کو راہ میں پارہ پارہ کر ڈالیں بادشاہ نے دوسرے دن جماعت موعود کو جا بجا مقرر کیا اور نو شکار کے لئے گیا اور وہیں ہو کر خود و خلو تھانہ میں داخل ہوا اور میدنی رائے اور سالباہن کی رخصت کر دیا اس وقت شاہی لازم کمین گاہ سے باہر نکلے اور ہر شخص کو زخمی کر ڈالا سالباہن اسی جگہ خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا میدنی رائے کے کاری زخم نہ لگا تھا اس کے لازمین نے ہجوم کر کے اس کو بچا لیا اور مکانات لے گئے

راجپوتوں کا گروہ میدنی رائے کے مکان میں جمع ہوا اور بلا اجازت میدنی رائے کے جنگ کے لئے دربار کی طرف چلا سلطان محمود غلٹی اگرچہ لایققل تھا لیکن جرات و بہادری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا بادشاہ سولہ سوار اور چند مسلمان پیادوں کے ہمراہ شہادت کی نیت سے دولت خانہ سے باہر آیا اور کئی ہزار کافروں کے ساتھ جنگ آزمائی میں مشغول ہوا ایک راجپوت جو دلیسری و جانا بازی میں شہور تھا سب سے پہلے میدان میں آیا اور بادشاہ پر وار کیا بادشاہ نے اس کی ضرب روکی اور ایسی تلوار اس پر لگائی کہ دو ٹکڑے ہو گیا دوسرا راجپوت میدان میں آیا اور بادشاہ سے مقابلہ کیا اور پرچھا بادشاہ پر لگایا بادشاہ نے بچھا جس کو ٹروپیں بھی کہتے ہیں تلوار پر روک کے راجپوت کو کمر سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

راجپوت اس واقعہ کو دیکھ کر بلا انتظار اس امر کے کہ جنگ مغلوب ہو فراری ہو کر میدنی رائے کے مکان میں جو ایک وسیع احاطہ تھا پناہ گزین ہو گئے راجپوتوں نے دوبارہ لشکر فراہم کیا اور میدنی رائے سے جنگ کی اجازت طلب کی میدنی رائے نے کہا کہ سلطان محمود نے اگر میرے قتل کا ارادہ کیا تو وہ میرا مالک اور میرا ولی نعمت ہے جو کچھ بادشاہ نے کیا وہ عین حق ہے تم لوگ میری حمایت ترک کر دو اور اپنے مکانوں کو واپس چلے جاؤ میدنی رائے جانتا تھا کہ اگر سلطان محمود مارا گیا تو سلاطین اطراف بالخصوص سلاطین گجرات و خاندیس و ہزار اس کے انتقام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے اس سے ایک طرف تو راجپوتوں کو اس طرح مجبور کیا اور دوسری طرف سلطان محمود غلٹی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ چونکہ میں نے اب تک مالک کی نمک حرامی نہ کی تھی ان زخموں سے محفوظ و سلامت رہا اگر فی الواقع میرے قتل سے انتظامات سلطنت درست ہو جائیں تو مجھے اپنی جان تیار کرنے میں تامل نہیں ہے۔

سلطان محمود غلٹی چونکہ واقف تھا کہ میدنی رائے ان زخموں کی وجہ سے مر نہ سکیگا لہذا صلح و ملائمت کے پیرایہ میں فرمایا کہ اب مجھے کابل

تحقیق اس امر کی ہو گئی کہ میدنی رائے میرا خیر خواہ ہے اور اس نے اپنی کمال خیر خواہی کی وجہ سے راجپوتوں کو بے اعتدالی و فساد سے باز رکھا۔ سالباہن جو غصہ و سختی کا باعث تھا خدا کا شکر ہے کہ جان سے مار گیا انشاء اللہ آئندہ سے امور سلطنت بہ خوبی انجام پائیں گے اور کوئی ناگوار امر پیش نہ آئے گا۔

میدنی رائے نے بظاہر اخلاص و اطاعت سے کام لیا اور گزشتہ واقعات کا ایک حرف زبان پر نہیں لایا میدنی رائے اپنے حالات سے واقف ہو چکا تھا لہذا جوت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا یا نجس آدمی سلیم اس کے ہمراہ ہوتے تھے میدنی رائے کی اس حرکت سے سلطان محمود غلجی تنگ آ گیا بادشاہ نے ایک وزیر راجپوتوں کو شکار کے بہانہ سے خستہ و ماندہ کیا اور اسی شب اپنی محبوبہ رانی گنیا اور ایک سوار اور چند پیادوں کو ہمراہ لیکر قلعہ سے باہر نکلا اور سمر حد گجرات تک چلا گیا حکام گجرات نے اس کے ساتھ عمدہ برتاؤ کئے اور سسر پردہ اور گھوڑوں پر دیگر ضروریات زندگی اس کے لئے حاضر کر دیا اور سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں عرضداشت روانہ کر کے سلطان محمود غلجی کی آمد سے اس کو مطلع کیا۔

سلطان مظفر نے تبصر خاں تاج خاں قوام الملک اور دیگر مقتدر امیروں کو استقبال کے لئے روانہ کیا اور عربی گھوڑے اور چند ہاتھی اور اسباب تو شگنائہ و سسر پردہ و سرخ اور دیگر ساز و سامان جو سلاطین کے لئے لازمی ہیں روانہ کئے سلطان مظفر خود بھی چند منزل استقبال کے لئے آیا محمود شاہ سے ملاقات کی ملاقات کے بعد ایک ہی مجلس میں ایک ہی تخت پر ہر دو بادشاہ نے جلوس فرمایا سلطان مظفر نے بزرگانہ طور پر چالاک کی پریش فرمائی اور اپنے آئین جو انمردی اور مروت کے لحاظ سے ہریانی و لطف سے پیش آیا اور اپنی تمام ہمت کو راجپوتوں کی مدافعت اور سلطان محمود غلجی کی امداد پر صرف کر کے جلد سے جلد سامان لشکر کشی فراہم کرنے لگا۔ ۹۲۳ ہجری میں سلطان مظفر سلطان محمود کے ہمراہ مالوہ روانہ ہوا میدنی

نے سلطان محمود غلجی کے کوچ کرنے کی خبر سکر قلعہ شادی آباد مند و کو اپنے
فرزند نتھورائے کے سپرد کر کے بارہ ہزار سوار اور بیسٹار پیادے اس کے پاس
جھوڑ کے اور خود دھار کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر حصار کے استحکام میں
گوشال ہوا۔

سلطان مظفر قریب پہنچا میدانی رائے نے لشکر گجرات سے مقابلہ
وجنگ کی طاقت اپنے میں ندیکھی اور پانچ یا چھ ہزار سوار اور توپچی اور
کماندار پیادے اور قریب دس ہزار کے ایک دوسری فوج نتھورائے کی
مدد کے لئے روانہ کی اور خود طالب امداد ہو کر رانا سنگا کے پاس جھوڑ گیا
سلطان مظفر قلعہ دھار کے سامنے فروکش ہوا اور قلیل مدت میں اس کو فتح
کر لیا اور اس فتح کے بعد بے انتہا عظمت و شوکت کے ساتھ شہر مندویں
داخل ہو کر قلعہ کا محاصرہ کیا سلطان مظفر گجراتی نے عادل خاں حاکم اسیر کو
مع بیسٹار امراء گجرات کے زانا سنگا اور میدانی رائے سے مقابلہ کرنے کے
لئے روانہ کیا اوائل سنہ ۹۲۳ء میں جیسا کہ سلاطین گجرات کے حالات میں مرقوم
ہے قلعہ مفتوح ہو گیا اور علاوہ ان راجپوتوں کے جو جہرہ کے راہی عدم
ہوئے صرف نوے ہزار راجپوت فتح کے دن قتل کئے گئے سلطان محمود غلجی
عقب میں رہ گیا تھا بادشاہ غزنوی موقع پر پہنچا اور سلطان مظفر گجراتی کو
مسلک کیا وہی اور اضطراب کی حالت میں دریافت کیا کہ میرے بارے
میں حد و ند جہاں کیا فرماتے ہیں سلطان مظفر نے اپنی جوانمردی سے جواب
دیا کہ سلطنت مالوہ مبارک ہو سلطان مظفر نے یہ کہا اور ایک ساعت کے
بعد قلعہ سلطان محمود غلجی کے سپرد کر کے خود اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا اور
دوسرے روز سلطان محمود غلجی کے پاس یہ پیام کہلا بھیجا کہ آپ چند روز
بعض امور سلطنت کے سامان و انتظام کی غرض سے شہر میں قیام فرمائیے
سلطان مظفر رانا سنگا اور میدانی رائے کی تادیب کے ارادہ سے
کوچ کر کے اجین روانہ ہوا سلطان مظفر قلعہ دھار میں آیا اور جاسوسوں نے
خبر دی کہ عادل خاں امداد ملے گجرات دیا پور سے آگے نہ بڑھے کہ شہر میں

فتح کی خبر سنی اور چندیری کی جانب فراری ہو گئے سلطان محمود خلجی نے اپنا سامان و انتظام درست کیا اور سلطان مظفر کے پاس دھار میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک روز کے لئے آپ تکلیف فرما کے منہ میں تشریف لائیں تو میرے لئے کمال سرفرازی کا باعث ہو گا سلطان مظفر نے لشکر کو دھار میں جمع دیا اور خود قلعہ شادی آباد مند و واپس آیا سلطان محمود نے کمر خدمت باندھ دیا اور سہرہ قد استادہ ہو کر تمام لوازم ضیافت بجا لایا سلطان محمود نے جشن و ضیافت سے فارغ ہونے کے بعد سلطان مظفر کو باغات اور عمدہ مقامات کی سیر کرائی اور رخصت کے روز بہترین پیشکش نذر دیکر حق تو اضع اور مہانداری ادا کیا سلطان محمود چند منزل برسم مشایعت سلطان مظفر کے ہمراہ گیا سلطان مظفر نے آصف خاں جلالی کو چند ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمود کی مدد کے لئے متعین کیا اور محمود شاہ کو رخصت کر کے منہ و جانے کی اجازت دی سلطان محمود مند و واپس آیا اور امور جہان بینی میں مشغول ہوا۔

چونکہ چندیری اور کاگرہ دن میدنی رائے کے اور قلعہ رانیس اور بھیلسمہ اور سارنگپور سلہدی پور بیہ کے قبضہ میں تھے سلطان محمود خلجی انکی مدافعت کی فکر میں مشغول ہوا سلطان محمود نے پہلے قلعہ کاگرہ دن پر لشکر کشی کی میدنی رائے اس مرتبہ بھی رانا سنگا سے امداد کا تہی ہوا اور اس کو بشمار لشکر کے ساتھ اپنی مدد کے لئے لے آیا اتفاق سے جس روز جنگ ہونے والی تھی سلطان محمود بشمار منزلوں کو طے کرتا ہوا سات کو س کے فاصلہ پر رانا سنگا کے مقابلہ میں فروکش ہوا یہ خبر رانا سنگا کو معلوم ہوئی اور راجہ نے اپنے امر کو طلب کر کے ان سے کہا کہ بہترین مصلحت یہ ہے کہ ہم اسی وقت خستہ و ماندہ دشمن پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصد حاصل کریں اس قرار داد کے مطابق راجہ سلج ہو کر جنگ کے لئے مستعد ہوا اور پرمیل اس طرف چلا راجہ مسلمانوں کے لشکر گاہ کے قریب پہنچا اور لشکر کو ترتیب دیکر نمودار ہوا سلطان محمود خلجی چونکہ بے خبر تھا سوار ہو کر لشکر گاہ کے باہر آیا اور سیاہ اس حال سے مطلع ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آصف خاں گجراتی اور دیگر امرائے ہر چند سلطان محمود سے

عرض کیا کہ آج کے روز جنگ آزمائی کرنا نقصان دہ ہے سلطان محمود غلجی نے جو بالکل عقل سے خالی تھا ان کے معروضہ کو قبول نہ کیا اور بے ترتیب افواج کے ہمراہ جنگ میں مشغول ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طرفۃ العسین میں تیس ہزار سرباز شہید ہو گئے اصف خاں گجراتی بھی جس کو سلطان مظفر نے سلطان محمود کی کمک کے لئے مالوہ میں چھوڑ دیا تھا مع پانچ سو گجراتی سوارو خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا غرض کہ مالوہ کے لشکر میں بجز سلطان محمود غلجی اور دس سواروں کے ایک فرد بھی میدان میں باقی نہ رہ گیا۔

سلطان محمود نے باوجود اس امر کے علم کے کہ دس سواروں کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے گا انتہائی دلیری سے کام لیا اور بے فائدہ کفار کے لشکر پر جو تقریباً پچاس ہزار سوار تھے حملہ آور ہوا اس امر سے بادشاہ کا ارادہ محض حصول شہادت تھا سوار پہلے ہی حملہ میں مارے گئے اور سلطان محمود غلجی نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور دشمن کی فوج میں ڈوب گیا اور اس قدر لاتعداد دشمنوں کو قتل کیا کہ تمام راجپوت انگشت بدنداں حیران رہ گئے سلطان محمود غلجی کے جوشن پر سوزخم پہنچے یا دشاہ دو جوشن پہنے ہوئے تھا پچاس زخم دوسرے جوشن سے بھی گزر کر اس کے بدن پر پہنچے لیکن بادشاہ نے اس حال میں بھی دشمن سے منہ نہ موڑا اور جب تک طاقت جسم میں باقی رہی میدان جنگ کے باہر نہ گیا یہاں تک کہ راجپوتوں نے اس پر ہجوم کیا اور بادشاہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر کر راجپوتوں نے محمود غلجی کو پھانسا اور بادشاہ کو زندہ رانا سنگا کے پاس لے گئے ذی عزت راجپوتوں نے بادشاہ کی بے حد تعریف کی اور پروانہ دار اس کے سر کے گرد پھرنے اور بادشاہ کی بہادری کی تعریفیں کرنے لگے۔

راجہ نے بادشاہ کو مناسب مقام پر ٹھلایا اور خود دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوا راجہ نے بادشاہ کی تعظیم و تکریم و خدمتگزاری میں کوئی کمی نہیں کی اور بادشاہ کے زخموں کا علاج کر دیا چونکہ لڑائی کے دن تمام اسباب و سامان سلطنت پر راجہ کا قبضہ ہو گیا تھا راجہ نے سلطان ہوشنگ کے

ساج مرصع کو ان اسباب میں نہ دیکھ کر اس کی طلب کا سوال کیا سلطان محمود غلجی نے اس کو بھی طلب کر کے راجہ کے حوالہ کر دیا ان واقعات کے بعد بادشاہ کے زخم اچھے ہو گئے رانا سنگا نے اپنی جو انفرادی کے لحاظ سے چھ ہزار راجپوت بادشاہ کے ہمراہ کر کے اس کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ شادی آباد مند و روانہ کیا۔

سلطان محمود غلجی نے تیسری مرتبہ تخت سلطنت پر جلوس کیا بادشاہ امور و انتظامات برہم شدہ کی درستی میں مشغول ہو اچونکہ مالوہ کے اکثر شہر امرا اور باغیوں کے قبضہ میں تھے رعایا جیسی کہ چاہئے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتی تھی جس کی وجہ سے حکومت میں خلل پیدا ہو گیا تھا امرا کی بغاوت و سرکشی کا یہ عالم تھا کہ سکندر خاں سیوا سی شیار گنوں پر قابض ہو کے مستقل فرمانروا بن گیا تھا اور میدنی رائے چندیری اور کاکرون اور دیگر جاگیرات پر جنگ اور غلبہ سے قبضہ کر کے بادشاہ کی اطاعت نہیں کرتا تھا اسی طرح بعض دیگر افراد نے بھی اطراف مملکت و سرحد میں اپنے قدم حد سے آگے بڑھا دئے تھے جس نے سلطان محمود غلجی کی سلطنت میں ضعف و خلفشار پیدا کیا ناظرین واقف ہیں کہ سلطان محمود غلجی نے سلطان محمود دہلی اناراضہ برہانہ کی روش کے خلاف امور سلطنت کو شمشیر زنی پر منحصر رکھا اور تدبیر و عقل سے کام نہ لیا جس کے نتائج زوال حکومت کا باعث ہوئے۔

محمود ۹۲۶ھ میں سلطان محمود سلہدی پوربہ کی مدافعت کی غرض سے روانہ ہوا سلہدی پوربہ نے بشمار راجپوت یکجا کر لئے اور میدنی رائے سے بھی مدد لی اور سارنگپور میں لشکر کو ترتیب دیکر بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا پہلے سلہدی پوربہ نے لشکر اسلام کو شکست دی اور اس کے سپاہی تباہ و تاراج میں مشغول ہوئے سلطان محمود غلجی قلیل فوج کے ساتھ قطب آسا اپنی جگہ پر ثابت قدم تھا بادشاہ نے فرصت و موقع پا کر سلہدی پوربہ پر حملہ کر دیا اور اس کو بہت بری طرح پر شکست دی اور تعاقب کی حالت میں چوبیس باغی مفید کر لئے اور سارنگپور کو سلہدی کے قبضہ سے نکال لیا سلہدی راجپوت

اپنی قدیم جاگیر پر قانع ہوا اور بادشاہ کی اطاعت قبول کی سلطان محمود
 غلجی اس امر کو غنیمت سمجھا اور دارالملک شادی آباد مندو واپس آیا۔
 ۳۲۲ھ میں جب گجرات کی حکومت سلطان بہادر شاہ سے متعلق
 ہو گئی شاہزادہ چاند خاں بن سلطان مظفر گجراتی فراری ہو کر شادی آباد مندو
 میں آیا سلطان محمود غلجی سلطان مظفر گجراتی کا مرہون مست تھا بادشاہ شہزادہ
 چاند خاں کی سجد تنظیم و تکریم بجالایا اور مروت و ہمدردی میں کوئی دقیقہ
 باقی نہ رکھا اسی دوران میں ایک معتبر گجراتی امیر رضی الملک نام سلطان بہادر
 کے خوف سے فراری ہو کر فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے دربار
 میں پناہ گزین ہوا رضی الملک نے اپنی تمام کوششیں اس امر پر صرف کیں کہ
 سلطان بہادر کو حکومت سے معزول کر کے چاند خاں کو اس کا قائم مقام بنائے
 رضی الملک اپنے ارادہ کو مکمل کرنے کی غرض سے اگر ہ سے شادی آباد مندو
 آیا اور چاند خاں سے مشورہ کر کے پھر اگر ہ واپس آیا یہ خبر سلطان بہادر گجراتی
 کو معلوم ہوئی سلطان بہادر نے ایک خط سلطان محمود غلجی کے نام اس مضمون
 کا لکھا کہ آپ کی محبت و اخلاص سے مجھے تعجب ہے کہ آپ نے حرم خوارو کو
 آزادی دے رکھی ہے کہ چاند خاں کے پاس اگر فتنہ انگیزی کرتے اور
 اگر ہ کو واپس جاتے جائیں اتفاق سے رضی الملک نے فردوس مکانی کے
 ارکان دولت سے پھر کچھ گفتگو کی اور دوبارہ شادی آباد مندو اگر ہ کو
 واپس گیا اس مرتبہ بھی سلطان بہادر نے کچھ نہ کہا اور سلطان محمود غلجی
 کی تادیب کی فکر میں مشغول ہوا چونکہ دولت غلجیہ کے زوال کا وقت قریب
 آچکا تھا سلطان محمد و غلجی نے اس کے علاج و تدارک کی کوئی فکر نہ کی۔
 اسی دوران میں سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ رانا سنگا فوت ہوا اور رتنسی متونی
 راجہ کا فرزند اہمس کا قائم مقام ہوا بادشاہ نے شہزادہ خاں کو روانہ کیا شہزادہ
 بعضے قصبات جیپور پر حملہ آور ہوا اور اس نے قصبات کو غارت و تباہ کیا
 چونکہ رتنسی سلطان بہادر کی رنجش اور بے اتفاقی کو بھی معلوم کر چکا تھا
 لشکر کو بھیجا کہ اس کی طرف روانہ ہوا جس وقت یہ خبر سلطان محمود کو

معلوم ہوئی بادشاہ بھی استقبال کے لئے چلا اور سارنگپور پہنچ گیا سکندر رجاں فوت ہو چکا تھا بادشاہ نے اس کے پسر خواندہ معین خاں کو جو دراصل ایک رجون فروش کا بیٹا تھا سیوا سے اپنی مدد کے لئے بلایا اور مسند عالی کا خطاب دیکر سرپرستہ سرخ بھی جو سلاطین کے لئے مخصوص پہنچایا بادشاہ نے سلہدی پور بیہ کو بھی راجپن سے طلب کیا اور دیگر پرگنات کا بھی اس کی جاگیر میں اضافہ فرمایا سلہدی پور بیہ سلطان محمود خلجی سے متواہم ہوا اور معین خاں کے ہمراہ رتنی رانا کے پاس گیا اور محبوبت ولد سلہدی پور بیہ کے ہمراہ سلہدی سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہو کر ولی نعمت کی سر مجلس شکایت کی۔ سلطان محمود خلجی مضطرب ہوا اور دریا خاں لودھی کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجا یہ پیام دیا کہ آپ کے خاندانی حقوق میرے اوپر مشتمل ہیں اور مسافت اب گم باقی کہے میرا مشاعرہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطنت کی سباز گباد ادا کروں سلطان بہادر نے جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے مروت و انسانیت سے جواب دیا اور متواتر کوچ کر کے آب کرنی کے کنارے فروش ہوا اسی منزل میں رتنی اور سلہدی پور بیہ نے سلطان بہادر کی خدمت میں آکر سلطان محمود کی شکایت کی رتنی اسی مقام سے رخصت ہو کر اپنے مکان واپس چلا گیا اور سلہدی پور بیہ سلطان بہادر کے لشکر گاہ میں سلطان محمود خلجی کی آمد کے انتظار میں بیٹھ رہا اتفاق سے سلطان محمود خلجی نے خود اپنے پاؤں پر تیشہ زنی کی اور ملاقات کے ارادہ سے پشیمان ہوا اور سکندر رجاں کے ملازمین کی مدافعت کے بہانہ سے سیوا اس روانہ ہو گیا اثناء راہ میں ایک دن سلطان محمود شکار کھیلنے میں مشغول ہو گیا شکار کی حالت میں بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا دایہنا ہاتھ ٹوٹ گیا سلطان محمود خلجی اس کو فال بد سمجھا اور اپنا ارادہ ملتوی کر کے دار الملک شادی آباد میں آیا اور اسباب قلعہ داری ہیا کرنے پر مستعد ہوا۔

سلطان بہادر گجراتی سلطان محمود خلجی کی ملاقات سے قطع نظر کر کے شادی آباد مسند روانہ ہوا ہر منزل میں سلطان محمود خلجی کے ملازمین گروہ کے گروہ

اگر سلطان بہادر سے ملجاتے تھے شہزہ خاں حاکم دہار بھی سلطان بہادر سے مل گیا سلطان بہادر مہمگز آباد قلعہ میں آیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے مورچہ تقسیم کئے سلطان محمود غلجی تین ہزار فوج کے ساتھ قلعہ میں حصار بند ہوا اور ہر شب ایک مرتبہ تمام مورچوں پر جاتا تھا اور سلطان غیاث الدین کے مدرسہ میں استراحت کرتا تھا بادشاہ کو اہالیان قلعہ کے نفاق کا علم ہوا اور سلطان محمود غلجی مدرسہ سے اپنے حملات کو چلا گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا بعض نیک اندیش افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ وقت عیش و عشرت کا نہیں ہے سلطان محمود غلجی نے جواب دیا کہ اب وقت واپس ہے چاہتا ہوں کہ بقیہ عمر عیش و عشرت میں گذر جائے۔

نوشہبان ۹۳۰ھ میں صبح کے وقت سلطان بہادر نے قلعہ فتح کر لیا اور چاند خاں جو مایہ نسا و نزع تھا قلعہ سے نیچے اتر کر دکن کی جانب فراری ہوا سلطان محمود غلجی مسلح ہوا اور قلیل جماعت کے ساتھ مقابلہ کیلئے آیا لیکن اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پا کر واپس ہوا چونکہ دولت غلبہ کا آفتاب اقبال عروج سے پستی کی طرف مائل ہو چکا تھا اس لئے سلطان محمود غلجی نے باوجود طاقت و قدرت کے قلعہ سے نکل کر وسط ولایت میں قیام نہ کیا بلکہ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے اہل و عیال کے قتل کرنے کے لئے محل سر میں گیا سلطان محمود غلجی اپنے محل سر میں آیا اور ارادہ کیا کہ اہل حرم کو قتل کرے لیکن ایک جماعت مانع رہی اور کہا کہ سلطان بہادر گجراتی ناموس شاہی کی بخوبی حفاظت کرے گا بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ سے باہر نکل کر لشکر فراہم کریں اور دشمن کی مدافعت میں مشغول ہوں اگر لشکر ہو ہی رہی تھی کہ سلطان بہادر گجراتی حملات کے اطراف میں اگر محل کے بام پر آیا اور ایک شخص کو بھیج کر سلطان محمود غلجی کو طلب کیا سلطان محمود نے اپنے سرداروں کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود سات سواروں کو ہمراہ لیکر سلطان بہادر گجراتی کے پاس آیا سلطان بہادر نے اس کی تعظیم ادا کی اور بغل گیر ہوا اور نشست کے بعد درستی و سستی سے کچھ گفتگو کی اور پھر خاموش

ہو گیا لیکن تغیر مزاج کے اثرات اس کے بشرہ سے ظاہر ہو رہے تھے جو الفاظ کہ سلطان بہادر کی زبان پر آئے وہ یہ تھے کہ میں نے امر کو امان دی سب اپنے مکانات کو واپس جائیں۔

بعض کتب میں یہ بھی نظر سے گزر رہے کہ سلطان محمود خلجی نے گفتگو میں سختی سے کام لیا اور سلطان بہادر گجراتی نے جو عفو کے خیالات دل میں رکھا تھا اس کے قید کا حکم دیا اور جمعہ کے دن شادی آباد میں منبروں پر خطبہ سلطان بہادر گجراتی کا پڑھا گیا سلطان بہادر گجراتی کے حکم سے سلطان محمود خلجی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں بہادر گجراتی نے سلطان محمود کو مع اس کے سات فرزندوں کے آصف خاں کے حوالہ کیا کہ قلعہ جینانیر میں بے جا ان کو مقید کر دے اثناء راہ میں چودہ شعبان کو دہنار کوئی اور بھیل نے منزل دھور میں آصف خاں کے لشکر پر شجون مارا سلطان محمود نے اسی وقت نماز سے فارغ ہو کر سر اپنا تکیہ پر رکھا تھا کہ شور و غل کی آواز سنائی دی محمود خلجی بیدار ہوا تو اس نے فرار ہونے کے ارادہ سے اپنے پاؤں کی زنجیر کو توڑا اسی درمیان میں نگہبان واقف ہو گئے اور اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے ہی خواہوں نے شجون مارا ہو اور سلطان محمود بیاہرہ ان سے بچائے اور مملکت میں فساد برپا ہو جائے سلطان محمود خلجی کو قتل کیا آصف خاں نے علی الصباح اس کو غسل دیکر کفن پہنایا اور اسی منزل میں حوض دھور کے کنارے دفن کر دیا سلطان محمود خلجی کے فرزندوں کو جینانیر میں مقید کر دیا قلیل مدت کے بعد بجز محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے جو بابر بادشاہ کی ملازمت میں تھا اور کوئی وارث اس خاندان کا باقی نہ رہ گیا اور سلطنت خلجیہ ختم ہوئی اور حکومت شاہان گجرات کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔

۹۶۱ء تک مالوہ کی سلطنت اہل گجرات کے قبضہ اقتدار میں رہی بعد اس کے جیسا کہ زمانہ کا دستور ہے کہ حکومت بدست منتقل ہوتی ہے ۹۶۶ء اکبر بادشاہ کے قبضہ اقتدار میں آگئی اور ہر شخص نے دنیا کی جیلہ گری

اور زمانہ کے انقلاب کا متاثرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔
 زوال و دولت ظہیر بعض کتب میں تحقیق کے ساتھ مرقوم ہے کہ سلطان محمود غزنوی
 اور سلطان بہادر کے بعد سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ مملکت مالوہ پر ہوا اور مالوہ
 گجراتی وغیرہ کا غلبہ نے سلطان بہادر گجراتی کی اطاعت قبول کر لی اور بادشاہ
 نے ان پر مہربانیاں فرما کر ان کو خوش اور دلشاد کیا بادشاہ

سلطانی پوربہ کو بوجہ اس کے کہ یہ سب سرداروں سے
 پہلے سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اجین اور سارنگپور اور
 رائسین کے پرگنے جاگیر میں دیئے لیکن آخر میں جیسا کہ شاہان گجرات کے
 حالات میں معرض بیان میں آچکا ہے سلطان بہادر کے چنگ غضب میں
 گرفتار ہوا اور قلعہ رائسین میں خودکشی کی اور اس کا فرزند بھوپت فراری ہوا
 سلطان بہادر گجراتی اجین پر دریا خاں لودھی اور رائسین پر عالم خاں حاکم کالپی اور
 شادی آباد پر اختیار خاں کو نامہ ذکر کے خود محمد اکاوجینا میں آیا ان واقعات کے بعد جنت آشیانی
 نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور سلطان بہادر گجراتی بندر بھوپت کی جانب
 فراری ہوا جنت آشیانی شادی آباد میں آئے اور خطبہ و سک اپنے نام کا جاری کر کے
 شادی آباد کو اپنے ہی خواہوں کے حوالہ فرمایا اسی دوران میں جیسا کہ اپنے مقام پر مرقوم ہے
 جنت آشیانی اگرہ میں تسلیم فرما ہوا اور لوطا بن لوطاں نے جنت آشیانی کا غلبی قلام اور
 مقتدر امیر تھا قوت حاصل کی اور مالوہ کو آزاد کر کے اپنا نام سلطان عبدالقادر
 رکھا اور پہلی سے اب نربد و تک قافلہ ہوا اور سک و خطبہ اپنے نام کا
 جاری کیا بھوپت اور پورنعل سلطان سلطانی قلعہ جیور سے نکل کر قلعہ
 رائسین اور اس کے نواح پر قابض ہو گئے اور سلطان قادر کی اطاعت کر کے
 پیشکش روانہ کیا۔

عبدالقادر کا اقتدار اس درجہ ترقی پذیر ہوا کہ شیر شاہ افغان
 سور نے جس زمانہ میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بنگالہ میں شیر شاہ
 افغان کی مدافعت میں مشغول تھے شیر شاہ نے عبدالقادر کو اپنا بھائی ایک
 زمانہ روانہ کیا جس کا مقصود یہ تھا چونکہ مغل سپاہ مملکت بنگالہ میں داخل ہو گئی تھی

اخلاص کا تقاضہ یہ ہے کہ تم اگر وہ کی طرف متوجہ ہو یا اپنی ایک فوج بھیج کر اس نواح میں خلل پیدا کرو آنا کہ منغل مضطرب ہو کر اس مملکت سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھ کو کشور شانی کی مملکت حاصل ہو سلطان قادر شیر شاہ کے فرمان سے بے حد خفا ہوا اور اپنے منشی سے کہا کہ تو بھی جواب میں فرمان لکھ اور اس پر مہر چنانچہ سلطان عبدالقادر کے منشی نے فرمان لکھا اور مہر کر کے روانہ کیا سلطان عبدالقادر کا ایک ندیم سیف خاں دہلوی نام ہمیشہ گستاخی کے ساتھ سچی باتوں کو بے تکلف کہہ دیتا تھا اس نے عرض کیا کہ شیر شاہ بالفضل بادشاہ جو نیور ہے اور اس قدر سپاہ و قوت رکھتا ہے کہ بادشاہ دہلی کے مقابلہ میں صف آرا ہوا اگر اس نے ہم کو فرمان لکھا اور اپنی مہر اس پر کی تو یہ تمہیں انگیز نہیں ہے قادر شاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ بادشاہ بنگالہ جو نیور ہے تو میں بھی خدا کے کرم سے مملکت مالوہ کا فرمانروا ہوں جب وہ طریق ادب کو ملحوظ نہیں رکھتا تو مجھے کیا ضرور ہے کہ میں اس کی عزت کا لحاظ رکھوں غرض کہ قادر شاہ کا جوابی فرمان شیر شاہ کی نظر سے گذرا شیر شاہ نے بے انتہا بیچ و تاب کھایا اور مہر کا نشان کاغذ سے مٹا کے اس کو یادداشت تھے طور خجھر کے غلاف میں رکھ لیا کہا کہ انشاء اللہ جب میرا اور اس کا سامنا ہو گا تو اس گستاخی کا جواب دوں گا اس واقعہ کے بعد جب شیر شاہ دہلی کا بادشاہ ہو کر سواد اعظم ہندوستان پر قابض ہوا اور اس نے ۹۲۹ھ میں مالوہ فتح کرنے کے ارادہ سے کوچ کیا شیر شاہ سارنگپور کے نواح میں آیا قادر شاہ اپنی اس بے ادبی سے بے حد خوف زدہ و فکر مند ہوا قادر شاہ کے مصاحب سیف خاں دہلوی نے کہا کہ اب بہترین تدبیر یہ ہے کہ جب ہم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو ہم کو بیخبر جلدی سے سارنگپور جا کر شیر شاہ سے ملاقات کرنی چاہئے قادر شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اہلین سے کوچ کر کے سارنگپور پہنچا اور شیر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا دربانوں نے قادر شاہ کی آمد سے شیر شاہ کو مطلع کیا شیر شاہ نے قادر شاہ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور خلعت خاص عنایت کر گئے

بیحد مہربانیاں فرمائیں شیرشاہ نے قادرشاہ سے دریافت کیا کہ کس جگہ پر مقیم ہے قادرشاہ نے اپنے جائے قیام سے اطلاع دی اور شیرشاہ نے اپنا پلنگ خاصہ مع جامع خواب اور ایاب توٹکھنا نہ اس کو عطا فرمایا شیرشاہ دوسرے دن کوچ کر کے اجمین روانہ ہوا اور شجاعت خاں کو بتا کید حکم دیا کہ ہمان عزیز سے خبردار رہے اور جس شے کی اس کو ضرورت ہو سہرا شاہی سے دیجائے۔

شیرشاہ اجمین آیا اور قادرشاہ کی امید کے خلاف شیرشاہ کو اس مملکت پر قابض ہونے کی طمع دامنگیر ہوئی اور وقتی تعمیل کے لحاظ سے شیرشاہ نے قادرشاہ کو لکھنؤ کی حکومت پر نامزد کیا اور حکم دیا کہ اپنے متعلقین اور اہل و عیال کو وہاں بھیج کر خود حاضر خدمت رہے قادرشاہ نے صحبت درگاہوں پانی اور عیور اپنے اہل و عیال کو اجمین سے طلب کر کے ایک باغ میں جو قصبہ اور لشکر گاہ کے درمیان میں تھا مقیم ہو گیا اسی زمانہ میں سکندر خاں میواتی کے فرزند خواجہ معین خاں نے شیرشاہ کی ملازمت حاصل کی شیرخاں نے اس کو سکندر خاں کا خطاب اور عہدہ جالیگر عطا کی۔

ایک روز قادرشاہ اپنے مکان سے شیرشاہ کے دربار میں جا رہا تھا اثناء راہ میں قادرشاہ نے دیکھا کہ مغلوں کی ایک جماعت جن کو افغانیوں نے گرفتار کر لیا تھا بیلہ اری اور گلکاری میں مشغول ہے اور ہمیشہ لشکر گاہ کے گرد خندق تیار کرتے ہیں قادرشاہ ان اشخاص کے قویہ سے گذر رہا تھا ایک مغل نے یہ مصرع پڑھا۔ مرامی میں بدیں احوال و فکر خوشن میکن۔ قادرشاہ متنبہ ہوا اور خیال کیا کہ اگر میں شیرشاہ کی رفاقت اختیار کرتا ہوں تو اس امر کا احتمال قوی ہے کہ مجھے گلکاری کا حکم دے گا قادرشاہ ترک رفاقت پر تیار ہو گیا اور نزار ہونے کے فکریں کرنے لگا شیرشاہ اسی وقت فوراً اس معاملہ کو بغیر استسمح سمجھ گیا اور شجاعت خاں سے کہا کہ میں اس کے حرکات نامناسب سے بیحد آزر وہ خاطر ہوں اور میں واقف ہوں کہ قادرشاہ میرے ساتھ وفاداری نہ کرے گا چونکہ یہ بے طلب حاضر خدمت ہوا ہے میں فی الحال اس کی تاویب نہیں کر سکتا اس وقت اس سے کچھ نہ کہنا چاہئے تاکہ یہ دفع ہو جائے اس

واقعہ کے بعد اس کو گرفتار کر کے اس کی تقصیرات کے اعتبار سے میں اس کو
 سزاؤں کا اتفاق سے قادر شاہ کو فرصت اور موقع مل گیا اور یہ فرار ہو گیا
 شیر شاہ نے ایک جماعت کو اس کی گرفتاری کے لئے متعین کیا یہ جماعت قادر شاہ
 کے قریب نہ پہنچ سکی اور واپس ہوئی شیر شاہ نے فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا۔
 مصرعہ۔ باماچہ گرد ویدی ملو غلام گیدی۔ شیخ عبدالحی پسر شیخ جمال شاعر نے
 جو شیر شاہ کا مصاحب تھا فوراً دوسرا مصرعہ کہہ دیا مصرعہ قلیست مصطفیٰ را الاخریٰ فی العبیدی
 قادر شاہ کے فرار ہونے کے چند روز بعد تک شیر شاہ افغان نے اٹین میں قیام کیا
 اور ولایت مالوہ کو امر پر تقسیم کر کے قصبہ امین و سازنگور اور دیگر پرکناٹ
 کو شجاعت خاں کی جاگیر میں دیا اور اس کو اس مملکت کا سپہ سالار مقرر کیا اور
 خود کوچ کر کے قلعہ رشتہ پورہ میں وارد ہوا شیر شاہ نے دہلی سے لاہور تک دو
 دو کوس کے فاصلہ پر سرزمینیں تعمیر کیں اور حکم دیا کہ مسافروں کو کھانا دیا جائے
 شیر شاہ نے قادر شاہ کے فرار ہونے کے بعد محض اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو
 کہ سکندر خاں بھی فرار ہو جائے اس کو بھی مقید کر دیا سکندر خاں کا فرزند نصیر خاں
 سیوا اس سے لشکر جمع کر کے شجاع خاں سے جنگ کئے لئے آیا اور اپنے ہی خواہش
 اور مددگاروں سے کہا کہ شجاع خاں کو زندہ ہاتھ میں لانا چاہئے تاکہ میں
 اس کو سکندر خاں کے معاوضہ میں اپنے پاس رکھوں اور اس ترکیب سے
 سکندر خاں کو نجات دلاؤں پس عین جنگ کی سرگرمی میں نصیر خاں اور
 اس کے بعض ملازمین و مصاحبین نے اپنے کو شجاع خاں تک پہنچایا اور اس کا
 گریبان اور بال پکڑ کر لشکر کی طرف لے چلے اس اثنا میں مبارک خاں شیرانی
 اس حال سے واقف ہوا اور اپنے کو شجاع خاں تک پہنچایا اور مردانہ وار
 جنگ کر کے اس کو رہا کر لیا لیکن اس کو شش کی حالت میں ایک پاؤں
 مبارک خاں شیرانی کا پنڈلی سے قلم ہو گیا چونکہ مبارک خاں پضع طاری
 ہو چکا تھا یہ گھوڑے سے گر پڑا نصیر خاں کی سپاہ نے جھوم کر گئے ارادہ
 کیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیں راجہ رام راجہ گویا رنے سے اپنے راجپوتوں
 کے حملہ کر کے اس کو بچا لیا نصیر خاں حق کو شش اور جہانمردی بجا لایا لیکن

چونکہ فتح و نصرت کوشش پر منحصر نہیں ہے نصیر خاں نے شکست کھائی اور کوئٹہ اور
میں پناہ لی اور شجاع خاں کو جبکہ منہ اور بازو پر پانچ یا چھ زخم آگئے تھے اس
کے بھی خواہاں اسی حالت میں اٹھا کر لشکر گاہ میں لے گئے۔

شجاع خاں کے زخم ہنوز اچھے نہ ہونے پائے تھے کہ حاجی خاں جاگیر دار دوبار
کا خط اس مضمون کا آیا کہ سلطان قادر مع بیشمار لشکر کے میرے مقابلہ میں آیا ہے
اور آج ہی کل میں جنگ ہونے والی ہے شجاع خاں اسی روز بیماری کے عالم
میں پا لگی ہیں، میٹھ کر دہار کی طرف روانہ ہوا اور آخر حضرت شب میں مع ایک سو چار
سواروں کے حاجی خاں کے لشکر گاہ میں پہنچ گیا شجاع خاں نے حاجی خاں
کو جو اس وقت سو رہا تھا بیدار کر کے اسی وقت بے تامل جنگ کی تیاری
شروع کر دی اور سلطان قادر کو شکست دیکر اس پریشان حالی کے ساتھ
گجرات کی جانب بھگایا کہ پھر دوبارہ سلطان قادر سرنہ اٹھا سکا شجاع خاں
کی قوت و شوکت روز بروز زیادہ ہونے لگی اور تمام نیرین نالوہ بلا شرکت غیر
اس کے قبضہ میں آگئی چونکہ شیر شاہ سورکشور کشائی کا بچہ حریص تھا مین
قلعہ کشائی کی حالت میں قلعہ کا لہجہ کے نیچے فوت ہوا اور سلیم شاہ اس کا
قائم مقام ہوا۔

سلیم شاہ شجاع خاں سے ناخوش و کد رہتا لیکن شجاع خاں کا
سیر خواہ وہ دولت خاں سلیم شاہ کا مقرب تھا اس وجہ سے سلیم شاہ
شجاع خاں کے ساتھ اتفاقات ظاہری سے کام لیتا تھا اور اپنے باپ کے
زمانہ حکومت کے مطابق اس ملک کی حکومت کو شجاع خاں کے سپرد کر کے
اس کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا تھا اسی دوران میں ایک
شخص عثمان خاں نامی ایک روز شراب پی کر شجاع خاں کے دیدار خانہ میں
آیا اور اس کے منہ سے تھوک فرش پر بار بار گرا فرش مافع ہوا عثمان خاں
نے ایک گھونٹہ اس زور سے اس کے منہ پر مارا کہ آواز بلند ہوئی شجاع خاں
کو یہ واقعہ معلوم ہوا اور شجاع خاں نے کہا کہ اس شخص سے چند گناہ سرزد
ہوئے اول یہ کہ اس نے شراب پی دوسرے یہ کہ نشہ کی حالت میں دیدار خانہ

ہیں آیا تیسرے یہ کنوش کو لا شجاع خاں کے حکم سے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے
عثمان خاں زندہ رہا گیا اور گو ایار میں جو سلیم شاہ افغان سور کا دار الملک تھا
بادشاہ سے تمام ناجرا عرض کر گئے داؤخواہ ہوا بادشاہ نے جواب دیا کہ تو جا اور
اپنا بدلے لے لے۔

یہ خبر شجاع خاں کو معلوم ہوئی اور وہ بہت براہم ہوا اور شیر خاں کو برا
بھلا کہا شجاع خاں نے اس حالت پر بھی یا بندی نہ کی اور ایک روز پاگل میں سوار
ہو کر قلعہ گو ایار میں سلام کے لئے روانہ ہوا پاگل دروازہ تھپا پول کے قریب
پہنچی اور شجاع خاں نے دیکھا کہ عثمان خاں دوکان پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک کتہہ
میں اپنے کو لٹے ہوئے ہے شجاع خاں نے چاہا کہ اس کے حالات دریافت
کرے اور اس کی تسلی کرے عثمان خاں دوکان سے کودا اور نہایت چالاک
کے ساتھ ایک زخم شجاع خاں کے لگا یا شجاع خاں کے سلمداروں نے جو پاگل
کے اطراف میں جا رہے تھے عثمان خاں کو فوراً پکڑ کر قتل کر ڈالا سلمداروں نے
دیکھا کہ ایک ہاتھ لوسہ کا بنا کر قطع شدہ ہاتھ کے بجائے لگایا گیا تھا اور اسی
جگہ ہاتھ سے عثمان خاں نے ضرب لگائی تھی شجاع خاں واپس ہو کر اپنے
مکان پر آیا اس کے فرزند اور متعلقین نے قبا کو اس کے جسم سے اتار کر دیکھا
کہ بایاں پہلو زخمی ہو گیا ہے چونکہ شجاع خاں کے ہاتھ میں قوت نہ تھی پست مال
کر کے چھوڑ دیا اس کے ملازمین نے شور و غوغا بلند کیا اور اشارہ و کنایہ
میں سلیم شاہ افغان سور کو برا بھلا کہا سلیم شاہ ان واقعات سے مطلع ہوا اور
مقتدر اکبر اوعیان و دولت کو شجاع خاں کی پریش حالات کے لئے روانہ کیا
سلیم شاہ سور کا خود بھی ارادہ ہوا کہ شجاع خاں کی عیادت کے لئے جائے
شجاع خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی اور وہ سلیم شاہ کو آنے سے مانع ہوا شجاع خاں
واقف تھا کہ اس کے فرزند و عزیز و مصاحب اس جرات کو جو عثمان خاں سے
ظہور میں آئی ہے سلیم شاہ کی تحریک پر محمول کرتے ہیں یہ امیر اپنے فرزندوں
وغیرہ کی بیباکی دے اعتمادی سے اس امر کا لحاظ کرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ
سب فساد برپا کر دیں اور معاملات میں طوالت پیدا ہو جائے۔

شجاع خاں نے سلیم شاہ کو یہ پیام دیا کہ میں بادشاہ کا غلام و خانہ زاد ہوں اور میں نے اپنی موت و حیات کے قلع نظر کر کے جیسا کہ ایک عالم پر روشن ہے صرف چھتیس اشخاص کی امداد سے آپ کی سلطنت قائم کی اور علم و دولت کو نصب کیا ہے اور اگر اب بھی میری جان سلامت رہ گئی تو ایک روز میں بادشاہ کے کام آؤں گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ بادشاہ قلعہ کے نیچے تشریف لانے کی زحمت نہ گوارا فرمائیں صحت کے بعد میں خود خدمت مبارک میں حاضر ہوں گا چونکہ شجاع خاں سلیم شاہ کا رکن اعظم تھا اور اس کے بے شمار حقوق بادشاہ کے ذمہ تھے سلیم شاہ شجاع خاں کے پیام اور امر کی گفتگو سے اصل حقیقت سے واقف ہو گیا سلیم شاہ نے اس دن تہاں گیا لیکن دوسرے دن شجاع خاں کی عیادت کے لئے اس کے مکان پر گیا فتح خاں لہجہ شجاع خاں کا ہمزلف اور اپنی قوت جسمانی و پنجہ کشی کے اعتبار سے تمام افراد میں ممتاز تھا سلیم شاہ کو دیکھا کہ تنہا سراپہ وہ میں داخل ہو گیا ہے اس لئے فتح خاں نے سلیم شاہ کے ساتھ بیو فانی کا ارادہ کیا اور اس معاملہ میں شجاع خاں کے فرزند اکبر بنیاں بایزید کو جو باز بہادر کے اسم سے مشہور تھا اپنے ساتھ متعلق کر لیا بنیاں بایزید نے بھی اس معاملہ میں فتح خاں کی تائید کی شجاع خاں اس واقعہ سے واقف ہوا اور فتح خاں کو اس بہانہ سے کہ اسان پیشکش کو تیار رکھے باہر بھیج دیا ایک نخطہ کے بعد شجاع خاں نے سلیم شاہ سے معاودت کے لئے التماس کیا اور صاف الفاظ میں بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کے بعد بادشاہ تشریف آوری کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کیونکہ میں اس امر کا لحاظ کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میرے برسوں کے حقوق خدمت ضائع ہوں اور شیرازہ سلطنت کبھر جائے اس واقعہ کے چند روز کے بعد شجاع خاں نے غل صحت کیا اور ہشمار صدقات و خیرات ارباب استحقاق پر تقسیم ہوئے غل کے دوسرے روز شجاع خاں سلیم شاہ کے سلام کے لئے گیا سلیم شاہ نے اس کو ایک گھوڑے اور سو بستے جانہ ابریشمی کے اس کو انعام میں عطا فرمایا اور بید توجہ و عنایت سے پیش آیا شجاع خاں نے سلیم شاہ کی اس چال پر سی میں نفاق کی جھلک پائی اور تھوڑی دیر بیتہ کر جلد سے جلد اپنے

مکان واپس آیا شجاع خاں نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اپنے اسباب کو اٹھائیں اور کسی دوسرے مقام پر فروکش ہوں اس لیے کہ یہ جگہ غلاطت سے آلودہ ہو گئی ہے تمام ملازمین اپنے اسباب کو سوار یوں پر لاد چکے اور خود مسلح ہو کر تیار ہو گئے شجاع خاں نے نغارہ بجوایا سوار ہو کر گوالیار سے سارنگپور کی جانب روانہ ہو گیا۔

سلیم شاہ سور اس واقعہ کو دیکھ کر غصہ میں آگیا اور ایک حصہ فوج کو شجاع خاں کے قنائب کے لئے معین فرمایا سلیم شاہ لشکر کو تیار کر کے خود ہی اس کے عقب میں روانہ ہوا شجاع خاں سارنگپور پہنچا اور لشکر کی فراہمی کا انتظام کرنے لگا شجاع خاں نے سلیم کی امداد کی خبر سنی اور ارادہ کیا کہ فسر دو گاہ کو بدل دے بعض افراد نے شجاع خاں کو جنگ کی ترغیب دی لیکن اس نے جواب دیا کہ سلیم شاہ میرا آقا زادہ ہے میں اس کے ساتھ ہرگز جنگ نہ کروں گا اور میں اس امر سے بھی نہیں راہنی ہوں کہ کوئی شخص اس قسم کا خیال بھی اپنے دل میں لائے شجاع خاں شہر سے باہر آیا اور اپنے زن و فرزند کو پیشتر روانہ کر کے خود بھی باسوالہ چلا گیا سلیم شاہ مورالوہ پر قابض اور بڑی خاں ہو کر کومچ میں ہاتھی اور دو ہزار سوار کے عین میں متعین کر کے خود گوالیار میں وارد ہوا۔

شجاع خاں نے باوجود قدرت و قوت کے ولایت مالوہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا سلیم شاہ سور کا افغانان نیازی کے فسادات کی بنیاد پر ارادہ تھا کہ لاہور روانہ ہو لیکن سلیم شاہ کے محبوب دولت خاں نے شجاع خاں کی تعصیرات عمکو کرنے کی بادشاہ سے درخواست کی سلیم شاہ نے دولت خاں کی درخواست قبول کی شجاع خاں سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلیم شاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور ایک سو ایک گھوڑے اور بیسٹار پارچہ جات ریشمی اور ایک جوڑ ٹشت و آفتابہ طلائی شجاع خاں کو مرحمت فرمایا بادشاہ نے ان انعامات کے علاوہ شجاع خاں کو ولایت رائسین اور سارنگپور اور بعض دیگر محالات جاگیر میں دیگر ولایت مالوہ کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور مالوہ جانے کی اجازت عنایت فرمائی۔

اسی دوران میں سلیم شاہ اپنی اہل طبعی سے فوت ہوا اور

مبارز خاں عدلی نے تخت حکومت پر جلوس کیا عدلی نے بھی اپنے اسلاف کی روش کے مطابق شجاع خاں کو مالوہ کی حکومت پر بحال فرمایا شجاع خاں نے اس مملکت کو اپنے فرزندوں اور بھی خواہوں پر اس طرح تقسیم کیا کہ اجین اور نولاہی دولت خاں اجالا کو اور رائیں اور بھیلہ ملک مصطفیٰ اپنے چھوٹے فرزند کو عطا کر کے خود سارنگپور میں اطمینان کے ساتھ مقیم ہوا ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی اور دہلی کی سلطنت میں خلل پیدا ہو گیا اور ہر فرد بشر خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا شجاع خاں نے بھی روش و اطوار شاہانہ اختیار کر لئے اور اس ارادہ میں تھا کہ ملک میں سکھ و خطبہ اپنے نام کا جاری کرے لیکن موت نے اس کو ہمت نہ دی اور شجاع خل چند روز کے عرصہ میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند میاں بایزید باز بہادر کے خطاب سے اپنے باپ کا قائم مقام ہوا شجاع خاں نے اول سے آخر تک بارہ سال حکومت کی تفسیر شجاع پورہ اجین کے قریب واقع ہے اسی کا آباد کیا ہوا ہے اس کے علاوہ شجاع خاں کے دیگر آثار بھی ولایت مالوہ میں بشار موجود ہیں۔

باز بہادر کا مالوہ شجاع خاں کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند اکبر ملک بایزید تخت حکومت پر بندوبست سے سارنگپور آیا اور اپنے باپ کے اسباب سلطنت غازی ہونا اور اہل کے ہاتھوں میں گرتا رہنا۔

نے اپنی والدہ کو مع ایک ذی عزت جماعت کے دولت خاں کے پاس بھیجا تا کہ فریقین کے درمیان میں صلح ہو جائے بڑی گفتگو کے بعد یہ امر قرار پایا کہ سرکار اجین و مندو اور بعض دیگر محالات پر دولت خاں قبضہ کرے اور سارنگپور و سیواس و سر وہی و براہمہ و ہلوادہ و نیز محال خاصہ پر ملک بایزید قابض ہو اور رائیں اور بھیلہ اور دیگر محالات جو اس نواح میں واقع ہیں ملک مصطفیٰ کی جانب سے دیئے جائیں اس صلح کے بعد ان شرائط کے طے ہونے کے بعد مکاری کا

ارادہ کیا اور انہیں روانہ ہوا بایزید نے تمام افراد سے نفاہر توہیہ کہا کہ میں تعزیت ادا کرنے میں دولت خاں کی خدمت میں جاتا ہوں اور دولت میں دولت خاں کی تباہی کا ارادہ کیا دولت خاں خون گرفتہ ملک بایزید کے کمرے غافل تھا اس کے ہاتھ سے مارا گیا ملک بایزید نے دولت خاں کا سر سارنگپور روانہ کیا جو دروازہ شہر پر لٹکا دیا گیا اور ملک بایزید اکثر بلاد مالوہ پر قابض ہوا۔

۹۶۳ء میں ملک بایزید نے چتر کو اپنے سر پر سایہ فگن کر کے خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور اپنا نام باز بہادر قرار دیکر اس صوبہ کے انتظامات سے فارغ ہوا باز بہادر نے اب رائسین کا رخ کیا ملک مصطفیٰ جو سجد شجاع و دلیر تھا مقابلہ میں آیا فریقین میں جنگ ہوئی لیکن متعدد سرکرہ آرمیوں کے بعد ملک مصطفیٰ نے شکست کھائی اور رائسین اور بھیلے پر باز بہادر قابض ہو گیا باز بہادر نے ان واقعات کے بعد کدوا کا ارادہ کیا چونکہ اس کے بعض سردار اس کے ساتھ بے ادبانہ سلوک کرتے تھے باز بہادر نے ان کو گرفتار کیا اور کنوئیں میں پھینک ان کو ہلاک کر ڈالا باز بہادر نے اس جماعت سے جو کدوالہ میں تھی جنگ کی اور شہار کو ششوں کے بعد اس کو فتح کر لیا جس زمانے میں کہ باز بہادر محاصرہ میں مشغول تھا ایک گولہ اس کے خالو مسمیٰ فتح خاں کے لگا اور فتح خاں فوت ہو گیا باز بہادر نے اس کی جگہ فتح خاں کے فرزند کو مقرر کیا اور خود سارنگپور واپس آیا۔

چند روز کے بعد باز بہادر نے راجہ کھنیکہ کے ساتھ جنگ آزمائی کا ارادہ کیا اور لشکر کو ترتیب دیکر روانہ ہو گیا باز بہادر جب دہلی پہنچا تو رانی درگاہ دتی نے جو اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد اس ملک پر حکومت کرتی تھی کو نہ وہ کو جمع کر کے کھائی کے اوپر جنگ شروع کر دی رانی کے سپاہیوں کی تعداد سید زائدہ تھی ان پیادوں نے باز بہادر کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ حیران ہو کر فراری ہوا اس کی

فوج کا بیش حصہ قتل ہوا اور تمام اسباب سلطنت اور بقیہ لشکر رانی کے قبضہ میں آگیا باز بہادر ہزار وقت و خرابی سارنگپور پہنچا اور بغیر اس کے کہ اپنی شکست کی اصلاح اور تلافی کی فکر کرے رفع کلفت کے لئے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

چونکہ فن موسیقی میں اس کو کامل ہمارت تھی اس نے گانے والی عورتوں کو اپنے گرد جمع کیا اور انتظامات مملکت سے دست بردار ہو گیا باز بہادر کو ایک گانیوالی سماتا روپ مٹی سے جو فن موسیقی میں کامل تھی تشق و تعلق پیدا ہو گیا اس مشق و عاشقی کی شہرت تمام بلاد ہندوستان میں ہو گئی اتن تعلق خاطر کا یہ عالم ہوا کہ محب و محبوب ایک لحظہ بھی بلا یک دوسرے کے بسر نہ کر سکتے تھے۔

فرارندہ کی غفلت اور لشکر مالوہ کی بے سرو سامانی کی خبر اکبر بادشاہ تک پہنچی اور بادشاہ کو اس ملک کے فتح کی طمع و امنگیں ہوئی عرش ایشیائی نے امراء بارگاہ کی ایک جماعت کو ۶۷۰۰۰ میں ادھم خاں کی ماتحتی میں مالوہ فتح کرنے کے لئے متعین فرمایا باز بہادر اپنی کمال غفلت و بے شعوری سے اس حملہ سے اس وقت واقف ہوا جب کہ چغتائی لشکر مالوہ میں داخل ہو چکا تھا باز بہادر نے حرکت مذبحی کی اپنے امراء اور لشکر کو اطراف سے یکجا کیا مغلوں کا لشکر سارنگپور سے ایک کوس کے فاصلہ پر رہ گیا اور باز بہادر نے اپنی آنکھ خواب غفلت سے کھولی اور مستورات کی صحبت سے اٹھ کر جنگ آزمائی کے لئے تیار ہوا یہ نا عاقبت اندیش میدان جنگ کو ہی بزم عشرت سمجھا اور کمال بے استعدادی اور بے سامانی کی حالت میں میدان جنگ کی طرف چلا۔

باز بہادر نے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن حریف کے حملہ کی تاب نہ لا کر مملکت کے ایک اہم گوشہ کی جانب فراری ہو گیا۔ باز بہادر کا اندوختہ حیات سوا ان گانے والی عورتوں کے جن کو ہندوؤں کی اصطلاح میں پاتر کہتے ہیں دوسرا نہ تھا اس نے میدان داری کے وقت ایک جماعت کو سارنگپور میں اس غرض سے مین کر دیا تھا کہ اگر کوئی شکست ہو تو ان پجاریوں کو بھی ترسیخ کرے باز بہادر کو شکست ہو گئی مقبرہ گر وہ نے تلواروں کو کھینچ کر روپ مٹی اور دیگر پاتروں کو

اضطراب کی حالت میں زخمی کیا اور ان کو کشتہ و مردہ سمجھ کر دوسرے حرم کے قتل کرنے پر متوجہ ہوئے چونکہ حرم کے دیگر افراد نے روپ متی وغیرہ کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی ہر ایک اپنی جان کے خوف سے ایک طرف گویھاگ بھگی قاتلوں کو گفتیش کی فرصت نہ تھی لہذا یہ جماعت بھی باز بہادر کے عقب میں روانہ ہو گئی۔

ادھم خاں شہر میں داخل ہوا اور تمام فراری مستورات کو یکجا کر کے روپ متی کے متعلق جو شہرہ آفاق تھی سوال کیا ان مستورات نے جواب دیا کہ روپ متی دوسری پاتروں کے ساتھ فلاں محل میں قتل ہو گئی ہے ادھم خاں نے ان کی تصدیق کی غرض سے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور روپ متی کے حال کی گفتیش کی آخر میں ادھم خاں کو خبر معلوم ہوئی کہ روپ متی اور دوسری عورتیں زخمی ہو گئی ہیں لیکن ان کا رشتہ معیات باقی ہے اور فوت نہیں ہوئی ہیں ادھم خاں بیحد مسرور ہوا اور فریب کی راہ سے روپ متی کو یہ پیام دیا کہ تو اپنے علاج میں کوتاہی نہ کر میں شفا حاصل ہو جانے کے بعد تجھ کو بغزت تمام باز بہادر کے پاس بھجوا دوں گا روپ متی کے جسم میں اس شردہ کو شکر جان آگئی اور اسی حالت میں اس نے ادھم خاں کا شکریہ ادا کیا اس واقعہ کے بعد روپ متی کے زخم اچھے ہوئے اور اس نے ادھم خاں کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میں آپ کی مہربانی سے اچھی ہو گئی ہوں اور قوت رفتار مجھ میں پیدا ہو گئی ہے اب بمقتضائے الکریم اذا وعد وفا اگر آپ مجھے باز بہادر کے پاس بھیج دیں اور اپنے قول کو ایسا فرمائیں تو گویا آپ نے مردہ کو زندہ کر کے سچائی کی۔

اس پیام کو شکر ادھم خاں کو حرص و امنیکر ہوئی اور جواب دیا کہ اگر باز بہادر بادشاہ کی اطاعت کرتا اور شاہی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا تو اس وقت میں بلا کسی لحاظ کے تیرے سوال کو قبول کر لیتا اب چونکہ باز بہادر باخنی و حرام خوار ہے اگر تجھ کو بادشاہ کے بلا حکم کے اس کے پاس روانہ کئے دیتا ہوں تو یہ کارروائی بادشاہ کے خلاف مزاج ہوگی ادھم خاں نے

اس معذرت کے بعد آدمی رات کو ایک شخص روپ متی کے مکان پر پہنچا اور اشتیاق ملاقات ظاہر کیا روپ متی ادھم خان کے حیلے کو سمجھ گئی چونکہ روپ متی باز بہادر کی عاشق زار تھی اور اس سے ہمد کر چکی تھی کہ میں بجز تیرے کسی فرد سے محبت و موافقت نہ کروں گی اس عورت نے بھی ادھم خان کو دھوکا دیا اور قاصد کے ساتھ نرمی و خاطر داری سے پیش آئی روپ متی پیامبر کے کلام سے اس امر کو بخوبی سمجھ چکی تھی کہ اگر میں اس امر کو قبول نہ کروں گی تو یہ اچھ کو بزورے جائیں گے لہذا اس با وفا عورت نے اظہار مسرت کے بعد جواب دیا کہ میں مطیع حکم ہوں اور مجھے آنے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن اگر نواب خود از راہ ذرہ پروری میرے مکان پر تشریف لائیں تو کہاں عزت افزائی ہوگی۔

فربتادہ اشخاص واپس ہوئے اور تمام واقعہ بے کم و کاست بیان کیا ادھم خاں نفس پرست جوان تھا اس مژدہ کو سنکر بے حد خوش ہوا۔ اور ادھم خاں نے اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کو خبر ہو جائے، لباس تبدیل کیا اور صرف دو تین اشخاص کے ہمراہ شب کے وقت منزل متعلقہ کی طرف روانہ ہوا ادھم خاں مکان میں داخل ہوا اور کنبہ سے روپ متی کو دریافت کیا کنبہ زوں نے جواب دیا کہ روپ متی پلنگ پر سو رہی ہے ادھم خاں پلنگ کے قریب گیا اور چادر کو اس کے منہ سے اٹھایا اور دیکھا کہ روپ متی نے بیشمار خوشبوئیات جسم پر لگائی ہیں اور پھولوں کے ہار گلے میں ڈائے ہوئے بستر خواب پر دراز ہے۔ ادھم خاں نے محبوبہ کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جسم بے جان ہے جس میں روح نام کو بھی نہیں ہے ادھم خاں تجرہ والا اور دہشتی کے خدمتگاروں سے حالات دریافت کئے ملازمین نے جواب دیا کہ آپ کے خادم اس کی طلب میں آئے اور جواب منکر واپس گئے اس واقعہ کے بعد روپ متی باز بہادر کی یاد میں بے حد رونی اور قدرے کاغور اور رخن کنبہ کھایا اس با وفا عورت کا حال متغیر ہونے لگا اور اہ کہ پلنگ پر سو رہی۔

ادھم خاں نے روپ متی کے من و ایضائے ہمد پر آفریں کی اور

اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا اسی دوران میں ادھم خاں معزول ہوا اور پیر محمد خاں شروانی مالوہ کی حکومت پر متعین ہوا پیر محمد خاں شروانی نے ۹۶۹ء میں باز بہادر کے استیصال کے لئے جو اس وقت مالوہ کی سرحد میں مقیم تھا لشکر کشی کی باز بہادر نے تفال خاں حاکم برار اور میراں مبارک شاہ فاروقی اداہلی برہانپور سے مدد طلب کی اور ان کو اپنی دستگیری کے لئے طلب کیا تفال خاں اور میراں مبارک شاہ فاروقی نے باز بہادر کی التجا کو قبول کر لیا اور لشکر فراہم کرنے میں مشغول ہوئے پیر محمد خاں اس امر کو سمجھ گیا اور مملکت کی نجات و تاراج میں مشغول ہوا اور برہان پور پہنچ کر فسق کے ارتکاب و فساد انگیزی میں کوئی وقفہ باقی نہ رکھا اسی آئندہ میں ہر سر فرماؤروں نے اپنے جہاد لشکروں کے ساتھ پیر محمد خاں کی مدافعت کا ارادہ کیا پیر محمد خاں بہ تعجیل واپس ہوا اور ان فرماؤروں نے حریف کا تعاقب کرتے ہی پس ماند گاہاں کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کمی نہ کی پیر محمد خاں جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں مرقوم ہے عین فرار ہونے کی حالت میں اب زبدہ میں غرق ہوا اور سپاہ و کنوہ مالوہ کے تعاقب کی وجہ سے امراء اکبری کو مالوہ میں توقف کرنا دشوار ہو گیا اور شاہی فوج مالوہ کے باہر ہو گئی۔

باز بہادر نے بار و گرتخت حکومت پر جلوس کیا اور سپاہ کی فراہمی میں مشغول ہوا لیکن ہنوز اس نے اپنے کو درست نہ کیا تھا کہ عبد اللہ خاں اکبری امیر شہسوار میں مع جہاد لشکر کے حدود مالوہ میں داخل ہوا سلطان باز بہادر چونکہ عیش و عشرت کا عادی ہو چکا تھا جنگ کی مشقت کو گوارا نہ کر سکا اور بلا جنگ آزمائی کے ملک مالوہ کے باہر چلا گیا باز بہادر ایک مدت تک مالوہ و خاندیس و کنوہ کے پہاڑوں اور جنگلوں میں سرگرداں پھر تار ہا اور براہر مغلوں کے ساتھ خبر و آزمائی میں مصروف رہا باز بہادر کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی امان نامہ حاصل کر کے اکبر شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دو ہزار مہر و منصب پر فائز ہو کر امراء کے گردہ میں داخل ہو گیا اور اپنی زندگی عیش و عشرت و فراغت کے ساتھ اسی آستانہ پر بسر و ختم کی۔

باز بہادر کا چھوٹا بھائی میاں مصطفیٰ بھی اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مرتبہ امارت پر فائز ہوا جس زمانہ میں حکیم ابوالفتح افغانان یوسف زئی کی تادیب کے لئے مامور ہوا ملک مصطفیٰ بھی اس کے ہمراہ گیا اور یوسف زئی کے ایک معرکہ میں کام آیا سلطان باز بہادر نے مع ایام تنزل و انقلاب جملہ سترہ سال حکومت کی مشورہ سے تائید م کہ شاندار ہے مملکت مانو بادشاہ دہلی کے قلمرو میں داخل ہے۔

مقالہ ششم

سلاطین فاروقیہ برہانپور کے حالات میں

سب سے اول اس خاندان میں جو شخص خاندیس کی حکومت پر فائز ہوا ملک راجہ فاروقی ہے اس کے والد کا نام خان جہاں فاروقی تھا اس کے آبا و اجداد بادشاہ علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے نامی و مخزن امر میں داخل تھے خان جہاں فاروقی کا فرزند ملک راجہ زمانہ کی گردش سے مرتبہ امارت پر فائز نہ ہوا اور کمال پریشانی و افلاس کی حالت میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا لیکن باوجود ان حالات کے اس کو شکار سے بید شوق تھا لہذا کبھی کبھی صید افگنی میں مشغول ہوتا تھا۔

اسی دوران میں سلطان فیروز شاہ مندوکی راہ سے گجرات میں آیا اور اپنے مخصوص دربانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک شکار کے تعاقب میں چودہ پندرہ کو س تک چلا گیا بادشاہ گرسنہ ہوا لیکن چونکہ آبادی دور تھی اور اس کے ہمراہیوں کے پاس بھی کوئی چسینہ کھانے کی نہ تھی بادشاہ بیتاب ہو کر درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا

فیروز شاہ کی نظر ایک سوار پر پڑی جس کے ساتھ دو تازی کتے اور چند دوسرے جانور تھے بادشاہ نے دیکھا کہ یہ سوار جنگل میں شکار کے عصیوں گھوم رہا ہے بادشاہ بھوک سے بے تاب ہو چکا تھا اس سوار سے سوال کیا کہ آیا کھانے کی قسم میں سے کوئی چیز اس کے پاس ہے یا نہیں سوار نے درویشانہ طریق پر جو کچھ موجود تھا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا اور خود ادب کے ساتھ فیروز شاہ کے پائین کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے کھانا تناول فرمایا اور سوار کی حن گفتار و آداب بہت پسند آیا بادشاہ بید خوش ہوا بادشاہ نے سوال کیا کہ تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے ملک راجہ نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ میں خان جہاں فاروقی کا فرزند ہوں اور میرا نام ملک راجہ فاروقی ہے اور بادشاہ کے ملازمین خاصہ میں داخل ہو کر سرفرازی حاصل کرنے کا مستحق ہوں چونکہ بادشاہ تھان جہاں فاروقی کو بخوبی جانتا تھا اور نیز یہ کہ ملک راجہ کی حسن خدمت سے بید خوش ہوا تھا فیروز شاہ نے اپنے ایک مقرب سے کہا کہ جس روز دربار عوام ہو اس کو بھی میرے سامنے حاضر کر۔

ملک راجہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان فیروز شاہ کا دولت کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا کہ اس شخص کے دحق میرے خص ہیں ایک حق تو پہلی شناسائی کا ہے اور دوسرا اس خدمت کا جو یہ شکار گاہ میں بجا لایا بادشاہ نے یہ منہ رمایا اور اسی مجلس میں ملک راجہ کو منصب دوہناری اور جاگیر تھانیز اور کروند جو ملک خاندیس میں داخل ہے عہد شکن کی سرحد میں واقع ہے مرحمت فرمائی۔

ملک راجہ کے لئے یہ میں اپنی جاگیر لگایا اور ان حدود کے ضبط و انتظام میں کوٹان ہوا ملک راجہ فاروقی نے راجہ بہار جی کو جس نے اس وقت ملک سلطان فیروز شاہ کی اطاعت نہ کی تھی اپنے زور و شمشیر سے باجکڈار بنایا یا بج عظیم المجتہد اور دس کوتاہ قامت ہاتھی اور عمدہ اشیا و اسباب و شکار وغیرہ طور پر پیشکش وصول کئے ملک راجہ نے ہاتھیوں کو

دکن کی معش کے مطابق طلائی تختی زنجیروں سے مزین اور نعل کی رنگارنگ جھولوں سے آراستہ کیا اور نقود و اشیا و اسباب کو اونٹوں پر باریک اور ان پر بھی نعل وزر بفت کے بالابوش ڈالکر تمام اشیا بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیں بہارچی کا پیشکش اس تختی و آرائش کے ساتھ بادشاہ کی نظر سے گذرا اور سلطان فیروز نے بیحد خوش ہو کر فرمایا کہ جو خدمت حکام دکن سے متعلق تھی اس کو ملک راجہ فاروقی بجالایا۔

فیروز شاہ نے ملک راجہ کو سہ ہزاری منصب و خلعت عطا فرما کر سپہ سالاری خاندیس کے عہدہ پر فائز فرمایا ملک راجہ کا شمار اقبال عروج پر تھا اس اقبال مند امیر نے تھوٹے عرصہ میں بارہ ہزار سوار کار گزار فراہم کر لئے ولایت خاندیس کا محمول اس لشکر کے اخراجات کے لئے کافی نہ تھا ملک راجہ فاروقی ہمیشہ کونڈ وارہ اور دیگر راجوں کی مملکت پر حملہ آور ہو کر ان سے پیشکش وصول کیا کرتا تھا۔

غرض کہ قلیل مدت میں اس نے یہاں تک ترقی کی کہ مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ جانکر کے راجہ نے باوجود بعد سافت اس کے ساتھ اٹھارہ وسمت کا اظہار کیا اور ملک راجہ نے اپنی من تدبیر و قوت بازو سے مرتبہ فرمانروائی حاصل کر لیا۔

سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد جو دلاور خاں غوری مالوہ کی حکومت پر مامور ہوا دلاور خاں و ملک راجہ میں بے انتہا خلوص و محبت پیدا ہوئی اور باہم دوستانہ و برادرانہ سلوک کرنے لگے آخر سر دلاور خاں و امین قرابت بھی ہو گئی چنانچہ ملک راجہ کی دختر کا ہونٹنگ کے ساتھ عقد ہوا اور دلاور خاں غوری کی دختر نصیر خاں ولد ملک راجہ فاروقی سے منسوب ہوئی۔

اسی دوران میں سلطان مظفر نے گجرات کے تحت حکومت برجلوس کیا اور ملک راجہ فاروقی کی مملکت میں قدرے عمل پیدا ہوا ملک راجہ نے فرصت و موقع پا کر دلاور خاں غوری کی امداد سے

سلطانپور اور ندر بار پر دھاوا کیا اور سلطان مظفر گجراتی کے تہانہ کو برخاست کر دیا سلطان مظفر گجراتی اس وقت ہندوؤں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا لیکن اس جنگ آزمائی کو ملتوی کر کے جلد سے جلد سلطانپور کے نواح میں پہنچ گیا ملک راجہ فاروقی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور قلعہ تھالیڑ میں پناہ گزین ہوا ملک راجہ فاروقی علما و صلحا کو واسطہ بنا کر سلطان مظفر گجراتی سے صلح کا خواہاں ہوا سلطان مظفر کشور کشائی کے نشہ میں غمور اور جہانگیری کے خیالات میں محو تھا اور چاہتا تھا کہ حکام خاندیس اور مالوم کے ساتھ اس وقت نرمی و صلح سے پیش آئے اس نے مجبوراً صلح کر لی اور اتحاد و صداقت کے بارے میں عہد و قسم لے کر واپس گیا۔

ملک راجہ فاروقی ان واقعات کے بعد انتظام و تعمیرات و نیز زراعت کو ترقی دینے میں کوشاں ہوا اور اپنی آخر عمر تک پھر کسی جانب سفر نہیں کیا ملک راجہ فاروقی مرض موت میں مبتلا ہوا اور اپنے فرزند اکبر ملک نصیر کو اپنا ولی عہد کر کے خرقہ ارادت و اجازت جو اس کو اپنے مرشد شیخ زین الدین سے ملا تھا فرزند کے سپرد کر دیا ملک راجہ فاروقی نے اپنے چھوٹے فرزند ملک افتخار کو قلعہ تھالیڑ مع اس کے مصنافات کے حوالہ کیا ملک راجہ جمعہ کے روز بانیسویں شوال ۸۱۳ھ کو فوت ہوا اور تھالیڑ میں پیوند خاک کیا گیا۔

مولف اوراق محمد قاسم فرشتہ ۱۳۰۳ھ میں سلطان بیگم دختر عادل شاہ کی پالگی کے ہمراہ بیجا پور سے برہان پور وارد ہوا تھا اور خواجہ میرزا علی اسفرائینی سے جس نے قلعہ اسیر کی فتح کے بعد کتب خانہ سلاطین فاروقیہ کا معائنہ کیا تھا اس کتاب کی بابت جس میں اس خاندان کے حالات مرقوم تھے تحقیق کی خواجہ اسفرائینی نے لاعلمی ظاہر کی لیکن کتاب کے ایک ورق پر ملک راجہ کا نسب مع تاریخ جلوس و فوت مرقوم تھا اس کتاب کی ایک نقل بیلی اور بہ غور اس ورق کو دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ ملک راجہ فاروقی اپنے کو امیر المؤمنین حضرت خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اولاد میں جانتا ہے اور اپنا سلسلہ نسب اس طریقہ پر حضرت خلیفہ دوم
 تک پہنچاتا ہے ملک راجہ بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان خاں بن
 شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ
 بن اشعث شاہ بن ارمیا شاہ بن سلطان التارکین و برہان العارضین
 ابراہیم شاہ لمحی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن عظیم
 بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبد اللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق
 ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

ملک راجہ فاروقی شیخ الاسلام والدین شیخ زین دولت آبادی کا مرید ہے اور اپنے مرشد سے خرقہ ارادت بھی حاصل کیا ہے ملک راجہ نے یہ خرقہ اپنے فرزند اکبر نصیر خاں فاروقی کو جو اس کا ولی عہد تھا عطا کیا اور اسی طرح دو سو سال یعنی جب تک کہ خاندیس کی حکومت اس خاندان میں رہی خرقہ ارادت بھی یکے بعد دیگرے ہر ولی عہد کو اس کے باپ کی جانب سے عطا ہوتا تھا یہاں تک کہ ختم الملوک بہادر خاں فاروقی بن راجہ علی خاں نے بھی خرقہ مذکور وراثت میں پایا ملک راجہ فاروقی نے اسی سال حکومت کی۔

ذکر سلطنت نصیر خان نصیر خاں فاروقی کے عہد میں اس خاندان کو غیر معمولی
فاروقی بن ملک جاترتی ہوئی اور عزت و شان دو بالا ہو گئی اور نصیر خاں
اس امر کا ارادہ کیا کہ دیگر سلاطین کی طرح بہترین افراد کو
فاروقی -

فہرست میں داخل ہوا۔

نصیر خاں نے سراپردہ سرخ تیار کر کے چتر اپنے سر پر سایہ ننگن کر لیا اور قلعہ اسیر کو آسا اہمیر کے قبضہ سے نکال کر شہر برہان پور کو تعمیر کیا۔ آسا اہمیر کا تفصیلی بیان مندرجہ ذیل ہے۔ خاندیس کے بہاؤ ملک کو آسا اہمیر کے آبا و اجداد نے جو خاندیس کا معتبر زمیندار تھا اپنے گلوں اور مال کی حفاظت کی غرض سے ایک حصہ پر پتھر اور مٹی سے تعمیر کیا تھا اور اسی قلعہ میں اپنے زندگی بسر کرتے تھے۔

سورس کے بعد آسا اہمیر اپنے اسلاف کا قایم مقام ہوا اور اس کا اسباب و نیز اس کی طاقت حد سے گزر گئی حتیٰ کہ پانچہزار بھینیس اور پانچہزار گائیں اور بیس ہزار بکریاں اور بھیریں اور ایک ہزار گھوڑیاں اس کی سرکار میں جمع ہو گئیں اور ملازمین کی تعداد جو مویشیوں کی خدمت کرتے تھے دو ہزار سے زائد ہو گئی اہالی کو نذر دارہ و خاندیس کو جب احتیاج ہوتی تھی آسا اہمیر کے پاس اگر غلہ و نیز دیگر ضروریات زندگی کے لئے نقد رقم قرض لے لیتے تھے اسی طرح اس نواح کے امر کو جب توش یا عمدہ گھوڑے کی حاجت ہوتی تو وہ بھی آسا اہمیر ہی کے ذریعہ سے اپنی مطلب براری کرتے تھے ان وجہ سے باوجود اس کے کہ آسا قوم کا اہمیر تھا مگر مشاہیر زمانہ ہو گیا۔ اور اس کے اقتدار کا یہ عالم ہوا کہ جس وقت دوشمن یا دو مختلف عقائد کے فرقوں میں مخالفت پیدا ہوتی یا کوئی سخت مشکل پیش آتی تو ہر شخص اپنے معاملات کو آسا اہمیر سے رجوع کرتا تاکہ وہ اس کا دانائی و فراست سے فیصلہ کرے۔

ملک راجہ فاروقی کے درود سے کچھ قبل حکمت خاندیس و مالوہ و برار اور سلطان پور و برار میں عظیم الشان قحط نمودار ہوا اور ہمیشہ مخلوق خدا کے دستیاب نہ ہونے سے ہلاک ہوئی چنانچہ گھوٹ واڑہ وغیرہ میں اس قدر انسان ضائع ہوئے کہ صرف دو تین ہزار کوئی اور ذیل زندہ بچ گئے اسی طرح خاندیس کی رعایا بھی ہمیشہ ہلاک ہوئی اور جو افراد کہ ان مصائب سے زندہ و سلامت رہ گئے تھے ان لوگوں نے آسا اہمیر کے وہاں میں

پناہ لی گوئدورہ میں اس آہیر کے دو ہزار انبار غلہ کے موجود تھے اس کے گناشتوں نے غلہ کو بیچنا شروع کر دیا اور قیمت آسا اہیر کے پاس روانہ کرنے لگے آسا اہیر کی بیوی صاحب خیر تھی اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ خداوند کریم نے ہمارے مال دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے اور ہمیں غلہ کی قیمت لینے کی حاجت باقی نہیں رہی اب ہم کو ایسا کام کرنا چاہیے جو دنیا و آخرت میں ہلکونیک نام و سرخرو کرے آسا اہیر نے اپنی زوجہ سے اس کا ارادہ دریافت کیا عورت نے جواب دیا کہ اطمینان و نیک نامی تو اس امر پر منحصر ہے کہ اس پہاڑ پر ایک حصار چونہ اور تمھارے تعمیر کردہ اور آخرت کا انحصار اس امر پر ہے کہ جس قدر غلہ ہمارے قبضہ میں ہے اس سے الگ لشکر خانہ قائم کر کے کھانا کھاؤ اور فقیروں کو خیرات تقسیم کرو

آسا اہیر نے زوجہ کے مشورہ پر عمل کیا اور خاندیس اور اس کے اطراف میں لشکر خانے قائم کئے اور چار دیواری قدیم کو توڑ کر ایک حصار چونہ اور تعمیر سے تعمیر کر آیا یہ حصار قلعہ آسا اہیر کے نام سے مشہور ہوا لیکن رفتہ رفتہ کثرت استعمال کے سبب سے صرف اہیر کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ سلطان فیروز نے ان تمام حالات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے اپنے اس توہم کی بنا پر کہ مبادا آسا اہیر اس قلعہ کی وجہ سے مخالفت و سرکشی کرے حاکم اہیر کے نام ایک فرمان لکھ کر اس کو ملامت و سرزنش کی کہ تو نے ایک اہیر کو کیوں اس امر کا موقع دیا کہ اس نے ایسا بے نظیر و مستحکم قلعہ پہاڑ پر تعمیر کر لیا ان واقعات کے بعد ملک راجہ فاروقی خاندیس کا حاکم مقرر ہوا آسا اہیر نے خیریت اسی دیکھی کہ ملک راجہ کی اطاعت کرے ملک راجہ فاروقی اگرچہ قلعہ اہیر کے فتح کرنے کی فکر میں تھا لیکن چونکہ آسا اہیر کا رہن احسان تھا اور نیزہ قلعہ کو آسانی سے فتح کر لینا یہ ظاہر و شواہد ہی نظر آتا تھا اس لئے اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ ملک راجہ فوت ہوا اور اس کے جانشین نصیر خاں نے اپنی تمام کوششوں اور ہمت کو اس حصار کی تسخیر پر صرف کیا اور اپنے ابتدائی زمانہ حکومت میں ایک تدبیر سوچ کر آسا اہیر کو یہ پیام دیا کہ

راجہ بھلانہ اور انہوں نے ہمارے لشکر جمع کر لیا ہے اور راجگان مذکور
 ملک راجہ فاروقی کے زمانہ حکومت کی طرح پیش نہیں آئے اور راجہ کھنیر
 کی تحریک و امداد کی بنا پر سرکشی کر رہے ہیں اور اس مملکت پر حملہ آور ہونیکا
 ارادہ رکھتے ہیں۔ تھانہ سیر کے قلعہ پر میرے باپ کی وصیت کے مطابق
 ملک افتخار قابض ہے اور تلنگ کے قلعہ پر جو دشمنوں کے قریب ہے
 میں اعتماد نہیں کرتا ان وجوہ کی بنا پر میری یہ خواہش ہے کہ میرے عیال و
 اطفال کو تم اپنے قلعہ میں جگہ دو تاکہ میں اطمینان کے ساتھ دشمن کی
 مدافعت کروں۔ آسا اہیر نے اس پیام کو خوشی سے قبول کر کے اپنی اطاعت کا
 اظہار کیا اور قلعہ اسیر میں ایک وسیع مکان اراکین شاہی کے قیام
 کے لئے مخصوص کر دیا نصیر خاں نے اول روز چند ڈولیاں عورتوں کی روانہ
 کیں اور ان کو حکم دیا کہ اگر آسا اہیر کی عورتیں تمہاری ملاقات کے لئے آئیں تو
 تم ان کی تعلیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا نصیر خاں نے
 دوسرے روز کچھ ڈولیاں بھیجا کہ دو سو شجاع جبہ پوش سواروں کو ڈولیوں
 میں بٹھا کر اور ان کو برقع پہنا کر یہ خبر مشہور کی کہ نصیر خاں کی والدہ
 اور اس کے معزز حرم قلعہ اسیر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں جس وقت ڈولیاں
 قلعہ کے نیچے پہنچیں آسا اہیر نے حکم دیا کہ دروازہ کھول کر دربان کنارے
 ہو جائیں اور ڈولیاں بلا کسی اعتراض داخل و گفتگو کے قلعہ کے اوپر داخل ہو کر
 احاطہ میں پہنچ گئیں اس واقعہ کے بعد تمام سوار دفعہ ڈولیوں سے باہر
 نکل آئے اور تلواریں نکال کر آسا اہیر کے مکان کی جانب متوجہ ہوئے
 اتفاق سے آسا اہیر اور اس کے تمام فرزند جو کمال غفلت کی حالت میں
 مبارک بادینے کے لئے آ رہے تھے احاطہ کے قریب نصیر خاں سواروں سے
 دوچار ہوئے اور وہیں خاک و خون کا ڈھیر ہو گئے اہل قلعہ نے جس وقت
 آسا اہیر اور اس کے فرزندوں کو مقتول دیکھا تو نہایت عجز و زاری کے ساتھ
 امان طلب کی اور اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑ کر قلعہ کے باہر نکل گئے۔
 نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تلنگ میں اس خبر کو سنا اور بے تعلیل تمام

قلعہ اسیر پنجا اور از سر نو قلعہ کی تعمیر میں مشغول ہوا واضح ہو کہ اس واقعہ کے ایک سو تیس سال بعد شیر شاہ افغان سور نے قلعہ رتھاس کو بھی اسی طریقہ پر فتح کیا یہ امر مشہور ہے کہ حکام فاروقیہ نے اسیر آسا اہیر کے احوال میں کوئی تصرف نہیں کیا اور کل مال بھگنہ امانت رکھا ہوا تھا یہاں تک کہ اکبر بادشاہ اس حصار کو فتح کر کے امانت مذکور و نیز دیگر خزانہ فاروقیہ پر متصرف ہوا اور چاندی اور سونا مسکوک وغیرہ مسکوک والا ضرب میں بھیج کر حکم دیا کہ اس کو کھلا کر سلا کی تیار کریں۔

الغرض نصیر خاں کو یہ عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور محمد و شیخ بن دولت آباد سے مبارکباد کی غرض سے خاندیس روانہ ہوئے نصیر خاں قلعہ کے میسے آیا اور مع اپنے تمام اہل و عیال و حشم کے استقبال کے لئے روانہ ہوا نصیر خاں نے اب پستی کے کنارہ پر جہاں اس وقت زمین آباد واقع ہے شیخ سے ملاقات کی اور شیخ سے قلعہ اسیر میں تشریف لے جانے کی درخواست کی شیخ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ میں اب پستی کو عبور کروں نصیر خاں شیخ کی اجازت سے واپس ہوا اور دوسرے کنارے پر جس جگہ بلند برہان پور آباد ہے نیمہ و فرگاہ نصیب کر کے فروکش ہوا اور روزانہ پانچ مرتبہ شیخ سے ملاقات کر کے ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا دو ہفتہ اسی طریق سے گزر گئے اور شیخ نے دولت آباد واپس جانے کا ارادہ فرمایا نصیر خاں ہر طرح کی خدمت بجالایا اور حضرت سے التماس کیا کہ اگر اس مملکت سے فلاں قصبہ و پرگنہ کو اپنے مصارف خانقاہ کے لئے قبول فرمائیں تو بامٹ برکت و سرفرازی ہو گا شیخ نے اس امر کو قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فقیروں کو پرگنات اور تصبیات اور وظائف سے کیا سروکار نصیر خاں نے مکرر التماس کیا اور شیخ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس مملکت میں صرف اپنے بقائے نام کا طالب ہوں تم دریا کے اس ساحل پر جہاں کہ بادشاہ و غازیان اسلام کی قیام گاہ ہے ایک شہر شیخ برہان الدین کے نام سے مع مساجد و منابر آباد کر کے

اس کو اپنا دار الملک قرار دیا اور دوسرے ساحل پر جہاں میں مع گروہ فقرا کے مقیم ہوں ایک مسجد اور قصبہ آباد کر کے قصبہ کو زین آباد کے نام سے موسوم کرو تا کہ اس طریق سے شعائر اسلام بھی ان دونوں مقامات پر جاری ہوں اور اس فقیر کا نام بھی زندہ رہے نصیر خاں فاروقی مجدد مسرور ہوا اور اسی وقت اپنے امرا و اعیان و دولت کو حکم دیا کہ بلدہ برہانپور اور قصبہ زین آباد کی تعمیر و آبادی کا کام شروع کر دینے میں کشتنول ہوں شیخ نے فاتحہ مبارکبادی پڑھا اور دوسرے دن دولت آباد روانہ ہوئے شہر و قصبہ جلد سے جلد آباد و معمور ہو گئے اور بلدہ برہانپور جیسا کہ شیخ کی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا سلاطین فاروقیہ کا دار الملک قرار پایا نصیر خاں کی حکومت مستقل ہوئی اور اُس نے لحاظ وہ درویش و گلیے خستہ و دو بادشاہ در اقلیے گنجد کے مصداق پر عمل کر کے ارادہ کیا کہ قلعہ تہانیر کو اپنے چھوٹے بھائی ملک افتخار کے قبضہ سے نکال کر بلا شرکت غیرے حکمرانی کا ڈنکہ بجائے چونکہ اس کی تنہا کا پورا ہونا بغیر سلطان مالوہ کی امداد و مشورہ کے ممکن نہ تھا نصیر خاں نے اپنے مافی النصیر سے سلطان ہوشنگ کو جو اس کا بڑا اور نسبتی تھا مطلع کیا سلطان ہوشنگ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کی کارروائی کی ابتدا کی گئی۔

نصیر خاں نے ۸۲۰ھ میں قلعہ تھانیر کا محاصرہ کیا ملک افتخار سلطان احمد شاہ گجراتی سے امداد کا طالب ہو سلطان احمد شاہ گجراتی اسباب سفکی درستی میں مشغول ہوا اور روانہ ہونے کی فکر ہی میں تھا کہ غزنین خاں ولد سلطان ہوشنگ پندرہ ہزار سواروں کی جمیعت سے نصیر خاں کی امداد کے لئے آیا قبل اس کے کہ احمد شاہ گجراتی پہنچے غزنین خاں نصیر خاں نے قلعہ تھانیر کو ۸۲۰ھ میں فتح کر لیا اور ملک افتخار کو مقید کر کے قلعہ اسپر میں سیدیا غزنین خاں اور نصیر خاں نے اپنے انتہائی غرور کی وجہ سے اس امر کا ارادہ کیا کہ سلطانپور اور ندر بار کو عمال گجرات کے قبضہ سے نکال کر ملک مالوہ میں شامل کریں غزنین خاں و نصیر خاں اپنے مقصد کو حاصل کرنے

کے لئے سلطان پور پہنچے اور ملک حبیب جاگیر دار قصبہ نے قلعہ بند ایک منفصل عرصہ
سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں روانہ کی۔

سلطان احمد شاہ گجراتی اس خبر کو شکر بید غضبناک ہوا جسم میں آتش
غضب شعل ہو گئی اور اسی وقت مع عظیم لشان و جہاز لشکر کے کوچ پر کوچ
کوتا ہوا روانہ ہوا احمد شاہ گجراتی نے ملک محمود کو مع بیشمار لشکر کے پہلے روانہ

کیا ملک محمود ترک کے آنے حتیٰ خبر دشمنوں تک پہنچی اور غزنین خاں تو اسی
شب کو کوچ کر کے مند و روانہ ہوا اور نصیر خاں فرار ہو کر قلعہ تھالین میں
پناہ گزیں ہوا ملک محمود نے تھالین پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سلطان

احمد شاہ گجراتی سلطان پور میں فروکش ہوا نصیر خاں غم و اضطراب میں مبتلا
ہو گیا اور اپنے کو مضبوط شکنجہ میں گرفتار دیکھ کر احمد شاہ گجراتی کے دیباچوں
سے ادا کا طالب ہوا اور بیشمار روپیہ دیکر ان امیروں کو سفارش کرنے پر

آمادہ کیا مقربین نے موقع و محل دیکھ کر سلطان احمد شاہ گجراتی سے تذکرہ
کیا اور ایسی کوشش کی کہ بادشاہ نے نصیر خاں کا قصور معاف فرمایا۔
نصیر خاں کو اس وقت تک ملک نصیر کہتے تھے سلطان احمد شاہ گجراتی

نے اس کو خطاب نصیر خانی و چتر دسر اپروہ سرخ عطا فرمایا نصیر خاں نے
پانچ مست ہاتھی اور چالیس عربی و عراقی گھوڑے و دیگر بیش قیمت تحائف
و ہدایا نذر دیکر احمد شاہ کو اپنے ملک سے واپس گیا چند سال کے بعد

احمد شاہ بہمنی نے اپنے معتمد امیروں کی ایک جماعت کو برہانپور روانہ کیا
اور نصیر خاں کی دختر کو اپنے فرزند کی زوجیت کے لئے طلب کیا نصیر خاں
نے اس امر کو اپنے لئے موجب تقویت خیال کر کے قبول کر لیا اور عظیم لشکر

میں کے بعد اپنی دختر مسماۃ زینب کی پالکی محمد آباد بید و روانہ کر دی۔
۳۳۲ھ میں راجہ کانہا جو ریاست جالوارہ کا راجہ تھا گجراتی لشکر
کے حملہ سے فراری ہو کر اسیر آیا اور چند ہاتھی پیش کر کے مدد طلب کی

نصیر خاں فاروقی نے غلوت میں راجہ سے کہا کہ مجھ میں اس امر کی طاقت
نہیں کہ میں گجراتی لشکر سے دشمنی مول لوں اگر تو احمد شاہ بہمنی کی بارگاہ

میں جو عظیم الشان فرمانروا ہے حاضر ہو تو یقین ہے کہ وہ تیری امداد کے تیرے
ملک نور دہلی کو گجراتیوں کے قبضہ سے نکال لیگا اور اس بارے میں میں بھی
ایک سفارش نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کروں گا راجہ کا ہنا بظاہر نصیر
سے رنجیدہ ہوا اور برہان پور سے روانہ ہو کر سلطان احمد شاہ بہمنی سے دادخواہ
ہوا سلطان احمد شاہ بہمنی نے نصیر خاں کی خاطر جوئی کی اور اپنے بعض امیروں
کو راجہ کا ہنا کے ہمراہ جالوارہ روانہ کیا۔

راجہ کا ہنا اور بہمنی امیر نذر بار کے فواح میں پہنچے اور فتنہ و فساد
برپا کیا اسی دوران میں گجراتی لشکر بھی آپہنچا اور فریقین میں جنگ ہوئی بہمنی
لشکر کو شکست ہوئی اور اکثر سپاہی گریز کی حالت میں قتل ہوئے سلطان احمد
بہمنی اس نقصان کے تدارک کا خواہاں ہوا اور شہزادہ علاء الدین کو مع جہاز
لشکر کے روانہ کیا شہزادہ علاء الدین دولت آباد میں وارد ہوا اور نصیر خاں
نور دہلی اور راجہ کا ہنا بھی اس کی خدمت میں دولت آباد حاضر ہوئے اور
جیسا کہ سابق میں مرقوم ہو چکا ہے بہمنی لشکر اس مرتبہ بھی مغلوب ہوا نصیر
اور راجہ کا ہنا نے کوہستان کلب میں جو ملک خاندیں کے
ایک حصہ میں واقع ہے فرار ہو کر پناہ لی اور گجراتی لشکر خاندیں کو غارت و
تباہ کر کے واپس گیا دشمن کی واپسی کے بعد نصیر خاں برہانپور آیا اور ملک
انتظام میں مشغول ہوا۔

اس سلسلہ میں نصیر خاں کی دختر نے اپنے شوہر سلطان علاء الدین کی
بدسلوکیوں سے نصیر خاں کو مطلع کیا اور نصیر خاں اور سلطان علاء الدین میں
پابہم نزاع واقع ہوئی نصیر خاں نے سلطان احمد گجراتی کے مشورہ سے ولایت
فتح کرنے کا ارادہ کیا برار کے امیر جو اپنے مالک سے دل میں کینہ رکھتے تھے
اس امر سے آگاہ ہو گئے اور نصیر خاں کو برار آنے کی ترغیب دی اور یہ پیام
دیا کہ آپ حضرت امیر المومنین عمر فاروق کے فرزند ہیں زہے سعادت
میں آپ کی مذمت گزاری میں مرتبہ شہادت حاصل کریں خان جہاں سیال
دکن و برار جو دولت بہمنیہ کا رکن اعظم تھا امیروں کے نفاق سے مطلع ہو کر

قلعہ پر نالہ میں پناہ گزیں ہوا اور ایک مفصل عرضداشت سلطان علاء الدین کی بارگاہ میں روانہ کی براری امیروں نے ملک میں نصیر خاں کا خطبہ جاری کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا سلطان علاء الدین نے بیشار بحث و مباحثہ کے بعد ملک التجار حاکم و دولت آبا و کوسر لشکر کر کے مع مغل امیروں کے نصیر خاں کے مقابلہ میں روانہ کیا نصیر خاں نے ملک التجار سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے میں نہ پائی اور مع براری امرا کے ملک کے باہر چلا گیا ملک التجار نصیر خاں کے نقاب میں برہانپور کی طرف چلا نصیر خاں فاروقی نے چونکہ سلطان احمد شاہ مجراتی سے ملک طلب کی تھی لہذا قلعہ تلنگ کی طرف روانہ ہوا۔

ملک التجار برہانپور میں آیا اور عظیم الشان عمارات کو جلا کر خاک سیا کر دیا ملک التجار نے جس وقت یہ ناکہ سلطان پورا اور نذر بار کا لشکر اور مالوہ کی سپاہ خاندیس میں وارد ہوا چاہتی ہے یہ امیر جلد سے جلد قلعہ تلنگ کی جانب روانہ ہوتا کہ فوجی ملک کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن سے معرکہ آرائی کرے جس دن کہ لڑائی شروع ہونے والی تھی ملک التجار اسی روز دور دراز راہ طے کر کے خستہ و ماندہ مع تین ہزار مغل تیرانداز کے تلنگ کے نواح میں پہنچا نصیر خاں فاروقی نے ملک کا انتظار نہ کیا اور مع جزار لشکر اور تقویا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا اور حریف سے شکست کھائی نصیر خاں کا اسباب حکومت مع بیس عمدہ ہاتھیوں کے دشمن کے قبضہ میں آیا اور بادشاہ خود بید مشقت کے ساتھ تلنگ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا نصیر خاں اسی غم و غصہ کی وجہ سے مریض ہو کر صاحب فراش ہوا اور چند روز کے بعد تیسری رات اول سنہ مذکور میں اس نے وفات پائی نصیر خاں کے فرزند اکبر میراں عادل خاں نے اپنے باپ کا تابوت تھا لیر روانہ کیا اور لاش ملک راجہ کے پہلو میں پونڈ خاک کی گئی نصیر خاں نے چالیس سال چھ مہینہ چھیس روز حکومت کی۔

فرز سلطنت میراں عادل خاں میراں عادل خاں فارسار و قی سلطان ہوشنگ کی بر نصیر خاں فاروقی خواہر کے بطن سے پیدا ہوا تھا میراں عادل خاں نے

اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت پر جلوس کیا ملک التبار کی مدافعت میں مشغول ہوا میراں عادل نے چند اشخاص کو روانہ کر کے گجراتی امیروں کو بہ تعمیل طلب کیا ملک التبار نے جس نے قلعہ تلنگ کا محاصرہ کر رکھا تھا جب سلطانپور کے لشکر کے آنے کی خبر سنی اور دکن چلا گیا میراں عادل خاں مہمات سلطنت میں مشغول ہو گیا اور تین سال چھ مہینہ تیس دن مہمات سلطنت کے انتظام میں مشغول اور تخت حکومت پر متمکن رہا اور جمعہ کے دن نویں ذی الحجہ ۱۲۲۸ء کو بلدہ بڑہانپور میں شہادت پائی۔

میراں عادل خاں نے اپنے فرزند مبارک خاں کو اپنا جانشین کیا اس فرمانروا کی شہادت کے تفصیلی واقعات سے مولف کو علم نہ ہو سکا اس لئے معرض بیان میں نہ لاسکا میراں عادل خاں کا جنازہ بھی تھالیڑ روانہ کیا گیا اور یہ بادشاہ بھی اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن ہوا۔

ذکر حکومت مبارک خاں میراں مبارک خاں فاروقی نے اپنے باپ کی وفات فاروقی بن عادل خاں کے بعد سترہ سال چھ مہینہ نوروز رقیب و دشمن کی مخالفت ملک خاندیس پر حکمرانی کی میراں مبارک خاں فاروقی نے جمعہ کے دن گیارہ رجب ۱۲۳۸ء کو اپنے اسلاف کی طرح دنیا کو

خیر باد کہا اور اس کا فرزند میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی اس کا جانشین ہوا عادل خاں نے بھی اپنے باپ کی لاش تھالیڑ روانہ کی اور اس سلسلہ کے چوتھے فرمانروا نے بھی اپنے اسلاف کے پہلو میں جگہ پائی۔

ذکر حکومت میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں نے جس استقلال کے ساتھ فرمانروائی کی اس کے اسلاف میں کسی فرمانروا کو بہ عادل خاں فاروقی نصیب نہیں ہوئی عادل خاں نے اطراف کے راجاؤں کو تراج وصول کیا اور گوند واڑہ اور گڈہ کے مقدموں کو اپنا مطیع بنایا اس فرمانروا کی سیاست و عین انتظام سے کوئی اور بہ تعمیل قومیں چوری اور ڈاکہ زنی سے کٹاؤں

ہوئیں علاوہ اس حصار کے جس کو آساہیر نے دکوہ الیر پر تعمیر کیا تھا

عادل خاں نے اس حصار کے دروازہ کی سمت ایک دوسرا قلعہ تعمیر کر کے مدعا زہ
دوم بھی نصب کیا اور اس پر مانی گڑھ آباد کیا۔ دوسرا دروازہ بھی نصب کر کے
عادل خاں نے اس حصار کو اس طریق سے تعمیر کیا تھا کہ حصار کو سر کرنا کسی طرح
بھی عقل میں نہیں آسکتا میراں عین الخطاب بہ عادل خاں نے
بلد بھر ہانیور کے پہلو میں اب تپنی کے کنارے قلعہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر
کرائیں بادشاہ اکثر اوقات اسی قلعہ میں مقیم رہتا تھا عادل خاں نے اپنا لقب
سلطان جھاڑ کھنڈی یعنی شاہ کوہستان جھاڑ کھنڈ اختیار کیا جھاڑ کھنڈ اہل ہند کی
اصطلاح میں ایسے سخت جنگ کو کہتے ہیں جس سے انسان کا گذر ناجید و شواہد
کوہستان جھاڑ کھنڈ کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہے۔
میراں عین الخطاب بہ عادل خاں کی شوکت و شہمت اپنے آبا و اجداد
کے زائد ترقی کر گئی اور بادشاہ مغرور ہو کر اپنے اسلاف کی روش کے خلاف
عمل کرنے لگا عادل خاں نے غرور و تکبر کے عالم میں پیشکش و حاجب بھی سلطان
گجرات کی بارگاہ میں نہ روانہ کئے۔ سلطان محمود بیک اس کی سرکشی سے واقف
ہوا اور بادشاہ محمود نے ۹۹۲ھ میں ایک جبار لشکر خاندیس روانہ کیا امراء
خاندیس بیشتر توجنگ کے ارادہ سے مقابلہ میں آئے لیکن آخر کار توجنگ آزمائی
کئے گجراتی لشکر کے مقابلہ سے فراری ہو کر تھالیز اور اسیس کے دامن میں
فروخت ہوئے گجراتی لشکر نے ملک خاندیس کو بید نقصان پہنچایا اور قتل و غارتگری
میں مصروف ہوئے عادل خاں فداوتی جو قلعہ اسیس میں مقیم تھا اپنی جنگ آزمائی
و سرکشی پر نادم ہوا اور ایمان ملک کی ایک جماعت کو سلطان محمود بیک ان کی بارگاہ
میں روانہ کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور چند سال کے پیشکش ایکبارگی روانہ
کئے گجراتی فرمانروا اس کے ملک کی تباہی سے باز آیا اور اپنے وطن واپس چلا
عادل خاں نے چھیالیس سال آٹھ مہینہ بارہ روز عشرت کے ساتھ حکومت
کرنے کے بعد ۱۰۰۰ھ کو وفات پائی اور بنی وصیت
کے مطابق بلدہ برہان پور کے محل دولتمندان میں مدفون ہوا بادشاہ کے
کوئی فرزند نہ تھا اس کا بھائی میراں داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی

عادل خاں کا جانشین ہوا۔

ذکر حکومت داؤد خاں عادل خاں کے بعد اس کے بھائی داؤد خاں نے تحت حکومت بن مبارک خاں پر جلوس کیا داؤد خاں کے عہد حکومت میں حسام علی دیار علی فاروقی - دو حقیقی برادر تھے ان دونوں بھائیوں نے بعد اقتدار و استقلال حاصل کیا حسام علی نے ملک حسام کا خطاب پایا اور

جہات ملی کو اپنے قبضہ اقتدار میں لے کر بادشاہ کا معتمد علیہ بن گیا۔

۱۱۹۰ھ میں میراں داؤد خاں نے ارادہ کیا کہ بعض پرگنات سرحدی کو احمد نظام شاہ بھری کے قبضہ سے نکال لے احمد نظام شاہ بھری اس واقعہ سے مطلع ہوا اور مع اپنے لشکر کے کوچ پر کوچ کرتا ہوا خانہ کیس روانہ ہوا داؤد خاں قلعہ آکیر میں بنوا گزیں ہو گیا احمد نظام شاہ نے ملک کو تالیع و برباد کرنے میں بے انتہا کوشش کی اور داؤد خاں مضطر و عاجز ہو کر سلطان ناصر الدین خلجی سے امداد کا خواہاں ہوا سلطان ناصر الدین خلجی نے ہمسایگی کے حقوق کو مد نظر رکھ کر اقبال خاں نام ایک امیر کو مع بشمار لشکر کے روانہ کیا اقبال خاں اسیر کے نواح میں آیا اور احمد نظام شاہ بھری مندوی لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ لاکر احمد نگر واپس ہوا اقبال خاں نے چند روز بربانپور میں قیام کیا اور داؤد خاں سے سلطان ناصر الدین کے خطبہ کے لئے اصرار کیا داؤد خاں چونکہ مجبور تھا اس نے ملک میں سلطان ناصر الدین کا خطبہ پڑھوا کر اقبال خاں کو راضی کر لیا اور پٹنکس و بیشمار تحائف اور دو ہاتھیوں کے ہمراہ اس کو شادی آباد سندھ واپس کر دیا۔

داؤد خاں نے آٹھ سال یک ہمینہ دو روز حکومت کر کے شہنشاہ کے دن غرہ جمادی الاول ۸۱۰ھ کو وفات پائی ملک حسام و دیگر ارکان سلطنت نے اتفاق کر کے داؤد خاں کے فرزند غزنین خاں کو بادشاہ بنا دیا لیکن دس روز کے بعد ملک حسام الدین نے ایک امر کی بنا پر جس کا خدا کو علم ہے غزنین خاں کو زہر دیکر اس کا قدم در میان سے اٹھا دیا چونکہ داؤد خاں کے کوئی دوسرا فرزند نہ تھا ملک حسام الدین نے چند قاصد احمد شاہ بھری کی

بارگاہ میں روانہ کر کے خاندانہ عالم خاں کو جو سلاطین فاروقیہ کی اولاد میں
 اور احمد نگر میں مقیم تھا طلب کیا عالم خاں برہان پور پہنچا اور ملک حسام الدین
 نے احمد نظام شاہ بھری اور فتح احمد عاود شاہ کے مشورہ سے اُس کو اپنا فرمانروا
 تسلیم کر لیا اور اکثر امرا اور سرداروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی ۔
 ملک لاؤن جو خاندیس کا نامی امیر تھا عالم خاں کی فرمانروائی پر راضی
 نہ ہوا ملک لاؤن قلعہ امیر پر قابض ہو کر ملک حسام الدین کی مخالفت پر آمادہ
 ہوا قلعہ میں محصور ہو گیا اتفاق سے اسی زمانہ میں جبکہ غزنین خاں دہ روزہ
 حکومت کی علت میں دنیاسے رخصت کیا گیا عادل خاں فاروقی بن نصر خاں
 فاروقی نے جو سلطان محمود بیکرا کا نواسہ اور تھانیر کی سرحد میں مقیم تھا اپنی
 والدہ کے مشورہ سے ایک عربینہ اس مضمون کا سلطان محمود شاہ بیکرا کے نام
 لکھ کر گجرات روانہ کیا کہ دواؤ دغاں نے وفات پائی اور مہمات سلطنت میں
 کامل غفل پیدا ہو گیا ہے اس صورت میں اگر آبائی حقوق مجھ کو مرحمت ہوں تو
 عین ذرہ پروری ہے سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں فاروقی کی استدعا
 کو قبول کر لیا محمود بیکر معاملہ کو بخوبی سمجھ چکا تھا اور اس کو علم تھا اس معاملہ
 کا تصفیہ بغیر اس کی موجودگی کے ناممکن ہے بادشاہ خود خاندیس روانہ ہوا
 ملک حسام الدین مضطرب ہوا اور احمد نظام شاہ بھری اور فتح احمد عاود شاہ
 کے پاس قاصد روانہ کر کے اس درجہ منت و سماجت کی کہ ہر دو فرمانروا
 مع اپنے لشکر کے اس کی مدد کے لئے برہانپور وارد ہوئے سلطان محمود بیکرا
 نے اثناء راہ میں خاندانہ عالم خاں کے تحت نشینی کی خبر اور ملک لاؤن کی
 مخالفت کے واقعات سنے اور اب زبردہ کے کنارے ماہ رمضان کو بسر کر کے
 شوال میں آگے بڑھا سلطان محمود بیکرا تھانیر میں آیا اور عالم شاہ تھانہ دار
 حصار نے عزیز الملک تھانہ دار سلطانپور کے وسیلے سے بادشاہ کی ملازمت
 حاصل کی اور قلعہ کو خالی کر کے شہر ہی ملازموں کے سپرد کر دیا نظام شاہ
 اور عاود الملک نے لشکر خاندیس کے دورنگی کی یہ حالت دیکھی اور نیز گجراتی
 سپاہ کی شوکت و تعداد کا خیال دل میں آیا ہر دو فرمانروا نے چار ہزار سوار

عالم خاں اور ملک حسام الدین کی مدد کے لئے چھوڑے اور خود کاویل روانہ ہو گئے سلطان محمود بیکر نے آصف خاں اور عزیز الملک کو مع جہار شکر کے ملک حسام الدین اور عالم خاں کی تادیب کے لئے جو نصف خاندیس پر قابض تھا روانہ کیا اقوالج دکن کو جس وقت آصف خاں اور عزیز الملک کے آنے کی خبر ہوئی دکنی لشکر بلا اطلاع ملک حسام الدین کے کوچ کر کے اپنے فرمانروا کے عقب میں روانہ ہو گئے۔

سب سے پیشتر ملک لادون نے جو نصف خاندیس پر قابض تھا آصف خاں کا استقبال کر کے اُس سے ملاقات کی آصف خاں اس کو اپنے ہمراہ محمود بیکر کی خدمت میں لے گیا ملک حسام الدین نے اس خبر کو سنا اور عالم خاں کو دکن بھیج کر خود بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے تھالیز میں آیا سلطان محمود بیکر نے ملک لادون اور ملک حسام الدین پر شاہانہ عنایتیں فرمائیں اور عید اظنی کے بعد ساعت سعید میں عادل خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیگر شاہ مظفر گجراتی کی دختر کیساتھ اس کا عقد کر دیا اور برہان پور کے تحت حکومت پر بٹھلا دیا۔

سلطان محمود بیکر نے ملک لادون کو خاں جہاں کا خطاب دیا اور موضع بناس کو جو اس کا مولد تھا انعام میں عطا فرمایا بادشاہ نے ملک ماکھا ولد عہاد الملک اسیری کو غازی خاں اور ملک عالم تھانہ دار تھالیز کو قطب خاں اور ملک کو محافظ خاں اور اس کے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطابات دیکر اعظم ہمایوں کے ہمراہ کیا اور چار ہاتھی اور تیس لاکھ تنگہ نقد اس کو مرحمت کر کے نصرۃ الملک اور مجاہد الملک کو اس کی امداد کے لئے چھوڑ کر خود سلطان پور اور نذر بار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے پہلی منزل میں ملک حسام الدین کو شہر یار کا خطاب دیکر اس کو بھی واپسی کی اجازت دی۔ ذکر حکومت عادل خاں

عادل خاں نے اپنے جد مادری سلطان محمود بیکر کی امداد سے خاندیس کی حکومت حاصل کی عادل خاں بلاتامل تھالیز سے برہانپور آیا اور ہرات سلطنت میں شغول ہوا ملک حسام الدین شہر یار اور عادل خاں جو ملک لادون کے دشمن تھے برہانپور سے روانہ ہو کر تھالیز میں مقیم ہوئے چند روز کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ ملک

مسلم الدین پھر نظام شاہ سے مل گیا اور اس کا ارادہ ہے کہ عالم خاں کو برہانپور کی فرمانروائی

عادل خاں اس مکر سے مطلع ہوا اور ایک شخص کو ملک حسام الدین شہریار کی طلب میں روانہ کیا ملک حسام الدین مین وقت پر اس واقعہ سے مطلع ہوا اور چار ہزار سواروں کے ساتھ برہانپور وارد ہو۔

ملک حسام الدین جو برہانپور کے نواح میں آیا اور عادل خاں نے تین ہزار گجراتی سواروں کی جمیعت سے اس کا استقبال کیا اور اپنی مجلس میں لے گیا اور خلعت دیکر اس کو رخصت کر دیا دوسرے روز عادل خاں نے اپنے محرم راز اشخاص سے یہ صلاح کی کہ اب جس وقت ملک حسام الدین دیوانخانہ میں آئے اور میں اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے جاؤں تم لوگ اس امر کا انتظار کرو کہ میں اُس سے گفتگو کر کے رخصت کروں میرے رخصت کرنے کے بعد دریا تہ گجراتی جو شمشیر زنی میں بے مثل ہے ملک حسام الدین پر بازی ضرور لگا کر اُس کا کام تمام کرے ظاہر ہے کہ ملک حسام الدین کے مارے جانے کے بعد اس کے ملازمین بھی تہ تیغ ہو جائیں گے عادل خاں نے اس تداراد کے مطابق ایک شخص کو ملک حسام الدین کو بلانے کے لئے بھیجا ملک حسام الدین اپنے انتہائی غرور کی وجہ سے مع اپنے لشکر کے آیا عادل خاں نے اس ملاقات کی اور مشورہ کئے مطابق اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ میں داخل ہوا اور چند باتوں کے بعد پاؤں دیکر اُس کو رخصت کر دیا دریا تہ گجراتی نے تلوار اُس کے سر پر لگائی جس کو وہ ٹکڑے کر دیا۔

عادل خاں کا وزیر اعظم ملک برہان عطاء اللہ گجراتی اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے گجراتیوں کی ایک جماعت کو جو اس کے ہمراہ تھی حکم دیا کہ حرام خواروں کو قتل کرو گجراتیوں نے شمشیر زنی شروع کی اور ملک ماہکبا الخاں بٹالائی خاں اور دیگر سوار جو ملک حسام الدین الخاں کے شہریار کے ہمراہ تھے فراری ہوئے لیکن چارے گجراتی و جیشی غلاموں نے جو دربار میں حاضر تھے اس کا تعاقب کر کے شکست خوردہ جماعت قتل و زخمی کیا غازی خاں اور دیگر امرا و مشیرا سپاہی خاک و خون کا ڈھیر ہو گئے اور نصف ملک خاندیس جو اس کے قبضہ میں تھا ان کے اقتدار سے جاتا ہوا۔ غرض کہ گجراتی لشکر اجمعی پہنچا ہی نہ تھا کہ ملک خاندیس مفسدوں اور مخالفوں کے وجود سے پاک و صاف ہو گیا۔

عادل خاں الخاں بہ اعظم ہمایوں ان واقعات کے بعد ایک وز قلعہ الیر میں

داخل ہوا اور ایک ساعت کے بعد باہر نکل آیا عادل خاں نے دوسرے روز سلطان محمود پیکر کو ایک عریفہ اس مضمون کا لکھا کہ میں ایک مرتبہ قلعہ کی سپر کے لئے گیا تھا مجھ کو معلوم ہوا کہ شیر خاں اور سیف خاں جو قلعہ پر قابض ہیں میرے قطعاً مخالف ہیں اور باوجود اس کے ملک حسام الدین قتل ہو گیا ہے یہ ہر دو بد بخت باہم متفق ہو گئے ہیں اور نفاق سے کلمے رہے ہیں چنانچہ ان دونوں امیروں نے ایک خط احمد نظام شاہ بھری کے نام روانہ کر کے اس کو مع خانزادہ عالم خاں کے طلب کیا ہے احمد نظام شاہ بحسری بالفعل سرحدی مقام میں ٹہرا ہوا ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ خان چہاں اور حامد الملک دیگر امیروں کی ہمراہی اور اتفاق سے قلعہ آئیر کا محاصرہ کروں اگر محاصرہ کے بعد نظام شاہ بھری مملکت میں مداخلت کرے گا تو میں قلعہ کی مہمات کو ملتوی کر کے اس کے مقابلہ میں صف آباد ہوں گا۔ سلطان محمود بیک عریفہ کے مضمون سے آگاہ ہوا اور فوراً بارہ لاکھ تنگہ نقد عادل خاں کے پاس روانہ کئے اور عریفہ کے جواب میں تحریر کیا کہ تم خاطر جمع رکھو جس وقت ضرورت ہوگی میں بذات خود تمھاری امداد کے لئے سفر کروں گا ظاہر ہے کہ احمد شاہ بھری سلاطین دکن کا غلام زادہ ہے اس کی یہ مجال نہیں ہو سکتی ہے تمھاری مملکت میں داخل ہو کر تم کو اور تمھاری رعایا کو مضرت پہنچائے سلطان محمود بیکر نے احمد شاہ بھری کے ایلی کو جو گجرات میں مقیم تھا بے حد دھمکیاں دیں احمد نظام شاہ بھری نے یہ واقعات سنے اور اپنے دار الملک کو لاوانہ ہو گیا اور شیر خاں اور ملک یوسف الخاطب بین خان نے بھی عہد و امان لے کر قلعہ کو خالی کر دیا اور کاویل کی راہ لی عادل خاں فاروقی الخاطب بہ اعظم جمایوں نے لشکر گجرات کے پہنچنے کے بعد راجہ کالنبہ پر جو احمد نظام شاہ بھری کا مطیع تھا لشکر کشی کی اور بعض مواضعات و قریات کو تاراج و تباہ کر دیا راجہ کالنبہ نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا اور پیشکش حاضر کیا عادل خاں فاروقی الخاطب بہ اعظم جمایوں نے گجراتی لشکر کو رخصت کیا اور خود الیہ واپس آیا۔

۹۳۳ھ میں عادل خاں اپنے خالو سلطان مظفر شاہ گجراتی کے ہمراہ شادی آیا میں گیا اور عمدہ خدمات بجالایا چونکہ یہ واقعات یہ تفصیل سلاطین گجرات کے حالات میں ضمناً لکھے جا چکے ہیں لہذا مولف اس مقام پر ان کو معرض بیان میں نہیں لایا۔ عادل خاں ۹۶۶ھ میں طویل ہوا اور مجموعہ کے دن دسویں ماہ رمضان کو اس نے وفات پائی

عادل خاں الخائب بہ اعظم جہایون نے انیس سال حکومت کی عادل خاں کا فرزند میل محمد شاہ فاروقی جو سلطان بہادر گجراتی کی خواہر کے بطن سے تھا اپنے باپ کا جانشین قرار پایا۔

ذکر حکومت میراں میراں محمد شاہ اپنے باپ کی وفات کے بعد برہانپور کا فرمانروا محمد شاہ فاروقی بن قرار پایا آخر میں اس نے گجرات پر بھی حکومت کی اور شاہ کا خطاب عادل خاں فاروقی اس کا جزو اسم ہوا واضح ہو کہ اس خاندان میں یہ پہلا شخص ہے جس نے شاہی کا خطاب حاصل کیا اسی زمانہ میں نظام شاہ اور

عماد الملک کے درمیان میں قلعہ ماہور اور دیگر رگنات کے بارے میں نزاع ہوئی عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی وساطت سے سلطان بہادر گجراتی سے امداد و اصلاح کی التجا کی

سلطان بہادر گجراتی نے عین الملک حاکم پٹن کو سرحد دکن کی طرف روانہ کیا تاکہ حالات کو دریافت کر کے نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان میں صلح کرانے نظام شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کی رعایت کو مد نظر رکھ کر اس سال عماد الملک کے ساتھ مصالحت

صلح کر لی عین الملک واپس ہوا اور برہان نظام شاہ نے دوبارہ ملک گیری کا ارادہ کیا برہان نظام قلعہ ماہور پر اور بعض پرگنات برابر قابض ہو گیا عماد الملک نے عاجز و لاجواب ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد طلب کی میراں محمد شاہ فاروقی ۹۳۳ھ

میں مع اپنے لشکر اور ہاتھیوں کے علاوہ الدین عماد شاہ کی مدد کے لئے دکن میں آیا اور عماد الملک کے ہمراہ نہر گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔

میراں محمد شاہ فاروقی نے نظام شاہ کو شکست دیکر اس کے لشکر کو منتشر کر دیا اور اپنی فتح خیال کر کے عماد الملک کے ہمراہ بے پروائی کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑا ہاٹائی

اور براری لشکر کچھ تعاقب میں اور کچھ غارتگری میں مشغول ہوئے۔

برہان نظام شاہ جو شکست کے بعد ایک گاؤں میں پناہ گزیں تھا مع تین ہزار سواروں واپس ہو کر میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ نظام شاہ نے دشمن کو لشکر فراہم کر نیکی جہلت

ندی اور قریب شام کے حملہ آور ہوا اور میراں محمد شاہ اور علاو الدین عماد شاہ کو پساکر دیا۔ برہان نظام شاہ نے ہردو فرمانروا کے توب خانہ پر قابض ہو کر تقریباً چار کوس تک ان کا تعاقب کیا اور ہشمار پسماندوں کو قتل کیا اور میراں محمد شاہ

ادھ عماد الملک نہایت رومی حالت میں کابل و اسیر پہنچے۔

اس واقعہ کے بعد میراں محمد شاہ اور عماد الملک نے عاجزانہ سلطان بہادر گجراتی کو اپنی مدد کے لئے لکھا اور بے حد منت و ساجت کے ساتھ طالب امداد ہوا سلطان بہادر گجراتی مع جنگجو لشکر کے برہان پور میں آیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کو ہمارے کر ولایت برار میں داخل ہوا سلطان بہادر گجراتی جالندہ پور وارد ہوا اور اس کو جس دایہ میں ہوئی سلطان بہادر گجراتی نے ارادہ کیا کہ برار کو عماد الملک سے لیکر اپنے ملازمین کو سپرد کرے اور اس کے بعد احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ کے مالک پر قبضہ کر کے اطراف میں بھی اپنا سکہ و خطبہ جاری کرے عماد الملک سلطان بہادر گجراتی کو طلب کر کے بے حد پشیمان ہوا اور میراں محمد شاہ سے سلطان بہادر گجراتی کی شکایت کی میراں محمد شاہ نے جواب دیا کہ اپنی شامت اعمال کا کوئی علاج نہیں ہے جو کام کہہ سکو نہ کرنا چاہئے تھا وہ ہم سے وقوع میں آگیا اب بجز صبر و تحمل کے کوئی چارہ کار نہیں ہے اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک تقریب کے موقع پر میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر گجراتی سے عرض کیا کہ ولایت برار بادشاہ کے قلمرو میں داخل ہو چکی لہذا اب اس ملک میں قیام کرنا بے کار ہے صلاح یہ ہے کہ بادشاہ اپنے نام کا خطبہ اس ملک میں جاری کر کے عماد الملک کو اپنے ملازمین کے گروہ میں داخل فرمائیں اور احمد نگر پہنچ کر ایک ملک بھی فتح کریں سلطان بہادر گجراتی کو یہ رائے میراں محمد شاہ کی پسندانی میں بادشاہ نے برار میں خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور عماد الملک کو اپنے امرا میں داخل کر کے احمد نگر روانہ ہوا سلطان بہادر احمد نگر سے ان وجوہات کی بنا پر جو پیشتر مذکور ہو چکیں دولت آباد وارد ہوا اور میراں محمد شاہ کی حسن تدبیر سے نظام شاہ و عماد الملک کی مملکت کو فتح کرنے سے باز رہا اور اپنے پائے تخت کو واپس ہوا۔

۹۳۷ء میں سلطان بہادر گجراتی نے مالوہ فتح کرنے کا ارادہ کیا میراں محمد شاہ حسب الطلب سلطان بہادر گجراتی کے پاس گیا اور مند و کے فتح کرنے میں بے حد کوششیں کیں اور فتح کے بعد رخصت ہو کر اسی سال برہانپور میں واپس آیا برہان نظام شاہ مالوہ کی فتح کی خبر سنا کر بے حد مضطرب ہوا اور شاہ ظاہر کو برسہا برس حاجت برہانپور بھیجا تاکہ اپنے حسن تدبیر سے فریقین میں خلوص و اتحاد قائم کرے سلطان بہادر گجراتی دس سال ۹۳۷ء میں برہانپور آیا جیسا کہ پیشتر گجرات اور دکن کے

و تاج میں بیان ہو چکا ہے میران محمد شاہ کی حسن تدبیر سے سلطان بہادر گجراتی اور برہان نظام شاہ کے درمیان میں غائبانہ اتحاد ہوا اور برہان نظام شاہ میران محمد شاہ فاروقی کے مشورہ کے موافق سلطان بہادر گجراتی کی ملاقات کے لئے برہان پور آیا سلطان بہادر گجراتی اس کے آنے سے بے حد خوش ہوا اور برہان نظام شاہ کو جتروں سے پرہیز و سرپرستہ و سرخ و خطاب نظام شاہی مرحمت فرمایا سلطان بہادر نے کہا کہ میں نے دشمنوں کو خاک نشیں اور دوست کو صاحب تخت و تاج بنایا سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو کامیاب و خوشدل احمد نگر روانہ کیا اور خو و بار و گرمانوہ واپس آیا میران محمد شاہ بھی سلطان بہادر گجراتی کے ہمراہ مالود آیا اور خدمات شایستہ بجالایا اس واقعہ کے بعد میران محمد شاہ رخصت ہو کر برہانپور وارد ہوا اسی دوران میں سلطان بہادر گجراتی جس وقت قلعہ جیتور پر حملہ آور ہوا اور میران محمد شاہ بھی اپنے لشکر کو درست کر کے پاس آپہنچا سلطان بہادر گجراتی جنت آشیانی کے مقابلہ سے فرار ہو کر منڈو آیا اور میران محمد شاہ بھی اس کے ہمراہ تھا سلطان بہادر گجراتی نے منڈو سے جینا یہ کا رخ کیا اور میران محمد شاہ کو اسی زمانہ میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے گجرات فتح کر لیا اپنے معتمد امیر آصف خاں کو برہان نظام شاہ کی اسمالت کے لئے احمد نگر روانہ فرمایا اور پیشکش کے طالب ہوئے جنت آشیانی اس واقعہ کے بعد ولایت خانہ میں کو فتح کرنے کے غرض سے بہان پور تشریف لائے میران محمد شاہ فاروقی نے مضطرب ہو کر متعذرات سے برہان نظام شاہ بھری کو لکھ کر اس سے ملک کو محفوظ رکھنے اور اپنی رہائی کے بارے میں مشورہ کی برہان نظام شاہ بھری نے حقوق سابقہ کے لحاظ سے ایک عریفیہ شاہ ظاہر عفیہ جنت آشیانی کی بارگاہ برہان پور روانہ کیا عریفیہ کا مضمون یہ تھا -

بندہ و دولتخواہ برہان نظام شاہ بعد اداے مراسم غلامانہ از روئے اطاعت و انکسار عرض پیرا ہے کہ جب تک سہار خانہ قضا عالم اسباب کو ان اللہ یا مہر بالعدل و کلاحتا کے ستون قیام و استوکار کے ذریعہ سے محفوظ اور مدبر قدر اعزاز طبائع نبی آدم کو فسرمان یا ایہا الذین امنو کو فوا تو امین بالقسط کے اجرا سے مامون رکھے حضور کی بارگاہ مرجع السلاطین نامدار ہو اصل مقصد یہ ہے کہ اس مبارک زمانہ میں آپ کا فرمان جو امن اور امن و نفاذ مرکز ہے دیوان سلطنت سے آصف خان کے ہمراہ جو افتخار نبی آدم با اعتبار اخلاق و افعال انسانی گروہ میں ممتاز ہیں اس کسرین بارگاہ صادق العقیدہ کے نام صادر ہوا فردی

وہ مراسم تعلیم بجالایا جو میرے لئے باعث فخر ہیں انواع استمالت و ضایات شاہانہ جو فرماں کے مضامین و اشارات سے پیدا ہیں میرے اطمینان خاطر کا باعث ہوئیں فدوی حصول مقصد و اطاعت سے جو فرمان مبارک کا نشانہ ہے مستفید ہوا ہی تھا کہ اسی اثنا میں چند مکاتیب عالیجناب محمد خاں الخاں طلب بہ میران محمد شاہ کی جانب سے جو ابا عن جد مملکت آسیہ و برہانپور کا فرمان روا ہے فدوی کے پاس پہنچے جن کے خلاصہ مضامین تمام و کمال بادشاہ کی عقیدت و حصول سعادت کے اظہار پر مبنی ہیں نواب مدوح کی یہ ہربانیاں مجھ پر محض اس وجہ سے ہیں کہ ان کی امید و ارادہ لگا ہیں بادشاہ کی حسن عنایت و کمال اشتقاق و مکارم اخلاق پر منحصر و وابستہ ہیں۔

جہاں پناہ قادرے حالات عریضہ سے حضور کے خمیر پر نور پر روشن و ظاہر ہو چو نکہ اس وقت خواہ اور عالیجناب مشار الیہ میں مراسم محبت و الفت عرصہ دراز سے قائم ہیں اس لئے فدوی نہایت محرم و ادب کے ساتھ بارگاہ مطلع میں عرض پر دراز ہے کہ حضور بھی فرماں سلوک فرمائیں جو سلاطین باسبت سے چنانگیری و کشورستانی کی حالت میں ظہور پذیر ہوا ہے بالخصوص آپ کے اجداد و ممدت شمار سے جو اس درجہ عظیم المرتبت و عالی جاہ ہیں کہ کتا بہ قصر سلطنت ان کے مناقب سے روشن اور عصائے تلج خلافت ان کی مجاہدانہ کارروائیوں سے مزین ہے فدوی جان نثار تبلیغ آریہ کریمہ فاعفو و اصفو احتی یا فی اللہ باحوک کو نسب العین رائے جہاں پناہ ہی بنا کر ملتی ہے کہ نواب مدوح کی عقوبت اضطراری اور بے اختیارانہ خطاؤں کو اپنے رحم فانی اور کرم صفاتی سے مقابلہ فرمائیں اور اپنی بے انتہا لطف و عنایات کی وجہ سے نواب مدوح کو مطلع فرمائیں کہ حضور اپنا دست تعین اس کی حقیر مملکت سے اٹھا کر اس معاوضہ میں مزید عنایت و رعایت عطا فرمائیں گے بادشاہ بالفور اپنے ابا و اجداد و اسلاف کی اقتدا فرما کر حکام اطراف کے تلوک کو مسرور فرمائیں گے مجھے امید ہے کہ میرے یہ معروضات کمال خلوص و دہی خواہی پر محمول فرمائے جائیں گے اور ان کو مرتبہ قبولیت حاصل ہوگا اگر کسی دوسرے طریق پر یہ امور پسند خاطر نہ ہوں تو بجز اطاعت کے اور کیا چارہ کار ہو سکتا ہے آئندہ جو ارشاد ہو بہتر و اعلیٰ ہے۔

اس واقعہ کے بعد نظام برہان شاہ بحری و دبر اہیم عادل شاہ سلطان قلی

قطب شاہ اور علاء الدین علاء شاہ نے میران محمد شاہ فاروقی کی امداد کے ارادہ سے لشکر کشی کی جنت آشتیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے میران خان کی نا اتفاقی اور شیر شاہ افغان کے خروج کی وجہ سے جنگ میں مصلحت نہ دیکھی اور خاندیس پر حملہ آور ہوئے اور ملک کو تاراج کرنے کے بعد شادی آباد مند و روانہ ہوئے سلطان بہادر گجراتی نے میران محمد شاہ فاروقی کو منسل امیروں کے اخراج کی غرض سے کہ جواب تک مالوہ میں مقیم تھے متعین فرمایا میران محمد شاہ نے ملو خاں کے اتفاق و امداد سے شادی آباد مند و کو منسل امیروں کے قبضہ سے نکال لیا میران محمد شاہ فاروقی ہمنوا مالوہ ہی میں تھا کہ سلطان بہادر گجراتی اہل فرنگ کے ہاتھ سے شہید ہوا چونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے سلطان بہادر گجراتی اور جمیع امراء نے شہیدہ طور پر میران محمد شاہ کو حکومت و سلطنت کے لئے منتخب کیا اور میران محمد شاہ کا خطبہ و سکہ غائبانہ گجرات میں جاری کر کے اس کے نام محمد خاں میں لفظ شاہ کو بھی داخل کر دیا میران محمد شاہ اس خاندان کا اول شخص ہے جس نے شاہی کا خطاب حاصل کیا گجراتی امیروں نے سلطان بہادر گجراتی کا چتر و تلج مرصع میران محمد شاہ کے لئے روانہ کر کے اس سے گجرات آنے کی درخواست کی میران محمد شاہ نے تلج شاہی سر پر رکھا اور گجرات جانے کا ارادہ کیا بادشاہ پایہ رکاب ہی تھا کہ دفعتاً علیل ہو کر تیرہ ذیقعد ۹۲۳ھ کو وفات پائی اراکین سلطنت اس کی لاش برہانپور لے گئے اور عادل خاں فاروقی کے خطیرہ میں پیوند خاک کیا جو میران محمد شاہ کے فرزندوں میں کوئی فرد حکومت کے قابل نہ تھا اس کا برادر دوم میران مبارک خاں خاندیس کا فرمانہ و اقرار پایا۔

ذکر حکومت میران مبارک شاہ نے بلدہ برہانپور میں اپنے بھائی کے وفات کی خبر سنی شاہ بن عادل خاں مبارک شاہ چند روز مر اسم تعزیت کی بجائے آوری میں مشغول رہا چونکہ میران محمد شاہ فاروقی کا ایک فرزند بھی حکومت کے لئے موزوں نہ تھا امراد اعیان مملکت نے اتفاق کر کے میران مبارک شاہ کو فرمانہ دانی کے لئے منتخب کیا میران مبارک شاہ حکمرانی میں مشغول ہوا اور اراکین دربار کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا اسی زمانہ میں گجراتی امیروں نے سلطان محمود گجراتی بن شاہنشاہ لطیف خاں کو وراثت صحیح تسلیم کیا اور اختیار خاں کو اس کو لانے کے لئے گجرات روانہ کیا

واقع ہو کہ سلطان بہادر گجراتی نے اپنے بھتیجے سلطان محمود گجراتی کو میران محمد شاہ فاروقی کے سپرد کر دیا تھا اور میران محمد شاہ فاروقی نے سلطان محمود گجراتی کو ایک قلعہ میں قید کر دیا تھا اور اس کے حالات کی خبر رکھتا تھا۔

اختیار خاں برہانپور آیا اور شاہ محمود گجراتی کو میران مبارک شاہ سے طلب کیا میران مبارک خاں فاروقی نے اس خوف کی بنا پر کہ گجراتی امیر مضطر و لاچار ہو کر اس کو اپنا فرمانروا تسلیم کر لیں گے سلطان محمود کے روانہ اور آزاد کرنے میں تامل کیا اور اسین دولت گجرات اس کے مقصد کو سمجھ گئے اور بہتیت مجموعی جنگ کے قصد سے خاندیس روانہ ہوئے مبارک خاں فاروقی نے سلطان محمود گجراتی کے بھی خواہوں کی درخواست کے مطابق سلطان محمود کو قلعہ سے نکال کر اختیار خاں گجراتی کے ہمراہ گجرات روانہ کر دیا۔

اسی دوران میں شاہان گجرات کا ایک غلام عماد الملک نام فرار ہو کر برہانپور وارد ہوا اور میران مبارک شاہ نے سلطنت گجرات انکی امید کی بنا پر اس کی امداد کی عماد الملک نے دس بارہ ہزار گجراتی سوار فراہم کر لئے دریا خاں نے سلطان محمود کو آمادہ کیا اور اپنے ہمراہ لیکر میران مبارک شاہ اور عماد الملک کے استیصال کے ارادہ سے روانہ ہوا فریقین میں سرحد گجرات خاندیس پر عظیم الشان جنگ ہوئی میران مبارک شاہ شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں پناہ گزین ہوا عماد الملک فراری ہو کر مند آیا اور اس نے قادر شاہ کے دامن میں پناہ لی سلطان محمود خاندیس کے تاراج و تباہ کرنے میں مشغول ہو گیا میران مبارک شاہ نے مجبوراً بی شکش و یکہ صلح کی سلطان محمود گجراتی اپنی ملکیت کو واپس آیا۔

سلطان محمود گجراتی ایک عرصہ دراز کے بعد مستقل و صاحب اقتدار فرمانروا ہوا اور اس نے سلطان پور اور ندر بار کو میران مبارک شاہ کو عطا کیا۔ واضح ہو کہ جس زمانہ میں سلطان محمود گجراتی و میران مبارک شاہ قلعہ آسیر میں مقید تھے سلطان محمود گجراتی نے میران مبارک شاہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خداوند کریم اس کو گجرات کا فرمانروا بنائے گا تو قبضہ ندر بار میران مبارک شاہ کو عطا کرے گا چنانچہ سلطان محمود گجراتی نے اپنے وعدہ کو وفا کیا اور اپنے ایام سلطنت میں ندر بار میران مبارک شاہ کے سپرد کر دیا۔

۱۶۶۹ء میں باز بہادر حاکم مالوہ چغتائی لشکر کے غلبہ سے اپنے ملکیت سے جدا ہو کر برہانپور آیا اور میران مبارک شاہ کے دامن میں پناہ لی پیر محمد خاں حاکم مالوہ نے

باز بہادر کے استیصال کا قصد کیا اور خاندیس میں داخل ہوا پیر محمد خاں برہانپور تک حملہ آور ہوا اور قتل و گرفتاری میں کوئی کمی نہیں کی اس حملہ آوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندیس کے شریف و رذیل تمام طبقہ کے لڑکے اور لڑکیاں منگلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور وہ فساد جو حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا برپا ہوا میران مبارک شاہ آسیر کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا اور تغال خاں حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا تغال بڑی تیاریاں کر کے بمقابلہ خاندیس آیا میران مبارک شاہ اور باز بہادر بھی اس سے آگے اور پیر محمد خاں کی مدافعت پر متوجہ ہوئے منگل امیر اور لشکر جن کے قبضہ میں ہشمار مال و اسباب آچکا تھا عیش و عشرت میں مشغول تھے منگل لشکر جنگ و مقابلہ کی طرف مائل نہ ہوا اور واپسی کے لئے آمادہ ہوئے پیر محمد خاں نے امیرون اور سرداران فوج کی رائے سے اتفاق کیا اور مجبوراً مالوہ کا رخ کیا ہر سب فرماؤ نے اس کا تعاقب کیا چونکہ عموماً منگل سپاہ نے مال عنینت کے لئے جانے میں یہ بھی خاں کی پیروی نہ کی اور رات و دن مسافت طے کر کے اپنے سپہ سالار سے پہلے نربدا کو عبور کر گئے تغال خاں کو ان حالات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے نربدا کے اطراف میں منگل لشکر گاہ پر حملہ کر دیا پیر محمد خاں استرآبادی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور خیمہ و خرگاہ اور اموال و اسباب سے قطع نظر کر کے فرار ہو گیا اور تغال خاں بمقابلہ پیر محمد خاں کا تعاقب کر رہا تھا اور اُدھر کشتیوں کو باز بہادر کے ملازمین نے ساحل سے دور کر دیا تھا پیر محمد خاں نے اسی صورت سے مع سواری کے اپنے کو نربدا میں ڈال دیا اور جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے دریا میں غرق آب ہوا۔ بقیہ تمام لشکر محفوظ و سلامت دریا سے عبور کر گیا اور منگل لشکر کا تمام اسباب و مال لوٹ لیا گیا میران مبارک شاہ اور تغال خاں باز بہادر کے امداد کی غرض سے مالوہ میں آئے اور منگل امیرون کو مالوہ کے فواج سے باہر نکال دیا باز بہادر نے دوبارہ میران مبارک شاہ اور تغال خاں کی امداد سے مالوہ کے تخت پر جلوس کیا اور بہرہ و فراز و اپنی مملکت میں واپس آئے پیران مبارک شاہ نے چار شنبہ کے روز چھ جاوادی الثانی ۱۱۷۵ کو وفات پائی اس کا فرزند میران محمد خاں ہما ت سلطنت کی انجام دہی میں مشغول ہوا میران مبارک شاہ نے بیس سال حکومت کی۔

ذکر حکومت میران محمد شاہ اسبلک شاہ فوت ۱۱۷۵ ولس کا فرزند اپنے باپ کا جانشین ہوا میران محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی نے ہما ت سلطنت میں رونق پیدا کی اور سی سال جلوس میں چلکیراں بجاتی

اعتماد خاں وکیل السلطنت کی تحریک سے سلطان مظفر کو آمادہ کر کے اپنے ہمراہ ندر بار میں لے آیا چنگیز خاں نے میران محمد شاہ کے تھانہ کو اٹھا دیا چونکہ کوئی شخص اس کے حالات پر معترض نہ ہوا تھا اس نے قدم آگے بڑھایا اور قلعہ تھانیس کے نواح تک قابض ہو گیا چنگیز خاں نے حتی الامکان میران محمد شاہ فاروقی کی مملکت کو نقصان پہنچایا میران محمد شاہ نے تغال خاں حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا اور تغال خاں کے اتفاق سے چنگیز خاں کے مقابلہ میں آیا میران محمد شاہ تھانیس کے نواح میں چنگیز خاں کے قریب ہو کر جا رہا تھا کہ جنگ میں مشغول ہو کہ چنگیز خاں پر باوجود شجاعت و بہادری کے اس روز ایسا غنم و رعب طاری ہوا کہ چنگیز خاں نے ایک دشوار گزار مقام پر فروکش ہو کر توپ و تفنگ کے اراہوں کو اپنے گرد فراہم کر لیا اور رات تک اس جگہ سے حرکت نہ کی اس درمیان میں رات ہو گئی اور چنگیز خاں اسباب و اموال کو چھوڑ کر بہرہ و بچ کی طرف فرار ہو گیا خاندیس اور دکنی لشکر اس حال واقف ہوئے اور چنگیز خاں کے اسباب و آلات حرب کو لوٹ کر اس کے تعاقب کی کوشش کی خاندیسی دکنی سپاہ نے آتش بازی کے اراہوں کو اپنے قبضہ میں کیا اور واپس ہوئے قلیل مدت تک گجرات میں خدر قائم رہا اور علیائے گجرات کو عموماً یقین آ گیا کہ شاہ مظفر گجراتی سلاطین گجرات کے خاندان سے نہیں ہے میران محمد شاہ فاروقی نے ولایت گجرات کو اپنی وراثت سمجھ کر بے شمار روپیہ صرف کر کے لشکر فراہم کیا گجراتی امیروں کی بھی ایک جماعت میران محمد شاہ سے مل گئی میران محمد شاہ تقریباً تیس ہزار سواروں کی جمعیت سے دار الملک احمد آباد کو فتح کرنے کے غرض سے روانہ ہوا۔

اس زمانہ میں چنگیز خاں احمد آباد پر قابض ہو گیا تھا اور میرزایان بھی چنگیز خاں سے مل گئے تھے چنگیز خاں سات آٹھ ہزار سوار کی جمعیت سے احمد آباد کے باہر آیا اور میران محمد شاہ سے جنگ کی چنگیز خاں نے میرزایان کی امداد سے میران محمد شاہ کو بدترین صورت سے امیر کی جانب بھگا دیا اور میران محمد شاہ کے اموال و اسباب اور ہاتھیوں اور لڑناٹہ سلطنت پر قبضہ کر کے اپنے اسباب شتمت میں داخل کیا قلیل عرصہ کے بعد میرزایان نہ کو چنگیز خاں سے متوہم ہو کر گجرات سے فراری ہوئے میرزایان اپنے غلبہ و کامیابی کے خیال سے خاندیس آئے اور ملک کو تاراج و تباہ کر کے میں کسی قسم کی کمی نہ کی میران محمد شاہ کا ارادہ تھا کہ لشکر بچا کر کے میرزاؤں کی طرف متوجہ ہو کہ مرہٹوں کو اپنا کام کر کے

انہار کیا کرتا تھا اُسی کے ساتھ شاہانِ دکن سے بھی ارتباط و اتحاد کو قائم رکھ کر ان کو بھی اپنے سے خوش رکھتا تھا یہ فرمانروا عادل و عاقل و عامل و شجاع تھا اور تمام انہیات سے پرہیز کرتا تھا راجہ علی خاں اکثر اوقات منفی مذہب علماء و فضلا کے مجالس میں بیٹھتا تھا اور ملک کی اصلاح و امن و امان کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

راجہ علی خاں اطمینان خاطر و فراغت کے ساتھ ہمات جہاںبانی میں مشغول تھا کہ ۹۹۲ھ میں اس بنا پر کہ مرتضیٰ نظام شاہ بھڑکے گزشتہیں ہو چکا تھا مرتضیٰ نظام شاہ بھڑکی کی وکیل السلطنت صلابت خاں اور اس کے سپہ سالار برابر سید مرتضیٰ میں نزاع واقع ہوئی اور احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہم کا خاتمہ جنگ پر ہوا صلابت خاں کی فتح ہوئی اور سید مرتضیٰ خاں مع بارہ امیروں کے فراری ہو کر برابر میں آیا سید مرتضیٰ کو یہاں بھی صلابت خاں کے ملازمین کے تعاقب کی بنا پر قیام میسر نہ ہو سکا اور برہانپور وارد ہوا۔

راجہ علی خاں چونکہ جانتا تھا کہ سید مرتضیٰ اور اس کے ہمراہی بالیقین دادخواہی کی غرض سے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں جائیں گے اور مغل لشکر کو بغیر منہ تمام اپنے ہمراہ لے آئیں گے اس راجہ نے سید مرتضیٰ کو اگر وہ جانے سے روکا۔ سید مرتضیٰ اس امر کو بخوبی سمجھ گیا اور بغیر راجہ علی خاں کے مشورہ کے برہانپور سے کوچ کر کے مع اسباب و اموال کے اگر وہ روانہ ہوا راجہ علی خاں نے لشکر ان کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ خواہ بخوشی و خواہ بجبر جس طرح بھی ممکن ہو ان کو اگر وہ جانے سے مانع ہو کر واپس لائیں خاندی فوج سید مرتضیٰ کے قریب پہنچی اور اس سے معاودت کی استدعا کی سید مرتضیٰ نے قبول نہ کیا اور فریقین صف آرائی کر کے جنگ میں مشغول ہوئے اور خداوند خاں مولد کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے خاندیسی فوج کو شکست ہوئی خاندیسی فوج ان کی ممانعت سے باز آئی لیکن حریف کے مال و اسباب کے تاراج کرنے میں مشغول ہو گئی اور تقریباً سو ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا سید مرتضیٰ ہمسفر واری اور خداوند خان جشی کامیاب و بامراد اپنا زبدا کے پار اتر گئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہاں راجہ علی خاں فاروقی کی شکایت کو صلابت خاں کی شکایت کا ضمیمہ بنا کر بادشاہ سے دادخواہ ہوئے اکبر بادشاہ ہمیشہ تسبیح و کن کے خیال میں وقت فرمت کا منتظر تھا بادشاہ نے سید مرتضیٰ اور خداوند خاں اور تمام دکن کے امیروں کو عہدہ جاگیریں اور مناصب دیکر ان کو

حصول مقصد میں کامیابی کی امید ولایتی راجہ علی خاں اکبر بادشاہ سے خوف زدہ ہوا اور ان ہاتھیوں کو جو اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر دکنی امیروں سے چھین لیا تھا اپنے معتبر ملازمین کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت روانہ کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے فعل پر مذمت کا اظہار کر کے معذرت چاہی چونکہ اس سے چند دنوں پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کا براہ اور حقیقی بھی احمد نگر سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اور امداد طلب کی تھی راجہ علی خاں کے ہاتھیوں کے روانہ کر دینے سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہو سکا۔

بادشاہ نے اسی وقت یعنی سن ۱۵۸۷ء میں برہان نظام شاہ ثانی اور سید مرتضیٰ اور خداوند خاں حبشی اور تمام دکنی امیروں کو خان اعظم میرزا عزیز کو کہ حاکم مالوہ کے پاس روانہ کیا اور خاں اعظم کو حکم دیا کہ خاں اعظم جماعت مذکورہ کے ہمراہ دکن میں داخل ہو کر ملک کو فتح کرے خان اعظم شادی آباد سندھ کے باہر آیا اور مالوہ بھی اور دکنی امرا و لشکر کے ہمراہ براہ کارخ کیا۔ میرزا محمد تقی نظری جو طبقہ سادات سے تمام مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب سے سر لشکر مقرر ہو کر میرزا عزیز کو کہ کی بدافعت کے لئے سرحد خاندیس میں آیا خان اعظم میرزا عزیز کو کہ نے عضد الدولہ شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں فاروقی کے پاس بھیجا کہ اس کو اکبر بادشاہ کی موافقت کی ہدایت کی اسی زمانہ میں میرزا محمد تقی بھی آسیر میں آیا اور راجہ علی خاں کو مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب مائل کرنا چاہا راجہ علی خاں اس معاملہ میں متحیر ہو گیا اور چند روز کے بعد شاہ فتح اللہ شیرازی سے معذرت طلب کی اور مع اپنے تمام لشکر کے مرتضیٰ نظام شاہ کا ساتھ دیا راجہ علی خاں فاروقی اور میرزا محمد تقی تیس ہزار سوار اور بیس ہزار توپ خانہ کے ساتھ ہندو کی جانب جو مغل افواج کا لشکر گاہ تھا روانہ ہوئے اور مغل لشکر کے ایک کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوئے راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی نے باہم یہ قرار دیا کہ دوسرے دن لڑائی شروع کر دیں اتفاق سے خان اعظم میرزا عزیز کو کہ نے اس وقت جنگ میں مصیبت نہ دیکھی اور رات کے وقت مشعلوں اور چیموں کو جا بجا چھوڑ کے دوسری راہ سے براہ کارخ کیا مغل افواج مالاپور اور الیچور کو تباہ کر کے اسی جگہ مقیم تھے کہ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں تعاقب کرتے ہوئے اس فوج میں آئے خان اعظم میرزا عزیز کو کہ نے دوبارہ بھی جنگ و مقابلہ کو مناسب خیال نہ کیا اور نذر بار کی راہ سے اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا۔

راجہ علی خاں فاروقی کو نعل لشکر کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور اس نے میرزا محمد تقی نظیری کو رخصت کیا اور خود برہانپور واپس آیا راجہ علی خاں فاروقی نے اس کے شکریہ میں ہیشمار روپیہ فقرا و مستحقین کو تقسیم کیا برہان نظام شاہ ثانی نے دیکھا کہ اس وقت تدبیر موثر نہ ہو سکی اور مجبوراً اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی زبردگی اطمینان کے ساتھ کر کے لگا۔

شہرہ میں برہان نظام شاہ کا فرزند اسماعیل نظام شاہ بحری جو دکن میں تھا احمد نگر کا فرمانروا ہوا برہان نظام شاہ ثانی جیسا کہ اس کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے اپنے ملک سورونی کی طبع میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی تجویز سے ہندوستان میں جو اس کی جاگیر تھی وارد ہوا برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں فاروقی سے امداد طلب کی راجہ علی خاں نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورہ سے جو اس زمانہ میں دکن کی ہمت کا عقدہ کشا سمجھا جاتا تھا اس امر کو قبول کیا اور برہان نظام شاہ ثانی کی امداد کے لئے اٹھ کھڑا ہو جہاں خاں مہدی جو اس وقت احمد نگر کا بایا اختیار حاکم تھا اسماعیل نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر برہانپور روانہ ہوا راجہ علی خاں فاروقی نے اپنی ذاتی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے لشکر کو درست کیا اور برہان نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد برار کی جانب روانہ ہو گیا راجہ علی خاں نے جب تک کہ جمال خاں یہاں پہنچے براری امیروں کو وعدہ و وعید کیساتھ برہان نظام شاہ ثانی کی جانب سے مطمئن کر کے امر انکو برہان شاہ کے پاس لے آیا اس زمانہ میں جمال خاں ہمدانی نے لکھات رو بنکر کو عبور کیا اور فریقین ایک دوسرے کے قریب ہو گئے ہر فریق نے اپنے لشکر و صفوں کو درست کیا اور بے حد شدید و عظیم الشان جنگ واقع ہوئی فریقین ثابت قدم رہے اور میدان کارزار سے قدم نہ اٹھائے اتفاق سے بندوق کی گولی جمال خاں ہمدانی کے جسم پر لگی جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

اور حریف میدان جنگ سے فراری ہوئے برہان نظام شاہ بحری ثانی اور راجہ علی خاں فاروقی کامیاب و باہر اوجن عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے جن کے اختتام کے بعد ایک دوسرے سے رخصت ہو کر برہان نظام شاہ بحری احمد نگر اور راجہ علی خاں فاروقی برہانپور واپس آئے۔

سنتاریہ میں برہان نظام شاہ نے وفات پائی اور شاہزادہ سلطان مراد بن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ و میرزا عبدالرحیم المصطفیٰ بنان خان ولد میر خاں ترکمان

دلایت نظام شاہیہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے راجہ علی خاں فاروقی نے بھی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حکم کے مطابق مع اپنے جہار لشکر کے خانخاناں کی ہمراہی اختیار کی شہزادہ و میرزا عبدالرحیم خانخاناں احمد نگر پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا موسم برسات کی وجہ سے کوئی کارروائی نہ ہو سکی آخر کار شہزادہ و خانخاناں نے اس شرط پر صلح قرار دی کہ برابر پر اکبر شاہی قبضہ ہو اور احمد نگر نظام شاہ سے متعلق رہے۔

اس صلح و قول و قسم کے بعد شہزادہ اور خانخاناں برابر پر قابض ہو گئے اور راجہ علی خاں کو آسیر و برہانپور جانے کی اجازت دی غلیل مدت اس طرح گزری ہوگی کہ دکن میں نے اتفاق کر کے ارادہ کیا کہ برابر جنتائی لشکر کے قبضہ سے نکال لیں دکنی ہجوم کو کچے سہیل خاں خواجہ سہل کی سرکردگی میں آب گنگ کے کنارے قصبہ سون پت میں ایلچا ہو خانخاناں نے شہزادہ کو اپنے ہمراہ لیا اور راجہ علی خاں اور تمام مغل امیروں کے ہمراہ سہیل خاں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا جنگ کے بعد خانخاناں کو فتح ہوئی لیکن راجہ علی خاں فاروقی جو دکنوں کی آتشباری کا مد مقابل تھا مع اکثر خاندانی امیروں کے ملکر خاک ہو گیا چنانچہ اس کی لاش برہانپور میں لا کر دفن کر دی گئی راجہ علی خاں فاروقی نے اکیس سال حکومت کی۔

ذکر حکومت بہادر خاں راجہ علی خاں فاروقی مسئلہ میں فوت ہو گیا میرزا عبدالرحیم فاروقی اور دولت خانخاناں کی تجویز اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے فرمان کے فاروقیہ برہانپور کے سلطان کا مطابق راجہ علی خاں کا فرزند باب کا جانشین ہوا اور اس نے غنا حکومت اپنے ہاتھ میں لی چونکہ یہ خفیف العقل و ناتجربہ کار تھا لہذا چنگ و بوزہ وافیون و مے خواری کی علت میں گرفتار ہوا بہادر

خاں نعمت نوازی اور زنان مسرہ کی صحبت کا بے حد شائق تھا بہادر خاں نے آب نہتی کے کنارے برہانپور کے مقابلہ میں ایک شہر موسوم بہ بہادر پور کی بنیاد ڈالی اور اس کی تعمیر میں بے حد کوشش کی بہادر خاں باوجود سپاہ مغل کی ہمسائیگی کے دولت و ملک کے انتظام و تدبیر سے غافل ہو گیا اور بیشتر اوقات زنان مسرہ و سازندوں کی صحبت میں عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا یہ فرمانروا و زمانہ اسی طریق سے اپنی زندگی بسر کرتا اور اسی کو غنیمت سمجھتا تھا یہاں تک کہ سلطان مراد و لد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

نے بلدہ شاہ پور میں جو خود اس کا آباد کیا ہوا تھا وفات پائی اور بادشاہ نے شہزادہ دانیال کو صوبہ دکن کی حکومت پر فائز فرمایا۔

شہزادہ دانیال دکن میں تشریف لائے بہادر خاں نے اپنے والد کی روش کے خلاف عمل کیا اور اپنی بیہ عقلی کی وجہ سے شہزادہ دانیال کی ملاقات کے لئے نہ گیا بہادر خاں نے اپنی بدبختی سے جس زمانے میں کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ خود بنفس نفیس تسخیر دکن کے لئے شادی آباد مندو میں تشریف لائے تو بہادر خاں نہ استقبال کے لئے گیا اور نہ ملاقات کی بلکہ قلعہ آسیر میں داخل ہو کر سامان قلعہ داری مہیا کر کے برج و بارہ کو محکم کیا اور اپنی سفاهت و بے نیتری سے آئین سیاست کے خلاف ہوشیاری و دوراندیشی سے کام نہ لیا اور علاوہ سپاہیوں اور شاگرد پیشہ اور ضروری ملازموں کے اٹھارہ افراد رعایا اور بقال وغیرہ کو بھی قلعہ میں داخل کر کے ہاتھی اور گھوڑے اور گائیں اور بھینسیں اور ککریاں اور بھیت اور مرغ و کبوتر کو بھی قلعہ کے اوپر لے گیا۔

مولف کو آصف خاں میرزا جعفر اور محمد تشریف سے معلوم ہوا کہ قلعہ کے فتح ہونے کے بعد جب ہم نے اہل قلعہ کو شمار کیا تو اسی ہزار مرد و عورت قلعہ سے باہر نکلے ان کے علاوہ چالیس ہزار انسان محاصرہ کے زمانہ میں نذر اہل ہو چکے تھے اسی پر تمام حیوانات کو باعتبار ان کے اشم کے قیاس کرنا چاہئے الغرض شاہی لشکر بہانپور میں آیا اور بادشاہ کو بہادر خاں کے حالات کا علم ہوا بادشاہ نے احمد نگر کی روانگی کو ملتوی فرمایا اور شہزادہ دانیال اور خانماناں کو احمد نگر کی ہم پر متعین فرما کر خود بہانپور میں قیام فرما ہوئے اور امیروں کو آسیر کے محاصرہ کا حکم دیا آیام محاصرہ نے طول ٹھینچا اور دس ماہ گزر گئے اور قلعہ کی آب و آبادی کی کثرت سے متعین ہو گئی اور حصار کے اندر دبا پھیلی اور انسان و حیوان ضائع ہونے لگے جس سے اہالی قلعہ بے حد مضطرب ہوئے۔

اسی اثناء میں اہل قلعہ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اکبر بادشاہ نے ایک جماعت کو جو طلسمات و افسون سے ماہر ہیں مقرر کر دیا ہے کہ چند عملیات سے جو قلعہ کی فتح کا باعث ہو سکیں کام لیں اور بادشاہ خود بھی تسخیر حصار کی غرض سے سیح پڑھ رہے ہیں اہل قلعہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عمل آفتاب سے متعلق اور دشمن کی بربادی و اپنی فتوحات کا باعث اور جو بادشاہ کے تجربہ میں بارہا آچکا ہے اس پر اس زمانہ میں بھی عمل فرمایا اور یہ وبا

اسوات اسی مسیح کے اثرات ہیں غرض کہ بہادر خاں اور اس کے مقربین اس خبر کو سنکر
بیدست و پا ہو گئے اور عقل سلیم کو ہاتھ سے کھو بیٹھے اور انسان و حیوان کی کثرت تعداد کو
جو و با کا بامٹ تھی کسی کرنے کی کوشش نہ کی علاوہ اس کے ہر چند محافظان قلعہ نے
اپنے افلاس و پریشانی اور غلہ و ادوقہ کے کمی کی شکایت عاجزی کمر ہاتھ کی لیکن بہادر
خاں نے ان کے حال پر کوئی توجہ نہ کی اور کار آمد و جنگی ملازمین کو اپنی غفلت سے پریشان
حال رکھا آخر کار یہ جماعت تنگ و عاجز آکر قلعہ کی حفاظت سے کنارہ کش ہو گئی اکبر سیراویں
نے حمامہ میں سختی و تنگی سے کام لیا اور قلعہ مالیکمر پر جو قلعہ آسیر کے متصل ہے قابض
ہو گئے۔

بہادر خاں فاروقی نے باوجود اس کے کہ دس سال کا ذخیرہ قلعہ میں رکھتا
تھا اور حصہ نقد و وہاب اس سے بہرہ ہوا تھا لیکن ایک شے بھی کسی کو نہ دی ان
وجود کی بنا پر اپنی قلعہ نے اتفاق کر کے یہ قرار داد کی کہ بہادر خاں کی مخالفت کریں
اور اس کو مع اس کے مقربین کے گرفتار کر کے اکبر بادشاہ کے حوالہ کر دیں بہادر خاں
اس راز سے آگاہ ہو گیا اور اپنے ارکان و دولت آصف خاں و میرزا جعفر و دیگر خاں
وغیرہ سے مشورہ کیا ارکان و دولت نے بالاتفاق جواب دیا کہ مرض و اسوات میں روز
بروز ترقی ہو رہی ہے اور عزیز جانیں ضائع ہو رہی ہیں اب اس وقت فوج کو نسلہ و
اسباب و مدد خرچ و دیگر ہم بیماری و وبا کو دفع نہیں کر سکتے اور نہ ان امور پر عمل کرنے
سے اکبر ایسے عالی مرتبہ بادشاہ کے پیچھے غضب سے نجات پاسکتے ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ
جان و مال کی امان طلب کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور قلعہ بادشاہ
کے سپرد کر دیں۔

بہادر خاں فاروقی کو یہ رائے پسند آئی اور خاں اعظم میرزا عزیز کو کہ کی مصلحت
سے اس نے امان طلب کی بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور بہادر خاں اس کی
غنیمت سمجھ کر خاں اعظم میرزا عزیز کو کہ کے ذریعہ سے قلعہ سے نکل کر بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہوا بہادر خاں نے قلعہ آسیر کو جس میں دس سال کا ذخیرہ اور ادوقہ موجود تھا
اور جس کی فتح جبراً و قہراً ایک بیک نام ممکن تھی مع خزانہ کے بادشاہ کے ملازمین کے
سپرد کر دیا۔

مؤلف نسخہ ہذا ^{۱۲۳} میں خواجہ حسن تربتی دیوان دار شہزادہ دانیال کے ہمراہ قلعہ کے اوپر گیا اور قلعہ کی سیر کی حصار کی اصل حالت یہ ہے کہ ایک پہاڑ نہایت بلند ہے اور اس پہاڑ کے اوپر آدھ کوس یا کچھ زیادہ مسلح و ہموار زمین ہے اور اس سطح زمین میں چند شے جاری ہیں علاوہ ان چشموں کے چند حوض بھی ہیں جو پانی کے ذخیرہ کے لئے تعمیر کئے گئے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ اگر اتفاق سے خشک سالی ہو اور چشموں کا پانی کم ہو جائے تو حوض کا پانی جو استعمال میں آئے اور اہل قلعہ تشنہ لبی کی وجہ سے ہلاک نہ ہوں زمین مسلح کے دور پر جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے ایک حصار نہایت بلند و مستحکم تعمیر کیا گیا ہے اس حصار کا ایک حصہ آسا اہیر کا بنایا ہوا ہے اور بقیہ حصہ سلاطین فاروقیہ کا تعمیر کردہ ہے داخلہ کی راہ ایسی دشوار گزار راہ ہے کہ ایک پیادہ بے حد محنت و مشقت کے ساتھ قلعہ کے اوپر جاسکتا ہے گھوڑا بھی اسی صورت سے بلا سوار کے اوپر جاسکتا ہے چھوٹے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ کر بے انتہا احتیاط و حفاظت کے ساتھ اوپر لے جاسکتے ہیں حصار کے اندر خوش قطع و بلند عمارتیں و کھلیں باغ و عمدہ حوض بشمار ہیں اور مسجد جامع ایسے تکلفات و آرائشگی کے ساتھ تعمیر کی گئی ہے کہ بڑے شہر و دیں میں بھی اس کا مثل کمتر نگاہ سے گذر رہے۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ اس قلعہ کو فتح کر کے اگر وہ واپس تشریف لائے اور چونکہ بادشاہ غیر اسلامی عقائد پر مائل تھا اس نے ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ مسجد کو توڑ کر بجائے اس کے بت خانہ بنایا جائے شہزادہ دانیال نے جو اس وقت برہان پور میں موجود تھا فرمان کے مضمون پر عمل نہ کیا اور غفلت کے ساتھ ٹال گیا خاکسار مؤلف نے ایک مرتبہ خواجہ ابوالحسن تربتی سے جس نے ہندوستان کے عظیم الشان قلعوں کو دیکھا ہے سوال کیا کہ کوئی قلعہ اس استحکام کا تھا رہی نظر سے گذر رہا ہے خواجہ ابوالحسن تربتی نے جواب دیا کہ قلعہ رہتاس جو مشرقی ہندوستان میں واقع ہے اس قلعہ سے بھی زیادہ مستحکم ہے لیکن دست میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا قلعہ رہتاس کی اندرونی دست پانچ چھ کوس ہے اور بارہ ہزار جنگجو سپاہی اس قلعہ کی حفاظت کر سکتے ہیں بہ خلاف اس کے قلعہ ایہر میں ایک ہزار جنگجو سپاہ قیام پذیر ہے۔

ایہر کے علاوہ سلاطین فاروقیہ نے ایک دوسرا حصار پہاڑ کی چوٹی پر حصار اول کے

دروازہ کے جانب تعمیر کیا اور حصار جدید میں متعدد دروازے نصب کر کے اس کو مالی گرجے نام سے موسوم کیا جس وقت خاندیسی لشکر نے اپنے فرمانروا سے رنجیدہ ہو کر جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اکبری لشکر اس حصار پر قابض ہو گیا اگر بالیگر میں بھی چند روج تعمیر کر دئے جائیں اور توپ و ضرب زن نصب ہوں اور اس حصار کی حفاظت صرف دو سو جنگجو سپاہیوں کے سپرد کر دی جائے تو اس پر بھی قابض ہونے کا حد و شمار ہو جائے گا۔

غرض کہ ایسا قلعہ باستانی اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آگیا اور سلاطین فاروقیہ کی حکومت سنہ ۱۰۰۰ میں ختم و منقطع ہو گئی بہادر خاں کو اکبر بادشاہ اپنے ہمراہ دارالسلطنت لاہور میں لے آئے بہادر خاں کو اپنی مدت العمر دوبارہ سلطنت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا بہادر خاں اور اس کے فرزندوں کو بادشاہ کی سرکار سے تنخواہیں ملتی رہیں بہادر خاں نور الدین چغتایر بادشاہ ولد اکبر بادشاہ کے عہد سلطنت تک زندہ رہا اور سنہ ۱۰۰۰ میں بلدہ آگرہ میں اپنی اصل طبعی سے فوت ہوا بہادر خاں نے صرف تین سال حکومت کی۔

ساتواں مقالہ

حکام شرقی اور ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ شرقی اور یورپی دونوں لفظ یورپی کے حالات مترادف ہیں ایک عربی ہے اور دوسرا ہندی۔ اہالیان ہندوستان نے شرقی دہلی کی حکومت کو بہت وسیع دیکھ کر امتیاز پیدا کر دیا ہے۔ حاجی پور و ترہتہ اور دیگر اس نواح کے صاحب سکہ و خطبہ بادشاہوں کو سلاطین شرقی کہتے ہیں اور ہنگامہ و سنار گاؤں لکھنؤی بہار اور جاجنگر اور دیگر بلاد کے والیان ملک کو سلاطین یورپیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

سلاطین یورپی واضح ہو کہ ہندوستان کی معتبر تاریخوں میں سلاطین یورپی یا والیان بنگالہ اور شرقی کے حالات مفصل مرقوم نہیں ہیں۔ میری تالیف کا ماخذ تاریخ الفی ہے جو البادی ملا احمد تنوی کی تصنیف ہے۔ میں نے سوا اس تاریخ کے دوسری روایتوں سے

بحث نہیں کی ہے اگر واقعات میں اختلاف اور لغزش نظر آئے تو ناظرین بشر سمجھکر مجھے معاف فرمائیں۔

محمد مختار کا ولایت اسلامی فرمانروائی میں جس شخص نے سب سے پہلے اس بہار اور بنگالہ پر ملک کو فتح کر کے وہاں دین اسلام کو رواج دیا محمد مختار علی قہضہ ہے۔ یہ شخص اکابر بلاد غور کی نسل سے تھا اور سلطان غیاث الدین

سام کے عہد میں غزنین آیا اور تھوڑے زمانہ کے بعد ہندوستان وارد ہو کر
 ملک مظہر حاتم الدین بعلبک کی خدمت میں جو سلطان شہاب الدین غوری
 کا نامی امیر تھا حاضر ہوا اور اس کی کوشش سے محمد بختیار نے پرگئے میان دوآب
 کے جاگیر میں حاصل کئے۔ چونکہ اس کے چہرہ سے شجاعت اور مردانگی کے
 آثار ہویدا تھے کنبیلہ اور پٹیالی بھی اس کے سپرد کر دئے گئے۔ محمد بختیار
 بے حد مائل اور شجاع تھا اور اسکی ہمت عجیب و غریب واقع ہوئی تھی چنانچہ
 منجملہ ان غریب کے ایک امر یہ ہے کہ جب اپنے ہاتھوں کو دراز کرتا تو
 انگلیوں کے جوڑ زانوں سے گزر جاتے تھے۔ محمد بختیار بہار اور منیر کو ہمیشہ
 ساخت و تاراج کر کے بے شمار مال غنیمت حاصل کرتا اور اس نواح کے
 سرکشوں کو پا مال اور تباہ کیا کرتا تھا تھوڑی ہی زمانے میں اس کے پاس
 اسباب شوکت و عظمت بہت زیادہ ہو گیا اور غور و غزنین اور خراسان کی
 ایک جماعت کثیر جو ہندوستان میں آکر ادھر ادھر پراگندہ تھی اس کی
 سخاوت کا شہرہ بلند ہوتے ہی محمد بختیار کے دامن میں پناہ گزین ہوئی
 سلطان قطب الدین ایبک کو بھی اس کے حال سے اطلاع ہوئی
 اور اس نے محمد بختیار پر نظر عنایت کر کے لوازم شاہانہ اس کے لئے بہار
 روانہ کئے۔ محمد بختیار بادشاہ کی ایسی توجہ سے اور زیادہ قوی ہوا اور اس
 نے ملک بہار کو لشکریوں کے تاخت و تاراج سے صاف اور حصار بہار کو
 فتح کر کے ابالی شہر کو جو برہمن مرتاض تھے اور دارھی اور موچھ منڈا کر
 زندگی بسر کرتے تھے تہ تیغ کیا۔ ان کی مذہبی کتابیں دستیاب ہوئیں لیکن
 ان کتابوں کا پڑھنے اور سمجھانے والا نہ ملا۔ روایت یہ ہے کہ یہاں کے
 باشندے غیر مسلم تھے اور حصار کے تمام رہنے والے غیر مسلموں کے مدرس
 تھے۔ ہندی زبان میں مدرسہ کو بہار کہتے ہیں اور چونکہ یہ مقام ہندوؤں
 کے علوم و فنون کا مرکز تھا بہار کے نام سے موسوم ہو گیا اس واقعے
 کے بعد محمد بختیار بے شمار مال غنیمت کے ساتھ قطب الدین ایبک
 کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دہلی پہنچ کر بادشاہ کی عنایتوں اور شاہانہ نوازش سے

سرفراز کیا گیا محمد بختیار ایسا عالی مرتبہ ہوا کہ اس کے معاصرین اس پر رشک و حسد کرنے لگے
 حامدوں نے قطب الدین ایبک کے دربار میں محمد بختیار کی بابت حقارت انگیز گفتگو شروع کی
 ایک روز ان حامدوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ محمد بختیار قتل مست سے جنگ کرنے کا مدعی ہے
 روضۃ الصفا کی روایت کے مطابق محمد بختیار نے ایک میل سفید سے حواندنوں مست ہو گیل
 تھا نبر و آزمائی کی۔ سلطان قطب الدین ایبک نے اول تو محمد بختیار کے خوف ہلاکت کا خیال
 کر کے اس آزمائش سے انکار کیا لیکن آخر کار اپنے مقربان و دربار کے اصرار سے اس پر رضی
 ہوا ایک دن بادشاہ قصر حلی میں بیٹھا اور دربار آراستہ کر کے خاص و عام سب کو بار بار پی
 کا شرف دیا گیا۔ لوگوں نے ایک ہاتھی بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان
 کا کوئی قیل اس جانور کا مقابلہ نہیں کر سکتا سلطان قطب الدین نے کہا بہتر ہے یہی موقع
 ہے اگر دعویٰ جو انہر دی ہو تو اس کے سامنے آؤ محمد بختیار نے یہ سنکر اپنے غیرت مندی
 اور جوانمردی کے لحاظ سے یہ کہنا مناسب نہ خیال کیا کہ میں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے اسی وقت
 مستعد ہو کر اور اس ہاتھی کو قیل شطرنج تصور کر کے ایک گرز کراں اپنے ہاتھ میں لیا
 اور اسی کے سامنے آیا۔ محمد بختیار نے ہاتھی کے دونوں دانتوں کے درمیان اس کی
 سونڈیر ایسا گرز مارا کہ اس کی ضرب سے دانت کی جڑوں پر سخت چوٹ آئی محمد بختیار
 نے ارادہ کیا کہ دوسرے گرز اس پر لگائے کہ ہاتھی نے نفو کیا اور اس بہادر امیر کے سامنے
 سے بھاگا حاضرین اور حامدین حیرت سے انگشت بدنداں ہوئے اور مہمان کے
 ہر گوشے سے صدائے تحسین و آفریں بلند ہوئی۔ قطب الدین ایبک نے محمد بختیار کی
 قدما فرائی کی اور اسی دربار میں بے حساب نقد و جنس اسے عطا فرمایا محمد بختیار دربار شاہی
 سے باہر آیا اور اپنی عالی ہمتی سے تمام نقد و جنس اہل دربار کو عطا کیا اور خود بادشاہ کا خلعت
 پہنے جوئے اپنے مکان واپس گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے محمد بختیار کو بہار اور
 لکھنؤ کی حکومت اور سرسپردہ سرخ مع طبل و علم کے عطا فرمایا۔ بعضوں نے لکھا
 ہے کہ لکھنؤ سے مراد وہ حصہ ہندوستان ہے جو کوردنگالہ سے لے کر دریائے بربک
 تک پھیلا ہوا ہے لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ کورد سے مراد بہار تک لکھنؤ ہے اور
 کورد کی دوسری جانب سے بنارس اور دریائے گنگا کا ملک بنگالہ یا بنگ کہلاتا ہے
 مختصر یہ کہ محمد بختیار اس نواح میں پہنچا اور بنگالہ اور لکھنؤ کے فتح کرنے میں

کوشش کرنے لگا۔ یہ اس حصہ ملک پر لکھنہ سپہ سالار نے لکھنہ حکمران تھا۔ یوین لکھتے
ہیں کہ رائے لکھنہ کا تنہا لکھنوتی کا ایک شہر تو دیا تھا۔ راجہ کی زوجہ سیدہ غلامند اور
صاحب فہم و فراست تھی یہ رانی حاملہ ہوئی اور وضع حمل کے آثار نمایاں ہوئے۔ نودیا کے
نجوی چوب کے سب بہن سہیلود کا زائچہ تیار کرنے کے لئے محل میں حاضر ہوئے اس گروہ نے
بالاتفاق یہ کہا کہ اگر اس ساعت میں لڑکا تولد ہوگا تو بڑا شقی اور بد نصیب ہوگا اور اگر
ولادت دو ساعت کے بعد واقع ہوگی تو مولود صاحب اقبال ہو کر عرصہ تک حکمرانی
کریگا۔ رانی نے یہ تقریر سنی اور کہا کہ اس کی دونوں یاؤں باندہر ساعت سعید کے آنے تک
اس کو سرنگوں آویزاں کر دیں رانی کے حکم کی تعمیل کی گئی اور ساعت سعید میں فرزند
پیدا ہوا۔ عورت نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی وفات پائی اور راجہ لکھنہ اور اراکین دولت
نے سپہ سالار لکھنہ کے نام سے موسوم کر کے اس کو ایک دایہ کے سپرد کیا۔ یہ سپہ سالار ہو کر
باپ کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا اور اسی سال سیدہ عدل و انصاف کے ساتھ بہت سی
اور مہمور حصہ ملک پر حکمرانی کرتا رہا۔ راجہ لکھنہ نے انصاف کو اپنا شعار بنایا اور کبھی ظلم و
تعدی کے گرد نہیں پھرتا اس کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کا انعام کبھی ایک لاکھ پونہ
سے کم نہیں ہوتا تھا۔

اقاضی منہاج السراج جرجانی لکھتے ہیں نجویوں کے اور برہمنوں کے گروہ نے
راجہ لکھنہ سے عرض کیا کہ قدیم کتابوں میں مرقوم ہے کہ فلاں تاریخ یہ ملک ترکوں
قبضہ میں چلا جائے گا یہ زمانہ آپ نزدیک آگیا ہے بہت ہے کہ تم بھی جاری ہو افقت
کرو تا کہ رعایا اور راجہ سب ایک بار کی جلاوطن ہو کر ترکوں کے ہاتھ سے نجات پائیں۔
راجہ نے کہا کہ جو شخص سرگروہ لشکر اسلام ہے ان کی علامت بھی کتابوں میں مرقوم ہے
یا نہیں برہمن نے جواب دیا کہ ہاں معتبر تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ اس ملک کے فاتح کا
ہاتھ اس قدر دراز ہوگا کہ اگر وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوگا تو اس کی انگلیاں پاؤں
کی بندلیوں تک پہنچ جائیں گی۔ راجہ لکھنہ نے اپنے معتمد درباریوں کو ایسے شخص
کی شناخت اور جستجو میں روانہ کیا۔ بڑی تلاش کے بعد محمد بن ختیار اس صفت کا انسان
پایا گیا اور راجہ کو اس کی اطلاع دی گئی اور راجہ اور برہمنوں میں ایک شورش ملاحظہ
پیدا ہوا وہ سمجھے کہ نوشتہ کتاب کے مطابق اب ملک کی تباہی کا وقت آگیا ہے

برہمن تو جلد سے جلد گھنا تھکا مرد اور جنگلہ کے سرحدی شہروں میں جلا وطن ہو گئے لیکن راجہ
 نے اپنے موروثی ملک کی حفاظت نہ گوارائی اور برہمنوں کا ساتھ نہ دیا اسی دوران میں محمد مجتبیٰ
 نے راجہ کی مملکت پر دھاوا کیا۔ اور اس قدر جلد سفر کی منزلیں طے کیں کہ راجہ کو اس کے حملہ کی خبر نہ
 کے قبل ہی محمد مجتبیٰ اس کے سر پہنچ گیا۔ راجہ کے سامنے دسترخوان پناجا رہا تھا کہ اسے اطلاع ہوئی تو
 حریف نصرت شاہی کے قریب آگیا لکھنہ پریشان ہو کر محل کے دروازے سے چوہرست
 واقع تھا فرار کیا اور اسی زمانے میں راجہ ہی عدم ہو گیا محمد مجتبیٰ نے شہر نو دیا کہ جو جنگلہ اور لکھنوتی کے
 درمیان واقع ہے ایسا تباہ اور برباد کیا کہ اس کے آثار بالکل منہدم ہو گئے اور لکھنوتی کے ساتھ
 ہی ساتھ جنگلہ کے اکثر یرگنوں پر بھی قبضہ کر کے ان ممالک کے علاوہ جاجنگلہ بہار دیو کوٹ
 اور بارسونی کا خطبہ و سکھ اپنے نام کا جاری کیا محمد مجتبیٰ نے جنگلہ کی سرحد پر کھائے
 شہر نو دیا کے ایک نیا شہر آباد کیا اور اسے رنگ پور کے نام سے موسوم کر کے اپنا تخت گاہ
 مقرر کیا اس شہر میں مساجد اور خانقاہیں اور مدارس تعمیر کئے گئے اور بجائے مذہب ہنود
 کے احکام اسلام رائج ہوئے۔ اس زمانے میں جو مال غنیمت محمد مجتبیٰ کے ہاتھ آیا اس میں
 سے بہترین اشیاء سلطان قطب الدین امیک کی خدمت میں روانہ کر کے اپنے حیل و تدبیر
 اور پاکیزہ نفسی کو دنیا پر تباہ کر دیا چند سال کے بعد ملک تمام و کمال اس کے قبضے
 میں آگیا اور جنگلہ کے راجہ اور زمیندار اس کے مطیع ہو گئے اور اس نے دیکھا کہ شہر اقبال
 روز بروز ترستی کر رہا ہے محمد مجتبیٰ کو تربت اور سرکستان کے فتح کرنے کی ہوس ہوئی اور
 اپنے سپہ سالار محمد شیر خاں خلجی کو جاجنگلہ لکھنوتی اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لئے اپنا
 نائب مقرر کیا اور اس کے بجائی کو بھی جو امرے کبد کے گروہ میں داخل تھا اس کا معاون
 اور مشیر مقرر کیا اسی طرح علی مراد خلجی کو بھی جو ایک نامی امیر فوج تھا بارہنوں اور دیو کوٹ
 کے انتظام پر مقرر کیا اور دوبارہ ہزار آرمودہ کار سپاہیوں کی جمعیت سے ان کو ہتھیاروں کی طرف
 جو لکھنوتی اور تربت کے درمیان واقع ہے روانہ ہوا۔ ان کو ہتھیاروں کے باشندے تین قسم
 کے ہیں ایک منج دوسرے کوچی اور تیسرے بہار لیکن یہ تینوں قومیں شکل و شمائل میں
 ترک معلوم ہوتی ہیں اور ایک ایسی زبان بولتے ہیں جو ترکی اور ہندی سے ملوئی
 ہے۔ محمد مجتبیٰ نے منج قوم کے ایک زمیندار کو جو ہندی ہندوستان کا
 باشندہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اسلام قبول کر چکا تھا راہ بری

کے لئے اپنے ساتھ لیا۔ یہ شخص محمد بنختیار کو ابروہن نام ایک شہر میں لایا اس شہر کے سامنے ایک نہر جاری تھی نہر دریا کی طرح بڑی اور عرض عمیق میں لنگا کی چوکنی تھی اس نہر کا نام بیکری تھا کہتے ہیں کہ جب گشتاسب نے ترکستان کے راستے ہندوستان پر حملہ کیا تو ابروہن شہر کو آباد کر کے اس ندی پر جس پر سے گزرنے کے لئے دس روز درکار ہیں ایک تختہ پل باندھا اور دریا کو عبور کر کے کامرود پہنچا۔ محمد بنختیار نے علی منج کی رائے سے بالائے آب کے راستے کو اختیار کیا اور درون اور بہاڑوں کے درمیان سے راہ طے کرتا ہوا اس پل کے پاس پہنچ گیا اور اپنے دولہوں کو جس میں سے ایک ترک اور دوسرا غلجی تھا پل کی حفاظت پر متعین کیا اور خود دریا کو پار کر کے تبت وارد ہوا۔ کامرود کا راجہ محمد بنختیار کی تربوستی سے آگاہ ہوا اور غائبانہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے لگا راجہ کو خبر ہوئی کہ محمد بنختیار نے دریا کو عبور کر لیا ہے اس کے پاس اپنے ایک معتمد امیر کو روانہ کیا اور تبت کے راستے کے خطرات اور دشواری اور سرحدی قلعوں کے استحکام سے اسے آگاہ کر کے یہ رائے دی کہ امسال تبت کی تسخیر کو کھتی کرے دوسرے سال راجہ خود مسلمانوں کے لشکر کا راہبرین کر تسخیر شہر میں مدد دے گا۔ محمد بنختیار کے سر پر ادبار آچکا تھا اس نے راجہ کی نصیحت قبول نہ کی اور جلد سے جلد تبت روانہ ہوا اور پندرہ روز سخت بہاڑوں کا راستہ طے کر کے سوٹھویں دن ایک عظیم جنگل میں پہنچا اس کے بعد دیکھا کہ ملک معمور اور آباد ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے شہر اور قلعہ کا محاصرہ کر کے تاخت و تالاج کرنا شروع کیا شہر کے باشندوں نے اپنی اجتماعی قوت سے مقابلہ کیا اور صبح سے شام تک جنگ آزمائی کر کے مسلمانوں کے ایک گروہ کو زخمی کیا اور قلعے اور شہر اسے باہر نکال دیا۔ ان باشندوں کے ہتھیار پارہ پارہ تھے چنانچہ جشن و سرور و خود وغیرہ کے مختلف قطععات ان کے جسم پر بندھے ہوئے تھے اور تیر اندازی میں بچہ مشاق تھے ان کی کمانیں بچہ بلند اور خانہ دار تھیں اور شاذ و نادر نیزہ کا استعمال کرتے تھے۔ محمد بنختیار اس رات قلعہ کے

گرو مقیم ہوا اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس ملک کے خصوصیات دریافت کرنا شروع کیں۔ محمد مختیار کو معلوم ہوا کہ یہاں سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ایک شہر گر سین نام واقع ہے جہاں پچاس ہزار خونخوار ترک نیزہ باز آباد ہیں اور ہر روز پندرہ سو گھوڑے شہر کے بازار میں فروخت ہوتے ہیں جس قدر گھوڑے بنگالہ اور لکھنؤ وغیرہ میں جاتے ہیں سب یہیں خریدے جاتے ہیں۔ مسلمان راستہ کی دشواری اور جنگ آزمائی سے بے چین تھے اور ماندہ تھے اور اتنے بڑے جہاز لشکر کے مقابلہ میں صف آرا نہ ہو سکتے تھے تھوڑی رات باقی رہے وہاں سے کوچ کر کے واپس ہوئے۔ تبت کے باشندوں نے عبور کرنے کے مقامات پر آگ لگا دی تھی اور غلہ اور چارہ بھی بہت کم دستیاب ہوتا تھا۔ محمد مختیار بڑی محنت اور مشقت کے بعد کام و دینچائی اور دیکھا کہ پل دونوں امیروں کے وجود سے خالی ہے یہ امیر آپس میں نزاع کر کے چلے گئے تھے اور اہل کام و دینچائی ان دونوں اشخاص سے بچد تکلیف ہوئی تھی کام و دینچائی کے باشندوں نے باہم اتفاق کر کے دو طاق پل کے گرا دیئے۔ محمد مختیار نے ان کی گردش سے بچد پریشان ہوا اور نہر کو عبور کرنے کی طاقت اس میں نہ رہی۔ مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ کلڑی اور رسی بہم پہنچائی جائے۔ اور اس کے ذریعہ سے دریا کو عبور کریں اور جب تک کہ سامان عبور دستیاب نہ ہو جو ار کے ایکسپلجٹانہ میں جو بہت بلند اور مستحکم تھا قیام کریں۔ اتفاق سے محمد مختیار کی پیشا کاراجہ کام و دینچائی علم ہوا اور اسے اطلاع ہوئی کہ مسلمان فلاں بتجانہ میں قیام پذیر ہیں راجہ موقع کو غنیمت سمجھا اور اس نے اپنی فوج اور رعایا کو حکم دیا کہ چونکہ مسلمانوں سے میدان میں مقابلہ کرنا دشوار ہے اس لئے ایک بار گئی حملہ کر کے بتجانہ کے دروازوں کو بند کر دو اور کسی شخص کو باہر نہ آنے دو تاکہ یہ لوگ پیاس سے تلک آکر ہلاک ہو جائیں۔ محمد مختیار کو راجہ کے اس حکم سے اطلاع ہوئی اور اس نے دریا کے کنارہ جیسے نصب کرائے اور عبور کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسی درمیان میں ایک سوار دریا میں اترا اور نہر کو عبور کر کے اس پار پہنچ گیا لوگوں نے گمان کیا کہ دریا پایا ہے

نیز مسلمان دشمن کے تعاقب کے خوف سے یکبارگی دریا میں کودے محمد بختیار مع سوسواروں کے سلامت کنارہ پر پہنچ گیا اور باقی تمام سپاہی غرق دریا ہوئے۔ محمد بختیار نے اپنے ملک کی راہ لی اور دیو کوٹ پہنچ کر رنج و غم کی وجہ سے بیمار پڑا اور یہ کہنے لگا کہ شاید سلطان معز الدین محمد سوم کو بگڑے واقعہ پیش آیا اسی وجہ سے زمانے نے ہم سے بیوفائی کی درحقیقت اسی زمانے میں بادشاہ مقتول ہوا تھا۔ اس واقعے کی خبر محمد بختیار کے ملک میں پھیل گئی اور تلف شدہ غلیموں کے اہل و عیال اپنے شوہروں اور مربیوں کے حال کی تحقیق کے لئے دیو کوٹ وارد ہوئے اور سر راہ کھڑے ہو کر محمد بختیار کو گالیاں دینے اور اسے کو سنے لگے محمد بختیار اس حال کو دیکھ کر بیحد غمگین ہوا اور ۱۱۰۲ھ ہجری میں اس نے وفات پائی۔

طبقات ناصری میں مرقوم ہے کہ علی مردان غلجی کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور یہ امیر دیو کوٹ پہنچا۔ علی مردان محمد بختیار کے مکان میں آیا محمد بختیار کو یہیں علی مردان نے اس کے منہ سے چادر اٹھا کر خنجر اس کے شکم میں بھونک دیا بہر حال واقعہ جو کچھ بھی محمد بختیار کی موت کے بعد اس کی لاش بہار گئی اور وہاں ہونڈ خاک کر دی گئی محمد بختیار کے بعد دیگر امرا اور شاہان دہلی نے اس ملک پر حکومت کی جن کا حال شاہان دہلی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔

سلطان فخر الدین ملک فخر الدین حاکم بنگالہ یعنی قدر خاں کا سلاحدار اور اسکی کا دیار تشری کی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ قدر خاں سنارگانوں میں فوت حکومت پر فائز ہوا اور ۱۱۰۳ھ ہجری میں فخر الدین نے قدر خاں کے اسباب جاہ و حشم پر قبضہ کر کے اپنے کو فخر الدین سلطان کے نام سے مشہور کیا اور خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔

سلطان محمد تغلق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے قدر خاں حاکم لکھنؤ کو اعز الدین بخشی اور امیر کوہ وغیرہ نامی سرداروں کے ہمراہ فخر الدین کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ فخر الدین شکست کھا کر دور دراز جگہوں میں

جا چھپا اور اس کے گھوڑے اور ہاتھی حریف کے قبضے میں آئے قدر خاں نے یہیں قیام کیا اور باقی امیر اپنی جاگیروں کو واپس گئے۔ برسات کا موسم آگیا اور قدر خاں نے اس خیال پر روپیہ جمع کرنا شروع کیا کہ دہلی پہنچ کر بادشاہ کے سامنے زریں و سفید کا انبار لگا دے فخر الدین کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور اس نے خفیہ طور پر قاصد لشکر میں روانہ کئے اور بہت سے اہل لشکر کو اپنا بنا لیا اور ان لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ قدر خاں پر غلبہ پاتے ہی خزانہ اور روپیہ اہل لشکر کو تقسیم کر دے گا۔ فخر الدین اپنے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکل کر سارنگانہ روانہ ہوا اور قدر خاں کے باغی امیروں نے اتفاق کر کے اسے قتل کیا اور خزانہ اپنے ہمراہ لے کر فخر الدین سے جا ملے۔ فخر الدین نے اپنا وعدہ وفا کیا اور روپیہ انھیں لوگوں کو عنایت کر دیا۔ فخر الدین نے سارنگانوں کو تختگاہ بنایا اور حکمرانی میں مصروف ہوا۔ اس امیر نے اپنے غلام مخلص نام کو لکھنوتی کے انتظام اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کیا۔ قدر خاں کے عارض لشکر علی مبارک نے ہمت سے کام لیا اور وفاداری اور دولت خواہی کے خیال سے ایک گروہ کو اپنا ہم خیال بنا کر مخلص کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور عرفین کو شکست دیکر تختنامہ اور عریضہ سلطان محمد تغلق کے حضور میں روانہ کر کے بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ اگر حکم ہو تو میں لکھنوتی کا انتظام کروں محمد تغلق علی مبارک سے واقف نہ تھا اور اس لئے اس کے خط کا کوئی جواب نہ دے سکا اور یوسف شحنہ دہلی کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا یوسف شحنہ لکھنوتی پہنچتے ہی فوت ہوا اور ملک پر علی مبارک قابض ہو گیا چونکہ اباباد شاہی قبائلی تھے علی مبارک نے اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام و خطاب سے مشہور کیا لیکن اسی درمیان میں اس نواح کے ایک امیر مسمی ملک الیاس نے جس کے پاس آزمودہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر موجود تھا لکھنوتی پر حملہ کر کے سلطان علاء الدین کو قتل کیا اور اپنے کو سلطان شمس الدین کے خطاب سے مشہور کر کے شمس بھری میں سارنگانوں پر حملہ ہوا اور فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے

لکھنوتی نے لیا شمس الدین نے فخر الدین کو تہ تیغ کر کے خطبہ دسکہ اپنے نام کا جاری کیا۔

نظام الدین احمد بخشی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ملک فخر الدین قد رخاں کا سلاح دار تھا لکھنوتی میں اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور مخلص نام اپنے غلام کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ اقطار بنگالہ گوروا نہ کیا قد رخاں کے عارض لشکر مخلص خاں نے اس سے جنگ کی اور حریف کو شکست دیکر اس کے تمام اسباب شوکت پر قابض ہو گیا سلطان فخر الدین چونکہ نو دولت تھا اور اہل ملک کی طرف سے اسے اطمینان حاصل نہ ہوا تھا اس نے مصلحت کا لحاظ کر کے علی مبارک پر حملہ نہیں کیا اور اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام مہروم کر کے لشکر میں فخر الدین لکھنوتی پہنچا اور علی مبارک کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تہ تیغ کیا گیا فخر الدین نے دو سال اور چند ماہ حکومت کی۔

علی مبارک المشہو علی مبارک نے فخر الدین کو قتل کر کے لکھنوتی میں تہانے یہ سلطان علاء الدین بٹھائے اور بنگالہ کا رخ کیا چند دنوں کے بعد ملک حاجی الیاس نے جسکا آبا کیلہوا شہر حاجی پورا سن کی یادگار ہے سلطان علاء الدین کے لشکر کو اپنا ہی خواہ بنایا اور لکھنوتی

اور بنگالہ پر قابض ہو گیا حاجی الیاس نے علاء الدین کو قتل کر کے اپنے کو شاہ شمس الدین کے نام سے مشہور کیا علاء الدین نے ایک سال پانچ مہینے حکومت کی۔

حاجی الیاس المشہو علاء الدین شاہ کے قتل ہونے کے بعد لکھنوتی اور بنگالہ یہ سلطان شمس الدین پر حاجی الیاس کا قبضہ ہو گیا اور اس نے امیروں سے اتفاق رائے سے اپنے کو سلطان شمس الدین شاہ بھنگرہ بھنگرہ کے خطاب سے مشہور کر کے اپنے نام کا خطبہ دسکہ جاری

کیا بھنگرہ کے لقب کی وجہ تسمیہ کا مورخ فرشتہ کو علم نہیں ہے۔ شمس الدین نے تھوڑے دنوں کے بعد امیروں اور سپاہیوں کی دہجوی کر کے جاجنگرہ کا رخ کیا یہ ملک محمد بختیار کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے

جاتا رہا تھا۔ شمس الدین نے جاجنگر سے بہت سے قیل بزرگ حاصل کئے اور اپنے ملک کو واپس آیا۔ تیرہ برس اور چند ماہ شاہان دہلی میں سے کوئی فرمانروا بھی اس کے ارادہ میں مانع نہ آیا اور شمس الدین نے کامل اقتدار کے ساتھ ملک پر حکمرانی کی۔ دسویں شوال ۷۵۳ھ ہجری کو فیروز شاہ ایک جبرائیل کے ساتھ دہلی سے لکھنوتی پر حملہ آور ہوا۔ شمس الدین قلعہ اکنالہ میں پناہ گزین ہوا اور لکھنوتی کا سارا ملک خالی کر دیا۔ سلطان فیروز نے اکنالہ کا رخ کیا۔ بادشاہ نواح حصار میں پہنچا اور شمس الدین نے قلعہ سے نکل کر بادشاہ سے صف لڑائی کی۔ طرفین سے بے شمار آدمی جنگ میں کام آئے اور شمس الدین فراری ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ شمس الدین کے ہاتھی جو اسے جاجنگر سے دستیاب ہوئے تھے فیروز شاہ کے قبضہ میں آئے۔ اسی دوران میں برسات کا موسم آگیا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔

۷۵۳ھ ہجری میں شمس الدین نے پیش کش جو بادشاہوں کے دربار کے لائق تھے شیریں زبان قاصدوں کے ہمراہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیے۔ فیروز شاہ نے ایلچیوں پر مہربانی کی اور ان کو واپس جانے کی اجازت عطا کی۔

۷۵۴ھ ہجری کے آخر میں شمس الدین نے ملک تاج الدین کو دوبارہ بے شمار تحائف کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ فیروز شاہ نے اس مرتبہ بھی قاصدوں پر اور زیادہ عنایت اور مہربانی کی اور چند روز کے بعد اسیان تازی و ترکی مع دیگر بیش قیمت ہدیوں کے ملک سیف الدین شجاعتیل کے ہمراہ سلطان شمس الدین کے لئے روانہ کیا۔ لیکن سیف الدین اور تاج الدین بہار سے بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان شمس الدین نے وفات پائی۔ ملک سیف الدین نے بادشاہ کے حکم کے مطابق گھوڑے امراء بہار کو تقسیم کر دیے اور ملک تاج الدین بھی دہلی واپس آیا۔ سلطان شمس الدین نے سولہ برس چند ماہ حکومت کی۔ سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین شاہ نے وفات پائی اور امیروں اور افسانوں شمس الدین افواج کے مشورہ سے بادشاہ کی وفات کے تیسرے دن

اس کے فرزند بزرگ سکندر شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ بادشاہ عدلی و انصاف کے ساتھ حکمرانی کر کے فیروز شاہ بادشاہ دہلی کی رضا جوئی کرتا رہا۔ سکندر شاہ نے بادشاہ دہلی کی خوشنودی مزاج کو سب سے اچھا کر پچاس ہاتھی اور طرح طرح کے تحفے پیش کش کے طور دہلی روانہ کیے اس زمانے میں سلطان فیروز شاہ بنگالے کی تسخیر کا ارادہ کر کے سندھ بھری میں لکھنوی روانہ ہوا۔ سلطان سکندر نے اپنی طاقت کے موافق بادشاہ کے مقابلہ کی تیاری کی اور قلعوں اور مکانات کو مضبوط اور مستحکم کر لیا۔ سلطان فیروز شاہ ظفر آباد پہنچا اور سکندر شاہ نے باپ کی تقلید کی اور حصار اکدالہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ سکندر شاہ سلطان فیروز کے مقابلہ میں صف آراء نہ ہو سکا اس نے پیش کش سالانہ کا وعدہ کر کے بادشاہ کو اپنے ملک سے رخصت کیا۔ بادشاہ بند وہ تاک پہنچا تھا کہ سکندر شاہ نے سینتیس ہاتھی اور بے شمار مال و طرح طرح کے اسباب سلطان فیروز کی خدمت میں روانہ کر کے معذرت چاہی۔ سکندر شاہ نے اپنے باپ کی روش اختیار کی اور تمام زندگی عیش و عشرت میں بسر کرتا رہا اس نے نو برس چند مہینے حکمرانی کی۔

غیاث الدین بن سکندر شاہ کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند غیاث الدین سکندر شاہ تخت حکومت پر بیٹھا اس فرمانروا نے بھی اپنے باپ اور دادا کی روش اختیار کی اور تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کر کے ۷۷ برس دنیا کو خیر باد کہا۔ غیاث الدین نے سات برس چند ماہ حکومت کی۔

سلطان السلاطین غیاث الدین کی وفات کے بعد امرانے اس کے فرزند بن غیاث الدین کو سلطان السلاطین کا خطاب دیکر تخت حکومت پر بٹھایا یہ فرمانروا بید شجاع اور حلیم و کریم تھا۔ ۱۱۱۱ اور وزیر بادشاہ کی فہم و فراست اور اس کی سیاست سے ہر وقت لرزدہ بر اندام رہتے تھے اس بادشاہ نے کبھی کسی امر بد کو اپنا شعار نہیں بنایا اطراف و جوانب کے راجہ ہمیشہ اس کے اطاعت گزار رہے اور واجبی مال ادا کرتے تھے۔

کبھی انھوں نے پس و پیش و تاخیر نہیں کی سلطان السلاطین نے دس برس حکومت کرنے کے بعد ششمہ ہجری میں دنیا کو خیر باد کہا۔
شمس الدین ثانی سلطان السلاطین نے دنیا سے رحلت کی اور امیر و اعیان بن سلطان السلاطین نے اس کے فرزند کو شمس الدین کے خطاب سے اپنا فرزند و اتسلیم کیا۔ یہ بادشاہ خود سالی کی وجہ سے نا سمجھ

تھا کانش نام ایک غیر مسلم نے جو اس دربار کا امیر تھا اس کے عہد میں سجد اقتدار اور قوت پیدا کر کے ملک و مال پر چھا گیا۔ سلطان شمس الدین نے ششمہ ہجری میں وفات پائی اور کانش نے مسند حکومت پر جلوس کیا۔
راجہ کانش راجہ کانش اگرچہ خود مسلمان نہ تھا لیکن مسلمانوں سے سجد محبت اور خلوص کے ساتھ پیش آتا تھا راجہ کی اس طریقہ

سے اکثر امراء نے اس کے اسلام کی گواہی دی اور اس کے مرنے کے بعد ارادہ کیا کہ اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کریں۔ راجہ کانش نے سات برس بڑے جاہ جلال سے حکمرانی کرنے کے بعد وفات پائی اور اس کا فرزند مسلمان ہو کر تخت حکومت پر بیٹھا۔

چن مل ولد کانش چن مل نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تمام اراکین دولت الخاطب سلطان جلال اللہ کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ مجھ پر پورے طور پر ظاہر ہو گیا ہے کہ مذہب اسلام حق ہے اور اب میرے لئے یہ

ممکن نہیں کہ میں علانیہ اپنے اسلام کا اظہار نہ کروں اگر تم لوگ مجھے اپنا فرمانروا اس شرط کے ساتھ قبول کرتے ہو تو میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں ورنہ میرے براہ رخ و کو بادشاہ بناؤ اور مجھے اس خدمت سے معاف

کر داریں دربار نے عرض کیا کہ ہم بادشاہ کے تابع فرمان ہیں امور دنیاوی میں مذہب کو سر و کار نہیں ہے چن مل نے لکھنوتی کے علماء اور فضلاء کو دربار میں حاضر کیا اور سبھوں کے روبرو کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے کو سلطان جلال الدین کے نام سے مشہور کر کے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ اس باغی نے عدل و انصاف کو ایسا اپنا شعار بنایا کہ اگر ہم اسے نوشیروان ثانی کہیں

مبالغہ نہ ہو گا سلطان جلال الدین نے سترہ برس چند ماہ لکھنؤ کی اور بنگالہ پر حکومت کر کے سلاطین بھری میں رحلت کی اور اس کا فرزند احمد جلال الدین اس کا جانشین ہوا۔

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد اس کے فرزند احمد شاہ جلال الدین نے تخت حکومت پر جلوس کیا احمد نے بھی اپنے باپ کی پوری تقلید کی اور کمال داد و دہش کے ساتھ ملک پر حکمرانی کر کے رعایا کو اپنا گرویدہ بنالیا سلطان احمد نے سولہ برس حکومت کرنے کے بعد سن ۷۳۲ ہجری میں دنیا کو خیر باد کہا۔

ناصر الدین غلام سلطان احمد کی وفات کے بعد ناصر الدین نام غلام نے کاوارث ملک پر تخت سلطنت پر قدم رکھا اور کفرانِ نعمت کو اپنا شعار بنا کر تمام وراثت ملک کے تباہ اور برباد کرنے پر کمر بستہ ہو گیا اور دین و دنیا میں رویا ہوا۔ غرض کہ ناصر الدین سات

روز با برایت دیگر نصف یوم کے بعد سلاطین بھنگرہ کے امیروں کے ہتھیں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ ناصر الدین کے بعد ناصر شاہ نے جو سلطان شمس الدین بھنگرہ کی نسل سے تھا اپنے آباد اجداد کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ ناصر الدین بن شاہ یہ ام بھی دنیا کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ سلاطین بھنگرہ کی حکومت تمام ہونے اور اس قدر زمانہ دراز گزرنے کے بعد حکومت پھر اسی خاندان میں منتقل ہوئی اور جو اقبال

کہ ادبار سے مبدل ہو کر باعث تباہی تھا وہ پھر زندہ ہو کر اسی خاندان کے سر پر سایہ فگن ہوا ناصر الدین شاہ اس ملک کے ایک دہقان کے یہاں مقیم تھا اور زراعت پر اس کی بسر اوقات تھی اس کے دماغ میں حکمرانی کا خیال بھی کبھی نہ گزرتا تھا لیکن تاریخ اقبال عروج پر آیا اور بادشاہ عالمی جاہ ہو کر لکھنؤ کی اور بنگالہ کی سب سے وسیع سلطنت پر حکمران ہوا۔ ناصر الدین اخلاق حسنہ اور بہترین صفات سے موصوف تھا۔ شاہان بھنگرہ کے متعلقین اور خدام جو راجہ کانس اور سلطان جلال الدین کے عہد میں اطراف ملک میں جلا وطن ہو کر

ادھر ادھر پر اگندہ ہو گئے تھے ناصر الدین کے جلوس کی خبر سنکر اس کے دربار میں حاضر ہوئے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ایک بہت بڑی جمعیت اس کے گرد فراہم ہو گئی اور ہر طبقہ کے لوگ اس کے انصاف اور احسان سے دل شاد ہو کر ناصر الدین کی محبت کا کلمہ پڑھنے لگے چونکہ سلاطین دہلی اور فرمانروایان بنگالہ کے درمیان شاہانِ شرقیہ حایل تھے ناصر الدین نے بیجاپور اور آرام کے ساتھ تیس برس حکومت کرنے کے بعد ۸۶۲ھ ہجری میں وفات پائی

باربک شاہ ناصر شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکانِ دولت نے اس کے فرزند باربک کو تختِ حکومت پر بٹھایا اس بادشاہ کے عہد میں رعایا اور لشکر آسودہ حال رہا۔ باربک شاہ

ہندوستان کا پہلا حکمران ہے جس نے جشیوں پر نظر عنایت کر کے ان کو عالی مرتبہ بنایا۔ باربک نے آٹھ ہزار جشی اپنے دربار میں جمع کئے اور ملک کے جلیل القدر عہدے یعنی وکالت و امارت و وزارت وغیرہ ان کے سپرد کئے۔ ہجرات اور دکن کے بادشاہوں نے بھی اسی کی پیروی کی اور اس کے گروہ کی عزت اور توقیر میں بید کو شش کی باربک شاہ نے سترہ برس عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کر کے ۸۸۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

یوسف شاہ ولد یوسف شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا اس کے عہد میں بادشاہ علم و فضل سے آراستہ اور سیاست اور فرمانروائی میں یگانہ روزگار تھا امر معروف و نہی منکر کے احکام صادر فرماتا اور اس کے عہد میں کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ علانیہ شراب نوشی کرے اور بادشاہ کے احکام کے امتثال میں کاہلی کو دخل دے علمائے کبار و اوزکوا ایک روز اپنے

صنوبر میں بلایا اور ان سے کہا کہ تم لوگ شرعی مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ہرگز کسی کی رعایت نہ کرو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان صفائی نہ رہے گی اور میں تم سے سخت باز پرس کروں گا۔ یوسف شاہ خود صاحبِ علم تھا اور شریعت کے بوجھ پیچیدہ مقدمات جو قاضیوں سے حل نہ ہو سکتے تھے بادشاہ

خود ان کو فیصلہ کرتا تھا یوسف شاہ نے سات برس حکمرانی کرنے کے بعد
۸۳۵ھ ہجری میں رحلت فرمائی۔

سکندر شاہ کی امات یوسف شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت
اور اس کا عزل نے باغور و فکر سکندر شاہ کو تخت حکومت پر شکن کیا چونکہ

سکندر شاہ اس لائق نہ تھا اس لئے حکومت سے معزول
کیا گیا اور شاہ فتح شاہ کی شاہی کا اعلان کیا گیا۔

فتح شاہ کی حکومت کہتے ہیں کہ فتح شاہ صاحب علم و دانش تھا اس نے
کابیان۔

سلاطین اور بادشاہوں کا طریقہ اختیار کر کے ہر امیر پر
اس کی حیثیت کے مطابق نوازش کی۔ جو خواجہ اور حبشی غلام

باربک اور یوسف شاہ کے زمانے میں جمع ہو کر صاحب اختیار ہو گئے تھے
اور اب حد سے زیادہ بے اعتدالی کرنے لگے تھے بادشاہ نے اپنے صن

سیاست سے ان کی اصلاح کی۔ اس زمانے میں ملک بنگالہ میں یہ رسم تھی
کہ ہر شنب پانچ ہزار پاپیک پہرہ دیتے تھے صبح کو جب بادشاہ برآمد ہوتا تو

یہ گروہ آداب و مجرا بجالانے کے بعد رخصت کر دیا جاتا اور دوسرا گروہ
حاضر ہوتا تھا۔ خواجہ سراؤں کا گروہ جو ایک مدت سے خود سر ہو رہا تھا

اپنے ایک ہم قبیلہ بنگالی امیر سلطان شاہزادہ نام کے پاس آیا۔ یہ امیر
نوبتیوں کا سردار اور محلات شاہی کا کلید بردار تھا۔ ان لوگوں نے سلطان

شاہزادہ کو حکمرانی کرنے پر ابھارا چونکہ سلطان شاہزادہ خود بھی صاحب دعویٰ
تھا اس نے یہ التجا قبول کی۔ اتفاق سے اس زمانے میں خان جہاں امیر الامرا

ملک اندیل ملک کے بہترین لشکر کے ساتھ نواح کے راجاؤں کے دفع کرتے
پر نامزد ہوا تھا سلطان شاہزادہ کو موقع مل گیا اور اس نے باربکوں اور خواجہ

سراؤں کی مدد سے فتح شاہ کو ۸۳۵ھ ہجری میں قتل کیا اور صبح کو خود تخت
حکومت پر چلوں کر کے باربکوں کا سلام لیا فتح شاہ نے سات سال پانچ ماہ حکومت

سلطان باربک اس بد ذات خواجہ سرا نے اپنے آقا کو قتل کر کے
کی حکومت۔ خان حکومت اپنے ہاتھ میں لی باربک کے بادشاہ

ہوتے ہی خواجہ ہر اود ہر متفرق تھے اس کے گرد جمع ہوئے اس کی نصرت
 نے پست ہمت اور سفلہ مزاج اشخاص کو اپنے گرد جمع کیا اور روز بروز اس کی
 قوت اور شوکت بڑھنے لگی بارہک نے صاحب جمعیت امیروں کے استیصال
 پر کمر ہمت باندھی۔ ملک کے امرا کا سرگروہ ملک اندیل جشی سرحد پر تھا۔
 ملک اندیل کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ تخت گاہ
 پہنچ کر اس کا فر نعمت خواجہ مراد کو مراد دے اسی اثنا میں خون گرفتہ بادشاہ
 نے فتح خود ملک اندیل کو اس غرض سے طلب کیا کہ اسے پایہ زنجیر کر دے۔
 ملک اندیل جشی اسی امر کو لطیف غیبی سمجھا اور ایک اچھی جمعیت کے ساتھ
 بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ملک جشی چونکہ بیحد احتیاط کے ساتھ دربار میں
 آیا تھا خواجہ مراد کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ ایک روز بارہک
 نے مجلس آراستہ کی اور دس بارہ ہزار آدمیوں کو دارالامارۃ میں جو بہت
 وسیع کمرہ تھا جمع کیا۔ بارہک نے دربار بڑی شان و شوکت کے ساتھ آراستہ
 کر کے سب سے پہلے ملک اندیل کو اپنے سامنے بلا یا اور اس سے کہا کہ
 میں نے ایک گروہ تم کے ساتھ اتفاق کر کے بادشاہ کو قتل کیا اور خود تخت
 حکومت پر متمکن ہوا تم میرے اس فعل کو کیسا سمجھتے ہو ملک اندیل نے یہ
 مصرعہ پڑھا۔ ہرچہ آں خسر و کند شہیں بود۔ سلطان شاہزادہ ملک اندیل کے
 جواب سے بیحد خوش ہوا اور فوراً خلعت خاص مکر بند اور خنجر مرصع اور چند
 اسب و فیل اسے عنایت کئے بارہک نے قرآن شریف کو درمیان دیگر
 کہا کہ تم حلف اٹھاؤ کہ مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤ گے۔ ملک اندیل
 نے قسم کہا کہ کہا کہ جب تک بادشاہ تخت حکومت پر جلوس کرے گا میں
 اسے کسی قسم کا گزند نہ پہنچاؤں گا۔ چونکہ اکثر خواجہ مراد سلطان شاہزادہ سے
 برگشتہ تھے اور ملک اندیل بھی اس کا فر نعمت سے اپنے آقا کا انتقام لینا
 چاہتا تھا اس نے دربانوں سے سازش کر لی اور موقع اور وقت کا منتظر
 رہا ایک روز بارہک نے شراب پی اور تخت شاہی پر سو گیا ملک اندیل
 جشی دربانوں کی رہنمائی سے اسے قتل کرنے حرم میں گیا۔ جشی نے

بلذیک کو تخت شاہی پر سوتا پایا اور اپنی قسم کو یاد کر کے غور کرنے لگا اسی درمیان میں اہل رسیدہ خواجہ سہ لے جس کی عمر و اقبال دونوں پر زوال آچکا تھا کروٹ لی اور تخت سے نیچے گرا۔ ملک اندیل اس واقعے کو اپنی خوش فہمی سمجھا اور بڑی چالاک کے ساتھ باریک پر وار کیا تلوار کا رگرنہ ہوئی اور باریک ہوشیار ہو گیا اور اپنے کو ایک برہنہ تلوار کے مقابلہ میں دیکھ کر ملک اندیل سے گتھ گیا باریک قوی اور عظیم البمشہ تھا اس نے ملک اندیل کو نیچے گرا کر خود اس کے اوپر بیٹھ گیا ملک اندیل نے باریک کے سر کے بال مضبوط پکڑ لئے اور کسی طرح نہ چھوڑا۔ جشی امیر نے یغرش خاں ترک کو جو جھوٹے کے باہر کھڑا تھا آواز دی اور اسے اپنے پاس بلایا۔ یغرش خاں جشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ اندر آیا اور ملک اندیل کو نیچے دیکھ کر وار کرنے میں پس پیش کرنے لگا۔ ملک اندیل اور باریک کی ہاتھ پائی میں شمع بھی گلی ہو چکی تھی اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی ملک اندیل نے آواز دی کہ میں نے حریف کے سر کے بال مضبوط پکڑ لئے ہیں اور اس کا بدن اس قدر چڑا ہے کہ میں بالکل اس سے چھپا ہوا ہوں اور خود میری پہرین گیلی ہے تلوار اس سے گزر کر مجھ تک نہ پہنچ سکے گی اور اگر بغرض محال مجھے گزند بھی پہنچے گا تو اگر میرے سے ہزار آدمی بھی ولی نعمت کے خون کا انتقام لینے میں کام آئیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔ یغرش خاں نے چند لمبے ہاتھ باریک پر چلائے اور باریک قصد آمد وہ بیکر نیچے گر پڑا ملک اندیل اٹھا اور یغرش خاں کے ساتھ باہر آیا تو اچی جشی جو باہر کھڑا تھا اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کام کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے نمک حرام کا کام تمام کر دیا ہے تو اچی تاس جشی باریک کی خواہگاہیں لگیا اور اس نے چراغ روشن کیا باریک شاہ نے ملک اندیل کا خیال کر کے اور ابھی شمع اچھی طرح روشن بھی نہ ہوئی تھی کہ باریک شاہ خوف کی وجہ سے محزون میں چھپ گیا تو اچی باچی جشی محزون کے اندر گیا اور باریک نے ابھی پھر ملک اندیل سمجھ کر اپنے کو مردوں کی طرح ڈال دیا۔ ملک اندیل نے آواز دی کہ غداروں نے ہمارے ملک کو قتل کر کے بادشاہی کو برباد کر دیا ہے باریک

انکو اپنا دوست اور بھی خواہ سمجھا اور کہا کہ اے شخص خاموش رہ میں زندہ ہوں اور دریافت کیا کہ ملک اندیل جیسی کہاں ہے جیسی نے جواب دیا کہ ملک اندیل بیچھک کہ اسنے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے اپنے گھر روانہ ہو گیا ہے باربک شاہ نے اس سے کہا کہ تو باہر جا کر فلاں فلاں امیروں کو جمع کر لے انکو ملک اندیل کے مقابلے میں روانہ کرنا کہ اس کا سر قلم کر کے لے آئیں اور دروازوں کو نوبتی بہادروں کے سپرد کر کے ان سے کہو کہ مسلح اور ہتھیار رہیں تو اچھی نے کہا کہ میں بادشاہ کے ارشاد کے موافق باہر جاتا ہوں اور ابھی اسکا تذکرہ کئے دیتا ہوں۔ تو اچھی باہر آیا اور اس نے آہستہ سے ملک اندیل کے کان میں سارا ماجرا کہ دیا ملک اندیل تو اچھی کے ساتھ پھر اندر گیا اور خنجر سے باربک شاہ کو ہلاک کر دیا اور اس کی لاش اسی مخزن میں چھوڑ کر مکان کا دروازہ مقفل کر دیا ملک اندیل باہر آیا اور اس نے خان جہاں وزیر کو طلب کیا۔ خان جہاں وزیر حاضر ہوا اور امیروں نے تقرر بادشاہ میں مشورہ کیا۔ فتح شاہ نے اولاد میں صرف دو سال کا ایک بچہ چھوڑا تھا ان لوگوں نے سوچا کہ یہ طفل خود سال شاہی کے قابل نہیں ہے۔ صبح کو تمام امیر فتح شاہ کی زوجہ کے پاس گئے اور رات کا قصہ ان کو سنایا اور اس سے کہا کہ تمہارا بچہ ابھی کم سن ہے حکومت کس شخص کے سپرد کرنا چاہئے تاکہ وہ امیر اس طفل کے جوان ہونے تک کارسلطنت کو انجام دے۔ بیگم ان امیروں کے مطلب کو سمجھ گئی اور اس نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اپنے شوہر کے قاتل کو اس ملک کا حکم اں بناؤں گی۔ ملک اندیل جیسی نے پہلے تو حکومت قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آخر میں جب تمام امیروں نے اصرار کیا تو اس نے اپنے کو فیروز شاہ کے لقب سے بنگالے کا فرمانروا مشہور کیا۔ باربک شاہ کا بناوت انگیز عہد آٹھ ماہ یا بروایت دیگر ڈھائی مہینے میں تمام ہو گیا۔ باربک کے قتل کے بعد سے بنگالے میں رواج ہو گیا کہ جو شخص اپنے احاکم کے قاتل کو تہ تیغ کر کے اپنے کو بادشاہ مشہور کرے تو سارے امیر اور رعایا اس کے حکم کا اقتضال کریں۔

ملک اندیل جیسی المتعاطب بہ فیروز شاہ کی حکومت کا ذکر | فیروز شاہ نے تخت سلطنت پر

جلوس کر کے تخت گاہ یعنی شہر کور میں قیام کیا اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنا کر رعایا کو بید امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع دیا چونکہ امارت کے زمانے میں اس نے بڑے بڑے کام انجام دئے تھے اس لئے اس نے فوج اور رعایا سے کبھی سرکشی نہیں کی فیروز شاہ نے تین سال بڑے جاہ و جلال اور اکمال انتظام کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد ۸۹۹ھ ہجری میں وفات پائی۔ محمود شاہ بن فیروز شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت نے اس کے فرزند اکبر محمود شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا محمود شاہ کے عہد میں حبشی خاں ایک غلام حبشی نے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر سلطان محمود کو شاہ شہر خج بنا دیا۔ سیدی بدر دیوانہ نامی ایک دوسرا حبشی امیر حبشی خاں کے تسلط سے تنگ آگیا اور اس نے حبشی خاں کو قتل کر کے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ تھوڑے دنوں کے بعد باریکوں کے سردار کے ساتھ اس کے وقت سلطان محمود کو بھی تہ تیغ کیا اور صبح کو اپنے ہی خواہ امیروں کے مشورے سے اپنے کو فیروز شاہ کے لقب سے عالم بنگالہ شہر و گیارہ سلطان محمود نے ایک سال فرمانروائی کی۔

حاجی محمد قندھاری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ سلطان محمود فتح شاہ کا فرزند ہے۔ باریک شاہ کے غلام حبشی خاں نے فیروز شاہ کے حکم سے محمود شاہ کی تربیت کی۔ فیروز شاہ کی وفات کے بعد محمود شاہ بادشاہ ہوا محمود شاہ نے چھ سال حکومت کی تھی کہ حبشی خاں کے سر میں فرمانروائی کا سودا سمایا۔ بالآخر جیسا کہ مذکور ہوا سیدی بدر دیوانہ نے حبشی خاں کو قتل کیا۔

سیدی بدر حبشی مظفر شاہ حبشی سفاک اور بیباک فرمانروا تھا جو علما اور متقی الخاطب مظفر شاہ اشخاص اس کی حکومت سے راضی نہ تھے ان سب کو مظفر شاہ نے تہ تیغ کیا اس کے علاوہ جو غیر مسلم راجہ کہ شاہان بنگالہ سے مخالفت رکھتے تھے بادشاہ نے ان پر لشکر کشی کر کے سب کو تباہ اور برباد کیا۔ مظفر شاہ نے سید شریف کی کو عہدہ وزارت پر مہم فراز کر کے اسے ملک و مال کا مختار مل بنایا۔ شریف ملی کے مشورے سے سواروں

اور پیادوں کی تختا ہوں میں کمی کی گنتی اور روپیہ خزانہ شاہی میں داخل ہونے لگا۔ ایک عالم اس سیدی بادشاہ کے اغال سے ناراض ہو گیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہت سے امیر کبیر اس سے برگشتہ ہو کر باغی ہو گئے۔ مظفر شاہ نے پانچ ہزار حبشیوں اور تین ہزار افغانی اور بنگالی سواروں کے ساتھ قلعے میں پناہ لی چار روز یا چار ماہ اہل قلعہ اور باغیوں میں معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری رہا میر روز ایک گروہ تہ تیغ ہوتا تھا جو شخص گرفتار ہو کر مظفر شاہ کے سامنے لایا جاتا تھا بادشاہ قہر و غضب کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے اسے قتل کرتا تھا چنانچہ خود بادشاہ کے مقتولوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ آخر روز مظفر شاہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا امیروں سے جن میں شریف ملی بھی داخل تھا جنگ آزمایا ہوا افرین سے بس ہزار آدمی کام آئے مظفر شاہ امیروں اور اپنے مقرب درباریوں کے ہمراہ قتل کیا گیا حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق اس زمانے میں اول سے آخر تک ایک لاکھ بیس ہزار ہندو اور مسلمان کام آئے مظفر شاہ کے بعد سید شریف ملی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی لیکن تاریخ نظامی میں مرقوم ہے کہ لوگ مظفر شاہ سے برگشتہ ہوئے اور شریف ملی نے یہ معلوم کر کے کہ رعایا بادشاہ کے خون کی پیاسی ہے باریکوں کے سردار کو اپنا ہم خیال بنایا ایک رات تیرہ باریکوں کے ہمراہ حمہ سرائیں گیا اور مظفر شاہ کو قتل کر کے صبح کو اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام سے مشہور کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا۔ مظفر شاہ نے تین سال پانچ ماہ حکومت کی۔

شریف ملی المشہور شریف ملی اپنی وزارت کے زمانے میں لوگوں پر اپنی نفسی سلطان علاء الدین کو ثابت کرنے کا آرزو مند تھا اور ہمیشہ رعایا سے بھی کہا کرتا تھا کہ مظفر شاہ بخیل اور بادشاہی کے لائق نہیں ہے میں ہر چند اسے امیروں اور سپاہیوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں لیکن میری باتوں کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور روپیہ جمع کرنے میں مشغول ہے۔ شریف ملی کے ان اقوال سے امرا اور اہل لشکر اسے عزیز رکھتے تھے جس دن

نظرفر شاہ قتل کیا گیا امیروں اور ارکان دولت نے بادشاہ کے بارہ میں مشورہ کیا اور بالاتفاق بسببوں نے سید شریف کو منتخب کیا۔ اس انتخاب کے بعد مارنے سید شریف سے کہا کہ اگر ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائیں تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرو گے سید شریف نے کہا کہ تمہاری خواہش کے مطابق فرمانروائی کروں گا اور جلد سے جلد جو کچھ میں کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو کچھ شہر میں زمین کے اوپر ہے وہ تمہارے لئے چھوڑ دوں گا اور جو کچھ کہ زیر زمین ہے اس پر میں قبضہ کروں گا۔ الغرض خاص و عام نے مال و دولت کے لالچ میں یہ شرط قبول کی اور شہر کو رکے تاراج کرنے میں جو اپنی معہوری میں مصر پر بھی سبقت لے گیا تھا شغول ہوئے سید شریف نے اس آسانی سے چتر اپنے سر پر سایہ بگن کر کے شہر میں اپنے نام کا خطبہ و سکے جاری کیا چند روز کے بعد اہل شہر کو تاراج کرنے کی ممانعت کی اور جب ناراجیوں نے بادشاہ کے حکم کی پروا نہ کی تو ایک روزیں بارہ ہزار تاراجچی تہ تیغ کئے گئے۔ غرض کہ شہر کی تاخت و تاراج بند ہوئی اور علاء الدین شاہ نے جستجو کر کے بے شمار مال و دولت پر قبضہ کیا جس میں ایک ہزار طلائی کشتیاں تھیں۔ ملک بنگال میں یہ رسم تھی کہ ہر دولت مند سونے کی کشتی میں کھانا کھاتا تھا اور خشن اور شادی بیاہ کی مخلصوں میں جو شخص جتنی زیادہ طلائی کشتیاں حاضر کرتا اتنا ہی وہ بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا چنانچہ بنگالہ کے زمینداروں میں اب تک اسی پر عمل درآمد ہے۔ علاء الدین شاہ چونکہ عقلمند اور صاحب فہم و فراست تھا اس نے شریف اور عالی خاندان امیروں پر مہربانی کی اور اپنے خاص لوگوں کو عمدہ عہد سے اور بلند مرتبہ عنایت کئے۔ سلطان علاء الدین نے یلکوں کو چوکی سے معزول کر کے خشیوں کو اپنے ملک سے خارج کر دیا چونکہ حبشی امیر غداری اور شمرات میں مشہور اتفاق ہو چکے تھے ان کو جنیور اور ہندوستان میں بھی جگہ نہ ملی اور انھوں نے گجرات اور دکن کی راہ لی سلطان علاء الدین نے مغل اور افغان قوم پر خاص مہربانی کی اور اپنے عامل اور کارکن جاسماں کے ہاں انتظام سے ملک میں امن قائم ہوا اور تزلزل اور انقلاب کے تباہ کن آثار جو سلاطین ماضیہ کے وقت میں نمودار ہوئے تھے دور ہو گئے۔

سرکشوں نے بادشاہ کی اطاعت قبول کی اور اطراف ملک کے راجہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔ مختصر یہ کہ ملک میں رفاہ و امن کا دور دورہ ہوا اور بادشاہ نے کئی موضع حضرت قدوۃ المشائخ شیخ نور قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے اخراجات لنگر کے لئے وقف کئے علاء الدین اپنے تنگناہ شہر اکدوالہ سے حضرت شیخ کے مزار پر انوار پر قبضہ بند وہ (پٹھ) حاضر ہوتا تھا۔ بادشاہ نے اپنی عقل و فراست اور حسن سیاست سے مدت تک نہایت اطمینان کے ساتھ حکمرانی کی لیکن آخر کار سینتالیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۲۲ھ ہجری میں اپنی اہل طبعی سے وفات پائی۔

نصیب شاہ بن علاء الدین شاہ کی وفات کے بعد اعیان ملک نے اس کے علاء الدین شاہ اٹھارہ فرزندوں میں سے ولد اکبر نصیب شاہ کو اپنا فرمانروا پسند کیا۔ نصیب شاہ نے صرف ایک ہی کام مندیہ خلایق کیا اور وہ یہ کہ اپنے بھائیوں کو نظر بند نہیں کیا بلکہ جو کچھ باپ نے اپنے ہر فرزند کو عنایت کیا تھا نصیب شاہ نے اس پر دو گنا اضافہ کیا اسی اعتبار میں فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ نے سلطان ابراہیم لودی کو قتل کر کے ہندوستان پر قبضہ کیا اکثر امرائے افغان بھاگ کر نصیب شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے۔ ابراہیم لودی کا بھائی سلطان محمود بھی بنگالہ وارد ہوا اور ہر شخص اپنے مرتبہ کے موافق عطیہ جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ ابراہیم لودی کی بیٹی جو بنگالہ پہنچ گئی تھی نصیب شاہ کے جالہ عقد میں آئی۔

۹۲۵ھ ہجری میں بابر بادشاہ نے جوئیور پر قبضہ کیا اور اس کے بعد بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کر کے آگے بڑھا نصیب شاہ نے پریشان ہو کر بہت سے نفیس تحفے اور ہدیے قاصدوں کے ہمراہ فردوس مکانی کے حضور میں روانہ کیے اور سجد عاجزی اور فروتنی کا اظہار کیا بابر نے اپنی مصلحتوں کا لحاظ کر کے صلح کر لی اور بنگالہ کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا۔ فردوس مکانی کے بعد ہمایوں بادشاہ نے بنگالہ فتح کرتے کا ارادہ کیا یہ خبر تمام ہندوستان میں شہور ہوئی اور نصیب شاہ نے ۹۳۶ھ ہجری میں سلطان بہادر بھگپاتی سے

اظہار خلوص و محبت کیا اور ملک مرجان خواجہ سرا کے واسطے سے نفس مخفی بہادر گجراتی کی معرفت روانہ کئے ملک مرجان نے تملعہ مندو میں بہادر گجراتی سے ملاقات کی اور بادشاہ نے اسے خلعت عطا فرمایا۔ اسی زمانہ میں نصیب شاہ نے باوجود دعویٰ سیادت فسق و فجور اور ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور رعایا کے قلوب اس سے برگشتہ ہو گئے۔ خدا نے مخلوق کی دعا قبول فرمائی اور سلطان ظالم نے ۹۴۳ھ ہجری میں اپنی طبعی موت یا کسی سازش کی وجہ سے دنیا کو خیر باد کیا۔

نصیب شاہ کے بعد اس کے ایک امیر سلطان محمود بنگالی نے بنگالہ پر قبضہ کیا۔ شیر شاہ افغان نے جو آخر میں ہندوستان کا فرمانروا ہوا حملہ کیا محمود نے ہمایوں بادشاہ کے دامن میں پناہ لی ہمایوں بادشاہ نے ۹۶۵ھ میں بنگالے کو شیر شاہ کے قبضے سے نکال کر شہر کور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور شہر کور کو ثبت آباد کے نام سے موسوم کیا لیکن ہمایوں کے اس قبضہ نے ثبات حاصل نہ کیا اور شیر شاہ دوبارہ بنگالہ پر قابض ہو گیا سلیم شاہ سور کا ایک امیر محمد خاں نام بادشاہ کی طرف سے بنگالہ کا حاکم ہوا لیکن محمد خاں کی وفات کے بعد اس کے فرزند نے سلیم شاہ سے بغاوت کی اور اپنے کو سلطان بہادر کے خطاب سے مشہور کر کے شہر میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

سلیم خاں الخاطب بہادر شاہ نے تھوڑے دنوں ملک پر حکومت کی لیکن یہ سلطان بہادر شاہ آخر کار سلیم شاہ کے ایک دوسرے امیر مسی سلیمان کرانی افغان کے مقابلے میں شکست کھا کر پسپا ہوا۔

سلیمان کرانی افغانی سلیم شاہ کی وفات کے بعد سلیمان کرانی بنگالہ کا مستقل کی حکومت فرمانروا ہوا سلیمان نے ہر چند کہ اپنے نام کا خطبہ نہیں جاری کیا لیکن اپنے کو حضرت اعلیٰ کے خطاب سے مشہور کیا۔

یہ امیر ظاہر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کرتا اور کبھی کبھی مخفی اور ہدیے بھی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرتا تھا سلیمان نے

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۷۹ھ ہجری میں وفات پائی۔
بایزید بن سلیمان | بایزید اپنے باپ کی وفات کے بعد بنگالہ کا حاکم ہوا لیکن
 ایک مہینہ کے بعد بایزید کے چچا زاد بھائی ہانسو نام
 افغان نے دیوان خانہ میں بایزید پر حملہ کیا۔ ہانسو خود بھی دیوان خانہ میں
 تہ تیغ کیا گیا اور بایزید کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے عنان حکومت
 اپنے ہاتھ میں لی۔

داؤد خاں بن سلیمان خاں | داؤد خاں اپنے بھائی کے بعد بنگالہ کا حاکم ہوا اور ایسوں
 کے فتنہ و فساد کو رفع کر کے اس نے ملک میں اپنے
 نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا داؤد خاں شہر اب خوار تھا اور
 اس کی مجلس او باشوں کا لمبا اور ماولیٰ تھی۔ چونکہ اکبر بادشاہ کے مالک
 کو بھی اس کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا بادشاہ نے منعم خاں خان خانان
 حاکم جنپور کو داؤد خاں کی مہم پر مقرر فرمایا۔ داؤد خاں نے لودی نام
 ایک افغان کو منعم خاں کے مقابلے پر روانہ کیا طر فین ایک دوسرے سے
 ملے اور چند روز معرکہ آرائی ہوتی رہی لیکن آخر کار صلح کر کے اپنے اپنے
 ملک کو واپس گئے۔ اکبر بادشاہ نے دوبارہ خسان خاناں کو بنگالہ
 کی مہم پر مقرر کیا اس زمانہ میں داؤد خاں اور لودی خاں کے درمیان
 جو ایک بڑا افغانی امیر تھا نزاع واقع تھی جس ان خاناں نے ملائمت سے
 کام لیا اور بادشاہ کے تعمیل فرمان پر کمر ہمت باندھ ہی داؤد خاں یہ خبر سنکر
 سید پریشان ہوا اور اس نے لودی خاں کے نام عجز آمیز خطوط روانہ کر کے
 پھر اس کو اپنا رفیق کار بنایا۔ داؤد خاں نے خلافت مروت لودی خاں
 جیسے بہادر اور صاحب سیاست امیر کو قتل کیا اور دریائے سون میں
 سر راہ اکبر بادشاہ کی فوج سے مقابلہ کیا۔ سون اور گزنگا کے شکم پر لڑائی
 ہوئی اور افغان شکست کھا کر بھاگے افغانوں کی چند کشتیاں مغلوں کے
 ہاتھ آئیں اور منعم خاں دریا کو عبور کر کے دشمن کی تہنہ کے لئے آگے
 بڑھا اور جس قلعہ میں کہ داؤد خاں پناہ گزیں تھا اس کا محاصرہ کر لیا۔

خانخانان نے اہل قلعہ سے جنگ آزمائی شروع کی اسی دوران میں اکبر بادشاہ بھی وہاں پہنچ گیا اور داؤد خاں نے بنگالے کی راہ لی اور بیٹہ اور حاجی پور کے قلعے فتح ہوئے اور داؤد خاں کے چار سو ہاتھی منلوں کے ہاتھ آئے منعم خاں نے بھی بنگالہ کا رخ کیا اور گڑھی پنجاہ داؤد خاں عاجز ہو کر اڈیسہ کی طرف بھاگا۔ بعض اکبری امیر جو اڈیسہ گئے ہوئے تھے داؤد خاں کے فرزند سسی جنید خاں سے شکست کھا کر پسپا ہوئے منعم خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور خود اڈیسہ روانہ ہوا داؤد خاں نے منعم خاں کا مقابلہ کیا طرفین نے اپنی صفیں درست کیں اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی افغانوں کو شکست ہوئی اور داؤد خاں نے قلعہ میں جو دریائے گنگا کے کنارہ واقع تھا پناہ لی داؤد خاں مجبور ہو گیا اور اس نے اپنے اہل و عیال کو اسی قلعہ میں چھوڑا اور خود جنگ آزمائی کے لئے پھر واپس آیا۔ داؤد خاں نے آخر میں منعم خاں سے ملاقات کر کے صلح کر لی خانخانان نے اڈیسہ اور بنارس داؤد خاں کے قبضہ میں دیا اور باقی ملک پر خود قابض ہوا۔ منعم خاں نے علت کی اور اکبر بادشاہ نے خانجہاں ترکمان کو بنگالہ کی حکومت پر سرفراز کیا۔ داؤد خاں نے منعم خاں کی وفات کے بعد بنگالہ پر پھر قبضہ کر لیا اس لئے ۹۸۳ھ ہجری میں گڑھی اور ٹانڈر کے درمیان خانجہاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا شدید لڑائی کے بعد داؤد خاں دھکیل ہو کر جنگ میں قتل کیا گیا اور اس کا فرزند جنید خاں اگرچہ میدان جنگ سے فرار کر گیا لیکن دو ہی تین روز کے عرصہ میں دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس جنگ کے بعد بنگالہ اڈیسہ اور بنارس وغیرہ مملکت خانجہاں کی کوشش سے قلمرو اکبری میں داخل ہوئے اور شاہان پور بنی گئی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ افغانی امیر حسین خاں اور کالاپاٹ وغیرہ جو سخت مقامات میں پناہ گزین ہو گئے تھے زمانہ دراز کے بعد مغلوں کے تسلط سے مغلوب ہو کر بنگال کے سرحدی ممالک کو چلے گئے۔ جلال الدین اکبر کی وفات کے بعد عثمان نام ایک افغان نے خروج کیا اور تیس ہزار افغانوں کی جمعیت بہم پہنچا کہ خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور جہانگیر بادشاہ کے مالک کو بھی نقصان پہنچانے لگا۔

اسلام خاں ولد شیخ بدرالدین فتحپوری حاکم بنگالہ اس کے دفعیہ کے لئے امور کیا گیا۔ لیکن اس زمانہ تک جو مسئلہ ہجری سے اب تک اس معاملہ کا فیصلہ

نہیں ہوا۔ بادشاہان شرقیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ جن فرمانرواؤں نے جو فیور اور تربہت میں حکومت کی ہے ان کو مؤرخین کی اصطلاح میں سلاطین شرقیہ کہتے ہیں۔

سلطان الشرقی خواجہ سہرا کو منصب وزارت عطا کر کے خواجہ جہاں خواجہ جہاں کی حکومت عطا فرمایا۔ ناصرالدین محمود شاہ نے خواجہ جہاں کو جمادی الاول ۷۷۷ھ ہجری میں ملک الشرق کا خطاب عطا کر کے اسے جو فیور تربہت اور بہار کا حاکم مقرر کیا۔ خواجہ جہاں نے جیساکہ چاہئے انتظام کر کے اس نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا اور جو حصار کہ غیر مسلموں کے قبضے سے نکال کر خراب اور تباہ کر ڈالا تھا اسکی از سر نو تعمیر کر کے تجرہ کاروں کے سپرد کیا اور ملک کو آباد اور معمور کر دیا ناصرالدین محمود کی قوت کم ہو گئی اور خواجہ جہاں نے اپنے کو سلطان الشرق کے خطاب سے شہلو رک کر کے کول اٹاؤ بہراج اور کنبہ کے پرگنوں سرکشوں کو زیر کر کے دہلی کی جانب سے پرگنہ کول اور اڑی تک اور دوسری جانب بہار اور تربہت تک تمام متمر دوں کو مغلوب کیا سلطان الشرق کے اقتدار کا اب یہ عالم ہوا کہ شاہان بنگالہ و لکھنؤی اس سے تری اور ملائت کا برتاؤ کر کے اس کے لئے مثل شاہان دہلی کے ہاتھی اور تحفے روانہ کرنے لگے سلطان الشرق کا اقتدار روز افزوں ترقی کر رہا تھا کہ دفعۃً قضا اس کے سر پر نازل ہوئی اور اس نے چھ سال چند ماہ حکومت کر کے ۱۷۷۷ھ ہجری میں وفات پائی۔

مبارک شاہ شرقی سلطان الشرق خواجہ جہاں نے چند سال حکومت کرنے کے بعد یہ ارادہ کیا تھا کہ خطبہ و سلک اپنے نام کا جاری کرے شاہان پوربی کا راجہ چتراپنے سر پر سایہ فگن کرے لیکن اہل نے اسے مہلت

نہ دی اور یہ آرزو اپنے ساتھ زیر زمین لے گیا۔ سلطان الشرق کے مہتمیٰ فرزند ملک قمر فضل نے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور جون پورا اور دیگر بلاد پر قبضہ کر کے کمال استقلال پہنچا یا اس زمانے میں مرکزی حکومت بالکل کمزور ہو گئی تھی اور دہلی کی فرمانروائی کا تقریباً خاتمہ ہو رہا تھا ملک قمر فضل نے اپنے اعیان ملک اور افسران فوج کے مشورہ سے مبارک شاہ کا خطاب اختیار کر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ سلطان محمود کے وکیل مطلق مسیحی اقبال خاں نے یہ خبر سنی اور مبارک شاہ کے غلبہ اور اس کے دعویٰ حکومت پر بیدار غضبناک ہو کر سنہ ۷۳۷ ہجری میں اس لشکر کشی کی۔ اقبال خاں قنوج پہنچا اور مبارک شاہ شرقی نے افغانوں مغلوں اور راجپوتوں اور تاجیک قوم کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ دریائے گنگا کے دونوں کناروں پر فریقین نے قیام کیا چونکہ درمیان میں دریا حائل تھا دو ماہ کامل ہر دو فریق خاموش رہے اور کسی نے بھی جنگ کی ابتدا کرنے کی جرات نہ کی آخر کار دونوں حاکم تنگ آکر بلا جنگ آزمائی کے اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ مبارک شاہ جو پیور پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود مالوہ سے دہلی واپس آیا ہے اور اقبال خاں نے اسے اپنے ہمراہ لے کر جو پیور کی تسخیر کے ارادے سے پھر ادھر کا رخ کیا ہے مبارک شاہ نے سامان جنگ کی تیاری کی لیکن اسی زمانہ میں اس کا پیمانہ عمر بھر نہ ہو گیا اور مبارک شاہ نے ایک سال چند ماہ حکومت کرنے کے بعد سنہ ۷۳۷ ہجری میں وفات پائی۔

ابراہیم شاہ شرقی مبارک شاہ نے دنیا سے رحلت کی اور اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے خطاب سے تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا یہ بادشاہ عقل و دانش اور کھن سیاست میں یکٹائے روزگار تھا اور اس کے عہد معدلت میں ہندوستان کے علماء اور فضلا کے علاوہ ایران اور توران کے اہل کمال بھی آشوب جہاں سے پریشان ہو کر دارالامان جو پیور میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کے خوانِ نعمت سے فیضیاب ہو کر آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ علماء اور اہل کمال نے اس بادشاہ کے

نام نامی سے متعدد وکٹا میں معنون کیا اور صاحب تحصیل و دانش وزیر اور ادراس کا
ایسا اس دربار میں مجمع ہوا کہ جنہو ر سلاطین ایران کی بارگاہ کا نمونہ بن گیا ابراہیم
کے ابتدائی عہد میں اقبال خاں نے محمود دہلوی کو اپنے ہمراہ لیا اور جنوبی فتح
کرنے کے ارادہ سے قنوج آیا سلطان ابراہیم نے بھی ایک جوار لشکر اپنے ہمراہ
لیا اور دریائے گنگا کے کنارہ حریف کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا دونوں فریق
ایک زمانہ تک مقابلہ میں فروکش رہے لیکن چونکہ اقبال خاں ملکی اور مالی
معات سلطان محمود کی رائے سے فیصل نہیں کرتا تھا اس لئے سلطان محمود
اقبال خاں سے رنجیدہ ہو کر شکار کے بہانے سے اپنے لشکر سے نکلا اور
ابراہیم شہر کی طرف چلا آیا سلطان محمود کا خیال تھا کہ ابراہیم شہر کی آقا اور
ملازم کے حقوق کا خیال کر کے یا تو اسے فی الفور بادشاہ بنا دے گا اور
یا اقبال خاں کے مقابلہ میں اس کی امداد کرے گا لیکن چونکہ ابراہیم شہر کی
حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا اور نیز یہ کہ ابھی اس کی فرمانروائی کو کمال استقلال
بھی نہیں ہوا تھا سلطان محمود کا کوئی خیال بھی صحیح نہ نکلا بلکہ اس کی خاطر داری میں
بھی ابراہیم شہر کی کی طرف سے ملی ہوئی اور سلطان محمود اپنے ارادہ سے پشیمان ہو کر
قنوج روانہ ہو گیا۔ محمود نے امیر زادہ بہروی کو جو ابراہیم شاہ کا دست گزشتہ
اور حاکم شہر تھا جبراً قنوج سے نکال دیا اور خود شہر پر قابض ہو گیا۔ ابراہیم شہر
اور اقبال خاں نے دیکھا کہ سلطان محمود نے اب قنوج پر فتاحت کر لی ہے
ان صاحبوں نے بھی قنوج محمود کے حوالہ کر کے اپنے اپنے مستقر کی راہ لی۔
بعض تاریخوں میں مرقوم ہے کہ سلطان محمود کے عہد میں جنہو ر آیا تھا لیکن چونکہ
اسی زمانہ میں مبارک شاہ نے وفات پائی اور شاہ ابراہیم شہر کی فرمانروا ہوا
لہذا قنوج کا واقعہ براہیم شاہ شہر کی کے عہد میں واقع ہوا۔
شہر بھری میں جیسا کہ شاہان دہلی کے حالات میں مرقوم ہے اقبال خاں
قتل کیا گیا اور سلطان محمود نے دہلی کا سفر کیا ابراہیم شہر کی نے اس وقت
سے فائدہ اٹھا کہ شہر بھری میں قنوج پر حملہ کیا۔ محمود شاہ دہلی کے لشکر
کو ساتھ لے کر ابراہیم شہر کی سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا اور دونوں

لشکر مثل سابق کے دریاے گنگا کے کنارے فروکش ہوئے اور چند روز کے بعد بلا جنگ آزمائی کے جنپور اور دہلی واپس گئے سلطان محمود دہلی پہنچا اور امیروں نے بادشاہ سے اجازت لے کر اپنی جاگیروں کی راہ لی ابراہیم شرقتی قنوج پر دوبارہ حملہ آور ہوا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چند ماہ کے بعد جبکہ دہلی سے مدد نہ پہنچی ملک محمود ترمذی حاکم قنوج نے امان حاصل کر کے قلعہ ابراہیم شرقتی کے سپرد کر دیا۔ ابراہیم شرقتی نے موسم برسات قنوج میں بسر کیا اور جمادی الاول سنہ ہجری میں دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ابراہیم شرقتی عقلمند عالی ہمت اور صاحب کشش فرمانروا تھا دہلی کے اکثر امیر تاتاراں و ولد سارنگ خاں ملک خاں غلام اقبال خاں وغیرہ اس سے آئے سلطان ابراہیم شرقتی اور زیادہ قوی ہو کر سنبل روانہ ہوا اسد خاں لودی سنبل چھوڑ کر فراری ہوا شاہ ابراہیم نے سنبل تاتاراں خاں کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ بادشاہ دریا کے کنارے پہنچ کر جاہتا تھا کہ اس کو عبور کرے کہ اسے خبر ملی کہ سلطان مظفر شاہ گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو قید کر کے مالوہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب سلطان محمود کی امداد کو آرہا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ مظفر شاہ کا ارادہ جنپور پر دھاوا کرنے کا ہے۔ ابراہیم شرقتی نے یہ خبر سن کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور جنپور پہنچ گیا محمود شاہ دہلی سے سنبل پہنچا اور شہر پر اپنا قبضہ کر لیا تاتاراں سنبل سے فرار کر گئے ابراہیم شرقتی کے پاس آگیا ابراہیم شرقتی فراہمی لشکر میں مشغول ہوا اور سالانہ ہجرتی میں بار دیگر دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے راستہ ہی سے معاودت کی اور جنپور واپس آیا اور علماء اور مشائخ سے اکتساب فیض کرنے اور تعمیر ولایت اور افزونی زراعت کی تدبیروں میں مصروف ہوا۔ ابراہیم شرقتی نے مدت تک کبھی سخت سواری نہیں کی اور ہندوستان کے تمام اطراف سے غدر اور طائف الملوکی کی وجہ غلبہ اور اہل کمال اس قدر جنپور میں جمع ہوئے کہ شہر دہلی کا جو اب بن گیا بادشاہ علم پرور نے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق انعام و اکرام سے مالا مال اور اڈل شاد کیا۔ جنپور کا ہر چھٹا اور بڑا بادشاہ کے وجود کو باعث برکت

سمجھتا اور بید عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا بادشاہ و گدا سب خوش و خرم تھے اور حزن و اندوہ کا ملک میں نام و نشان نہ تھا۔

۸۳۲ء ہجری میں محمد خاں حاکم میدات ابراہیم شرقی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایسا بادشاہ کو انجھارا کہ ابراہیم نے تھانہ فتح کرنے کے لئے اس نواح کا رخ کیا۔ مبارک شاہ بادشاہ دہلی ابراہیم شرقی کے مقابلے پر روانہ ہوا اور تھانہ سے چار کوس کے فاصلہ پر خندق کھود کر ہر فرقہ نے اپنے کو محفوظ کیا دو روز ہر جانب سے طلبہ لشکر میدان میں آکر جنگ کرتے رہے لیکن جنگ سلطانی کے ابتدا کی کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی آخر کار سلطان ابراہیم شرقی خندق کے باہر آیا اور اس نے صف آرائی کی مبارک شاہ بھی مجبوراً میدان جنگ میں آیا اور صبح سے شام تک جنگ آزمائی ہوئی لیکن بازی قایم رہی دوسرے دن ابراہیم شرقی نے جوہنور کی اور مبارک شاہ نے دہلی کی راہ لی۔

۸۳۷ء ہجری میں سلطان ابراہیم شرقی نے کاپلی فتح کرنے کے ارادہ سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ سفر کیا اثنائے راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہونشنگ غوری بھی کاپلی پر قبضہ کرنے کے لئے آرہا ہے دونوں فرمانروا ایک دوسرے کے قریب آئے اور جنگ آزمائی اور فوجوں کے ارادہ پر ملتوی رہی اسی دوران میں خبر رسائوں نے اطلاع دی کہ سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں جہاں لشکر کے ساتھ دہلی سے جوہنور آرہا ہے سلطان ابراہیم شرقی پریشان ہو کر جوہنور واپس ہوا اور سلطان ہونشنگ نے مبارک شاہ کے مقرر کردہ حاکم عبدالقادر الموسوم بہ قادر شاہ کو مغلوب کر کے کاپلی پر بلا نزاع قبضہ کر لیا۔

۸۴۷ء ہجری میں ابراہیم شاہ غلیل ہوا اور تھوڑے ہی زمانہ کی علالت کے بعد بہشت بریں کو روانہ ہو گیا اس جاںسنوز واقعہ نے جوہنور کے ہر تنفس کو خون کے آنسو و ملائے اور اہل لیان شہر نے گریبان چاک کر کے بادشاہ کے جنازہ پر نوحہ و فریاد سے آسمان کو ہلادیا ابراہیم شرقی نے

چالیس سال چند ماہ حکومت کی۔ حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق سلطان ابراہیم شرقتی نے سترہ ہجری میں وفات پائی اس روایت کے مطابق ابراہیم نے چھتیس سال حکومت کرنے کے بعد رحلت فرمائی۔

ابراہیم شرقتی کے عہد معدلت کے فضلائیں قاضی شہاب الدین جوہوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قاضی صاحب غزنی کے باشندے ہیں جنھوں نے دولت آباد دکن میں نشو و نما پائی۔ سلطان ابراہیم شرقتی قاضی صاحب کی سجد تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ چنانچہ تبرک ایام میں قاضی صاحب شاہی مجلس میں جاندی کی گرسی پر بیٹھے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب سخت غلیل ہوئے ابراہیم شرقتی ان کی عیادت کو گیا اور مزاج پر سہی اور ضروری باتوں کے دریافت اور انتظام علاج کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی سے لبریز طلب کیا اور مولانا کے سر پر سے پیالہ کو تصدق کر کے پانی خود پی لیا اور کہا کہ اے خدا جو بلا قاضی صاحب کے لئے مقرر ہے وہ مجھ پر نازل فرماؤ ان کو صحت عطا کر۔ اس روایت سے بادشاہ دین پناہ کا مذہبی خلوص اور علمائے شریعت کے ساتھ اس کی عقیدت منہی کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

قاضی صاحب کی شہرت بیان سے مستغنی ہے حاشیہ ہندی۔ مصباح متن اڑشاہ بدیع البیان فنا و اسے ابراہیم شاہی تفسیر فارسی المعروف بہ ہجر المواج رسالہ مناقب سادات اور رسالہ شہابیہ وغیرہ قاضی صاحب کے مشہور تصانیف ہیں۔ قاضی صاحب نے ہی ابراہیم شاہ کی پوری رفاقت کی اور بادشاہ کی وفات سے اس قدر مغموم ہوئے کہ اسی سال یعنی سترہ ہجری میں خود راہی جنت ہوئے۔ بعضوں کا قول ہے کہ قاضی صاحب نے بادشاہ کی وفات کے دو سال بعد یعنی سترہ ہجری میں وفات پائی۔

سلطان محمود بن ابراہیم شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند سلطان محمود سلطان ابراہیم شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور عقل و دانش اور اقتدار شرقتی۔ کامل کے ساتھ مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا سلطان محمود نے نہایت خوبی سے اپنے منصبی فرائض کو انجام دیا

اور رعایا کی امیدیں اس کے حق سلوک سے پوری ہونے لگیں۔ ملک میں
 جہد ابراہیمی کی رونق تازہ ہوئی اور محمود شاہ نے باپ کی پیروی کر کے اپنے
 حق انتظام سے رعیت و سپاہ ہر طبقے کو مطمئن اور دل شاد کیا۔

محمود شاہ نے مشرقی ہجری میں تحف و ہدایا قاصد کے ہمراہ سلطان
 محمود غلجی کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ حاکم کاپلی نصیر خاں ولد
 قادر خاں نے شریعت اسلام کے دائرہ سے باہر قدم رکھ کر راہ ارتداد اختیار
 کی ہے۔ نصیر خاں نے قصبہ شاہ پور کو جو کاپلی سے زیادہ معمور و آباد تھا تباہ
 اور برباد کر کے مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا ہے اور ان کی عورتوں کو غیر
 مسلموں کے حوالہ کر کے خدا اور رسول دونوں کے خوف سے اپنے کو آزاد
 کر لیا ہے۔ سلطان سعید ہوشنگ کے زمانے سے اس وقت تک ہمارے
 اور آپ کے درمیان سلسلہ ارتباط اور محبت قائم ہے اس لئے تقاضائے
 عقل بھی تھا کہ بغیر اطلاع اور بلا اجازت دولت شریفیہ کسی طرح کی
 کاروائی نہ کرے اگر آپ بھی میرے ہم خیال ہوں تو نصیر گمراہ کی تنبیہ کر کے
 کاپلی میں دوبارہ احکام اسلام کو رواج دیا جائے۔ سلطان محمود غلجی نے
 اس کے جواب میں لکھا کہ اس سے پیشتر بھی اس قسم کے اخبار غیر متعذر
 سے مجھ تک پہنچے تھے لیکن اب بادشاہ دین پناہ کے نامہ سے ان خبروں کی
 کمال تصدیق ہو گئی نصیر جیسے فاجح کے فتنہ کو دفع کرنا ہر مسلمان فرمانروا کا
 فرض ہے اگر دولت شریفیہ اس فتنہ کو فرو کرنے کا ارادہ نہ کرتی تو بالیقین
 مالوہی فوج اس کام کو انجام دیتی اب جبکہ آپ جیسا دین پناہ فسطونوا ہی
 اس طرف متوجہ ہوا ہے تو میری بھی دخلی ہے کہ خدایا یہ سفر مبارک ہو
 اور بادشاہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو۔ شرفی قاصد محمود غلجی کے دربار
 سے جنپور واپس آیا اور اس نے سارا ماجرا بادشاہ سے بیان کیا سلطان
 محمود بیحد خوش ہوا اور اس نے انیس ہاتھی تحفہ کے طور پر سلطان محمود
 غلجی کی خدمت میں روانہ کر کے اپنا لشکر درست کیا اور کاپلی روانہ ہوا۔
 نصیر خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک عرفینہ محمود غلجی

کی خدمت میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطان ہوشنگ نے یہ ملک مجھے مرحمت فرمایا ہے اس زمانے میں سلطان محمود شرقی کا ارادہ ہے کہ اپنے غلبہ قوت سے کاپلی پر قبضہ کرے اس دعا گو کی حیات بادشاہ پر لازم ہے سلطان محمود خلجی نے اس خط کو پڑھ کر محمود شرقی کے نام ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ نصیر خاں حاکم کاپلی نے خدا کے غضب اور بادشاہ دیں پناہ کے خوف سے اپنے اعمال سے توبہ کی ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ احکام شرعی کی پوری پابندی کرے گا اور کاپلی کو دینی معاملات میں دخل نہ دے گا یہ ظاہر ہے کہ سلطان سعید ہوشنگ نے یہ ملک قادر شاہ کو عطا فرمایا ہے اور یہ خاندان دولت مالوہ کا مطیع اور دست گرفتہ ہے ان امور پر لحاظ کر کے امید ہے کہ بادشاہ نصیر خاں کے گذشتہ جرایم معاف فرمائیں گے اور اس کے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے۔ نصیر خاں کے پہلے عریضہ کا جواب دیا گیا ہی نہ تھا کہ اس کی دوسری عرضداشت محمود خلجی کے ملاحظہ میں گزری جس میں مرقوم تھا کہ دعا گو سلطان ہوشنگ کے عہد حکومت سے فرمانروایان مالوہ کا حلقہ بگوش ہے اس زمانہ میں سلطان محمود شرقی نے دیرینہ عداوت کا انتقام لے کر کاپلی پر حملہ کیا اور شہر کو اپنے قبضہ میں لے کر مسلمانوں کی عورتوں کو نظر بند کیا اور ان کو حلاوطن کر کے خود چندیری واپس گیا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے محمود شرقی کو نصیر خاں کی تادیب اور تنبیہ کی اجازت دی تھی لیکن چونکہ اس کی عجز و زاری باب حد سے گزر چکی تھی محمود خلجی نے دوسری شعبان ۷۴۵ھ ہجری کو اجین سے کاپلی اور چندیری کا سفر کیا۔ نصیر خاں نے چندیری میں محمود خلجی سے ملاقات کی اور محمود خلجی نے ابرچہ کا رخ کیا۔ سلطان محمود شرقی نے یہ اخبار سنا اور مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ محمود خلجی نے ایک فوج تشرقیوں کے مقابلہ کے لئے نامزد کی اور اس کے بعد ایک دوسرے گروہ کو روانہ کیا تاکہ جوہنور کے لشکر کو تالیع کرے اس گروہ نے حملہ کیا اور تاخت و تاراج کر کے حریف کو پریشان کیا اس کے علاوہ جو فوج کے مقابلے کے لئے متعین ہوئی تھی اس نے جنگ آزادی

کی طرفین سے تجربہ کار سپاہی مقتول ہوئے اور ہر گروہ اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ دوسرے دن صبح کو سلطان محمود خلجی نے اپنے ایک امیر عوام الملک کو روانہ کیا تاکہ سر راہ قیام کر کے حریف کے لئے راستہ بند کرے۔ محمود شرقی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے اسی منزل میں جو ایک مضبوط اور محیط مقام تھا قیام کیا۔ سلطان محمود خلجی کو محمود شرقی کے قیام گاہ کے استحکام کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک گروہ کو متعین کر کے اس نواح کو تخت و تاراج کرایا اور بے شمار مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ برسات کا زمانہ آگیا اور طرفین صلح کر کے واپس ہوئے محمود خلجی چندیری روانہ ہوا اور محمود شرقی نے موقع پا کر ملک برہار کو جہاں کے باشندے محمود خلجی کے مطیع اور فرمانبردار تھے تخت و تاراج کیا سلطان محمود خلجی اس ارادے پر مطیع ہوا اور اس نے ایک گروہ کو اس ملک کے مقدم کی مدد کو روانہ کیا۔ مشرقی فوج مقابلہ نہ کر سکی اور محمود شرقی جلد اپنے لشکر سے جا ملا۔ چند روز کے بعد سلطان محمود شرقی نے ایک خط حضرت شیخ الاسلام جاہل لڈہ کے نام جو اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ تھے روانہ کیا سلطان محمود خلجی حضرت شیخ کا بعد معتقد تھا شیخ الاسلام اس وقت گنبد شادی آباد میں مدفون ہیں اس کے خط کا مضمون یہ تھا کہ طرفین سے خلق خدا مقتول ہوئی ہے اور ہر فریق پر ترحم فرمایا جائے تو مناسب ہے۔ قاصد حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے ربانی یہ بیان کیا کہ بالفصل قصہ ابرجہ اور کاپلی پر محمود شرقی کا قبضہ ہو چکا ہے وہ بھی بے سد کو نصیر خاں کو واپس کر دئے جائیں گے۔ سلطان محمود شرقی کے قاصد نے حضرت شیخ الاسلام سے یہ تقریر کی حضرت شیخ نے قاصد کو اپنے ایک خادم کے ہمراہ کیا اور ایک نصیحت امیر مکتوب سلطان محمود خلجی کے نام روانہ کیا محمود خلجی نے کہا کہ جب تک محمود شرقی کاپلی واپس نہ کرے گا صلح کا ہونا ناممکن ہے۔ نصیر خاں قطعاً خانہ بدوش ہو چکا تھا وہ پر گنہ راٹھ کی حکمت کو غنیمت سمجھا اور اس نے محمود خلجی سے عرض کیا کہ محمود شاہ شرقی

بادشاہ اور شیخ الاسلام دونوں سے وعدہ کرتا ہے کہ اس واقعے کے بعد قادر شاہ کی اولاد خصوصاً نصیر خاں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اور اب اس کی فوج ہمارے ملک میں نہ داخل ہوگی اور نیز یہ کہ چار مہینے کے بعد ابرچھہ اور کاپلی بھی واپس کر دے گا بہتر یہ ہے کہ اب جنگ آزمائی متوقف فرمائی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام کی ظاہری باطنی توجہ سے صلح مکمل ہو گئی اور شرتی قاصد شاہی عنایتوں سے مسافر از ہو کر واپس آیا سلطان محمود غلجی شادی آباد مند و واپس گیا اور محمود شرتی نے جو پور کی راہ لی۔ محمود شرتی نے اپنے نیک نفس باب کی پیروی کی اور اسی لئے علماء فضلاء بلکہ عوام کے تمام طبقات کو بھی اپنی جد و سجا سے مخلوظ اور بہرہ مند کیا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب کہ لشکر تکان سفر سے آرام پا چکا تو بادشاہ نے حساون کا رخ کیا اور اس نواح کے معندوں اور سرکشوں کو تہ تیغ کیا۔ حساون کے تھکانہ منہدم کر کے بے شمار مال غنیمت کے ساتھ جو پور واپس آیا۔

سلاشہ بھری میں محمود شرتی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور تھوڑی مدت تک محاصرہ کر کے جنگ آزمائی کرتا رہا۔ سلطان بھلول جہاں لشکر لیکر دیباپور سے دہلی آیا اور اپنی صفیں درست کیں سلطان محمود نے جب دیکھا کہ دریا خاں افغان جو بادشاہ دہلی سے برگشتہ ہو کر شرتی بارگاہ کا ملازم ہوا تھا عین معرکہ جنگ سے فراری ہوا ہے تو اس نے بھی توقف میں مصلحت نہ دیکھی۔ اہل دہلی نے بادشاہ کا تعاقب کیا اور ایک نامی شرتی امیر فتح خاں ہلاک ہوا اور سات فیل جنگی حریف کے ہاتھ آئے۔

سلاشہ بھری میں بھلول لودی نے اٹا دے کے جو دھری پر لشکر کشی کی محمود شرتی نے دوبارہ اس پر حملہ کیا اور جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہو چکا ہے فریقین ایک مدت تک ایک دوسرے کے مقابلے میں قیام پذیر رہے سلطان بھلول لودی کے حجاز اور بھائی قطب خاں نے لشکر بر شیخون مارا اور حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ لیکن ابھی جنگ سلطانی نہ ہوئی تھی کہ محمود شاہ شرتی غلیل ہوا اور بیس سال چہند ماہ حکومت کر کے

راہی عدم ہوا۔

محمد شاہ بن محمود شاہ | محمود شاہ شرقی نے دنیا سے رطت کی اور اعیان ملک نے
بی بی حاجی محمود شاہ کی بیگم کے مشورے سے مرحوم بادشاہ
شرقی کے فرزند اکبر کو سلطان محمود شاہ کے خطاب سے اپنا فرمانروا

تسلیم کیا۔

سلطان بہلول لودی سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ محمود شاہ شرقی کی
ساری سلطنت محمود شاہ کے قبضے میں آئے اور بادشاہ بہلول لودی اپنے
مقبوضات پر متصرف رہے۔ محمود شاہ شرقی نے جنپور کی راہ بی بادشاہ
کی نالایقی سے امیر بیحد رنجیدہ ہوئے اور ملکہ جہان بی بی راجی بھی اپنے
فرزند کی خونخواری سے بہت آزرده ہوئی۔ اسی اثنا میں سلطان بہلول لودی
قطب خاں کو قنبد سے آزاد کرانے کے لئے دہلی سے روانہ ہوا سلطان
محمود شاہ نے بھی جنپور سے سفر کیا پرتاب نام اس نواح کا زمیندار جو اس سے
پیشتر سلطان بہلول لودی کا بھی خواہ تھا محمود شاہ کو زیادہ طاقت ور دیکھ کر
اس سے جالا۔ محمود شاہ سرستی پہنچا اور بہلول لودی نے رابری میں جمل
سرستی سے قریب ہے قیام کیا۔ محمد شاہ نے سرستی سے ایک فرمان کو تو
جنپور کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ میرے بھائی حسن خاں اور قطب خاں
پر سلام خاں لودی کو فوراً قتل کر۔ کو تو ال نے جواب میں عریضہ لکھا کہ
بی بی راجی مجرموں کی ایسی حفاظت کرتی ہے کہ میں ان کو کسی طرح نہ تیغ
نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے کو تو ال کا خط پڑھا اور اپنی والدہ کو اس بہانہ سے
جنپور سے طلب کیا کہ حسن خاں سے کدورت رفع کر کے ان کو ملک کا
کوئی حصہ جاگیر میں دیا جائے گا۔ بی بی راجی دام مکہ میں گرفتار ہو کر جنپور
روانہ ہوئی اور کو تو ال نے حسن خاں کو تہ تیغ کیا۔ بی بی راجی نے قنوج
میں حسن خاں کے قتل کی خبر سنی اور وہیں قیام پذیر ہو گئی اور محمد شاہ کے
پاس نہ گئی محمد شاہ نے اپنی والدہ کو لکھا کہ ایک روز تمام بھائیوں کا یہی حال
ہوگا بہتر یہ ہے کہ والدہ صاحبہ سبھوں کا یکبارگی ماتم کرالیں۔ محمد شاہ کی

عیاری سے امیر اور ارکان دولت بھی خوفزدہ ہوئے۔ ایک روز جلال خاں اور حسن خاں محمود شاہ کے دونوں بھائیوں نے سلطان شاہ اور جلال خاں کو جو بھی کے اتفاق رائے سے محمد شاہ سے عرض کیا کہ بہلول لودی کے لشکر کا ارادہ شیخون مارینے کا ہے۔ شاہی حکم کے مطابق شاہزادہ حسین خاں اور سلطان شاہ اجدھی میس ہزار سواروں اور ایک ہزار ہاتھیوں کے ہمراہ دشمنوں کے سدراہ ہونے گئے یہاں سے محمد شاہ شہرٹی سے جدا ہو گئے اور جھرنے کے کنارہ مقیم ہوئے بہلول لودی نے یہ خبر سنی اور ایک دستہ فوج کا ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا شاہزادہ حسین خاں نے ارادہ کیا کہ جلال خاں کو جو لشکر میں رہ گیا تھا اپنے ہمراہ لے حسین نے جلال کی طلبی میں ایک شخص کو روانہ کیا لیکن سلطان بہلول کی فوج جو ان کے مقابلہ میں نامزد کی گئی تھی وہ یہاں پہنچی اور ان کی جگہ قیام پذیر ہوئے جلال خاں شاہزادہ حسین کے حکم کے موافق محمد شاہ کے لشکر سے نکل کر جھرنہ روانہ ہوا اور بہلول لودی کی فوج کو حسین خاں کا لشکر سمجھا شاہزادہ جلال اس شہر میں پہنچا اور سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کیا بہلول لودی نے جلال خاں کو قطب خاں کے عوض نظر بند کر دیا۔ محمد شاہ حریف سے مقابلہ نہ کر سکا اور قنوج روانہ ہوا سلطان بہلول نے دریائے گنگا کے کنارہ تک محمد شاہ کا تعاقب کیا اور کچھ اسباب اور مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ حسین خاں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گیا اور بی بی راجی اور اراکین دولت کی سعی و کوشش سے سلطان حسین خاں کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا اور ملک مبارک گنگ اور ملک علی گجراتی اور تمام امیہوں کو محمد شاہ شہرٹی کے مقابلہ میں جو دریائے گنگا کے کنارہ مقیم تھا روانہ کیا سلطان حسین کا لشکر نزدیک پہنچا اور بعض وہ امیر بھی جو محمد شاہ کے پاس تھے اس سے جدا ہو کر سلطان حسین شہرٹی سے جاملے محمد شاہ اپنی قیام گاہ سے بھاگ کر اس نواح کے ایک باغ میں داخل ہوا حسین شہرٹی کے لشکر نے اس باغ کا بھی محاصرہ کر لیا۔ محمد شاہ شہرٹی بڑا قادر تیر انداز

تھا اس نے کمان ہاتھ میں لی لیکن بی بی راجی نے محمد شاہ کے سلاحدار سے سازش کر کے تمام تیروں کے پیکان جدا کر دیئے تھے محمد شاہ جو تیر ہاتھ میں لینا اس کو بلا پیکان کے پاتا تھا آخر کار اس نے عاجز ہو کر تلوار ہاتھ میں لے لی اور چند آدمی کو قتل بھی کیا لیکن اسی اثناء میں مبارک گنگ کا تیر محمد شاہ کے گلے میں لگا اور بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان حسین سے بہلول لودھی نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر دو فرماں روا چار سال آپس میں جنگ و جدال نہ کریں گے رائے پرتاب جو اس سے قبل محمد شاہ کے بھی خواہوں میں داخل ہو گیا تھا قطب خاں کے اطمینان دلانے سے سلطان بہلول کی خدمت میں حاضر ہو گیا سلطان حسین نے قنوج سے سفر کیا اور ہرینہ نام حوض کے کنارہ مقیم ہوا بادشاہ نے قطب خاں لودھی کو جو ننپور سے بلایا اور اس پر ولعت اور دیگر عنایات شاہی سے سرفراز کر کے عزت و حرمت کے ساتھ سلطان بہلول کی خدمت میں روانہ کر دیا بہلول لودھی نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو نعیم اور بکریم کے ساتھ انعامات سے دل شاد کیا اور اسے حسین شاہ شرتی کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی اس کے بعد ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔ محمد شاہ شرتی نے پانچ ماہ حکومت کی۔

حسین شاہ بن حسین شاہ شرتی نے جیسا کہ بیان ہو چکا اپنے بھائی محمود شاہ شرتی محمود شاہ کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بہلول لودھی سے صلح کر کے جو ننپور واپس آیا۔ حسین شرتی اپنے بھائی کے حالات سے عبرت حاصل کر چکا تھا اس نے قلیل زمانہ میں صاحب دعویٰ سرداروں کو حکمت و تدبیر سے قید کر کے دو سرے بلاد کی تسخیر پر کمر ہمت باندھی سب سے پہلے تین لاکھ سنوار اور چودہ سو قیل بندگ جمع کر کے اڈیسہ پر حملہ آور ہوا اثناء راہ میں تربت کو ویران کر کے آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رکھا۔ حسین شاہ اڈیسہ پہنچا اور اس نے اطراف و جانب میں افواج روانہ کر کے مالک کے تاراج

اور اہلی ملک کے قتل اور اسیر کرنے کا حکم دیا اڈیسہ کا راجہ اپنے مآل کار میں بیحد پریشان ہوا اور عجز و زاری کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ راجہ نے اپنا وکیل حسین شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے اظہار اطاعت کئے ساتھ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے ملک کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا اور راجہ نے مشکور ہو کر تیس عدد ہاتھی سو گھوڑے اور تین گھنٹے اور بیش قیمت اسباب اور بے شمار نقد دولت حسین شاہ کی خدمت میں روانہ کیا حسین شاہ کامیاب اور صحیح و سالم جوئیور واپس آیا۔

سلسلہ ہجری میں حسین شاہ اپنے قلعہ بنارس کی جو امتداد زمانہ سے خراب ہو گیا تھا از سر نو مرمت کرائی اور اسی سال اپنے نامی امیروں کو گوالیار کی مہم پر نامزد کیا شرفی امیروں نے گوالیار پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا راجہ گوالیار طول محاصرہ سے عاجز آگیا اور اپنے کو حسین شاہ کے حلقہ گولہ میں داخل کیا۔ حسین شاہ کی عظمت اور اس کا اقتدار اب اتھائے کمال کو پہنچ گیا اور اس نے اپنی زوجہ کے اغوا سے جو سلطان علاء الدین بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ کی دختر تھی سلسلہ ہجری میں دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا حسین شاہ ایک لاکھ چالیس ہزار سواروں اور چودہ سو ہاتھیوں کی جمیت سے دہلی کی طرف روانہ ہوا بہلول لودی نے ایک قاصد سلطان محمود غزنوی کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اگر بادشاہ اس وقت میری مدد فرمائیں تو بیانہ کا قلعہ مالوہ ہی دائرہ حکومت میں داخل کر دیا جائے گا لیکن بہلول کے خط کا جواب ہنوز شادی آباد مندو سے پہنچا بھی نہ تھا کہ حسین شاہ شرفی نے حوالی دہلی کے تمام ممالک پر قبضہ کر لیا بہلول لودی نے نہایت عجز و زاری کے ساتھ حسین شرفی سے التجا کی کہ دہلی کے تمام ممالک بادشاہ کے زیر نگین رہیں گے لیکن اگر جناب اصل دہلی کو مع اٹھارہ گروہ نواح شہر کے میرے قبضہ میں دیتے ہیں تو میں بادشاہ کے ملازمین میں داخل ہو کر بلدہ کی داروغگی کی خدمت انجام دوں گا حسین شاہ نے نہایت تکبر و غرور میں بہلول کی التجا قبول نہ کی سلطان بہلول نے مجبور ہو کر خدا پر بھروسہ کیا اور اٹھارہ ہزار افغان

سواروں کے ہمراہ دہلی سے نکلا اور دریا کے کنارہ حسین شہر کی طرف مقابلہ میں
 مقیم ہوا۔ فریقین کے درمیان دریا جاہل تھا اس لیے تھوڑے دنوں تو لڑائی
 موقوف رہی اسی درمیان حسین شہر کی طرف سرداران بزرگ ملک کے تاخت
 و تاراج کے لئے روانہ ہوئے سلطان بہلول نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا
 اور عین گرمی کے موسم میں جس مقام پر کہ دریا پایاب تھا اپنے گھوڑے پانی
 میں ڈال دیئے ہر چند اخبار رسالوں نے افغانیوں کی آمد کی خبر دی لیکن حسین
 شہر کی طرف نجات و غرور کی بنا پر اس بات پر توجہ نہ کی یہاں تک کہ اہل
 دہلی دریا کو عبور کر کے شہر کی لشکر کو تاراج کرنے میں مشغول ہوئے چونکہ بادشاہ
 کی ناقصت اندیشی سے امیر و پادشاہ غفلت میں مبتلا تھے ہر شخص نے
 راہ فرار اختیار کی سلطان حسین نے بھی مجبوراً اپنی باگ موٹی ملکہ جہاں اور
 نصیر اہل حرم حریم کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے لیکن بہلول لودی نے حق تک
 کا پاس و لگاؤ کیا اور ان خواتین کو بچہ اعزاز و اکرام کے ساتھ حسین شاہ کے
 پاس روانہ کر دیا۔ ملکہ جہاں نے حسین شہر کی طرف سے پاس پہنچتے ہی پھر سلسلہ جنابانی
 شروع کی اور حسین شاہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا ملکہ نے اس قدر اپنے شوہر کو
 ابھارا کہ حسین شاہ شہر کی طرف سامان حرب درست کر کے دوسرے سال
 دوبارہ دہلی کا رخ کیا۔ حسین شاہ دہلی کے قریب پہنچا اور یہاں سے بہلول لودی نے
 حسین شہر کی کو پیغام دیا کہ اگر بادشاہ میرے قصور کو معاف فرما کر مجھے میرے
 حال پر چھوڑ دیں تو میں ایک روز حق نمک ادا کروں گا چوں کہ یہ امر مقدر
 ہو چکا تھا کہ دولت شہر قیہ کا خاتمہ ہو حسین شاہ نے بہلول کے عجز و انکار
 پر توجہ نہ کی اور اس نعمت کو چشم حقارت سے دیکھ کر پیغام کا جواب دیا
 حسین شاہ نے قدم آگے بڑھایا سلطان بہلول نے بھی مجبوراً مقابلہ کیا لیکن
 اس مرتبہ حسین شاہ کو شکست ہوئی حسین شاہ نے تیسری مرتبہ پھر حملہ کیا اور راہ
 فرار اختیار کی آخر کار جو تھی مرتبہ یہ نوبت پہنچی کہ بادشاہ گھوڑے سے گرا اور
 معرکہ جنگ سے جان بچا کر بھاگا اور جیسا کہ شاہان دہلی کے حالات میں مرقوم
 ہو چکا ہے جو پھر بہلول لودی کا قبضہ ہو گیا سلطان حسین اپنی قلمرو کے

دور ترین حصہ ملک میں پناہ گزین ہوا اور بہت تھوڑے ملک پر جس کا حصول صرف پانچ کروڑ تھا قناعت کر لی سلطان بہلول نے باوجود قدرت حاصل ہونے کے حسین شہرتی کا تعاقب نہ کیا۔ بادشاہ بہلول لودی نے وفات پائی اور حسین شاہ نے پھر فساد برپا کیا اور باربک شاہ کو اس امر پر مستعد کیا کہ دہلی پر لشکر کشی کر کے ملک سلطان سکندر لودی کے قبضہ سے نکال لے مگر جنگ واقع ہوئی اور باربک شاہ میدان جنگ سے فراری ہوا اور جو نیو ریہ بچ گیا اس مرتبہ سلطان سکندر لودی نے جو نیو ریہ کی حکومت اپنے بھائی باربک شاہ سے لے لی اور حسین شہرتی کو مایہ فساد سمجھ کر جس گوشہ میں وہ پناہ گزین تھا وہاں سے بھی اسے بدر کر دیا حسین شہرتی نے سلطان علاء الدین حاکم بنگالہ کے دامن میں پناہ لی سلطان علاء الدین نے حسین شہرتی کی خاطر مدارت کی اور اس کے لئے اسباب عیش و عشرت مہیا کر دیا حسین شہرتی نے اس کے بعد کبھی فرمانروائی حاصل کرنے کا خیال نہیں کیا غرض کہ ۸۸۱ھ ہجری میں دولت شہرتیہ کا خاتمہ ہوا سلطان حسین شہرتی نے انیس سال حکومت کی اور شہرت کے بعد چند سال بنگالہ میں زندگی کے دن بسر کر کے دنیا کو خیر باد کہا۔

آٹھواں مقالہ

سلاطین سندھ اور طحٹھہ کے حالات وغیرہ کتب تاریخ میں سندھ اور ٹحٹھہ میں آغاز اسلام کی ہیں اور اس امر کا ذکر کہ اسلام اس ولید بن عبد الملک کی طرف سے عراق عرب و عجم بلکہ نواح میں کیونکر پھیلایا ایران اور توران کا بھی حاکم تھا بلا دہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ حجاج نے سب سے پہلے محمد ہارون کو قسطنطنیہ کے اوائل میں ایک جوار لشکر کے ہمراہ کمران روانہ کیا محمد ہارون نے کمران فتح کیا اور یہاں کے باشندے جس میں سے ایک فتنہ بلوچیوں کا ہے مسلمان ہو گئے۔ اس زمانہ سے اس ملک میں اسلام کا رواج ہوا اور مساجد تعمیر کر کے احکام شریعت جاری کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اسی وقت تک خبر پرہ سناندیب کے باشندوں کا بھی خیال ہے کہ دریا کے راستہ سے ہندوستان کی بلکہ مغظمہ اور دوسرے ہلا و عرب کا سفر کرتے ہیں اور ہندوستان کے برہمن ظہور اسلام سے مشر خانہ کعبہ کی زیارت اور بتوں کی پرستش کے لئے مکہ معظمہ میں بھی حاضر ہوتے تھے اور اس مقام کو بہترین معبد جانتے تھے اس وجہ سے

سمراندیب کے راجہ کو یہ نسبت دیگر فرمانروایان ہندوستان کے حقیقت اسلام سے لگا ہوتے تھے بلکہ موقع ملا اور یہاں کا راجہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا اس راجہ کو سلاطین اسلام کے ساتھ یہ عقیدت تھی اور ایک مرتبہ اس راجہ نے دریائے گندک سے تحفے اور ہدیے کنیزوں اور غلاموں کے ہمراہ کشتیوں میں بھر کر ولید کیلئے اسلامی تختگاہ کو روانہ کئے۔ مسافر باب عجم کے نواح میں پہنچے اور لوٹکے باشندے حاکم دیبل کے حکم سے دریا میں گشت لگایا کرتے تھے مہر راہ اس کشتی کو مع دیگر کشتیوں کے گرفتار کر کے اپنے قصبہ میں لے آئے تمام مال و متاع کو جو اس کشتی میں بھرا ہوا تھا اپنا سمجھے بلکہ چند مسلمان عورتوں کو بھی جو جزیرہ سمراندیب سے حج کے لئے روانہ ہوئی تھیں گرفتار کر کے لے گئے جو اشخاص کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بچے وہ حجاج کے پاس حاضر ہو کر اس سے داد خواہ ہوئے۔ حجاج نے ایک خط داہرن ضعیفہ حاکم سندھ کے نام لکھ کر محمد ہارون کے پاس روانہ کیا تاکہ ہارون اپنے معتبر قاصد کی معرفت خط مکتوب الیہ کے پاس بھیج دے۔ داہرن نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا کہ جس قوم نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ بید تقویٰ اور طاقتور ہے اور میری کوشش امکانی سے اس گردہ کو دفع کرنا دشوار ہے۔ حجاج کو یہ خبر پہنچی اور اس نے ولید بن عبد الملک سے جہاد ہندوستان کی اعازت لئے کر بدین نام ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس روانہ کیا اور ہارون کو حکم دیا کہ ایک ہزار آزمودہ سپاہی بدین کے ہمراہ اہل دیبل سے جنگ کرانے کے لئے روانہ کرے۔ بدین اہل دیبل پہنچا اور دادمردانگی دے کر معرکہ کارزار میں شہید ہوا حجاج اس خبر کو سن کر یہ پوچھا ہوا اور تلامی مافات کو مدنظر رکھ کر اپنے چا زاد بھائی اور داماد حماد الدین محمد قاسم کو جو سترہ برس کا نوعمر جوان تھا چھ ہزار شامی امیروں کے ہمراہ جو سب اگے سب جنگ آزما سپاہی تھے قلعہ کشائی اور ملک گیری کے لئے ۹۳ھ ہجری میں شیراز کے راستہ سے سندھ روانہ کیا۔ محمد قاسم دیبل کے سرحدی ضہر دیون اور درسنہ پہنچا اور چند روز کے بعد وہاں اسے بھی

کو چکر کے بلکہ دیل میں جو دریا بے عمان کے کنارہ واقع اور فی الحال ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے وارد ہوا۔ محمد قاسم نے شہر کا محاصرہ کیا۔ دیل میں ایک بتخانہ تھا جو اپنے استحکام اور ساخت کے لحاظ سے اگر قلعہ کہا جائے تو بجا نہ ہوگا۔ محاصرہ کو طول ہوا اور ایک برہمن جان کی امان حاصل کر کے محمد قاسم کے پاس آیا۔ محمد قاسم نے اس برہمن سے وہاں کے باشندوں اور بتخانہ کا حال دریافت کیا برہمن نے جواب دیا کہ چار ہزار راجپوت سپاہی اور دو یا تین ہزار راجپوت برہمن اس بتخانے میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ برہمن فاضلوں نے ایک طلسم ایسا پڑھا ہے کہ جب تک وہ نہ لٹے اس قلعے کا فتح ہونا محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب تک یہ بتخانہ ناخین کے ہاتھوں سے محفوظ ہے محمد قاسم نے دریافت کیا کہ وہ طلسم کہاں ہے برہمن نے جواب دیا کہ فلاں جھنڈے کی جڑ میں ہے محمد قاسم نے جھو بیہ نام ایک شخص کو جو تحقیق انداز تھا حکم دیا کہ اپنے کمال فن سے اس جڑ کو پارہ پارہ کرے جھو بیہ نے تین مرتبہ سنگ اندازی کر کے اس جڑ کو توڑ دیا اور طلسم باطل ہو گیا اس واقعہ کے بعد قلعہ تھوڑے ہی زمانہ میں فتح ہو گیا اور محمد قاسم نے گنبد کی چار دیواری کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا اور برہمن کو اسلام لانے کی دعوت دی اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور محمد قاسم نے ان کے لڑکوں لڑکیوں اور جوان عورتوں کو بطور کنیر و غلام اسیر کیا اور سترہ برس سے زیادہ کے مردوں کو تہ تیغ کیا محمد قاسم نے ان کی عورتوں کو اطراف میں روانہ کر کے اور خود لشکر میں مسلمانوں کی خدمت گزاری کے لئے مقرر کیا اور مال غنیمت کو جو بہت زیادہ حاصل ہوا تھا اس طرح تقسیم کیا کہ یاچواں حصہ مع بچتر کنیریوں کے حجاج کے پاس روانہ کیا اور بقیہ اہل لشکر میں تقسیم کر کے ان کو خوش کیا۔ محمد قاسم نے بلکہ ہراون کا رخ کیا اور حاکم شہر یعنی فوجی بن واپر کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے قلعہ اور شہر اپنے معتقد درباریوں کے سپرد کیا اور خود قلعہ برہمن آباد قدیم کو روانہ ہو گیا اور سانیان اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ نے جان کی امان حاصل کر کے

حصار محمد قاسم کے سپرد کر دیا محمد قاسم نے اس شہر کی حکومت ایک مسلمان کے سپرد کی اور لشکر کی ضروریات زندگی کا انتظام کر کے چند معتبر شہر کے باشندوں کو ہمراہ لیا اور ہندوستان کا جو فی الحال سیوان کے نام سے مشہور ہے سرخ کیا سیوان کے باشندے جو سب کے سب قوم کے برہمن تھے اپنے حاکم گجھرائے کے پاس جو داہر کا رشتہ دار تھا گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے مذہب میں مرنا اور مارنا جائز نہیں ہے بہتر ہے کہ ہم عمار الدین سے آمان طلب کر کے اس کی اطاعت کریں گجھرائے اس تقویٰ سے سید غضنہاک ہوا اور برہمن کو سخت رنجست الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا اور راجہ حریف کی طاقت کا اندازہ کر کے ایک ہفتہ کے بعد رات کو راجپوت سپاہیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ فراری ہوا اور حصار سلیم کے راجہ کے پاس ہتھکڑیوں سے مدد کا درخواستگار ہوا لیکن برہمنوں اور شہر کے باشندوں نے قلعہ کو جان کی امان طلب کر کے شہر محمد قاسم کے سپرد کر دیا۔ محمد قاسم نے مال غنیمت میں سے خمس نکال کر بقیہ مال اہل لشکر کو تقسیم کیا اور حصار سلیم کا سرخ کیا عمار الدین نے اس قلعہ کو بھی سر کیا اور یہاں کا مال غنیمت بھی بدستور سابق تقسیم کر کے چندے شہر میں قیام کیا۔ اسی اثنا میں داہر کا سپہنہرگ مسیحی ہیلیسہ (برگڑ) جو بیچہ شجاع اور دلیر تھا اپنا لشکر مرتب کر کے محمد قاسم کے مقابلہ میں آیا محمد قاسم نے ایک مضبوط قیام گاہ پر اپنے ڈیرے ڈالے۔ اسی زمانہ میں بیچہ گرائی ہوئی اور اکثر جانور ہلاک ہوئے جس سے مسلمانوں کے لشکر میں پریشانی اور بد امنی پھیلی محمد قاسم نے حجاج سے شکایت کی اور اس نے دو ہزار گھوڑے اصطبل خاصہ اسے سپاہیوں کے لئے روانہ کئے محمد قاسم از سر نو تازہ ہوا اور راتے زادہ کا محاصرہ کر لیا فریقین میں چند مرتبہ جنگ آزمائی ہوئی لیکن پورا غلبہ کسی فریق کو حاصل نہ ہوا۔ راتے داہر نے اپنے ملک کے خوجمیوں کو جمع کیا اور لشکر عرب کے مالدار کے بابت ان سے سوال کیا اختر شناسوں نے جواب دیا کہ ہم نے کتب قدیم

میں پڑھا ہے کہ فلاں تاریخ عرب میں ایک شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) دعویٰ نبوت کرے گا اور تمام عالم کو اپنے دین کی طرف بلا لے گا اس شخص کی رحلت کے بعد سترہ ہجری میں عربی لشکر نواح دیسبل میں پہنچے گا سترہ ہجری میں اس شہر میں وارد ہو کر تمام ملک پر قبضہ کر لے گا۔ رائے داہر باجوہ اس کے بارہا بخجومیوں کے احکام کی آزمائش کر چکا تھا لیکن چونکہ اس کا پیغام عربیہ نہ ہو چکا تھا راجہ نے اہل نجوم کی فہمائش پر توجہ نہ کی اور دسویں رمضان روزِ پنجشنبہ ۱۷۳۰ ہجری کو جنگ آزمائی کا ارادہ کر لیا۔ داہر نے پچاس ہزار راجپوت اور سندی اور ملتانی سوار جمع کئے اور اپنے فرزندوں اور قرابت داروں اور اعوان و انصار کے ساتھ عہد و قسم درمیان میں دیکھ محمد قاسم کے بالمقابل صف آرائی کی محمد قاسم نے چھ ہزار عرب سپاہ کے ہمراہ حریف کے مقابلہ میں صف آرائی کی واپر مسلمانوں کے لشکر کے قریب آیا اور چند روز متواتر جنگ کی ابتدا کرتا رہا راجہ کے فرزندوں اور سرداروں نے جان نثاری میں کوئی کمی نہیں کی لیکن چونکہ تقدیر گزشتہ تھی تدبیر مضرت ثابت ہوئی آخر کار ایک روز داہر اکیلے سفید پر سوار ہو کر قلب لشکر میں ٹھکرا ہوا اور میمنہ اور میسرہ اور مفت درمہ لشکر کو درست کر کے بڑے ہجوم کے ساتھ میدان جنگ میں آیا محمد قاسم نے خدا پر بھروسہ کر کے میدان کارزار کی راہ لی پہلے سندی اور عربی بہادر نے فردا فردا اپنے جوہر مردانگی دکھائے لیکن جب بارہا ایسا ہو چکا کہ دس عربی سواروں نے بیس ہندی سپاہیوں نوجوان کے مد مقابل ہوئے قتل کیا تو راجہ نے جنگ مغلوبہ کر دی اور خود بھی بڑی بہادری کے ساتھ شمشیر زنی کرتا رہا راجہ نے بہتوں اور سرداروں نے بھی اظہارِ جواہر دی میں پوری کوشش کی۔ اسی دوران میں عرب کے ایک گولانڈا نے آتشیں بان روئے داہر کے فیل سفید پر مارا بھی اس آگ کے شعلہ سے بھڑکا اور میدان سے بھاگا فیلبان نے ہر چند آنکس مارے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ہاتھی فیلبان کے قابو سے باہر ہو کر لب دریا تک پہنچا اور پانی میں اتو گیا محمد قاسم راجہ کے تعاقب میں دریا تک آیا اور

ساحل دریا پر دوبارہ جنگ شروع ہوئی رائے داہر نے مسلمانوں پر ہاتھی دوڑایا نیزے اور تیر سے بہت سے مسلمانوں کو ہلاک کیا اسی اثنا میں ایک تیر رائے داہر کے لگا اور راجہ ہاتھی کے نیچے گرا لیکن بہادری اور مردانگی کے ساتھ پھراٹھا اور جس طرح ممکن ہوا گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ راجہ کا ایک عرب بہادر سے مقابلہ ہوا اور عربی سوار نے ایک ہی ضرب میں راجہ کا کام تمام کر دیا۔ راجہ کے درباریوں اور اس کے عزیزوں نے یہ حال دیکھتے ہی تنگ و نام کا لحاظ بھی نہ کیا اور راہ فرار اختیار کی اور حصار ازور غالباً اوجھ (برگڑ) میں پناہ گزیں ہو گئے بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا محمد قاسم نے قلعہ آذور کے سر کرنے کی کوشش کی۔ رائے داہر کے فرزند مسمی پلہس نے ارادہ کیا کہ حصار کو مردان جنگی سے مضبوط کر کے خود قلعے کے باہر جنگ آزمائی کرے لیکن راجہ کے وکلا اور وزرائے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور اسے ساتھ لے کر برہمن آباد کے قلعے کو روانہ ہو گئے۔ راجہ داہر کی زوجہ نے جوڑی بہادر عورت تھی اپنے فرزند کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور پندرہ ہزار راجپوت سواروں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے تیار ہوئی محمد قاسم نے عورت کے مقابلہ میں صف آر ہوتا باعث تنگ خیال کیا اور رانی کی طرف توجہ نہ کی۔ رانی اپنے راجپوت سپاہیوں کے ساتھ حصار میں پناہ گزیں ہوئی اور دشمن کی مدافعت شروع کی۔ محاصرہ کی طوالت سے اہل قلعہ بیکار پریشان ہوئے اور انھوں نے آگ کا ایک بڑا انبار روشن کیا اور اکثر راجپوتوں نے اپنے زن و فرزند کو آگ کے نذر کیا اور آذور کے دروازہ کھول کر راجہ داہر کی زوجہ کے ساتھ حصار سے باہر آئے اور اس قدر لرزے کہ رانی کے ساتھ معرکہ جنگ میں کام آئے مسلمانوں نے تلوار پیغام میں رکھی اور حصار میں داخل ہو کر چھ ہزار راجپوتوں کو تہ تیغ کر کے بیس ہزار آدمیوں کو قید کیا۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی

دو لڑکیاں بھی تھیں جن کو محمد قاسم نے خلیفہ کے لئے بطور تحفہ حجاج کے پاس روانہ کیا۔

محمد قاسم نے دیول کا تمام ملک عربی بیروں میں تقسیم کر دیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ لبنان پر بھی داہر کا قبضہ تھا تو محمد قاسم نے لبنان پہنچ کر بھی قبضہ کر لیا اور اس شہر کو تختہ گاہ قرار دیکر بہت خانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔ حجاج نے بادشاہ سندھ کی بیٹیوں کو دمشق روانہ کر دیا اور یہ لڑکیاں خلیفہ کے حرم میں رہنے لگیں ایک مدت کے بعد سلاطین ہجری میں خلیفہ نے ان کو یاد کیا ولید نے ان لڑکیوں کا نام دریافت کیا بڑی بہن نے کہا کہ میرا نام مسیاد یوی ہے اور دوسری بہن نے جواب دیا کہ مجھے پرل دیوی کہتے ہیں ولید بڑی بہن پر والہ و شفیق ہو گیا اور اسے اپنے محل میں داخل کرنا چاہا مسیاد یوی نے دعا دینے کے بعد خلیفہ سے عرض کیا کہ میں بادشاہ کے محل میں داخل ہونے کے لائق نہیں ہوں اس لئے کہ یہاں آنے سے پیشتر محمد قاسم تین روز میرے پاس شب باش ہو چکا ہے کیا مسلمانوں میں یہی رسم ہے کہ پہلے نوکر دست خیانت دراز کریں اور بعد اس کے اس عورت کو تحفے کے طور پر خلیفہ کے پاس بھیجیں ولید نے تعجب سے کہا کہ یہاں تو اسی وقت اپنے قلم سے ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ محمد قاسم جہاں بھی ہو اپنے کو گائے کے چمڑے میں بند کر کے تختہ گاہ میں حاضر ہو۔ محمد قاسم غریب نے اپنے کو چمڑے میں لپیٹ کر کہا کہ مجھے صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے پاس روانہ کر دو عمار الدین قاسم دمشق پہنچا اور ولید نے اس دختر کو حاضر کر کے اس سے کہا میں ایسے مجرموں کو اس طرح سزا دیتا ہوں۔ مسیاد یوی نے دوبارہ بادشاہ کو دعا دی اور اور کہا کہ خلیفہ کو چاہئے کہ دوست و دشمن کی گفتگو بلامیان عقل میں تو لے اور نہ کرے اور اس کے متعلق اس طرح کا فرمان نہ جاری کرے خلیفہ کی اس حرکت سے معلوم ہوا کہ وہ عقل سے بالکل بے بہرہ ہے اور محض تقدیر کے بھروسے پر حکمرانی کرتا ہے محمد قاسم اور میرے درمیان

حقیقی بھائی اور بہن کا برتاؤ رہا ہے اس نے کبھی مجھ پر دست درازی نہیں کی چونکہ اس نے میرے باپ اور قرابت داروں کو قتل کر کے ہماری قوم کو تباہ اور ہم کو خود شاہی کے مرتبہ سے غلامی تک پہنچایا تھا میں نے اس سے انتقام لے کر اس پر یہ نہمت لگائی اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی ولید یہ سکنہ سجد شرمندہ ہوا لیکن چونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا اب اس کا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

عماد الدین کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت کا حال کسی مشہور اور متداول تاریخ میں مرقوم نہیں ہے تاریخ بہادر شاہی میں البتہ حکام سندھ کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہو کہ عماد الدین کے بعد ایک جماعت نے جو اپنے کو شہنشاہی کی ادلاء ظاہر کرتی تھی سندھ پر حکمراں رہی لیکن ان فرمانرواؤں کے تمام مورخ فرشتہ کی نظر سے کسی تاریخ میں نہیں گزرے۔ اس گروہ کے بعد گردش زمانہ سے سومرکان کے قبیلے سے خاندان ستمگان میں جو سندھ کے زمینداروں کا ایک دوسرا گروہ ہے منتقل ہو گئی یہ فرقہ شاہان جام کے نام سے مشہور ہے۔ ان دونوں گروہ ہیں گے بڑا میں غزنوی غوری اور دہلوی شاہان اسلام کبھی کبھی ان پر حملہ کرتے اور سندھ کے بعض شہروں پر قبضہ کر کے اپنے تختگاہ کو واپس جاتے تھے لیکن سلطان ناصر الدین قباچہ نے اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور اس شہر کو اپنا تختگاہ بنایا لہذا غزنوی غوری اور دہلوی بادشاہوں کے حالات سابق داستانوں پر محمول کر کے سب سے پہلے ناصر الدین قباچہ کا حال جو سندھ کا مستقل فرمانروا ہے لکھا جاتا ہے اور بعد اس کے مورخ اپنے علم ناقص کے مطابق شاہان جام یعنی طبقہ ستمگان کے فرمانرواؤں کا ذکر کر کے لگا۔

ناصر الدین قباچہ کا ہندوستان کے تمام مورخ محض ایک ادبی نسبت سندھ پر حکومت کرنا کا لحاظ کرتے ناصر الدین قباچہ کا حال شاہان دہلی کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتے آئے ہیں لیکن مورخ فرشتہ اس رسم سے پرہیز کر کے ناصر الدین کا حال ملک سندھ کے

فرمانرواؤں کے ساتھ لکھتا ہے۔ واضح ہو کہ ناصر الدین قباچہ سلطان معز الدین بن محمد سام کا ترک غلام ہے ناصر الدین عہد صاحب فہم و فراست اور شجاع اور بہادر فرمانروا تھا ان غویوں کے علاوہ ایک مدت تک سلطان معز الدین بن محمد سام کی خدمت میں رہ چکا تھا اس لئے قواعد جانماری اور کشور کشائی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ سلطان معز الدین نے باشندگان ملک غلطیہ معز کہ آرائی کی اور اس جنگ میں ملک ناصر الدین ایتمرجو اجیہ کا جاگیر دار تھا قتل کیا گیا بادشاہ نے اوجھہ کا ملک ناصر الدین قباچہ کو عنایت کیا ناصر الدین قباچہ سلطان قطب الدین ایک کا داماد تھا اور ایک کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اپنے جلالہ عہد میں لایا ناصر الدین قباچہ اپنے آقا معز الدین سام کے حکم کے مطابق قطب الدین کی ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہا اور کبھی کبھی اوجھہ سے ولیم اکبر بادشاہ کی ملازمت کا شرف بھی حاصل کرتا تھا۔ قطب الدین ایک کی وفات کے بعد ناصر الدین نے سندھ کے اکثر قلعوں اور حصوں پر قبضہ کر کے سومرکان قوم کو جو اکثر مسلمان اور بعض غیر مسلم تھے ایسا ذلیل اور تباہ کیا کہ سواٹھھ اور جنگل اور سرحد کے سومروں کے قبضہ میں اور کچھ نہ رہا ان زینداروں نے زراعت کا پیشہ کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ ناصر الدین قباچہ کے بعد بدریچ سومر کون نے باروگر مرتبہ فرمانروائی حاصل کیا اور سندھ کو سلاطین دہلی کے اقتدار سے آزاد کرالیا۔

ناصر الدین نے سندھ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور نمنان سرسند و کمرام وغیرہ مالک پر دریائے سرستی کے کنارہ تک اپنا قبضہ کیا۔ سلطان تاج الدین بلدوز نے اس کے ملک پر قبضہ کرنا چاہا اور چند مرتبہ غزنی سے لشکر روانہ کیا لیکن ہر مرتبہ قباچہ سے شکست کھائی۔

۱۱۱۰ھ ہجری میں خوارزمی لشکر نے جو سلطان جلال الدین کی طرف سے غزنی میں مقیم تھا ہندوستان کے حدود پر قبضہ کر لیا ناصر الدین نے ان کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور اگرچہ غلبی سردار قتل ہوا لیکن غزنی کا

وزیر شکست کھاکر میدان جنگ سے بھاگا۔

۱۲۱۰ء ہجری میں ناصر الدین قباچہ نے لاہور پر لشکر کشی کی اور
سہرند تک سارا ملک اپنے قبضہ میں کر لیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ
شمس الدین دریا کے کنارہ پہنچا اور اس نے بلا کسی خیال کے دریا میں
گھوڑا ڈال دیا اس کے امیروں اور سپاہیوں نے بادشاہ کی پیروی کی
اور ایک کثیر تعداد غرق آب ہوئی تو سلطان ناصر الدین تھوڑی بہت جنگ
آزمائی کے بعد ملتان فراری ہوا اور اسی دارو گیر میں اس کا پل و علم سلطان
شمس الدین کے قبضہ میں آیا۔

چنگیزی طوفان جانشوز میں خراسان غزنی اور غور کے ہر طبقہ کے
انصار ناصر الدین کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے اور اس نے سرخص
کو اس کے مرتبہ کے موافق انعام و اکرام سے شاد کیا لیکن آخر میں سلطان
جلال الدین وکد سلطان محمد خوارزم چنگیز خاں کی خون آشام تلوار سے
پریشان ہو کر ہندوستان میں وارد ہوا اتفاق سے ناصر الدین اور
جلال الدین میں ٹکڑھٹھ ہوئی جس کی وجہ سے اس کا لشکر اور ملک تباہ
اور برباد ہوا اور اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے
کہ سلطان جلال الدین چنگیز خاں کے زمانہ میں غزنی پہنچا اور وہاں سے
گزرنے کے لئے آب سندھ کے کنارہ آیا چنگیز خاں کو اس واقعے کی
اطلاع ہوئی اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر جلال الدین کے مقابلہ میں
 روانہ کیا۔ اس فوج نے آب نیلاب کے کنارہ جس کو اب دریائے سندھ
کہتے ہیں جلال الدین کو ہر چار طرف سے گھیر لیا سلطان جلال الدین نے
دیکھا کہ اسکے سامنے تیغ آتشبار ہے اور پس پشت دریائے زخار بادشاہ نے
بیحد مددگی کے ساتھ دشمنوں پر تلوار چلائی اور لا تعداد تازی غیروں
کو تہ تیغ کیا اس میں شبہ نہیں کہ اس معرکہ میں سلطان جلال الدین نے
وہ جو ہر قباحت دکھائے کہ رستم و سام و نریمان کی داستانیں مگر وہ نہیں
اور باوجود اس کے کہ جلال الدین کا میمنہ اور میسر شکست کھاکر فراری ہوا

لیکن بادشاہ خود سات سو سواروں کے ساتھ قلب لشکر میں کھڑا دو شجاعت و تیار
 سلطان جلال الدین آخر میں لاچار ہوا اور اپنے زن و فرزند کے پاس آیا اور ان کے
 رخصت ہو کر ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار اور مغلوں کی صف پر دوبارہ حملہ آور
 ہوا اور ان کے ایک دستہ کو ہٹا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا اور اس کے کنارہ پہنچا
 سلطان جلال الدین نے جوش اتارا اور اپنا چتر دور کیا اور گھوڑے کو ہمیز دیکھ کر
 جگہ کہ دس گز پانی بلند تھا وہاں سے گھوڑا ڈالا اور شیر کی طرح سات چار سو
 کے ساتھ دریا کے اس پار پہنچ گیا سلطان جلال الدین گھوڑے سے اترا اور
 زمین اور نمد اور ترش اور قبا سوکنے کے لئے دھوپ میں پھیلا یا اور چتر کا
 زمین پر سایہ کر کے خود اس کے نیچے بیٹھا اس اثناء میں چنگیز خاں بھی دریا کے
 کنارہ آگیا اور جلال الدین کو اس حال میں دیکھ کر اس نے اپنے فرزندوں
 سے کہا کہ ہر باب کو چاہئے کہ ایسا بننا پیدا کرے تین سپاہیوں نے ارادہ کیا کہ
 دریا کو عبور کر کے سلطان جلال الدین کو گرفتار کریں لیکن چنگیز خاں نے ان کو
 منع کیا اور اس کی اجازت نہ دی سلطان جلال الدین نے جدال اور غرور قبا
 ان دونوں مسلکوں سے نجات پائی اور اس کے پانچ یا چھ ملازم یا دو اسکی
 خدمت میں پہنچے بادشاہ نے دو روز نیلاب کے ساحلی جنگل میں چھپ کر اپنی
 جان بچائی اور اس درمیان میں اس کے پاس ملازم اس کے گرد جمع ہو گئے۔
 اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے قریب دو سو آدمی جمع
 ہیں اور ان کے پاس اسباب عیش و عشرت بہت زیادہ مہیا ہے اور وہ ایک
 جگہ بیٹھے ہوئے ماہ سپما جانوں کے ہمراہ داد عیش دے رہے ہیں سلطان
 جلال الدین نے اپنے ساتھیوں کو جو کل بچیں سوار تھے حکم دیا کہ ہر شخص ایک گھوڑی
 ہاتھ میں لے کر اس جنگل میں بادشاہ کے ہمراہ چلے جلال الدین نے خدا پرست
 کر کے اس جماعت پر حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو ہلاک کر دیا بقیہ لوگ
 بھاگ کر جنگل میں پناہ گزیں ہوئے جلال الدین اس جماعت کے قہار اور
 چپائے اپنے سپاہیوں کو جس میں سے بعض پیادہ اور بعض دراز گوش
 پر سوار تھے تقسیم کر دئے اور اب اس کے گرد ایک سو بیس سواروں کا مجمع ہوا

اسی زمانہ میں یہ خبر پہنچی کہ ہندوستانی لشکر میں سے اس نواح میں تقریباً تین ہزار فوجی حکام سندھ کی طرف سے برہم قراولی میں مقیم ہیں سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سو بیس سواروں کے ساتھ اس گروہ پر حملہ کیا اور اس میں سے اکثر کو قتل کر کے بے شمار مال غنیمت پر قابض ہوا۔ اس واقعہ سے جلال الدین میں کسی قدر قوت پیدا ہوئی اور پے در پے اور اشخاص بھی اس کے پاس جمع ہوتے گئے یہاں تک کہ پانچ سو سواروں کا ایک دستہ ہو گیا۔ ایک عظیم لشکر جلال الدین کے دفعیہ کے لئے روانہ ہوا سلطان جلال الدین نے اس جنگ کو بازو پھیلا کر سمجھکر اس جماعت کو پراگندہ کر دیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے چلنے لگے سواروں کا لشکر تیار کر لیا۔ چنگیز خاں نے یہ واقعہ سنا اور اپنے نامی امیروں میں سے چند افسران فوج کو جلال الدین کے مقابلہ میں روانہ کیا چنگیزی فوج نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور جلال الدین نے دہلی کی راہ لی مغلوں نے اس نواح کو تالاج کر کے اپنی راہ لی سلطان جلال الدین تین چار روز کے بعد دہلی پہنچا اور اپنے ایک مقرب امیر عین الملک کو سلطان شمس الدین التمش کے پاس روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ انقلاب زمانہ نے مجھے تمھارے جواز میں پہنچایا ہے میرے ایسے بہانے کے وجود کا کم از کم یہ تقاضہ ضرور ہے کہ مروت اور اپنے مرتبہ کا خیال کر کے کوئی عمدہ جگہ میرے لئے تجویز کرو تا کہ تھوڑے دنوں میں آراؤں اور اگر ہم جنسی کا خیال مدنظر رکھ کر میری مدد کرو تو تمھاری اعانت سے میں اپنے موروثی ملک پر قابض ہو جاؤں۔ شمس الدین التمش جلال الدین کے حالات پر بخوبی غور کر چکا تھا اس کا اپنے جوار میں مقیم ہونا مناسب سمجھا اور جلال الدین کے قاصد کو زہر سے ٹھنڈا کر کے اپنے ایلیچی بے شمار تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر کے یہ جواب دیا کہ اب وہ اس کے لحاظ سے اس ملک میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو آپ ایسے عالی جاہ فرمانروا کے قیام کے لائق ہو۔ جلال الدین سلطان التمش کے جواب کا مفہوم سمجھ گیا اور لاہور سے لکھنؤ کے مسکن کی طرف روانہ ہوا جلال الدین اس ملک میں پہنچا اور کوہ بلاہ اور بنگالہ کے درمیان مقیم ہو کر اس نے اس نواح کو غارت کیا اور بے شمار

مال غنیمت لے کر واپس آیا۔ جلال الدین کے گرد دس ہزار سواروں کا جمع ہوا اور بادشاہ نے رائے کھل کر پاس تاج الدین کو جو سلطان شہاب الدین کے زائے میں مسلمان ہو چکا تھا بہ طور قاصد روانہ کر کے اس کی بیٹی کے ساتھ عقد کرنے کی درخواست کی۔ کوکار سنگا یعنی کھکروں کے راجہ نے بیٹی کو اپنے فرزند کے ہمراہ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر کے اس سے یہ اہتمام کی گئی کہ ناصر الدین ہمیشہ کھکروں کو نقصان پہنچاتا رہتا ہے بادشاہ اس کی مزاحمت کو دفع کر کے ہم سب کو اپنا منون احسان بنائیں۔ سلطان جلال الدین نے رائے زادہ کو خلیج خاں کا خطاب دیا اور اسے اپنے ایک امیر کے ہمراہ جہاں پہلوان اور ایک مشہور ایک تھا۔ سات ہزار سواروں کی جمیعت لے کر ناصر الدین قباچہ حاکم اوچہ و ملتان کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ ناصر الدین بیس ہزار سواروں کے ساتھ اوچہ کے قریب دریائے سندھ کے کنارہ فروکش ہوا اور بک باشی نے قباچہ کو غافل پا کر اس کے لشکر پر خون مارا اور ایسا اس کی جمیعت کو پریشان کیا کہ ناصر الدین ہزار محنت و مشقت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر ایک سخت فراری ہوا اور بک باشی لشکر میں آیا اور اس نے سلطان جلال الدین کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اسی درمیان میں دہلی کے لشکر کے ورود کی خبر پھیلی اور بادشاہ نے اپنا قیام وہاں مناسب نہ سمجھا اور جلال الدین کو ہستان سے نکل کر اوچہ میں وار دہوا اور ناصر الدین قباچہ کی بارگاہ میں قیام کر کے قاصد ناصر الدین کی خدمت میں روانہ کئے اور اسے پیغام دیا کہ امیر خاں کا فرزند اور اس کی دختر جو حال میں سندھ کے کنارے سے گزر رہی ہو کر اس نواح میں آئے ہیں ان کو جلال الدین کے پاس روانہ کر دے۔ سلطان ناصر الدین نے اس حکم کی تعمیل کی اور امیر خاں کے پسر و دختر دونوں کو بے شمار مال و اسباب کے ساتھ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سلطان جلال الدین نے اوچہ سے کچھ قرض نہ کیا اور چونکہ موسم گرما آچکا تھا کہ جو دہلاہ و بنگالہ کی چھاؤنی کو روانہ ہوا۔ اتنا اے سفر میں ایک قلعہ نظر آیا بادشاہ نے

اس کا محاصرہ کر لیا۔ عین عالم کارزار میں ایک تیر بادشاہ کے ہاتھ میں لگا اور جلال الدین نے حصار کر کے میں اور زیادہ کوشش کی بادشاہ نے قلعہ فتح کر کے اہالی قلعہ کو قتل کر دیا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ شانزہ جیتانی خاں چنگیز خاں کے حکم سے سلطان جلال الدین کو گرفتار کر کے آ رہا ہے۔ جلال الدین کا خیال تھا کہ ناصر الدین قباچہ اس کا معین ہو گیا۔ جلال الدین نے اوچے کا رخ کیا اور ناصر الدین قباچہ سے نکل بھاگا خواستگار ہوا ناصر الدین نے مغلوں کے آمد کی خبر سن کر اس چیز کے قبول کرنے سے انکار کیا اور انتقام کا خواستگار ہوا سلطان جلال الدین مجبور آلتان سے واپس ہوا بادشاہ اوچے پہنچا اور یہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت سے انکار کیا جلال الدین نے شہر میں آگ لگا دی اور اسے تاراج کر کے دیل کی جانب جواب چٹھہ کے نام سے مشہور ہے روانہ ہوا۔ اثناءء راہ میں جو شہر و قصبہ ناصر الدین قباچہ کے زیر حکومت نظر آتا جلال الدین اس کو غارت و تباہ کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا۔ جلال الدین چٹھہ پہنچا۔ اور یہاں کے راجہ جسی جشی نے جو سومر کی قبیلہ کا ایک فرد تھا اپنا مال و اسباب کشتیوں پر لاد لیا اور اپنے زن و فرزند کے ہمراہ قریب کے ایک جزیرہ میں مقیم ہوا۔ جلال الدین بلدہ چٹھہ میں فردکش ہوا اور دیول کا بتخانہ گر کر ایک بڑی جامع مسجد تعمیر کرائی اور سندھ اور گجرات کی فتح کا خیال ترک کر کے کچ اور مکران کی راہ سے ۶۲۰ھ ہجری میں عراق روانہ ہو گیا جس کی تفصیل تاریخ عجم میں مرقوم ہے۔ جیتانی خاں مغل لشکر کے ساتھ جلال الدین کے قعاقب میں حوالی آلتان میں وارد ہوا اور ناصر الدین قباچہ نے اس قدر بہادری اور مردانگی سے کام لیا کہ اہل آلتان نے چالیس روز کے بعد مغلوں کے محاصرے سے نجات پائی جیتانی خاں نے کچ اور مکران کی راہ لی اور اس نواح کو تاخت و تاراج کر کے جاڑے کا موسم ہو گا بغیر میں جو دریائے سندھ کے کنارہ پر واقع ہے بسیر کیا جیتانی خاں نے تیس یا چالیس ہزار ہندوستانی قید کئے تھے۔ اس بہانہ سے کہ ان کی

وجہ سے لشکر کی ہوا میں بد بو پیدا ہو گئی ہے سب کو قتل کیا اس کے بعد لشکر
مغل میں موت کا بازار گرم ہو سلطان جلال الدین کی کچھ خبر نہ معلوم ہوئی اور پختائی
نے تومان کی راہ لی۔

سالار احمد حاکم کابلخو نے ملک کی تباہی کی اطلاع ناصر الدین قباچہ کو دی
اور بادشاہ بیدار ہو اٹھیں ہو لیکن ملک کی تعمیر میں از سر نو کوشش شروع کی۔

سلطنت ہجری میں خمس الدین الشمس نے ناصر الدین کو تباہ کرنے کے
اور اسے سے چند مرتبہ سندھ پر حملہ کیا شمس الدین اوچھہ پہنچا اور ناصر الدین نے
شہر کو مستحکم کر کے خود بکر کی راہ لی شمس الدین نے اوچھہ کا محاصرہ کر کے نظام الملک
بن ابو سعید چیمپدی کو جس نے کتاب جامع الحکایات اس کے نام معنون کی ہے
قلعہ بکر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اوچھہ دو ماہ میں روز میں فتح ہو گیا اور
ناصر الدین نے یہ خبر سنکر اپنے فرزند علاء الدین بہرام شاہ کو شمس الدین کے پاس
صلح کے لئے روانہ کیا لیکن ہنوز جواب بھی نہ آیا تھا کہ اہل قلعہ پر سختیوں کا
اضافہ ہوا ناصر الدین کشتی پر سوار ہوا اور اسی نواح کے ایک جزیرہ کو روانہ ہوا
لیکن کشتی دریا میں غرق ہوئی اور بادشاہ کی حیات کا خاتمہ ہو گیا۔

ناصر الدین قباچہ کے غرق دریا ہونے کی صحیح روایت یہ ہے کہ قباچہ
اوچھہ سے بکر روانہ ہوا سلطان خمس الدین نے یہ ہم اپنے وزیر نظام الملک
کے سپہی اور دہلی روانہ ہو گیا نظام الملک نے دو ماہ کے بعد اوچھہ کو فتح
کیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ بکر روانہ ہوا ناصر الدین نے سمجھ لیا تھا
کہ اس پر دوبارہ لگایا ہے اور کوشش اور ثابت قدمی سے نحوست زایل نہیں ہو سکتی
ناصر الدین قباچہ نے اپنے قرابت داروں اور درباریوں کو ہمراہ لیا اور جواہر
اور اثمن فیوں کے صندوقوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر اسی نواح کے ایک جزیرہ
کی طرف روانہ ہوا۔

حوادث زمانہ سے دریا میں زور کی لہریں اٹھیں اور بادشاہ کی کشتی غرق
آب ہو گئی بقیہ کشتیاں سلامتی کے ساتھ ساحل مراد پر پہنچ گئیں۔ ناصر الدین قباچہ
نے سندھ اور ملتان پر بائیس سال حکمرانی کی

زمینداران سندھ یعنی واضح ہو کہ سندھ میں دو قسم کے زمیندار آباد تھے ایک فرقہ فرقہ ستمگان کا حال کو سومرکان اور دوسرے قبیلہ کو ستمگان کہتے تھے۔ فرقہ ستمگان اپنے سرداروں کو حاکم کہتے تھے مجھ شاہ تعلق کے آخری عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سندھ کی حکومت سومکانوں سے منتقل ہو کر فرقہ ستمگان میں چلے گئی اس فرقہ کے اکثر مسلمان حاکم شاہ دہلی کے مطیع اور خراج گزار تھے لیکن کبھی کبھی کوئی فرمانروا دہلی سے بغاوت کر کے خود مختاری کا دھنکے بھی بجاتا تھا۔ ستمگانوں کا فرقہ اپنے کو جیشید کی نسل بتاتا ہے چنانچہ انکا اپنے سردار کو جام کے لقب سے یاد کرنا خود ان کے دعویٰ کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلامی زمانہ میں ان میں سے جو شخص حکم پہلے حکمران ہوا اس کا نام جام افزا تھا یہ شخص عقل مند اور صاحب فہم تھا اور تین سال سچا ماہ حکومت کر کے فوت ہوا۔ جام افزا کے بعد اس کا بھائی اجام جو نا اپنے بزرگ کی وصیت کے موافق اپنی عقل و دانش کی وجہ سے رئیس شہر مقرر ہوا جام جو نا نے چودہ سال مجد علم و دانائی اور انصاف اور عدالت کے ساتھ سندھ پر حکومت کرتے بعد دنیا کو خیر باد کہی۔

جام مانی بن جام جام جو نا کی وفات کے بعد جام مانی نے اپنی عقل و دانش کی وجہ سے اپنے باپ کی جانشینی کا دعویٰ کیا اور اہل ملک کو اپنا بھی خواہ بنا کر جام جو نا کی جگہ سندھ حکومت پر قدم رکھا۔

جام مانی نے سلطان دہلی سے بنادت کر کے سارے ملک پر قبضہ کر لیا اور خراج دینے سے انکار کر دیا۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک جرار اور موتج لشکر لے کر ۷۶۲ھ ہجری میں سندھ پر لشکر کشی کی جام مانی مضبوط مقامات پر فروکش ہوا اور جس قدر چارہ کی اس کو ضرورت تھی وہ اپنے ہمراہ لے کر بقیہ فلد اور چارہ کو جنگل اور پہاڑ میں انبار کر کے اس میں آگ لگا دی سلطان فیروز چارہ کی کم پائی سے لاچار ہوا اور بڑی تکلیف اور مصیبت کے ساتھ گجرات روانہ ہو گیا اور برسات کا زمانہ نہیں

بسر کیا۔

اور اہل سرہا میں چمک چارہ سبز و شاداب ہو گیا اور اس کے آتش زدہ کرنے کا گمان نہ رہا تو فیروز شاہ نے پھر سندھ پر حملہ کیا جام نے مجبوراً اور پریشان ہو کر امان طلب کی فیروز شاہ نے سندھ پر قبضہ کر کے ملک اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور کافی انتظام کر دینے کے بعد دہلی روانہ ہوا اور جام جانی اور شام سندھ کے چودہریوں کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جام جانی نے شائستہ خدمات انجام دیں اور سلطان فیروز شاہ نے اس پر صبر بانی کر کے سندھ کی سرداری جام جانی کے سپرد کی بادشاہ نے جام جانی کو چتر بھی خواریت فرمایا اور جام نے اطمینان کے ساتھ اپنے موروثی ملک پر دوبارہ حکمرانی شروع کی جام کا بیچانہ حیات بھی لمبہ نہ ہوا اور اس نے پندرہ برس حکومت کر کے دنیا کو خیر باد ہی۔

جام تاجی بن جام مانی اپنے باپ کے مرنے کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور تیرہ برس چند ماہ بلا کسی خوف اور فساد کے حکمرانی کرنے کے بعد وفات پائی اس تمام

جماعت مخصوصاً تاجی کے نام کے ظاہر ہو تا ہے کہ یہ لوگ زنا دار تھے۔
جام صلاح الدین جام تاجی کے بعد جام صلاح الدین فرمانروا ہوا اور گیارہ برس تلخ البالی سے حکومت کر کے فوت ہوا۔

جام نظام الدین بن جام صلاح الدین اپنے باپ صلاح الدین کے بعد بادشاہ ہوا اور دو سال چند ماہ حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

جام علی شیر بن جام علی شیر اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوا اس فرمانروا نے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور رعایا کو بید شاد اور

خوش رکھا ملک کو چوروں اور قزاقوں سے پاک کر کے امن و امان کا سکہ جاری کیا لیکن اسکا دور حکومت زمانہ شباب کی طرح جلد گزر گیا اور جام علی شیر نے چھ برس چند ماہ حکومت کر کے وفات پائی۔ رعایا نے اس موت کا بید ماتم کیا۔

جام کران بن جام تاجی جام علی شیر نے دنیا سے رحلت کی اور جام کران نے

اس قاعدے کے بموجب کہ جس شخص کا باپ فرمانروا ہو وہ اوروں کے در
حکومت کر سکتا ہے بڑی سعی و کوشش سے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں
لی لیکن جو بلا خدا کی عنایت کے دنیا کا کوئی کام سر نہ راز نتیجہ خیز نہیں ہوتا
ویدہ روز حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہوا جام کران کے فوت ہونے
کے بعد قوم سستگان نے تعین بادشاہ کے لئے مشورہ کیا اور بڑے
قل و قال کے بعد فتح خاں بن اسکندر جو قوم سستگان میں ایک جلیل القدر
شخص تھا حکومت کے لئے منتخب کیا گیا فتح خاں نے پندرہ برس بڑے
استقلال کے ساتھ حکومت کر کے وفات پائی۔

جام تغلق بن جام تغلق اپنے برادر بزرگ کی وفات کے بعد اس کا
جانشین ہوا اور ملک و سلطنت کے تمام کام اچھی طرح
انجام دے کر اس نے رعایا کو اپنے سے خوش رکھا چونکہ دہلی کی

بادشاہت کمزور اور بے رونق ہو گئی تھی جام تغلق نے شامان گجرات سے
دوستی کے تعلقات پیدا کئے جام تغلق کے بعد سے رسم ہو گئی کہ سندھ کا
ہر فرمانروا شامان گجرات کا دوست اور بھی خواہ فوراً اور ان سے قربت
کر کے اپنی سلطنت کو دشمنوں کی زد سے محفوظ رکھتا تھا جام تغلق نے
اٹھائیس برس چند روز حکومت کر کے دنیا کو خیر باد کیا۔

جام مبارک جام تغلق کا رشتہ دار تھا جس نے جام
تغلق کی وفات کے بعد اپنے کو قابل حکومت سمجھ کر غانا
سلطنت اپنے ہاتھ میں لی لیکن حکمرانی اختیار کرنے کے تیسرے ہی روز
دنیا سے رحلت کی۔

جام اسکندر بن اشرف اور امیاں ملک نے جام مبارک کی حکومت سے
جام فتح بن سکندر کا نجات پائی اور انہوں نے نہایت خوشی سے جام سکندر
کو جو باوجود وراثت کے حکمرانی کے لائق بھی تھا اپنا
بادشاہ تسلیم کیا جام اسکندر نے ایک سال چھ ماہ حکومت کی۔

جام منجر جام منجر شاہی سے تھا اور سلاطین سابق کے عہد میں

ملکی اور مالی مہمات کو سر انجام دینے سے حکمرانی کے فرائض کو اچھی طرح جانتا تھا۔ جام سکندر کی وفات کے بعد اعیان ملک نے سنجر کو بادشاہ بنایا لیکن سنجر نے آٹھ برس چند ماہ سندھ کی حکومت کر کے رحلت کی۔ جام نظام الدین جام نندا نے جام سنجر کی وفات کے بعد فوراً عنان حکومت المشہور بہ جام نندا اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے زمانہ میں سندھ کا ملک اخیوت آباد اور معمور ہوا جام نندا سلطان حسن لنگاہ کا معاصر تھا اور اسی کے زمانہ ۷۷۵ھ ہجری میں شاہ بیگ ارغوں نے قندھار سے حملہ کر کے قلعہ سوئی کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قصبہ بہادر خاں نام ایک سندھی امیر کے زیر حکومت تھا شاہ بیگ نے قلعہ بہر کر کے اسکی حکومت اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد کے سپرد کیا اور خود قندھار واپس گیا۔ جام نندا نے شاہ بیگ کی مقاومت کے بعد اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار امیر مبارک خاں کو قلعہ سوئی پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا طرفین میں متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں لیکن آخر کار سلطان محمد قتل ہوا اور قلعہ سوئی پر جام نندا کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہ بیگ نے ان خبروں کو سن کر میرزا عیسیٰ کو خاں کو اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے روانہ کیا جام نندا نے بھی جوار لشکر جمع کیا اور سرحد پر غزیر جنگ واقع ہوئی اس لڑائی میں جام نندا کے بہت سے قدیم امیر میدان جنگ میں کام لائے اور مبارک خاں زخمی اور پریشان حال معرکہ کارزار سے فراری ہو کر قلعہ بھکر تک پہنچ گیا۔ میرزا عیسیٰ کی فتح یابی کی خبر شاہ بیگ پہنچی اور اس نے ارادہ کیا کہ تمام ملک سندھ پر قبضہ کرے۔ شاہ بیگ جوار لشکر چلا لے کر قندھار سے بھکر روانہ ہوا اور ملک میں قتل عام مچا دیا۔ قاضی قاون نے جو جام نندا کی طرف سے بھکر کا حاکم تھا دشمنان کے مدافعہ میں سخت کوشش کی اور کبھی کبھی شاہ بیگ سے معرکہ آرائی کرتا رہا لیکن چونکہ تیرکمان سے نکل چکا تھا اور سندھ سے کسی نے اس کی خبر نہ لی اور نیز یہ کہ قلعہ بھکر اس زمانہ میں اس قدر مضبوط بھی نہ تھا قاضی قاون نے بالکل

امان طلب کر کے حصار دشمن کے سپرد کیا۔ ارغون نے قلعہ بھکلی کی حکومت فاضل بیگ کو کلتاش کے سپرد کی اور خود قلعہ سیوان کی طرف رخ کیا اس شہر کو فتح کر کے اس کی حکومت خواجہ بیگ کو عنایت کی اس سال شاہ بیگ نے اسی قدر فتوحات پر اکتفا کی اور قندھار واپس گیا۔ جام نندا نے کثیر دولت صرف کر کے لشکر جمع کیا اور ہر چند کوشش کی کہ قلعہ سولہ پر دوبارہ قبضہ کرے لیکن یہ امید بر نہ برائی جس کی وجہ یہ تھی کہ سندھ کے سپاہیوں نے عیسیٰ خاں کے ترکی ہمراہیوں کی خوشحالی کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ ان کے مقابلہ میں آنا کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک ترکمان سپاہی کے گھوڑے کا تنگ ڈھسلا ہو گیا ترکمانی گھوڑے سے نیچے اترا اور تنگ کو درست کرنے لگا اسی درمیان میں چالیس سندھی سپاہیوں کا ایک گروہ اس طرف سے گزرا اور اس جماعت نے ترکمان پر ہاتھ اٹھانے کا اراد کیا۔ ترکمانی سپاہی نے غرار کے قصد سے رکاب پر پانوں رکھا اور سندھی اس کے سامنے سے بھاگے۔ جام نندا با سٹھ برس حکومت کرنے کے بعد آثار زوال دیکھ کر مریض ہوا اور اسی حالت میں وفات پائی۔

جام فیروز بن جام فیروز اپنے باپ کی وفات کے بعد سندھ کا فرمانروا ہوا جام فیروز نے اپنے رشتہ دریا خاں کو جو اس کا قرابت دار تھا میر جملہ اور تختار سلطنت مقرر کیا۔

جام صلاح الدین جو جام فیروز کا رشتہ دار اور خود مدعی سلطنت تھا اس کے مقابلہ میں اٹھا اور بہت ہی لڑائیوں اور جدوجہد مخالفت کے باوجود بھی اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ جام صلاح الدین نے گجرات کی راہ لی۔ سلطان مظفر شاہ گجراتی کی زور و جہل سے صلاح الدین کی پچا زاد بہن تھی سلطان مظفر نے ایک بڑا لشکر جام صلاح الدین کے ہمراہ کر کے اسے ٹھٹھہ پہنچا اور ہونے کی اجازت دی۔ جام صلاح الدین

سندھ کی سرحد پر پہنچا اور دریائوں کو جو جام فیروز کا مختار کل تھا اپنا ہجرت بنا لیا اور اس طرح تمام ملک سندھ پر قابض اور متصرف ہو گیا لیکن چونکہ فیروز کے زمانہ میں دریائوں تمام سیاہ سفید کا مالک تھا اس نے پھر اپنے قدیم ملک کو ملک کا فرمانروا بنایا اور جام صلاح الدین نادم اور ناکام ہجرات واپس گیا۔ سلطان مظفر نے دوبارہ لشکر مرتب کر کے جام صلاح الدین کے ہمراہ کیا اور صلاح الدین نے ۹۲۶ھ ہجری میں دوبارہ سندھ پر حملہ کیا اور جام فیروز کو شکست دے کر خود سندھ کا فرمانروا ہو گیا۔

جام فیروز نے عاجز ہو کر شاہ بیگ ارغونوں سے امداد طلب کی شاہ بیگ نے اپنے غلام سہیل نام کو ایک دستہ اور آزمودہ کار لشکر کے ہمراہ جام فیروز کے ساتھ روانہ کیا جام فیروز سندھ پہنچا اور ساہوان کے نواح میں خونریز معرکہ آرائی ہوئی فریقین نے ایک دوسرے پر شدید حملہ کیا لیکن جام صلاح الدین اور اس کا فرزند نہایت خاں دوقوں معرکہ جنگ میں کام آئے اور سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہ بیگ ارغون کا عہدہ سے خیال تھا کہ سندھ کو فتح کرے اور وقت اور موقع کا انتظار کر رہا تھا اس زمانہ کو غنیمت سمجھا اور قند ہار سے حلا آور ہو کر ۹۹۵ھ میں سندھ پر قابض ہو گیا خرابی سندھ ٹھٹھہ کے فتح ہونے کی تاریخ ہے دریائوں جو جام فیروز کا مدار المہام تھا شاہ بیگ کے سپاہیوں کے ہاتھ سے قتل ہوا جام فیروز نے دویاتس برس نواح سندھ میں بس کیا اور ہر طرح ہاتھ پاؤں مار تار با لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا اور مجبور ہو کر ہجرت روانہ ہو گیا۔ مظفر شاہ ہجرتی فوت ہو چکا تھا جام فیروز بہان کی امداد سے مایوس ہو کر سندھ واپس آیا لیکن اس نے دیکھا کہ ارغونیوں نے ملک پر زبردست قبضہ کر لیا ہے اور ان کو مغلوب کرنا بے مشکل ہے جام فیروز نے سلطنت کا خیال دل سے دور کر کے معاہدے اہل و عیال کے ہجرات کی راہ لی اور سلطان بہادر ہجرات کے امیروں میں داخل ہو گیا فرقہ ہمتگان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور سندھ پر ارغونوں کا قبضہ ہو گیا

اور تھوڑے زمانے تک ارغمنوں فرمانروا ملک پر حکومت کرتے رہے کہتے ہیں کہ سنہ ۹۱۵ ہجری میں بدیع الزمان میرزا بن سلطان حسین بادشاہ ہرات شاہ اسماعیل صفوی سے ہجرت ہو کر استرآباد میں بھی قیام نہ کر سکا اور سندھ میں وارد ہوا جام فیروز حاکم اوچھڑ و ٹٹھہ نے بدیع الزمان کا استقبال کیا اور اس کی بوجہ انعام و تکریم کر کے اپنی حیثیت کے مطابق تحفے اور ہدیے بھی پیش کئے لیکن بدیع الزمان صرف ایک سال سندھ میں قیام کر کے شاہ اسماعیل کی خدمت میں واپس گیا۔

شاہ شہاب الدین شاہ بیگ امیر ذوالنون کا فرزند ہے اور امیر ذوالنون کی سلطنت سلطان حسین میرزا بادشاہ ہرات کا سہ سالار اور اس کے فرزند بدیع الزمان میرزا کا اتالیق تھا۔ شاہ بیگ کے

اسلاف چنگیز خاں کے زمانہ سے یہ سلاسل اقتدار اور گروہ مار میں داخل رہے سنہ ۹۱۵ ہجری میں قندھار میں داوڑ ساغر توبک اور قراہ کی حکومت امیر ذوالنون کے سپرد کی گئی اگرچہ اس درمیان میں دیگر شاہزادے بھی حاکم قندھار مقرر کئے گئے لیکن بالآخر ذوالنون اس نسل کا مستقل فرمانروا ہوا اور اس نے علانیہ بغاوت کی ذوالنون نے قندھار کی حکومت اپنے فرزند شجاع بیگ المشہور بہ شاہ بیگ کو عطا کی اور توبک اور ساغر کی دار و علی عبدالعلی ترخان کے سپرد کر کے غور پر امیر فتح الدین اور امیر دین کو حاکم بنایا اور خود زمین داوڑ میں قیام کیا ایک عرصہ کے بعد بدیع الزمان میرزا اپنے باپ سے مخالفت کی امیر ذوالنون بیگ سلطان حسین کے غضب سے بچو خوف زدہ تھا اس لئے اپنی بیٹی اس کے حوالہ عقد میں دیکر اپنی جان بچائی۔ امیر ذوالنون شہک خاں اور بک کی جنگ میں قتل ہوا اور قندھار کی حکومت بدیع الزمان میرزا کے سپرد کی گئی شاہ بیگ نے جیسا کہ اوپر مذکور ہو بلکہ اور شہر سندھ کے بعض شہروں کو فتح کر کے اپنے باپ کی وفات کے بعد بقیہ بلاد سندھ پر قابض ہونے کی تدبیریں شروع کیں شاہ بیگ وقت اور موقع کا منتظر ہی تھا کہ

فردوس مکانی بابر بادشاہ نے کابل سے قندھار پر حملہ کیا شاہ بیگ نے اپنے حتی الامکان جیسا کہ واقعات بابر ی میں مرقوم ہے قلعہ کو بنانے کی کوشش کی اتفاق سے اسی زمانہ میں جام نو زاد جام صلاح الدین آپس میں خانہ جنگی کر رہے تھے شاہ بیگ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور قلعہ قندھار کی حفاظت کا خیال دل سے دور کیا اور بھکسٹیا شاہ بیگ نے بھکر میں اباب جنگ مہیا کر کے اسی سال ٹھٹھہ کا رخ کیا اور ملک پر قبضہ کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

شاہ بیگ صاحب علم و فضل تھا چنانچہ اس کی تصنیف میں شرح عقاید نسفی اور ایک شرح کافہ کی اور ایک مطالع کی شرح موجود ہے۔ یہ بادشاہ اس قدر بہادر تھا کہ جنگ میں سب سے پہلے خود دشمن پر حملہ آور ہوتا تھا چرند لوگ اس کو منع کرتے اور کہتے کہ اس قسم کا شیوا سرداروں کو شایاں نہیں ہے لیکن شاہ بیگ یہی جواب دیتا کہ میں معرکہ جنگ میں مجبور ہو جاتا ہوں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ۹۲۳ھ ہجری میں شاہ بیگ نے تھوڑے دنوں میں رے و کوفات پانی اور اس کا فرزند شاہ حسین باپ کا جانشین ہوا۔

شاہ حسین بن شاہ حسین نے اپنے باپ کے بعد سند حکومت پر قدم شاہ بیگ ارغون رکھا سندہ کے جو مالک شاہ بیگ کے قبضے میں نہ آئے تھے شاہ حسین ان پر قابض ہو گیا۔ شاہ حسین نے

قلعہ سیکری کی از سر نو تعمیر کی اور فردوس مکانی بابر بادشاہ کے حکم سے ملتان فتح کرنے کا سامان شروع کیا ۹۲۳ھ ہجری میں سلطان حسین نے ملتان پر دھاوا کیا سلطان محمود حاکم ملتان اس واقعہ سے خبردار ہوا اور اس نے اپنے معتبر حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کو روانہ کر کے سلطان حسین کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔ سلطان محمود دفعۃً دنیا سے رخصت ہوا اور اس کا فرزند سلطان حسین ملتان کا فرمانروا ہوا شاہ حسین ارغون نے سلطان حسین کو بالکل فرصت نہ دی اور جلد سے بلخاس کے

سپر سنجک ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ حسین نے شہر کو ایک سال چند ماہ میں فتح کر لیا اور ۹۳۲ھ ہجری میں صبح کے وقت ملتان پر شاہ حسین کا قبضہ ہو گیا اہل ملتان قتل و اسیر ہوئے اور شاہ حسین نے سلطان حسین کو مقید کر کے ملتان کے سربراہ و وہ امیر شجاع الملک کو شکنجے میں دبا کر قتل کیا۔ شاہ حسین نے ملتان کی حکومت خواجہ شمس الدین کے سپرد کی اور خود مصلحت واپس آیا۔ شاہ حسین کی واپسی کے بعد اہل ملتان نے خواجہ شمس الدین کو شہر بدر کیا اور ننگہ خاں کی طرف مایل ہوئے شاہ حسین ارغون نے مصلحت وقت کا لحاظ کر کے سکوت کیا۔

۹۳۷ھ ہجری میں ہمایوں بادشاہ شیر شاہ کے غلبہ سے تنگ آئے اور اراک کے ارادہ سے سندھ کی طرف روانہ ہوئے بادشاہ بھکر کے نواح میں پہنچا اور مشورہ کے لئے فرمان طلب شاہ حسین میرزا کے نام روانہ کیا شاہ حسین نے چند ماہ لیت و لعل میں گزار دیئے اور اس کے بعد جیسا کہ بیان ہو چکا ہے دور از کار جواب دیا آخر کار جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ نے شاہ حسین کو تادیب کرنے کا ارادہ کیا اور صد و بھکر اپنے چچا ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود ٹھٹھہ روانہ ہوئے۔ شاہ حسین ارغون حیلہ ساز اور مدبر امیر تھا اس نے وقتی کارروائی یہ کی کہ ناصر میرزا کو اپنا داماد بنانیکا مشورہ سنا کر بھکر اور ٹھٹھہ میں ناصر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور خود دریا کے راستے سے ہمایوں بادشاہ کے لشکر کے نواح میں پہنچا اور غلبہ اور تمام ضروریات زندگی کی رسد بند کر دی ہمایوں بادشاہ نے بزم خاں کی رائے سے مجبوراً صلح کر لی اور شاہ حسین سے کشتیاں اور بار برداری کے اونٹ لے کر ڈھائی برس نواح سندھ میں قیام کرنے کے بعد دریا کے راستے سے قندھار کی راہ لی شاہ حسین کا مقصود حاصل ہو گیا اور اس نے ناصر میرزا کے ساتھ بھی بدسلوکی کی اور وعدہ خلافی کی ناصر میرزا ہمایوں بادشاہ سے برگشتہ ہو کر بچہ نادوم ویشمان ہوا اور کابل روانہ ہو گیا۔

۹۵۲ھ ہجری میں کامران میرزا جنت آشیانی سے خونخوار ہو کر

سندھ آیا اور شاہ حسین کے دامن میں اس نے پناہ لی شاہ حسین نے کامران میرزا کی بچہ تعلیم و نگرہم کی اور اپنی دختر اس کے حوالہ عقد میں دیدی حسین شاہ نے اپنے امیروں کے ایک گروہ کو کامران کے ساتھ کیا اور مال و دولت سے اسکی مدد کر کے کامران کو قلعہ کابل پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن اسی دوران میں شاہ حسین ارغون کا بیٹا عمر بن ہوا اور اس نے تیس سال حکومت کرنیکے بعد ۹۶۲ء میں وفات پائی۔

میرزا عیسیٰ ترخان شاہ ارغون کی وفات کے بعد سلطان محمود نے بھکر میں اور میرزا عیسیٰ خاں ترخان نے ٹھٹھہ میں حکومت کا دعویٰ

کیا ان میں سے ہر ایک نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ بھی جاری کیا میرزا عیسیٰ اور سلطان محمود میں کبھی جنگ اور کبھی صلح ہو جاتی تھی۔ میرزا عیسیٰ نے اتنی تصریح تیرہ برس حکومت کی اور ۹۷۳ء ہجری میں جس طرح کہ سلطنت خاندان افغان سے قبیلہ ترخانہ میں منتقل ہوئی اس کا حال مورخ فرشتہ کو معلوم نہیں ہے اس لئے قلم انداز کیا جاتا ہے اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ عیسیٰ خاں ترخان ترکمانی اور شاہ بیگ ارغون کا سپہ سالار تھا۔

میرزا بانی کی حکومت عیسیٰ خاں نے وفات پائی اور اس کے فرزند اکبر میرزا امجد بانی اور فرزند اصغر میرزا جان بابا میں حکومت کے لئے

نزاع واقع ہوئی۔ میرزا امجد بانی اپنی قابلیت سے غالب آیا اور اس نے حکومت شہر ورغ کی۔ میرزا امجد بانی سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ کے ساتھ غلصانہ پیش آنا اور تھنول اور بدلیے کے روانہ کرنے سے اپنا خلوص ہمہ اظہار کرتا تھا اور سلطان محمود بھکر کی کے ساتھ باپ کی طرح کبھی جنگ اور کبھی صلح رکھتا تھا میرزا امجد بانی نے اٹھارہ برس بڑی عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کر کے ۹۹۳ء ہجری میں وفات پائی۔

میرزا جانی کی حکومت میرزا امجد بانی کے بعد میرزا جانی حکمران ہوا۔ اس زمانہ میں اکبر بادشاہ عرصے سے لاہور میں مقیم تھا بادشاہ کا

خیال تھا کہ میرزا جانی اظہار اخلاص کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہو گا لیکن چونکہ معاملہ اس کے خلاف ہوا لہذا اکبر بادشاہ کو ایک بہانہ ہاتھ لگایا

بھکر کا ملک اور قلعہ تو پہلے ہی سے فتح ہو چکا تھا اس نے ٹھٹھہ پر اور
 اور دیگر بلاد سندھ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا۔ ۹۵۹ھ ہجری میں اگر بادشاہ
 نے اپنے سپہ سالار عبدالرحیم خان خاناں ولد میرم خاں کو لختان اور ہنگر کا
 جاگیردار مقرر کر کے اس طرف روانہ کیا میرزا عبدالرحیم نے سب سے پہلے
 قلعہ سہوان کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد دیگر شہروں اور قلعوں کی طرف
 قدم بڑھایا میرزا خاں نے لشکر خاصہ کو جمع کیا اور تمام زنداروں کو یکجا
 کر کے بہت بڑے توپ خانہ اور کشتی اور اربابوں کے ساتھ سہوان
 کا رخ کیا میرزا عبدالرحیم نے محاصرہ ترک کر کے اس کا مقابلہ کیا۔
 عبدالرحیم فلاح نصیر پور میں پہنچا اور جب فریقین میں سات کو س کا فاصلہ
 رہ گیا تو میرزا جانی نے اپنے ازابے جو سو سے زیادہ تھے دوسو کشتیوں
 کے ساتھ جو سب کی سب تیل اندازوں توپخانوں سے بھری تھیں حریف
 کے مقابلہ میں روانہ کیا میرزا عبدالرحیم کے پاس چھپس اربابوں سے
 زیادہ نہ تھے لیکن باوجود اس کے اس نے اپنی فوج کو حریف سے
 جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ میرزا عبدالرحیم دریائے کنارہ سپرگر رہا تھا
 اس نے ایک بڑی توپ میرزا جانی کی ایک عمدہ کشتی پر لگائی اتفاق
 سے گولہ اس کشتی کے اندر گر گیا اور لوگ قتل ہو گئے اگر بادشاہ کے
 ڈوگیاں دوڑیں اور ان کشتیوں نے میرزا جانی کی سات کشتیاں گرفتار
 کر لیا جن میں دوسو سندھی سپاہی بھی ضائع ہوئے۔ طرفین میں ایک
 شبانہ روز جنگ قائم رہی لیکن آخر کار ۲۶ محرم ۹۶۰ھ ہجری کو سندھیوں
 نے شکست کھائی اور میرزا جانی نے دریائے سندھ کے کنارہ ایک مقام
 پر جس کے چاروں طرف وکدل تھی قیام کیا اور ایک حصہ اپنے گرد باندھیا
 خاناناں بھی حریف کے بالکل مقابلے فرکشت ہو اور مورچل تقسیم کئے
 دو ماہ کا ل طریقہ سے ایک جماعت میدان جنگ میں اتنی تھی اور سپاہی
 قتل ہوتے تھے۔ سندھیوں نے ہر چار طرف سے غلہ اور اذوقہ کی مدد
 کے راستہ بند کر دیے اور خان خانان کے لشکر میں ایسا قحط بندہ دار ہوا کہ

روٹی کی قیمت جان سے زیادہ گراں ہو گئی۔ میرزا عبدالرحیم نے مجبور ہو کر وہاں سے کوچ کیا اور ٹھٹھہ کے قریب پرگنہ جوان میں مقیم ہوا۔ عبدالرحیم نے اپنے جن ملازموں کو سہوان کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا تھا میرزا جانی ان کو کم قوت سمجھ کر ان پر حملہ آور ہوا خان خانان نے اپنے سپہ سالار مسیحی دولت خاں لودھی کو ایک لشکر کے ساتھ اس جماعت کی مدد کو روانہ کیا۔ قسطنطنیہ میں خونریز لڑائی ہوئی اور میرزا جانی شکست کھا کر دریا کے کنارہ موضع ارسول میں مقیم ہوا اور اپنے گھر و ایک چھلکھنچ دیا خان خانان نے دونوں طرف سے محاصرہ کر لیا اور ہر روز جنگ ہونے لگی اس دفعہ اہل سندھ زندگی سے تنگ آ گئے اور غلہ گئے نہ ہونے سے اونٹ اور گھوڑے کے گوشت پر ان کی زندگی بسر ہونے لگی۔ میرزا جانی نے یہ حال دیکھ کر خان خانان کو یہ پیغام دیا کہ میں بادشاہ کی ملازمت کا دل سے خواہاں ہوں مجھے تھوڑے دنوں کے لئے مہلت دو میں تین ماہ کے بعد درگاہ شاہی کو روانہ ہوں گا عبدالرحیم نے اسکی التجا قبول کی اور میرزا جانی کی دختر کا نکاح اپنے فرزند میرزا ایرج سے کر دیا۔ برسات کا موسم گزرنے کے بعد عبدالرحیم نے سہوان ٹھٹھہ اور دیگر بلاد سندھ پر قبضہ کیا اور میرزا جانی کے ہمراہ قسطنطنیہ میں بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ میرزا جانی اکبری امرائے گروہ میں داخل کیا گیا اور عبدالرحیم خان خانان مراتب اعلیٰ پر فائز ہوا اور اسی زمانہ سے مملکت سندھ بادشاہ دہلی کے قلمرو میں داخل ہوئی اور زمینداروں کا کوئی اقتدار باقی نہ رہا۔

سلطان محمود بھکری سلطان محمود و سفاک اور مجنون تھا معمولی خطا پر انسان کو قتل کرتا تھا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے میرخلیفہ کے فرزند کو بھکر تسخیر کرنے پر مامور کیا۔ محب علی نے ہمراہ بھکر سوا قلعہ بھکر کے نصف ملک پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے پریشان ہو کر ایک عریض بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سوا محب علی نگاہ جس شخص کو حکم ہو میں اسے قلعہ بھکر حوالہ کر دوں۔ اکبر بادشاہ نے گیسو خاں

اس مہم پر روانہ کیا لیکن گیسو خاں کے ورود سے پشت پزیر سلطان محمود نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی۔ گیسو خاں نے ۱۱۸۹ھ ہجری میں بلا کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ کر لیا سلطان محمود نے بیس سال حکومت کی

نواں مقالہ

سلاطین ملتان کے حالات

ناظرین کو معلوم ہو کہ بلدہ ملتان میں ظہور اسلام کی ابتدا محمد قاسم کے زمانہ سے ہوتی ہے محمد قاسم کے بعد سے سلطان محمود غزنوی کے عہد تک ملتان کا حال کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہے اور نہ افواہ عام میں اس ملک کے بابتہ کوئی روایت سنائی دیتی ہے ترجمہ تاریخ یحییٰ میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے طاعہ گو شکست دیگر ملتان پر قبضہ کیا اور یہ شہر عرصہ تک خاندان غزنویہ کی سلطنت میں شامل رہا۔ دولت غزنویہ میں آثار زوال پیدا ہونے کے بعد بلاد ملتان پر دوبارہ قرامطہ کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان معز الدین محمد سام نے پھر ملتان پر قبضہ کیا اور عرصہ ہجری تک یہ شہر سلاطین دہلی کے زیر حکومت رہا جس زمانہ میں کہ ہندوستان میں طائف الملوکی پہلی اسی وقت سے ملتان کا حاکم بھی خود مختار ہو گیا اور شہر پر شاہان دہلی کی حکومت نہ رہی جس کے بعد چند فرمانرواؤں نے یکے بعد دیگرے اس ملک پر حکومت کی۔

شیخ یوسف قریشی جب سلطان محمد بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ کی حکومت عظیم الشان غل پیدا ہوا اسی وقت ملتان پر قند ہار غزنی اور کابل کے مغل فرمانرواوں نے حملے کر کے ملک کو برابر تاخت و تاراج کیا۔ ملتان کا کوئی حاکم مستقل نہ دیکھ کر اہل شہر ایک جگہ جمع ہوئے اور تعین حاکم کے بابت مشورہ کیا۔ چونکہ حضرت غوث الزمانی بہا الدین ذکر یا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان عالی شان کی وقعت اور بزرگی اس سے باہر ہے کہ اس کی شرح کی جائے اس لئے اشرف اور اکابر شہر نے شیخ یوسف قریشی کو حضرت شیخ کی خانقاہ کے متولی اور روضہ مبارک کے مجاور تھے حکومت کے لئے انتخاب کیا۔ خلیفہ ہجری میں شیخ یوسف کی حکمرانی کا اعلان کر کے ملتان اور اوجہ اور اس کے نواح میں منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ شیخ یوسف نے بھی اپنے خاندان عالی شان کی وقعت اور بزرگی کا لحاظ کر کے تمام اہالی ملتان پر لطف و عنایت کیا اور رعایا کو اپنی طرف سے مطمئن کر کے زمینداروں کے قلوب اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ رائے سہرہ نے جو افغانوں میں لنگاہ کا سردار اور قصبہ سوئی اور اس کے نواح کا جاگیر دار تھا شیخ یوسف کو یہ پیغام دیا کہ میں سلسلہ عالیہ جہانگیر کا پشتینی مرید اور عقیدت مند ہوں۔ ظاہر ہے گلاند نوں مملکت دہلی میں فتنہ و فساد برپا ہے اور سلطان بہلول کو دہلی نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ہے مناسب ہے کہ قوم لنگاہ کا دل آپ ہاتھ میں آئیں اور اس نیاز مند کو اپنا ایک شکر ہی تصور فرمائیں تاکہ وقت پر میں بھی خاطر خواہ جان نثاری کر سکوں اور بالفعل اپنے عقیدہ کو اور زیادہ مستحکم کرتا ہوں اور اپنی دختر کو آپ کے حوالہ عقد میں دیکر حضرت کو اپنی دامادی میں قبول کرتا ہوں۔ شیخ یوسف اس امر سے بہت خوش و خرم ہوئے اور رائے سہرہ کی دختر کو سلطان کے طریقہ کے مطابق اپنے حوالہ عقد میں لے آئے۔ رائے سہرہ بھی بھی

اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لئے قصبہ سوئی سے ملتان آتا اور شیخ یوسف کے لئے بہترین تحائف اپنے ہمراہ لاتا تھا لیکن شیخ یوسف احتیاط کی وجہ سے ان تحائف کو قبول نہیں کرتے تھے محض اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رائے سہرہ شہر ملتان میں بود و باش اختیار کرے۔ رائے سہرہ خود شہر کے باہر مقیم ہوتا تھا اور اپنی دختر کو دیکھنے کے لئے تنہا شیخ کے مکان پر آتا تھا۔ ایک دن رائے سہرہ اپنے تمام حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر ملتان روانہ ہوا اس کا ارادہ یہ تھا کہ مکر و حیلہ سے شیخ کو گرفتار کر کے خود حاکم ملتان ہو جائے۔ رائے سہرہ نواح ملتان میں پہنچا اور شیخ یوسف قیوٹی کو بلا کر دیا کہ اس متبہ تمام قوم لنگاہ اپنے ہمراہ لایا ہوں تاکہ حضور میری جمعیت کو ملاحظہ فرما کر ہمارے حسب حیثیت ہم کو کوئی خدمت سپرد فرمائیں۔ شیخ یوسف گردش زمانہ سے بے خبر تھے انھوں نے رائے سہرہ کا پیغام خوشی خاطر قبول کیا۔ غار ادا کرنے کے بعد رائے سہرہ ایک خدمتگار کو ساتھ لے کر اپنی دختر کو دیکھنے کے لئے آیا اور خدمتگار کو یہ فہمائش کر دی کہ مکان کے ایک گوشہ میں ایک بکری ذبح کر کے اس کا خون ایک پیالہ میں بھر کر لے آوے خدمتگار نے حکم کی تعمیل کی اور رائے سہرہ نے فوراً وہ خون نوش جان کیا تھوڑی دیر کے بعد رائے سہرہ نے مکر و فریب سے جلانا شروع کیا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے یہ پیچ پیکار ہر لمحہ تسنی کرتی ہو گئی اور اسی رات گزرنے کے قریب رائے سہرہ نے شیخ یوسف کے وکیلوں کو وصیت کے یہاں سے اپنے پاس بلایا اور ان صاحبوں کے روبرو خون کی قے کی۔ اسی صحت کے اثناء میں اپنے عزیز و اقارب داروں کو جو بیرون شہر مقیم تھے و داعی کلمات کہنے کے لئے اپنے پاس بلایا۔ شیخ یوسف کے دکھارائے سہرہ کو قریب الموت سمجھے تھے ان لوگوں نے بیرونی اشخاص کا آنا خلاف مصلحت نہ سمجھ کر خاموشی اختیار کی۔ مختصر یہ کہ اکثر لوگ رائے سہرہ کے گرد جمع ہو گئے اور رائے سہرہ نے حکمرانی کے ارادے سے

مستزجاری پر سے سہاٹھا یا اور اپنے معتقد ملازموں کو دروازوں کی حراست اور نگہبانی پر مقرر کیا اور ان کو تاکید کر دی کہ شیخ یوسف کے ملازم قلعے سے باہر نہ جانے یا وہیں۔ رائے سہرہ یہ انتظام کر کے شیخ یوسف کی خواہگاہ میں آیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔

قطب الدین لنگاہ رائے سہرہ نے شیخ یوسف کو گرفتار کر کے اپنے کو کی سلطنت سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ملتان کا فرمانروا

شہرہور کیا اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ دسکھ جاری کیا اہل ملتان اس کی حکومت سے راضی ہو گئے اور شیخ ابوسفیکو اسی دروازے سے جو حضرت شیخ الاسلام ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار مبارک کے جانب شمال واقع ہے شہر بدر کر کے ان کو دہلی روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ وہ دروازہ پختہ اینٹوں سے چن دیا جائے چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ دروازہ مذکور اس زمانے تک جو شہرہ بھری ہے اسی طرح مدو و ہے۔ شیخ یوسف دہلی پہنچے اور سلطان بہلول لودھی نے ان کی سجدہ تعظیم کر کے اپنی دختر شیخ صاحب کے فرزند شیخ عبد اللہ کے عقد میں دیدی بہلول لودھی شیخ یوسف کو ہمیشہ وعدہ امداد سے خوش اور منور کیا کرتا تھا قطب الدین لنگاہ نے خود مختاری کے ساتھ بہ اطمینان خاطر ملتان پر سولہ برس حکومت کر کے ۷۷۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

حسین لنگاہ بن قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد اعیان سلطنت قطب الدین نے اس کے فرزند اکبر کو حسین شاہ لنگاہ کا خطاب دیکر اسے اپنا فرمانروا تسلیم کیا اور اس سے انواع میں خیر خواہ

لنگاہ کے نام کا خطبہ دسکھ جاری ہوا حسین لنگاہ سجدہ قابل اور جفاکش تھا اور اس کے صفات اس لائق تھے کہ خدا کی رحمت اس پر نازل ہو۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں علم و فضل کی ترقی اور قدر رہی حسین لنگاہ نے اپنے ابتدائی عہد معدلت میں قلعہ شور پر چڑھائی کی۔ اس زمانہ میں غازی خاں قلعہ شور کا حاکم تھا۔ غازی خاں کو معلوم ہوا کہ حسین شاہ قلعہ کی تعمیر کیلئے

آ رہا ہے غازی خاں نے سامان جنگ درست کیا اور قلعہ سے نکل کر دوس کوں کے فاصلہ پر حسین شلو لنگاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ غازی خاں نے معرکہ جنگ میں مردانگی کے جوہر دکھائے لیکن آخر کار راہ فرار اختیار کی اور بجائے قلعہ شور کے بہرہ روانہ ہو گیا۔ غازی خاں کے زین و فرزند قلعہ شور میں مقیم تھے ان لوگوں نے قلعہ کو مضبوط اور مستحکم کر کے دشمن کی ہدافت کی اور ہر وقت اس امر کی منتظر رہتے تھے کہ غازی خاں کے امیر بہرہ جینیوب اور خوشاب پر حکمراں ہیں ان کی امداد کریں گے۔ محاصرہ کو بچھڑا کر اٹھ گیا اور یہ لوگ امداد دینے سے بالکل باپوس ہو گئے اور آخر کار جان کی امان طلب کر کے قلعہ حسین لنگاہ کے سپرد کر دیا اور خوش بہرہ روانہ ہو گئے۔ حسین شاہ لنگاہ نے چند روز قلعہ شور میں قیام کر کے وہاں کا انتظام کیا اور اس کے بعد قصبہ جینیوب روانہ ہوایاں کے داروغہ ملک باجھی کنگر نے چند روز تو اپنے عزت و ناموس کے خیال سے موافقت کی لیکن آخر کار امان حاصل کر کے اس نے بھی صدارت حسین لنگاہ کے سپرد کر دیا اور خوش بہرہ روانہ ہوا شاہ حسین لنگاہ سرحد کا انتظام کر کے ملتان واپس آیا اور چند روز آرام کر کے کوٹنگر روانہ ہوا اور اس نواح کو تاقلعہ دہنکوٹ اپنے قبضہ میں لایا۔

شیخ یوسف اکثر سلطان بہلول لودی سے اپنی فیادریسی کی درخواست کیا کرتے تھے۔ حسین شاہ لنگاہ نے قلعہ دہنکوٹ کل سفر کیا اور بہلول لودی نے اس موقع کو شہنشاہ سمجھ کر اپنے فرزند بابر کو جس کا حال شاہان دہلی و جوہنپور کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے ملتان فتح کرنے کے لئے نامزد کیا اور تانا خاں لودی کو بھی پنجاب کے لشکر کے ساتھ بابر بک شاہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ بابر بک شاہ اور تانا خاں لودی جلد سے جلد ملتان روانہ ہوئے حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان حسین لنگاہ کے چھٹی بہائی حاکم قلعہ کوٹ کرور نے اپنے کو شہاب الدین لنگاہ مشہور کر کے بادشاہ اسے بغاوت کی حسین لنگاہ

اس فتنہ کو فرو کرنا اپنا اہم فریضہ سمجھا اور جلد سے جلد وہاں پہنچا سلطان شہاب الدین کو زندہ گرفتار کر کے اسے پایہ زنجیر کر دیا۔ اسی دوران میں اخبار رسائون نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ بابرگ شاہ اور تاتار خاں ملتان کے نواح میں مصلائے عمد کے قریب جو حوالی شہر میں واقع ہے مقیم اور اسباب قلعہ کشائی کے فراہم کرنے میں کوشاں ہیں۔ حسین شاہ لنگاہ اسی شب دریاے سندھ سے سفر کر کے قلعہ ملتان میں وارد ہوا اور اسی وقت اپنی تمام فوج کو جمع کر کے پایہوں سے کہا کہ تمام اہل لشکر سے شمشیر زنی کی امید رکھنا بیکار ہے یا مہیوت میں اکثر ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جن کو اہل و عیال کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ لوگ اگرچہ متصلتاً شمشیر زنی نہیں کرتے لیکن حصار داری اور لشکر میں اضافہ کرنے کی تدبیر یا اسی طرح کے اور مفید کام کر سکتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد حسین شاہ لنگاہ نے کہا کہ جو شخص بلا کسی تکلیف کے معرکہ آزمائی پر آمادہ ہو صبح کو شہر سے باہر چلا جائے اور بقیہ یا ہی حفاظت حصار کا کام انجام دیں بادشاہ کی اس تقریر کے مطابق دس یا بارہ ہزار سوار اور پیدل دہشتمن سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ بادشاہ نے طبل جنگ بجوایا اور شہر سے باہر نکل کر اہل حربی کے مقابلہ میں صف آرا ہوا بادشاہ حربہ کے سامنے اُتار دہوا اور حکم دیا کہ تمام سوار پیادہ جو جائیں حسین شاہ لنگاہ پہلے خود گھوڑے سے اُترا اور پایہوں کو حکم دیا کہ سب بیکارگی سے عدو دشمن پر چلائیں چونکہ پہلے ہی مرتبہ بارہ ہزار تیر خانہ کمان سے نکلے دہشتمن کی فوج میں ایک عظیم الشان تزلزل اور اضطراب پیدا ہوا اور دوسری مرتبہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور تیسری دفعہ میدان جنگ سے فراری ہو گئے اور دہشتمن کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ اُتار نے فرار میں قلعہ شہر تک پہنچے لیکن اس پر بھی انھوں نے حصار کی طرف توجہ نہ کی قلعہ جینیو ب نہایت برابر چلے گئے اس فتح سے بے شمار لاپ

اہل ملتان کے ہاتھ آیا۔ بارک شاہ اور تارخاں قلعہ جینوت سنبھے اور حسین شاہ لنکاہ کے تھانہ دار کو قول و قرار کر کے قلعہ سے باہر نکالا لیکن بد عہدی کر کے اسے تہ تیغ کیا حسین شاہ لنکاہ اس فتح کو اتنی بڑی نعمت سمجھا کہ اس نے قلعہ جینوت کو مطلق خیال نہ کیا اسی دوران میں ملک سہراب دو والی پر گزم جو اسماعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا مع اپنی قوم روہیلہ کے کچ اور مکران کے نواح سے حسین شاہ لنکاہ کی خدمت میں پہنچا۔ حسین شاہ لنکاہ ملک سہراب بلوچ کا اپنے پاس آنا بہت مبارک سمجھا اور قلعہ کوٹ کروڑ سے حصار دہنکوٹ تک تمام حصہ ملک اعلیٰ جاگیر میں دیدیا۔ اس خبر کو شکر بہت سے بلوچ اپنے ملک بلوچان سے حسین لنکاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے حسین شاہ لنکاہ کی جمعیت روز بروز زیادہ ہونے لگی اور اس نے بقیہ ملک کا بھی وہ حصہ جو دریائے سندھ کے ساحل پر واقع ہے بلوچیوں کو جاگیر و تنخواہ میں عطا کیا رفتہ رفتہ سینت پور سے وینکوٹ تک سارا حصہ بلوچستان کے قبضہ میں آگیا۔

اسی زمانہ میں جام بانزید اور جام ابراہیم جو قبیلہ سہبیہ کے سردار تھے حاکم سندھ جام نندا سے رنجیدہ ہو کر حسین لنکاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ٹھٹھ اور بکر کے درمیان کا تمام حصہ ملک قدیم زمانہ سے قوم سہبیہ کے جو اپنے کو جمشید کی نسل کہتے تھے زیر حکومت تھا چونکہ یہ قوم کجساخت اور مردانگی میں تمام قبائل سندھ سے ممتاز ہے اور جام نندا خود اسی قوم کا ایک فرد اور آل جندہ ہونے کا مدعی تھا ہمیشہ اپنے برادران قوم سے خائف رہتا تھا۔ اتفاق سے قوم سہبیہ کے سرداروں میں دشمنی پیدا ہوئی اور جام نظام الدین نے اس امر کو اپنے لئے ایک نعمت سمجھ کر جام بانزید اور جام ابراہیم دونوں حقیقی بہائیوں کے مخالفین کا ساتھ دیا اور اسی بنا پر یہ ہردو براور جام نندا سے کٹیدہ خاطر ہو کر حسین لنکاہ کے دامن میں

پناہ گزین ہو گئے حسین شاہ لنکاہ نے جام بایزید کو ولایت شور اور جام
ابراہیم کو شہر اوجہ جاگیر میں عطا فرمایا۔

جام بایزید صاحب علم و فضل تھا اور ہمیشہ اہل علم کی صحبت میں
زندگی بسر کرتا تھا اس کا قاعدہ تھا کہ اس نواح میں جو شخص صاحب فضل و
کمال ہوتا یہ اس کے حال پر مہربانی کرتا کہ فاضل مذکور اس کی عنایتوں کا
ممنون ہو کر جام بایزید کے دربار کا مستقل خوشہ چین ہو جاتا تھا۔ گنت ہیں
کہ جام بایزید اس قدر اہل علم کا شیدائی تھا کہ شیخ جمال الدین قریشی کو جو شیخ
عالم قریشی کے اولاد میں تھے اور جنہوں نے خراسان میں قیام کر کے مختلف
علوم میں کمال حاصل کیا تھا باوجود اس نظامری کے مختل ہو جانے کے
وزیر سلطنت مقرر کیا اور تمام مہمات ملکی شیخ مذکور کے سپرد کر کے خود اہل
فضل و کمال کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا جام بایزید اس درجہ احکام الہی کا پابند
تھا کہ ایک مرتبہ ممالک شور میں ایک نئی عمارت تعمیر کرا رہا تھا اتفاق سے
زمین کے اندر ایک خزانہ برآمد ہوا جام بایزید نے اس دولت سے کمال اہتمام
و نفرت کا اظہار کیا اور تمام خزانہ سلطان حسین لنکاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا
بادشاہ جام بایزید کی اس دیانت سے بیحد خوش اور اس کے اخلاص کا دل سے
مدح خواں ہو گیا۔

سلطان بہلول لودھی نے وفات پائی اور سلطان سکندر دہلی کا
فرمانروا ہوا۔ سلطان حسین لنکاہ نے ایک تغزیت و تہنیت نامہ مع تحائف
اور دیہوں کے قاصدوں کی معرفت سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ
کر کے صلح اور یکجہت کی بنیاد رکھنی چاہی سلطان سکندر خود ایک پابند شریعت
فرمانروا تھا اس نے حسین شاہ لنکاہ کا معروضہ قبول کیا اور اسی میں مصلحت
سمجھا کہ طرفین ایک دوسرے سے اتحاد اور برادارانہ سلوک کر کے آپس میں
خیر خواہی سے کام لیں اور کسی فریق کی فوج اپنی حد سے تجاوز کر کے
دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے اور فریقین میں سے جس کو بھی اعدا و اولا
کی ضرورت ہو دوسرا اس میں دریغ نہ کرے۔ عہد نامہ ان شرائط پر

لکھا گیا اور امر اور ایمان ملک کی مہر میں اس پر ثبت ہوئیں سلطان سکندر نے ملتان کی قاصدوں کو خلعت و بیکہ رخصت کیا۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ سلطان حسین مظفر شاہ گجراتی سے بھی دوستی اور یگانگی کی طرح ڈالی طریق سے رسل و رسائل کی رسم جاری ہوئی اور ایک مرتبہ سلطان حسین لنکاہ نے قاضی محمد نام ایک شخص کو جو فضل و کمال سے آراستہ تھا قاصد بنا کر سلطان مظفر کی خدمت میں روانہ کیا حسین شاہ لنکاہ نے قاضی کو ہمایش کر دی کہ رخصت ہوتے وقت سلطان مظفر سے درخواست کرنا کہ اپنے ملازمین کو تمہارے ہمراہ کر کے اپنے مکانات کی تم کو سیر کرائے۔ سلطان حسین کا مدعا یہ تھا کہ سلاطین گجرات کے مذاق طبیعت کے موافق ان کے تصور کے طرز عمارت پر خود بھی ایک مکان ملتان میں تعمیر کرے قاضی محمد گجرات پہنچا اور اس نے تحائف اور مدد پیش کر کے رخصت کے وقت بادشاہ کے حکم سے منازل سلطان کی سیر کرنے کی درخواست کی سلطان مظفر نے اپنے خدمت گاروں کو قاضی محمد کے ہمراہ کر دیا اور اسطرح گجرات کے تمام منازل شاہی کی سیر کر لی۔ قاضی محمد گجرات سے ملتان واپس آیا اور جواب پیغام ادا کرنے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ گجرات کی عمارتوں کی خوبیوں کا کچھ حال بھی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے حضور اس دعا گو کی گستاخی معاف فرمائیں اگر تمام مملکت ملتان کا یکسالہ خراج اس طرح کی صرف ایک عمارت کے تعمیر کرانے میں صرف کر دیا جائے تو بھی احتمال ہے کہ عمارت تمام بھی ہوگی یا نہیں۔ حسین شاہ اس گفتگو سے بے حد ملول ہوا عماد الملک تو ملک نے جو منصب وزارت پر فائز تھا اجرت کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ اقبال شاہی روز افزوں باد حضور کے حزن و ملال کا سبب کیا ہے حسین شاہ نے جواب دیا کہ شاہی کا لفظ تو میرے نام کا جزو ہو گیا ہے لیکن حقیقتاً میں اس مرتبہ کی رفعت و شان سے محروم ہوں اور اس حرمان نصیبی کے باوجود بھی روز قیامت میرا حشر گر وہ شاہان میں ہو گا عماد الملک نے جواب دیا کہ

بادشاہ کو اس خیال پر رنجیدہ نہ ہونا چاہئے خدا نے ہر ملک کو ایک خاص خوبی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جو دوسرے ممالک میں نادر الوجود ہے اگر گھات دکن - مالوہ اور بنگالہ کے ممالک زرخیز ہیں اور وہاں اسباب عیش و عشرت آسانی اور خوبی کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں تو خاکِ ملتان مردِ مخیر ہے ظاہر ہے کہ بزرگانِ ملتان جس سرزمین میں گئے معزز و محترم رہتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکرِ یاملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانِ عالی شان میں شہرِ ملتان کے اندراب بھی ایسے بزرگ موجود ہیں جو بہلول شاہ لودھی کے معزز مہمان اور اس کے سجدہ ہی شیخ یوسف سے ہر طرح پر بہتر و افضل ہیں اسی طرح طبقہِ بخاریہ میں چند بزرگ افرادِ ملتان میں ایسے موجود ہیں جو ظاہری اور باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب پر فضیلت رکھتے ہیں اسی طرح فرقہِ علما میں مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد رشید مولانا عزیز اللہ بھی خاکِ پاکِ ملتان سے پیدا ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کے وجود پر سارا ہندوستان فخر کر رہا ہے - اور میری گفتگو مبالغہ یا بڑیاں سرائی نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی اور بالکل مطابق واقعہ ہے عماد الملک نے اس طرح کی تقریر سے بادشاہ کی کدورت رفع کی اور حسین شاہ لنگاہ - بشاش اور خوش ہو گیا - سلطان شاہ سجد ہو بٹھا ہوا اور اس نے اپنے فرزند بزرگ فیروز خان کو فیروز شاہ کا خطاب دیکر خطبہ اس کے نام کا جاری کیا اور خود گوشہٴ عافیت میں بیٹھ کر عبادتِ الہی میں مصروف ہوا - عماد الملک تو یک بدستور سابق وزیرِ سلطنت رہا -

فیروز شاہ بن فیروز شاہ لنگاہ - نا تخر بہ کار تھا اور قوت غضب اس کے حسین لنگاہ تمام اعضاء پر مسلط تھی اس کے علاوہ جو دوستِ سخا سے بھی اسے واسطہ نہ تھا فیروز شاہ لنگاہ بلالِ ولدِ عماد الملک پر جو اس سے ہر طرح افضل اور جملہ کمالات سے آراستہ تھا ہمیشہ حد کیا کرتا تھا فیروز شاہ لنگاہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام سے کہا کہ ملائی اموال بادشاہی پر قبضہ کر کے اپنے تصرف میں لاتا ہے اور اس کا دلی

ہے کہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کرے اور لوگوں کو اپنا رفیق کار بنا کر حکومت کی ہاک اپنے ہاتھ میں لے لے۔ یہی خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم اس فتنے کو پیدا ہونے سے قبل ہی فرو کر دو۔ نا عاقبت اندیش نے بلال کے قتل کا بیڑہ اٹھا یا اور موقع اور وقت کا منتظر رہا۔ اتفاق سے ایک روز بلال سیر دیا کر کے شہر کو واپس آ رہا تھا شاہی غلام نے کہیں گاہ سے ایک تیر اس کے سینہ پر مارا جو نشت سے گزر گیا اور بے گناہ بلال وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ عماد الملک نے چند ہی روز کے بعد فیروز شاہ لنگاہ کو زہر دے کر اپنے فرزند کا انتقام اس سے لیا۔ شاہ حسین لنگاہ پر جڑھلے میں یہ مصیبت نازل ہوئی اور اپنے بیٹے کی جو انام گی پر زار زار رویا حسین شاہ لنگاہ نے ملک کی حفاظت مقدم سمجھ کر عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی اور اسی ضمن میں ارادہ کیا کہ اپنے فرزند کا انتقام عماد الملک سے لے بادشاہ نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے محمود خاں بن سلطان فیروز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا عماد الملک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا اور بادشاہ نے اپنی دلی کدورت کو قطعاً اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ چند روز کے بعد حسین شاہ لنگاہ نے جام بایزید کو خلوت میں بلایا اور اس سے کہا کہ تم حقیقت واقعہ سے واقف ہو اور میرے درد دل سے آگاہ ہو۔ ایسی تدبیر کیوں نہیں کرتے کہ میں اس نمک حرام عماد الملک سے انتقام لے کر اپنے سینہ کی آگ کو بجھاؤں جام بایزید نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور بادشاہ نے رخصت ہو کر باہر آیا اور شکوہ اپنے لشکر میں منادی کرادی کہ بادشاہ نے ہم سے سامان حرب طلب کیا ہے صبح کو تمام سپاہی ساز و سامان سے آراستہ ہو کر مکان پر حاضر ہوں غرقہ صبح کے وقت جام بایزید اپنے گروہ کے ساتھ مسلح ہو کر دولت خانہ شاہی پر حاضر ہوا بادشاہ نے عماد الملک سے کہا کہ وہ جا کر جام بایزید کا سامان ضروری معائنہ کرے جام بایزید نے اسی وقت اپنے کارکردہ ملازموں کو حکم دیا اور انھوں نے عماد الملک کو پا برزنجیر کر دیا۔ حسین شاہ لنگاہ نے

اسی وقت جام بایزید کو عہدہ وزارت عطا کیا اور اس کے علاوہ محمود خاں بن فیروز کا اتالیقی بھی اسی کو مقرر کر دیا چند روز کے بعد حسین لنگاہ نے ۲۶ صفر بروز شنبہ ۸۸۵ ہجری پاکستانہ ہجری میں وفات پائی اس بادشاہ نے چونتیس سال حکومت کی۔

صاحب طبقات بہادر شاہی نے اس مقام پر چند غلطیاں کی ہیں ایک یہ کہ اس نے محمود خاں کو شاہ حسین لنگاہ کا فرزند بتایا ہے دوسرے یہ کہ سلطان فیروز کے جلوس کو محمود خاں کے بعد تحریر کیا ہے۔ اس مولف نے فیروز شاہ کو محمود شاہ کا بھائی قرار دیا ہے حالانکہ حقیقت میں محمود شاہ فیروز شاہ کا فرزند ہے اور نیز یہ کہ محمود نے فیروز شاہ بن حسین شاہ لنگاہ کے بعد تخت حکومت پر جلوس کیا۔

محمود شاہ لنگاہ | حسین شاہ لنگاہ نے وفات پائی اور دوسرے دن یعنی تائیس صفر کو جام بایزید نے امر اور ارکان دولت کے اتفاق رائے سے حسین شاہ کی وصیت کے مطابق محمود شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا محمود شاہ خبر و سالی کی وجہ سے کمینہ پرور بن گیا اور او باش و سنگھ مزاج اشخاص کو اپنے گرد جمع کیا اور اس کا سارا وقت ہنسی مذاق میں گزرتا تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشراف اور اعیانہ ملک نے بادشاہ کی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کی او باشوں اور کمینہ طبیعت اشخاص نے محمود شاہ پر قابو یا لیا اور اب وہ اس فکر میں ہے کہ بادشاہ کو جام بایزید سے منحرف کرنا ان اشخاص نے اپنی اپنی تدبیریں شروع کیں اور جام بایزید نے بارہا یہ خبر سنی اور اپنے مکان پر چڑھ کر اپنے جناب کے کنارہ لختان سے ایک کوس کے فاصلے پر تعمیر اور آباد کیا گیا تھا مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا اور شہر میں آنا بالکل ترک کر دیا۔ انھیں واقعات کے درمیان میں ایک روز جام بایزید نے بعض قصبات کے نو دہر لوگوں کو ادائے مال کے لئے طلب کیا ان مقدموں میں سے بعض نے سرکشی کی اور جام بایزید کے

حکم سے ان کے سر کے بال منڈوا کر ان کو چھو رسوار کر کے شہر میں انکی
تشریف آوری گئی۔ غمازوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے سلطان محمود
سے کہا کہ جام بایزید کا دست میاست اب بعض ملازمین خاصہ تک پہنچ
رہا ہے بایزید خود دیوان خانے میں نہیں حاضر ہوتا بلکہ اپنے فرزند عالم خاں
کو اپنے عوض بھیجتا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ اس دیوانہ خانے میں
عالم خاں کی توہین کی جائے۔ عالم خاں مرد عاقل اور حسن صورت میں
اپنے ہم جنسوں میں ممتاز تھا۔ ایک روز سلام کے لئے سلطان محمود کی
بارگاہ میں حاضر ہوا اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص نے اس سے
دریافت کیا کہ فلاں مقدم سے کیا ایسی تقصیر ہوئی کہ جام بایزید نے
ان کا سر منڈوا کر ان کی توہین کی انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اس حرکت
کے عوض میں تمھارے سر کے بال بھی تراشے جائیں۔ عالم خاں نے
اس قسم کی گفتگو بھی نہ سنی تھی اس شخص کو جواب دیا کہ بد بخت تیری
یہ مجال نہیں ہے کہ شاہی مجلس میں مجھ سے اس طرح کی گفتگو کرے
عالم خاں اپنے کلمات کو ختم بھی نہ کر چکا تھا کہ دس یا بارہ آدمی آکر اس
لیٹ گئے اور پہلی حرکت اٹھوں نے یہ کی کہ دستار عالم خاں کے سر پر
سے اتار لی عالم خاں نے اس حالت میں بڑی دقت کے ساتھ غلاف
سے خنجر نکالا اور اپنا ہاتھ اٹھایا اتفاق سے خنجر کی نوک بادشاہ کی مٹائی
میں جو ان ان بلوائیوں کے درمیان میں کھڑا ہوا تھا لگ گئی محمد شاہ
چلا کر زمین پر گر پڑا اور زخم سے بہت زیادہ خون جاری ہوا جو کہ وہ کہ
عالم خاں سے دست و گریبان تھا بادشاہ کی طرف متوجہ ہوا عالم خاں
چھلانگ مار کر جان کے خوف سے سر پر ہنہ بھگا دروازہ پر پہنچا اسے
معلوم ہوا کہ درمقتل ہے عالم خاں نے اپنی قوت سے دروازے کو
توڑا اور اپنے نوکر سے دستار لے کر سر پر باندھ لی اور اپنے مکان کے طرف
راہی ہوا۔

عالم خاں نے مکان پہنچ کر سارا ماجرا جام بایزید سے بیان کیا

جام بایزید نے کہا کہ اے فرزند تیری اس حرکت نے مجھ کو دونوں جہاں میں شرمندہ کیا اب معاملہ ہاتھ سے جا چکا جلد سے جلد قلعہ شور کو روانہ ہو اور تمام لشکر کو جلد سے جلد یہاں روانہ کر تاکہ مجھ و شاہ کے سامان حرب درست کرنے سے قبل جس طرح ممکن ہو تجھ تک پہنچ جاؤں۔ عالم خاں اسی وقت روانہ ہوا اور فوج کے پیچھے ہی جام بایزید نے طبل کوچ بجاایا اور شور رمانہ ہو گیا۔ محمود شاہ نے یہ خبر سن کر چند امیروں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ فریقین کی فوج ایک دوسرے کے نزدیک ہوئی اور جام بایزید نے بھی قیام کر کے جنگ آزمائی شروع کی سپاہیوں نے مردانہ وار کام کیا۔ لیکن آخر میں جام بایزید کو فتح ہوئی اور وہ شور روانہ ہوا۔ قلعہ شور پہنچ کر بایزید نے بادشاہ اسکندر لودی کے نام کا خط جاری کیا اور بادشاہ کو ایک عریضہ لکھ کر اسے حقیقت حال سے اطلاع دی بادشاہ سکندر لودی نے فرمان استمالت جام بایزید کے نام روانہ کیا سکندر شاہ نے ایک دوسرا فرمان دولت خاں لودی حاکم پنجاب کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ جام بایزید نے ہماری بارگاہ میں التجا کی ہے اور اپنے ملک میں چارے نام کا خطبہ جاری کر دیا ہے تم اس کے حال سے خبردار ہو اور اس کی اعانت اور امداد کو اپنا فریضہ سمجھو جس وقت بایزید کو مدد کی ضرورت ہو فوراً اس کی اعانت کرو چند روز کے بعد مجھ و شاہ لنکاہ نے اپنا لشکر جمع کر کے قلعہ شور پر دھاوا کیا جام بایزید مع عالم خاں کے اپنے لشکر کے ہمراہ قلعہ شور سے نکلا اور چند کوس کے فاصلہ پر حریف سے جا ملا اور ایک خط دولت خاں لودی کے نام روانہ کر کے حقیقت حال سے اسے اطلاع دی۔ جام بایزید اور محمود شاہ کی جنگ کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تھا کہ دولت خاں لودی امدادی فوج بھرا لے کر معمر کے کارزار میں پہنچ گیا۔ دولت خاں نے محمود شاہ سے صلح کی گفتگو کی اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جام بایزید اور محمود شاہ کے درمیان دریائے راوی حد فاصل رہے۔ دولت خاں نے محمود شاہ کو

ملتان اور جام بائزید کو قلعہ شور واپس کیا لیکن باوجود اس کے کہ
 دولت خان کوادی کا سا جلیل القدر امیر درمیان میں پڑا تھا لیکن یہ
 صلح کچھ زیادہ دیر پانہ ہوئی انہیں واقعات کے درمیان میں (میر جگر زندہ بزرگ)
 میر عاؤد کر دیزی مع اپنے دونوں فرزند میرزا شہید اور میر شہدار کے
 سوئی سے ملتان وارد ہوا نظام الدین احمد بدخشانی اپنی تاریخ میں لکھتا
 ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے ملتان میں مذہب شیعہ کو رواج دیا
 وہ بھی میر شہدائے عاؤد الدین کر دیزی ہے۔ نظام الدین نے اس قدر
 عبارت پر اکتفا کی ہے اور یہ نہیں بتایا کہ میر عاؤد کون شخص تھا اور
 اس کی اصل اور اس کا نسب کیا ہے اور نیز یہ کہ اس کے فرزند شہدائے
 کو ایسے مہم اور زمانے میں مذہب کی ترویج کا کس طرح موقع ملا۔
 مختصر یہ کہ ملک سہراب و دوائی سلاطین لنگاہ کی بارگاہ میں بحمد
 معزز و مکرم تھا اس لئے میر عاؤد کر دیزی یہاں قیام نہ کر سکا اور اس نے
 جام بائزید کے دامن میں پناہ لی۔ جام بائزید نے کر دیزی کی بحمد
 عزت اور وقعت کی اور اپنے ملک کا ایک حصہ جو اپنے خاصہ کے
 اخراجات کے لئے مخصوص کیا تھا میر عاؤد اور اس کے فرزندوں کی
 جاگیر میں دیا۔ جام بائزید فطرتاً بحمد کریم اور محسن تھا علماء کے احوال
 سے واقفیت حاصل کرتا اور اہل علم و تقویٰ کی پرورش اور خاطر داری
 کرتا تھا بعض موصوفین لکھتے ہیں کہ جام بائزید فتنہ و فساد کے زمانہ
 میں علماء اور صلحا کے لئے ضروریات زندگی گشتیوں میں لاؤ کر شور سے
 ملتان روانہ کیا کرتا تھا جام بائزید کے احسانات اہل ملتان پر ہمیشہ اور
 بے دریغ رہتے تھے اس لئے اکثر اہل شہر نے ملتان کی سکونت ترک
 کر کے شور میں توطن اختیار کیا۔ ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے
 جن کو جام بائزید نے خود ملتان سے شور میں طلب کیا تھا جیسے مولانا غلام اللہ
 جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ جام بائزید نے مولانا غلام اللہ
 کو خود طلب کیا اور جب مولانا شور کے قریب پہنچے تو جام بائزید نے ان کا

استقبال کیا اور بڑی عزت و حرمت کے ساتھ ان کو شہر میں لایا اور اپنی حرم سرا میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ جام بائزید نے اپنے خدام سے کہا کہ مولانا کا ہاتھ دھلاؤ۔ بائزید کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بائزید نے اس پانی کو حصول برکت کے لئے مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوا دیا۔

جام بائزید کے وکیل شیخ جمال الدین قریشی ایک عجیب روایت کے ناقل ہیں اگرچہ اس حکایت کو نفس واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حصول عبرت کے لئے حوالہ قلم کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ مولانا عزیز اللہ شورتکشریف لائے اور جام بائزید نے اندازہ سے کہیں زیادہ مولانا کی تعظیم و تکریم کی۔ جام بائزید مولانا کو اپنی حرم سرا میں لے گیا اور اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ مولانا کی خدمت گزاری کریں شیخ جمال الدین قریشی نے ازراہ مسخر ایک شخص کو مولانا کے پاس بھیجا اور بنیام دیا کہ جام بائزید نے دعا کہی ہے اور عرض کیا ہے کہ ان کنیزوں کے حضور میں روانہ کرتے کا منشا یہ ہے کہ چونکہ مولانا یہاں تنہا تشریف لائے ہیں اس لئے ان میں سے جس کو چاہیں اپنی خدمت کئے لئے مختص فرمائیں

۱۔ دہر گز نے خدا معلوم اس حکایت کا ترجمہ کیوں قلم انداز کیا ہے اگرچہ اس حکایت کو نفس واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ خود مورخ فرشتہ نے ذکر کر دیا ہے لیکن اس روایت سے اسلامی علماء کا زہد و تقویٰ اور ان کی روشن ضمیری کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن صاحب مدوح کی عادت سے کہ اپنے برادران مذہب کی طرح ان تمام حکایات کا ترجمہ قلم انداز کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کے فضل و کمال ان کے زہد و تقویٰ اور نینان کے علوم و حقیقت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے برگز صاحب کے انگریزی ترجمہ میں اکثر اس قسم کی فرو گذاشت کا حوالہ دیا جاسکتا ہے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اس طرح کی روایات کو نظر انداز کر دینے سے ان کے ضمن میں بعض ایسے واقعات بھی معرض اضمحلال رہ جاتے ہیں جو علاوہ علم و فضل اور زہد کمال کا بین ثبوت ہونے کے اسلامی فرمانرواؤں یا مسلمان علماء و علما کے من ہیاست اور خوبی انتظام اور ان کی غرا اور رعایا نوازی کی نندہ اور سبق آموز داستانیں ہیں۔ مترجم

مولانا نے جواب دیا کہ شریف انسان اپنے دوستوں کے مال پر اس طرح کا تصرف نہیں کرتے مولانا کا خادم جام بایزید کے پاس آیا اور اس نے یہ جواب ادا کیا جام بایزید نے کہا کہ مجھے اس پیغام کی ہرگز اطلاع نہیں ہے مولانا بچہ شہر مندہ ہوئے اور فرمایا کہ اس شخص کی گردن ٹوٹے جس نے اس طرح کا مذاق کیا ہے۔ مولانا عزیز اللہ بغیر جام بایزید سے ملاقات کئے ہوئے شہر سے روانہ ہو گئے اور جب تک کہ جام کو مولانا کی روانگی کی اطلاع ہو اس کی سرحد کے باہر پہنچ گئے آخر کار جو کچھ مولانا نے فرمایا تھا اس کا ظہور ہوا اور جمال الدین قریشی سکندر شاہ لودھی کے دربار سے واپس آئے اور ایک رات دیر پہر جا رہے تھے کہ ان کے پاؤں کو لکڑی ہوئی اور پیچھے گرے اور ان کے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

۹۱۳ھ ہجری میں ظہیر الدین بابر بادشاہ نے پنجاب پر قبضہ کر کے دہلی کا رخ کیا بابر بادشاہ نے ایک فرمان میرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹھہ کے نام روانہ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ملتان اور اس کے ان حدود پر جہاں بابر بادشاہ کی سرکار سے عطا ہوئے تھے قبضہ کرے میرزا حسین ارغون نے قلعہ بھکر سے کوچ کر کے سارے فوج کو تباہ اور برباد کرنا شروع کیا محمود شاہ لشکارہ نے یہ اخبار سنے اور بید کی طرح کانپ اٹھا بادشاہ نے فوج کو جمع کیا اور شہر کے باہر مکان میں مقیم ہو کر حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین شیخ بہاؤ الدین قریشی کو الٹی بنا کر شاہ حسین ارغون کی خدمت میں روانہ کیا محمود شاہ نے مولانا بہلول کو بھی جو طلاقت لسانی اور شیرینی گفتاری میں عظیم النظر حضرت شیخ کے ہمراہ کر دیا۔ یہ قاض میرزا حسین ارغون کے دربار میں پہنچے اور میرزا نے ان صاحبوں کی بچہ تعلیم و تکریم کی محمود شاہ کے قاصدوں نے آپس اور حاضرین کا مدعا بیان کیا اور شاہ حسین ارغون نے جواب دیا کہ میرے سفر کا مقصد محمود شاہ کی تربیت اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہے مولانا بہلول نے جواب دیا کہ کیا خوب ہو تا حضور محمود شاہ

کو روحانیت کے ذریعے سے اسی طرح تربیت دیتے جس طرح کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات اویس قرنی کو تعلیم دی تھی یا شاہ کا دوسرا مقصد یعنی حضرت شیخ الاسلام کے روضے کی زیارت کرنا تو وہ بھی بحمد اللہ حاصل ہو گیا شیخ بہار الدین قزلباشی حضرت شیخ الاسلام رحمت اللہ علیہ کے ہم نام اور ان کے فرزند خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہیں مولانا بسلول کی اس تقریر سے کچھ کار باری نہ ہوئی اور بے نیل مرام محمود شاہ کی خدمت میں واپس آئے اسی درمیان میں ایک رات محمود شاہ لنگاہ نے دنیا کو خیر باد کیا۔

بعض مورخین کی رائے ہے کہ خاندان لنگاہ کے ایک غلام مسیحی لنگر خاں نے محمود شاہ کو زہر غورانی سے ۹۳۰ھ ہجری میں ہلاک کیا اس بادشاہ نے تالیس سال حکمرانی کی

حسین شاہ ثانی محمود شاہ لنگاہ نے وفات پائی قوم لنگاہ کے اکثر افراد بن محمود شاہ لنگاہ اور نیر لنگر خاں نے جو بادشاہ کے مقدمہ لشکر تھے علم نبوت بلند کیا اور میرزا شاہ شاہ حسین ارغون سے جا ملے اور

حب وخواہ تقویت حاصل کر کے ملتان کے اکثر تحصبات پر قابض ہو گئے

لنگاہ کے باقی ماندہ امیر حیران اور پریشان ہو کر ملتان روانہ ہوئے۔

ان امیروں نے محمود شاہ لنگاہ کے فرزند کو جو اب تک بالکل سچے شجاعین شاہ

نمانی کا خطاب دیکر اس کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ حسین شاہ تو رائے

نام بادشاہ قرار پایا لیکن شیخ شجاع الملک بخاری جو محمود شاہ لنگاہ کا داماد

تھا وزیر سلطنت بنکر مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا شیخ شجاع الملک

نا تاجر بہ کار تھا اس ناعاقبت اندیش نے باوجود اس کے کہ ملتان میں ایک

مہینہ کا اذوقہ بھی نہ تھا ملک سے فرار کر کے حصار بندی اختیار کی مگر شاہ

حسین محمود شاہ کی وفات کو فتح ملتان کا وسیلہ سمجھا اور اس نے ان کو

اپنے کو مضبوط اور قابل پناہ بنانے کا قلعہ قمع نو بامیرزا حسین جلد سے جلد

شجاع الملک کے سر پر آپہنچا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

چند روز کے بعد اہل قلعہ بھوک سے تنگ آ گئے اور ملتان کے حقیقی تباہ کن امیر یعنی شجاع الملک کے پاس جمع ہوئے اہل شہر نے شجاع الملک سے کہا کہ گھوڑے ہنوز تازہ ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی فوج کو تقسیم کر کے حریف کے مقابلہ میں صرف آراہوں ملتان ہے کہ ہم حریف پر غلبہ حاصل کر سکیں۔ دوسرے یہ کہ حصار داری اس وقت مناسب اور موزوں ہوتی جبکہ ہم کو کہیں سے مدد کی امید ہوتی اور اس امر کا کسی طرف سے گمان نہیں ہے شجاع الملک نے قبلس میں جواب نہیں دیا لیکن خلوت میں مقیم امرا کو طلب کر کے ان سے کہا کہ حسین شاہ لنکاہ کی حکومت ابھی پائیدار نہیں ہوئی ہے اگر ہم حصار سے باہر نکل کر حریف کے مقابلہ میں صرف آراہوں تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اکثر اشخاص رعیت کی امید پر حسین ارغون کا دم بھرنے لگیں گے اور قلیل گروہ جو عزت اور ناموس کا شیدائی ہے وہ دشمن کی تلوار کے نذر ہو گا۔

مولانا سعد الدین لاہوری جو اپنے زمانے کے جید فاضل تھے فرماتے ہیں کہ میں بھی اس زمانہ میں حصار ملتان میں مقیم تھا۔ ملحا ص کو چند ماہ گزر گئے اور میرزا شاہ حسین ارغون کے لشکر نے آمد و رفت کے راستے ایسے سدود کئے کہ نہ تو باہر سے کوئی شخص حصار میں کچھ نہ پاسکتا تھا اور نہ اہل حصار میں سے کوئی فرد قلعہ کے باہر جاسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ اگر اتفاق سے بلی یا کتا بھی ہاتھ آتا تو لوگ اس کا گوشت حلوان کی طرح کھاتے اور سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ شجاع الملک نے چار نام ایک سفیلہ مزاج شخص کو قلعے کی حراست پر مقرر کیا تھا یہ بدبخت ہر گھڑ کو جہاں کہیں کہ اس کے گمان میں غلہ ہوتا تھا تے تکلف سازج کرتا تھا اس ناگوار فعل سے تمام اہالی حصار شجاع الملک کے زوال کے دل سے خواہاں تھے چونکہ جو شخص قلعہ کے باہر قدم نکالتا تھا وہ حریف کی تلوار کا شکار ہوتا تھا لہذا ان لوگوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اپنے کو قلعہ کے اوپر سے خندق میں گراتے تھے اور میرزا شاہ حسین ان کے اضطراب سے

واقف ہو کر اپنے سپاہیوں کو ان کے قتل کرنے سے ممانعت کرتا تھا۔
 محاصرہ کو ایک سال چند ماہ کا زمانہ گزر گیا ایک روز صبح کے وقت
 سلطانہ ہجری میں میرزا شاہ حسین کے ملازم قلعہ کے اندر آئے اور
 انھوں نے قتل اور غارتگری کا بازار گرم کیا ایسی حالت میں حریف
 اس قدر اہل قلعہ سے بے نیاز ہوئے کہ آٹھ سال سے لیکر تیس
 لاکھ کے اشخاص ایک کپے لے گئے جس شخص کے پاس کہ ان کے گمان میں
 روپیہ ہوتا تھا اس کی اور زیادہ توہین کی جاتی تھی۔ مولانا سعد اللہ
 لاہوری اپنا حال خود اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حصار پر لشکر ارغونہ کا
 قبضہ ہو گیا اور دشمنوں کا ایک گروہ میرے مکان میں داخل ہوا ان
 لوگوں نے سب سے پہلے میرے باپ مولانا ابراہیم جامع کو قید کر لیا
 ان بزرگ نے سنٹھ سال علم و فن کے درس و تدریس سے اہل
 ملتان کو فائدہ پہنچایا تھا اور آخر زمانے میں درویش ہو کر خلوت
 گزیں ہو گئے تھے۔ ارغونہ لشکر نے ہمارے مکان کی صفائی اور آرائش
 سے خیال کیا کہ اس گھر میں نقد دولت بھی بکثرت ہوگی جاری توہین
 اور دل آزاری بھی شروع کی اسی درمیان میں ایک دوسرا گروہ مکان
 میں آیا اور اس نے مجھ کو گرفتار کر کے وزیر کی خدمت میں بطور تحفہ
 پیش کیا اتفاق سے وزیر صحن میں ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا
 اس نے حکم دیا کہ میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے اور زنجیر تخت سے
 مضبوط باندھ دی جائے۔

میری آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے اور سب سے زیادہ مجھے
 اپنے والد بزرگوار کی قید اور تکلیف کا رنج تھا ایک ساعت کے بعد
 وزیر نے دوا ترقیم طلب کیا اور کچھ لکھنے کا ارادہ کیا میں نے دل میں
 خیال کیا کہ اچھا ہوتا کہ یہ شخص دوبارہ وضو کر کے کچھ لکھتا اتفاق سے
 ایسا ہی ہوا اور وزیر وضو کے لئے وہاں سے اٹھا اس مکان میں میرے
 سوا اور کوئی موجود نہ تھا میں تخت کے قریب گیا اور ایک شعر

دسواں مقالہ

حکام کشمیر کے احوال میں

کشمیر دنیا کے مشہور ممالک میں ہے جو طرح طرح کی خوبیوں سے معمور اور ہر قسم کے غرائب کی وجہ سے مشہور ہے۔ میرزا حیدر دوغلات نے جس کا ذکر عنقریب ہو گا ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں اس ملک کے حالات بالکل صحیح درج کئے ہیں چونکہ مورخ فرشتہ کو میرزا حیدر مذکور کے اقوال کا پورا اعتبار ہے اس لئے انھیں واقعات کو مختصراً اس کتاب میں مندرج کرتا ہوں کشمیر صوبہ پنجاب کے مشہور مقام بگلی کے جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ ملک دو طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور واوی کوہ جس کو کشمیر کہتے ہیں طول میں سو کوس اور عرض میں بیس سے دس کوس تک کا ایک حصہ زمین ہے جو بحدہ سرسبز و شاداب ہے۔ ملک کی تمام زمین

چار قسم کی ہے ایک زراعت آبی کہلاتی ہے جس میں زعفران بہت عمدہ پیدا ہوتی ہے دوسرے حصہ کو لمبی کہتے ہیں تیسرے حصہ میں باغات ہیں اور چوتھا حصہ میدان ہے۔ یہ میدان دریا کے کنارہ واقع ہیں اور اس میں بنفشہ نرگس سنبل سوسن نسیرن و سترن اور یاسمن وغیرہ کے پھول بکثرت پائے جاتے ہیں اس زمین میں رطوبت کی وجہ سے زراعت اچھی نہیں ہوتی اور اسی لئے ویران پڑی رہتی ہے لیکن اس خطہ زمین کے اس بگاڑ میں بھی لاکھوں بناؤ ہیں جو ارباب ذوق کو بے حد بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے خلاف کشمیر میں ایران کی طرح چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں حرارت اتنی معتدل ہوتی ہے کہ نیکھا ہلانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جاڑے کا موسم باوجود برف باری کے ایسا عمدہ ہے کہ حرارت عزیزی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کبھی کبھی جب آفتاب ابر میں ہوتا ہے تو البتہ حرارت شراب آتشیں نکلے جسم کو گرم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ملک کی عمارتیں ساج کی لکڑی کی ہوتی ہیں اور اکثر مکانات میں پانچ حصے ہوتے ہیں ہر حصے میں ایوان اور حجرے اور کھڑکیاں اور آمد و رفت کی راہیں بھی ہوتی ہیں اور مکانات طرح طرح کے نقش و نگار سے مزین ہوتے ہیں جن کا خوش نما منظر فقط دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بازاروں شہروں اور کوچوں کے فرش سنگی ہیں لیکن بازار میں عام طور پر کھلی ہوئی نہیں اور سوانہازوں اور خوردہ فروشوں کے اور کوئی پیشہ ور دوکان میں نہیں بیٹھتا۔ بقال۔ عطار استخس پز اور میوہ فروش وغیرہ جو بازاروں کی زیب و زینت ہیں دوکانوں پر نہیں بیٹھتے اور اہل حرفہ اپنے مکانوں میں کام کرتے ہیں سنا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ شہر خجندی امیروں کا قیام گاہ ہے ہر قسم کے کاریگر بخلاف زمانہ سابق کے دوکانوں میں نشست رکھتے ہیں مگر خشک میوہ جات میں۔ شہتوت اکو بالو۔ کیلاس۔ انگور۔ عناب۔ سیب۔ ناشپاتی۔ شفتالو۔ پستہ۔ چارمغز اور انجیر وغیرہ تمام اقسام کے

میوہ جات عمدہ اور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ شہتوت سے دوسرے اتنی قسم کے میوہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں لیکن کشمیر میں دوسرے توت کھائے نہیں جاتے بلکہ بیشم وغیرہ کے نکالنے کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ میوہ جات اس بکثرت سے یہاں ہوتے ہیں کہ یہاں ان کی خرید و فروخت کا دستور نہیں ہے یہاں کے باغات میں چار دیواری نہیں ہوتی جو شخص چاہتا ہے بلا تکلف باغ کے اندر جا کر میوہ خوری کرتا ہے باغ میں جانے سے کسی شخص کو منع کرنا بہت برا خیال کیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں جبکہ یہ ملک دہلی اور لاہور کے سلاطین کے زیر نگین تھا اس وقت یہاں جیسی چاہئے آمد و شد جاری نہ تھی ۹۵۰ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے کشمیر کو فتح کیا اور اہل مسلمہ صاحبان حق نے اس نواح کا سفر کر کے شہر کی تعریف میں متعدد اشعار نظم کئے چنانچہ فیضی عرفی اور دیگر نامور شاعروں کا کلام اس شہر کی تعریف میں موجود ہے۔

اس ملک کے عجائبات بشمار ہیں منجملہ ان کے اس نواح کے بتوانے تعداد میں ایک سو پچاس سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ عمارتیں پتھر کی ہیں اور پتھر کے ٹکڑوں کو ٹانگہ بلا کچ اور مصالحہ کے ان کو باہم دگر پیوست کیا ہے اور ایسا ان کو اُپر اور نیچے رکھا ہے کہ ان کے دروازے میں کاغذ کی پیمپلی اور باریک چیر بھی نہیں چاسکتی ہر پتھر آٹھ سے لیکر تین گز تک لانا اور ایک گز سے پانچ گز تک چوڑا ہے اور ان کے پیوست کرنے میں وہ کمال دکھایا ہے کہ عقل انھیں دیکھ کر عاجز ہو جاتی ہے اور ان کے اس طرح کے استعمال اور ان کی نشست کو دیکھ کر انسان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکہ یہ اپنی جگہ سے لائے گئے اور اس طرح رکھے گئے ہوں گے۔ ان میں سے اکثر پتھر بالکل ایک ہی طرح کے ہیں۔ ان کا محوطہ مربع ہے جس کا ہر ضلع کم و بیش تین سو گز ہے اور دیواروں کی بلندی بعض مقامات پر تقریباً تیس گز اور بعض جگہ اس سے کم ہے

محوطہ کے اندر عمارات ہیں جو تمام تر سنگی ستونوں پر قائم ہیں ان کے طاق چار گز سے تین گز تک چوڑے ہیں۔ بعض جگہ ان طاقوں میں نقوش اور تصاویر بھی ہیں ان تصویروں میں بعض خنداں ہیں اور بعض گریاں جن کو دیکھ کر ناظرین محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ درمیان میں ایک سنگی اور بلند کرسی ہے اور اس کرسی کے اُپر اونچا گنبد ہے مختصر یہ کہ ان کی خوبی اور نفاست صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور احاطہ تحریر سے باہر ہے اور موجودہ دنیا میں ان کا مثل نہیں ہے۔

دوسری عجیب چیز یہ ہے کہ کشمیر کے قریب ایک ضلع ہے جو بریک (ڈرامبرگزر) کہلاتا ہے اس ضلع میں ایک پشتہ (پہاڑی) ہے اور پائے پشتہ میں ایک فار بصورت حوض ہے اس حوض کی تہیں ایک سوراخ ہے حوض تمام سال خشک رہتا ہے جب آفتاب بیج نوریں داخل ہوتا ہے تو حوض کے سوراخ سے پانی دن میں دو تین مرتبہ حوض کہا کر نکلتا ہے اس طرح کہ حوض پانی سے لبالب بھر جاتا ہے پانی کا جوش اس قدر شدید ہوتا ہے کہ اس کے زور سے دیوایتیں میل قرب و جوار کی زمین ملنے لگتی ہے۔ تھوڑے زمانے کے بعد یہ جوش کم ہو جاتا ہے اور فصل ٹوڑ کے اختتام کے بعد حوض قطعاً خشک ہو جاتا ہے اور سال بھر اسی حالت میں رہتا ہے۔ ہر چند حوض کا سوراخ پختہ اینٹوں اور پتھر اور چونہ سے مضبوطی کے ساتھ بند کیا گیا لیکن جس زمانہ میں کہ پانی شے بال کا وقت ہوتا ہے فوراً ہی پر جوش روانی تمام چیزوں کو توڑ کر باہر نکل آتی ہے۔

تیسری چیز جو عجائبات عالم میں شمار کی جاسکتی ہے وہ بید کا ایک درخت ہے جو کشمیر کے مشہور موضع ناکام میں واقع ہے یہ درخت اس قدر بلند ہے کہ بڑے بڑے ٹیر انداز اپنے ٹیکر اس کے سر سے تک نہیں پہنچا سکتے لیکن باوجود اس کے اگر کوئی شخص اس کی ایک شاخ پکڑ کر ٹھکانے تو اس کے اثر سے درخت سر سے پاؤں تک ہلنے لگتا ہے۔

عجائبات کشمیر میں ایک ملک سے جو دیوسرو کے نام سے مشہور ہے اس مقام پر ایک چشمہ بصورت حوض ہے جس کا مربع بہت درست ہے اس کے اطراف میں درختاں سایہ دار اور سبز بنجد خوبی اور لطافت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اہل شہر اس چشمہ سے فال نکالتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ چاول پکا کر اسے ایک کوزے میں بند کرتے ہیں اور اس کوزے پر صاحب فال کا نام لکھ کر کوزے کا منہ مٹی سے بند کر کے اس کو چشمے میں ڈال دیتے ہیں کوزہ چشمہ کی تہ میں ڈوب جاتا ہے کوزہ پانچ سال کبھی پانچ مہینے اور کبھی پانچ روز تہ نشین رہتا ہے اور اس کے بعد سطح پر نمودار ہوتا ہے کوزے کو کھول کر دیکھتے ہیں اگر پختہ چاول اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتے ہیں تو نیک لشکون کی علامت سمجھی جاتی ہے اور اگر چالوں میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے تو یہ امر فال بد خیال کیا جاتا ہے دان تمام عجائب کا تفصیلی حال حاشیہ صفحہ ۱۹۳ میں مرقوم ہے۔

کشمیر میں ایک تالاب ہے جس کو اولس رکھتے ہیں اور جس کا دور سات کوں ہے اس تالاب کے درمیان سلطان زین العابدین والی کشمیر نے ایک عمارت طیار کی ہے تالاب میں پتھر بچھائے گئے ہیں اور سنگی سطح کے بالائے آب پہنچنے کے بعد اس کے اوپر ایک پختہ چوترہ چار سو گز مربع اور دس گز بلند بنایا گیا ہے اس چوترہ پر نہایت دلکش اور نفیس عمارتیں تعمیر کرائی ہیں اور عمارت کے گرد سنگیہ دار اور فرحت افزا درخت نصب کئے گئے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ایسی مفرح اور دل کش عمارت پر دہ زمین پر موجود نہیں ہے۔

سلطان زین العابدین نے ایک دوسری عمارت شہر سہری نگر میں تعمیر کرائی ہے اس عمارت کو اہل کشمیر کی لقب میں راجدان کہتے ہیں اس مکان میں بیس درجے ہیں اور بعض درجوں میں حجروں کھڑکیوں اور دالانوں کی تعداد پچاس تک پہنچ جاتی ہے اور باوجود اس کے تمام عمارت لکڑی کی ہے۔

عالم کی بہترین عمارتیں یعنی سلطان یعقوب تبریزی کی بہشت بہرات کے باغ رانماں باغ سفید اور باغ شہری کے محلات اور سمرقند کے رائے افزا باغ و گلشا باغ اور تولدی باغ کے کوٹھک اور ایوان طرز عمارت اور لطافت میں ممکن ہے کہ اس سے بہتر ہوں لیکن اپنے عجیب و غریب منظر میں ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مولف نطفہ نامہ کشمیر کا حال اس طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ شہر دنیا کے مشہور ترین مقامات میں ہے اور اس کا محل وقوع عجیب و غریب ہے یہ شہر اقلیم چارم کے وسط میں واقع ہے یہ شہر ایک خوش نماواری ہے اس کے جنوب میں ہندوستان مشرق میں تبت شمال میں کاشغر اور جنوب و مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ وہ میدان جس میں کہ شہر واقع ہے میرے علم کے مطابق طول میں مشرق سے غرب تک ایک کوس اور عرض میں شمال سے جنوب تک پچیس کوس ہے۔ یہ شہر پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور اس میں ایک ہزار مواضع آباد ہیں میدان میں خوشگوار چشمے بے انتہا پائے جاتے ہیں لطافت افزا سبزی کی انتہا نہیں ہے۔ شہر کی آب و ہوا کی خوبی کا یہ حال ہے کہ یہاں کا حسن و جمال تمام عالم میں مشہور ہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں بکثرت میوہ دار درخت موجود ہیں جن کے پھل بہت خوش ذائقہ اور صحت کے لئے مفید ہیں اس شہر کی آب و ہوا مایل بہ برودت ہے اور برف باری کی وجہ سے گرم تر میوے مثلاً خربازہ اور لیمو وغیرہ یہاں نہیں پیدا ہوتے لیکن جو گرم تر مالک کشمیر سے قریب واقع ہیں وہاں سے یہ میوہ جات بکثرت آتے رہتے ہیں۔

کشمیر کا تنگ گاہ سری نگر سے جس کا محل وقوع بالکل بغداد سے مشابہ ہے ایک عظیم الشان نہر جس کو بہت کہتے ہیں شہر کے درمیان جاری اور وجہ بغداد کو سے بڑی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر کثیر اور عمدہ پانی ایک ہی چشمہ سے ابلتا ہے۔ اس نہر کا منبع خود شہر میں

موجود ہے جسے چشمہ و سہر کہتے ہیں۔ اہالی شہر ہزاروں کشتیاں اس نہر کے کنارہ زنجیروں سے باندھ دیتے ہیں یہ نہر سرحد کشمیر سے گزرنے کے بعد آب و دمانہ اور آبجملہ کہلاتی ہے اور ملتان کے بالائی حصہ میں جاری ہوتی ہے جہاں پہنچ کر دریائے چناب سے مل جاتی ہے اور اس کی نہر بیاس سے متصل ہوتی ہوئی زراں بعد شہر ٹھٹہ کے دامن زمین سے گزرتی ہوئی دریائے طمان میں گرتی ہے۔

رور و گار عالم نے اس شہر کو ایسا چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان خلق فرمایا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو اقوام غریبہ کے قتل و غارتگری کا قطعاً اندیشہ نہیں ہے اور اہالی کشمیر دشمن کے خوف سے بالکل آزاد ہو کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس ملک سے تین راہیں کھلی ہیں ایک راستہ خراسان کو جاتا ہے یہ راہ دشوار گزار ہے اور اس راستے سے اپنے مال و اسباب کو جانوروں کی پشت پر لے جانا ناممکن ہے یہاں کے مزدور جو اس باربرداری کے عادی ہیں اسباب اپنے کاندھوں پر رکھ کر ایسے مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جہاں سے چارپائے اموال و اسباب کو لیجا سکیں۔ دوسری راہ ہندوستان کی طرف ہے یہ راستہ راہ خراسان کی طرح سید دشوار گزار ہے۔ تیسری راہ جو تبت کی سمت جاتی ہے اللہ ان دو راستوں سے آسان ہے لیکن اس راستہ میں سوا ایک زبردستی گھانس کے جانوروں کے لئے اور کوئی چارہ میسر نہیں آتا اور سوار اپنی سواری کے تلف ہو جانے کے خوف سے اس راستہ سے بھی سفر کرے قاصر ہیں۔

میرزا حیدر و غلات کتاب رشیدی میں لکھتے ہیں کہ کشمیر کے تمام باشندے مسلمان حنفی المذہب تھے فتح شاہ کے زمانے میں ایک شخص شمس الدین نام عراق سے آیا اور اپنے کو میر محمد ذرخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی تعلیم شروع کی شمس الدین نے مشرب کا نام ذرخش رکھا یہ مذہب شیعہ اور سننی کے فرقے کے عقیدے کے موافق نہیں ہے۔

اہل سنت کے عقیدے کے خلاف اور شیعوں کے مملک کے موافق ہے
فرقے نور بخش حضرات اصحابِ ثلاثہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ کے
حضور میں بے ادبیاں کرتے ہیں اور اہل شیعہ کے مشرب تھے خلاف
میر سید محمد نور بخش کو صاحب الزمان اور مہدی موعود اور تمام اولیاء اللہ کو
شیعوں کے عقائد کے خلاف قطعاً سنی المذہب سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کے
مقلدین نے تمام احکام عبادات اور معاملات میں اسی قسم کا عظیم الشان
تفرقہ پیدا کیا ہے۔ راقم الحروف نے اس گروہ کے اکثر کلمہ کو بد خشاں
دیوہ کے ممالک میں دیکھا ہے یہ اشخاص درس و تدریس اور تحصیل علم میں
میرے شریک تھے انھیں کے مقلد ہیں میر سید محمد نور بخش کے ایک فرقہ
نے اپنے جد کا ایک رسالہ مجھے دیا اور میں نے اس کتاب کو دیکھا ایک
بات نہایت عمدہ اس کتاب میں مرقوم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ
سلاطین امرا اور خیال یہ سمجھ لیں کہ حکومت ظاہری اور تقویٰ و ظہارت
ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتے حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اس لئے
کہ انبیائے مرسلین علیہم السلام میں حضرت یوسف حضرت سلیمان حضرت
داؤد اور حضور انور یعنی نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام باوجود نبی مرسل ہونے کے
حکماں اور بادشاہ بھی تھے۔ متصوّد اس کا یہ ہے کہ یہ عقیدہ مذہب
نور بخشہ کے خلاف اور مشرب اہل سنت کے موافق ہے۔

میں نے کتاب فقہ اخو طہ نام کے بابت جو شہر کشمیر میں مشہور تھی
علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا تمام علمائے کرام نے اس کتاب
سے نفرت کا اظہار فرمایا اور ان کی نسبت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ
مولف کتاب مذکور زندقہ محض اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے جو
مسلمان کہ اس کتاب کے معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا فرض ہے کہ جس
طریقے پر بھی ممکن ہو اس کو ناپسند کرے اور اس مذہب کے مقلدین
کو نصیحت کرے اگر وہ اپنے عقاید باطل سے توبہ کر کے حضرت
سراج الامۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کریں تو وہ المراد ورنہ

ان گمراہوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا اور میں نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد پر مائل تھے گروہ اہل حق میں داخل اور بہنوں کو تہ تیغ کیا ان بد بختوں میں سے بعض نے تو صوف گئے دامن میں پناہ لی اور اپنے کو صوفی کے لقب سے مشہور کیا حالانکہ یہ بے دین ہرگز صوفیائے کرام میں داخل نہیں ہیں زندگی اور موت میں جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ ان کو حرام و حلال کی مطلق خبر نہیں ہے ان لوگوں نے تقویٰ و عبادت کو محض شب بیداری اور کم خور کی تک محدود کیا ہے جو پاتے ہیں کھاتے ہیں اور حرص و طمع کے شکار ہیں ان کا قاعدہ ہے کہ اپنے پریشان خواب کو لوگوں سے بیان کر گئے اور اس قسم کی پیش گوئیوں سے کہ آئندہ سال یہ ہوگا اور امسال ان واقعات کا ظہور ہے لوگوں پر اپنے عرفان کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں اور باوجود ان مہلات کے اربعین کا چلہ تکھنچتے ہیں۔ علما کے علوم کو برا جانتے ہیں اور بلایا بندی شریعت کے طریقت کا دم بھرتے ہیں اور لوگوں کو یہ ہلکے گمراہ کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے بالکل بے نیاز ہے غرض کہ اس طرح کے ملحد اور زندگی سوا کشمیر کے اور کہیں پائے نہیں جاتے اللہ بقائے اسلام و اہل اسلام کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ان آفات اور بلیات سے محفوظ رکھے آمین۔

نوجوشوں سے پیشتر کشمیر میں آفتاب پرستوں کا زور تھا جن کو شامین بھی کہتے تھے اسی فرقہ کا عقیدہ تھا کہ آفتاب کا وجود و جنووانی نظر آتا ہے یہ ہمارے عقیدہ کی صفائی کی وجہ سے ہے اور ہمارا وجود اس کی نورانیت کا نتیجہ ہے اگر ہم اپنے عقیدہ کو مکرر کر دیں تو آفتاب کے ساتھ وجود کو کوئی تعلق باقی نہ کہے گا اور اگر آفتاب اپنے فیض سے ہم کو بہرہ مند نہ کرے تو ہماری ذات سے وجود قائم نہ رہے گا ہم اس کی وجہ سے موجود ہیں لیکن بلا ہمارے اس کا وجود اور بغیر اس کے

ہمارا وجود دونوں ممکن نہیں ہیں۔ چونکہ ہمارا حال اس پر ظاہر ہے اس لئے ہمارا فریقہ ہے کہ خیر خوبی کے ساتھ اپنا وقت گزاریں جب شب ہوا و رہم اس کی نظروں سے پنہا ہو جائیں تو ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں ہم سے کسی فعل کے بابت باز پرس نہ ہوگی۔ اسی مناسبت سے اس فرقہ نے بانی مذہب کا لقب شمس الدین رکھا تھا اہل کشمیر نے اس کو تحفہ کر کے شماسی بنا لیا ہے۔ میرزا حیدر دہلوی کی عبارت ختم ہوئی مورخ فرشتہ نے کشمیر میں سفر کرنے والوں سے وہاں کے مذہب کا حال اس زمانہ میں دریافت کیا ان اشخاص نے جواب دیا کہ اہل کشمیر تقریباً سنی حنفی المذہب ہیں۔ کشمیر کے پابھی شیعہ مذہب کے پیرو ہیں لیکن شہر کے اہل علم بہت کم امامیہ مذہب رکھتے ہیں۔ تبت کو جگ کا بادشاہ جو کشمیر کے ارتباط کی وجہ سے بڑا غالی شیعہ ہے اس کے غلو کا یہ عالم ہے کہ اس کا حکم ہے کہ جو مسافر اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے حضور میں جے ادبی نہ کرتا ہو وہ شہر میں داخل نہ ہو۔

قبیلہ چک کے اراکین کا بیان ہے کہ مہر شمس الدین عراقی مذہب امامیہ کا پیرو تھا ملاحظہ اور اس عصر کے عاقل سلاطین اس کے متفقہ ہوئے اور ملک میں خطبہ اثنا عشری جاری ہوا لیکن کتاب انوٹ شمس الدین مذہب کی تالیف نہیں ہے بلکہ اس کا مولف ایک گراہ محمد ہے واللہ اعلم بالصواب سلطان شمس الدین چونکہ مولف فرشتہ نے اس کتاب کی تالیف نہیں کی حکومت یہ الزام رکھا ہے کہ غیر مسلم فرمانرواؤں کے نام جو بہ کثرت ہیں ہندو فرمانرواؤں کے تذکرے سے کنارہ کشی

اختیار کر کے اور نیز ان کے عہد کے واقعات کو نظر انداز کرے لہذا اپنے مقررہ اصول کے مطابق کشمیر کے اس شخص کا دعویٰ تھا کہ سلاطین اسلام کے حالات بیان کرتا ہے۔ قبیل زمانہ گزرا کہ اہل کشمیر نے اسلام قبول کیا ہے قدیم حکمران اسی ملک کے ہندو اور برہما کے پوجنے والے تھے۔ سید دیونا می راجہ کے عہد حکومت یعنی ۱۸۱۷ء ہجری میں شاہ میرزا نام

ایک فقروں کے لباس میں وار و کشمیر ہوا یہ شخص راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا تھا کہ وہ ارجن کی نسل سے ہے اور اپنا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا تھا شاہ میرزا بن مہر بن آل بن گر شاہ بن نکود اور نکود کے بابت یہ کہتا تھا کہ یہ شخص ارجن کے نسل سے ہے جو مشہور پانڈو ہے ناظر بن کو معلوم ہے کہ پانڈو کا حال مہا بھارت میں جو اکبر بادشاہ کے عہد میں فارسی زبان میں منظوم ہو کر ارم نامہ کے نام سے مشہور ہے مفصل مرقوم ہے۔ شاہ میرزا نے مدت تک راجہ کی خدمت کی اور اس کے دل میں اپنی جگہ کبریٰ۔ راجہ سیہ دیو نے وفات پائی اور اس کا فرزند راجہ ارجن باب کا جانشین ہوا۔ ارجن نے شاہ میرزا کو اپنا وزیر بنایا اور مہمات سلطنت کو اس کے قبضہ اقتدار میں دیکر اپنے فرزند چندر گئی اتالیقی بھی اسی کے سپرد کی۔ راجہ ارجن فوت ہوا اور راجہ مرحوم کے ایک عزیز اودن نام نے قندھار سے کشمیر پر حملہ کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ راجہ اودن نے بھی شاہ میرزا کو اپنا وکیل مقرر کیا اور شاہ میرزا کے دو فرزندوں کو جو جمشید اور علی شیر کے نام سے موسوم تھے بھروسہ کے قابل سمجھ کر ان کو صاحب اقتدار بنایا۔ شاہ میرزا کے دو بیٹے اور تھے جو سرات مک اور ہندال کے نام سے مشہور تھے۔ شاہ میرزا کی تمام اولاد صاحب دعویٰ تھی اور چاروں بھائیوں کا استقلال اور اقتدار حد سے گذر گیا۔ راجہ اودن نے ان کو اپنے گھر میں داخلہ کی مخالفت کی۔ شاہ میرزا اور اس کے فرزندوں نے کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر کے راجہ کے اکثر ملازمین کو اپنا بھی خواہ بنالیا۔ شاہ میرزا کا غلبہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور راجہ کی حالت اسی اعتبار سے بد سے بدتر ہو رہی تھی اسی دوران میں راجہ اودن نے شکستہ ہجری میں وفات پائی۔ راجہ کی زوجہ مسماۃ کو لادبوی نے راجہ کی تدفین مقام ہوئی اور ارادہ کیا کہ شاہ میرزا کو تباہ کر کے استقلال کے ساتھ حکمرانی کرے۔ رانی نے شاہ میرزا کو پیغام دیا کہ چند رویوں راجہ ارجن کے تم ایک مدت تک

اتامتی رہے ہو تم پر لازم ہے کہ اسے زادہ کو حکمران بنا کر تم مہات ملت کو انجام دو شاہ میرزا نے رانی کا حکم نہ مانا اور نا عاقبت اندیش رانی نے شاہ میرزا پر لشکر کشی کی اور شکست کھا کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئی۔ رانی مجبوراً شاہ میرزا کی زوجہ بنکر مسلمان ہوئی۔ ایک شانہ روز شاہ میرزا نے رانی کو اپنے گھوڑے پر رکھا اور اس کے بعد اس پر نصب ہوا۔ گو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ شاہ میرزا نے اب اپنی حکومت کا اعلان کیا اور اپنے کو سلطان شمس الدین کا خطاب اختیار کر کے خطبہ و سکہ ملک میں جاری کیا۔ شمس الدین نے کشمیر میں مذہب خفی کو جاری کیا اور تمام ملک کو جو دیوچو میر بخشی کے مظالم اور جبری وجہ سے تباہ اور ویران ہو گیا تھا اسے آباد و معمور کیا۔ دیوچو میر بخشی ایک زمانہ میں قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہوا اور تمام ملک کو زیر و زبر کر دیا راجہ سب دیو نے رعایا سے مال کثیر لیا اور رقم جمع کر کے دیوچو کو نذرانہ پیش کیا لیکن اس کا رد وائی کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ راجہ رعایا کو اسی طرح پنجہ عقوبت میں گرفتار چھوڑ کر خود ایک گوشہ میں نہاں ہو گیا دیوچو نے ملک اور اہل ملک پر ظلم و حرکی انتہا کر دی لیکن آخر کار سہو کی شدت سے کشمیر میں زیادہ قیام نہ کر سکا اور قندھار واپس آیا۔

شاہ شمس الدین کی شجاعت اور نیک نامی تمام اطراف و نواح میں مشہور ہوئی اور وہ کشمیر کا مستقل فرمانروا ہو گیا۔ بادشاہ نے گروہ ہوں کے اکثر افراد کو جو اس کی مخالفت کرتے تھے گرفتار کر کے سخت سزائیں دیں۔ شمس الدین نے اہل کشمیر میں سے دو قبیلوں کو یعنی چک اور مکری کو صاحب اقتدار بنایا اور یہ حکم دیا کہ اصرائے ملک اور اہل قوم زیادہ تر انھیں دو قبیلوں میں سے منتخب کئے جائیں۔ شمس الدین شاہ بوڑھا اور کمزور ہوا اور اپنے دونوں فرزندوں جمشید اور علی شیر کو اپنا جانشین بنا کر خود گوشہ عاقبت میں محکمہ عبادت الہی میں مشغول ہوا اور چند ہی دنوں کے بعد وفات پائی شمس الدین نے تین سال حکومت کی۔

جمشید شاہ بن شمس الدین شمس الدین کے بعد اس کے فرزند اکبر جمشید شاہ نے میان ملک کے مشورے سے تخت حکومت پر قدم رکھا جمشید کے برادر خود علی شیر نے جو باپ کی زندگی میں بھائی کا شریک کار تھا اور رعایا اور فوج کو

بچہ عزیز تھا بغاوت کی جو اسیر اور افسران فوج علی شیر کے شیدائی تھے وہ اسے مدنی پور لے گئے اور وہاں اسے بادشاہ بنایا جمشید شاہ نے علی شیر پر لشکر کشی کی اور بیلے نرمی اور ملائمت سے صلح کی گفتگو کی لیکن علی شیر نے انکار کیا اور دھاوا کر کے جمشید شاہ کے لشکر پر شیخون مارا اور اسے شکست دی۔ سلطان جمشید نے مدنی پور کو خالی دیکھ کر اس نواح کا رخ کیا۔ علی شیر کے سپاہی جو شہر کی حفاظت پر مامور تھے مقابلہ میں آئے جس میں سے اکثر قتل کئے گئے۔ علی شیر کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور وہ مدنی پور روانہ ہوا علی شیر نواح تہمیں پہنچا اور جمشید شاہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو کر گرجا کے جانب فراری ہوا۔ سراج نام جمشید کے وزیر نے جو سری نگر کا محافظ تھا علی شیر کو طلب کر کے تنخواہ اس کے حوالہ کر دی جمشید شاہ اس واقعے کے بعد سلطنت سے کنارہ کش ہوا اور چند روز کے بعد اس نے وفات پائی جمشید شاہ نے ایک سال دو ماہ حکومت کی۔

علاء الدین بن جمشید کے بعد اس کے برادر خود علی شیر نے سلطان شمس الدین کے خطاب سے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی علاء الدین نے اپنے بھائی شیر شاہ کو وکیل

سلطنت مقرر کیا علاء الدین کے ابتدائی عہد ملک میں فساد الحالی رہی لیکن آخر میں ایک عظیم الشان قحط پڑا جس میں خلق کثیر تلف ہوئی۔ جو گردہ کہ بادشاہ کا مخالفت انکار کشتوار کا شاعر۔ برگز (جلا وطن ہو گیا تھا بادشاہ نے حسن سیاست سے اس جماعت کو دوبارہ کشمیر میں طلب کر کے سب کو نظر بند کر دیا اور ملک کا مستقل فرمانروا ہوا علاء الدین نے بخشی پور کے قریب ایک شہر اپنے نام پر (ملا پور) آباد کیا۔ اس بادشاہ نے ایک جدید قانون یہ جاری کیا کہ زانی عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہو سکتی اس قانون کی بنیاد پر بہت سی عورتوں نے اس گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے

عصمت کے ساتھ زندگی بسر کی علاء الدین نے بارہ سال آٹھ ماہ تیرہ روز حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

شہاب الدین بن علاء الدین کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی بیلیک سلطان شمس الدین نے شہاب الدین کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ یہ بادشاہ بڑا شجاع اور حوصلہ مند تھا شہاب الدین اخلاق پسندیدہ کا مجموعہ تھا جس روز کوئی نئی خبر آئے نہیں ملتی تھی اسی دن کو اپنے ایام زندگی میں شمار نہیں کرتا تھا اور اس کے چہرہ سے کدورت کے آثار ظاہر ہوتے تھے شہاب الدین نے مقبوضہ ممالک کو ان کے قدیم حاکموں کے سپرد کر دیا تھا۔ اس بادشاہ نے پنجاب پر لشکر کشی کی اور دریائے سندھ کے کنارے جیمہ زن ہوا حاکم سندھ نے شہاب الدین کا مقابلہ کیا لیکن اس شکست کھائی۔ شہاب الدین کی سطوت کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے ہمیشہ اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔ بادشاہ نے لشکر سے گزرے پشاور پر حملہ کیا اور ایک گروہ کشمیر کو تہ تیغ کر کے ہندو کش پہنچا شہاب الدین سفر کے نسل سے خستہ اور ماندہ ہو کر واپس ہوا اور دریائے ستلج کے کنارے اپنے ڈیرے ڈالے۔ راجہ بنگ کوٹ جو دہلی کے بعض پرگنوں کو تاراج کر کے بیشمار مال غنیمت لئے ہوئے آ رہا تھا راستہ میں بادشاہ سے ملا اور کل نقد و دولت بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے اطاعت و کرب میں داخل ہو گیا۔ بہت کچھ کا حاکم بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس سے التجا کی کہ شہاب الدین کا لشکر اس کے ملک کو بامال نہ کرے۔ سلطان شہاب الدین نے ملک کے اطراف کو تاراج کر کے اپنے وطن کی راہ لی۔ شہاب الدین نے سری نگر میں قیام کر کے اپنے برادر ہندال کو ولیعہد مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں فرزندوں یعنی حسن خاں اور علی خاں کو اپنی دوسری زوجہ کے اغوا سے جوان شامزادوں کی ماں سے آزدہ و سخی دہلی کی طرف خارج البلد کر دیا۔ پچھمی نگر اور غناب پور اس بادشاہ کی یاد گار ہیں۔ شہاب الدین اپنے آخر عہد میں اپنے فرزند حسن خاں

اخراج پر شرمندہ ہوا اور ان کو دہلی سے طلب کیا لیکن حسن خاں خیمہ پہنچا تھا کہ شہاب الدین نے طبل جو کہ وفات پائی شہاب الدین نے میں سال حکومت کی قطب الدین بن سلطان شہاب الدین نے دنیا کو خیر باد کیا اور اس کے شمس الدین عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ قطب الدین بھی

اخلاق حمیدہ کا مجموعہ تھا اور اپنے احکام کو نافذ کرنے میں اس کو بڑا اصرار تھا۔ قطب الدین نے اپنے اخیر عہد میں ایک سردار کو قلعہ موہن کوٹ کے سر کرنے کے لئے جو سلطان شہاب الدین کے بعض امیروں کے قبضہ میں تھا روانہ کیا۔ فریقین میں خونریز معرکہ لڑائیاں ہوئیں اور حریف میدان جنگ میں کام آیا۔ سلطان قطب الدین نے خطوط روانہ کر کے اپنے برادر زادہ حسن خاں کو دہلی سے طلب کیا۔ حسن خاں نے چچا کے حکم کی تعمیل کی اور سرحد کشمیر میں داخل ہوا۔ حاسدین حتیٰ ایک جماعت نے بادشاہ کو ایسا بھڑکایا کہ وہ حسن خاں کی طلبی سے دل میں نادم ہوا اور ان عیاروں کی ترغیب سے حسن کے گرفتار کرنے پر آمادہ ہوا سلطان شہاب الدین کا ایک امیر مسیحی رائے دل اس واقعے سے مطلع ہوا اور اس نے حسن خاں کو اس کی اطلاع دی جس نے فراری ہو کر لوہر کوٹ میں پناہ لی۔ بادشاہ کے دشمن حسن خاں کے ورود سے قوی اور مضبوط ہو گئے بادشاہ نے رائے دل کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا رائے دل قید خانہ سے بھاگ کر حسن خاں کے پاس پہنچا اور اس نے فتنہ خواہیہ کو سیدار کرنے کا ارادہ کیا لیکن لوہر کوٹ کے زمینداروں نے حسن اور رائے دل دونوں کو گرفتار کر کے قطب الدین کی خدمت میں روانہ کر دیا بادشاہ نے رائے دل کو تہ تیغ اور حسن خاں کو پابہ زنجیر کیا۔

خدا نے اخیر عمر میں بادشاہ کو دو فرزند عطا فرمائے بادشاہ نے ایک کو شکار خاں اور دوسرے کو حبیب خاں کے نام سے موسوم کیا۔ قطب الدین پندرہ سال پانچ ماہ حکومت کرنے کے بعد سلاطین چوہی میں وفات پائی بادشاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا فرزند سکندر شاہ کے

خطاب سے فرمانے لگے ہوا۔

روایت ہے کہ سلطان قطب الدین کے عہد میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے نواح میں تشریف لائے۔ حضرت میر سید علی ایک خط بادشاہ کے نام ارسال کیا قطب الدین نے اس خط کا جواب بید تعظیم و تکریم کے ساتھ ادا کیا اور جناب میر سید کشمیر تشریف لانے کی استدعا کی۔ بید صاحب حوالی سری نگر میں پہنچے اور بادشاہ حضرت کا استقبال کر کے بڑی عزت اور تعظیم کے ساتھ ان کو شہر میں لایا۔ جناب میر کے ارشاد کا یہ عالم ہوا کہ تمام اہل کشمیر آپ کے عقیدت مند ہوئے۔

میرزا حیدر دو غلات کتاب رشیدی میں لکھتے ہیں کہ میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چالیس روز سری نگر میں قیام کر کے اپنے وطن مالوٹ کو واپس گئے۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ قیاس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو خاقانہ کہ جناب میر نے سری نگر میں تعمیر کرائی تھی وہ حضرت کے زمانہ قیام ہی میں تیار ہو گئی تھی اس لئے یہ ضرور ہے کہ جناب میر نے ایک زمانہ دراز تک سری نگر میں قیام فرمایا ورنہ ایسی عمارت کا چالیس روز میں مکمل ہو جانا ضرور قابل غور ہے۔

سلطان سکندر بہمنی قطب الدین کا اصل نام شکار خاں ہے جو اپنی ماں بن قطب الدین شاہ (سورت رانی برگز) سورہ بیگم کی رائے سے باپ کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا امیروں اور ارکان سلطنت نے اس کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ سکندر شاہ شوکت و عظمت اور کثرت لشکر میں تمام شاہان کشمیر پر فوقیت رکھتا تھا۔ سلطان سکندر کی والدہ اپنے فرزند کے ابتدائی عہد حکومت میں مہمات سلطنت میں دخل دیتی اور تمام امور کو بوجہ احسن انجام دیتی تھی اس بیگم کو معلوم ہوا کہ اس کا داماد شاہ محمد نام سکندر شاہ کا مخالف اور اس کا دشمن ہے۔ سورت رانی نے شاہ محمد اور اس کی زوجہ کو جو خود اس رانی کی بوختہ تھی

قتل کرایا۔ ادھر سکندر کے ایک نامی امیر رائے ماگری نے جو مہمات سلطنت کا مختار کامل تھا بادشاہ کے بھائی ہمیت خاں کو زہر کے ذریعے ہلاک کیا۔ سکندر شاہ کو رائے ماگری کی اس حرکت سے نفرت پیدا ہوئی اور اس کی بیخ کنی کی تدبیریں سوچنے لگا رائے ماگری کا استقلال درجہ کمال کو پہنچ چکا تھا اور بادشاہ اسے تباہ نہ کر سکتا تھا۔ رائے مذکور کو بادشاہ کے منفرد حال معلوم ہوا اور اس نے اپنے کو بادشاہ کی آتش غضب سے محفوظ رکھنے کے لئے سکندر شاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو فدوی تبت کو چک پر جو کشمیر کے جواریں واقع ہے حملہ کر کے اس ملک پر قبضہ کرے۔ بادشاہ نے اس امید پر کہ شاید معرکہ کارزار میں میرا مقصود حاصل ہو اور رائے مذکور جنگ میں کام آئے اس کی درخواست قبول کی۔ رائے ماگری نے تبت پر لشکر کشی کر کے رفتہ رفتہ تمام ملک پر قبضہ کر لیا اور ایک بہت بڑی جمعیت اپنے گرد فراہم کر کے سکندر شاہ سے باغی ہو گیا۔ سکندر شاہ نے اپنی فوج جمع کر کے رائے ماگری پر حملہ کیا۔ سرحد ملک پر فوجیں میں جنگ ہوئی اور رائے ماگری نے ایک مدت کے بعد زہر کھا کر اپنی جان دی۔

سکندر شاہ نے ماگری کے فتنہ کو فرو کر کے لشکر کی ترتیب اور تربیت کی طرف توجہ کی اور تبت اور اس کے اطراف کا بچہ خوبی کے ساتھ انتظام کیا اسی زمانہ میں امیر تیمور صاحبقران گورگانی نے ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے قاصدوں کو مع دو وعدہ دکتوں کے سکندر شاہ کے پاس روانہ کیا سکندر نے صاحبقران کی اس عنایت پر بچہ فخر و مباہات کیا اور ایک عرضداشت امیر نامدار کی خدمت میں روانہ کر کے صاحبقران کی اطاعت کا اظہار کیا اور دریافت کیا کہ اسے کہاں اور کس مقام پر مانع کا حکم جوتا ہے۔ سکندر شاہ نے صاحبقران کے قاصدوں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ قاصد امیر تیمور کے حضور میں پہنچے اور انھوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا صاحبقران سے بیان کیا۔ امیر تیمور سکندر شاہ کے

انہار خلوص سے بید خوش ہوا اور سکندر شاہ کے لئے طلاؤں و زعلت اور
 اسب با ساز مرصع روانہ فرمایا اور اسے لکھا کہ جب سواری مبارک دہلی
 سے پنجاب کو روانہ ہو اسی وقت سکندر شاہ لازمت صاحبقران سے
 شرف یاب ہو یہ حکم سلطان سکندر کے پاس پہنچا اور بے شمار تحفے اور
 بیش قیمت ہدیے فراہم کر کے سفر کے لئے تیار ہوا۔ سکندر شاہ کو معلوم
 ہوا کہ امیر تیمور سواک کے راستہ سے پنجاب آ رہا ہے سکندر شاہ نے
 پیشکش ہمراہ لے کر صاحبقران کی ملازمت حاصل کرنے کا ارادہ کر کے
 کشمیر سے سفر کیا۔ اثنائے سفر میں سکندر شاہ کو خبر ملی کہ صاحبقرانی امر
 اور دیر کا قول یہ ہے کہ سکندر شاہ کا ارادہ ہے کہ کم از کم تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ
 طلائی اشرفیاں صاحبقران کے حضور میں پیش کرے۔ سکندر اس
 افواہ کو نکر بید پریشان ہوا اور دریا کی راہ سے واپس گیا سکندر شاہ
 نے ایک عریضہ صاحبقران کے حضور میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ
 امیر نامدار کے نذر کی لائق پیشکش فراہم نہیں ہو سکی اور اسی وجہ سے
 میں چند روز کے بعد شرف ملازمت حاصل کروں گا۔ امیر تیمور نے
 سکندر شاہ کا نامہ پڑھا اور اسے اپنے معین وزیر کی تقریر کا بھی علم ہوا۔
 صاحبقران نے قاصد پر بید نوازش فرمائی اور فرمایا کہ اس خیال سے
 ملازمت حاصل کرنے میں تاخیر کی ضرورت نہیں ہے سکندر شاہ کسی
 خدشے اور خطرے کے بغیر دربار میں حاضر ہو سکتا ہے۔ سکندر شاہ کے
 قاصد کشمیر پہنچے اور انھوں نے صاحبقران کا قول اپنے بادشاہ سے بیان
 کیا سکندر شاہ ارشاد صاحبقرانی نکر بید خوش ہوا اور سامان سفر درست
 کر کے کشمیر سے روانہ ہوا سکندر شاہ قصہ بارمولہ تک پہنچا تھا کہ اسے
 معلوم ہوا کہ صاحبقران نے دریا بے سندھ کو عبور کر کے سمرقند کا رخ
 کیا ہے سکندر شاہ نے اپنا ارادہ فسخ کیا اور قاصدوں کو بے شمار تحائف
 سمیت ساتھ صاحبقران کی خدمت میں روانہ کر کے خود کشمیر واپس آیا۔
 سکندر شاہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کے جو دو بھائی کے اخبار منکر

عراق و خراسان و ماورالنہر کے دانشمند اس کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی وجہ سے علم و فضل و اسلام کشمیر میں رائج ہوا اور شہر عراق و خراسا کا منور بن گیا۔ ان علما میں سب کے سرگروہ سید محمد نام ایک بزرگ نے جن کی خود سکندر شاہ بیحد تعظیم کرتا تھا اور ان کے احکام دین کی تعلیم حاصل کرتا تھا اسی اثنائیں سکندر شاہ نے سیت (شیو دیو بھت) کو جو قوم کا بہمن مگر نو مسلم تھا مطلق العنان وزیر بنادیا اور مہمات سلطنت میں سارا مدار کار اسی پر ہو گیا۔ شیو دیو نے اب ہندوؤں کی آزار دی اور ان کی تباہ کاری پر کمر بستہ باندھ ہی شیو دیو کو اپنے اس خیال میں استعد انہماک ہوا کہ اس نے بادشاہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور سکندر شاہ نے وزیر کی رائے سے حکم دیا کہ کشمیر کے تمام برہمن اور ہندو فضلا یا تو اسلام لائیں اور یا جلا وطنی اختیار کریں ہندوؤں کو حکم ہو گیا کہ مرد پیشانی پر تشقا نہ لگائیں اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ سستی نہ ہونے پائیں۔ شیو دیو نے چاندی اور سونے کے اصنام کو گلو کر دار الضرب میں انکے سکے دھلوائے۔ شیو دیو کی اس سختی اور بادشاہ کے احکام سے کشمیر کے ہندو جو تقریباً کل قوم تھے برہمن تھے بید پریشان ہوئے اور بعضوں نے تو تبدیل مذہب اور جلا وطنی دونوں کو بلائے جان سمجھ کر خودکشی کی اور بعضوں نے آوارہ وطنی اختیار کر لی اور بعض ایسے بھی تھے جو دل میں ہندو رہے لیکن زبان سے اسلام کا اقرار کرنے لگے۔

اس واقعے کے بعد سکندر شاہ نے بتجانوں کے انہدام پر کمر باندھی اور اکثر بتخانے تباہ کئے۔ ان تباہ شدہ عمارتوں میں ایک عالی شان بتخانہ تھا جو مہادیو کی طرف منسوب اور باغ بھارا دضلع پنجاب برکزی میں واقع تھا مگر چند اس بتکدے کی تہ کھودی گئی یہاں تک کہ پانی بھی برآمد ہو گیا لیکن اس کے سنگ بنیاد کا پتہ نہ چلا۔ جگہ بوکا بتخانہ بھی مسمار کیا گیا اس بتکدے کے انہدام کے وقت زمین سے آگ کے شیلے نکلے اور دھواں بھی نکلا سکندر شاہ اور اس کے اہل و بار نے

خود یہ تماشہ دیکھا مندوؤں نے تو اس واقعے کو اپنے معبودوں کی
گراہمت پر محمول کیا لیکن سکندر شاہ نے اسے ایک نوع کا طلسم سمجھ کر اس کے
انہدام سے ہاتھ نہ اٹھایا اور یہ عالی شان عمارت زمین کے برابر کر دی گئی۔
اسی طرح راجہ للتاد نے ظہور اسلام سے پیشتر ترس پور
میں ایک مستحکم بتخانہ تعمیر کرایا تھا راجہ نے بنجومیوں سے دریافت
کیا تھا کہ یہ عبادت خانہ کب تک اپنی اصل حالت پر قائم رہ سکا اہل نجوم
نے اپنے حساب سے یہ حکم لگایا تھا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہزار اسی
سال گزرنے کے بعد سکندر نام ایک بادشاہ اس عمارت کو منہدم کر کے
عطار دی مورت کو جو اس میں راقمی ہوئی ہے مہار کرے گا۔ راجہ کے
حکم کے موافق یہ احکام بنجومی ایک تابنے کی سختی پر کندہ کر لئے گئے اور
وہ لوح اس عمارت کی بنیاد کے نیچے دفن کر دی گئی۔ یہ عمارت سکندر
کے وقت میں منہدم کی گئی اور لوح مذکور برآمد ہوئی بادشاہ کو اس فرشتے
کے مضمون سے اطلاع ہوئی اور اس نے کہا کہ کاش یہ لوح اس بتخانے
کی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اس کے مضمون سے اطلاع حاصل کر کے
ان احکام کے مخالف عمل پیرا ہوتا۔

ان تنگدوؤں کے علاوہ سکندر شاہ نے دوسرے بتخانے بھی منہدم
کیے کہ بادشاہت شکن کے خطاب سے یاد کیا جانے لگا۔ سکندر شاہ
نے جو بہترین احکام جاری کئے مہملان کے ایک حکم یہ بھی تھا کہ مالک
محروسہ میں شراب کی خرید و فروخت قطعاً نہ ہو اور نیز یہ کہ اس کے قلمرو
میں ہندو اور مسلمان کسی شخص کے مال درآمد برآمد پر محصول نہ لیا جائے۔
بادشاہ کو آخر عمر میں تب محرقہ عارض ہوئی اور اس نے اپنے
تینوں فرزندوں میر خاں شاہی خاں اور محمد خاں کو ایک ہی وقت میں
اپنے پاس جمع کیا سکندر شاہ نے بیٹوں کو بہتین وصیتیں کیں اور ان کو
اپس میں اتحاد رکھنے کی تاکید کرتے اپنے فرزند اکبر میر خاں کو ملی شاہ
کے خطاب سے اپنا جانشین مقرر کیا سکندر شاہ نے بائیس سال نو ماہ

حکومت کر کے ۸۰۹ء ہجری میں وفات پائی۔
 علی شاہ بن سکندر شہلا علی شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد کشمیر کے
 بت فکن تخت حکومت پر جلوس کیا یہ فرمانروا اگرچہ خود سال
 تھا لیکن سلطان سکندر کی متانت اور اس کا خوف

ایسا مخلوق کے دلوں میں جاگزیں تھا کہ رعایا نے اس کی اطاعت قبول
 کی۔ علی شاہ نے اپنی حکومت کے ابتدائی عہد میں تمام مہات ملک شیو دیو
 وزیر کے سپرد کیئے۔ شیو دیو بھت نے اپنے چار سالہ عہد وزارت میں
 طرح طرح کے مظالم ہندوؤں پر کئے اور اپنی قوم کو جو مذہباً برہمن تھے
 اسلام نہ لانے کی صورت میں تلوار کے گھاٹے اتارا کھانچہ چھوڑے ہی
 دماۃ میں کشمیر میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہا یا تو یہ انجمن مسلمان ہوئے
 اور یا شہر بدر ہو گئے۔ شیو دیو بھت عارضہ دق میں مبتلا ہوا اور اسی شاہ
 میں دنیا سے گزر گیا۔ سلطان علی شاہ نے اپنے برادر خود شاہی خاں
 کو جو جن ریاست اور شجاعت میں یگانہ روزگار تھا مہات بادشاہی کا
 تختہ پر لے لیا۔ شاہی خاں نے سلطنت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی اور
 بھائی کو مگر حکومت سے آزاد کر دیا۔ علی شاہ نے تمام عالم کی ترویج و سیاحت
 کا ارادہ کر کے کشمیر سے باہر جانے کا ارادہ کیا اور شاہی خاں کو اپنا
 جانشین بنا کر اپنے سب سے چھوٹے بھائی محمد خاں کو شاہی خاں کی
 اطاعت اور فرمانبرداری کی تاکید کی اور خود اپنے خسر راجہ جموں سے
 رخصت ہونے کے لئے کشمیر سے روانہ ہوا۔ علی شاہ جموں پہنچا اور اس کے
 خسر اور راجہ راجوری نے علی شاہ کو تخت سلطنت چھوڑنے اور
 شاہی خاں کو اپنا ولی عہد بنانے پر ملامت کی علی شاہ خود بھی اپنے
 دل میں اس حرکت پر نادم اور شرمندہ ہوا۔ راجہ جموں اور راجہ راجوری
 کو معلوم تھا کہ اب بلا آمد علی شاہ دوبارہ حکومت پر فائز نہیں ہو سکتا
 ان ہر دو راجاؤں نے علی شاہ کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر
 کشمیر پر دھاوا کیا اور ملک پر علی شاہ کا دوبارہ قبضہ ہو گیا شاہی خاں

کشمیر سے یا لکوٹ آیا چونکہ اس زمانے میں جسرت کھکر صاحبقران امیر تہور کے قید خانے سے بھاگ کر سمرقند سے پنجاب پہنچ چکا تھا اور ان کا استغاثہ لال مجد کمال پہنچ چکا تھا شاہی خاں نے جسرت کے دامن میں پناہ لی۔ علی شاہ نے جبار فوج ہمراہ لے کر جسرت اور شاہی خاں پر حملہ کیا ان لوگوں کو علی شاہ کے دعوے اور اس کے لشکر کی نا اتفاقی اور ماندگی کا پورا علم تھا شاہی خاں اور جسرت نے اسی روز کو ہتھان کے درمیان معین آراستہ کیں۔ معرکہ کارزار گرم ہوا اور علی شاہ کو شکست ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ علی شاہ زندہ جسرت کے ہاتھ میں گرفتار ہوا لیکن دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علی شاہ معرکہ جنگ سے بھاگا اور شاہی خاں نے اس کا تعاقب کر کے سوات بھری میں اسے ولایت کشمیر کے باہر نکال دیا۔ اس واقعے کے بعد شاہی خاں کشمیر پہنچا اور چونکہ رعایا اس کے طرز حکومت سے بید خوش تھی ملک میں خوشی کے شادیانے بجے اور شاہی خاں نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔

زین العابدین بن شاہی خاں نے سلطان زین العابدین کے لقب سے سکندرشاہ بہت عرصہ کے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ایک جبار لشکر جسرت کے ہمراہ کیا تاکہ جسرت اس فوج کی مدد سے دہلی اور پنجاب پر قبضہ حاصل کرے جسرت بادشاہ دہلی کا تو کیا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن اس لشکر کی اعانت سے اس نے پنجاب کو زیر نگین کر لیا بادشاہ نے جہاں کشائی کا ارادہ کر کے ایک فوج بہت روانہ کی اور اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا۔ زین العابدین نے دریائے گشتا کے اکثر ساحلی ممالک پر قبضہ کر کے ان شہروں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ بادشاہ نے اپنے برادر خور و محمد خاں کو بشیر سلطنت مقرر کر کے تمام مہمات کا مختار بنایا اور خود مقدمات کے فیصلے میں اپنا وقت بسر کرنے لگا۔ زین العابدین نے ہر طبقہ کے افراد کو اپنے دربار میں داخل کیا اور چونکہ بادشاہ خود بھی صاحب علم و فضل تھا اس کی بارگاہ مسلمان اور ہند و فضلاء سے معمور رہتی تھی

زین العابدین علم موسیقی کا بھی ماہر تھا اور اکثر اوقات عمارتوں کی تعمیر اور
 زواعت کی ترقی کے اسباب مہیا کرنے اور نہروں کے جاری کرتے ہیں
 منہمک رہتا تھا زین العابدین نے ایک عام حکم یہ جاری کیا تھا کہ اس کے
 ملک میں جس شخص کا جو مال چوری جائے اس کا تاوان قریات اور قصبات
 کے رئیس ادا کریں اس حکم سے سرتے کا جرم اس کے دائرہ حکومت سے
 تقریباً ناپید ہو گیا۔ جو بڑی رسمیں شیود یو بھت نے ملک میں جاری کی
 تھیں بادشاہ نے ان کو بالکل مٹا دیا ترخ کا اندراج جیسا کہ زین العابدین
 کے عہد حکومت میں ہوا ایسا سابق میں کبھی نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے اپنے
 وضع کردہ آئین و قوانین کو تانبے کے الواح پر کندہ کرانے ہر شہر اور ہر
 قریہ میں نصب کروایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراسم ظلم قطعاً معدوم ہو گئے۔
 کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا الواح مسی کا عنوان یہ تھا کہ جو شخص ان قوانین
 پر عمل نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ بادشاہ نے ساری بھت طبیب
 پر جو اپنے فن میں کامل تھا سچد نوازش فرمائی اور اس کی التجا کے موافق
 برہمنوں کو جو سکندر شاہ کے عہد حکومت میں شیود یو کے مظالم کی وجہ سے
 جلا وطن ہو گئے تھے دور و دراز مقامات سے بلایا اور ان کی جاگیریں
 اور اموال انھیں عنایت کیا۔ ہندوؤں کے مندروں میں پوجا کے
 اوقات مقرر کئے جزیہ کا حکم منسوخ کر کے گاؤں کشی کی قطعاً ممانعت کر دی۔
 زین العابدین نے برہمنوں اور تمام ہندو فاضلوں کو دربار میں طلب کر کے
 ان سے عہد کیا کہ کبھی جھوٹ نہ بولیں گے اور جو کچھ ان کی مذہبی کتابوں
 میں مرقوم ہے اس کے خلاف عمل پیرا نہ ہوں گے۔ بادشاہ نے
 پیشانی پر نقشہ لگانا، سستی ہونا وغیرہ ہندوؤں کے وہ تمام مراسم جو سکندر شاہ
 کے عہد سے مردہ ہو گئے تھے از سر نو انھیں زندہ کیا اور شیکش جرمانہ و مصاوت
 وغیرہ کی رقوم جو شقدار رعایا سے وصول کرتے تھے بالکل بند کر دیا۔
 بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ سوداگر جو مالی دوسری ولایت سے لائیں انکو
 تھوڑے منافع پر فروخت کر ڈالیں اس اسباب کو اپنے گھروں میں پوشیدہ

نہ رکھیں اور نیز یہ کہ معاملات خرید و فروخت میں غبن اور بددیانتی نہ کریں بادشاہ نے تمام قیدیوں کو جو سلطان سکندر کے عہد میں نظر بند کئے گئے تھے ایک قلم آزاد کیا۔ بادشاہ کے آئین جہاں کشتائی کا ایک ضابطہ یہ تھا کہ جو ملک فتح کرتا تھا اس کا خزانہ اور اموال عنیت لشکر کو تقسیم کر دیتا تھا اور جو خراج کہ تنگناہ کے باشندوں سے وصول کیا جاتا تھا وہی ان مقبوضہ ممالک کی رعایا سے بھی لیا جاتا تھا۔ بادشاہ مسکٹوں اور شورہ پشتوں کو قرار واقعی مزد دیتا تھا اور ان کی نخت کو خاک میں ملا دیتا تھا۔

فقیروں اور ضعیفوں پر مہربانی فرماتا اور ان کو حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دیتا تھا ان کی اس طرح نچھڑاؤ نہ تھا کہ نہ تو امیر و صاحب زرہ ہو کر باغی ہو جائیں اور نہ افلاس کی وجہ سے گداگری کریں۔ زمین العابدین کی پارسائی کا یہ عالم تھا کہ نامحرم عورت کو شل پانی ماں اور بہن کے خیال کرتا تھا اور یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ نامحرم عورت پر نظر بد ڈالنے یا غیر کے مال میں خیانت کرنے کا خیال بھی اس کے دل میں آ سکے۔ بادشاہ چونکہ رعایا کے حال پر ہمہ گیر رہا تھا اس لئے مروجہ گناہ اور جہیز میں بھی اضافہ کیا جس شخص سے بادشاہ نضا ہوتا یہ ضرور نہ تھا کہ اسے سزا بھی دی جاتی لیکن جو الفاظ لعنت ایسے شخص کے لئے بادشاہ کی زبان سے نکلتے تھے بعینہ اس کا ظہور ہوتا تھا۔ جس شخص سے بادشاہ ناراض ہوتا تھا اس کو اپنے ملک سے خارج البلد کر دیتا تھا مقبوضہ کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ سلطانی عتاب میں گرفتار ہے۔ زمین العابدین کے عہد میں ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق اپنے مذہبی احکام بجالاتا تھا مذہبی تعصب کا اس کے عہد میں کوئی دخل نہ تھا۔ جو برہمن اور ہندو کہ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہوئے تھے زمین العابدین کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب کے پیرو ہوئے اور مسلمان علماء ان کے ارتداد کی سزا ان کو نہ دے سکتے تھے۔ سلطان زمین العابدین نے کوہ ماران کے قریب ایک نہر جاری کی اور ایک نیا شہر جو پانچ کوس کے گرد آباد کیا اسی طرح اور دیگر شہر بھی آباد کئے۔ شہر کاپور اور دوسرے

بلاد میں دور دراز مقامات سے پانی لا کر نہریں کھدوائیں اور ان پر پل باندھے بادشاہ نے زراعت کی طرف بہت زیادہ توجہ کی۔ جن شہروں کو خود بادشاہ آباد کرتا تھا اس میں علماء و فضلا اور غریبوں کو متوطن کرتا تھا تاکہ جو مسافر ان شہروں میں وارد ہوں یہ لوگ ان کے خور و نوش کا انتظام کر سکیں اہل احتیاج کو نقد و جنس میں جس چیز کی ضرورت ہو اسے ان کے لئے مہیا کریں۔ بادشاہ کی توجہ سے کشمیر میں کوئی جگہ اس کے علم کے مطابق بے آب زراعت نہ باقی رہی۔ زمین العابدین نے ارادہ کیا کہ حصہ ویرناک میں جو حقیقت ایک دریا کے مانند ہے لیکن اطراف و لواحق کے حکام نے اس کی حد بندی کر دی ہے ایک عمارت تیار کر کے بادشاہ نے اس عمارت کے دانشمندوں سے مشورہ کیا جس حد تال و غور کے بعد یہ طے پایا کہ چوبی مربعات لکڑی کے مربع خانے جو اندر سے خالی ہوں تیار کئے جائیں اور انھیں انیٹ چھبھر کر یہ مربعات غرق آب کئے جائیں جب یہ پانی کی سطح سے بلند ہو جائیں تو انھیں پر عمارت کی تعمیر شروع ہو۔ چنانچہ یہی طریقہ اختیار کیا گیا اور چھبھر پانی سے چند گز بلندی پر نمودار ہو گئے بادشاہ نے اس سطح سنگی عمارت تعمیر کی اور قصور و مساجد و باغات تیار کرائے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس طرح کی عمارت کا نظیر دنیا میں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ نے زرخیز مواصلات اس عمارت کے مصارف کے لئے وقف کئے۔ بادشاہ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس شوکت و شہرت اور عزت و شان کے کبھی اس کو اسباب سلطنت کے ساتھ شغف نہیں رہا اور نہ اس نے خزانہ کو کمزور کرنے پر توجہ کی۔

سلطان کے عہد حکومت میں علامہ محمد نام ایک بالکمال شاعر پیدا ہوا جس کا ذوق سلیم اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ ایک ہی نشست میں جس بحر و قافیہ میں اس سے فرمایش کی جاتی فی البدیہہ اشعار نظم کر دیتا تھا اور اسی حالت میں شکل مسائل کا جواب بھی ادا کرتا جاتا۔ بادشاہ اس بالکمال شاعر اور نیر و چکر علمائے اعلام کی بیحد تعظیم و تکریم کرتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ

یہ حضرت ہمارے مرشد و قبیلہ ہدایت ہیں انہیں کی بدولت ہم صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ زین العابدین ہندو جوگیوں کی بھی تعظیم و توقیر کرتا اور یہ کہتا ہے کہ یہ اس شخص خاص عنادت گزار صاحبِ محابہ ہیں ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔ بادشاہ کسی شخص کو وہ کی عیب جوئی نہ کرتا اور یہی خصلت اختیار کر نیلی دوسروں سے امید رکھتا۔ زین العابدین کی فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ ہر مشکل کو سنجیدہ ترین مسئلہ جس کے حل سے بڑے بڑے عقلا عاجز ہوجاتے تھے بادشاہ اپنی عقل و دانش سے فوراً اس کا فیصلہ کر دیتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت نے اپنی ایک کنیز پر خون ناحق کا الزام لگایا یہ عورت اس کنیز سے آزدہ تھی لیکن کسی طرح اس کو جانی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی مکار عورت نے ایک شب اپنے چھوٹے بچے کو قتل کیا اور صبح کو اس غریب کنیز کو قاتل ظاہر کیا۔ یہ عورت بادشاہ کے پاس وادخواہی کے لائی گئی۔ سلطان نے مقدمہ اپنے فاضل درباریوں کے سپرد کیا۔ یہ علما اس مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے اور بادشاہ نے مہتمم عورت کو خلوت میں طلب کیا اور اس سے کہا کہ اگر فی الواقع تو قاتل ہے تو مجھ سے صاف صاف بیان کر تاکہ میں تیرا قصور معاف کروں ورنہ درودِ بیانی کی سزا اور زیادہ بھگتنی ہوگی بلکہ ناہ عورت نے جواب دیا کہ بادشاہ جو حکم چاہیں صادر فرمائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس خون سے بالکل بے خبر ہوں بادشاہ نے فرمایا کہ اگر تو راست گفتر ہے تو رہنہ ہو کر اہل دربار کے سامنے سے گزرتی ہوئی اپنے مکان واپس جاتا کہ مخلوق کو تیری راستبازی کا یقین آئے۔ عورت نے مہ جھکا کر عرض کیا کہ میرا تہ تیغ ہونا اس بے شرمی اور بے حیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے قتل کی یہ ٹھہرت مجھ کو خون کے آنسو رلانے کیلئے کیا کم ہے جواب میں ایسے حیا سوز فعل کے انجام دینے پر آمادہ ہوں۔ بادشاہ نے اسے رہا کیا اور مجرمہ کو خود اپنے حضور میں طلب کر کے اس سوال کیا کہ بچے کا قاتل کون ہے مکار عورت نے جواب دیا کہ میں نے جس عورت کی نشانہ دہی کی ہے وہی میرے فرزند کی قاتل ہے اور اگر

میں اپنے قول میں کاذب ثابت ہوں تو اس کی سزا مجھے دی جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اہل دربار کے سامنے برہنہ ہو عورت نے فوراً جسم سے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے اس عورت کو اس فعل سے باز رکھ کر فرمایا کہ حقیقی گنہگار خود یہی ہے اپنی کنیز کو تباہ کرنے کے لئے خود اس نے اپنے فرزند کو قتل کیا اور اس غریب کو خون ناحق کا مجرم ظاہر کیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو تازیانے لگائے جائیں شاہی حکم کا امتثال کیا گیا اور عہدت لے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ سلطان نے اس مکار کو قاتل یقین کر کے اس کو سزا دی۔

اس بادشاہ کی عادت تھی کہ چوروں کو تہ تیغ نہ کرتا تھا بلکہ جب ایسے لوگ گرفتار ہو کر آتے بادشاہ انہیں پایہ زنجیر کے حکم دیتا کہ قہر عمارت میں پتھر اور مٹی ڈھونڈیں اور مزدوروں کا کام کریں۔ زین العابدین فطرتاً رحیم و مہربان تھا اس نے حکم عام دیدیا تھا کہ جانوروں کا شکار نہ کیا جائے۔ بادشاہ ماہ مبارک رمضان شریف میں گوشت نہیں کھاتا تھا۔ سلطان کی جو دو سخا کی دورہ دور شہرت ہوئی اور سازندے اور گویندے جو علم موسیقی میں یگانہ روزگار تھے اطراف و نواح سے کشمیر وادہ ہوئے اس آفتن کے باکمال اس قدر کثرت سے جمع ہوئے کہ کشمیر ملک فرنگ کا نمونہ بن گیا۔ خواجہ عبدالقادر مشہور مصنف یعنی لادووی کا شاگرد خراسان سے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ایسا خوب عود بجا یا کہ بادشاہ بحد خوش ہوا اور اسے بہت زیادہ انعام دیا ملا جمیل نام ایک حافظ جو شعر خوانی اور حسن صوت میں عدم النظیر تھا بادشاہ کی مجلس میں خوب گاتا تھا اور بادشاہ پر اس کے گانے سے رقت طاری ہوتی تھی اور نہایت خوشی و خرمی سے وقت گزرتا تھا۔ سلطان زین العابدین اس قدر رقم کثیر ہر سال جمیل کو عطا کرتا کہ اندازے سے باہر ہے۔ ملا جمیل کے افسانے بھی سلطان کے دل جمیل کی طرح اب بھی کشمیر میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ اسی بادشاہ کے عہد میں رجب نام ایک آستانہ ایسا باکمال پیدا ہوا جس کا نظیر نہ زمانہ نے دیکھا

اور بنا تھا اس شخص نے آتش بازی میں ایسی ایسی ایجادیں کیں کہ لوگ اسے
دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کشمیر میں تفتنگ اسی نے رانج کی اور بادشاہ کے حضور
میں بہت سی دوائیں تیار کیں اور اہل شہر کو بھی اس فن کی تعلیم دی۔ شیخ جب
علاوہ فن آتش بازی کے دیگر تمام علوم میں بھی باکمال تھا سلطان کی بارگاہ اہل
نہدہ و ارباب طرب سے جمن و جمال اور خوش آوازی و قوالی میں لگاؤ
روزگار اور حسرت و سکنت رقص و سرود میں عظیم المثال تھے
معمور رہتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد میں رقص و سرود کی بہت
کثرت ہوئی اور بعض گویے تو ایسے باکمال تھے کہ ایک راگ کو بارہ سروں
میں ادا کرتے تھے۔ سلطان نے اکثر سازندوں کے۔ عہد و رباب
و طنبور کو مرصع یہ جواہر کرا دیا تھا۔ ایک شاعر مسمی سوم نے جو زبان کشمیر
میں اشعار موزوں کرتا اور علم ہندی میں یگانہ روزگار تھا زین حرب نام
ایک کتاب بادشاہ کے حالات میں تصنیف کی اسی طرح یودی بہت
نام ایک اور شخص باکمال نے جو شاعر نامیہ فردوسی کا حافظ تھا علم موسیقی
میں ایک تصنیف کی اور اسے بادشاہ کے نام معنون کر کے اس کے صلہ
میں انعام و اکرام حاصل کیا۔ بادشاہ خود فارسی ہندی و پنجابی وغیرہ زبانوں
کا بڑا ماہر تھا اور تمام زبانوں میں بے تکلف گفتگو کرتا تھا۔ ہشمار فارسی
کتابوں کا ہندی میں ترجمہ ہوا۔ کتاب راج ترنگنی جو شاہان کشمیر کی ایک
مہبوط تاریخ ہے اسی نے سرانند واسے عہد میں تصنیف ہوئی۔ ہندوؤں
کی مشہور کتاب مہا بھارت کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔ جلال الدین
اکبر بادشاہ کے عہد میں مہا بھارت کا دوبارہ اور تاریخ کشمیر کا بار اول شیخ
زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ سلطان زین العابدین کے ہم عصر فرمانرواں کی خوبیوں
کی شہرت منکر بادشاہ سے مشتاق ملاقات ہوئے اور اپنے ممالک سے
تحائف و ہدایا بادشاہ کے لئے روانہ کئے خصوصاً خاقان سعید ابو سعید شاہ
نے خراسان سے تیز رفتار گھوڑے تھیں تیز اور مضبوط اور جفاکش
مجاوران بار برداری بادشاہ کے لئے بطور تحفہ روانہ کئے۔ بادشاہ

ان تحائف سے بید خوش ہوا اور اس نے خود بھی اس کے جواب میں زمفران - قرطاش - مشک - عطر گلاب - سمرکہ - بیش قیمت شالیں - بلور کے پہلے اور دوسرے کشمیر کے عجیب و غریب تحفے خاقان مذکور تحفے لئے خراسان روانہ کئے۔ راجہ تبت سرور یعنی دنیا کے مشہور و خوش کے راجہ نے جس کا پانی کبھی تغیر قبول نہیں کرتا دو کیا ب جانور جو راجہ ہنس کے نام سے مشہور اور عجیب خوش قطع و خوب صورت تھے سلطان زین العابدین کے لئے بطور تحفہ روانہ کئے بادشاہ ان جانوروں کو دیکھ کر بچہ خوش ہوا۔ ان جانوروں کی خاصیت یہ تھی کہ دودھ کو پانی میں ملا کر ان کے سامنے رکھا جاتا تھا اور یہ راجہ ہنس اپنی منقار سے دودھ کے اجڑا کو پانی سے علیحدہ کر کے خالص پانی پی لیتے تھے۔ بادشاہ نے خود اس تماشے کو دیکھا اور اب اسے یقین ہوا کہ جو صفات ان جانوروں کے کبھی کاؤں سے سنے تھے اب آنکھوں سے بھی دیکھ لئے۔

سلطان زین العابدین نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اپنے ابتدائی عہد حکومت میں اپنے برادر محمد خاں کو وکیل سلطنت اور اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ محمد خاں نے بادشاہ کے سامنے ہی وفات پائی اور زین العابدین نے اس کے فرزند حیدر خاں کو محمد خاں کا جانشین کر کے مہات ملک اس کے سپرد کر دیا۔ زین العابدین نے مسعود اور شیر خاں دو شخصوں کو اپنا معتمد علیہ بنایا یہ بہر دو امیر بادشاہ کے کو کے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک دوسرے کا دشمن جاتی ہو گیا اور شیر و نے موقع پا کر اپنے بڑے بھائی مسعود کو قتل کیا بادشاہ نے مسعود کے قصاص میں شیر کو بھجواتے بیچ کیا۔

زین العابدین کے تین فرزند تھے آدم خاں جو فرزند اکبر تھا چہرہ باب کی نگاہ میں ذلیل و بھرا رہتا تھا۔ حاجی خاں فرزند دوم بادشاہ کا محبوب بیٹا تھا اور بڑا خاں پھر بخیر و بہت بڑی جاگیر کا مالک تھا۔ سلطان نے مادریا نام ایک شخص پہ نوازش فرما کر اس کو مدیا خاں کے

خطاب سے سرفراز فرمایا اور تمام کاروبار ملک اس کے تفویض کر دیے اور خود اطمینان کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ جس روز شیرو کو کہ نے دنیا سے رحلت کی بادشاہ نے ایک کروڑ اشتر فیاں اس کی روح کو ثواب رسائی کی غرض سے خیرات کیں۔

اسی اثناء میں بادشاہ سمعت علیل ہوا اور اس کی زندگی سے یاس ہو گئی ایک جوگی کشمیر میں وارد ہوا اور اس نے بھی بادشاہ کی شدید ناسازی مزاج کی خیر سنی جوگی اراکین سلطنت کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ بادشاہ کی صحت سے مایوس ہو گئے ہو لیکن میرے پاس ایک ایسا لٹکا ہے کہ میں بادشاہ کی بیماری کو اپنے جسم میں منتقل کئے لیتا ہوں جس سے بادشاہ کو صحت کلی حاصل ہو جائیگی۔ شاہی مصاحب اس جوگی کے وجود کو ایک نعمت سمجھے اور جوگی کو مع اس کے شاگرد کے سلطان کی بانیں پرے گئے۔ جوگی نے اپنے علم کے زور سے اپنی روح کو بادشاہ کے بدن میں منتقل کیا اور خود بادشاہ کی روح اپنے قالب میں لے آیا جوگی نے اپنے چیلے سے کہا کہ میرے جسم کو جوگیوں کے ممکن میں لے جا کر رطبت سے رکھ تاکہ جسم جانوران صحرائی کا لقمہ نہ بنے پائے میں بادشاہ کی روح کو تندرست کر کے اپنی اصلی حالت پر عود کر آؤں گا چیلے نے جوگی کے بدن کو جو شدت ضعف سے جنبش بھی نہ کر سکتا تھا حجرے سے باہر نکالا اور وزیر اسے کہا کہ میرے استاد نے تمہارے مالک کی بیماری سلب کر لی ہے میں اپنے گرو کا بدن علاج کے لئے لے جاتا ہوں تم لوگ اندھا کر اپنے مالک کو دیکھو۔ اراکین دولت حجرے کے اندر آئے اور انھوں نے بادشاہ کو صحیح و تندرست پایا۔ امیران سلطنت جوگی کے کارنامے پر حیران ہوئے اور بادشاہ کی صحت یابی کے شکریہ میں جشن منعقد کر کے بے شمار رقم نذر و خیرات میں صرف کی۔ بادشاہ اس واقعے کے بعد ایک مدت تک زندہ رہا۔ ارباب علم و دانش نقل روح کے منکر ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ روح کا ایک جسم کسے دوسرے قالب میں منتقل ہونا خلاف عقل و نقل ہے

خاکسار مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ چونکہ جوگیوں کا فرقہ اہل ریاضت کا فرقہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں ایک طرح کا صفائے باطن پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر خارق عادات افعال کا ان سے ظہور ہوتا ہے یہ امر ممکن ہے کہ اپنے زورِ یافن سے طلبِ امراض پر قادر ہوں اور روحانی انتقال کے سوا مرض کو علیل کے جسم سے اپنے جسدِ برحق نقل کرنے میں قدرت رکھتے ہوں۔ رشحات میں جو ملاحین کا شفی کی تصنیف اور مشائخ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال پر مشتمل ہے مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ محمد حسن پارسا رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کے ایک بزرگ سفر حجاز کی نیت سے روانہ ہو کر سبزووار میں وارد ہوئے۔ یہ بزرگ اس شہر میں مقیم ہوئے اور طالبانِ حق نے ان کے مقدس وجود کو ایک نعمت سمجھ کر ان سے فیضِ باطن حاصل کرنا شروع کیا۔ حضرت شیخ کو اس شہر کے ایک سید صاحب سے جو محاسن کا مجموعہ تھے سید محبت پیدا ہوئی چند روز کے بعد یہ صاحب جناب شیخ کی مجلس میں حاضری سے قاصر ہوئے اور حضرت شاہ صاحب نے ایک شخص سے ان کا حال دریافت کیا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ سید صاحب کے دانتوں میں درد ہے جس کی وجہ سے منہ پر درم اور شدید بخار ہے حضرت شیخ نے سید صاحب کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ یہ شخص جو ان صالح ہے چلو ہم اس کی عیادت کریں حضرت شیخ مریض کی بالیں پر پہنچے اور دیکھا کہ سید صاحب کے منہ پر درم ہے اور شدید بخار میں مبتلا پریشان حال بسترِ بخوری پر پڑے ترقیب رہے ہیں حضرت شیخ نے ان کا حال دریافت فرمایا اور چند ساعت سکوت فرما کر ان کے مرض کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑے عرصے بعد مراقبہ سے مبرا ٹھایا سید صاحب نے مرض سے شفا پائی اور درم حضرت سید کے منہ سے جناب شیخ کے روئے مبارک کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت شیخ دو ہفتے تک اس مرض میں مبتلا رہے اور سید کو شفا یاب ہو گئے۔

خاندانِ نقشبندیہ کے پیرانِ طریقت قدس اللہ انصارہم اسی طرح طلب

امراض فرماتے ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ جگہ اور سلطان زین العابدین کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہو گا واللہ اعلم بالصواب۔

بادشاہ کے زمانہ ناسلا گارے مزاج میں شاہزادے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ بادشاہ کا فرزند اکبر شاہزادہ آدم خاں اپنے باپ کے حکم کے مطابق کشمیر سے آیا اور سواروں پیادوں توپچیوں تیراندازوں کی ایک جمیعت کے ساتھ اس نے تبت پر حملہ کر کے ملک کو آسانی کے ساتھ فتح کر لیا اور بے شمار مال غنیمت اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان زین العابدین اپنے فرزند سے سجدہ خوش ہوا اور امیر بے انتہا مہربانی فرمائی بادشاہ نے حاجی خاں کو لوہر کوٹ کی ہم پر رو اند کیا اور آدم خاں کو حاجی خاں کے خدشے کی وجہ سے اپنے حضور میں رکھا۔ بعض فتنہ انگیز اشخاص نے حاجی خاں کو ترغیب دیگر اسے بلا اجازت شاہی لوہر کوٹ سے کشمیر کی طرف روانہ ہونے پر مجبور کیا۔ بادشاہ نے اول تو نصیحت آمیز پیغام دیا اور اسے کشمیر واپس آنے کی ممانعت کی لیکن جب اس کا کچھ اثر نہ ہوا تو بادشاہ ایک جہاز لشکر ہمراہ لے کر بلبل کے میدان میں صف آرا ہوا۔ حاجی خاں اپنی ناسمادت مندی سے شرمندہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ عفو تقصیر کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو لیکن اس کے اہل لشکر مانع آئے اور اپنی صفیں درست کر کے بادشاہ کے مقابلے میں سرگرم پیکار ہو گئے۔ نامی سردار جانیہن سے کام آئے۔ آدم خاں نے اس معرکہ کا رزار میں خوب خوب جوہر داغی دکھلائے اور صبح سے شام تک اپنی جگہ پر قائم رہا۔ حاجی خاں مقابلہ نہ کر سکا اور اس کی فوج اسے براہ فرار اختیار کر کے ہیر پور کی راہ لی آدم خاں نے اس ارادے سے تقاب کیا کہ جب تک حاجی خاں گرفتار نہ ہو جائے شمشیر زنی سے ہاتھ نہ روکے لیکن بادشاہ نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ حاجی خاں نے اپنے بقیہ سپاہی ہمراہ لے کر ہیر پور سے قصبہ بیرکار رخ کیا۔ بادشاہ اس فتح کے بعد کشمیر میں داخل ہوا اور دشمنوں کے سر سے ایک بلند منارہ تیار کیا بادشاہ نے حاجی خاں کے

لشکر کے قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ بادشاہ نے ولایت کا گھبراہٹ برگزم)۔ کے شامیوں کو آدم خاں کے ہمراہ روانہ کر کے اور
 شاہزادے سے حاجی خاں کے اغوا کرنے والوں کے تحقیق کر کے انکے
 اہل و عیال کو بچہ نقصان پہنچایا اور کثیر رقم ان سے حاصل کی اس وجہ
 سے اکثر سیاہی حاجی خاں سے جدا ہو کر آدم خاں کے گرد جمع ہو گئے۔
 بادشاہ نے اس واقعے کے بعد آدم خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ آدم خاں
 نے چھ برس بیحد جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کی اور اسکا ملک معمور رہا۔
 اسی اثناء میں کشمیر میں غلیظ اشان قحط پڑا کہ لوگ ایک نان جوین کے
 عوض جان شیریں فروخت کرنے لگے اور چاندی اور سونے کو چھوڑ کر
 غلہ واذوقہ کی چوری پر کمر ہمت باندھی غریب اور محتاج رعایا بچے بھل
 لکھا کر ضایع ہونے لگے بعضوں نے سڑے جانوروں پر قناعت کی لیکن
 وہ بھی انھیں میسر نہ آئے۔ اس واقعہ سے بادشاہ ہمیشہ لمول اور غمگین رہتا
 تھا اور غلہ کا ذخیرہ رعایا پر تقسیم کرتا تھا یہاں تک کہ خدانے رحم فرمایا
 اور لوگوں نے قحط کی بلا سے نجات پائی۔ بادشاہ نے بعض مقامات پر سے
 چوتھائی اور بعض شہروں سے ساتواں حصہ خراج کا وصول کیا۔ آدم خاں
 نے ولایت گجرات پر قابو پا کر طرح طرح کے مظالم شروع کئے جو مال
 جس شخص سے دستیاب ہوتا زبردستی اپنے قبضہ میں لانا گجرات سے بیشمار
 داؤد خواہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ جو حکم نافذ کرتا آدم خاں
 اس کی تعمیل نہ کرتا تھا۔ آدم خاں نے قطب الدین پور میں سکونت اختیار
 کی اور بادشاہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کیا۔ بادشاہ اس سے
 خوف زدہ ہوا اور حیلہ و بہانہ سے اسے مطمئن کر کے آدم خاں کو گھبراہٹ
 واپس کیا۔ سلطان زین العابدین نے آدم خاں سے محظوظ رہنے کے لئے
 حاجی خاں کے نام ایک تسلی آمیز فرمان روانہ کیا اور اسے جلد سے جلد
 اپنے حضور میں طلب کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں آدم خاں گجرات سے
 روانہ ہوا تھا حاجی خاں نے اس سے جنگ کی اور حریف کو شکست دیکر

اور شیو پور کو غارت کر کے خاک میں ملا دیا۔ بادشاہ نے یہ خبر سنی اور ایک جبار لشکر آدم خاں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ طرفین میں عظیم الشان اور خونخوار جنگ لہوئی آدم خاں کے نامی سردار جنگ میں کام آئے اور وہ شکست کھا کر بھاگا آدم خاں کے فرار کی حالت میں شیو پور کلپل جوا دریا بھت پر واقع ہے نوٹ کیا ادھر آدم خاں کے لشکر کے تین سو آدمی غرق آب ہوئے۔ بادشاہ نے شیو پور پہنچ کر وہاں کی رعایا کو تسلی دی اور اب بھت کے ایک کنارہ پر بادشاہ اور دوسرے کنارہ پر آدم خاں خیمہ زن ہوا۔ اسی زمانہ میں حاجی خاں پیچہ نام ایک موضع کے راستہ سے بارمولہ کے نزدیک پہنچا اور بادشاہ نے لپٹے چھوٹے فرزند مسی بہرام خاں کو حاجی خاں کے استیصال کے لئے روانہ کیا ان ہر دو بادار نے ایک دوسرے سے بہت زیادہ خصومت کا اظہار کیا۔ آدم خاں حاجی خاں کے ورود سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا اور شاہنشاہ (شاہ آباد برگز) سے گزرتا ہوا دریا سے نیلاب کے ساحل تک گیا۔ بادشاہ حاجی خاں کے ہمراہ واپس ہوا اور حاجی خاں پر سید ہربانی فرما کر اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ حاجی خاں نے بھی بادشاہ کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہیں کی اور اپنے سابقہ قصور کی اس جدید خدمت گزاری سے خوب تلافی کر دی۔ حاجی خاں نے بادشاہ کے دل میں ایسی جگہ کر لی کہ سلطان نے اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ اس کی توقیر کی اور اپنی کمر کی مرصع تلوار عطا کی۔ بادشاہ نے حاجی خاں کے ہی خواہوں کو مناصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ چند روز کے بعد حاجی خاں اپنی شراب خواری اور باپ کی نصیحت نہ قبول کرنے کی وجہ سے سید بادشاہ سے جدا اور رنجیدہ ہو گیا اس زمانہ میں بادشاہ کو اسہال دہی شروع ہوئے اور ادھر اس کا مزاج حاجی خاں سے بھی برگشتہ ہو گیا اور مہمات سلطنت میں اتاری پھیلی۔ اراکین و ریا نے بادشاہ سے پوشیدہ آدم خاں کو طلب کیا۔ آدم خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا لیکن اس کا اتنا اور نہ آنا دنوں برابر ثابت ہوا اور بادشاہ نے آدم خاں کی طرف

مطلق توجہ نہیں کی۔ آدم خاں نے بھائیوں سے صلح کیا۔ یہ سب روں اور اراکین دربار سے بھی عہد و پیمان کیا۔ یہی خواہاں سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ فیروز سلطنت بکسر رہا ہے شاہزادوں میں جس کسی کو بھی حضور اس لائق تصور فرمائیں عنان حکومت اس کے ہاتھ میں سپرد فرمائیں۔ سلطان نے اس معروضہ پر مطلق توجہ نہ کوئی اور معاملہ کو خدا کی مشیت کے حوالہ کیا۔ اتفاق سے تینوں شاہزادے ایک جگہ جمع ہوئے اور آدم خاں نے اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان ایسی غمازی کی کہ حاجی خاں اور بہرام خاں باہم دگر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور ان کے باہمی عہد و پیمان کا قلعہ اٹھ ہو گیا۔ آدم خاں بادشاہ سے اجازت لے کر قطب الدین پور روانہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں ضعف پیری کی وجہ سے مرنے اور زیادہ شدت اختیار کی اور بادشاہ نے غذا بالکل ترک کر دی۔ امیر اور ارکان دولت فتنہ و فساد کے خوف سے شاہزادوں کو بادشاہ کی عبادت کے لئے بھی اس کے قریب نہ آنے دیتے تھے اور کبھی کبھی رعایا کی تسلی کے لئے بادشاہ کو ایک بلند مقام پر بٹھا کر مخلوق کو بادشاہ کی صورت دکھا دیتے اور اظہار مسرت کے لئے شاہزادے بجا کر ملک کی اس طرح حفاظت کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ حاجی خاں اور بہرام نے اتفاق کر کے آدم خاں کے دفعیہ پر کمر بستہ باندھی اور روزانہ اس سے جنگ آزمائی کرتے رہے ان اخبار کو سنکر بادشاہ کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ چند ہی روز میں اس کے حواس معطل ہو گئے اور طبیعوں نے جواب دیا۔ بادشاہ پر ایک شانہ روز غشی طاری رہی اور آدم خاں ایک شب اپنے باپ کی عبادت کے لئے قطب الدین پور سے تنہا آیا۔ آدم خاں نے اپنے لشکر کو محافظت کے لئے شہر کے اطراف میں مقرر کیا اور وہ رات بادشاہ کے دیدار خانے میں بسر کی۔ جن خاں کچھی نے جو ایک نامی امیر تھا دیگر امراء و وزراء سے حاجی خاں کے لئے بیعت لے لی۔ دوسرے دن ان امراء نے جیلہ سے آدم خاں کو کشمیر کے باہر کیا اور حاجی خاں کو جیلہ سے جلد

طلب کر لیا۔ حاجی خاں دیوان خانہ میں آیا اور بادشاہ کے طویلیہ خاص پر قابض ہو گیا۔ حاجی خاں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر کے قلعے کے باہر قیام کیا اور ارادہ کیا کہ بادشاہ کی عیادت کو جائے لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے قعر شاہی کے اندر قدم نہ رکھ سکا۔ آدم خاں نے حاجی خاں کے غلبے کا حال سنا اور کشمیر کے حدود سے نکل کر ارادہ کیا کہ بارمولہ کی راہ سے ہندوستان کا رخ کرے اسی اثناء میں آدم خاں کے ملازمین اس سے بے دل ہو کر شاہزادہ مذکور سے جدا ہو گئے۔ زین لارک نامی حاجی خاں کے ایک معتبر امیر نے آدم خاں کا تعاقب کیا آدم خاں نے جنگ مردانہ کر کے زین لارک کے بھائی بندوں اور قریب ہزاروں کو قتل کیا اور برسرِ عد کے باہر نکل گیا۔ اسی زمانہ میں جن خاں بھی پنجہ سے کشمیر آیا اور اپنے باپ سے ملاقات کی حاجی خاں کی قدرت میں ہوا اضافہ ہوا اور اس کی جمعیت و استقلال مرتبہ کمال کو پہنچ گیا۔ سلطان زین العابدین نے باون برس حکمت کر کے اٹھتر سال کی عمر میں آخر شمسہ پھری میں دنیا سے رحلت کی۔

حاجی خاں المتطلب حاجی خاں نے اپنے باپ کی وفات کے عین روز بعد بہر شاہ حیدر حیدر شاہ کے لقب سے سکندر پور میں اپنے اسلاف کے آئین تاجپوشی کے موافق تخت سلطنت پر جلو س کیا۔

حاجی خاں کے برادر خمد بہرام خاں اور اس کے فرزند حسن خاں نے تاج سلطنت بادشاہ کے سر پر رکھا۔ حیدر شاہ نے گمراج کا ملک حسن خاں کو بطور جاگیر عطا کر کے اسے امیر الامرا اور اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ حیدر شاہ نے اپنے برادر خمد بہرام خاں کو بھی ولایت ناکام کا جاگیردار مقرر کیا۔ اطراف و نواح کے راجہ جو اس کی تخت نشینی کے جلسے میں مبارکباد اور مرحوم بادشاہ کی تعزیت میں کشمیر کے تھے حیدر شاہ نے ان سب کو خلعت و اسب عطا کر کے رخصت کیا۔ بادشاہ کی بے اعتدالی سے چند ہی روز میں امر اس سے ناراض ہو کر اپنی جاگیروں کو واپس گئے۔ حیدر شاہ ایسا ملک و دولت سے بے خبر ہوا کہ اس کے وزیر نے رعایا پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیے۔

بادشاہ نے بولی نام ایک حجام کو اپنا مقرب بنایا اور ایسا اس کے قبضہ میں آگیا کہ اس حجام کے اشاروں پر چلنے لگا بولی حجام جس شخص سے خود ناخوش ہوتا بادشاہ کا مزاج بھی اس سے منحرف کر دیتا تھا اس حجام نے رشوت ستانی کا بازار گرم کیا اور حسن خاں چھی جیسے امیر کو جس نے حیدر شاہ کی تخت نشینی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا بادشاہ کے حکم سے قتل کر دیا۔ اسی دوران میں آدم خاں نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا آدم خاں جو پہنچا لیکن اس نے حسن خاں چھی کے قتل کی خبر سنی اصل ہمارا ارادہ نسخ کیا اور ملک و پورا جمہور کے ساتھ ملکر مغلوں سے جنگ آزادی میں مشغول ہوا۔ اتفاق سے ایک نیر آدم خاں کے منہ پر لگا جو اس کے دماغ کے پار ہو گیا اور آدم خاں نے اس زخم سے وفات پائی۔ حیدر شاہ اپنے براور بزرگ کی موت پر سید متاثر ہوا اور اس کی لاش میدان جنگ سے اٹھوائی اور اپنے باپ کے مقبرہ کے قریب بھائی کے جسم کو بھی پوند خاک کیا۔ حیدر شاہ شہر ہلام کی وجہ سے ہلکے امراض کا شکار ہوا امراء نے دربار نے پوشیدہ طور پر بہرام خاں کا ساتھ دیا اور اسی خیال میں تھے کہ بہرام خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم کریں کہ فتح خاں ولد آدم خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی یہ شاہزادہ بادشاہ کے حکم سے سر ہند گیا ہوا تھا۔ فتح خاں نے سر ہند کے قلعے سر کر کے بے شمار مال غنیمت ہمراہ لیا اور جلد سے جلد کشمیر آگیا فتح خاں بلا حکم شاہی تنہا گاہ واپس آیا تھا اہل غرض نے اس کی طرف سے بادشاہ کے خوب کان بھرے اور شہزادہ کی کوئی خدمت بھی شاہی دربار میں مقبول نہ ہوئی۔ ایک روز بادشاہ نے چکر وہ کے ایوان میں شراب نوشی کی اور اس کے بعد نیچے آنے کا قصد کیا بادشاہ کا پاؤں نشہ کی حالت میں پھسلا اور نیچے گر کر وفات پائی۔ حیدر شاہ نے ایک سال دو ماہ حکمرانی کی۔

حسن شاہ بن حسن شاہ اپنے باپ کی وفات کے ایک شانہ روز کے حیدر شاہ
 بعد احمد اسو کی کوشش سے تخت حکومت پر بیٹھا۔
 دوسرے دن شاہزادہ نے ان تمام اراکین سلطنت کو

جن سے اس کو کچھ خوف تھا نظر بند کر دیا۔ جن شاہ نے سکندر پور سے کوچ کر کے نوشہرہ کو اپنا تخت گاہ بنایا اور اپنے باپ دادا اور مہاراجا کا اندوختہ خزانہ اہل دربار کو تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے ملک احمد اسود (اچو برگز) کو ملک احمد کے خطاب سے مدارالمہام اور اس کے فرزند نوروز کو حاجب درمقرر کیا۔ بہرام خاں اپنے پسر کے ہمراہ کشمیر سے نکل کر ہندوستان روانہ ہوا بہرام خاں کے اہل لشکر جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا اس سے جدا ہو گئے۔ جن شاہ نے سلطان زین العابدین کے آئین چانداری کو جو حیدر شاہ کے زمانہ میں تصویب فرمایا منسوخ و مردہ ہو چکے تھے از سر نو رائج اور زندہ کر کے نظام سلطنت کو آئین و قوانین پر محول کیا۔ اسی زمانہ میں چند فتنہ پرداز اہل دربار بہرام خاں کے پاس گئے اور اسے جنگ آزمائی پر آمادہ کیا۔ بعض امیروں نے چند خطوط بھی اسی مضمون کے بہرام خاں کے نام روانہ کئے۔ بہرام خاں ولایت گدماہ سے واپس ہوا اور گدماہ میں پہنچ گیا۔ بادشاہ اس زمانہ میں دنیا پور بغرض تفریح گیا ہوا تھا۔ بہرام خاں کے ورود کی خبر سنکر بادشاہ اپنے چچا سے جنگ کرنے کی غرض سے شیوپور و لدو ہوا۔ بعض امرائے دربار نے بادشاہ کو رائے دی کہ سرہند کی طرف روانہ ہو لیکن ملک احمد نے بادشاہ کو جنگ کرنے کی صلاح دی بادشاہ نے ملک احمد کی رائے سے اتفاق کیا اور ملک تاج کو جوار لشکر کے ہمراہ بہرام خاں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ بہرام خاں کو اس بات کی امید تھی کہ شاہی لشکر اس سے آگے گا لیکن معاملہ برعکس ثابت ہوا موضع تولہ پور دلو پور برگز) میں خونریز جنگ ہوئی۔ اتفاق سے ایک تیر بہرام خاں کے منہ پر لگا اور وہ شکست کھا کر مرہٹہ پور (دین پور برگز) روانہ ہو گیا۔ شاہی لشکر نے بہرام کا تعاقب کیا۔ بہرام اور اس کا فرزند ہرو و پدر و پسر حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور اس کا اسباب تاراج ہوا۔ یہ ہرو و قیدی بہ حال پریشاں بادشاہ کے حضور میں لائے گئے بادشاہ نے دونوں مجرموں کو نظر بند کر دیا تھوڑے زمانہ کے بعد بہرام خاں کی آنکھوں میں سلاخی

پھیر دی گئی اور غریب شاہزادہ نے نابینا ہونے کے تیسرے ہی دن ہمیشہ
کئے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دین بدر جو سلطان زین العابدین کا وزیر
اور ملک احمد کا رقیب تھا بہرام خاں کے نابینا کرنے میں بہت زیادہ
کوشاں تھا بادشاہ نے زین بدر کو بھی اسی سلائی سے اندھا کر کے پایہ زنجیر کیا اور اس امیر
نے بھی تین سال کے بعد زندان میں وفات پائی۔ ملک احمد اسود کا اب
استقلال درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ حسین شاہ نے ملک باری بہت تاج بھت
برگز کو ایک جرار لشکر کے ساتھ راجہ جمو کی ہمدانی میں دہلی کی طرف روانہ
کیا۔ عجب دیو (اجیت دیو برگز) راجہ جمو حاضر ہوا اور باری بھت نے
راجہ جمو کے ہمراہ کوچ کیا۔ تاتار خاں بادشاہ دہلی کی جانب سے ولایت
پنجاب کا حاکم تھا اجیت دیو نے تاتار خاں سے معرکہ آرائی کر کے ملک کو تالاج
کیا اور شہر سیالکوٹ قطعاً تباہ و برباد کر دیا گیا۔

حسین شاہ کے محل میں سید حسین بن سید ناصر کی دختر کے بطن سے
دو فرزند پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے ایک فرزند سمس محمد کو ملک تاج بھت
کے سپرد کیا اور فرزند دوم شاہزادہ حسین کی تربیت ملک نوروز بن ملک احمد
کے سپرد کی۔ اسی دوران میں ملک تاج اور ملک احمد کے درمیان رنجش
پیدا ہوئی اور یہ ہردو امیر ایک دوسرے کی تباہی کے درپے ہوئے۔
دیگر امرا میں بھی اختلاف پیدا ہوا اور خانہ جنگی شروع ہوئی۔ ایک وقت
امیروں نے ہجوم کر کے دیوان خانہ میں آگ لگا دی بادشاہ نے ملک
احمد اور اس کے قریب داروں کو پایہ زنجیر کر کے ان کا مال و اسباب
تاخت و تاراج کیا ملک احمد نے زندان میں وفات پائی۔

حسین شاہ نے سید ناصر کو جو سلطان زین العابدین کے مقرب اور
معلم و باری تھے اور جن کو بادشاہ ہمیشہ اپنے سے بلند جگہ پر بٹھاتا تھا
خارج البلد کر دیا۔ چند روز کے بعد بادشاہ نے سید ناصر پر دوبارہ عنایت
فرمائی اور ان کو کشمیر طلب کیا سید ناصر پیر پتال پہنچے اور وہیں انھوں
وفات پائی۔ بادشاہ نے سید حسین بن سید ناصر کو جو حیات خاتون کے

والد تھے دہلی سے طلب کیا اور عنان حکومت ان کے ہاتھ میں دیدی
سید حسین نے بادشاہ کو امراء کشمیر کی طرف سے منحرف کر دیا اور اعیان
ملک کے ایک گروہ کثیر کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ملک تاج بھت کو مقید
کر دیا۔ کشمیر کے بقیہ امیر سید حسین کے خوف سے آوارہ وطن ہوئے ان
امرا میں جہانگیر ماکری نے قلعہ لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

ان واقعات کے چند روز بعد عیش پرست بادشاہ مرض اسہال میں
 مبتلا ہوا اور ضعف کی وجہ سے صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ نے وصیت
کی کہ میرے دونوں فرزند ابھی خود سال ہیں میرے بعد میرے دونوں
چچا زاد بھائیوں یعنی شاہزادہ یوسف بن بہرام خاں اور شاہزادہ فتح خاں
بن آدم خاں میں سے کسی ایک کو فرمانروا بنا کر میرے فرزند محمد خاں کو اس
حکمراں کا ولی عہد تسلیم کیا جائے یوسف خاں تختگا میں مقید اور فتح خاں ولایت
جسر و تھ میں مقیم تھا۔ سید حسین نے بظاہر اس بھت کو قبول کیا حسین شاہ نے
اسی مرض میں وفات پائی اس بادشاہ کی مدت فرمانروائی کا کچھ حال
معلوم نہ ہو سکا۔ محمد شاہ نے سید حسن کی کوشش سے سات برس کے
محمد شاہ بن حسن شاہ سن میں تخت حکومت پر جلس کیا تخت نشینی کے روز
کا بار اول بادشاہ تمام فخری طلائی اسباب اسلحہ اور نفیس و بیش قیمت چیزیں
بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں محمد شاہ نے کسی شے
پر توجہ نہ کی اور کمان کو اٹھایا حاضرین دربار نے بادشاہ

کے اس فعل سے اندازہ کیا کہ یہ آئندہ چلکر بزرگی و مردانگی سے حکمرانی
کرے گا اور اس کا مستقبل بحد شاندار ہو گا اس دور جدید میں سادات کا استقلال
کمال کو پہنچ گیا سیدوں کے اس غلبے سے امرا اور وزراء بادشاہ کے حضور میں
حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ اہل کشمیر اس غلبہ سے تنگ آ گئے اور انھوں نے
ایک شب راجہ جمو کے اتفاق سے جو تاتار خاں لودی کے خوف سے
اس زمانہ میں کشمیر میں پناہ گزین تھا سید حسن کو دیگر تیس سادات کے ہمراہ
جو باغ نوشہرہ میں مقیم تھے قتل کر ڈالا۔ اہل غدر نے دریائے بھت کو

عبور کر کے پل توڑ ڈالا اور دریا کے دوسرے ساحل پر بکجا ہوئے۔
 سید محمد ولد سید حسن جو بادشاہ کاماموں تھا ایک جمعیت اپنے ہمراہ لے کر
 بادشاہ کی محافظت کے لئے دیوان خانہ میں آیا۔ اس شب کو ایک ہنگام
 برپا ہوا اور ہر شخص اپنی خیر منانے لگا۔ عبد زینا نے ارادہ کیا کہ یوسف خاں
 بن بہرام خاں کو قید خانہ سے نجات دے لیکن سید علی خاں نام ایک امیر
 کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے زندان مصیبت میں یوسف خاں کو
 تہ تیغ کیا سید علی خاں نے تاج بھت کو بھی جو یوسف خاں کے قتل پر سید
 اظہار افسوس کر رہا تھا تہ تیغ کیا۔ یوسف خاں کی والدہ نے جو بیوگی کی
 حالت میں نان جیوں کے تین لقموں سے روزہ افطار کرتی تھی اپنے
 بد نصیب فرزند کے مردہ جسم کی تین روز حفاظت کی۔ یوسف پیوند خاک
 کیا گیا اور اس کی غریب ماں نے بیٹے کے مقبرے کے قریب ایک جھوہ
 تیار کیا اور تا دم مرگ فرزند کے قبر کی مجاور بنی رہی۔

مختصر یہ کہ سید علی خاں اور دیگر سادات مخالفین سے جنگ اڑا ہوا
 اور طرفین کے تیر و خدنگ نے مخلوق خدا کے خون کی ندیاں بہا دیں۔
 چور علانیہ شہر میں آکر مکانات کو تاراج کرنے لگے سادات نے شہر کے
 گرد و خندق کھوئی اور چوروں سے اس طرح اپنے کو محفوظ کیا۔ سیدوں نے
 اپنے دشمنوں کے مکانات کو جو شہر میں واقع تھے خاک میں ملا دیا اور
 اس قدر مغرور ہوئے کہ پوری طور پر حفاظت بھی نہ کرتے تھے۔

اسی دوران میں سادات کے حریفوں نے جہانگیر ماکری کو بوبر کوٹ سے
 طلب کیا سادات نے ہر چند جہانگیر ماکری کو پیغام صلح دیا لیکن وہ اس
 بات پر راضی نہ ہوا ایک روز داؤد بن جہانگیر نے پل کو عبور کر کے سادات
 سے جنگ کی۔ داؤد خاں اور اس کے اکثر ہمراہی قتل ہوئے سادات
 نے اس قتل پر شاد دیا نے بجائے اور مخالفین کے سروں سے ایک مینار
 تیار کیا۔ دوسرے روز سیدوں نے ارادہ کیا کہ پل کو عبور کر کے حریف
 کو ہلا مال کریں لیکن مخالفین نے قدم آگے بڑھائے اور پل کے درمیان

جنگ عظیم واقع ہوئی اس نبرد آزمائی میں پل ٹوٹ گیا اور طرفین سے میٹھا
اشخاص غریبی ہو گئے۔ اس واقعے کے بعد سادات نے تاتار خاں حاکم پنجاب
سے مدد طلب کی تاتار خاں نے ایک بہت بڑا لشکر ان کی امداد کے لئے بھجوا دیا۔
تاتار خاں کی فوج نواح شہر میں پہنچی اور دہنیش نامی راجہ نے ان سے جنگ
کر کے اکثر لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ دشمنوں نے یہ خبر سنی اور بیدار ہوئے۔
غرض کہ سادات اور اہل کشمیر میں دو ماہ جنگ قائم رہی لیکن آخر کار اہل کشمیر
تین چھوٹی جگہوں میں تقسیم ہو کر دریا کے پار اترے اور چاروں طرف سے پہاڑ کو
گھیر لیا۔ سادات ان کے مقابلہ میں فروکش ہوئے اور خوب خوب جوہر
مردانگی دکھائے مخالفوں کی جمعیت چونکہ ان کی دو گنی تھی سیدوں کے اکثر
نامی سردار قتل کئے گئے بقیہ میدان جنگ سے بھاگے اور شہر میں پناہ گزیں
ہوئے اہل کشمیر نے شہر میں آگ لگا دی آگ کے شعلہ حضرت امیر سید علی سہدانی رحمۃ اللہ علیہ
کی خانقاہ تک پہنچ کر بجھ گئے اور اس مقدس عمارت کو کچھ نقصان نہ پہنچا
یہ واقعہ ۱۷۷۷ء ہجری میں رونما ہوا اور اس جنگ کے مقتولوں کی تعداد
دس ہزار شمار کی گئی سید محمد بن حسین گدائی نام ایک شخص کے مکان میں پوشیدہ
ہوئے۔ سادات کے حریف دیوان خانے میں جمع ہو کر بادشاہ کے سلام کیلئے
حاضر ہوئے اہل شہر نے بادشاہ پر قابو حاصل کر کے سید علی خاں کو مع دیگر
سادات کے کشمیر سے خارج البلد کر دیا۔ پر سلام بھی بادشاہ سے رخصت
ہوا۔ اہل کشمیر میں ہر شخص امیری کا دعویٰ دار تھا چند ہی روز میں ان کے
درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور کار خاں شاہی بے رونق ہو گیا۔ فتح خاں بن
اوہم خاں تاتار خاں لودی کی وفات کے بعد جالندھر کے راجہ کوکھ موروی
پر قبضہ کرنے کے لئے راجپوری مقیم تھا۔ انقلاب پسند اشخاص گروہ کے گروہ
اس کے پاس پہنچنے لگے اور شاہزادہ سے وعدہ ہائے آئندہ کے علاوہ
انعام و اکرام بھی حاصل کرنے لگے۔ شاہزادہ فتح خاں کو اس سبب سے کہ
سب سے پہلے جانگیر ماکری اس کے پاس آئے گا لیکن جانگیر محسن
اس خوف سے کہ اس کے مخالفین شاہزادہ کے پاس پہنچ چکے ہیں فتح خاں کی

خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ جہانگیر نے محمد شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور میدان
 کرسوار میں خیمے نصب کرائے۔ فتح خاں بھی ہیرہ پور سے گزرتا ہوا
 اودن پور کے نواح میں پہنچا اور پانی کے چشمہ پر قصابض ہو کر
 محمد شاہ کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا۔ طرفین سے صفیں درست ہوئیں اور
 معرکہ کارزار گرم ہوا سب سے پہلے فتح خاں کو غلبہ ہوا اور قریب تھا کہ
 اس کا لشکر پریشان ہو جائے لیکن جہانگیر ماکری نے پائے کشتات مضبوط
 کیا اور فتح خاں کے پچاس نامی جوان تہ تیغ کئے۔ فتح خاں کو شکست ہوئی
 اور قریب تھا کہ شاہزادہ جہانگیر ماکری کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے کہ
 ایک دغا باز نے خبر دروغ مشہور کی کہ سلطان محمد شاہ دشمنوں کا مقید ہو گیا
 جہانگیر نے پریشان خاطر ہو کر فتح خاں کے تعاقب سے ہاتھ اٹھا یا سلطان
 اس فتح کے بعد کشمیر پہنچا اور ملک یار بھٹ کو فتح خاں کی جاگیر تاراج
 کرنے کے لئے روانہ کیا۔ فتح خاں کشمیر کے ایک موضع بہرام کلبہ میں مقیم
 ہوا اور ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کر کے کشمیر فتح کرنے میں مدد مانگ
 میں آیا۔ جہانگیر ماکری ایک انوہ کثیر ساتھ لے کر اس کے مقابلہ کے لئے
 آیا۔ ناکام کے ایک موضع کھواکہ کے میدان میں داخل ہوا۔ فتح خاں کا
 خدمتگار موقع پا کر شہر میں داخل ہوا اور اس نے سیفی اور انگری وغیرہ
 امیروں کو جو نظر بند تھے قید سے نجات دی جہانگیر ماکری سیفی اور رانگری
 کے رہا ہونے سے بچد رنجیدہ ہوا اور ارادہ کیا کہ فتح خاں سے صلح کرے
 جہانگیر ماکری نے راجہ راجوری کو جس کی امداد کے لئے فتح خاں آیا ہوا تھا
 پیغام دیا کہ راجہ فتح خاں کے لشکر میں اختلاف پیدا کرے جہانگیر ماکری
 اپنے ارادے میں کامیاب ہوا اور اس نے راجہ راجوری کے ساتھ
 اتفاق کر کے فتح خاں کو شکست دی اور ہیرہ پور تک اس کا تعاقب کیا فتح خاں
 جمو پہنچا اور اس ملک کو فتح کر کے بہت بڑی جمعیت بہم پہنچائی اور دوبارہ
 کشمیر تسخیر کرنے کے لئے دھاوا کیا جہانگیر ماکری نے خارج البلد سادات کو
 تسلی و دلاسا دیکر دوبارہ طلب کیا۔ بادشاہ اور فتح خاں کے درمیان

خونریز جنگ ہوئی۔ سیفی وانگری فتح خاں کی طرف سے مردانہ وار لڑے اور
 اور بادشاہ کی جانب سے سادات نے داد شجاعت دی جن میں سے ایک
 اگر وہ معرکہ کارزار میں کام آیا۔ جس قدر سید کہ اس معرکہ سے زندہ بچے
 بادشاہ اور جہانگیر دونوں شاہ و وزیر کے محل اعتماد ہو گئے فتح خاں کو اس
 مرتبہ بھی شکست ہوئی اور اس نے راہ فرار اختیار کی فتح خاں نے بارہوم
 لشکر جمع کیا اور کشمیر پر حملہ آور ہوا اس معرکہ میں فتح خاں نے اپنے نام
 کا شہرہ پایا اور محمد شاہ یکہ و تنہا میدان جنگ سے بھاگا جہانگیر کی
 زخمی ہو کر گوشہ گمنامی میں پنہاں ہوا اور سید محمد بن سید حسن فتح خاں کی
 بارگاہ میں حاضر ہو گئے چند روز کے بعد محمد شاہ کو زمینداروں نے
 گرفتار کر کے فتح خاں کے سپرد کیا۔ محمد شاہ نے دس سال سات ماہ حکومت
 کی تھی کہ خاک نشیں ہوا۔ فتح خاں نے محمد شاہ کو اپنے بھائیوں کے ہمراہ
 دیوان خانہ میں مقید کیا اور خورد نوش و نیز دیگر ضروریات زندگی کا بہترین
 انتظام کر دیا اور سیفی وانگری فتح خاں کے خاص مصاحب و مشیر ہوئے۔
 فتح شاہ بن آدم خاں کا فتح خاں بن آدم خاں نے کشمیر میں فتح شاہ کے خطاب
 بار اول بادشاہ سے تحت حکومت پر جلوس کیا۔ فتح شاہ نے سلطنت کے
 تمام اہم کام سیفی وانگری کے سپرد کئے۔ اسی زمانہ میں شاہ
 افہام انوار ابن سید محمد نور بخش کے ایک مرید مسمی میر غمیس
 عراق سے کشمیر وارد ہوئے اور یہاں آکر مرجع خلافت بن گئے انکے رشد کا بازار
 ایسا گرم ہوا کہ اٹاک و معاہدہ دیوہرہ وغیرہ کے تمام اوقاف کی تولیت
 انھیں کے مریدوں کے سپرد کر دی گئی۔ اس فرقہ کے صوفی غیر مسلموں
 کی عبادت گاہوں کو مسمار کرتے تھے اور کوئی ان سے باز پرس کرنے والا
 نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے
 کل افراد میر غمیس کے مرید ہو گئے ان مریدوں نے تصوف کے لباس میں
 میس کا مذہب جو دراصل شیعہ تھا اختیار کیا اور انھیں متصوفین کے
 اثر سے کشمیر کے اکثر باشندے صوفی پرست ہو کر شیعہ ہو گئے جو لوگ کہ

جاہل اور مہینہ شمس کے رموز سمجھنے سے قاصر تھے وہ مرشد کے دنیا سے رخصت کرتے ہی لمحہ ہو گئے۔ ملک کا یہ حال دیکھ کر امیروں میں باہمی نزاع ہوئی اور عین دیوان خانہ میں اراکین سلطنت نے ایک دوسرے پر تلوار چڑائی۔ ملک اچھے اور زینا نے جو فتح شاہ کے نامی امیر تھے محمد شاہ کو قید آزاد کیا اور بار مولد وارد ہوئے۔ ان امیروں نے محمد شاہ میں صلاحیت نہ پائی اور اپنے فضل پر نادم ہوئے اور ارادہ کیا کہ محمد شاہ کو دوبارہ گرفتار کر کے فتح شاہ کے سپرد کر دیں محمد شاہ کو ان امیروں کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی اور ایک رات کسی طرف فراری ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد فتح شاہ نے ملک کشمیر کو اپنے اور ملک اچھے اور زینا کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے ملک اچھے کو وزیر مطلق اور شکر زینا کو دیوان کل مقرر کیا ملک اچھے مقدمات کے فیصل کرنے میں بڑا مکتہ پس اور صاحب فہم تھا چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ شخص ایک باریک رشیم کی بیچ کے لئے جھگڑا کر رہے تھے اور ہر شخص اس بیچ کا دعویدار تھا۔ مقدمہ ملک اچھے کے روبرو پیش ہوا ملک اچھے نے دریافت کیا کہ بیچ کو سرائگشت پر لپیٹا ہے یا کسی کپڑے پر اصل مالک نے سگشت کا اور جھوٹے دعویدار نے کپڑے کا حوالہ دیا۔ ملک اچھے کے حکم سے بیچ کھولی گئی اور معلوم ہو گیا کہ بیچ سرائگشت پر لپیٹی تھی ہے۔ فتح شاہ نے مدت دراز تک حکومت کی ایک زمانہ کے بعد ابراہیم سپہ سالار کو مقرر کیا جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا تھا محمد شاہ سے ملاقات کی اور اس کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان کوہ سولہ کے فواح میں جنگ عظیم ہوئی اور فتح شاہ حریف سے مغلوب ہو کر ہیرہ پور کی راہ سے ہندوستان فراری ہوا کہتے ہیں کہ فتح شاہ نو سال حکومت کر کے کوچہ گرد ہوا۔ محمد شاہ کا بار دوم محمد شاہ نے بار دوم عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بادشاہ ہونا۔ ابراہیم ماکری کو اپنا وزیر مطلق بنایا۔ محمد شاہ نے سکندریہ کو جو سلطان شہاب الدین کی نسل سے تھا ولی عہد مقرر کیا۔

ابراہیم ماکری کے بیٹوں نے ملک اچھے کوچوان کی نگرانی میں مقید تھا
قتل کر دیا۔ فتح شاہ نے چند روز کے بعد جمعیت عظیم فراہم کر کے کشمیر پر
دھاوا کیا۔ محمد شاہ تاب مقابلہ نہ لاسکا اور نوامہ نور و حکومت کر کے
آوارہ وطن ہوا۔

فتح شاہ کا بار دوم فتح شاہ نے دوبارہ کشمیر کے تحت حکومت پر جلوس کیا۔
بادشاہ ہونا۔ جہانگیر بدری وزیر مطلق اور شکر زینا دیوان کل مقرر کئے گئے۔

فتح شاہ نے عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی بجز شاہ
شکست خورہ سکندر شاہ لودی بادشاہ دہلی کی خدمت میں حاضر ہو سکند شاہ
نے ایک بہت بڑا لشکر اس کی امداد کے لئے ساتھ کیا جہانگیر بدری فتح شاہ
سے کبیدہ ہو کر محمد شاہ سے مل گیا اور راجوری کے راستہ سے کشمیر پر
دھاوا کرایا۔ فتح شاہ نے جہانگیر ماکری کو افسر لشکر بنا کر محمد شاہ کے
مقابلہ میں روانہ کیا فتح شاہ کو شکست ہوئی اور جہانگیر ماکری مع اپنے
فرزند کے میدان جنگ میں کام آیا۔ علی شاہ بیگ وغیرہ نامی فتح شاہی
امیر محمد شاہ کے ہی خواہوں میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے ناپار تخت سلطنت کو
ترک کر کے ہندوستان کی راہ لی اور وہیں فوت ہوا فتح شاہ نے بار دوم
ایک سال ایک ماہ حکمرانی کی۔

محمد شاہ کا بار سوم روایت ہے کہ اس وقت جب محمد شاہ نے تخت حکومت پر
بادشاہ ہونا۔ قدم رکھا تو ملک میں شادیاں بچے اور فتح شاہ کا نامی

امیر شکر زینا قید کر دیا گیا۔ محمد شاہ نے ملک کا چپک
کو جو فراست اور عقلندی میں مشہور و معروف تھا وزارت کا عہدہ عنایت
کیا۔ ملک کا چپک بھی مقدمات کا فیصلہ کرنے میں مددگار رہتا تھا چنانچہ یہ
حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص کی زوجہ نے اس کی عدم موجودگی میں
بیہوشی کر کے دوسرا عقد کر لیا یہ شخص ظاہر ہوا اور شوہر اول و دوم کے
درمیان مناقشہ ہوا مقدمہ ملک اچھے کی رو برو پیش کیا گیا۔ فریقین میں سے
کوئی شخص بھی اپنے دعویٰ پر شہادت کامل نہ لاسکا اور فیصلہ بیکار ہو گیا۔

ملک کاچی نے عورت سے کہا کہ میرے نزدیک تو سچ کہتی ہے اور یہ شخص جو تیرے شوہر اول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے دروغ گو ہے اس کا اور تھوڑا پانی اس دوات میں ڈال تاکہ میں اسی یاہی سے تیرے حق میں مقدمہ کا فیصلہ تحریر کروں کہ کاذب مدعی کو تجھ سے کچھ سروکار باقی نہ رہے۔ عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے بہ قدر ضرورت پانی دوات میں ڈالا ملک اچھے نے اور تھوڑا پانی ڈالنے کا حکم دیا عورت نے دوبارہ استدعا طہیل پانی دوات میں ڈالاجس کی آمیزش سے زوتثنائی پھیل گئی نہ ہونے پائے اور اس مرتبہ پانی ڈالنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔ ملک اچھے نے حاضرین عدالت سے کہا کہ عورت کی اس احتیاط و دوراندیشی سے ثابت ہو گیا کہ یہ عورت شوہر اول کی زوجہ ہے۔ عورت نے خود بھی اس فیصلہ کی تصدیق کی اور اس طرح جھگڑا خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

محمد شاہ نے اپنے استقلال کے بعد سبغی وانگری وغیرہ امرائے فتح شاہی کو سزا دیا شکرتینا اپنی طبعی موت سے فوت ہوا۔ فتح شاہ کی وفات اس کی ملازم ۱۲۱۰ھ ہجری میں ہندوستان سے کشمیر لائے اور محمد شاہ خاں پر آیا اور فتح شاہ کو سلطان زین العابدین کے پہلو میں پیوند خاک کیا۔ ملک کاچی نے چک سے ابراہیم ماگری کو نظر بند کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کے فرزند ابدال ماگری نے سکندر خاں بن فتح شاہ کو باو شاہ تسلیم کر کے کشمیر میں اپنے حصہ لایا۔ ملک کاچی چک ۱۲۱۰ھ ہجری میں نور پور دالور پور پر گئے منگل برگٹہ پر گئے ماہیگل میں حریف سے معرکہ آرائی کرنے لگے لئے مہدان جنگ میں آیا۔ سکندر خاں اس سے مقابلہ نہ کر سکا اور ناکام کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ ملک کاچی نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چند روز فوجیں میں لڑائی کا بازار گرم رہا۔ اسی دوران میں محمد شاہ کے باغی امرا سکندر خاں کے پاس آمد و رفت کرنے لگے۔ ملک کاچی نے اپنے فرزند مسعود چک کو ان امیروں کی تمہینے کے لئے مقرر کیا۔ سکندر خاں بے نیل مرام قلعے ناکام سے فراری ہوا ملک کاچی چک قلعہ میں داخل ہوا اور قوم ماگری کے افراد

پریشان و مضطرب سکندر خاں کے نقش قدم پر روانہ ہوئے محمد شاہ خوش و خرم واپس آیا اور صاحب استقلال حکمراں ہوا۔ اسی اثنا میں بادشاہ کا مزاج دشمنوں کی بدگونی سے ملک کاچی سے منحرف ہو گیا۔ ملک کاچی بادشاہ سے متوہم ہو کر راجہ ری چلا گیا اور اس نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ سکندر خاں جو محمد شاہ سے شکست کھا کر فراری ہو گیا تھا فردوس مکانی ظہیر الدین باہر بادشاہ کے محل ملازمین کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور لوہ کوٹ پرتابض ہو گیا۔ ملک کاچی کا بھائی ملک باری سکندر خاں کے درود سے ہنگامہ ہوا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سکندر خاں گرفتار ہو کر محمد شاہ کے حضور میں بھیج دیا گیا۔ بادشاہ اس بھی خواہی کی وجہ سے ملک کاچی سے صاف ہو گیا اور اسے دوبارہ وزیر سلطنت مقرر کیا۔ محمد شاہ نے سکندر خاں کو نابینا کر کے اطمینان حاصل کیا فتح شاہ کے فتنہ دار و کیس میں ابراہیم بن محمد شاہ بھی اپنے باپ کے ساتھ سلطان ابراہیم لودی کی خدمت میں کوٹلی گیا تھا۔ ابراہیم لودی نے محمد شاہ کو تو ایک جرات لشکر کے ہمراہ کشمیر بڑھاوا کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اس کے فرزند ابراہیم بٹانی بارگاہ میں رکھ لیا تھا۔ ابراہیم لودی کی شکست کے بعد ابراہیم کشمیری اپنے وطن واپس آیا۔ ملک کاچی چک بادشاہ سے سکندر خاں کے نابینا کر دینے کی وجہ سے ناراض تھا۔ کاچی نے اولاً تو امراے شاہی کو طرح طرح کی تدبیروں سے نظر بند کیا اور اس کے بعد بادشاہ کو بھی مقید کر کے ابراہیم بن محمد شاہ کو فرمانروا تسلیم کیا۔ محمد شاہ نے اس مرتبہ گیارہ برس گیارہ روز حکومت کی۔ ابراہیم شاہ بن ابراہیم شاہ نے غنائ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور محمد شاہ۔ ملک کاچی چک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا۔ امدلی مارکی بن ابراہیم مارکی جو ملک کاچی چک سے تنگ آکر

ہندوستان چلا آیا تھا اس زمانے میں فردوس مکانی ظہیر الدین باہر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ دشمنوں سے پریشان ہو کر بادشاہ کی بارگاہ میں پناہ لینے آتا ہوں اگر بادشاہ

تھوڑی توجہ فرمائیں اور فدوی کو لشکر و سپاہ سے مدد دیں تو میں نہایت آسانی سے کشمیر کو فتح کر کے اس ملک کو بھی قلمرو سلطانی میں داخل کر لوں گا۔ فردوس مکانی نے ابدال ماکری کے حسن صورت و سیرت کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ سبحان اللہ جنگل میں بھی انسان رہتے ہیں یا برباد شاہ نے ابدال ماکری کو خلعت واسپ سے سرفراز فرما کر جہاں لشکر اس کے ہمراہ کیا اور شیخ علی بیگ و محمود خان کو اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ ابدال کو یہ معلوم تھا کہ اہل کشمیر مغلوں سے اظہار نفرت کریں گے اس نے مصلحتاً نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو کشمیر کا فرمانروا تسلیم کر کے قدم آگے بڑھایا۔ ابدال ماکری نواح کشمیر میں پہنچا اور ملک کا چچی چک نے ابراہیم شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور پرگنہ بانگل کے ایک موضع سلاح نام میں قیام پذیر ہوا۔ ابدال ماکری نے کاچی چک کے پاس پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھا اور اس کی امداد لے کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ بادشاہ غازی کے جاہ و حشمت کا یہ عالم ہے کہ اس نے ابراہیم لودی کے سے فرمانروا کو جو پانچ لاکھ سواروں کا بادشاہ تھا خاک و خون میں ملا دیا ہے۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اعلیٰ حضرت بادشاہ غازی کا غاشیہ اطاعت کا تذکرہ پر رکھو اور اگر بد نصیبی سے یہ امر تمہیں منظور نہیں ہے تو جلد میدان جنگ میں آؤ اس لئے کہ اب کاہلی و تاخیر کا موقع نہیں ہے۔ ملک کاچی چک سید ابراہیم خاں۔ شیر ملک اور ملک تازی کو تین فوجوں کا سردار بنا کر جنگ کے لئے میدان میں آیا۔ طرفین سے عظیم الشان لڑائی ہوئی اور نے شمار اشخاص تلواریں گھاٹ اتارے گئے۔ ابراہیم شاہ کے نانی امیر ذیل میں ملک تازی اور شیر ملک جن بن بنے ہر ایک نہایت بلند مرتبہ امیر تھا میدان جنگ میں کام آئے۔ ملک کاچی پریشان ہو کر شہر سے منصرف ہو گیا اور چونکہ شہر میں قیام نہ کر سکا اس لئے کہ ہستان کی طرف بھاگا۔ ابراہیم شاہ کی بابت کچھ پتا نہیں چلتا کہ اس مرتبہ خاک نشین ہو کر کدھر اور کہاں آکر وطن ہوا۔

نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کی حکومت نازک شاہ نے جد و پدر کے بعد کشمیر کے

تحت حکومت پر جلوس کیا۔ اہل کشمیر مغلوں سے بیدخود ہو رہے تھے نازک شاہ نے پریشان رعایا کو تسلی دی اور ملک کے باشندوں نے نازک شاہ کے جلوس سلطنت میں حد سے زیادہ اظہار شادمانی کیا اہل کشمیر نے شہر سے نکل کر نو شہر میں جو قدیم زمانہ سے شاہان کشمیر کا تختگاہ تھا قیام کیا۔ بادشاہ نے ابدال ماگری کو وزارت و وکالت کا عہدہ عطا کیا۔ ابدال ماگری جھلنگری تک ملک کاچی کا تعاقب کر کے واپس آیا بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ ملک کاچی اگر قنار کرنا مشکل ہے اس نے اس ملک کی تقسیم پر توجہ کی بالخصوص کے تین کرٹیکے بعد ملک چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ ابدال ماگری اور ایک حصہ شیخ میر علی کو عطا ہوا اور دو حصے فوج کے مصارف کے لئے مخصوص کئے گئے۔ نازک شاہ نے بابر بادشاہ کے ملازموں کو بے شمار تحائف و ہدیوں کے ساتھ ہندوستان جانے کی اجازت دی اور عتاب آمیز فرمان ملک کاچی چک کے نام روانہ کر کے محمد شاہ کو اس نے طلب کیا شیخ میر علی روانہ ہوا اور محمد شاہ کو قلعہ لوہر کوٹ سے آزاد کر کے معزول بادشاہ کے ہمراہ کشمیر واپس آیا ملک کاچی چک کو شہر میں آنے کی اجازت نہ ہوئی اور محمد شاہ نے چوٹی مرتبہ تحت پر جلوس کیا۔

محمد شاہ کا یار چہاک محمد شاہ نے تحت حکومت پر قدم رکھا اور نازک شاہ بادشاہ ہوتا۔ اُس کو جو اسی سال آٹھ ماہ حکومت کر چکا تھا اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اسی سال فردوس مکانی بابر بادشاہ نے رحلت فرمائی

اور جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے تحت حکومت پر جلوس کیا۔ محمد شاہ نے ایک سال حکومت کی اور ملک کاچی چک جو کوہستان میں پناہ گزیں ہوا تھا ایک جمعیت کشمیر کے ساتھ کھرار دکن کا برگز، کے نواح میں مقیم ہوا ابدال ماگری نے اس کا مقابلہ کیا ملک کاچی فراری ہو کر ہمیر میں وارد ہوا۔ اس زمانے میں کامراں مردان ملک پنجاب کا حاکم تھا۔ شیخ علی بیگ و محمد خان منٹ نے جو ابدال ماگری کی اجازت کے بغیر واپس آئے تھے کامراں میرزا سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو کشمیر کے تمام حالات

اطلاع ہے اگر آپ تھوڑی تو جرح فرمائیں تو اس ملک کا فتح کرنا بجا آسان ہے کامران میرزا نے محرم بیگ کو سردار لشکر بنا کر ان امیروں کے ہمراہ جو کشمیر سے واپس آئے تھے اس مہم پر روانہ کیا۔ مغلوں کا لشکر کشمیر پہنچا اور اہل کشمیر خوف و ہراس کی وجہ سے اپنا تمام اسباب گھروں میں چھوڑ کر کوہستان کی طرف بھاگ گئے۔ بغل لشکر نے شہر کو تاراج کر کے آگ لگا دی بعض اہل کشمیر جو کوہستان سے مغلوں سے جنگ کرنے آئے تھے معرکہ کارزار میں کام آئے۔ ابدال ماکری کا پہلے یہ خیال تھا کہ ملک کاچی چک بغل لشکر کے ہمراہ آیا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ کاچی چک لشکر میں نہیں ہے تو اٹھارہ اتحاد و بیگانگی کر کے اس کو مع اس کے فرزندوں کے طلب کیا اور آپس میں عہد و پیمان کر کے اسے اپنا مددگار کر لیا۔ یہ اتحاد اہل کشمیر کی قوت کا باعث ہوا اور انھوں نے جنگ آزمائی پر کمر بستہ کر مغلوں کو لپکا کر دیا۔

۹۳۹ء پوری میں سلطان سعید شاہ بادشاہ کاشغر نے اپنے فرزند شاہزادہ سکندر رھاں کو میرزا حیدر ترگ اور بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ تبت و لار کے راستے سے کشمیر فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اہل کشمیر کاشغری لشکر کی قوت و شجاعت کا شہرہ لشکر بلا جنگ آزمائی کے شہر کو خالی کر کے کوہستان میں پناہ گزیں ہوئے۔ اہل کاشغر شہر میں داخل ہوئے اور انھوں نے شاہان سابق کی عالیشان عمارات کو زمین کے برابر کر کے شہر میں آگ لگا دی۔ اہل کاشغر شہر کے تمام دفتینوں اور خزانوں پر قابض ہوئے اور ہر اہل لشکر دولت مند ہو گیا۔ اہل کشمیر میں سے جو شخص کہ جہاں پنہاں ہوتا اس کو اسی جگہ قتل و اسیر کرتے مگر مذہب کا مل یہی ہنگامہ برپا رہا۔ ملک کاچی چک ملک ابدال ماکری اور دوسرے نامی سردار جگہ رہے جاکر پناہ گزیں ہوئے لیکن جب یہاں کا قیام بھی خلاف مصلحت سمجھے تو بارہ مولہ میں قیام پذیر ہوئے اور کبھی کبھی کوہستان میں چھپ کر اپنی جان بچاتے تھے۔ یہ امیر بارہ کے راستے سے کوہستان کے

پیچھے اترے اور مغلوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ عظیم الشان
 جنگ فریقین میں ہوئی اور اہل کشمیر میں ملک علی میر حسن شیخ میر علی اور میر کمال
 معمر کارزار میں کام آئے اہل کاشغر میں بھی ایک کثیر گروہ قتل ہوا۔ اہل
 کشمیر قریب تھا کہ معمر کارزار سے فراری ہوں لیکن ملک کاچی چک و ابدال
 ماکری نے مردانگی کے جوہر دکھائے اور اہل کشمیر کے ایک دوسرے گروہ
 کو جنگ آزمائی کی ترغیب دی۔ طرفین سے بے شمار سپاہی میدان جنگ میں
 مارے گئے اور چند جسم بے سر زمین سے اٹھے اور تھوڑی دیر متحرک رہنے کے
 بعد ٹھنڈے ہو گئے اس عجیب منظر کی وجہ سابقاً مذکور ہو چکی۔ صبح سے
 شام تک جنگ جاری رہی رات کی سیاہی پھیلی اور طرفین نے اپنے اپنے
 حریف کی قوت کا اندازہ کر کے اپنے فرو د گاہ میں قیام کیا۔ دونوں فریق
 اب جنگ سے خستہ و ماندہ ہو گئے اور صلح پر مایل ہوئے۔ اہل کاشغر نے
 صدف و سقراط و دیگر تحائف محمد شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے جدید
 رشتہ بندی کی سلسلہ منبانی کی۔ محمد شاہ نے بھی ملک کاچی و ملک
 ابدال کے مشورہ سے صلح نامہ تحریر کیا اور عہد نامہ مذکور ولایت کشمیر
 کے ناوہ الوجود و تحائف کے ہمراہ اہل کاشغر کے پاس پہنچا۔ باہم یہ طے
 پایا کہ محمد شاہ کی دختر شہزادہ سکندر خاں کے جہاز عقد میں دی جائے
 اور کشمیر کے قیدی رہا کر دئے جائیں۔ صلح نامہ کے شرائط مکمل ہوئے
 اور اہل کاشغر اپنے وطن واپس آ گئے۔ اس فتنہ عموار و گیر سے جو پریشانی
 کہ ملک کشمیر میں پیدا ہوئی تھی وہ امن و امان کے ساتھ مبطل ہو گئی اسی
 سال یعنی ۱۰۹۹ء ہجری وہ دھار تارے نمودار ہوئے اور ملک میں عظیم الشان
 قحط نمودار ہوا۔ خلق خدا کی جانیں اس قحط میں تلف ہوئیں اور اکثر اہل
 کشمیر دور دراز ممالک میں جلا وطن ہو گئے اور قتل عام کا قیال اس غضب
 کے سامنے گوشہ خاطر سے فراموش ہو گیا۔ فصل میوہ کا زمانہ آیا اور
 ملک میں تھوڑی رفتار امن پیدا ہوئی۔ اسی فتنہ میں ملک کاچی چک
 اور ابدال ماکری کے درمیان پھر رعب پیدا ہوئی۔ ملک کاچی چک نے

شہر کو چھوڑ کر زین پور میں قیام اختیار کیا اور ملک ابدال ماکری وزیر مطلقیت مقرر ہوا۔ اس حکومت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکام و عمال نے جبر و ظلم شروع کیا اور داؤد و غاہی کا دروازہ بند ہو گیا۔ چند روز کے بعد شہزادہ کو تپ محرقہ عارض ہوئی اور بادشاہ نے تمام نقد و دولت راہ خدا میں تقسیم کر کے وفات پائی۔ محمد شاہ نے مجموعی حیثیت کے سچاس سال حکومت کی۔ شمس الدین ابراہیم شاہ محمد شاہ کی وفات کے بعد بہ ظاہر قواس کا فزند تخت بن سلطان محمد شاہ حکومت پر بیٹھا لیکن حقیقت میں ملک کاچی چک و ابدال ماکری حکمران ہوئے۔ بادشاہ نے وزیر اسے مشورے سے

تمام ملک امیروں میں تقسیم کیا۔ اہل کشمیر ابراہیم شاہ کی تاج پوشی سے بے حد خوش ہوئے۔ ملک کاچی چک و ابدال ماکری میں رنجش پیدا ہوئی اور کاچی چک بادشاہ کے ہمراہ ابدال ماکری کو تباہ کرنے کے لئے کوہستان کی طرف روانہ ہوا۔ ملک ابدال ماکری بھی بڑے کد و فر کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں آیا لیکن ان ہرد و امرا میں صلح ہو گئی اور ملک ابدال ماکری اپنی جاگیر یعنی پرگنہ کمر اچ کو روانہ ہوا اور بادشاہ و ملک کاچی چک سری نگر واپس آئے۔ چند روز کے بعد ابدال ماکری کے سر میں پھر سودا سمایا اور اس نے فساد برپا کر کے کمر اچ میں فتنہ پھیلایا لیکن اس مرتبہ بھی آسانی سے فتنہ فرو ہو گیا۔ مورخ فرشتہ کو ابراہیم شاہ کے حالات کا اس سے زیادہ پتہ نہیں چلا اور نہ اس کی مدت حکومت کا کچھ علم ہوا۔

نازک شاہ کا بار دوم نازک شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت بادشاہ ہونا اور قدم رکھا۔ اس بادشاہ کی حکمرانی کو پانچ یا چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ میرزا حیدر ترک نے غلبہ حاصل کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

میرزا حیدر کے عہد حکومت میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں کا خطبہ و سکھ جاری ہوا۔ میرزا حیدر ترک کا شہر بھری میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں شہزادہ کشمیر پر قابض ہونا افغان سے مغلوب ہو کر لاہور تشریف لائے ملک ابدال ماکری و زنکی چک و دیگر اعیان کشمیر نے عراض

میرزا حیدر ترک کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے کشمیر فتح کر نیکی ترغیب دی۔ جنت آیشانی نے میرزا حیدر کو کشمیر پر حملہ کرنے کی اجازت دی اور اس کے بعد خود دیوانگی کا ارادہ کیا۔ میرزا حیدر ترک بہمنیہ پنچا اور ملک ابدال ماکری اور زنگی چک میرزا سے آگے میرزا حیدر کے ہمراہ تین یا چار ہزار سواروں سے زیادہ کا مجمع نہ تھا۔ میرزا حیدر راجداری پہنچا اور ملک اچھے چک تین یا چار ہزار سواروں اور سچاس ہزار سواروں کی جمعیت سے درہ کرل پر مقیم ہوا اور اس نے مورچل تقسیم کر دیا۔ میرزا حیدر ترک نے یہ راہ ترک کیا اور راہیج (پنج برگز) کو روانہ ہوا۔ ملک اچھے چک نے غورو ونگہ میں سرشار ہو کر اس راستہ کا کوئی خیال نہ کیا اور میرزا حیدر قصبہ کشمیر سے میدان میں نمودار ہو کر سری نگر پر قابض ہو گیا۔ ابدال ماکری اور زنگی چک اپنی جگہ منتقل ہو گئے اور ان امیروں نے ہمت ملک کو اپنے ہاتھ میں لے کر چند پر گئے میرزا کی جاگیر میں مقیم کر دئے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ابدال ماکری کی زندگی کا خاتمہ ہوا لیکن اس نے اپنے فرزندوں کو آخر وقت میرزا حیدر کے سپرد کیا۔ میرزا حیدر ترک کے تسلط کے بعد ملک اچھے چک شیر شاہ افغان کی بارگاہ میں آیا اور پانچ ہزار سوار حسین شروانی اور عادل خاں کے تحت اور دو ہزار جنگی بطور امداد اپنے ہمراہ لے کر میرزا حیدر پر حملہ آور ہوا۔ میرزا نے زنگی چک کے ہمراہ حریف کے دفعیہ پر کمر باندھنا مفید سمجھا اور دیا دیار و گوا (دہلیج و گوا) میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوئے میرزا حیدر کو فتح ہوئی۔ شیر شاہی امیروں اور ملک اچھے کو شکست ہوئی اور ملک اچھے مقام بہرام (پرم گولہ برگز) محلہ میں قیام پذیر ہوا۔ ملا محمد یوسف خطیب جامع مسجد سری نگر اس واقعہ کی تاریخ فتح انگر رنکالی۔

شہنشاہ چوری میں میرزا حیدر ترک نے قلعہ اندر کوٹ میں سکونت اختیار کیا۔ میرزا زنگی چک سے بدگماں ہوا اور زنگی چک نے ملک اچھے

کے حامن میں پناہ لی۔ ملک اچھے اور زندگی چک نے میرزا حیدر کے استیصال پر کمر باندھی اور ۹۱۵ھ ہجری میں سری نگر پر حملہ آور ہوئے۔ زندگی چک کا فرزند بہرام چک تمام شہروں پر قبضہ کرتا ہوا سری نگر پہنچ گیا۔ میرزا حیدر نے بندگان کو لہ اور خواجہ حاجی کشمیری کو حریف کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ بہرام چک سری نگر سے مفرور ہوا اور زندگی بھی فرزند کی تقلید کر کے بہرام کلیہ واپس آیا۔ میرزا حیدر ترک نے بندگان کو لہ اور دوسرے سرداروں کو سری نگر میں چھوڑا اور خود ملک تبت فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ میرزا حیدر نے تبت کا ایک مشہور قلعہ لوشونام مع دیگر شہروں کے فتح کیا ۹۲۵ھ ہجری میں ملک اچھے چک اور اس کا فرزند محمد چک نے مرض تپ میں علیل رہ کر وفات پائی میرزا حیدر نے اس سال اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی۔

۹۲۵ھ ہجری میں زندگی چک نے میرزا حیدر کے عہد سے جنگ کی اور معرکہ کارزار میں کام آیا۔ ترکی امیروں نے زندگی اور اس کے فرزند غازی چک کے سر میرزا حیدر کی خدمت میں روانہ کر دیے ۹۲۵ھ ہجری میں ایک قاصد ملک کاشغر (کاشغر کے مفصل حالات حاشیہ نمبر ۹۳ میں ملاحظہ ہوں مترجم) سے آیا۔ میرزا اپنے امرا کے ہمراہ ایچی کے استقبال کے لئے قصبہ لارتنگ آیا۔ خواجہ اوچہ پسر مسعود چک نے جو سات سال گجراج میں کارہائے نمایاں اس نواح میں سب پر غالب آچکا تھا جان بزرگ میرزا دفرشتہ نے جان میرک میرزا گھامے ترجمہ میں جو نام مذکور ہے وہ برگز کا انتخاب کر دیا ہے اس نام کے متعلق حاشیہ میں مفصل بحث مذکور ہے۔ مترجم) نے عہد و پیمان اور میرزا نے اس کو جان کی امان دی لیکن خواجہ اوچہ پسر مسعود چک (خواجہ بیرو پسر مسعود چک۔ برگز) جان بزرگ کے دربار میں آیا اور جان بزرگ نے نمونہ سے خنجر نکال کر خواجہ کے شکم میں خنجر بھونک دیا۔ خواجہ بیرو زخم خوردہ جنگل کی طرف بھاگا اور خان بزرگ نے اس کا تعاقب کرتے

تن سے سر جدا کیا اور سر کو خنجر پر علم کر کے میرزا حیدر کی خدمت میں اس امید پر آیا کہ میرزا اس خدمت سے خوش ہوگا۔ عیدی زینا نے مقتول کا سر دیکھ کر غضب آلودہ ہجے میں کہا کہ عہد و پیمان کے بعد اس طرح کا وہو کہ دینا ہرگز روا نہیں ہے میرزا حیدر ترک نے اپنے لائق علی کا بہ قسم اظہار کیا اور کشتوار (حاشیہ ملاحظہ ہو مترجم) رخ کیا۔ میرزا حیدر نے بندگان کو کہ محمد ماکری میرزا محمد اور ججھی زینا کو ہراول لشکر مقرر کر کے روانہ کیا اور خود کشتوار کے قریب موضع جہاز پور میں مقیم ہوا۔ افسران ہراول نے شارلو سے دیوٹ تک کا فاصلہ جو تین روز کی راہ ہے صرف ایک دن میں طے کیا اور دریا کے کنارہ میں مقیم ہوئے۔ کشتوار کا لشکر دریا کے اس پار تھا اس لئے صرف تیر و تفنگ سے مقابلہ ہوتا رہا اور کوئی شخص بھی دریا کو عبور نہ کر سکا۔ دوسرے روز میرزا حیدر کے پاہیوں نے راہ راست سے کنارہ کشی کیا اور ارادہ کیا کہ کشتوار میں وارد ہوں۔ میرزا کے امرا موضع دھار میں پہنچے لیکن باد متبدل چلنے لگی اور گرد و غبار کی وجہ سے آسمان تیرہ و تار ہو گیا اہل دھار نے حریف پر حملہ کیا اور امرائے حیدر ترک میں ہندگاں کو کہ سے پانچ دیگہ ایروں کے قتل کیا گیا بقیہ پاہی ہزاروں دقتوں کے ساتھ میرزا حیدر کے پاس پہنچے۔

۹۵۵ھ ہجری میرزا حیدر ترک نے موضع وھار سے کوچ کر کے تبت کا رخ کیا۔ میرزا راجوری پہنچا اور اس نے اس شہر کو شمشیروں سے خالی کر کے خود اس پر قبضہ کیا اور شہر کی حکومت محمد نظیر اور ناصر علی کے سپرد کر دیا۔ میرزا حیدر نے اسی طرح عبداللہ کو بکلی اور ملا قاسم کو تبت خورد کا حاکم مقرر کیا اور تبت کلاں کو بھی فتح کر کے ملاحن نام ایک امیر کو اس شہر کا عامل مقرر کر دیا۔ ۹۵۶ھ ہجری میں میرزا حیدر ترک نے حصار دہیل پر دھاوا کیا۔ ادم کھکر نے میرزا حیدر سے ملاقات کیا اور ملک اجمے چک کے برادر زادہ مسمی دولت چک اور میرزا کے درمیان صلح و آشتی کی بنیاد ڈالی میرزا نے ادم کھکر کی التجا قبول کیا اور یہ ہر وہام

خیمہ میں قیام پذیر اور دولت چک کو طلب کیا۔ دولت چک کے خیال کے مطابق اس کی آوجھگٹ نہ ہوئی اور آزر وہ ہو کر مجلس سے اٹھا اور جو ہاتھی کہ نذر کے لئے لایا تھا ان کو اپنے ہاتھ لے کر واپس ہوا۔ میرزا کے ملازمین نے اس کا تعاقب کرنا چاہا۔ میرزا حیدر نے اپنے ملازمین کو منع کیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد میرزا حیدر ترک کشمیر واپس آیا۔ دولت چک کو غازی خاں سے چک اور بہرام چک کے ہمراہ بھت خاں نیازی کے پاس جو سلیم شاہ سور سے شکست کھا کر راجہ رانی آیا ہوا تھا چلے آئے۔ سلیم شاہ نیازیوں کی سرکوبی کے لئے ولایت نوشہرہ کے مشہور مقام موضع مدار میں وارد ہوا اور بھت خاں نیازی نے اپنے ایک معتبر امیر مسمی سید خاں نیازی کو سلیم شاہ کے حضور میں روانہ کیا۔ سید خاں سلیم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے صلح کی گفتگو شروع کی اور بھت خاں کی ماں اور اس کے فرزند کو سلیم شاہ کے حضور میں لے آیا۔ سلیم شاہ نے مراجعت کی اور موضع بہسیر میں جو کیا لکوٹ کے نواح میں واقع ہے مقیم ہوا۔ اہل کشمیر نے ارادہ کیا کہ بھت خاں نیازی کو شہر میں لا کر بچائے۔ میرزا حیدر کے نیازی کو فرمان دوائے کشمیر تسلیم کریں بھت خاں نیازی اس امر کو اپنے لئے ممکن الوقوع نہ سمجھا اور ایک برہمن قاصد میرزا حیدر کی خدمت میں روانہ کر کے اس سے صلح کا خواستگار ہوا۔ میرزا نے بھی اس پیغام کا جواب دیا اور بھت خاں نے کوچ کر کے موضع سبزیہ میں قیام کیا۔ نیازی کا یہ فرود گاہ کشمیر کے علاقہ میں واقع ہے بھت خاں کے اس طرز عمل سے اہل کشمیر اس سے جدا ہو کر سلیم شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور غازی خاں چک نے میرزا حیدر کی ارفاقت اختیار کی۔

۱۷۵۷ء ہجری میں میرزا حیدر نے ہر طرف سے مطمئن ہو کر میرزا حیدر نے خواجہ شمس مغل کو قاصد بنا کر سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا اور کثیر المقدار زعفران بطور تحفہ کے بھیجا۔ ۱۷۵۷ء ہجری میں خواجہ شمس مغل سلیم شاہ کے دربار سے واپس آیا اور اسی کے ہمراہ یلین نام ایک قاصد

مع میں قیمت تخائف کے سلیم شاہ کے پاس سے کشمیر میں وارد ہوا۔ میرزا حیدر ترک نے شال اور کشمیر المقدار زعفران قاصد کو عنایت کر کے اپنے ور بار سے رخصت کیا۔ حیدر ترک نے میرزا قزاقا بہادر دقوان بہادر برکن بہیل کی حکومت عطا کیا اور اہل کشمیر میں سے عیدی زینا۔ نازک شاہ حسن ماکری اور خاجہ حاجی کو قزاقا بہادر کے ہمراہ کر دیا۔ میرزا میراں بہادر اور کشمیری امرا اندر کوٹ سے کوچ کر کے بارمولہ میں مقیم ہوئے اور انہوں نے اس بہانے سے کہ مغل امیران کی عزت نہیں کرتے فتنہ انگیزی کا ارادہ کیا۔ مغلوں نے اس امر کی میرزا حیدر ترک کو اطلاع دی میرزا حیدر نے اس طرف زیادہ توجہ نہ کی بلکہ یہ کہا کہ مغل قوم اہل کشمیر سے کم فتنہ انگیز نہیں ہے۔ اسی آئنا میں حسین ماکری نے اپنے بھائی علی ماکری کو میرزا حیدر کے پاس روانہ کیا اور اسے اہل کشمیر کے غدر سے آگاہ کیا اور یہ التجا کی کہ اپنے لشکر کو واپس بلا لے۔

۲۷ رمضان المبارک گو اندر کوٹ میں فطیمہ اٹان آگ نمودار ہوئی جس سے ہزار ہا گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ میرزا قزاقا بہادر اور بقیہ امروں نے حیدر ترک کو ایک نامہ لکھا جس کا معنون یہ تھا کہ ہمارے مکانات آگ کی نذر ہو گئے اور ہم بے جان و مال ہو گئے ہیں اگر حکم ہو تو ہم واپس آگ اپنے مکانات درست کر کے سال آئندہ بہیل کی ہم سر کریں۔ میرزا حیدر بزرگ نے ان کی التجا پر توجہ نہ کی اور ان امیروں نے بادل ناخواستہ بہیل کا رخ کیا۔ عیدی زینا اور تمام اہل کشمیر نے اتفاق کر کے شب کے وقت مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بہیل پہنچ گئے اور حسن ماکری و علی ماکری کو مغلوں سے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ لے لیا کہ ان کو کوئی زخم نہ پہنچے۔ صبح کے وقت اہل مہرل سے جنگ ہوئی اور مغل مغرور ہو کر قلعہ بہیل میں پوشیدہ ہو گئے۔ اس جنگ میں اتنی مغل امیر قتل ہوئے اور محمد ظفر و قزاقا بہادر گرفتار ہوئے بقیہ لشکر نے ہر دم قلعہ میں پناہ لی۔ میرزا حیدر بزرگ اس خبر کو سن کر بیدار ہوئے اور حکم دیا کہ چاندی

دیگ توڑ کر گھلائے جائیں اور اسی نعرہ کے رائج الوقت سکے ڈھالے جائیں میرزا حیدر نے
 جہانگیر ماکری کو اپنا مستند عاشق بن کر حسین ماکری کی جاگیر اسے عطا کی حیدر ترک نے اکثر
 اہل کشمیر کو گھوڑے اور خرچ دیکر لشکر میں داخل کیا اس خبر کے بعد ہی ایک دوسری اطلاع
 پہنچی کہ لاہور کے کشمیریوں کے خروج کی خبر نگر میرزا حیدر کے خدمت میں آ رہا تھا عبداللہ
 بارمولہ پہنچا ہی تھا کہ اہل کشمیر نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کیا اور نیزہ
 کہ خواجہ قاسم تبت خود میں مقتول اور محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہو گیا ہے
 اہل کشمیر بہرام کلبہ سے کوچ کر کے بہیرہ پور میں جمع ہوئے ہیں۔ ان واقعات
 کو سنکر میرزا حیدر نے مجبوراً جنگ آزمائی کا ارادہ کر کے اندر کوٹ سے کوچ کیا۔
 میرزا حیدر کے ہمراہ ہزار آدمی تھے۔ مغلوں میں عبدالرحمن۔ شاہزادہ خاں
 خان میرٹ۔ منگہ خاں و جرجلی وغیرہ جنکی تعداد سات سو تھی میرزا حیدر
 کے ہمراہ شہاب الدین پور میں مقیم ہوئے۔ دولت خاں و مجازی خاں
 چک صبح کے وقت عیدی زینا کے ہمراہ بہیرہ پور وارہ ہوئے اور یہاں
 سے بھی کوچ کر کے موضع خان پور میں قیام پذیر ہوئے۔ میرزا حیدر ترک
 نے موضع خالد کڑہ میں جو سری نگر کے جوار میں واقع ہے قیام کیا۔
 فتح چک جس کا باپ بہرام چک مغلوں کے ہاتھوں سے قتل ہو تھا اپنے
 باپ کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار سواروں کے ساتھ اندر کوٹ میں
 داخل ہوا اور اس نے میرزا کے تمام مکانات جو باغ صفا میں واقع تھے
 جلا دیا۔ میرزا حیدر ترک نے یہ اخبار سنا اور کہا کہ مفائقہ نہیں ہے
 میں یہ عمارتیں کا شغ سے نہیں لایا تھا یہ مکانات دوبارہ تعمیر ہو سکتے ہیں
 جرجلی نے شور پور کے تمام مکانات جو سلطان زین العابدین کے عہد میں
 تعمیر ہوئے تھے میرزا کے مکانات کے عوض میں آگ کے نذر کر دیئے
 اہل لشکر نے عیدی زینا اور نوروز چک کے تمام مکانات جو شہر میں واقع
 تھے جلا دیا لیکن خود میرزا اپنے امرا اور اہل لشکر کے اس طرز عمل سے
 خوش نہ ہوا۔ میرزا حیدر خان پور میں اقامت پذیر ہوا اور اہل کشمیر
 فوجوں کا ارادہ کیا۔ میرزا نے اپنے برادر خسرو عبدالرحمن میرزا کو جو بیچہ

متقی و پرہیزگار تھا اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام اہل لشکر سے بیعت لی۔
 میرزا حیدر اس انتظام کے بعد شیخون کے ارادہ سے باہر نکلا۔ اتفاق سے
 شب کو ابرسیاہ آسمان پر محیط ہوا۔ اہل لشکر خواجہ حاجی کے خیمے کے قریب پہنچے
 یہ شخص میرزا کا وکیل اور بانی فساد تھا تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا
 میرزا حیدر کا قورچی مسمی شاہ نظر نافل نے اس میں سے ایک تیر پھینکا
 اور میرزا حیدر کی آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ تو نے غلطی کی میں فوراً
 سمجھ گیا کہ تاریکی میں کوئی تیر میرزا کے خود لگ گیا یہ بھی منقول ہے کہ
 ایک قصاب نے میرزا کی ران پر تیر مارا ایک دوسری روایت یہ ہے کہ
 کمال کو کہنے زخم شمشیر سے میرزا کو ہلاک کیا لیکن یہ آخر روایت صحیح نہیں ہے
 اس لئے کہ میرزا کے جسم پر سوا تیر کے کسی دوسرے حربہ کا نشان زخم نہ تھا
 صبح کو اہل کشمیر کے لشکر میں غل ہوا کہ ایک منفل مقتول زمین پر پڑا ہے خواجہ حاجی
 اس زخمی کی بالین پر آیا اور دیکھا کہ میرزا حیدر خاک پر زخمی پڑا ہوا ہے خواجہ حاجی
 نے میرزا کا مہر اپنے زانو پر رکھا۔ میرزا میں تھوڑی جان باقی تھی اس نے
 آنکھیں کھولیں اور فوراً ٹھنڈا ہو گیا منفل اندر کوٹ کی طرف بھاگے اہل
 کشمیر نے میرزا کو پیوند خاک کیا اور منفلوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے
 منفل اندر کوٹ میں حصار بند ہو کر تین روز برابر جنگ آزمائی کرتے رہے۔
 چوتھے روز محمد خاں رومی نے تانبے کے سکے توپوں میں بھر کر توپوں کو
 سر کرنا شروع کیا جس سے لوگ مقتول ہونے لگے۔ مسماۃ خانم میرزا حیدر
 کی زوجہ اور میرزا کی خواہر مسماۃ خانجی نے منفلوں سے کہا کہ جب میرزا حیدر
 ہی دنیا سے چل بسا تو جنگ آزمائی سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ منفلوں سے
 صلح کر لی جائے۔ منفلوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور امیر خاں مہار
 کو صلح کے لئے اہل کشمیر کے پاس روانہ کیا۔ کشمیری بھی صلح پر راضی ہو گئے
 اور ایک عہد نامہ لکھا جس میں بہ قسم اس امر کا اقرار کیا کہ منفلوں کو کسی طرح
 کا آزار نہ پہنچائیں گے میرزا حیدر نے دس سال حکومت کی۔
 نازک شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا | میرزا حیدر ترک کے قتل کے بعد قلعہ کے

دروازے کھل گئے اور اہل کشمیر نے میرزا کے توشکمانہ میں داخل ہو کر نفیس
 بیش قیمت چیزوں کو غارت کرنا شروع کیا۔ میرزا کے اہل و عیال کو حن منہ
 کی حویلی میں لاکر ملک کشمیر کو آپس میں تقسیم کیا۔ پرگنہ دیوسر پر دولت چک
 پرگنہ دیسی پر غازی خاں پرگنہ گجراج پر یوسف اوہرام چک نے قبضہ کیا اور
 ایک لاکھ خروار شاتی میرزا حیدر کے ذکیل خواجہ حاجی کے لئے منقر کئے گئے
 اس دور میں امرائے کشمیر عموماً اور خاص کر عیدی زینا نے غلبہ حاصل کیا
 ان امیروں نے برائے نام نازک شاہ کو بادشاہ بنایا لیکن حقیقت میں عیدی
 زینا حکمرانی کا ڈنگہ بجانے لگا۔ شکر چک بسہرا چھپے چک کو کوئی جاگیر
 نہ ملی بہ خلاف اس کے غازی چک جو اپنے کو اچھے چک کا فرزند بتاتا تھا
 ایک حصہ جاگیر کا مالک تھا اس خیال کی بناء پر وہ شہر بھری میں شکر چک نے
 کشمیر سے باہر نکل جانے کا ارادہ کیا۔ اس اجال کی تفصیل یہ ہے کہ شکر چک
 درحقیقت اچھے چک کا فرزند تھا اور غازی خاں اگرچہ عوام میں اچھے چک کا
 فرزند مشہور تھا لیکن حقیقتاً اسے اس کی فرندی سے کوئی تعلق نہ تھا اس
 ملک اچھے چک نے جب اپنے برادر حسن چک کی زوجہ سے عہد کیا
 نکاح کے دو یا تین مہینے کے بعد اس عورت کے بطن سے ایک فرزند
 پیدا ہوا جو غازی خاں چک کے نام سے مشہور ہوا۔ مختصر یہ کہ شکر چک نے
 اسی کوفت کی بناء پر یہ ارادہ کیا کہ کشمیر سے نکل کر عیدی زینا کے پاس چلا جائے
 یہ خبر عام طور پر شہور ہوئی اور دولت خاں چک و غازی خاں چک نے
 استعفیٰ ہائٹ و ہرجو کو سوا افراد کے ہمراہ شکر چک کے لانے کے لئے
 روانہ کیا اور ان سے کہا کہ اگر وہ نہ آئے تو زبردستی واپس لائیں شکر چک
 ان کے کہنے سے واپس نہ آیا اور عیدی زینا کے پاس چلا گیا۔ عیدی زینا نے
 امرائے کشمیر سے صلح کر لی اور پرگنہ کو تمھارہ کہا ورنہ شکر چک کی جاگیر
 میں دیدے گئے اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔ اس زمانہ میں اہل کشمیر کے
 چار گروہ تھے اول عیدی زینا مع اپنے گروہ کے۔ دوم حسن ماگری مع اپنے
 حاشیہ نشینوں کے (۳) کپوری امرجن میں ہیرام چک دیوسف وغیرہ

۴۴) کسری فرقہ جن کے سرگروہ غازی چک اچھے چک و دولت چک تھے۔ یحییٰ زینا نے اپنی بیٹی کا نکاح حسین خاں ولد ملک اچھے چک سے کر دیا اور دولت چک کی دختر محمد ماکری ولد ابدال ماکری کے خاوند عقد میں آئی اور یوسف چک کی بہن غازی خاں چک کی ازواج داخل ہوئی ان جدید قراہتوں سے چک فرقہ کی قوت میں اضافہ اور اس قبیلہ کے افراد باہم متفق ہو کر ادھر ادھر منتشر ہوئے غازی خاں چک نے گجراج میں دولت چک نے شور پور اور ماکریوں نے بالکل میں قیام کیا۔ عیدی زینا اس انقلاب کو دیکھ کر عید منوم سری نگر میں دم بخود تھا اور دشمنوں کے استیصال کی تدابیر سوچتا رہا۔ اسی اثناء میں باد جال کا موسم آگیا اور عیدی زینا نے حکم دیا کہ مرغ و بادل بجاں کو کشمیریوں کی مرغوب غذا انتھی ایک ساتھ پکائیں۔ بہرام چک سید ابراہیم و سید یعقوب تو عیدی زینا کی دعوت میں آئے لیکن یوسف چک نہ آیا عیدی زینا نے ہر سہ ہمانوں کو پابہ زنجیر کر دیا۔ یوسف چک اس واقعے کی خبر پاتے ہی تین سو سواروں اور سات سو پیادوں کے ہمراہ دولت چک کے پاس گجراج چلا گیا۔ عیدی زینا کو جب معلوم ہوا کہ اہل کشمیر فرقہ چک سے مل گئے تو اس نے مثل سرداروں میں سے میرزا امیراں بہادر میرزا عبد الرحمن میرزا خاں میرک و میرزا بلکہ مثل و میر شاہ و شاہزادہ بھگ میرزا و محمد نظیر و جرم علی وغیرہ کو زندان سے رہا کیا اور ان امیروں کی خاطر و ملازمت کر کے ہر ایک کو گھوڑے اور اخراجات کی فراہمی سے مطمئن کر کے موضع چک پور میں قیام پذیر ہوا اسی درمیان میں سید یعقوب اور سید ابراہیم مع اپنے نگہبان کے مفرور ہو کر گجراج پہنچے اور دولت چک سے جاملے لیکن بہرام چک اپنی جگہ سے نہ ہلکا دوسرے دن غازی خاں چک چک میں ہزار سواروں کے ہمراہ سری نگر آیا اور عیدی زینا نے مغلوں کو اس سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا غازی خاں نے تمام پلوں کو خواب کر دیا اور اس طرح مغلوں کو بالکل بیکار کر دیا۔ اسی زمانے میں دولت چک بھی سری نگر پہنچ کر غازی خاں سے آٹان دونوں امیروں نے عید گاہ میں قیام کیا اور فریقین میں برابر جنگ آزمائی کا سلسلہ جاری رہا۔ بابا خلیل عیدی زینا کے پاس آیا اور طالب صلح ہوا اور اس نے

کہا کہ یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ ہم مغلوں پر اعتبار کر کے اہل کشمیر کو اپنے گوشہ
دل سے فراموش کر دیں غرض کہ بابا خلیل کی چرب زبانی سے صلح ہو گئی اور
مغل اپنے اہل و عیال کے ساتھ رخصت کر دئے گئے۔ مسما خانم بی بی خاتون
خواہر میرزا حیدر بگٹی کے راستے سے کابل اور خانم خاتون کا شعر روانہ ہو گئی۔
اس واقعے کے بعد بھی یہ معلوم ہوا کہ بہت خاں سعید خاں اور شہباز خاں غیر
نیازی امرا کشمیر فتح کرنے کے لئے آرہے ہیں اور پرگنہ پاتھال میں پہنچ کر
کوہ نون میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔ عیدی زینا و حسین ماکری و بہرام چک و
دولت چک و یوسف چک بھٹوں نے باہم اتفاق کر کے نیاز یوں کے
بالمقابل صف آرائی کی بہت خاں نیاز کی زوجہ بی بی رابعہ نے بھی
مردانہ وار جنگ کی اور علی چک پر تلوار چلائی لیکن آخر کار بہت خاں۔
سید خاں اور بی بی رابعہ سب کے سب اس جنگ میں کام آئے اور
اہل کشمیر کامیاب و بامراد واپس ہوئے امرائے کشمیر نے مقتولوں کے سر
سلیم شاہ مور کے پاس روانہ کر دئے۔ اس واقعے کے بعد خود امرائے کشمیر
میں عداوت پیدا ہوئی ان امیروں کے دو گروہ ہو گئے۔ عیدی زینا
فتح چک لوہر ماکری یوسف چک بہرام چک اور ابراہیم چک وغیرہ امرائے
خاکہ میں قیام کیا اور دولت چک غازی چک حسین ماکری اور سید ابراہیم
وغیرہ عید گاہ میں مقیم ہوئے۔ دو ماہ کامل اسی حالت میں گزر گئے اور یوسف چک
اور فتح چک اور ابراہیم چک عیدی زینا سے جدا ہو کر دولت چک سے
مل گئے دولت چک نے اپنے گروہ کے ساتھ عیدی زینا پر حملہ کیا اور
عیدی زینا جنگ آزمائی کئے بغیر مفرور ہوا۔ عیدی زینا گھوڑے سے گرا اور
دوسرے جانور پر سوار ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جانور کے پاؤں
کی ٹھوک اس کے سینہ پر لگی۔ عیدی زینا موضع سماک میں پہنچا ہوا تھا
اور وہیں اس نے وفات پائی اور اس کی لاش سری نگر میں بمقام
موسی زینا پو بند خاک کی گئی۔ امرائے ملک کشمیر کے شاہ شہر نج نازک شاہ
کو معزول کر کے خود سری کا دم بھرنے لگے۔

ابراہیم شاہ بن
نازک کشاہ

عمدی دینا کا قدم درمیان سے اُٹھتے ہی دولت چک
تختگاہ کو واپس آیا اور ہما ت سلطنت انجام دینے لگا۔
دولت چک نے محسوس کر لیا کہ بلا کسی شاہ شہر خج کے
وہ بازی نہیں لے جاسکتا اس نے مجبوراً ابراہیم شاہ بن نازک شاہ کو بولے
نام فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اسی زمانے میں میرزا حیدر ترک کا وکیل خواجہ بابا
جنگل سے نکل کر تسلیم شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا شمس زینا اور بہرام چک گرفتار
کر کے نذر زندان کر دیئے گئے۔ عید الفطر کے روز دولت چک تیرا نڈی
میں مشغول ہوا پیادہ جو تیروں کو جمع کر رہا تھا گھوڑے کے دونوں پاؤں
درمیان میں آگیا جس کی وجہ سے گھوڑا چراغ پا ہوا اور دولت چک
زمین پر گر ا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

۹۶۰ء ہجری میں غازی خاں اور دولت چک میں صلوات
پیدا ہوئی جس سے سارے ملک میں بد امنی پھیل گئی حسین ماکری شمس زینا
جو اس زمانہ میں ہندوستان میں تھے اور اوائل ۹۶۱ء میں کشمیر آکر غازی خاں
کے یہی خواہوں میں داخل ہو گئے اور یہ صف چک اور بہرام چک کے
فرزند دولت چک کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگے۔ یہ اختلاف و فساد
دو ماہ تک جاری رہا آخر کار ایک زمیندار کی لطیفہ سننے سے دونوں
دشمنوں میں صلح ہو گئی یہ شخص دولت چک کے پاس آیا اور اس کے
کان میں کہا کہ مجھے غازی خاں نے تمہارے پاس روانہ کیا ہے اور یہ
پیغام دیا ہے کہ تم نے اتنا بڑا مجمع اپنے گرد کیوں جمع کیا ہے یہ سب
حقیقت میں تمہارے دشمن ہیں اسی طرح اس زمیندار نے غازی خاں
سے کہا کہ دولت چک صلح پر راضی ہے کیوں آپس میں جنگ آزمائی کرتے ہو
دولت اور غازی چک میں صلح ہو گئی اور شمس زینا بھاگ کر ہندوستان
چلا گیا اسی درمیان میں بہت کلاں کے باشندوں نے حبیب چک برادر
نصرت خاں کے پرگنوں کے گوشندوں کا سترہ کیا دولت چک نے
شکر چک ابراہیم چک حیدر چک اور دیگر اعیان ملک کو ایک جمعیت کثیر کے

ہمراہ لار کی راہ سے تبت کلاں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حبیب خاں جو ان امیروں کے ہمراہیوں میں تھا جلد سے جلد چروں کے نقش قدم پر ان کے تعاقب میں روانہ ہوا حبیب خاں قلعہ تبت تک پہنچ گیا اور اس نے جنگ کر کے سردار قلعہ کو قتل کیا بقیہ افراد مغرور ہوئے حبیب خاں نے اسی حصار میں قیام کیا اور اپنے چھوٹے بھائی درویش چک کو حکم دیا کہ تو سوار ہو کر شہر تبت پر حملہ آور ہو درویش چک نے تفاعل کر گئے حبیب خاں کے قول پر عمل نہ کیا حبیب خاں باوجود اس کے کہ اس کے زخم تازہ تھے اسی وقت سوار ہوا اور تبت کلاں کے عالی شان قصور و مکانات کے قریب پہنچ گیا۔ شہر کے باشندے اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور بلا جنگ آزادی مغرور ہو گئے ان مغروروں میں چالیس آدمی جو مکانات کی چھتوں میں لپٹ کر نہیں ہوئے تھے گرفتار کئے گئے ان قیدیوں نے مسجد عاجزی کے ساتھ جان کی امان مانگی اور اپنی آزادی کے عوض میں پانچ سو گھوڑے ہزار پارچہ پتو پچاس کو تہ گائیں دوسو گوسفند اور دوسو تولے سونا دینے کا بھی اقرار کیا لیکن ان کی درخواست قبول نہیں ہوئی اور سب کے سب دار پر چڑھا دیئے گئے۔ حبیب خاں نے دوسرے قلعہ کا رخ کیا حبیب خاں نے اس قلعہ کو بھی خواب کیا اور تبت کے باشندوں نے تین سو گھوڑے پانچ سو پارچہ پتو دوسو گوسفند تین کو تہ گائیں حبیب خاں کی خدمت میں روانہ کیا اس کے علاوہ کاشغر کے بہترین گھوڑے بھی جو اہل تبت نے گرفتار کر لئے حبیب خاں کے پاس پہنچ گئے۔ حیدر چک ولد غازی چک نے اپنے رضاعی برادر نسیمی کھانی کو حبیب خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اہل تبت نے یہ گھوڑے غازی خاں کے نذرانے کے لئے محفوظ کر لئے تھے یہ جانور میرے پاس بھیج دتا کہ میں گھوڑوں کو غازی خاں کی خدمت میں روانہ کر دوں۔ حبیب خاں نے تقریباً دس سو سوار کھانی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن من اتحاق سے خونریزی کی نوبت نہیں آئی حبیب خاں نے سنی نگر

پہنچ کر تمام مال غنیمت شہر کے باشندوں کے سامنے پیش کر دیا۔
 ۹۲۲ھ ہجری میں کشمیر میں عظیم الشان زلزلہ آیا جس کی وجہ سے ملک
 کے اکثر قریے و قصبے تباہ و برباد ہو گئے زمین کی حسرت ایسی تیز
 ہوئی کہ قریہ دام پور مع تمام عمارات و باغات کے دریائے بہت گہے
 شرفی کنارہ سے غرنی ساحل کی طرف منتقل ہو گیا اور موضع جاوہر و امن
 میں واقع تھا پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا گرنے کی وجہ سے ایسا تباہ ہوا کہ تقریباً
 چھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔

اشمعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کی حکومت کو پانچ ماہ کا زمانہ گزرا لیکن ابراہیم
 ابراہیم شاہ
 بعد درحقیقت دولت چک کی حکمرانی کا زمانہ تھا اب زمانہ
 نے غازی خاں کا ساتھ دیا اور دولت چک نابینا کر کے
 گوشہ میں بٹھا دیا گیا غازی خاں کا استقلال کمال کو پہنچ گیا اور اس نے
 عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر برائے نام اشمعیل شاہ کو ۹۷۳ھ ہجری میں
 کشمیر کا فرمانروا تسلیم کیا حبیب خاں نے ارادہ کیا کہ دولت چک کا ساتھ دے
 حبیب چک نے مرادوں کا رخ کیا غازی خاں نے نصرت چک سے کہا کہ
 تمھارے برادر نے دولت چک کا ساتھ دیا ہے مناسب یہ ہے کہ
 نصرت چک کے ورود کے قبل ہی تم دولت چک کو گرفتار کر لینا ورنہ
 حبیب چک کے پہنچ جانے کے بعد معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ اسی درمیان
 میں دولت چک کشتی میں سوار ہو کر مرغابی کے شکار کے لئے روانہ ہوا غازی خاں
 دولت چک کے سر پہنچ گیا اور اس کے گھوڑوں کو گرفتار کر لیا دولت
 پہاڑ پر چڑھ گیا غازی خاں نے اس کا تعاقب کیا اور اسیر کر کے دولت چک
 کو نابینا کر دیا۔ اس واقعے کے بعد حبیب چک پہنچا غازی خاں حبیب چک
 سے بدگمان تھا اس نے دولت چک کے برادر زادہ سبھی نازک چک سے
 متصل وکالت قبول کرنے کی درخواست کی۔ نازک چک اپنے چچا کے
 واقعے سے غازی خاں سے ناراض تھا اس نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے
 انکار کیا غازی خاں نے ارادہ کیا کہ نازک چک کو گرفتار کر لے لیکن نازک چک

اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ حبیب خاں کے پاس چلا گیا۔
 حبیب شاہ پسر اسلمیعل شاہ نے وہ برس حکومت کرنے کے بعد دنیا کو
 اسلمیعل شاہ خیر باد کیا اور غازی خاں چک نے اس کے فرزند حبیب شاہ
 کو فرمانروا بنایا۔ ۱۶۷۹ء ہجری میں نصرت خاں نازک چک
 لشکر چک یوسف چک و خشی خاں چک ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا
 کہ آج غازی خاں نے دوایا ہے اور اس کا بھائی حسین چک قید خانے میں ہے
 بہتر ہے کہ ہم حسن چک کو قید سے رہا کر کے غازی خاں کا کام تمام کر دیں۔
 غازی خاں چک کو اس سازش کی اطلاع ہوئی اور اس نے یوسف چک
 و لشکر چک کو راضی کر کے اپنے پاس بلا لیا۔ حبیب خاں چک نصرت چک
 اور درویش چک نے یہ ملے کیلئے ہم علما اور قضاہ شہر کو درمیان میں ڈال کر
 غازی خاں ختمے پاس جا میں ختمے اور اگر ایسا نہ ہوگا تو ہم راہ فرار اختیار
 کریں گے۔ نصرت خاں بلا کسی عہد و پیمان کے غازی چک اس کے پاس گیا اور
 گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ حبیب چک اور نازک چک نے تمام
 پل توڑ ڈالے اور غازی خاں نے بغاوت کی ہمتی خاں چک بھی ایک بہت
 بڑے گروہ کے ساتھ ان لوگوں سے آملہ غازی خاں نے حواری لشکر ان لوگوں
 کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ فریقین میں خون ریز لڑائی ہوئی اور غازی خاں
 کے لشکر نے شکست کھائی بلکہ اکثر سپاہی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے
 حبیب خاں کو فتح ہوئی اور وہ کوہ ہامون کی طرف چلا گیا۔ غازی خاں چک
 اسخو و حریف کے مقابلہ کے لئے ڈومرہ روانہ ہوا اور تین یا چار کشتیاں
 مہیا کر کے تین ہاتھیوں اور تین سو سواروں کے ساتھ حبیب خاں پر حملہ آور ہوا
 حبیب خاں نے بھی دو سو سواروں کے ساتھ حریف کا مقابلہ کیا۔ شدید
 جنگ کے بعد حبیب خاں کو شکست ہوئی اور دریائے جہوپل کو عبور کرتے
 وقت اس کا گھوڑا ایک جگہ پھنس گیا۔ غازی خاں کا ایک فیلیبان حبیب خاں
 کے سر پہنچ گیا اور اپنے مالک کے حکم سے حبیب چک کا مرتن سے
 جدا کر کے لئے اس کی طرف بڑھا۔ فیلیبان کا ہاتھ حبیب خاں کے منہ تک

پہنچا اور اس نے فیلیبان کی انگلیاں دانتوں کے نیچے دبائیں لیکن فیلیبان
 نے آخر کار اس کا مرتن سے جدا کر لیا یہ سرحدیب خاں کے قیام کا موقع
 کلمہ نامت میں داربر آویزاں کیا گیا غازی خاں نے درویش چک اور
 نازک چک کو بھی گرفتار کر کے ان کو بھی پھانسی پر چڑھا دیا۔ اس واقعے
 کے چند روز کے بعد بہرام چک ہندوستان سے غازی خاں کی خدمت میں
 آیا اور ضلع کھوتہ ہامون اس کو جاگیر میں دیا گیا بہرام چک سری نگر سے پرگنہ
 رتن گڑھ اپنے وطن کو روانہ ہو گیا شکریہ چک فتح چک بھی بہرام کے پاس
 پہنچ گئے اور ان سرداروں نے سونیہ پور میں قیام کر کے فتنہ و فساد کا بازار
 گرم کیا غازی خاں نے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو ان کی تنبیہ کے لئے
 روانہ کیا اور باغی بہاریوں میں جا چھپے غازی خاں نے ان کا تعاقب کر لیا
 تاکہ باغیوں کو گرفتار کر لیا جائے دوسرے اور یہ معلوم ہوا کہ بہرام چک کہیں
 چلا گیا اور شکریہ چک اور فتح چک اس سے جدا ہو گئے ہیں غازی خاں جلد سے
 جلد کو تھہ ہامون روانہ ہوا اور چھ روز کا ل اس بات کی کوشش کی کہ بہرام چک
 کو گرفتار کرے لیکن ممکن نہ ہوا احمد جوہن برادر حیدر چک نے بہرام چک
 کے گرفتار کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور غازی خاں سری نگر واپس آیا احمد جوہن
 سیم کوٹ میں جو جبرگیرین کا مسکن تھا پہنچا اور بہاریوں کو گرفتار کر کے ان سے
 تفتیش حال کیا ان جوگیرین نے بیان کیا کہ ہم نے بہرام چک کو کشتی میں بھاگ
 ناوہلی میں امیر زینا کے سپرد کر دیا ہے۔ رشیان ایک گروہ کا نام جو ہر وقت
 درامت اور باغبانی کا کام کرتے ہیں یہ لوگ ایک ہی جگہ مل کر رہتے ہیں
 اور شادی نہیں کرتے۔ احمد جوہن امیر زینا کے پاس گیا اور بڑی تلاش کی
 بعد بہرام چک کو گرفتار کر کے سری نگر لایا جہاں اس کو پھانسی دیدی گئی۔
 اسی دوران میں شاہ ابوالعالی جولا پور سے بھاگ کر کھکرون کے
 ہاتھ میں گرفتار ہو گیا تھا پابہ زنجیر بوسف چک کے کاندھوں پر سوار ہو کر
 قید خانہ سے باہر نکلا اور کمال خاں کھکرو کو اپنا ہی خواہ بنا کر میرزا حمید رترک
 کی طرح کشمیر پر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوا۔ شاہ ابوالعالی راجپوتی پہنچا اور

مغلوں کا ایک گروہ بھی اس سے تعلق رکھتا تھا۔ اندھا دولت فتح چک اور قوت چک کے چند دیگر سربراہ اور وہ افراد اور نیز گوہر ماکری بھی شاہ ابو المعالی کے گرد جمع ہو گئے۔ ۹۶۵ھ ہجری میں شاہ ابو المعالی نے کشمیر کا رخ کیا۔ ابو المعالی بارہ مولہ کے نواح میں پہنچا اور حیدر چک و فتح چک جو راستہ کے محافظ تھے غازی ہو کر ماذو کی میں پناہ گزین ہو گئے۔ ابو المعالی نے انصاف کو ایسا شمار بنایا کہ اس کے سپاہیوں میں کسی شخص کو بھی رعایا پر ظلم و جبر کرنے کی قدرت نہ رہی۔ ابو المعالی بارہ مولہ پہنچ گیا اور ایک بلند مقام پر قیام پزیر ہوا۔ غازی خاں چک نے اپنے برادر حسین چک کو ہراول لشکر مقرر کر کے ان کے کھنڈ (کھور۔ برگز) میں اپنے خیمے نصب کئے۔ ابو المعالی کے بھی خواہ سرداروں کشمیر سے بلا ابو المعالی کی اطلاع کے حسین چک پر حملہ کر کے اس کو ہرا کر دیا۔ غازی خاں خود بھی پہنچا اور اس نے بڑی مردانگی کے ساتھ اپنے ہوتن حریفوں کے ایک گروہ کو قتل کر کے ابو المعالی پر فتح حاصل کی شاہ ابو المعالی نے یہ حال دیکھ کر بلا جنگ آزمائی کے راہ فرار اختیار کی۔ اثنائے راہ میں ابو المعالی کا گھوڑا تھک گیا ایک منقل نے اپنا تازہ دم گھوڑا اسے دیا اور خود ابو المعالی کے خستہ گھوڑے پر سوار ہو کر راستہ میں کھڑا ہو گیا اور کشمیر کے باشندوں کو جو ابو المعالی کے تعاقب میں آ رہے تھے راستہ ہی میں روک دیا۔ اس منقل بہادر کا ترکش تیروں سے خالی ہو گیا اور اہل کشمیر نے ہجوم کر کے اس کو قتل کر دیا اس کشاکش میں ابو المعالی زندہ و سلامت نکل گیا اور غازی خاں نے واپس ہو کر ماذو کی میں قیام کیا۔ غازی چک نے سوا حافظ میرزا حسینی کے جو ہمایوں بادشاہ کا بڑا مقرب ماہر موسیقی تھا بعینہ تمام منقل اسیروں کو تہ تیغ کر دیا۔ حافظ میرزا نے اپنی خوش الحانی کی وجہ سے بچے موت سے نجات پائی۔ اس فتح کے بعد غازی خاں نے نصرت چک کو زندان سے رہا کر کے اسے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے حضور میں روانہ کر دیا۔ نصرت چک بیرم خاں کے متوسلین میں داخل ہو گیا۔

۹۶۸ھ ہجری میں غازی خاں کی طبیعت میں انقلاب پیدا ہوا اور

اس نے ظلم و جبر کو اپنا شعار بنایا غازی چک کی اس روش سے تمام رعایا کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ خود اس کا فرزند حیدر چک عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا خواستگار ہے غازی چک نے اپنے وکیل محمد جنید اور بہادر بہت کو خلوت میں بلایا اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حیدر چک مجھ سے بغاوت کرنا چاہتا ہے تم لوگ اسے سمجھاؤ کہ اس خیال محال سے باز آئے۔ محمد جنید نے حیدر چک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے سخت گفتگو کرنے کے بعد گالیاں دیں حیدر چک کو غصہ آیا اور اس نے محمد جنید کی کمر سے خنجر زبردستی کھولا اور وہی خنجر اس کے شکم میں بھونک دیا محمد جنید وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ لوگوں نے حیدر چک کو گھیر کر گرفتار کر لیا اور غازی خاں کے حکم سے اس کو قتل کر کے اس کا جسم زین گڈہ میں ڈال دیا۔ دار پر آویزاں کر دیا۔ حیدر چک کے ساتھ اس کے تمام بھی خواہ بھی نہ پہنچ کر دے گئے۔

۹۶۷ھ ہجری میں میرزا قیران بہادر ایک جبار لشکر اور نوعدہ ہاتھی اپنے ہمراہ لے کر ہندوستان سے آیا اور تین ماہ لالہ پور میں قیام پذیر رہا۔ میرزا کے ہمراہ نصرت چک کے علاوہ کھنکروں کا ایک گروہ بھی تھا قیران بہادر کو اس بات کا امیدوار بنایا کہ کشمیر کے باشندے اس کا ساتھ دیں گے لیکن اسی اثنا میں نصرت چک وغیرہ میرزا سے منحرف ہو کر غازی خاں کے پاس چلے آئے اس واقعہ سے قیران بہادر کے ارادہ میں خلل پیدا ہوا اور غازی خاں چک کشمیر سے روانہ ہو کر نور پور کوٹ میں قیام پذیر ہوا اور پیادوں کا ایک لشکر میرزا قیران کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ میرزا قیران شکست کھا کر دوریا کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ دو مہرے روز مرزا نے پھر جنگ آزمائی کی لیکن حریت سے دوبارہ مغلوب ہو کر راہ فرار اختیار کی اور اس کے ہاتھیلوں پر دشمن کا قبضہ ہو گیا۔

جیب شاہ کی حکمرانی کو پانچ سال کا زمانہ گزرا اور غازی خاں نے اب اس شاہ شطرنج کو تاج و تخت سے بالکل علیحدہ کر کے اپنے کو غازی شاہ کے خطاب سے مشہور کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

غازی شاہ | غازی چک نے شاہان کشمیر کے رسم و رواج کے مطابق

تحت حکومت پر جلوس کر کے اپنے کو غازی شاہ کے خطاب سے مشہور کیا۔ غازی شاہ اس سے پیشتر ہی سے مرض جذام میں مبتلا تھا اس زمانے میں ہماری لکی اور بھی شدت بڑھ گئی اور آواز بالکل متغیر ہو گئی اور انگلیوں کا یہ حال تھا کہ گلہ گر جانے کے قریب ہو گئی تھیں دانتوں میں زخم پڑ گئے تھے اور روکی وجہ سے بید پریشان رہتا تھا۔

۱۶۷۹ء ہجری میں فتح خاں چک اور لوہر واکری غازی خاں سے بدگمان ہو کر کہستان میں پناہ گزین ہوئے اور غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین چک کو دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ یہ زمانہ برف باری کا تھا سردی کی شدت سے دشمنوں کا ایک کثیر گروہ ہلاک ہوا اور بقیہ افراد کشتوار چلے گئے اور وہاں پریشان ہو کر حسین چک کے حضور میں حاضر ہوئے۔ حسین چک نے ان کے عفو و تقصیر کی غازی شاہ سے درخواست کی اور غازی شاہ نے ان کے جرایم معاف کر دیئے۔

۱۶۸۰ء ہجری میں غازی شاہ نے سری نگر سے کوچ کر کے لار میں قیام کیا اور اپنے فرزند احمد خاں کو فتح خاں چک و ناصر کنانی و نیز دیگر امرائے ملک کے ہمراہ تبت کھلان کے فتح کرنے کے لئے روانہ کیا کشمیر کے امرائے پانچ کوس کی راہ طے کی اور فتح خاں چک بغیر احمد خاں کی اجازت کے تبت پہنچ کر شہر میں داخل ہوا اہل تبت نے جنگ سے کنارہ کشی کر کے بہت بڑی رقم بطور پیشکش ادا کی فتح خاں تحائف اپنے ہمراہ لے کر واپس آیا۔ احمد خاں نے خیال کیا کہ فتح خاں تنہا تبت جا کر واپس آیا ہے اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو اہل کشمیر میرے مداح ہوں گے احمد خاں نے تنہا سفر کرنے کا ارادہ کیا فتح خاں چک نے کہا کہ تمہارا تنہا سفر کرنا مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ فوج اپنے ہمراہ لیتے جاؤ احمد خاں نے اس کے قول کا اعتبار نہ کیا اور فتح خاں کو منزل پر چھوڑ کر خود پانچ سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا اہل تبت نے احمد خاں کو تنہا دیکھ کر اس کو ہر چہاں طرف سے گھیر لیا احمد خاں دشمن سے مقابلہ نہ کر سکا اور راہ فرار اختیار کر کے فتح خاں کے پاس پہنچ گیا۔ احمد خاں نے فتح چک سے کہا کہ آج تم ہراؤں لشکر ہوتا کہ میں

حریف پر حملہ کروں فتح خاں نے بلاتال احمد خاں کا ساتھ دیا اہل تبت نے دشمن کا مقابلہ کیا اور فتح خاں نے بڑی جہاد دے کر دشمن سے مقابلہ کیا اور یہاں تک لڑا کہ میدان کارزار میں کام آیا۔ غازی شاہ اس واقعے کو شکر اپنے فرزند پر سجدہ غشبنک ہوا اور اسے واپس بلالیا غازی شاہ نے جیسا کہ بعد میں بیان ہو گا چار برس حکومت کر کے عنان حکومت اپنے بھائی حسین شاہ کے ہاتھ میں دیدی۔

حسین شاہ | حسین شاہ غازی شاہ کا برادر حقیقی ہے ۹۷۰ھ ہجری میں غازی شاہ نے تبت کلاں کی فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر کے کشمیر سے سفر کیا اور مکہ پکار میں مقیم ہوا۔ مرض جذام کے غلبہ سے غازی شاہ کی آنکھیں بالکل بے کار ہو گئیں غازی شاہ نے جبر و ظلم کو اپنا شعار بنایا اور زبردستی رعایا سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کی اس روش سے تمام رعیت اس سے منحرف ہو گئی اور اعیان ملک کے دو گروہ ہو گئے ایک جماعت نے غازی شاہ کے فرزند احمد خاں کا ساتھ دیا اور دوسرا بادشاہ کے بھائی حسین چک کا بھی خواہ بنا غازی شاہ یہ اخبار سنا کہ مہرنگو واپس آیا۔ بادشاہ اپنے بھائی حسین چک پر سجدہ مہربان تھا اس لئے اسی کو اپنا جانشین مقرر کیا غازی شاہ کے وکلاء و وزراء حسین چک کے آستانہ پر جمع ہو کر اس کے احکام کا امتثال کرنے لگے۔

تقرر جانشینی کے پندرہ روز بعد غازی شاہ نے اپنے تمام مال و اسباب کو دو حصوں میں منقسم کیا ایک حصہ اپنے فرزندوں کو دیا اور دوسرا حصہ بقاؤں کو دیا کہ اس کی قیمت اس کے پاس پہنچاویں حسین چک نے اس حکمت سے غازی شاہ کو منع کیا غازی شاہ بھائی سے ناراض ہو گیا اور اب اس نے ارادہ کیا کہ بجائے حسین چک کے اپنے فرزند احمد خاں کو بادشاہ بنائے حسین چک کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے احمد خاں ولد غازی شاہ ابدال خاں اور نیز دیگر اعیان ملک کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے عہد و پیمان کیا کہ یہ امراء حسین چک کے مطیع رہیں۔ غازی خاں حکمرانی ترک کر کے

نادم و پشیمان ہوا اور اس نے اپنے خاصہ کے ملازمین اور مغلوں کو طلب کیا اور ان کی ایک جمعیت تیار کی حسین چک بھی قتال پر آمادہ ہوا لیکن شہر اور قصبات کے باشندے درمیان میں آپڑے اور یہ فساد برپا نہ ہو سکا غازی چک سہری نگر سے کوچ کر کے زمین پور میں مقیم ہوا لیکن تین ماہ کے بعد پھر سہری نگر واپس آیا حسین چک کا پورا استقلال ہو گیا اور اس نے کشمیر کا ملک اپنے ہی خواہوں میں تقسیم کیا۔

۱۷۷۷ء ہجری میں حسین چک نے اپنے بڑے بھائی شکر چک کو راجوری کی حکومت عطا کی اور نو شہرہ اس سٹی جاگیر میں دیا لیکن اس تقرر و عطیہ کے تصور سے ہی روز بعد معلوم ہوا کہ شکر چک نے بغاوت کر دی ہے حسین چک نے شکر کی جاگیر محمد ماکری کو عطا کی اور احمد خاں فتح خاں خواجہ مسعود و مانک چک کو ایک جہاز لشکر کے ہمراہ شکر چک کی تادیب کے لئے روانہ کیا شاہی لشکر کو فتح ہوئی اور حسین چک نے فرستادہ امرار کا استقبال کیا اور ان کو بھی سہری نگر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے بعد حسین چک کو معلوم ہوا کہ احمد خاں محمد خاں ماکری اور نصرت چک اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں حسین شاہ نے ارادہ کیا کہ ان سازشیوں کو گرفتار کرے بادشاہ کے اس ارادہ کی خبر ان امیروں کو بھی ہوئی اور یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ حسین چک سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوئے حسین شاہ کو معلوم ہو گیا کہ امرار کو اس کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی ہے اور اس نے ملک لوندنی کو ان امیروں کے پاس شرائط صلح طے کرنے کے لئے روانہ کیا کہ تاکہ یہ امیر ایک جگہ جمع ہو کر اس بات کا عہد و پیمان کریں کہ ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ امراء مذکور احمد خاں کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ احمد خاں کو جس نے چند روز سے حسین چک کو نہیں دیکھا ہے بادشاہ کے مکان پر لے جائیں احمد خاں نے بیجا اصرار کے بعد اس امر کو قبول کیا اور نصرت چک لوندنی لودند کے ہمراہ حسین شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا قاضی حبیب جو اعیان شہر میں تھا مع محمد ماکری کے حاضر ہوا اور دیوانخانہ میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ رات کا وقت آیا اور حسین شاہ نے حاضرین مجلس سے کہا میں آج رات تنبورہ بجانا چاہتا ہوں چونکہ قاضی صاحب پابند شریعت ہیں آپ

سب حضرات بالاخانہ پر تشریف رکھیں تو بہتر ہو گا میں بھی تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوتا ہوں یہ امر بالاخانہ پر پہنچے اور حسین شاہ نے اپنے ملازموں کو بھیج کر ان تینوں کو گرفتار کر لیا۔ حسین شاہ نے اس واقعے کے بعد علی خاں اور خان زماں فتح خاں کو ایک جرار لشکر کے ساتھ شکر چک کے مقابلے کے لئے جو راجوری میں مقیم تھا روانہ کیا۔ یہ امیر روانہ ہوئے اور شکر چک کو شکست دیکر کامیاب واپس آئے خان زماں کا اقتدار یحجد بڑھ گیا اور حسین شاہ نے حکم دیا کہ تمام امرا و زماں خان زماں کے آستانہ پر حاضری دیا کریں۔

۹۷۳ھ ہجری میں امیروں نے خان زماں کی طرف سے بادشاہ کو بدگمانی کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے امیروں کو خان زماں سے ملاقات کرنے کی ممانعت کر دی۔ خان زماں نے ارادہ کیا کہ شہر سے باہر چلا جائے خان زماں سامان سفر درست کر رہا تھا کہ حسین ماکری اس کے پاس آیا اور خان زماں سے کہا شہر کیوں چھوڑتے ہو حسین چک شکار کو گیا ہوا ہے اور اس کا مکان خالی ہے۔ تھوڑی ہمت کر دو اور حسین شاہ کے مکان پر چل کر تمام اسباب و خزانہ پر اپنا قبضہ کر لو۔ خان زماں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فتح خان چک ولوہر و انگری کے ہمراہ حسین شاہ کے مکان پر گیا اور دروازے میں آگ لگا دی خان زماں نے ارادہ کیا کہ احمد خاں و محمد ماکری و نصرت خاں کو قید خان سے باہر نکالے۔ مسعود چک مانگ و انگری نے جو زنداں کا محافظ تھا دیوانخانے میں پانی بہا دیا اور سارے محن میں کیچڑ کی وجہ سے قدم رکھنا دشوار ہو گیا۔ دولت خاں چک ترکش و کمان لئے ہوئے کھڑا تھا بہادر خاں ولد خزان زماں اس کی طرف بڑھا اور اس پر تلوار کا وار کیا لیکن شمشیر ترکش پر پڑی دولت خاں نے ایک تیر بہادر خاں کے گھوڑے کی آنکھ میں مارا گھوڑا چراغ پا ہوا اور بہادر خاں زمین پر آ رہا مسعود مانگ نے بہادر خاں کا منہ قلم کر لیا خان زماں جو مکان کے باہر کھڑا تھا مفرور ہو گیا اور مسعود مانگ نے اس کا تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور حسین چک کے حضور میں لے گیا حسین شاہ کے حکم سے خان زماں کے کان ناک اور دست و پا کا ٹکڑا جسم دار پر آویزاں کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے مسعود چک کو

اپنا فرزند کیا اور اسے مبارز خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے پرگنہ
نقل اس کو بطور جاگیر کے عطا کیا۔

۹۷۸ھ ہجری میں حسین شاہ کے حکم سے احمد خاں نصرت خاں اور
محمد ماکری ہر سہ سردار نابینا کر دیئے گئے۔ نازی شاہ اس خبر کو شکر بیچد غمناک
ہوا اور چونکہ عرصہ سے بیمار تھا اس واقعہ کے اطلاع پاتے ہی فرط رنج سے
فوت ہوا۔

۹۷۹ھ ہجری میں لوندنی لوند نے حسین شاہ سے بیان کیا کہ مبارز خا
یہ کہتا ہے کہ چونکہ بادشاہ نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اس لئے مناسب ہے
کہ خزانوں میں بھی مجھے اپنا شریک سمجھ کر ایک حصہ مجھے بھی عطا کرے۔
حسین شاہ چک اس خبر کو شکر بیچد رنجیدہ ہوا اور ایک روز مبارز خاں کے
مکان پر گیا اور اس کے طویلے میں بیٹھا رکھوڑے دیکھ کر اور زیادہ اس کی
طرف سے بدگمان ہوا۔ حسین شاہ نے مبارز خاں کو نذر زندان کیا اور ملک
لوندنی لوند اس کا جانشین بنایا گیا لیکن تھوڑے ہی زمانے کے بعد یہ امر بھی
چالیس ہزار خروار شاہی کی حیانت کا مجرم ہو کر قید کر دیا گیا اور علی کو کہ اسس کا
قائم مقام ہوا۔

۹۸۰ھ ہجری میں قاضی حبیب جو مسلم دیندار اور سنی خفی المذہب تھے
جمعہ کے روز جامع مسجد سے باہر نکلے اور زیارت قبور کے لئے وادی کوہ ماران
روانہ ہوئے۔ یوسف نامی ایک شیعہ نے قاضی صاحب پر تلوار کا وار کیا
قاضی صاحب کا سر زخمی ہو گیا یوسف نے دوسرا وار کیا اور قاضی صاحب کی
انگلیاں کٹ گئیں اس واقعہ کی بنا بعض تعصب مذہبی تھی ورنہ اس کو زیارت
سے قطعاً تعلق نہ تھا مولا ناکمال جو قاضی صاحب کے داماد اور شہر سیالکوٹ
کے بڑے فاضل مدرس تھے قاضی صاحب کے ہمراہ تھے یوسف شیعہ دو وار
کر کے فراری ہوا۔ حسین شاہ اگرچہ خود بھی شیعہ تھا لیکن اس نے یہ خبر
سننے ہی چند سپاہیوں کو یوسف کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور مجرم قید خانہ
میں بند کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے شہر کے علماء ملا یوسف و ملا فیروز وغیرہ کو

یکجا جمع کر کے فتویٰ طلب کیا ان بزرگوں نے جواب دیا کہ از روئے سیاست ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کو قتل کرنا جائز ہے غرض کہ یوسف شعی سنگ سار کر دیا گیا۔ اسی درمیان میں اتفاق سے ایک عیسیٰ گروہ یعنی میرزا مقیم میر یعقوب ولد بابا علی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار سے بطور قاصد کشمیر وارد ہوا۔ یہ جانتے ہوئے پوہنچی اور حسین شاہ نے خیمہ و خرگاہ نصب کرایا حسین چک کو معلوم ہو گیا کہ قاصد قریب آ گئے ہیں اور بادشاہ نے خرگاہ سے براہ ہو کر ایلچیوں سے ملاقات کی اس تقریب کے بعد قاصد حسین چک کے فرزند کے ہمراہ بخشی میں بیٹھکر شہر روانہ ہوئے حسین چک نے خود مرکب پر سوار ہو کر کشمیر کا رخ کیا۔ بادشاہ نے حسین ماکرمی کے مکان پر قاصدوں کو اتارا۔ چند روز کے بعد میرزا مقیم نے جو یوسف شعی کا ہم مشرب تھا کہا کہ جن علما نے یوسف کے قتل کا فتویٰ دیا تھا ان کو میرے حضور میں طلب کر حسین چک نے میرزا مقیم کے حکم کی تعمیل کی قاضی زین نے جو مذہب الامیہ کا پیرو تھا کہا کہ علما نے غلط فتویٰ دیا ہے ان علما نے جواب دیا کہ ہم نے مجرم شخصے قتل کا مطلقاً فتویٰ نہیں دیا بلکہ ہمارے فتویٰ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے شخص کو از روئے سیاست قتل کرنا جائز ہے۔ میرزا مقیم نے اسی مجلس میں علماء کی توہین کی اور ان کو فتح خاں چک کے حوالے کر دیا فتح خاں نے ان علماء کو بہت آزربچایا حسین چک دریا کی راہ سے کمر ارج روانہ ہو گیا اور فتح چک نے میرزا مقیم کے حکم سے علما کو قتل کر کے ان کے پالون میں رسی باندھ لی اور ان کی لاشوں کو شہر میں اس طرح گشت کرایا حسین چک نے اپنی دختر کو مع نفیس و بیش قیمت تحائف کے قاصدوں کے ہمراہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے اطاعت و خلوص کا اظہار کیا۔

۹۷۰ھ ہجری میں یہ معلوم ہوا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ علی شاہ نے میرزا مقیم کو اس جرم میں کہ اس نے بے گناہ علما کے خون ناحق کئے ہیں قتل کرایا اور حسین چک کی دختر کو اپنی زوجیت میں

قبول کرنے سے انکار کر کے عروس کو کشمیر واپس کر دیا ہے حسین چک
یہ خبر سنا کر بیمار ہوا اور اسے اسہال خونی کی شدید شکایت پیدا ہوئی۔
حسین شاہ تین یا چار ماہ علیل رہا اس زمانے میں محمد خاں نے یوسف چک
ولد علی خاں چک کو مشورہ دیا کہ سوہپور میں اپنے باپ کے پاس چلا جائے
یوسف چک کے روانہ ہوتے ہی بقیہ امرا بھی یکے بعد دیگرے حسین شاہ سے علیحدہ
ہو کر علی خاں کے گرد جمع ہو گئے۔ حسین چک نے علی خاں کو یہ پیغام دیا کہ
آخر مجھ سے کیا گناہ مہرزاد ہوا ہے میں نے تمہارے فرزند کو بلائی خیال
کے تمہارے پاس روانہ کیا اب ان امرا کا مجھ سے کنارہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے
علی خاں نے جواب دیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے ہر چند میں ان امرا
کو منع کرتا ہوں کہ تم سے علیحدہ ہو کر میرے گرد جمع نہ ہوں لیکن یہ لوگ
میری مانعت پر خیال نہیں کرتے آخر کار علی خاں نے سوہپور سے کوچ کیا
اور سری نگر سے سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا ملک لونڈی لونڈی فراری
ہو کر علی خاں کے پاس آ گیا حسین چک نے بھی شہر سے سفر کیا اور سری نگر
سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا احمد و محمد ماکری بھی حسین شاہ
سے جدا ہو کر علی خاں کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ دولت چک نے جو
حسین شاہ کے مقرب درباریوں میں تھا اپنے علیل فرمانروا سے کہا کہ
تمام امرا ہم سے کنارہ کش ہو کر علی خاں کے گرد جمع ہو گئے ہیں بہتہ یہ ہے
کہ اب تاج و اباں شاہی جو ماہہ النزاع ہے علی شاہ کے پاس جو آپ کا
برادر حقیقی ہے روانہ کر دیں حسین شاہ نے دولت چک سے مشورہ پر عمل
کیا اور یوسف چک کی معرفت اثاثہ شاہی علی خاں کے پاس روانہ کر کے
اسے یہ پیغام دیا کہ میرا گناہ صرف اسی قدر ہے کہ اس مرض میں گرفتار ہوں
اس واقعے کے بعد علی خاں حسین شاہ کی عیادت کے لئے آیا اور دونوں بھائی
گلے ملکر خوب روئے حسین شاہ نے عمان حکومت علی خاں کے ہاتھ میں دیکر
خود زین پور میں اقامت اختیار کی۔ علی خاں نے تخت حکومت پر جلوس کر کے
اپنے کو علی شاہ کے خطاب سے مشہور کیا اور کشمیر کا مستقل فرمانروا ہو گیا

حسین شاہ کا وکیل سلطنت فوت ہوا اور اس کی وفات کے تین ماہ کے بعد حسین چک نے بھی دنیا کو خیر باد کیا۔ علی شاہ حسین شاہ کے جنازہ پر آیا اور اسے جبران بازار کے قریب پیوند خاک کیا۔

اسی اثناء میں عارف نام ایک صدنی جو اپنے کو شاہی سبب صفوی کی اولاد سے ظاہر کرتے تھے تصوف کے لباس میں لاہور سے کشمیر آئے یہ متصوف و درویش و حقیقت شیعہ مذہب کا پابند تھا اور ترقیہ کر کے سنی ظاہر کرتے تھے علی شاہ والی کشمیر جو خود بھی شیعہ تھا شاہ عارف کے ورود کو بہت بڑی نفرت سمجھا اور اس قدر اس کا معتقد ہوا کہ اپنی دختر کو شاہ عارف کے جلالہ عقد میں دیدیا۔ علی شاہ نوروز چک و ابراہیم چک وغیرہ جو سب کے سب مذہب امامیہ کے پیرو تھے شاہ عارف کو حضرت مہدی آخر الزماں تصور کر کے اس قدر معتقد ہوئے کہ شاہ صاحب موصوف کو سجدہ کرنے لگے امرائے کشمیر نے ارادہ کیا کہ علی شاہ کو مغزول کر کے شاہ عارف کو بادشاہ تسلیم کریں علی شاہ یہ اخبار شکر بیدار بنجیدہ ہوا۔ شاہ عارف نے جو کیمیا گری اور تسبیح جن میں مشہور و معروف تھے اس امر کی شہرت دی کہ میں کشمیر میں قیام نہ کروں گا اور صرف ایک ہی روز میں لاہور یا کسی دوسرے ملک کو روانہ ہو جاؤں گا۔ اس خبر کو شایع کرنے کے بعد شاہ عارف روپوش ہو گئے تاکہ معتقدین یہ سمجھیں کہ یہ وقفہ زمان غیبت ہے اور تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ دو اشرفیاں طاح کو دیکر ایک کشتی میں بیٹھے اور بارہ مولہ میں پہنچکر ہمارے قیام پذیر ہوئے علی شاہ نے شاہ عارف کے تعاقب میں اپنے ملازموں کو روانہ کیا شاہ صاحب گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے لائے گئے اور شاہی حکم سے نظر بند کر دئے گئے۔ شاہ عارف پھر مفرور ہوئے اور اس مرتبہ کوہ سلیمان پر گرفتار کئے گئے علی شاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اپنی دختر کے مہر کی شاہ عارف سے وصول کر کے طلاق حاصل کر لی۔ ایک خواجہ سرانے شاہ عارف کو بادشاہ سے مانگ لیا اور ان کو تبت کلاں کی طرف روانہ کر دیا۔ علی رائے والی تبت بھی مذہب شیعہ تھا اس نے شاہ عارف کی بیچ

تعلیم و تہذیب کی اور شاہ صاحب کو تبت میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کر کے اپنی دختر کا نکاح شاہ عارف کے ساتھ کر دیا۔ شاہ صاحب ایک زمانے تک تبت میں مقیم رہے اور اس کے بعد اکبر بادشاہ کے حسب الطلب ہندوستان روانہ ہوئے لیکن اگرے پہنچتے ہی فوت ہو گئے۔

۹۷۹ ہجری میں علی چک ولد نوروز چک علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دو کہہ نے میری جاگیر میں اگر غفل پیدا کیا ہے اگر تم اسے منع نہ کرو گے تو میں اپنے گھوڑوں کا پیٹ چاک کر ڈالوں گا علی شاہ نے اس قول کو کنایہ پر محمول کیا اور سمجھا کہ علی چک خود اس کے شکم کو پارہ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے بادشاہ نے غصہ میں آکر علی چک کو نظر بند کر کے ان کو کمرج روانہ کر دیا۔ علی چک کمرج سے فراری ہو کر حسین علی خاں حاکم پنجاب کے دامن میں پناہ گزین ہونے کا ارادہ کیا۔ ملاقات کے اتنا میں حسین علی خاں نے رسم زمانہ کے موافق علی چک کی تعظیم نہ کی اور علی چک لاہور سے دوبارہ کشمیر واپس آیا۔ علی شاہ نے اس کو گرفتار کر کے مقید کر دیا علی چک تھوڑے زمانے کے بعد قید خانہ سے بھاگا اور نوشہرہ میں مقیم ہوا علی شاہ نے اس پر لشکر کشی کی اور اسیر کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

۹۸۰ ہجری میں علی شاہ نے کہنوار پر حملہ کر کے وہاں کے حاکم کی دختر کو اپنے محل میں داخل کیا۔ اسی دوران میں ملاعشی و قاضی صدر الدین جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی بارگاہ سے بطور قاصد علی شاہ کے دربار میں آئے اور علی شاہ نے اپنے برادر زادہ کی دختر کو شاہزادہ سلیم کی زوجیت کے لئے منتخب کر کے عروس کو مع بیش قیمت تحائف کے اکبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور ملک میں اکبری خلیعہ و سکہ جاری کر دیا۔ اسی زمانے میں یوسف خاں ولد علی شاہ نے محمد بہت کی کوشش سے ابراہیم خاں ولد غازی خاں کو بلال بادشاہ کی منظوری حاصل کئے ہوئے قتل کر دیا۔ یوسف خاں اپنے باپ کے خوف سے محمد بہت کے ہمراہ سری نگر سے فراری ہو کر بارہ مولہ میں مقیم ہوا۔ علی شاہ اپنے فرزند کے ان اوصاف و اطوار سے ناخوش ہوا

لیکن امیروں نے یوسف کے عفو و تقصیر کی بادشاہ سے درخواست کی اور علی شاہ نے یوسف چک کو سری نگر بلوایا۔

سنہ ۹۸۵ ہجری میں علی شاہ جمال بگڑی کی سیر کے لئے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ اسی طرف گیا۔ حیدر خاں ولد محمد شاہ جو سلطان زین العابدین کی نسل سے تھا عرصہ سے گجرات میں مقیم تھا بلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور حیدر خاں بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان چلا آیا اور اس کے بعد نوشہرہ میں مقیم ہوا۔ حیدر خاں کا چچا زاد بھائی سلیم خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اس سے آلا علی شاہ نے ایک گروہ کشمیر کو بھر چک کی ہمراہی میں نوشہرہ روانہ کیا محمد خاں حاکم راجوری کو بھر چک کے اقتدار سے حسد پیدا ہوا اور اس سے عقید کر کے مع اس کے لشکر کے حیدر خاں کے پاس نوشہرہ میں چلا آیا۔ محمد خاں نے حیدر چک سے کہا کہ اسلام خاں ایک جوانمرد امیر ہے اس کو میرے ساتھ روانہ کرو تو میں کشمیر کو فتح کر لوں گا۔ حیدر خاں اس کے دام مکہ میں گرفتار ہو گیا اور اسلام خاں کو محمد خاں کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ موضع جلیکم میں پہنچ کر محمد خاں نے صبح کے وقت اسلام خاں کو قتل کیا اور براہ راست علی شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ علی شاہ نے اس خدمت کے صلہ میں محمد خاں پر بڑی نوازش و مہربانی فرمائی۔ علی ماکری وغیرہ جو حیدر خاں کی بھی خواہی کا دم بھرتے تھے نظر بند کئے گئے۔

سنہ ۹۸۴ ہجری میں کشمیر میں غلیم الشان قوط پڑا بیشمار جانیں شدت گرنگی سے ضائع ہوئیں۔

سنہ ۹۸۵ ہجری میں علی شاہ نے مسجد کے بالائی حصہ میں ایک مجلس منعقد کی اور ملک کے علماء و فقراء کو طلب کیا۔ حدیث شریف کی معتبر کتاب مشکوٰۃ الصالحین مجلس میں منگوائی گئی اور باب فضائل توبہ کے مطالعہ کے بعد بادشاہ نے موافق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم توبہ کی اور اس کے بعد نماز و تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوا۔ عبادت سے فراغت حاصل کر کے علی شاہ نے چوگان بازی کا ارادہ کیا۔ بادشاہ عید گاہ کے میدان میں چوگان بازی میں مشغول تھا کہ ناگاہ زمین پر گر ا اور زین کا نوکدار کونہ اس کے شکم میں

گھس گیا اور علی شاہ نے وفات پائی۔

یوسف شاہ | علی شاہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابدال خاں چک اپنے برادر زادہ یوسف چک کے خوف سے بادشاہ کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوا یوسف شاہ نے سید مبارک اور بابا خلیل کو ابدال خاں کے پاس روانہ کیا اور اپنے چچا کو یہ پیغام دیا کہ آپ آئیں اور اپنے بھائی کی تدفین میں شرکت فرمائیں اگر آپ مجھے مرحوم بادشاہ کا جانشین تصور کریں تو فہم فرمادیں ورنہ بسم اللہ تاج و تخت حاضر ہے آپ خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اور میں آپ کی اطاعت کروں۔ ابدال خاں نے جواب دیا کہ میں تمہارے حسب الطلب آتا ہوں اور تمہیں فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے طیار ہوں لیکن اگر مجھ سے کسی طرح کا نقصان پہنچے گا تو اس کا وبال تم پر ہوگا۔ سید مبارک خاں ابدال خاں سے منحرف تھا اس نے کہا کہ تم کو یوسف شاہ کے پاس چلنا چاہیے اور اس سے قول و قرار کر لینا چاہئے۔ سید مبارک نے یوسف خاں سے کہا کہ ابدال خاں میری نصیحت قبول نہیں کرتا پہلے اس کا علاج کر لو اور اس کے بعد بادشاہ کی تنہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہو۔ یوسف شاہ فوراً ابدال خاں کے سر پر پہنچ گیا ابدال خاں نے مقابلہ کیا اور لڑائی میں کام آیا۔ سید مبارک کا فرزند جلال خاں بھی اس جنگ میں قتل ہوا۔ دوسرے روز علی شاہ کو فریقہ امامیہ کے طریقہ کے مطابق پیوند خاک کیا اور یوسف شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا دو یا تین ماہ کے بعد سید مبارک خاں و علی خاں چک نے دریائے بہت کو عبور کر کے بناوٹ کی یوسف شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو محمد ماکری کے ہمراہ باغیوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا محمد ماکری نے جنگ میں سبقت کی اور ساٹھ سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا۔ یوسف شاہ نے امان طلب کر کے ہیرہ پور میں قیام کیا سید مبارک خاں نے یہ خبر سنا لشکر ترتیب دیا اور جنگ کے ارادے سے باہر آیا یوسف شاہ حریف کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا موضع پر تھاں (ہرنل نرسک برگز) میں جو جنگل میں واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔ سید مبارک نے یوسف شاہ کا تعاقب کیا

اور جنگ آزمائی کے بعد یوسف شاہ کو کوہستان اطراف کی طرف بھگا دیا۔ سید مبارک مظفر و کامیاب کشمیر میں داخل ہوا اور علی خاں ولد نوروز چک کو کسی بہانے سے اپنے پاس بلا کر اس کو نظر بند کر لیا۔ فرقہ چک کے دیگر امرا یعنی لوہنر چک حیدر چک و ہستی چک بغیر خوف کی وجہ سے پہلی مرتبہ نہ آئے۔ بابا غلیل و سید بر خورداران امیروں کے پاس آئے اور عہد و پیمان کے بعد ان کو سید مبارک خاں کے حضور میں لے گئے سید مبارک نے ان امیروں کو جاگیرات پر جانے کی اجازت دی ان امیروں نے اتنا ئے راہ میں یہ طے کیا کہ یوسف شاہ کو طلب کر کے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کریں امرائے مذکور نے ایک قاصد جلد سے جلد یوسف شاہ کے پاس روانہ کر گئے اسے یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے کردار پر پشیمان و پشیمان ہیں اور آپ کو اپنا مالک تسلیم کرنے کے لئے طیار ہیں۔ سید مبارک یہ خبر سنا کر پشیمان ہوا اور علی خاں چک کو قید سے آزاد کر دیا۔ سید مبارک نے تنہا خانقاہ بابا غلیل میں قیام کیا حیدر چک نے علی خاں چک کو پیغام دیا کہ ہماری تمام کوششوں کا مقصد تمہاری آزادی ہے۔ یوسف چک ولد علی خاں چک نے اپنے باپ سے کہا کہ حیدر چک کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے علی خاں نے فرزند کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور اس کے پاس چلا گیا لوہر چک وغیرہ حیدر خاں کی مجلس میں موجود تھے علی خاں چک بھی پہنچا اور خود نظر بند کر دیا گیا۔ ان امیروں نے باہم یہ طے کیا کہ لوہر چک کو بادشاہ بنالیں۔ اسی دوران میں یوسف شاہ کا پور پلچا اور اسے معلوم ہوا کہ امرائے کشمیر لوہر چک کو تخت و تاج کا مالک تسلیم کر لیا ہے یوسف شاہ موضع وایل پہنچا اور اپنے ہی خواہوں کو ہمراہ لے کر جتو سے گزرتا ہوا لاہور پہنچا اور سید یوسف خاں مشہدی کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔ سید یوسف خاں مشہدی جلال الدین اکبر بادشاہ کے نامی امرا میں سے تھا۔ یوسف شاہ راجہ مان سنگھ کے ہمراہ فتحپور سیکری میں وارد ہوا اور اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوا۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ غازی ہمیشہ کشمیر فتح کرنے کے خواہشمند تھے بادشاہ دہلی کو یہ بہانہ ملتا تھا آیا اور اکبر شاہ نے

یوسف شاہ کو راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خاں سہیدی کے ہمراہ کشمیر روانہ کیا۔

۹۸۷ء ہجری میں یہ گروہ سری نگر روانہ ہوا اس زمانہ میں لوہرچک کشمیر کا فرمانروا تھا یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب خاں کو اپنے سے پیشتر کشمیر روانہ کیا تاکہ امراء کشمیر کو لوہرچک سے برگشتہ کر کے اپنا بھی خواہ بنائے۔ یوسف شاہ سیالکوٹ پہنچا اور بلا یوسف خاں شہیدی اور راجہ مان سنگھ کی مدد کے راجوری پہنچ کر شہر پر قابض ہو گیا۔

یوسف شاہ راجوری پر قبضہ کر کے ٹھٹھہ پہنچا۔ اس وقت لوہرچک نے یوسف کشمیری کو یوسف شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا لیکن کشمیری لوہرچک سے جدا ہو کر یوسف شاہ کے ہی خواہوں میں داخل ہو گیا یوسف شاہ کو اب طاقت حاصل ہوئی اور جھوٹ کے راستہ سے جو سب سے زیادہ دشوار گزار راہ ہے دھاوا کر کے قلعہ سون پور میں داخل ہوا۔ لوہرچک نے حیدرچک و شمس چک و ہستی چک کے ہمراہ یوسف شاہ کے مقابلہ میں دریائے بھت کے کنارہ اپنی فرو گاہ تیار کی۔ چند روز کے بعد فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی اور یوسف شاہ اپنے حریف پر غالب آیا۔ یوسف شاہ فتح کے بعد سری نگر روانہ ہوا لوہرچک نے قاضی موسیٰ اور محمد سعادت بھت کے وسیلہ سے یوسف شاہ کی ملازمت حاصل کی لیکن بادشاہ اول تو اچھی طرح پیش آیا لیکن آخر میں لوہر کو قید کر دیا۔ یوسف شاہ کو اطمینان حاصل ہوا اور اس نے کشمیر کو اپنے امراء میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ شمس چک و لد دولت چک اور اپنے فرزند یعقوب خاں و نیز یوسف خاں کشمیری کو عمدہ جاگہ میں عطا کر کے بقیہ حصہ ملک کو خالصہ قرار دیا یوسف شاہ نے بعض امیروں کی ترغیب و کوشش سے لوہرچک کو نابینا کر دیا۔ ۹۸۸ء ہجری میں شمس چک نے علی شہر چک و محمد سعادت بھت کو اس گمان پر کہ یہ امیر بغاوت پر آمادہ ہیں قید کیا حبیب خاں چک خوف زدہ ہو کر موضع کہنیر کی طرف فراری ہوا۔ یوسف و لد علی خاں چک جو یوسف شاہ کا قیدی تھا اپنے چاروں بھائیوں کے ہمراہ زندان سے

نکلا اور حبیب خاں چک سے موضع کہنیر میں جا ملا۔ یہ امیر بالاتفاق راجہ بھت کے پاس گئے اور اس سے طالب امداد ہوئے لیکن جب کشمیر کے حدود میں داخل ہوئے تو ان کے درمیان خود اختلاف پیدا ہوا اور ان کی جمعیت بکٹ ہو گئی۔ یوسف اور محمد خاں دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر سری نگر لائے گئے اور ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے۔ حبیب خاں چک شہر میں روپوش ہو گیا۔ ۹۸۹ھ ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے کابل سے معاونت کرتے ہوئے جلال آباد میں قیام فرمایا۔ بادشاہ دہلی نے میرزا اطہر خورشید سید خاں مشہدی و محمد صالح عاقل کو بطور قاصد کشمیر روانہ کیا۔ شاہی قاصد بارہ بولہ پہنچے اور یوسف شاہ نے ان کا استقبال کر کے بادشاہ کے فرمان کو بوسہ دیا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور قاصدوں کو شہر میں لایا۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند حیدر خاں اور شیخ یعقوب کشمیری کو بیش قیمت تحایف کے ساتھ اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا یوسف شاہ کے قاصد ایک سال دربار اکبری میں قیام کرنے کے بعد کشمیر واپس آئے۔ اسی سال شمس چک نے زنجیر زندان اپنے باؤں سے دور کی اور کہنوار کی طرف فراری ہو کر حیدر چک سے جا ملا یوسف کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے ان باغیوں پر لشکر کشی کر کے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ یوسف شاہ منظر و کامیاب کشمیر واپس آیا۔

۹۹۰ھ ہجری میں حیدر چک و شمس چک کہنوار سے یوسف شاہ کے مقابلہ کے لئے کشمیر روانہ ہوئے یوسف شاہ آگے بڑھا اور اپنے فرزند یعقوب خاں کو پہر اول لشکر مقرر کر کے دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوا یوسف شاہ حریف کو پسپا کر کے سری نگر واپس آیا اور رائے کہنوار کی سفارش سے شمس چک کی خطا معاف کر کے اس کی جاگیر اسے مرحمت کی۔ حیدر چک حد و کشمیر سے کل کر راجہ مان سنگھ کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔

۹۹۱ھ ہجری میں یعقوب خاں ولد یوسف شاہ اخلاص و اطاعت کے اظہار کے لئے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے دربار میں حاضر ہوا۔ عرش اشانی اکبر بادشاہ فتح پور سیکری سے لاہور پہنچے اور یعقوب خاں نے اپنے باپ یوسف شاہ

کہا کہ بادشاہ کشمیر تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یوسف شاہ نے استقبال کا ارادہ کیا۔ اس زمانے میں معلوم ہوا کہ حکیم علی گیلانی بطور قاصد دربار اکبری سے روانہ ہو کر ٹھٹھہ پہنچ گئے ہیں۔ یوسف شاہ ٹھٹھہ پہنچا اور شاہی خلعت پہنکر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ بابا جلیل بابا جہدی اور شمس دولے نے یوسف شاہ سے کہا کہ اگر تم اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے پر اصرار کرو گے تو ہم تم کو قتل کر کے یعقوب خاں تمہارے فرزند کو بادشاہ تسلیم کریں گے۔ یوسف شاہ نے ان امیروں کے خوف سے اپنی حاضری کو معرض التوا میں ڈال دیا اور اکبری قاصدوں کو واپسی کی اجازت دی۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کشمیر فتح کرنے پر مدد سے زیادہ مصرعے بادشاہ کو ایک بہانہ بنا تھے آیا اور عرش ایشیانی نے شاہ مہرخ میرزا و شاہ قلی خاں اور راجہ بھگوان داس کو کشمیر کی ہم پر روانہ کیا۔ یوسف شاہ نے کشمیر سے کوچ کر کے بارہ مولہ میں قیام کیا۔ اکبری امر اور لباس پر جو کشمیر کی سرحد ہے پہنچے اور اہل کشمیر نے ہندوستان کا راستہ بند کر کے آمد و شد کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ چند ماہ کے بعد موسم سرما کا آغاز ہوا اور برف باری شروع ہوئی۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب خاں کو اپنا جانشین بنایا اور عہد و پیمان کے بعد راجہ بھگوان داس سے ملاقات کی اور ہر سال رقم معین ادا کرنے کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ امرائے اکبری یوسف شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر عرش ایشیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اکبر بادشاہ نے اس صلح کو پسند نہ کیا اور ۹۹۹ھ میں محمد قاسم میرنجر کو کشمیر روانہ کیا یعقوب شاہ کشمیر کا حکمران تھا اس نے تمام راستے مضبوط و مسدود کر کے اکبری فوج کے سامنے اپنے ڈیرے ڈالے امرائے کشمیر اپنے فرمانروا سے منحرف ہوئے اور یکے بعد دیگرے محمد قاسم کے گرد جمع ہونے لگے۔ بعض امیروں نے خود سری نگر میں نجات کی یعقوب شاہ اندرون ملک کے فتنہ کو فرو کرنا نہایت ضروری سمجھا اور کشمیر واپس آیا اکبری شاہی فوج نے مدد و کشمیر میں داخل ہو کر شہر کو تباہ کیا یعقوب شاہ نے کوہستان میں پناہ لی محمد قاسم میرنجر نے سری نگر پر قبضہ کر کے کشمیر میں اپنے عامل و حاکم مقرر کئے لیکن چند روز کے بعد یعقوب شاہ نے پراگندہ لشکر جمع کر کے محمد قاسم کے مقابلہ میں

صف آرائی کی اس معرکہ میں اگرچہ اکثر نفل سردار قتل ہوئے لیکن یعقوب شاہ شکست خوردہ فراری ہوا۔ قلیل مدت کے بعد یعقوب شاہ نے دوبارہ حملہ کیا اور محمد قاسم قلعہ ارک میں پناہ گزین ہو گیا محمد قاسم اکبر بادشاہ کے حضور میں ایک عرضداشت روانہ کر کے امداد کا طلب گزار ہوا عرش آشیانی نے یوسف خاں مشہدی کو حاکم کشمیر مقرر کر کے محمد قاسم کو اپنے دربار میں طلب کر لیا یوسف خاں مشہدی کشمیر پہنچا اور یعقوب شاہ محمد قاسم کے محاصرہ سے دست بردار ہو کر کوہستان میں جا چھپا یوسف خاں مشہدی نے اس کا تعاقب کیا اور آخر کار اسے شکست دلا دیا دیکر یعقوب شاہ کو بھی بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا۔ یوسف و یعقوب ہر دو پدروپسر امرا کے اکبر شاہی میں داخل ہو کر بہار کے جاگیردار قرار پائے اور اس تاریخ سے ملک کشمیر جو ہزار سال سے حکومت ہندوستان سے آزاد تھا شامان دہلی کے قبضہ اقتدار میں آ گیا۔

گیارہواں مقالہ

ملا بار کے مسلمان بادشاہوں کے مختصر حالات

واضح ہو کہ سلاطین ملا بار کے مفصل حالات کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہیں میری اس تالیف کا مأخذ صرف کتاب تحفۃ المجاہدین ہے میں اسی کتاب سے قدرے حالات اس ملک کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ملا بار ہندوستان کا ایک حصہ ہے جو دکن کی جانب رو بہ جنوب واقع ہے۔ قتل راج کے واقعے سے قبل والیان ملا بار حکام بیجا نگر و کرناٹک کے مطیع و فرمانبردار رہے اور ہمیشہ تحائف و ہدایا بھیج کر ان ممالک کے حکام کو رضا مند کر کے اپنے ملک کی حفاظت میں مصروف رہے۔ قدیم زمانہ میں ظہور اسلام سے پیشتر اور اس کے بعد بھی یہود و نصاریٰ دریائی راہ سے برسم تجارت اس ملک میں آمد و شد کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافع و نیوی کی وجہ سے الی ملا بار اور ان تجار کے درمیان رابطہ اتحاد مستحکم ہوا اور بعض نصرانی و یہودی تاجروں نے مستقل سکونت ملا بار میں

اختیار کر لی مختصر یہ کہ ظہور اسلام تک اس ملک کی یہی حالت رہی۔
 جیسا کہ مذکور سلسلہ ہجری کے بعد عربی و عجمی مسلمانوں کا ایک گروہ
 قد مگاہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے ارادہ سے بندر گاہ
 عرب سے سوار ہو کر جزیرہ سمر اندیب روانہ ہوا لیکن باد مخالف نے کشتی کو تباہ
 کیا اور یہ مسافر ملابار کے ساحل پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں کا یہ گروہ شہر کد نکھور
 وارد ہوا اس شہر کا حاکم جو کامل عقل اور پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا سامری کے
 نام سے موسوم اور رعایا میں بیحد ہر دلخیز تھا۔ درویشوں کا ایک گروہ سلمی
 سے ملا اور ہر قسم کی گفتگو باہم ہونے لگی سامری نے ان درویشوں کے مذہب
 کی بابت سوال کیا ان غباء نے جواب دیا کہ دین اسلام کے پیرو ہیں
 اور ہمارے نبی کا نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سامری نے
 کہا کہ میں نے یہود و نصاریٰ سے جو اس دین کہ بجد مخالف ہیں یہ سنا ہے کہ
 دین اسلام عرب و عجم میں خوب رائج ہو گیا ہے لیکن مجھے اب تک مسلمانوں سے
 ملاقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا خوبی قسمت سے تم لوگ یہاں آ گئے ہو
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اور آپ کے معجزات و
 واقعات نہایت صداقت و دیانت کے ساتھ میرے روبرو بیان کرو۔ ان
 درویشوں میں سے ایک صاحب نے جو علم و تقویٰ میں سب سے بہتر تھے اسی
 صداقت انگیز گفتگو کی کہ سامری کے دل میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی محبت پیدا ہوئی۔ اثنائے تقریر میں معجزہ شق القمر کا بھی ذکر آیا سامری نے
 کہا کہ یہ معجزہ تو نبوت کی بدیہی دلیل ہے اور اگر یہ اعجاز ثبوت ہے اور
 اسے سحر و ساحری سے کوئی تعلق نہیں ہے تو یقین ہے کہ قریب و دور ہر شہر و
 قریہ کے باشندوں نے اسے دیکھا ہو گا۔ ہمارے شہر کی رسم یہ ہے کہ جب کبھی
 کوئی بڑا واقعہ پیش آتا ہے تو ارباب قلم و دفتر شاہی میں اس حادثے کو لکھ دیتے
 ہیں میرے آبا و اجداد کے عہد حکومت کے ذخائر موجود ہیں انھیں دیکھ سکا اور
 تمہارے قول کا صدق و کذب تم پر ظاہر کر تا ہوں۔ سامری نے اہل و فسترد کو
 طلب کیا اور حکم دیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زائے مبارک کا

دفترا جہ کے روبرو پیش کریں۔ سامری کے حکم کا امتثال کیا گیا اور اس دفتر میں مرقوم
تھا کہ فلاں تاریخ یہ دیکھا گیا کہ چاند و دھڑکے ہو کر پھر باہم مل گیا۔ سامری پر دین اسلام
کی حقیقت ظاہر ہوئی اور وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ سامری نے اپنے
ایمان ملک کے خوف سے اپنا اسلام علانیہ ظاہر نہ کیا اور مسلمان تاجروں کو بھی انجام
واکرام دیکر رخصت کیا اور ان سے عہد لے لیا کہ قدم گاہ حضرت آدم علیہ السلام کی
زیارت سے فارغ ہو کر ظاہر واپس آئیں۔ مسلمان درویش سامری سے رخصت
ہو کر سراندیب وارد ہوئے اور وہاں قدم گاہ شریف کی زیارت کر کے بلدہ کے بطور
واپس آئے۔ سامری مسلمانوں کی واپسی سے بید خوش ہوا اور ان کی تعظیم و تکریم
میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا سامری نے حرمین شریفین کے سفر کی طیاری کی لیکن
چونکہ علانیہ اس کام کو انجام نہ دیکھتا اس معاملہ میں ایک تدبیر سوچنی اور خفیہ
طور پر مسلمانوں کو زرو مال دیکر ان کو حکم دیا کہ اپنی کشتی طیار کریں اور آذوقہ و
سامان ضروری کثرت سے اس کشتی میں بیکار کر لیں اس انتظام کے بعد سامری نے
اپنے ارکان دولت و اعزہ و اقارب کو ایک مجلس میں جمع کر کے ان سے
کہا کہ اب مجھ پر عبادت الہی کا شوق غالب ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ گوشہ
خلوت میں بیٹھ کر مخلوق سے کنارہ کش ہوں اور خالق کی عبادت میں اپنی عمر کے
بقیہ ایام بسر کروں چونکہ ایسی حالت میں تم کو مجھ سے ملاقات کا موقع نہ حاصل
ہو گا اس لئے میں اپنے قلم سے ایک دستور العمل لکھ کر تمہارے سپرد کرتا ہوں
تاکہ تم انہیں احکام کے مطابق تمام مہمات شاہی کو انجام دو اور عرض مکرر کیے
محتاج نہ رہو طویل گفتگو کے بعد یہ امر طے پایا اور اراکین دربار نے شدید قسموں کے
ساتھ سامری کے حکم کی تعمیل کا اقرار کیا۔ راجہ نے اپنے قلم سے ایک دستور العمل
لکھا اور تمام ملک ظاہر کو اپنے معتد امیروں پر تقسیم کر کے ان سے کہا کہ جو ملک
جس کے نام اس دستور العمل میں مرقوم ہے ہمیشہ کے لئے اس کی اور نیز اس
امیر کی اولاد کی ملک تصور کیا جائے گا۔ امیروں کو چاہئے کہ ایک دوسرے پر
نظر نہ اٹھائیں اور اگر حکام کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو اس کی نزاع کی وجہ سے
ملک تباہ و ویران نہ ہونے پائے۔ اور ایک دوسرے کے لک پڑ بٹہ نہ کرے۔

سب سے اہم امر یہ ہے کہ بادشاہ کے قتل کرنے اور اس کے مقتول ہونے سے ہمیشہ خائف رہنا اور اگر بادشاہ کسی معرکہ میں قتل ہو جائے تو جب تک کہ حریف کے تمام سپاہ و لشکر اور اس کی آل و اولاد کو قتل اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کر لینا آرام سے گھر میں نہ بیٹھا۔ مورخ فرشتہ کہتا ہے کہ تھری کتاب کے وقت تک جو ۱۵۰ سالہ ہجری سے اہل ملابار بادشاہ کے قتل سے بچد ورنے ہیں اور باوجود اقتدار کے کوئی امیر اپنے سے کم مرتبہ حاکم پر فوج کشی نہیں کرتا اور اس میں شبہ نہیں کہ اس قاعدہ میں اہل ملابار کا طرز عمل تمام عالم سے جدا ہے۔ کہتے ہیں کہ سامری نے ملک کو اپنے تمام امرا پر تقسیم کیا لیکن اتفاق سے تقسیم کے وقت ایک امیر موجود نہ تھا جو بعد میں راجہ کے حضور گئیں حاضر ہوا راجہ بچد فکر مند ہوا اور اپنی تلوار کمر سے کھول کر اس امیر کو دی۔ اور اس سے کہا کہ ملابار کا جس قدر حصہ ملک تم اس تلوار سے فتح کرو گے وہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی ملک سمجھا جائے گا اور میرے بعد تم اور تمہاری اولاد میں جو شخص حکمراں ہوگا وہ بھی میرے ہی نام سے موسوم ہوگا۔

مختصر یہ کہ سامری نے وصیت سے فراغت حاصل کر کے اراکین و دربار سے کہا کہ میں فلاں مقام پر عبادت الہی میں مشغول ہوتا ہوں اس درمیان میں ایک ہفتہ تک کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اراکین و دربار کو یہ حکم دیکر راجہ خود رات کے وقت مسلمانوں کے ہمراہ جن کے سرگروہ مالک بن حبیب تھے کشتی میں سواہر مکہ معظمہ روانہ ہوا اہل ملابار ایک ہفتہ کے بعد مقررہ عبادت گاہ میں آئے اور راجہ کو وہاں موجود نہ پایا اہل ملابار نے بالاتفاق کہا کہ سامری آسمان پر چڑھ گیا اور دوبارہ نزول کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ملابار سال میں ایک شہ سامری کی اس عبادت گاہ میں جشن کرتے ہیں اور پانی اور ایک جوڑ کھڑاون رکھ دیتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے زمیں پر اترے تو پانی اور پاپوش اس کو موجود ملے۔ سامری سفر دیا کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ کشتی بندر قناریہ میں پہنچی مسافروں نے ایک شبانہ روز اس مقام پر قیام کیا اور یہاں سے بندر شجر وارد ہوئے اور سامری مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ راجہ نے مالک بن حبیب اور دوسرے مسلمان ہمراہیوں کو اپنے روبرو

بلایا اور ان سے کہا کہ چونکہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ملا بار میں اسلام کو رائج کریں رفاقت و عروت کا تقاضا یہ ہے کہ حمیت اسلام کو منظور نظر رکھ کر دریا کے سفر کی زحمت گوارا کرو اور تم اور نیز دیگر مسلمان تجارت کے لئے دریا کی راہ سے اس ملک میں جاؤ اور وہیں اپنے مکانات بنا کر سکونت اختیار کرو تاکہ رفتہ رفتہ اس ملک میں دین اسلام کا رواج ہو اور باشندگان ملا بار اسلام و بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی ہو جائیں۔ مسلمانوں نے راجہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کہا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ہمارا اس ملک میں جا کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے اس لئے کہ ملا بار کے غیر مسلم باشندے یہود و نصاریٰ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ہر سہ فریق ہمارے دین و مذاہب کے سخت مخالف و دشمن ہیں ظاہر ہے کہ اس حالت میں یہ ہم کو کسی طرح بھی وہاں نہ رہنے دیں گے ہمارا اس ملک میں قدم رکھنا ہی دشوار ہے چہ جائے کہ ہم وہاں توطن اختیار کریں۔ سامری نے مسلمانوں کی گفتگو سن کر تھوڑا غور کیا اور ایک فرمان اپنے ظلم سے امراء ملا بار کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ سامری کی جانب سے جو خدا کے حکم سے اس وقت تم سے جدا ہے لیکن عنقوب پھر تمہارے دیدار سے بہرہ مند ہو گا تم سب کو معلوم ہو کہ جھکو ہمیشہ اپنے پاس سمجھ کر میرے نوشتہ و دستور العمل کے پابند رہو اور ان احکام سے سر موٹا وزنہ کرو اور یہ سمجھو کہ دین و دنیا کی تمام سعادت انھیں تو ان پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔ اس زمانے میں صداقت نصیر مالک بن حبیب اور خدا پرستوں کا ایک گروہ جس میں فلاں فلاں اشخاص داخل ہیں اور تمام افراد نیک نفس اور نیک اعتقاد ہیں برسم تجارت ملا بار کا سفر کر رہے ہیں۔ ان تاجروں کے حالات سے مجھے پوری واقفیت ہے اس لئے اپنا فریضہ سمجھ کر میں اس گروہ کی تم سے سفارش کرتا ہوں تم کو چاہئے کہ ان کے ورود کو باعث برکت سمجھ کر انکی تعظیم و تکریم کرو اور مہانداری کے تمام شرائط بہ احسن وجہ انجام دے کر ان کی تمام ضرورتوں کے مہیا کرنے میں اس گروہ کی پوری امداد و اعانت کرو۔ اس گروہ کو تمام دیگر جماعتوں سے جو اس ملک میں برسم تجارت وارد ہوں بزرگ و برتر سمجھ کر سجدہ بالغہ و اصرار کے ساتھ ان کو مجبور کرو کہ ہمیشہ اس نواح میں آمد و شد جاری رکھیں

بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ اس گروہ کو تمہارے ملک میں سکونت اختیار کرنے کا شوق پیدا ہوا اور یہ بزرگ افراد ملا بار میں آباد ہو کر مکانات و مساجد تعمیر کرائیں اور باغات نصب کریں اس امر کی کمال نگہداشت کرو کہ خود اہل ملا بار و نیز دیگر اقوام کے تجارت و مسافران کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکیں۔

سامری نے مذکورہ بالا فرمان مسلمانوں کو دیا اور ان سے کہا کہ میری موت اور میرے سفر کا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا اور میرا یہ فرمان حاکم نہ نکلوں کہ پہنچا دینا خدا سے امید ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرے گا کہ تم ہمد راضی و خوش ہو گے۔ سامری نے اپنا تمام مال و اسباب مسلمانوں کو تقسیم کر دیا اور خود جنت کی راہ لی اور بندر شجر میں پونہ خاک کر دیا گیا صحیح روایت یہ ہے کہ سامری نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ و اہلہ وسلم کے بابرکت مہد میں معجزہ شوق القہر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تحقیق حال کے لئے تمام اطراف و جوانب میں اپنے معتبر ملازمین روانہ کئے بڑی کوشش کے بعد معلوم ہوا کہ سرفہرین عرب میں ختم المسلمین روحی فداۃ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور شوق القہر کو اپنے معجزات میں ایک بین دلیل رسالت کی ظاہر فرمایا ہے سامری اس خبر کو سن کر کشتی پر سوار ہوا اور زیارت جلال بالکمال سے مشرف ہو کر مسلمان ہو گیا۔ سامری نے بیت المقدس شریف کا طواف کیا اور حسب اجازت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ملک کو واپس ہوا۔ سامری مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ شہر ظفار میں پہنچا اور مرض الموت میں غلیل ہو کر راہی جنت ہوا۔ سامری کا مزار اب تک شہر مذکور میں زیارت گاہ خلافت ہے۔

بہر نوع جو روایت بھی صحیح ہو مسلمانوں کے اس گروہ میں جو راجہ کے ہمراہ ملا بار روانہ ہوا تھا مشرف بن مالک اور ان کے برادر اخیا فی مالک بن دینار اور ان کے برادر زادے مالک بن حبیب بھی شامل تھے۔ یہ گروہ سامری کا نوشتہ اپنے ساتھ لے کر ملا بار پہنچا اور حاکم شہر کد نکلوں کو سامری کا خط پہنچایا۔ حاکم نے مرحوم راجہ کے خط کی شناخت کی اور اسے دیکھ کر ہمد خوش ہوا اور ان سے سوال کیا کہ سامری کہاں ہے اور کن مطالب کے لئے اس نے تمہارے ہمراہ سفر اختیار کیا ہے۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ سامری ہمارا ہم سفر نہ تھا اور نہ ہمیں اس کی

بابت کچھ علم ہے ہم دریائے شجر کے کنارے کشتی پر سوار ہو رہے تھے ہم نے سامری کو دیکھا اور اس سے ترک وطن کی بابت سوال کیا اس نے ہمارے سوال کا مطلق جواب نہ دیا لیکن جب راجہ کو معلوم ہوا کہ ہم ملا بار جا رہے ہیں تو اس نے یہ خط لکھ کر ہم کو دیا اور ہدایت کی کہ ہم یہ نامہ تم تک پہنچا دیں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے زیادہ ہم کو واقفیت نہیں ہے۔

باشندگان ملا بار کا عقیدہ یہ تھا کہ سامری زندہ بالائے آسمان چلا گیا ہے۔ اس فرمان کے پہنچتے ہی بلدہ کد نکلو رو نیز و دیگر بلا و ملا بار میں شادیاں بچنے لگے اور حاکم کد نکلو رکے مسلمانوں کو عہدہ مکانات میں مقیم کرایا اور ضیافت و مہمان داری میں کئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا ضیافت و خاطر داری اسے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں سے ان کے مقاصد و احوال کے بابت سوال کیا۔ راجہ کو اس حجت کے ورود کی غرض کا علم ہوا اور اس نے ملا بار کے تمام حکام و عمال و نیز رعایا کے نام پر و انجات روانہ کئے اچن کا مضمون یہ تھا کہ مالک بن حبیب مع اپنے ہمراہوں اس ملک میں تشریف لائے ہیں یہ گروہ جس قصبے اور قریبے میں پہنچے اپنی پسند کے موافق مکانات و مساجد و باغات کے لئے مرغوب و عمدہ زمین کا انتخاب کر سکتا ہے سامری کا حکم ہے کہ اس گروہ کے ساتھ اس قسم کی رعایت کی جائے اور ہر شخص ان کی خدمت کو سعادت دارین سمجھ کر سامری کے عنایات کا امیدوار ہو۔ مالک بن حبیب نے مع دیگر مسلمانوں کے سب سے پہلے کد نکلو میں مسجد تعمیر کرائی اور مکانات و باغات تعمیر و درست کر کے اس ملک میں فروکش ہوئے تھوڑے زمانے کے بعد مالک بن حبیب اپنے عیال و فرزندوں کے ہمراہ ملا بار کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پیشتر کو لم (کولین - برگز) میں وارد ہوئے اور اس مقام پر بھی کد نکلو کی طرح مساجد و مکانات و باغات کا پورا انتظام کر کے اپنے عیال و اطفال کو کو لم میں چھوڑا اور خود بی مارادی میں وارد ہوئے یہاں بھی مناسب انتظام کر کے حنفین - قندریہ - حالیات - فاکنور - منگلو - کالنج کوٹ کی سیر کی اور ہر شہر میں مساجد و مکانات و باغات کا پورا انتظام کر کے ہر مقام پر مسلمانوں کو آباد کیا اور ان کو صوم و صلوة و اذان کی وصیت کر کے خود کو لم

واپس آئے۔ ملا بار کے اکثر مسلمان شافعی المذہب ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مالک بن حبیب و سامری وغیرہ تمام مسلمان فروعات میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔

غرض کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی آمد و شد اس ملک میں زیادہ ہوئی اور ملا بار کے اکثر حکام نے دین اسلام قبول کیا۔ بندر کوہ و دابل و جیول وغیرہ کے راجاؤں نے بھی حکام ملا بار کی تقلید کر کے عرب تاجروں کو سواحل دریا پر مسکن تعمیر کرانے کی اجازت دی اور ان کو نوایت کے لقب سے جس کے معنی خداوند یعنی صاحب و آقا کے ہیں مخاطب کیا۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی اس غرت و وقت سے آتش حسد میں جلنے لگے اور ان حاسدوں نے اہل اسلام کی عداوت پر کمر باندھی لیکن دکن و گجرات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور دکن میں دین حق پورے طور پر رائج ہو چکا تھا مخالفین نے خاموشی اختیار کی اور اظہار عداوت نہ کر سکے۔

سنہ ۳۵۰ ہجری تک اہل اسلام اپنے دشمنوں کی شر سے محفوظ رہے لیکن اس کے بعد شاہان دکن کی قوت میں ضعف پیدا ہوا اور اہل فرنگ کو شاہ پرتگال کی طرف سے اجازت ہوئی کہ بحر ہند کے سواحل پر قلعے تعمیر کریں۔ سنہ ۳۵۰ ہجری میں چار کشتیاں پرتگال سے بندر قندریہ پر لنگر انداز ہوئیں اور نصرانی تجار کا لیکوٹ میں وارد ہوئے۔ ان پرتگیزی تاجروں نے اس مقام کے حالات اور یہاں کے باشندوں کی طبیعت اور ان کے اخلاق سے واقفیت حاصل کر کے اپنے ملک کی راہ لی۔

سنہ ۳۵۰ ہجری میں پرتگال سے چھ کشتیاں کا لیکوٹ پر لنگر انداز ہوئیں اور اس مرتبہ نصاریٰ نے اہل ملا بار سے کہا کہ مسلمانوں کو عرب کے سفر سے ممانعت کر دی جائے ہم ان سے زائد تم کو منافع تجارت ادا کریں گے۔ سامری نے نصاریوں کی یہ درخواست قبول نہ کی اور نصاریٰ نے تین دین میں مسلمانوں پر جبر و ظلم کرنا شروع کیا سامری نے مضبناک ہو کر نصاریٰ کے قتل عام کا حکم دیا اور اہل ملا بار نے ان کے مال و ابا ب کو تباہ و تاراج کر ڈالا

شتر عالی مرتبہ فرنگی قتل ہوئے اور بقیہ اپنی جان بچا کر بندر کوچی کو روانہ ہو گئے۔
 کوچی کا حاکم سامری کا دشمن اور اس کا بدخواہ تھا اس راجہ نے نصاریوں کو پناہ
 دیکر ان کو اپنے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دیا۔ نصاریٰ سے حاکم کوچی
 کی اجازت سے بندر گاہ کے قریب ایک قلعہ تعمیر کیا اور ساحل دریا کی مسجد کو
 شہید کر دیا اور اسے اپنا کلیسا بنایا۔ قلعہ مذکور پہلا حصہ ہے جو فرنگیوں نے
 بحر ہند کے ساحل پر تعمیر کیا ہے۔ اسی دوران میں بندر کنور کے باشندوں نے بھی نصاریٰ
 سے اتحاد کیا اور اہل فرنگ نے یہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کر کے آزادی کے ساتھ
 قفل و زنجیل دسیاہ مرج و سونٹھ کی تجارت شروع کی اور مسلمانوں کے
 کاروبار میں مانع آئے۔ سامری ان واقعات کو شکر و غصہ بنا کر ہوا اور اس نے
 لشکر کشی کر کے بندر کوچی کے تین راجاؤں کو قتل کیا اور اس کے ملک کو تباہ کر کے
 واپس آیا مقتول حکام کے وارثوں نے پھر جمعیت بہمن پہنچائی اور ویران جنگل
 کو آباد کر کے فرنگیوں کے مشورے کے موافق جہاز رانی کا سلسلہ شروع کیا۔

حاکم کنور نے بھی نئی روش اختیار کی اور دریائی تجارت کا آغاز
 ہوا۔ سامری کا غصہ ہزار گنا زیادہ ہو گیا اس نے اپنے تمام خزانوں کو صرف
 لشکر کیا اور دو یا تین مرتبہ کوچی پر لشکر کشی کی۔ چونکہ اہل فرنگ ہر مرتبہ کوچی
 کے معین ہوتے تھے سامری اس پر غلبہ حاصل کر سکا اور ہر مرتبہ ناکام واپس آیا۔
 سامری نے مصر و جدہ و دکن و سبغات کے فرمانرواؤں کے نام اس مضمون
 کے نامے روانہ کئے کہ اہل فرنگ مجھے اور میرے موروثی ملک کو حد سے
 زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن اپنے ذاتی نقصان کا مجھے زیادہ خیال نہیں ہے
 سب سے جاننا کہ صد مہ مجھے اس بات کا ہے کہ نصاریٰ اہل اسلام کو طعہ و خراج
 سے آزاد پہنچاتے ہیں میں باوجود اس کے کہ ہند وہوں لیکن مسلمانوں کی
 حمایت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں اور اپنا روپیہ اور دولت مسلمانوں کی اعانت
 و امداد میں صرف کرتا ہوں اور اپنے حقیقی الوسع اہل اسلام کو دشمنوں سے محفوظ
 رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتا لیکن چونکہ شاہ پرنگال مجھ سے زیادہ طاقتور و
 دولت مند ہے اور ہمیشہ آلات حرب و مرداں کارزار سے طلباء کے نصاریوں کی

حمایت و امداد کرتا رہتا ہے اور باوجود معرکہ آرائیوں کے بھی اس کی فوجی دہلی حالت میں کوئی نمایاں تغیر نہیں ہوتا اس لئے مجھے شاہان اسلام کی امداد کی ضرورت پیش آئی ہے اگر دشمنان اسلام کی تباہی پر کمر ہمت باندھ کر سپاہ و آلات حرب یہاں روانہ کر دئے اور اعدائے دین کے تباہ کرنے میں پوری کوشش کر دئے تو مجاہدین میں داخل ہو کر میدانِ حشر میں شارع اسلام علیہ السلام کے روبرو سرخرو ہو گئے۔ سامری کے ان ناموں نے اثر کیا اور سب سے پیشتر قانصور غوری حاکم مصر نے امیر حسین نام ایک عہدہ دار کو مع تیغ جہازوں کے جو سپاہ و آلات حرب سے معمور تھے جہاد کی غرض سے بندرگاہ مذکور کو روانہ کیا۔ محمود شاہ غجراتی و محمود شاہ بہمنی نے بھی دیو و سورت و کدوہ و وایل و جیول کی بندرگاہوں سے نہایت مستحکم کشتیاں مع سامان حرب کے روانہ کیں۔ مصر کے جہاز پہلے بندر دیو میں لنگر انداز ہوئے اور اس کے بعد گجرات و دکن کے جہازوں کے ہمراہ بندر جیول کو جہاں فرنگ کا مرکز تھا روانہ ہوئے۔ چالیس کشتیاں سامری کی اور چند عراب بندر کدوہ و وایل کے بھی مصری جہازوں کے ساتھ شامل جنگ ہوئے۔

اہل فرنگ کی ایک کشتی جو سپاہیوں سے معمور تھی گرفتار ہوئی اور مسلمان جہاد سے فراغت حاصل کر کے بندر دیو کی طرف واپس ہوئے اہل فرنگ ان کے تعاقب میں دفتہ وہاں پہنچ گئے اور حریت کو بے خبر پاکر آمادہ بہ قتال ہوئے ملک ایاز حاکم بندر دیو و امیر حسین نے مجبوراً جنگ آزمائی شروع کر دی لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی اور چند کشتیاں اہل مصر کی گرفتار ہوئیں اور مسلمان شہید ہوئے اہل فرنگ کامیاب اپنے بندرگاہوں کو واپس ہوئے اسی اثنا میں سلیم سلطان شاہ روم سلاطین مصر پر غالب آیا اور ان کی سلطنت بے مہر ہو گئی سامری اس واقعے سے بیدار بنی ہوئی اور اہل فرنگ کا ملک پر تسلط ہونے لگا۔ فرنگیوں کی عدم موجودگی میں رمضان ۷۱۳ ہجری میں کالیکٹ کا سفر کیا اور جامع مسجد کو حلا کر شہر کو تاخت و تاراج کر دیا لیکن دیگر باشندگان مابار نے فرنگیوں پر حملہ کر کے پانچ سو فرنگی سواروں کو تہ تیغ کیا بقیہ افراد نے بندر کولم میں پناہ لی۔ اہل فرنگ نے بندر کولم کے زمینداروں سے صلح کر کے غنہر سے

نصف کو س کے فاصلے پر ایک قلعہ تعمیر کیا اور اپنی جمیعت کو فراہم کر کے اسی سال جیسا کہ مذکور ہوا یوسف عادل شاہ کے ملازمین سے جنگ کر کے بندر کوہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف عادل نے فوراً قلعے کو دوبارہ سر کر لیا لیکن ایک مدت کے بعد فرنگیوں نے وہ لٹ کثیر صرف کر کے حصار کے حاکم کو اپنا بندہ زربنایا اور قلعے پر قابض ہو گئے۔ اہل فرنگ نے ہندوستان کے کنارے میں اسی بندر گاہ کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس کے استحکام و مرمت کی پوری کوشش کی۔ سامری باوجود اس کے کہ غیر مسلم تھا لیکن چونکہ غیرت مند و صاحب احساس تھا یہ واقعات دیکھ کر فرط رنج سے بیمار ہوا اور دنیا سے کوچ کر گیا۔

۹۲۱ھ ہجری میں سامری نے وفات پائی اور اس کا بھائی سامری کا جانشین ہوا۔ اس جدید فرمانروائے اہل فرنگ سے صلح کرنی۔ فرنگیوں نے راجہ کی اجازت سے کالیکوٹ کے قریب ایک نیا حصار تعمیر کرایا راجہ نے اہل فرنگ سے یہ عہد و پیمان کیا کہ ہر سال چار کشتیاں فلفل و زنجبیل کی عرب کی بندرگاہوں کو روانہ کرتے رہیں نصاریٰ نے اول تو اس عہد کو پورا کرنے کا اقرار کیا لیکن جب قلعہ طیار ہو گیا تو اس تجارت کو سد و دگر دیا اور اس ملک کے مسلمانوں پر جبر و ظلم شروع کیا۔ یہودیوں کا وہ گروہ جو شہر کد نکھور میں آباد تھا سامری کا ضعف سلطنت دیکھ کر مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور بے شمار مسلمان شہید ہوئے۔ سامری اپنے حرکات سے شہر مندہ ہوا اور سب سے پہلے اس نے کد نکھور کا سفر کیا اور یہودیوں کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کا نام و نشان تک دنیا میں باقی نہ رہا۔ یہود کو تباہ کرنے کے بعد سامری نے مسلمانوں کے ہمراہ کالیکوٹ کا رخ کیا اور فرنگیوں کے حصار کا محاصرہ کر کے بڑی محنت جاں فشانی کے بعد حصار مذکور کو فتح کر لیا۔ اس واقعے سے اہل طاباری کی حالت کچھ سنبھلی اور وہ اپنی کشتیاں اہل فرنگ سے معاہدے کئے ہوئے بغیر عرب کے بندرگاہوں کو روانہ کرنے لگے۔

۹۳۰ھ ہجری میں اہل فرنگ نے مالیات کے حدود میں جو کالیکوٹ سے دو کوس کے فاصلے پر آباد تھے حصار تعمیر کرایا اور طاباری کی کشتیوں کی مزاحمت کرنے لگے اسی زمانے میں عہد برہان نظام شاہ ہجری میں نصاریٰ نے بندرجول کے

قریب ایک قلعہ بنایا اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔
 ۱۲۱۱ھ ہجری یعنی بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں بندر دیسی و دمن و دیون کے
 بندر گاہوں پر بھی نصرانیوں کا قبضہ ہو گیا۔
 ۱۲۱۳ھ ہجری میں اہل فرنگ نے شہر کہ نکلوں میں ایک جدید قلعہ تعمیر کر کے
 کامل غلبہ حاصل کر لیا۔ اس اثنا میں سلطان سلیمان بن سلطان سلیم رومی نے
 ارادہ کیا کہ فرنگیوں کو ہندوستان کی بندر گاہوں سے خارج کر کے خود ان
 بنادر پر قبضہ کر لے۔

۱۲۱۴ھ ہجری میں سلطان سلیمان نے اپنے وزیر سلیمان پاشا کو سوہاڑوں
 کے ہمراہ بندر گاہ عدن پر روانہ کیا تاکہ پہلے اسی بندر گاہ کو جو سمراہ واقع ہے
 اپنے قبضے میں لائے اور بعد اس کے دیگر بنادر ہند کی طرف توجہ کرے۔
 سلیمان پاشا نے شیخ غازی بن شیخ داؤد کو قتل کر کے بندر گاہ عدن پر قبضہ کیا
 اور بندر گاہ دیو کی جانب روانہ ہوا۔ سلیمان پاشا نے جنگ کی بنا ڈالی لیکن غلہ
 واذوقہ کی قلت کی وجہ سے اس بندر گاہ کی تسخیر میں تاخیر واقع ہو گئی اور سلیمان پاشا
 بے نیل مرام ملک روم کو واپس گیا۔

۱۲۱۵ھ ہجری میں اہل فرنگ نے ہرموز و مسکت و سقوطرہ و ملوہ و سیلاپور
 و ناک فتن و منگلور و سیلان و بنگالہ وغیرہ بندر گاہوں پر سمر حدین تک قبضہ کر لیا
 اور ہر بندر گاہ پر قلعہ تعمیر کرایا۔ سلطان علی آجی نے قلعہ سقوطرہ فتح کیا اور حاکم سیلان
 نے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے اپنے ملک کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔
 حاکم کالیکوٹ راجہ سامری جس بابت مشہور ہے کہ یہ شخص اسی امیر کی نسل سے
 تھا جس کو سامری اول نے اپنی تلوار عنایت کی تھی اہل فرنگ کے غلبہ سے بچد
 پریشان ہوا اور علی عادل شاہ و مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس قاصد روانہ کر کے اہل فرنگ
 کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر ان کو اپنے ممالک سے خارج کر دینے کی استدعا کی۔
 ۱۲۱۶ھ ہجری میں سامری نے قلعہ عالیات کا محاصرہ کیا اور علی عادل
 و مرتضیٰ نظام شاہ نے ریکندہ و بندر کو وہ پر دھوا دیا۔ سامری نے عالیات پر قبضہ
 کر لیا لیکن مرتضیٰ نظام و علی عادل اپنے ملازمین کی شامت اعمال سے جیسا کہ مذکور

ہو چکا بلا کسی کار براری کے واپس آئے اہل فرنگ کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ اور بڑھ چکی اور انھوں نے چند جہاز جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے جو مکہ معظمہ سے واپس آرہے تھے بند گاہ جدہ میں غارت کر کے مسلمانوں کی سخت توہین کی۔ فرنگیوں نے علی عامل شاہ کے مقبوضہ بندر گاہ قراہن میں آگ لگا دی اور بندر وائل میں پہنچ کر ارادہ کیا کہ طریق تجارت اس پر بھی قبضہ کریں ملک التجار خواجہ علی شیرازی حاکم بندر نے سچاس ذی رتبہ فرنگیوں کو تہ تیغ کر کے اس فتنے کو فرو کیا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے جہازوں کے گرفتار ہو جانے کے بعد سے بناور عرب و عجم کا سلسلہ جہاز رانی موقوف کیا بادشاہ نے اہل فرنگ سے عہد و پیمان کرنا اپنی کسر شان سمجھا اور بلا کسی عہد و پیمان کے جہازوں کو روانہ کرنا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو ضایع کرنا تھا بادشاہ نے تو خود کتارہ کشی کر لی لیکن میرزا عبدالرحیم خان خانجاناں وغیرہ امراو فرنگیوں سے عہد نامہ کر کے جہازوں کو بناور عرب و عجم کی طرف روانہ کرتے رہے۔

سلسلہ ہجری میں نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ نے اہل فرنگ کے دوسرے گروہ کو جو عقائد میں باشندگان پرتگال سے مختلف اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے گجرات کے ایک مشہور بندر گاہ سورت میں توطن کی اجازت دی۔ سورت پہلا مقام ہے جہاں کہ فرنگیاں انگلیسی نے اپنی سکونت اختیار کی یہ لوگ عقاید میں دیگر اہل فرنگ سے اختلاف رکھتے ہیں انکا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور خدا ایک ہے جو زن و فرزند سے بالکل پاک ہے انگلیسی اہل فرنگ کا بادشاہ دوسرا ہے یہ لوگ شاہ پرتگال کی رعایا نہیں ہیں۔ چونکہ اس گروہ کو ابھی کامل اقتدار نہیں ہوا ہے اس لئے مسلمانوں سے اظہار محبت کرتے ہیں اور فرنگیاں پرتگال کے تشنہ خون ہیں اور جہاں کہیں کہ ان کو پاوتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں لیکن اب نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کی حمایت میں اپنے مخالفین کے قرب وجوار میں آباد ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ ان دونوں فریق کا آئندہ کیا حال ہوگا۔

مختفہ المجاہدین میں مرقوم ہے کہ رعایائے ملابار اکثر غیر مسلم ہیں اور ان کے قبائل کو نیار کہتے ہیں۔ عقد نیار سے ایک تاکامراد ہے جو عورت کی گردن میں

باندھ دیا جاتا ہے اس کے بعد عورت ڈور باندھنے والے اور اغیار سب کے لئے حلال ہے چنانچہ ایک عورت کے متعدد شوہر ہوتے ہیں اور ہر رات وہ جداگانہ مکان میں رہتی ہے سناور و رنگیز و لوہار تمام فرقتے نیاریوں کی رسم کے پابند ہیں سوا برہمنوں کے جو اپنے رواج میں قطعاً مختلف ہیں گھمکر کے غیر مسلم باشندوں بھی یہی حال ہے اس لئے کہ یہ فرقہ قبل اسلام لانے کے اسی رسم کا پابند تھا اور ایک عورت متعدد شوہروں کی زوجہ ہوتی تھی اور جو شوہر کہ عورت کے گھر آتا تھا وہ اپنی علامت دروازہ کے باہر چھوڑ جاتا تھا تاکہ اگر شوہر و دیگر آئے تو پاؤں اور نشان کو دیکھ کر واپس جائے۔ ان گھمکروں کا قاعدہ تھا کہ جب کسی گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو دروازہ پر استادہ ہو کر بہ آواز بلند اس لڑکی کے طلبکار کو آواز دیتے تھے اگر خوش قسمتی سے کوئی اس دختر کا خواہاں مل گیا تو فہو المراء ورنہ غریب بچی کو قتل کر ڈالتے تھے۔

ملا بار کے برہمنوں کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی گھر میں چند برادران حقیقی ہوتے ہیں تو صرف بڑا بھائی شادی کرتا ہے اس میں مصلحت یہ ہے کہ وارثوں کی تعداد نہ بڑھے اور ان میں نزاع و فساد نہ ہونے پائے۔ دیگر برادران غور و شادی نہیں کرتے فرقہ نیاری کی عورتوں کو اپنی خدمت گزاری کے لئے نوکر رکھ لیتے ہیں برہمنوں کے والدین میں جب کبھی کوئی مرتا ہے تو ایک سال کامل ماتم کر کے توحہ کرتے ہیں اسی طرح نیاریوں میں یہ دستور ہے کہ جب ان کی مائیں یا ماموں یا برادر بزرگ فوت ہوتے ہیں تو یہ طبقہ بھی ایک سال ان کا ماتم کرتا ہے اور نیاری لذتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

باشندگان ملا بار کے تین طبقے ہیں اعلیٰ ادنیٰ و اوسط۔ اعلیٰ طبقہ کا کوئی فرد اگر ادنیٰ طبقہ کے کسی شخص سے میل جول کرتا ہے تو جب تک غسل نہیں کر لیتا اکل و شرب اپنے اوپر حرام سمجھتا ہے اور اگر اتفاق سے قبل غسل غو و نوش کر لیتا ہے تو حاکم اسے گرفتار کر کے طبقہ ادنیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور یہ زرخیز بد نصیب تمام زندگی غلامی میں بسر کرتا ہے سو اس کے کہ مجرم اسی جگہ مفرور ہو کر روپوش ہو جائے کہ کسی کو اس کے حال سے واقفیت نہ ہو۔ اسی طرح

اعلیٰ طبقے کے لئے ادنیٰ کے ساتھ کھانا پکانا جائز ہے اگر اعلیٰ طبقے کا کوئی فرد ادنیٰ طبقے کے کسی ملازم کا پکا یا پکایا کھانا کھالیتا ہے تو برادری سے خارج سمجھا جاتا ہے۔
 میر جمال الدین حسین انجو چاند بی بی سلطانہ والیہ احمد نگر کی بہن کا شوہر
 ہے اپنی فرہنگ میں لکھتا ہے کہ لمبارہ فتح اول و کسرتانی اس ملک کا نام ہے
 جو دریائے عمان کے ساحل پر اور دکن کے مشہور شہر بیجانگر کے قریب واقع
 ہے اہل ملابار کا رواج شرمناک ہے اور ایک عورت متعدد شوہر کی زوجہ ہوتی
 ہے جیسا کہ امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

بہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خولامت
 بیا و میں کہ خراش چوں لمبار است

تہمت

صحی نامہ

تاریخ فرشتہ جلد چہارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	امیر	امیروں	۶۸	۲۳	زرد دوزی	زرد دوزی
۱۱	۲۳	سکندر لور	سکندر آقا دمی	۶۹	۲	کیں	کیا
۵	"	مقرب خاں	مقرب خاں گرد	۷۰	۳	تمراج نے	تمراج
۱۲	۸	اسی	اس	۷۱	۱۹	اور ونگناوری	اور ونگناوری
۱۶	۲	اسی	اسی	۷۲	۲	اسی طرح ہی کر کے	اسی طرح ہی کر کے
۱۷	۵	ہو سکے	کے سوہنے	"	۲۵	اس کے	اس کے
۱۸	۴	ترسون	ترسون	۷۵	۷	قلعہ طور کل پھر	قلعہ طور کل پھر
۳۴	۸	بٹھا	بٹھایا	"	۱۷	قلعہ دینکنی	قلعہ دینکنی
"	۲۰	ہو	ہوا	۷۶	۶	چندر کوئی	چندر کوئی
۵۳	۳	انجو	انجو	۷۷	۹	قلعہ جبرہ	قلعہ جبرہ
۵۴	۱۶	چر	چتر	۷۸	۷	سادوں	پیادوں
۵۶	۱۹	بسنے	بیٹے	"	۱۳	ایسے	آتے
۵۷	۲۳	جن	اس	۸۱	۱	بالائے کوہ	بالائے کوہ
۶۳	۶	نور کل	نور کل	"	۵	قلعہ کرد	قلعہ کرد
۶۸	۱۶	بار	بارہ	۸۲	۱۱	عین ملک	عین الملک
۶۹	۱	آواز سے	ارابے سے	۸۵	۵	ارج	حاج
"	۱۰	امیدان	میدان	۸۹	۱۸	دروازہ امام	دوازہ امام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۰	۸	کے کئے	کے لئے	۱۷	۲۱۷	تساہل	تساہل
۹۳	۷	پھر خبر	پھر خبر	۲۲	۲۲۳	تنگ	تنگ
۹۷	۱	نمک جلالی	نمک جلالی	۲۵	۲۲۵	نمک جلالی	نمک جلالی
۱۰۵	۱۵	نوی	نوی	۳۲	۲۳۳	نوی	نوی
۱۱۵	۹	کیا	کیا	۱۲	۲۴۰	گیا	گیا
۱۱۹	۸	نے نے	نے نے	۲	۲۴۷	کر کے	کر کے
۱۲۰	۲۱	محال	محال	۲	۲۴۸	محال	محال
۱۲۲	۱۵	سواروں کے	سواروں کے ساتھ	۱	۲۵۲	سواروں کے ساتھ	سواروں کے ساتھ
۱۲۴	۹	آئے تو دو	آئے دو	۱۸	۲۵۵	آئے تو دو	آئے دو
۱۳۷	۱۲	ریاغا	ریاغا	۲۵	۲۵۹	ریاغا	ریاغا
۱۵۰	۱۵	جوان ضروری	جوان ضروری	۱۳	۲۵۷	جوان ضروری	جوان ضروری
۱۵۵	۹	رینے	رینے	۲۲	۲۵۷	رینے	رینے
۱۶۵	۲۰	قلعہ کو کن	قلعہ کو کن	۱	۲۶۲	قلعہ کو کن	قلعہ کو کن
۱۶۸	۱۵	سختی	سختی	۹	۲۶۳	سختی	سختی
۱۶۹	۱۱	قلعہ اسیر کے	قلعہ اسیر کے	۲	۲۷۱	قلعہ اسیر کے	قلعہ اسیر کے
۱۷۷	۱۵	یکسانی روزگار	یکسانی روزگار	۲۲	۲۸۶	یکسانی روزگار	یکسانی روزگار
۱۸۰	۱۳	عبادت	عبادت	۹	۲۹۱	عبادت	عبادت
۱۸۶	۵	ہوں گا	ہوں گا	۱۱	۲۹۳	ہوں گا	ہوں گا
۱۹۲	۱۲	سفر	سفر	۱۲	۳۰۳	سفر	سفر
۲۰۳	۵	سلیمن	سلیمن	۱	۱۱۳	سلیمن	سلیمن
۲۰۹	۱۰	فوج کا	فوج کے	۵	۳۱۵	فوج کا	فوج کے

صفحہ	سطر	فصل	صحیح	صفحہ	سطر	فصل	صحیح
۳۱۷	۲۳	ادل	فادل	۴۱۶	۱۶	اچھر	اسیر
۳۲۲	۷	آمان	آمان	۴۱۸	۷	بورہ	بورہ
۳۲۵	۲۰	اس نے ارادہ کیا	اس نے ارادہ کرنے کا ارادہ کیا	۴۲۱	۶	سپر	سپر
۳۲۸	۱۵	محمد علی قطب	محمد علی قطب	۴۲۸	۲۳	اینباب	اینباب
۳۳۱	۱۹	لے میل مرام	بے نیل مرام	۴۳۴	۱	نذر بار	نذر بار
۳۳۳	۷	درہا	دریا	۴۵۷	۱۰	مرگئے	مرگیا
۳۳۴	۸	سے	نے	۴۶۲	۲۵	درکاتی	درگادتی
۳۳۵	۹	تعالیٰ کا شہید الملک	تعالیٰ کا شہید الملک	۴۶۶	۴	رمدہ گئی	رمدہ نہ گئی
۳۳۵	۹	صاحب بہت	صاحب بہت اور	۴۸۵	۲۵	عمار الملک	عمار الملک
۳۴۰	۱۶	قریب	فریب	۴۸۶	۱۳	منتظم	منتظم
۳۴۵	۱۶	فراری	فرار میں	۷	۱۵	پیدا کردی	پیدا کردے
۳۴۷	۱۲	نشایت	ناشیاست	۷	۲۰	خداوند	خداوند
۳۵۰	۹	دوا باش	ادوا باش	۴۸۷	۲۵	نہ آنا	نہ آتا
۳۵۳	۳	گم	گم	۴۸۸	۱۲	تمام سیاہ کو	تمام سیاہ کو
۳۵۹	۸	مندہ	مندہ	۴۸۹	۱	قابض بارو لہج	قابض بارو لہج
۳۶۲	۹	کنکروں	کنکروں	۷	۱۰	مردانگی خلاف	مردانگی کے خلاف
۳۶۳	۱	قیام	آرام	۷	۱۰	+	فتح کرنے کے ارادے
۳۶۴	۱	پو جا	پونجا	۷	۱۰	سعد دانہ ہوا	سعد دانہ ہوا
۳۶۹	۱۵	صوبہ	صوبہ	۷	۱۰	احمد آباد تک کسی مقام	احمد آباد تک کسی مقام
۳۷۰	۲۴	جزیت	جزات	۷	۱۰	پر توقف نہ کیا چنگیز	پر توقف نہ کیا چنگیز
۳۷۱	۲۲	مذکور	مذکور	۷	۱۰	بھی مرزاؤں کے	بھی مرزاؤں کے
۳۷۹	۱۶	غلاف	غلاف	۵۱۲	۷	مغیث	مغیث
۳۸۰	۱۶	خباہت	خباہت	۵۲۰	۱۹	قوت	قوت
۳۸۱	۲۲	د	د	۵۳۲	۱۳	اغزا	اغزا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴۰	۲۱	کئے لئے	کئے گئے	۴۸۳	۳۱	برائیم	برائیم
۵۵۱	۱۲	اس نے	اس کے	۴۲۹	۵	نگاہ	نگاہ
۵۵۶	۳	بلکہ جہاں	ملکہ جہاں	۴۳۷	۱۸	پالیا	پالیا
۵۵۸	۱۳	دوقوف	موقوف	۴۴۰	۵	نظام الدین احمد	نظام الدین احمد
۵۵۹	۱	حواک	حوالہ			بخشی	بخشی
۵۶۲	۲۴	ہو	ہوا	۴۵۵	۱۸	فقیہ	فقیہ
۵۷۰	۲	ناظر الدین	ناصر الدین	۴۵۷	۳	پنہا	پنہاں
"	"	"	"	۴۶۰	۱	عیان	اعیان
۵۷۳	۱۹۵۹	مولیٰ خاں	موتی خاں	"	۲۲	علاء الدین	علاء الدین
۵۷۴	۲	کیونکہ	کیونکہ	۴۶۶	۷	آزار دی	آزار دی
۵۷۷	۱۲	مواق خاں	موانق خاں	۴۷۰	۶	بڑی	بڑی
۵۷۸	۱۴	+	(بالوں کی)	۴۸۰	۳	حاجی	حاجی
۶۰۵	۹	مہر اس پر کی	مہر اس پر کی	۴۸۵	۱	کو کو	کو کو
۶۲۵	۱	گوندورہ	گوندوارہ	۴۸۹	۱۴	گدائی	گدائی
۶۲۶	۴	تھانیسیر	تھالیسیر	۴۹۴	۲	ادھر	ادھر
۶۵۷	۳	پر گئے	پر گئے	۸۰۳	۴	مرزا حیدر	مرزا حیدر
"	۱۶	ہو	ہوا	۸۰۹	۶	ازواج داخل	ازواج میں داخل
۶۵۹	۲	تو دیا	تو دیا	۸۳۰	۱	سہیدی	سہیدی
"	۵	ہو گا	ہو گا	۸۳۲	۱۰	شاہ ہرنج	شاہ ہرنج
۶۶۲	۳	میں	میں	۸۳۹	۲	ہوا	ہو
۶۶۸	۶	کانش	کانش	۸۴۲	۳	سے	نے
۶۷۳	۲	ے	نے	۸۴۵	۱۹	جس بابت	جس بابت
"	۱۸	نغزش خاں	نغزش خاں	۸۴۷	۲۲	خودوش	خودوش

